

عالمی کتب خانہ
الروافد الاثقی

مکتبہ
محمد بن عبد الوہاب
بیت العلوم و تحقیق

بیت العلوم و تحقیق
بیت العلوم و تحقیق

شرح سیر النبیؐ

الروض الالف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سیوطی رحمہ اللہ علیہ

ضیاء المدارس

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

شرح سیر ابن ہشام

جلد سوم

ترجمہ

الروض الانف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین، بھیر شریف

ضیاء المصنفین پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

| | |
|-------------|---|
| نام کتاب | شرح سیرت ابن ہشام ترجمہ روض النف (جلد سوم) |
| مؤلفہ | امام ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیہلی رحمۃ اللہ علیہ |
| مترجمین | علامہ ملک محمد بوستان، علامہ ذوالفقار علی، علامہ افتخار تبسم من علماء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف |
| زیر اہتمام | ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف |
| زیر نگرانی | قاری اشفاق احمد خان، انور سعید |
| تاریخ اشاعت | اگست 2005ء |
| تعداد | ایک ہزار |
| ناشر | محمد حفیظ البرکات شاہ |
| کمپیوٹر کوڈ | 1Z461 |
| قیمت | 1350/- روپے کامل سیٹ |

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953 فیکس: 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7247350-7225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411 فیکس: 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

سیرت ابن ہشام

| | |
|----|---|
| 43 | نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول |
| 43 | عاقب، سید اور اسقف کا معنی |
| 43 | شاہان روم کے نزدیک ابو حارثہ کا مقام و مرتبہ |
| 43 | کرز بن علقمہ کے قبول اسلام کا سبب |
| 44 | رؤسائے نجران اور ان کے ایک رئیس کے بیٹے کا قبول اسلام |
| 45 | عیسائیوں کا مشرق کے رخ نماز پڑھنا |
| 45 | وفد نجران کے اسماء، ان کا عقیدہ اور رسول کریم ﷺ سے مباحثہ |
| 47 | وفد نجران کے متعلق نازل کردہ سورہ آل عمران کی آیات کی تفسیر |
| 52 | یہود و نصاریٰ کی بدعتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات |
| 55 | مومنین کو وعظ و نصیحت اور تنبیہ |
| 56 | خلق علیہ السلام کے متعلق نازل ہونے والی آیات |
| 58 | حضرت زکریا اور مریم علیہما السلام کے متعلق آیات |
| 59 | بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام |
| 59 | حضرت مریم علیہا السلام کے لئے جرج راہب کی کفالت کا دعویٰ |
| 61 | نزول قرآن فی بیان آیات عیسیٰ علیہ السلام |
| 65 | بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام |
| 67 | رفع عیسیٰ علیہ السلام |
| 69 | بعض مشکل کلمات کی تفسیر از ابن ہشام |
| 71 | یہودیوں کا ملاعنیت سے انکار |
| 71 | ابو عبیدہ کو ان کے انتظام کی سپردگی |
| 73 | کچھ منافقین کے بارے میں |

- 73 ابن ابی اور ابن صفی
- 74 ابن ابی کا منافقانہ قبول اسلام
- 75 ابن صفی کا کفر پر اصرار
- 75 حضور ﷺ کے ساتھ تعریف کے نتیجہ میں ابن صفی کا انجام
- 76 اس کی میراث کا مقدمہ قیصر کے پاس
- 76 ابن صفی پر حضرت کعب کی ہجو
- 77 قوم ابن ابی کا اس کے پاس جانا اور اس کا اشعار کہنا
- 79 ابن ابی کی بات پر حضور ﷺ کا اظہار ناراضگی
- 80 بیمار ہونے والے صحابہ کرام کا تذکرہ
- 80 حضرت ابوبکر، عامر اور بلال رضی اللہ عنہ کی علالت
- 83 مدینہ طیبہ کی وبا کے لئے حضور ﷺ کی دعا
- 84 مسلمانوں میں وبا کی شدت
- 85 مشرکین کی طرف سے جنگ کا آغاز
- 87 ہجرت کی تاریخ
- 87 سب سے پہلا غزوہ، غزوہ دان
- 87 بنی ضمرہ سے پہلا معاہدہ صلح اور بغیر جنگ کے واپسی
- 89 سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ
- 89 سب سے پہلا پرچم
- 90 لشکر اسلام میں شامل ہونے والے مشرکین کے حلفاء
- 90 اس سریہ کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق کے اشعار
- 93 ابن ربیع کے جوابی اشعار
- 95 ابن ابی وقاص سے منسوب اشعار
- 96 اسلام کا پہلا جھنڈا
- 97 سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ
- 97 مسلمانوں اور کفار کے درمیان مذاکرہ

- 97 حضرت حمزہ کا پرچم اسلام کا پہلا پرچم اور اس کے متعلق آپ کے اشعار
- 100 حضرت حمزہ کے جواب میں ابو جہل سے منسوب اشعار
- 102 غزوہ بواط
- 103 غزوہ عسیرہ
- 103 عسیرہ کا راستہ
- 104 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب
- 106 سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- 106 غزوہ سفوان، پہلا غزوہ بدر
- 107 سریہ عبداللہ بن جحش
- 107 آپ کے لئے رسول کریم ﷺ کا خط
- 109 حضرمی کے نسب میں اختلاف
- 111 شہر حرام میں جنگ کرنے پر حضور ﷺ کا اظہار ناپسندیدگی
- 112 حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے متعلق قرآن کریم کا نزول
- 115 اس سریہ کے بارے میں کہے گئے اشعار
- 116 تحویل قبلہ جانب کعبہ
- 117 غزوہ بدر الکبریٰ
- 117 ابوسفیان کا قافلہ
- 117 مسلمانوں کو قافلہ کے تعاقب کی دعوت اور ابوسفیان کا خوف
- 118 عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب
- 119 خواب کا افشاء اور ابو جہل اور حضرت عباس کے مابین گفتگو
- 121 روانگی کے لئے قریش کی تیاری
- 122 عقبہ کی روانگی
- 122 قریش اور بنی کنانہ کے مابین جنگ
- 124 مکرز بن حفص کے اشعار
- 126 شیطان اور قریش

- 126 حضور ﷺ کی روانگی
- 126 ایک پرچم اور دو جھنڈے
- 127 ہدیری مسلمانوں کے اونٹ
- 127 ہدیر کی طرف روانگی
- 129 جہاد کے بارے میں حضرات ابو بکر، عمر اور مقداد رضی اللہ عنہم کی رائے
- 131 حضور ﷺ کی انصار سے مشاورت
- 132 اخبار قریش کی جستجو
- 135 ابوسفیان کا قاتلے سمیت فرار
- 135 جہم بن صلت کا خواب
- 136 ابوسفیان کا جنگ کا ارادہ نہیں تھا
- 136 بنی زہرہ کی واپسی
- 137 مسلمانوں اور قریش کا پڑاؤ
- 138 حضرت حباب رضی اللہ عنہ کا مشورہ
- 139 رسول اللہ ﷺ کے لئے عریش کا انتظام
- 139 قریش کی روانگی
- 141 حظلیہ کا نسب
- 143 اسود مخزومی کا قتل
- 143 عتبہ کی دعوت مبارزت
- 145 فریقین کا مقابلہ
- 145 حضرت ابن غزیہ اور آپ کے شکم پر حضور ﷺ کا تیر کے ساتھ چوٹ لگانا
- 146 رسول اللہ ﷺ کا نصرت کے لئے اپنے رب کو اپنے حق کا واسطہ دینا
- 150 پہلے شہید
- 151 مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب
- 152 رسول اللہ ﷺ کا مشرکین کی طرف کنکریاں پھینکنا
- 154 بعض مشرکین کے قتل کی ممانعت

- 157 امیہ بن خلف کا قتل
- 160 غزوہ بدر میں ملائکہ کی حاضری
- 161 ابو جہل کی ہلاکت
- 162 بدر کے روز مسلمانوں کا شعار
- 162 ابو جہل کی ہلاکت کا بقیہ واقعہ
- 167 عکاشہ بن محسن کا واقعہ
- 169 بدر کے روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عہد الرحمن کے مابین گفتگو
- 171 مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا
- 174 اصحاب قلیب بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 179 جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا لَہُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ
- 180 بدر کے اموال غنیمت کا بیان
- 182 فتح کے قاصد ابن رواحہ اور زید کی روانگی
- 182 رسول اللہ ﷺ کی بدر سے مراجعت
- 184 نصیر اور عقبہ کا قتل
- 185 قریش کے مصیبت زدہ لوگوں کی مکہ واپسی
- 192 قریش کا اپنے مقتولوں پر نوحہ
- 194 سہیل بن عمرو کا فدیہ
- 196 عمرو بن ابی سفیان کی اسیری اور رہائی
- 198 ابوالعاص بن ربیع کی اسیری
- 198 حضرت زینب سے ابوالعاص کی شادی کا سبب
- 199 بنات رسول ﷺ کو ان کے شوہروں سے طلاق دلانے میں قریش کی کوشش
- 200 حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ابوالعاص کا فدیہ بھیجنا
- 201 حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سفر مدینہ
- 201 آپ کی تیاری اور رسول کریم ﷺ کا آپ کی مصاحبت کے لئے دو آدمی بھیجنا
- 201 ہند حضرت زینب کے معاملہ کو جاننا چاہتی ہے

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے وقت قریش کی جانب سے رکاوٹیں اور

202

ابوسفیان کا مشورہ

204

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں ابوخیثمہ کے اشعار

207

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے متعلق ہند اور کنانہ کے اشعار

207

رسول کریم ﷺ کا ہبار کے خون کو حلال فرمانا

208

ابوالعاص بن ربیع کا قبول اسلام

208

مسلمانوں کا ابوالعاص کے مال تجارت پر غلبہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ

209

ابوالعاص کو مال کی واپسی اور اس کا قبول اسلام

210

حضرت ابوالعاص کے ہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی

211

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی امانت کی ایک مثال

211

فدیہ لئے بغیر آزاد کیے جانے والے اسیران جنگ

214

فدیہ کی رقم

214

عمیر بن وہب کا قبول اسلام

214

صفوان کا اسے رسول کریم ﷺ کو شہید کرنے پر ابھارنا

215

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسے دیکھ لینا اور رسول کریم ﷺ کو آگاہ کرنا

رسول کریم ﷺ کا اس کے اور صفوان کے مابین ہونے والے مکالمہ سے آگاہ فرمانا

216

اور اس کا مسلمان ہونا

217

دعوت اسلام کی خاطر مکہ کی طرف ان کی واپسی

218

ابلیس کو کس نے دیکھا عمیر نے یا ابن ہشام نے؟ اور اس بارے میں نزول آیات

219

چند مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار اپنی قوم پر فخر اور قریش کے ساتھ ابلیس کی دھوکہ

220

بازی کے بارے میں

222

حاجیوں کی مہمان نوازی کرنے والے قریش

223

بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کے نام

223

مشرکین کے گھوڑے، سورۃ انفال کا نزول

- 223 تقسیم انفال کے متعلق نازل کردہ آیات
- 226 قریش کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلام کی روانگی کے متعلق نازل کردہ آیات
- 232 مسلمانوں کو فتح و نصرت کی بشارت اور ترغیب جہاد کے متعلق نازل کردہ آیات
- 233 طلب فیصلہ کے متعلق نازل کردہ آیت
- 235 مسلمانوں کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی ترغیب
- 237 رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت
- 237 قریش کی جہالت اور اپنے خلاف بددعا
- 239 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 240 غزوہ بدر اور سورہ منزل کے نزول کی درمیانی مدت
- 240 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 241 ابوسفیان کے معاونین کے متعلق نازل کردہ آیات
- 241 کفار کے ساتھ جہاد کا حکم
- 242 مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق نازل کردہ آیات
- 243 رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم
- 244 مسلمانوں کو وعظ و نصیحت اور جنگی تدابیر کی تعلیم
- 245 شیطان کی دوسوہ اندازی اور اس کا فرار
- 246 جہاد کی تیاری کا حکم
- 247 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 250 قیدیوں اور اموال غنیمت کے متعلق نازل کردہ آیات
- 255 مسلمانوں کو باہم اتفاق و اتحاد کی ترغیب
- 258 غزوہ بدر میں شریک ہونے والے مسلمان
- 258 بنی ہاشم و مطلب
- 259 بنی عبد شمس، حضرت سالم کا نسب
- 260 بنی عبد شمس کے حلفاء
- 261 بنی کبیر کے حلفاء، بنی نوفل، بنی اسد

- 262 بنی عبدالدار، بنی زہرہ
- 263 بنی تیم
- 264 نمر کا نسب، بنی مخزوم
- 265 شمس کی وجہ تسمیہ
- 265 بنی عدی بن کعب اور ان کے حلفاء
- 267 بنی جمح بن عمرو اور ان کے حلفاء
- 267 بنی سہم بن عمرو، بنی عامر بن لؤی
- 268 بنی حارث بن فہر
- 268 مہاجرین اصحاب بدر کی تعداد
- 268 انصار اصحاب بدر (قبیلہ اوس)
- 268 بنی عبدالاشہل
- 269 بنی عبید بن کعب
- 269 بنی زعموراء بن عبدالاشہل اور ان کے حلفاء
- 270 بنی سواد بن کعب
- 270 بنی عبد بن رزاح اور ان کے حلفاء
- 270 بنی حارثہ
- 271 بنی عمرو، بنی امیہ بن زید
- 271 بنی عبید اور ان کے حلفاء
- 273 بنی ثعلبہ بن عمرو
- 273 بنی جحججہ بنی اور ان کے حلفاء
- 274 بنی غنم بن سلم
- 274 بنی معاویہ بن مالک اور ان کے حلفاء
- 275 اوس اصحاب بدر کی تعداد
- 275 انصار اصحاب بدر (قبیلہ خزرج)
- 275 بنی امرؤ القیس

- 276 بنی زید بن مالک
- 277 بنی عدی، بنی احمر، بنی جشم اور بنی زید، بنی جدارہ
- 278 بنی ابجر، بنی عوف، بنی جزء اور ان کے حلفاء
- 279 بنی سالم، بنی اصرم، بنی دعد، بنی قریوش، بنی مرضہ
- 280 بنی لوذان اور ان کے حلفاء
- 281 بنی ساعدہ
- 281 بنی ہدی اور ان کے حلفاء
- 281 بنی ظریف اور ان کے حلفاء
- 282 بنی جشم
- 282 جموح کاسب
- 283 بنی عبید اور ان کے حلفاء
- 283 بنی خناس
- 284 بنی نعمان
- 284 بنی سواد
- 284 بنی عدی بن نابی
- 285 بنی زریق
- 285 بنی خالد
- 285 بنی خلدہ
- 286 بنی عجلان بن عمرو
- 286 بنی بیاضہ
- 286 بنی حبیب
- 287 بنی نجار
- 287 بنی عسیرہ
- 287 بنی عمرو
- 287 بنی عبید

| | |
|-----|----------------------------------|
| 287 | بنی عائد اور ان کے حلفاء |
| 287 | بنی زید بن ثعلبہ |
| 288 | بنی سواد بن مالک اور ان کے حلفاء |
| 288 | بنی عامر بن مالک |
| 289 | بنی عمرو بن مالک |
| 289 | بنی عدی بن عمرو |
| 289 | بنی عدی بن نجار |
| 290 | بنی حرام بن جندب |
| 290 | بنی حازن بن نجار اور ان کے حلفاء |
| 290 | بنی خنساء بن مہذول |
| 290 | بنی ثعلبہ بن حازن |
| 291 | بنی دینار بن نجار |
| 291 | بنی قیس بن مالک |
| 291 | دیگر اصحاب |
| 292 | اصحاب بدر کی کل تعداد |
| 292 | شہدائے بدر |
| 292 | بنی مطلب |
| 293 | بنی زہرہ |
| 294 | بنی عدی بن کعب |
| 295 | بنی حارث بن فہر |
| 295 | انصاری بن عمرو بن عوف |
| 295 | بنی حارث بن خزرج |
| 295 | بنی سلمہ |
| 296 | بنی حبیب |
| 296 | بنی نجار |

| | |
|-----|-----------------------------------|
| 296 | بنی غنم |
| 296 | غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین |
| 296 | بنی عبد شمس |
| 298 | بنی نوفل |
| 298 | بنی اسد |
| 299 | بنی عبدالدار |
| 299 | بنی تیم بن مرہ |
| 300 | بنی مخزوم |
| 303 | بنی سہم |
| 304 | بنی جمح |
| 305 | بنی عامر بن لوی |
| 305 | مقتولین کی تعداد |
| 305 | دیگر مقتولین |
| 306 | بنی عبد شمس |
| 306 | بنی اسد |
| 306 | بنی عبدالدار |
| 306 | بنی تیم |
| 306 | بنی مخزوم |
| 307 | بنی جمح |
| 307 | بنی سہم |
| 308 | غزوہ بدر میں اسیران قریش |
| 308 | بنی ہاشم |
| 308 | بنی مطلب |
| 308 | بنی عبد شمس اور ان کے حلفاء |
| 309 | بنی نوفل اور ان کے حلفاء |

| | |
|-----|--|
| 310 | بنی عبدالدار اور ان کے حلفاء |
| 310 | بنی اسد اور ان کے حلفاء |
| 311 | بنی مخزوم |
| 313 | بنی سہم |
| 313 | بنی جمح |
| 314 | بنی عامر |
| 315 | بنی حارث بن فہر |
| 315 | دیگر اسیران بدر |
| 315 | بنی ہاشم |
| 316 | بنی مطلب |
| 317 | بنی عبد شمس |
| 318 | بنی نوفل |
| 318 | بنی اسد |
| 318 | بنی عبدالدار |
| 319 | بنی تیم |
| 319 | بنی مخزوم |
| 319 | بنی جمح |
| 320 | بنی سہم |
| 320 | بنی عامر |
| 320 | بنی حارث |
| 320 | غزوہ بدر کے متعلق اشعار |
| 320 | قصیدہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ |
| 323 | حارث بن ہشام کا جواب |
| 325 | حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ |
| 327 | حارث بن ہشام کا جواب |

- 329 ضرار بن خطاب کا قصیدہ
- 331 حضرت کعبہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا جواب
- 333 لہیدۃ عبد اللہ بن زبیرؓ
- 334 حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جواب
- 335 غزوہ بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 340 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں حارث کے اشعار
- 341 اس بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 348 پاؤں کٹ جانے کے متعلق حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 351 حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ
- 352 غزوہ بدر کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 354 رسول کریم ﷺ اور اصحاب قلیب بدر کے مرثیے میں طالب کے اشعار
- 356 ابو جہل کے مرثیے میں ضرار کے اشعار
- 358 ابو جہل کے مرثیے میں حارث بن ہشام کے اشعار
- 359 مقتولین بدر کے مرثیے میں ابن اسود کے اشعار
- 360 مقتولین بدر کے مرثیے میں امیہ بن ابی الصلت کے اشعار
- 365 ابو اسامہ کے اشعار
- 378 ہند بنت عتبہ کے اشعار
- 381 صفیہ کے اشعار
- 383 ہند بنت اثاثہ کے اشعار
- 384 قتیلہ بنت حارث کے اشعار
- 385 غزوہ بدر سے فراغت کی تاریخ
- 386 چشمہ کدر پر غزوہ بنی سلیم
- 387 غزوہ سویق
- 390 غزوہ ذی امر
- 391 غزوہ بجران

- 391 غزوہ بنی قینقاع
- 391 بنی قینقاع کو حضور ﷺ کی نصیحت اور ان کا جواب
- 392 بنی قینقاع کے متعلق نازل کردہ آیات
- 393 اولین عہد شکن لوگ
- 393 بنی قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا سبب
- 396 رسول کریم ﷺ کے ساتھ ابن ابی کی گستاخی
- 394 بنی قینقاع کے حلف سے حضرت ابن الصامت کی براءت اور اسکے متعلق نزول آیات
- 396 ہشمہ قرده کی طرف سریہ زید بن حارثہ
- 397 قریش کی ملامت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 400 کعب بن اشرف کا قتل
- 400 حضور ﷺ کے قاصدوں کی خبر پر کعب بن اشرف کا انکار
- 401 حضور ﷺ کے خلاف انگیزت میں اس کے اشعار
- 403 اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 404 کعب کے جواب میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے اشعار
- 405 حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں کعب کے اشعار
- 406 کعب کا مسلمانوں کی دل آزاری کرنا اور اس کے قتل کی تدبیر
- 409 ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 409 ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 412 محیصہ اور حویصہ کا واقعہ
- 412 حویصہ کا ایک یہودی کے قتل پر اپنے بھائی محیصہ کو ملامت کرنا پھر اسلام قبول کرنا
- 414 حویصہ کے قبول اسلام کی دوسری روایت
- 415 حضور ﷺ کی بحران تشریف آوری اور غزوہ احد کی درمیانی مدت
- 416 غزوہ احد
- 416 حضور ﷺ سے جنگ کی انگیزت
- 417 اس کے متعلق نازل کردہ آیت کریمہ

- 418 قریش کا جنگ پر اتفاق
- 420 لشکر قریش کی روانگی اور خواتین کی معیت
- 421 رسول اللہ ﷺ کا خواب
- 422 رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام سے مشاورت
- 423 منافقین کی واپسی
- 424 رسول اللہ ﷺ کا ایک واقعہ سے نیک شگون لینا
- 425 مسلمانوں کا مربع کے مکان سے گزر اور اس کی بدسلوکی
- 428 کم سن مجاہدین میں سے پندرہ سالہ مجاہدین کو جہاد کی اجازت
- 429 حضرت ابود جانہ رضی اللہ عنہ کی داد شجاعت
- 430 ابو عامر فاسق کا حال
- 431 قریش کی انگیزت کے لئے ابوسفیان کا اسلوب
- 432 ہند اور اس کے ساتھ دوسری عورتوں کی اشتعال انگیزی
- 432 مسلمانوں کا شعار
- 432 حضرت ابود جانہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ واقعہ
- 435 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت
- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق وحشی سے مروی ضمیری اور ابن خیاری کی روایت
- 436 حضور ﷺ کی بارگاہ میں وحشی کا قبول اسلام
- 439 وحشی کے ہاتھوں مسلمانہ کا قتل
- 440 دیوان سے وحشی کے نام کا خروج
- 441 حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت
- 441 حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ
- 443 غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ
- 444 حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق ابن اسود اور ابوسفیان کے اشعار
- 445 ابوسفیان کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 448

- 450 ابوسفیان کے جواب میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 451 ہزیمت کے اسباب کے متعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان
- 452 صواب کی شجاعت اور اس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 453 عمرہ حارثیہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 454 احد کے روز حضور ﷺ کو لگنے والے زخم
- 457 عتبہ اور جو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی، کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 458 حضرت ابن سکین اور غزوہ احد میں ان کی آزمائش
- 458 غزوہ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد
- حضرت ابودجانہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے
- 459 حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش اور ان کی آنکھ کا واقعہ
- 460 حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ
- 460 حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کو لگنے والے زخم
- 461 ہزیمت کے بعد حضور ﷺ کو سب سے پہلے پہچاننے والا شخص
- 461 حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل
- 462 ابی بن خلف کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 463 پہاڑ کی گھاٹی میں حضور ﷺ کا ورود مسعود
- 464 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عتبہ کو قتل کرنے کی خواہش
- 465 قریش کا پہاڑ پر چڑھنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ کرنا
- 466 حضور ﷺ کی اٹھنے سے کمزوری اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی معاونت
- 467 حضور ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھنا
- 467 حضرت یمان اور حضرت ابن وقش رضی اللہ عنہما کی شہادت
- 468 حضرت ابن حاطب کی شہادت اور ان کے باپ کی گفتگو
- 469 قرمان منافق کی ہلاکت
- 470 مخیرق کا قتل

- 470 حارث بن سوید کا حال
- 471 حضرت مجذّر کے قاتل کے متعلق ابن ہشام کی تحقیق
- 471 حضرت اصیرم کا حال
- 472 حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی شہادت
- 473 ہند اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ
- 474 ہند بنت عتبہ کے جواب میں ہند بنت اثاثہ کے اشعار
- 474 ہند بنت عتبہ کے مزید اشعار
- 475 ہند بنت عتبہ کی ہجو پر حضرت عمر کی حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو انگخت
- 477 ابوسفیان کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کرنے پر حلیس کا اظہار ناپسندیدگی
- 477 احد کے بعد ابوسفیان کا مسلمانوں کی مصیبت پر اظہار مسرت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی گفتگو
- 478 مسلمانوں کو ابوسفیان کی دھمکی
- 479 حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرکین کے تعاقب میں
- 480 میدان احد میں مقتولین کا حال
- 481 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا غم و اندوہ اور مشرکین کو مثلہ کی دھمکی
- 482 مثلہ کی ممانعت کے متعلق نازل کردہ آیات
- 483 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نماز جنازہ
- 484 حضرت صفیہ اور ان کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما پر غم و اندوہ
- 485 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کی تدفین
- 486 شہداء کی تدفین
- 487 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حمزہ کا غم و اندوہ
- 488 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر خواتین انصار کی آہ و بکا
- 489 بنی دینار کی ایک عورت کا حال
- 490 تلواروں کی صفائی
- 491 دشمن کو بھگانے کے لئے اس کا تعاقب

- 492 حضور ﷺ کی مدد کے لئے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی ایک مثال
- 492 حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تقرر بطور عامل مدینہ
- 493 معبد الخزاعی کا واقعہ
- 495 حضور ﷺ کو ابوسفیان کا پیغام
- 496 صفوان کا ابوسفیان کو دوبارہ حملہ کرنے سے روکنا
- 496 ابو عزرہ اور معاویہ بن مغیرہ کا قتل
- 497 معاویہ بن مغیرہ کا قتل
- 498 غزوہ احد کے بعد عبداللہ بن ابی کا کردار
- 499 یوم احد مسلمانوں کی آزمائش کا دن
- 500 غزوہ احد کے متعلق نازل کردہ آیات
- 502 بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام
- 504 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 505 سود کی ممانعت
- 506 اطاعت کی ترغیب
- 507 مسلمانوں کی مصیبت کا ذکر اور ان کی دلجوئی
- 509 مجاہدین کو جنت کی دعوت
- 512 اس حقیقت کا بیان کہ موت اللہ کے اذن سے آتی ہے
- 513 سابقہ انبیاء کی معیت میں جہاد کرنے والوں کی شجاعت کا بیان
- 514 بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام
- 515 اہل ایمان کو کفار کی اطاعت کی ممانعت
- 518 نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ
- 520 مسلمانوں کو تنبیہ کہ اللہ کی راہ میں موت سے نہ ڈریں
- 521 مسلمانوں پر حضور ﷺ کی مہربانی اور شفقت کا ذکر
- 523 خیانت کے متعلق نازل کردہ آیات
- 524 رسولوں کی بعثت لوگوں پر اللہ کا فضل ہے

| | |
|-----|--|
| 525 | مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کا بیان |
| 527 | جہاد کی ترغیب |
| 530 | شہدائے احد کا بہترین ٹھکانہ |
| 534 | حضور ﷺ کی معیت میں حرماء الاسد کی طرف نکلنے والوں کا ذکر |
| 537 | غزوہ احد کے مہاجر شہداء کا بیان |
| 537 | بنی ہاشم |
| 537 | بنی امیہ |
| 538 | بنی عبدالدار |
| 538 | بنی مخزوم |
| 538 | انصار شہداء |
| 538 | بنی عبدالاسہل |
| 539 | اہل راتج |
| 539 | بنی ظفر |
| 539 | بنی ضبیہ |
| 539 | بنی عبید |
| 539 | بنی ثعلبہ |
| 540 | بنی سلیم |
| 540 | بنی عجلان |
| 540 | بنی معاویہ |
| 540 | بنی نجار |
| 540 | بنی مہذول |
| 541 | بنی عمرو |
| 541 | بنی حدی |
| 541 | بنی مازن |
| 541 | بنی دینار |

| | |
|-----|----------------------------------|
| 541 | بنی حارث |
| 542 | بنی ابجر |
| 542 | بنی ساعدہ |
| 542 | بنی طریف |
| 542 | بنی عوف |
| 543 | بنی حبلی |
| 543 | بنی سلمیٰ |
| 543 | بنی سواد |
| 543 | بنی زریق |
| 543 | شہداء کی تعداد |
| 543 | بنی معاویہ |
| 544 | بنی خطمہ |
| 544 | بنی خزرج |
| 544 | بنی عمرو |
| 544 | بنی سالم |
| 544 | غزوہٴ احد میں مشرکین کے مقتول |
| 544 | بنی عبدالدار |
| 545 | بنی اسد |
| 545 | بنی زہرہ |
| 546 | بنی مخزوم |
| 546 | بنی جحج |
| 546 | بنی عامر |
| 546 | مشرکین کے مقتولوں کی تعداد |
| 547 | غزوہٴ احد کے متعلق کہے گئے اشعار |
| 547 | ہمیرہ کے اشعار |

- 550 ہمیرہ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 552 ہمیرہ کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 559 ابن زبیری کے اشعار
- 562 ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 565 حضرت حمزہ اور شہدائے احد کے مرثیے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہم کے اشعار
- 568 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں ضرار کے اشعار
- 570 یوم احد کے متعلق ابن زبیری کے اشعار
- 572 ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 575 یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص کے اشعار
- 576 ابن العاصی کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 577 یوم احد کے متعلق ضرار کے اشعار
- 579 یوم احد کے متعلق عمرو کے اشعار
- 580 عمرو بن العاص کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 584 علمبرداروں کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 590 شہدائے احد کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 597 حضرت حمزہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے اشعار
- 600 آپ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 603 آپ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 603 غزوہ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 612 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت ابن رواحہ کے اشعار
- 614 غزوہ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 615 غزوہ احد کے متعلق ضرار کے اشعار
- 617 احد کے روز ابوز عنہ کار جز
- 618 حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یوم احد کار جز
- 618 احد کے روز عکرمہ کار جز

- 619 احد کے روز بنی عبدالدار کے مقتولوں کے مرثیہ میں اعشی تیمی کے اشعار
- 620 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اشعار
- 621 شمس کے مرثیہ میں نعم کے اشعار
- 623 نعم کی تعزیت میں ابوالحکم کے اشعار
- 623 احد سے واپسی کے بعد ہند کے اشعار
- 625 یوم رجب کا بیان
- 625 ۳ھ میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت
- 625 عضل اور قارہ کا نسب
- 626 حضرات مرشد، ابن بکیر اور عاصم رضی اللہ عنہم کی شہادت
- 630 شہد کی مکھیوں کے ایک غول کا حضرت عاصم کی نعش کی حفاظت کرنا
- 631 حضرات خبیب، ابن طارق اور ابن دہنہ کی قتل گاہ
- 633 رسول کریم ﷺ کے لئے ابن دہنہ کی وفاداری کی مثال
- 634 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کی دعا کا بیان
- 637 واقعہ رجب کے متعلق نزول قرآن کریم
- 639 بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام
- 641 بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام
- 641 پھانسی کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 643 حضرت خبیب کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 646 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جمع ہونے والے لوگ
- 646 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہذیل کی ہجو میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 646 حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 653 عہد کے اشعار
- 656 حادثہ بر معونہ
- 656 بر معونہ کی طرف بھیجنے کا سبب

- 657 بیچے جانے والے اصحاب
 658 عامر ایک صحابی کو قتل کرتا ہے
 659 ساتھیوں کی شہادت کا علم ہونے کے بعد ابن امیہ اور منذر کا کفار کے پاس جانا
 660 دو عامریوں کا قتل
 661 ابو براء کے اس عمل پر حضور ﷺ کا اظہار ناپسندیدگی
 661 حضرت ابن فہیرہ اور آسمان
 662 ابن سلمیٰ کے قبول اسلام کا سبب
 ابو براء کے بیٹوں کو عامر کے خلاف ابھارنے کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ
 663 کے اشعار
 663 حکم اور ام البنین کا نسب
 663 ربیعہ کا عامر کو نیزہ مارنا
 663 ابن ورقاء کا قتل اور اس پر ابن رواحہ کا مرثیہ
 664 شہدائے بزمعونہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
 665 واقعہ بزمعونہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
 666 القرطاء کا نسب
 668 ۴ھ میں بنی نضیر کی جلا وطنی کا حکم
 668 بنی نضیر رسول کریم ﷺ کے قتل کی سازش کرتے ہیں
 669 اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ان کی سازش سے آگاہ فرماتا ہے
 670 بنی نضیر کا محاصرہ
 670 یہودیوں کو ایک گروہ کی انگلیخت پھر ان کا صلح کا ارادہ
 671 خیبر کی طرف ہجرت کرنے والے یہودی
 671 مہاجرین کے درمیان بنی نضیر کے اموال کی تقسیم
 672 بنی نضیر میں اسلام لانے والے خوش نصیب
 672 ابن جحاش کے قتل پر یامین کو انگلیخت
 672 بنی نضیر کے متعلق نازل کردہ آیات

- 674 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 675 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 677 بنی نضیر کے متعلق کہے گئے اشعار
- بنی نضیر کی جلا وطنی اور ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے
- 685 اشعار
- 689 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں سماک کے اشعار
- 689 رجال بنی نضیر کی تعریف میں ابن مرداس کے اشعار
- 691 ابن مرداس کے جواب میں خوات کے اشعار
- 692 خوات کے جواب میں ابن مرداس کے اشعار
- 694 ابن مرداس کے جواب میں حضرت کعب یا حضرت ابن رواحہ کے اشعار
- 696 ۴ھ میں غزوہ ذات الرقاع
- 696 اس غزوہ کی وجہ تسمیہ
- 697 صلوٰۃ خوف
- 698 غوث بن حارث کا حضور ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ
- 699 حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا واقعہ
- 706 حضرات ابن یاسر اور ابن بشر اور لشکر رسول کی حفاظت
- 710 رسول کریم ﷺ کی واپسی
- 710 شعبان ۴ھ میں غزوہ بدر ثانی
- 710 رسول کریم ﷺ کی روانگی
- 711 مدینہ طیبہ کے عامل کا تقرر
- 711 ابوسفیان کی اپنے لشکر کے ہمراہ واپسی
- 712 رسول کریم ﷺ اور بخشی ضمری
- 712 معبد اور اپنی اونٹنی کے متعلق اس کے اشعار
- 713 غزوہ بدر ثانی کے متعلق حضرت ابن رواحہ یا کعب کے اشعار
- 714 غزوہ بدر ثانی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

- 715 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار
- 717 ماہ ربیع الاول ۵ھ میں غزوہ دومۃ الجندل
- 718 غزوہ خندق، شوال ۵ھ
- 718 غزوہ خندق کی تاریخ
- 718 قریش کو یہود کی انگخت
- 720 بنی غطفان کو یہود کی انگخت
- 720 احزاب مشرکین کی روانگی
- 720 خندق کی کھدائی میں منافقین کی کام چوری اور مومنین کی جدوجہد
- 720 خندق کھودنے والوں کے حق میں نازل کردہ آیات
- 723 بعض مشکل الفاظ کی وضاحت
- 723 خندق کی کھدائی میں مسلمانوں کا رجز
- 723 خندق کی کھدائی میں معجزات کا ظہور
- 728 کعب بن اسد کو حی بن اخطب کی انگخت
- 730 کعب کی عہد شکنی کی تصدیق
- 731 منافقین کے نفاق کا ظہور اور مسلمانوں کے خوف میں اضافہ
- 732 کیا معتب منافق تھا؟
- 733 قبیلہ غطفان سے معاہدہ صلح کا ارادہ
- 734 چند مشرکین کا خندق عبور کرنا
- 735 حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور خندق کھودنے کا مشورہ
- 735 عمر بن عبدود کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ
- 740 عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 741 غزوہ خندق کے روز مسلمانوں کا شعار
- 741 حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ
- 742 حضرت سعد کا قاتل کون تھا؟
- 744 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بزدلی کا واقعہ

- 746 حضرت نعیم کی مشرکین کو جنگ بندی کی ترغیب
- 748 مشرکین کی حالت پر آگاہی
- 749 ابوسفیان کا اعلان روانگی
- 750 خندق سے واپسی
- 750 غزوہ بنی قریظہ (۵۵ھ)
- 750 بنی قریظہ کے ساتھ جنگ کا حکم الہی
- 750 حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول کریم ﷺ کو بنی قریظہ کی یاد دہانی کی اطلاع
- 751 حضرت جبریل علیہ السلام وحیہ کی شکل میں
- 752 رسول کریم ﷺ کے ساتھ مزید مسلمانوں کی شمولیت
- 752 محاصرہ
- 752 کعب بن اسد کی اپنی قوم کو نصیحت
- 755 ابولبابہ کا واقعہ
- 756 حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت
- 758 بعض بنی ہدل کا قبول اسلام
- 758 عمرو بن سعدی
- 759 بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد کی ثالثی اور اس پر رسول کریم ﷺ کی رضامندی
- 763 بنی قریظہ میں اس فیصلے کا نفاذ
- 764 حیی بن اخطب کا قتل
- 765 بنی قریظہ کی ایک مقتولہ عورت
- 766 زبیر بن باطا کا واقعہ
- 769 عطیہ قرظی اور رفاعہ
- 770 بنی قریظہ کے اموال کی تقسیم
- 771 ریحانہ کا واقعہ
- 771 غزوہ خندق اور بنی قریظہ کے متعلق نازل کردہ آیات
- 774 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

- 776 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 777 بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام
- 782 حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قابل رشک وفات
- 785 شہدائے غزوہ خندق
- 785 مشرکین کے مقتول
- 786 غزوہ بنی قریظہ کے شہداء
- 786 قریش پر حملہ کی بشارت
- 787 غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ کے متعلق اشعار
- 787 ضرار کے اشعار
- 789 ضرار کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 792 ابن زبیری کے اشعار
- 794 ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 797 ابن زبیری کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 807 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 809 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 810 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
- 816 عمرو پر مسافع کی آہ و بکاء
- 817 عمرو کے ساتھی سواروں کو مسافع کی ملامت
- 818 عمرو پر ہبیرہ کی آہ و بکاء اور اپنے فرار کی عذر خواہی
- 819 عمرو بن ہبیرہ کی مزید آہ و بکاء
- 820 عمرو کے قتل پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے فخریہ اشعار
- غزوہ بنی قریظہ کے متعلق اور حضرت سعد بن معاذ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے اشعار
- 822
- 823 حضرت ابن معاذ اور دیگر شہداء کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہم کے اشعار
- 825 غزوہ بنی قریظہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

- 827 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار
- 827 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابن جوال کے اشعار
- 829 سلام بن ابی الحقیق کا قتل
- 829 ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق قبیلہ خزرج کی درخواست
- 829 عمل خیر میں اوس و خزرج کا جذبہ مسابقت
- 830 ابن ابی الحقیق کے قتل کی مہم پر روانہ ہونے والے افراد کا واقعہ
- 833 ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 835 حضرت عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام
- 835 حضرت عمرو بن جاشی کے دربار میں
- 837 راستے میں حضرت خالد کے ساتھ حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کی ملاقات
- 737 حضرت ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
- 739 حضرات ابن طلحہ اور خالد رضی اللہ عنہما کے قبول اسلام کے متعلق ابن زبیری کے اشعار
- 841 غزوہ بنی الحیان

الروضِ الانف

- 43 نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول
- 44 کن فیکون کی تاویل
- 49 آیات محکمات کی تاویل
- 56 عقیدہ تثلیث کے متعلق عیسائی علماء کے دلائل
- 61 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر عیسائیوں کی دلیل
- 64 وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ
- 69 مبالغہ
- 70 نکتہ
- 73 سلول
- 74 عربوں میں بادشاہت
- 77 عبد اللہ بن ابی کی گڑھی مزاحم

- 80 حضرات ابوبکر، بلال اور عامر رضی اللہ عنہم کا شدید بخار
- 87 تاریخ ہجرت اور غزوہ وودان
- 89 غزوہ عبیدہ بن حارث
- 90 شرح قصیدہ ابی بکر و قصیدہ ابن زبیرؓ و ابی جہل
- 95 غیر منصرف اسماء
- 96 کفار کے اشعار کی روایت
- 102 غزوہ بواط
- 103 غزوہ عثیرہ
- 104 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب
- 106 سب سے بڑا بد بخت انسان
- 106 بنی ضمرہ سے معاہدہ
- 107 سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
- 107 لفظ مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت
- 109 حضرمی کی اولاد
- 112 اشہر حرام میں تحریم جنگ کی حکمت
- 117 غزوہ بدر
- 117 اطلاعات کا حصول
- 118 عاتکہ کا خواب
- 122 اللیاط کا معنی
- 124 المجررة و الالوة
- 124 شرح اشعار مکرز
- 127 رسول اللہ ﷺ کے پڑاؤ کے مقامات
- 129 انساب
- 130 فال بد اور قبیح نام کی کراہت
- 131 مسلح و مخرم کے دو پہاڑ

- 131 برک الغماد
- 132 مشرکین کے کنوؤں کو مٹی سے بھر دینا
- 137 چند کلمات کی وضاحت
- 142 اس کلام کو سب سے پہلے کہنے والا کون ہے اور ابو جہل کی بیماری کیا تھی؟
- 145 کچھ حضرت سواد بن عزیہ کے بارے میں
- 146 بعض مناشدات کی وضاحت
- 148 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناشدہ کا مفہوم
- 149 معرکہ جنگ میں جہاد نبی ﷺ
- 149 المفاعلة
- 150 عَصَبَ اور عَصَمَ
- 151 واقعہ عمیر بن حمام
- 152 واقعہ عوف بن عفراء
- 152 پروردگار کی طرف ضحک کی نسبت
- 155 ابوالبختری اور مجذّر کے کلام کی وضاحت
- 158 ہا اللہ اور ہبروہ کی وضاحت
- 161 ابوداؤد مازنی کا نسب
- 162 لغات
- 163 ابو جہل کو قتل کرنے والے دونو جوان
- 166 حرف جر کا اضمار
- 167 حضرت عکاشہ بن محسن کا واقعہ
- 169 سبقک بھا عکاشة
- 171 اصحاب قلب بدر کونداء
- 171 ایک نحوی مسئلہ
- 174 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے معانی
- 176 مقتولین مشرکین کو کنویں میں پھینکنے کا مقصد

- 177 اشعار کی مزید وضاحت
- 178 الجبوب کا معنی
- 178 محاطی الکعوب
- 179 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت
- 180 عرش اور عریش
- 180 بنو عابد اور بنو عائد
- 181 کچھ تقسیم کے متعلق
- 182 سورۃ انفال کی ابتدائی آیات کی شان نزول
- 184 عقبہ بن ابی معیط
- 187 بنی امیہ کے نسب میں طعن
- 184 ابو ہند حجام
- 187 بدر کے جنگی قیدی
- 189 ابورافع کا واقعہ جب قریش کی شکست کی خبر آئی
- 190 ام فضل اور ابولہب کی پٹائی
- 194 ضمیرہ
- 194 ابن دشمن
- 196 کچھ مکرز کے اشعار کے بارے میں
- 198 ابوالعاصی بن ربیع
- 202 قریش حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تعاقب میں
- 204 قصیدۃ ابی خیثمہ کی تشریح
- 210 حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ہاں واپسی
- 212 امیہ کے قتل کے بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 214 عمیر بن وہب کا قبول اسلام
- 218 کیا غزوہ بدر میں ابلیس جسمانی شکل میں ظاہر ہوا؟
- 223 غزوہ بدر کے متعلق نازل کردہ آیات

- 226 نفل کی پہلی قسم
- 227 دوسری قسم
- 228 تیسری قسم
- 228 چوتھی قسم
- 230 فرشتوں کی جنگ کا بیان
- 233 جنگ کے روز پیٹھ پھیرنا اور اسلام کی واضح فتوحات
- 242 وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ
- 245 نبی کریم ﷺ کے متعلق اخص اور ابو جہل کی رائے
- 248 آخرین کون ہیں؟
- 251 بدر کے اموال غنیمت
- 255 بدر میں مسلمانوں کے گھوڑے
- 258 شرکائے بدر کے اسماء
- 265 حضرت خوات کا قصہ
- 271 نعمان بن عسر کا نسب
- 272 انساب کی تصحیح
- 275 صاحب صاع
- 276 قریوش یا قریوس
- 277 جدارہ یا خدارہ
- 281 ایک نسب کی تصحیح
- 292 چند شہدائے بدر کا تعاف
- 292 حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- 292 حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
- 293 حضرت عمیر بن حمام بن جموح رضی اللہ عنہ
- 293 حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ
- 294 چند دیگر اصحاب بدر

| | |
|-----|---|
| 296 | غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین |
| 296 | عاصی بن سعید |
| 301 | سائب بن ابی سائب |
| 304 | اوس بن خولی |
| 304 | طلحہ کا بھائی |
| 305 | ابن عبد اللہ بن جدعان |
| 307 | حذیفہ بن ابی حذیفہ |
| 308 | اسیران بدر میں مسلمان ہونے والوں کے اسماء |
| 308 | حضرت عباس رضی اللہ عنہ |
| 309 | حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ |
| 310 | حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ |
| 311 | حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ |
| 311 | حضرت ابو عزیز بن عمیر عبد ری رضی اللہ عنہ |
| 311 | حضرت سائب بن ابی حبیش رضی اللہ عنہ |
| 312 | حضرت خالد بن ہشام |
| 312 | حضرت عبد اللہ بن سائب |
| 312 | حضرت مطلب بن حطب |
| 313 | حضرت حکم بن عبد المطلب |
| 314 | مزید اسلام لانے والے اسیران بدر |
| 314 | حضرت ابو دداعہ حارث بن صیرہ |
| 315 | حضرت حجاج بن حارث |
| 315 | حضرت عبد اللہ بن ابی |
| 315 | حضرت وہب بن عمیر جمحی |
| 316 | حضرت سہیل بن عمرو |
| 316 | حضرت عبد بن زمعہ |

- 316 حضرت قیس بن سائب مخزومی
- 317 حضرت نسطاس
- 317 اسلام قبول نہ کرنے والے اسیران بدر
- 317 حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات
- 320 غزوہ بدر کے متعلق اشعار
- 321 حضرت حمزہ کی طرف منسوب اشعار
- 326 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 335 کچھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے بارے میں
- 336 مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ میں فرق
- 337 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت
- 340 کچھ حارث بن ہشام کے اشعار کے بارے میں
- 345 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت
- 366 ابواسامہ کے اشعار کی وضاحت
- 375 ابواسامہ کے قصیدہ فاویہ کی تشریح
- 378 ہند کے اشعار
- 384 قتیلہ کے اشعار
- 386 غزوہ قرقرۃ الکدر
- 389 سلام بن مشکم
- 391 واقعہ بنی قینقاع
- 396 سریہ زید بن حارثہ
- 397 مخاض اور ادارک
- 400 کعب بن اشرف کا قتل
- 412 حضرت محیصہ اور یہودی کا قتل
- 416 غزوہ احد
- 416 جبل احد کی فضیلت

- 418 اسم جبل احد کی اغراض تو حید کے ساتھ موافقت
- 421 رسول اللہ ﷺ کا خواب
- 424 الفائل والطيرة
- 426 غزوة احد کے روز کم سن مجاہدین
- 427 کچھ ہند بنت عتبہ کے اشعار کے بارے میں
- 427 حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ
- 726 وحشی کی روایت
- 444 حضرت حذلولہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق
- 446 ابوسفیان کے اشعار
- 452 غزوة احد میں چلانے والا
- 455 نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں کا حال
- 456 رات کے اجزاء کے نام
- 456 حضور ﷺ کا خون مبارک اور بول مبارک
- 456 حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل
- 462 حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ
- 465 حضرت حذیفہ یمانی کا نسب
- 467 الہامة والظما
- 469 بعض اصحاب احد کے متعلق
- 469 حضرت ابن جموح
- 472 من اور اس کے بعد ساکن کا حکم
- 474 لکاع اور لکم
- 476 حضرت ابن ربیع کے متعلق حضور ﷺ کا استفسار
- 480 حمید الطویل اور طلحہ الطلیحات
- 481 شہداء کی نماز جنازہ
- 483 حضرت عبداللہ بن جحش الحمد رضی اللہ عنہ
- 485

- 488 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو
- 489 مخیر لیق کا واقعہ اور دور اسلام میں پہلی وقف
- 494 غزوہ حمراء الاسد
- 494 شرح قصیدہ معبد الخزاعی
- 496 ابو غزہ جمحی
- 498 ابوسفیان کا پیغام پہنچانے والا قافلہ
- 498 عبد اللہ بن ابی کی گفتگو
- 500 غزوہ احد کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر
- 505 اتخذ کا معنی
- 510 خلافت صدیق اکبر کے دلائل
- 513 ربیون اور آیت کریمہ میں اس کی حالت رفی
- 515 چند آیات احد کی کچھ تفسیر
- 523 خیانت کا حکم
- 527 شہادت اور شہداء
- 529 عبید بن تیہان کے نسب سے حضرت ابن اسحاق کی غفلت
- 541 ابو حنہ یا حنبہ
- 547 غزوہ احد کے متعلق اشعار کی تشریح
- 550 ندی کی جمع اور مہینوں کے اسماء
- 552 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کی تشریح
- 559 ابن زبیر کی تشریح
- 559 دور جاہلیت میں تنقید کا عقیدہ
- 562 ابن زبیر کی رد میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 564 حرف جر کا حذف کب نقصان دہ ہوتا ہے؟
- 565 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی بقیہ وضاحت
- 566 حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

- 573 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی وضاحت
- 580 عمرو بن العاص کے اشعار
- 581 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 584 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے سب سے عمدہ اشعار
- 589 ابن عطاء کے اشعار
- 590 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ حاسیہ
- 597 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ لامیہ
- 598 بوقت ضرورت علم کی تنوین کو ترک کرنا
- 600 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 603 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ زاسیہ
- 604 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ نونیہ
- 615 ضرار کے اشعار
- 618 عکرمہ کا رجز
- 621 نعیم کے اشعار
- 622 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ لامیہ
- 625 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت
- 632 حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت
- 635 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی نماز سنت کیوں بنی؟
- 637 حضرت خبیب اور آپ کے رفقاء کے متعلق نزول قرآن کریم
- 645 حضرت خبیب کے متعلق حضرت حسان کے اشعار میں عدس کا ذکر
- 647 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتلین کے لئے بددعا
- 648 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ابن کبیر کا ذکر
- 653 حالت جری میں علم پر تنوین کا حکم
- 654 خبیب اور ہذیل کا مادہ اشتقاق
- 655 اہمزہ کے بغیر مسالت

- 656 واقعہ بر معونہ
- 656 ملاعب الاسبیہ، اس کے بھائی اور معوذ الحکماء
- 659 ملاعب اور اس کے بھائیوں کے متعلق نعمان کے سامنے لبید کے اشعار
- 661 حضرت ابن لہیرہ کا ٹھکانہ
- 663 ام البنین الاربعہ
- 664 الزبان یا الریان
- 666 القرطام
- 666 ایک منسوخ آیت
- 668 غزوہ بنی نضیر اور اس کے متعلق قرآن کریم کا نزول
- 668 کھجور کے درختوں کی کٹائی اور اس کی تاویل
- 672 سورہ حشر کی ابتدائی آیات
- 680 دو کاہن
- 681 خیبر کی طرف بنی نضیر کا خروج
- 686 غزوہ ذات الرقاع
- 687 صلوٰۃ خول
- 699 منصوب کو رفع دینا
- 701 حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا سودا اور اس میں فقہی مسائل
- 702 حضرت شعیب اپنے باپ سے نہیں بلکہ اپنے دادا سے روایت کرے ہیں
- 704 حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی سودا بازی کی حکمت
- 705 عمرو بن عبید سے حدیث کی روایت
- 706 واقعہ حرہ اور اس میں صحابہ کرام کا موقف
- 710 الرہیلۃ کا معنی
- 711 اس حدیث سے ماخوذ ایک مسئلہ
- 712 معبد کار جز اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کے اشعار
- 717 غزوہ دومۃ الجندل

- 718 غزوہ خندق
- 720 عیینہ بن حصن
- 726 چکنے والی بجلیاں
- 727 زغابہ کے نام کی تحیق
- 728 یشتل فی الذرۃ والغارب
- 730 اللحن
- 733 احزاب سے صلح
- 735 سلمان منا
- 735 ابن ادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت مبارزت
- 740 الفرعل
- 742 ابن عرقہ اور ام سعد
- 742 عرش الہی کا جنبش میں آنا
- 744 کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل تھے؟
- 751 حضرت وحیہ اور مقام سورین کا واقعہ
- 753 ایک لقمی مسئلہ
- 755 کچھ حضرت ابولہبابہ کے بارے میں
- 756 لعل، عسی اور لہت
- 762 آسمان کا ایک نام
- 762 اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی فوقیت
- 763 کیسہ
- 765 رفیدہ
- 765 غزوہ خندق
- 765 مرتدہ کا تل
- 765 زبیر بن ہاٹا
- 769 بلوغت کی پہچان میں اہیات اصل ہے

- 769 حی کا لباس
- 771 سلمیٰ بنت ایوب
- 771 سلمیٰ بنت قیس
- 772 قرآنی آیات کی تفسیر
- 782 عرش الہی کا جھومنا
- 787 فصل برائے اشعار غزوہ خندق
- 787 ضرار کے اشعار
- 790 حضرت کعب کے اشعار
- 794 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق بحث
- 797 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
- 803 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا دوسرا قصیدہ
- 806 بلہ اور اس کے مابعد کا حکم
- 809 حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ عینیہ
- 809 قیس عیلان اور قیس کبہ
- 810 غزوہ خندق کے متعلق حضرت کعب کے اشعار
- 829 ابن ابی الحقیق کا قتل
- 831 قطنی، قد اور نون وقایہ
- 835 حضرت عمرو بن العاصی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
- 838 نجاشی کے ساتھ ضمیری کی گفتگو
- 839 شاہان عالم کی طرف بھیجے جانے والے قاصد
- 840 السہریہ
- 841 غزوہ بنی لحيان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول

عاقب، سید اور اسقف کا معنی

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ ساٹھ سوار تھے۔ ان میں سے چودہ اشراف سے تعلق رکھتے تھے، ان چودہ میں سے تین افراد ایسے تھے جو ان کے معاملات کے ذمہ دار تھے۔ عاقب ان کا امیر اور صاحب مشورہ تھا جس کی رائے کے بغیر وہ کوئی کام نہ کرتے۔ اس کا نام عبدالمسیح تھا۔ ان کا سید ان کا فریادرس، امیر سفر اور متفق علیہ فرد تھا۔ اس کا نام اسہم تھا اور ابو حارثہ بن علقمہ جو بنی بکر بن وائل کا ایک فرد تھا، ان کا اسقف، عالم، امام اور تورات کا قاری تھا۔

شہا بن روم کے نزدیک ابو حارثہ کا مقام و مرتبہ

ابو حارثہ نے عیسائیوں کے درمیان بلند مقام و مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ اس نے ان کی کتابیں پڑھیں یہاں تک کہ ان کے دین کا ایک جید عالم بن گیا۔ روم کے عیسائی بادشاہ اس کی عزت کرتے، اسے مال و دولت سے نوازتے اور اس کی خدمت کرتے۔ انہوں نے اس کی خاطر کلیسے تعمیر کئے اور اس پر اپنے انعامات کی بارش کر دی۔ اس عزت و تکریم کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ذریعے ان کے دین کا علم اور اجتہاد ان تک پہنچتا تھا۔

کرز بن علقمہ کے قبول اسلام کا سبب

جب وفد نجران رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو حارثہ سب سے آگے اپنے ایک خچر پر سوار تھا اور اس کے ساتھ اس کا بھائی کوز بن علقمہ بھی تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا اسے کرز بھی کہا جاتا ہے۔ ابو حارثہ کا خچر پھسلا تو کوز بولا بد بخت ہلاک ہو۔ اس کی مراد رسول اللہ ﷺ تھے (نعوذ باللہ من ذلک)۔ ابو حارثہ نے اسے کہا بلکہ تو ہلاک ہو۔ وہ کہنے لگا کیوں

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نجران، نجران بن زید بن یثجب بن یعرب بن قحطان کے نسب سے معروف ہے جبکہ اس کا قبیلہ بنی حارثہ بن کعب بن مذحج ہے۔

بھائی جان؟ اس نے کہا قسم بخدا یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے رہے۔ کوز نے اسے کہا پھر تجھے اسلام قبول کرنے سے کیا چیز مانع ہے جبکہ تو یہ بات مانتا ہے؟ اس نے کہا مجھے وہ چیز مانع ہے جو اس قوم نے ہم پر احسان کیا۔ انہوں نے ہماری عزت و تکریم کی اور ہمیں مال و دولت سے نوازا۔ یہ لوگ اس نبی کے مخالف ہیں۔ اگر میں اسلام قبول کر لوں تو یہ لوگ ہم سے یہ سب کچھ چھین لیں گے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اس کے بھائی کوز بن علقمہ نے یہ بات دل میں بٹھالی یہاں تک کہ بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ ابو حارثہ کے متعلق یہ بات اسی کوز نے بتائی جو مجھ تک پہنچی۔

رؤسائے نجران اور ان کے ایک رئیس کے بیٹے کا قبول اسلام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی کہ نجران کے سرداروں کی کتب و رشہ در و رشہ چلتی رہیں۔ جب ان کا ایک سردار مرتا اور حکومت دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی تو وہ ان کتابوں پر لگی ہوئی سابقہ مہروں کے اوپر ایک اور مہر لگا دیتا اور پہلی مہر کو نہ توڑتا۔ نبی کریم ﷺ کا ہم عصر سردار ایک دفعہ پیدل لکھا، وہ پھسلا تو اس کے بیٹے نے کہا بد بخت ہلاک ہو۔ اس کی مراد نبی کریم ﷺ تھے (نعوذ باللہ من ذلک)۔ اس کے باپ نے اسے کہا ”ایسا نہ کہو، وہ نبی ہیں۔ ان کا نام حکمت کی کتابوں میں موجود ہے۔“ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے نے ہمت کی اور ان مہروں کو توڑ دیا۔ اس نے ان کتابوں میں نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی دیکھا تو اسلام قبول کر لیا اور سچا مسلمان بن گیا اور حج بھی کیا۔ وہی یہ شعر کہتا ہے۔

كُنْ فَيَكُونُ کی تاویل

نجران کے عیسائیوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا اے محمد (ﷺ) ان کا باپ کون ہے؟ ان کی مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: اِنَّ مَثَلَ عِيسٰیٰ عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۚ خَلَقْنٰهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۳۶﴾ (آل عمران) ”بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے۔ بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا۔“ اس میں ایک نکتہ ہے، وہ یہ کہ کلام کا ظاہر تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا خَلَقْنٰهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ تاکہ فعل ماضی کا عطف فعل ماضی پر ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب فاء کے ساتھ عطف کیا جاتا ہے تو وہ تعقیب اور تسہیب دونوں کا فائدہ دیتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فَتَكُنْ فرماتا تو لا صرف تسہیب کا فائدہ دیتی اور اللہ تعالیٰ فَكُنْ فرمانا ہو جانے کا سبب ہوتا لیکن جب یہاں فعل حال استعمال ہوا ہے تو لا تسہیب کے ساتھ ساتھ تعقیب پر بھی دلالت کر رہی ہے یعنی امر کے بعد بطور کسی واقعہ

إِلَيْكَ تَعْدُو قَلْبًا وَضِيئًا مُعْتَرِضًا فِي بَطْنِهَا جَنِينًا
مُخَالِفًا دِينَ النُّصَارَى دِينَهَا

”(اوٹنی) تیری ہی طرف اس حال میں دوڑ رہی ہے کہ اس کا کمر بند حرکت کر رہا ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ اس کے آڑے آ رہا ہے اور اس (کے سوار) کا دین عیسائیوں کے دین کے مخالف ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا وَضِيئًا کا معنی اوٹنی کا کمر بند ہے۔ حضرت ہشام بن عروہ نے کہا اس شعر کے ساتھ اس مصرعہ کا اضافہ اہل عراق نے کیا ہے: مُعْتَرِضًا فِي بَطْنِهَا جَنِينًا جہاں تک ابو عبیدہ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق اشعار ہم نے پہلے ذکر کر دیے ہیں۔

عیسائیوں کا مشرق کے رخ نماز پڑھنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا کہ جب نجران کے عیسائی مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوئے تو وہ مسجد نبوی میں اس وقت داخل ہوئے جبکہ آپ ﷺ نماز عصر ادا فرما رہے تھے۔ وہ علماء کے جبوں اور چادروں میں ملبوس بنی حارث بن کعب کے مردوں کے حسن و جمال کا نظارہ پیش کر رہے تھے۔ صحابہ کرام نے جب انہیں دیکھا تو ایک صحابی نے کہا ہم نے اس جیسا وفد نہیں دیکھا۔ ان کی عبادت کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ مسجد نبوی کے اندر ہی ادائیگی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔

وفد نجران کے اہل اسب، ان کا عقیدہ اور رسول کریم ﷺ سے مباحثہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جو چودہ اشراف ان کے معاملات کے ذمہ دار تھے ان کے نام یہ ہیں: عاقب، یہ عبد اسح تھا، سید، یہ اسہم تھا، ابو حارثہ بن علقمہ، یہ بنی بکر بن وائل کا فرد تھا، اوس،

کے ہو جانے کا فعل واقع ہو رہا ہے اور رکاف اور نون کے درمیان ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا كُنْ فَاِذَا هُوَ كَانٍ۔ ”ہو جا تو وہ فوراً ہو گیا“ کیونکہ فعل حال امر کے فوراً بعد ہو جانے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں آسمان اور زمین پیدا کئے جو کہ چھ ہزار سال کے برابر تھے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فرمان کن فیکون کا کیا معنی ہو گا؟ اہل علم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ رب العزت کے ارشاد کن کی توجہ مخلوق کی طرف مطلق بھی ہے اور مقید بھی۔ جب یہ مطلق ہو تو وہ

حارث، زید، قیس، یزید، نبیہ، خویلد، عمرو، خالد، عبد اللہ اور محسن۔ وہ ساٹھ سوار تھے، ان میں سے ابو حارثہ بن علقمہ، عاقب عبد المسیح اور سیدہ اہم نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی۔ وہ اپنے بادشاہ کے دین کے مطابق عیسائی تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا آپس میں اختلاف بھی تھا۔ بعض کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی (نعوذ باللہ) اللہ ہیں، بعض کہتے وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض کہتے وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کا قول ہے۔

وہ اپنے اس قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ ہیں، پر اس بات سے دلیل پکڑتے کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے، بیماروں کو شفا دیتے، غیب کی خبریں دیتے اور مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن جاتا۔ حالانکہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے باعث ہوئے تھے: وَلِنَجْعَلَ آيَةً لِّلنَّاسِ (مریم: ۲۱) ”اور (مقصد یہ ہے کہ) ہم بنائیں اسے اپنی (قدرت کی) نشانی لوگوں کے لئے۔“

وہ اپنے اس قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، پر اس بات سے دلیل پکڑتے کہ وہ کہتے کہ ان کا کوئی ایسا باپ نہیں جس کا کسی کو علم ہو اور آپ نے گہوارے میں گفتگو فرمائی۔ یہ کام آپ سے پہلے اولادِ آدم میں سے کسی نے نہ کیا۔

تیسرے قول کہ وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں، پر ان کی دلیل یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَعَلْنَا (ہم نے کیا)، أَمَرْنَا (ہم نے حکم دیا)، خَلَقْنَا (ہم نے پیدا کیا)، قَضَيْنَا (ہم نے فیصلہ کیا)۔ وہ کہتے اگر ایک خدا ہوتا تو یوں کہتا فَعَلْتُ (میں نے کیا)، أَمَرْتُ (میں نے حکم دیا)، خَلَقْتُ (میں نے پیدا کیا) اور قَضَيْتُ (میں نے فیصلہ کیا) لیکن خدا تین ہیں۔ اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم۔ ان کے ہر قول کے بارے میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں۔ جب ان کے دو علماء نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اسلام قبول کرلو۔ انہوں نے کہا ہم پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے اسلام قبول نہیں کیا، اسلام قبول کرلو۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں، ہم پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

چیز اس وقت واقع ہوتی ہے جس وقت اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور جب یہ کسی صفت یا زمانہ کے ساتھ مقید ہو تو وہ چیز اس وقت واقع ہوگی جب اللہ تعالیٰ اس زمانہ کے مطابق ارادہ فرمائے گا جس کے ساتھ وہ امر مقید ہے لہذا اگر اللہ تعالیٰ یوں فرمائے کُنْ فِیْ أَلْفِ سَنَةٍ۔ تو وہ چیز ہزار سال بعد ہی پیدا ہوگی اور اگر یوں فرمائے کہ بغیر کسی ایک لمحہ کے وقفہ کے فوراً ہو جا تو وہ چیز فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو، تمہارا اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے کا دعویٰ کرنا، صلیب کی عبادت کرنا اور خنزیر کو کھانا اسلام کے مانع ہے۔ ان دونوں نے کہا: اے محمد (ﷺ) پھر ان کا باپ کون ہے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور انہیں جواب نہ دیا۔

وفد نجران کے متعلق نازل کردہ سورہ آل عمران کی آیات کی تفسیر

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے وفد نجران کے عقیدہ اور اس میں ان کے اختلاف کے متعلق سورہ آل عمران کی اسی سے زائد ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿١﴾ (آل عمران)

”الف، لام، میم اللہ (وہ ہے کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں بغیر اس کے، زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں عیسائیوں کے غلط اقوال سے اپنی پاکی اور خلق و امر میں اپنی وحدانیت بیان فرمائی کہ ان امور میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ عیسائیوں کے کفر کا رد ہے جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مد مقابل ٹھہرائے تھے۔ نیز یہ انہی کے قول کے ساتھ انہی کے خلاف دلیل ہے تاکہ اس طرح انہیں اپنی گمراہی کا علم ہو جائے۔ فرمایا: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یعنی اس کے امر میں اس کے ساتھ اس کا غیر شریک نہیں، وہ زندہ ہے، اسے موت نہیں حالانکہ بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور انہیں سولی پر چڑھایا گیا۔ مخلوق میں اس کی سلطنت اپنے حال پر قائم و دائم ہے، اسے زوال نہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول ان کے اپنے اس مقام سے زوال پذیر ہو گئے جو انہیں حاصل تھا اور اس مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو گئے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْاِنْجِيلَ ﴿٢﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ﴿٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوْا نِقَامٍ ﴿٤﴾ (آل عمران)

”نازل فرمائی اس نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ ۱۔ تصدیق کرنے والی ہے ان (کتابوں) کی جو اس سے پہلے (اتری) ہیں اور اتاری اس نے تورات اور انجیل ۲۔ اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اتارا فرقان کو ۳۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے ۴۔“

۱۔ یعنی جس بات میں انہوں نے اختلاف کیا اس میں سچ بات کے ساتھ۔
 ۲۔ تو رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جس طرح اس نے ان رسولوں پر کتابیں اتاری ہیں جو ان سے پہلے تھے۔

۳۔ وہ کتاب نازل فرمائی جو اس اختلاف میں حق اور باطل کو الگ الگ کرنے والی ہے جو عیسائی فرقوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور دیگر امور میں کیا۔

۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص سے بدلہ لینے والا ہے جس نے اس کی آیات کا انکار کیا حالانکہ اسے ان کا علم ہو چکا تھا اور ان آیات میں جو حکم تھا اسے اس کی معرفت حاصل ہو چکی تھی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (آل عمران)

”بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پوشیدہ رہتی اس پر کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ ارادے کرتے ہیں، خفیہ تدبیریں کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھوٹی باتیں کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہوئے اور اس پر بہتان باندھتے ہوئے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور رب بنایا حالانکہ ان کے پاس جو علم ہے وہ کسی اور چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (آل عمران)
 ”وہی ہے جو تمہاری تصویریں بناتا ہے (ماؤں کے) رحموں میں جس طرح چاہتا ہے کوئی معبود نہیں بغیر اس کے (وہی) غالب ہے حکمت والا ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان انسانوں میں سے ہیں جن کی ماؤں کے رحموں میں تصویر بنائی گئی جس طرح دیگر بنی آدم کی تصویر بنائی گئی۔ اس بات کو عیسائی نہ رد کر سکتے ہیں اور نہ اس کا انکار۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ ان کا یہ مقام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لگائے گئے بہتانوں سے اپنی ذات کی تزیہ اور وحدانیت بیان کرتے ہوئے فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (یعنی جب وہ کافروں سے انتقام لینا چاہے تو اس میں وہ غالب ہے اور بندوں کی طرف اپنی حجت اور دلیل میں حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ

إِلَّا أُولَٰئِكَ الْبَابُ ۝ (آل عمران)

”وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں ۱۔ اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں ۲۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو وہ پیروی کرتے ہیں (صرف) ان آیتوں کی جو متشابہ ہیں قرآن سے ۳۔ (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے ۴۔ اور نہیں جانتا اس کے صحیح معنی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے ۵۔ اور پختہ علم

آیاتِ محکمت کی تاویل

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ آل عمران کی ابتدائی آیات ذکر کیں اور ان کی تفسیر میں بہت کچھ لکھا۔ ان آیات میں سے ایک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ۔ یہ وہ آیات ہیں جو صرف ایک معنی کا احتمال رکھتی ہیں۔ میرے نزدیک لفظ محکم اہل عرب کے اس قول سے مشتق ہے: أَحْكَمْتُ الْفَرْسَ بِحِكْمَتِهِ۔ یعنی میں نے گھوڑے کو اس کے راستہ سے پھر جانے سے روکا۔ اسی طرح حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَنُحْكِمُ بِالْقَوَافِي مَنْ هَجَانًا

یعنی ہم اس شخص کو شعروں کی لگام دے کر روک دیتے ہیں جو ہماری ہجو کرے۔ اسی طرح محکم آیت کو پڑھتے ہوئے قاری کے سامنے مختلف تاویلات نہیں آتیں اور اسے مختلف احتمالات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ لفظ الحکمۃ سے مشتق نہیں کیونکہ قرآن کریم سارے کا سارا علم و حکمت ہے اور متشابہ آیت میں غور و فکر کرتے ہوئے آدمی مختلف توجیہات اور جدا جدا راستوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے: يَكْتُبُ أَحْكِمَاتُ آيَاتِهِ (ہود: ۱) ”یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محفوظ و مستحکم بنا دی گئی ہیں“۔ اس میں أَحْكِمَاتُ کا کلمہ حکمت اور احکام سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پختہ کرنا۔ اس معنی کے لحاظ سے سارے کا سارا قرآن کریم محکم ہے اور ایک لحاظ سے سارے کا سارا قرآن کریم متشابہ بھی ہے کیونکہ براعتِ الفاظ، اعجازِ نظم، جزالتِ معنی اور حکمت کے بدائع کے لحاظ سے بعض آیات بعض دیگر آیات کے متشابہ ہیں۔ پس پورا قرآن مجید متشابہ بھی ہے اور محکم بھی اور پہلے معنی کے مطابق یہ آیات ہیں: مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ اور وَآخِرُ مُّتَشَبِهَاتٌ۔ پس اہل زلیغ متشابہ آیات کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالتے ہیں اور اپنی آراء کے متعلق ان کے ساتھ بحث کرتے ہیں جبکہ راخنین فی العلم متشابہ آیات کے معنی کو محکم آیات کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ ان کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہوتا ہے:

والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے ۶ اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقل مند۔

۱۔ جن میں اللہ رب العزت کی حجت، بندوں کی عصمت اور خصوم و باطل کا توڑ ہے، ان کے معنی میں کوئی تغیر اور تحریف نہیں ہو سکتی۔

۲۔ جن میں تاویل اور معانی مختلفہ کی گنجائش ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمایا ہے جس طرح انہیں حلال و حرام میں آزمایا ہے تاکہ بندے ان آیات کے مفہوم کو حق سے پھیر کر باطل کی طرف نہ لے جائیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں کے دل ہدایت سے دور ہیں وہ صرف ان آیتوں کی پیروی کرتے ہیں جو مختلف معانی کی حامل ہوتی ہیں تاکہ ان کے ذریعے وہ اپنی بدعتوں اور افتراء بازیوں کی تصدیق کریں تاکہ وہ آیات ان کی حجت اور ان کے متشابہ قول کی دلیل بن جائیں۔

۴۔ اس سے ان کا مقصد معاملات میں التباس پیدا کرنا اور غلط معنی کی تلاش ہے۔ یہ ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ ہے جس کا وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں شکار ہو گئے: خَلَقْنَا (ہم نے پیدا کیا)، قَضَيْنَا (ہم نے فیصلہ کیا)۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ہی اس معنی کو جانتا ہے جس کا انہوں نے ارادہ کیا۔

۶۔ لہذا یہ مختلف کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ رب واحد کی طرف سے قول واحد ہے۔ یہ قول کرنے کے بعد راسخین فی العلم نے متشابہ آیات کے معنی کو محکم آیات کے معنی کی طرف پھیر دیا جن کا صرف ایک معنی ہے۔ ان کے قول کے ساتھ کتاب کے معانی ترتیب پاتے ہیں۔ ان کا بعض بعض کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کی حجت نافذ ہو جاتی ہے، اس کی وہ حجت ظاہر ہو جاتی ہے جس کی بناء پر عذر کیا جاسکتا ہو، اس کے ذریعے باطل مٹ جاتا ہے اور حق کفر پر غالب آ جاتا ہے۔ اس طرح کی آیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے صرف عقلمند نصیحت قبول کرتے ہیں۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء: ۵۹) ”پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹنا دوا سے اللہ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف۔“ نیز وہ یہ بات جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس لئے اس کا بعض بعض کے مخالف نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد فَاَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زِينَةٌ فَيَبْغُونَ مَا تُشَابِهُ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ (آل عمران: ۷۵) کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٥٠﴾
(آل عمران)

”اے ہمارے رب! نہ ٹیڑھے کر ہمارے دل بعد اس کے کہ تو نے ہدایت دی ہمیں اور عطا فرما ہمیں اپنے پاس سے رحمت، بے شک تو ہی سب کچھ بہت زیادہ دینے والا ہے۔“

یعنی تو ہمارے دل ٹیڑھے نہ کرا کر اگرچہ ہم اپنی بدعتوں کے ساتھ ٹیڑھے ہو جائیں۔ پھر فرمایا:
شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَالْمَلَكُ وَالْعِلْمُ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ﴿٥١﴾ (آل عمران)

”شہادت دی اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بے شک نہیں خدا سوائے اس کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے (ان سب نے یہ بھی گواہی دی کہ وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل و انصاف کو، نہیں کوئی معبود سوائے اس کے (جو) عزت والا حکمت والا ہے۔“
یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اہل علم نے اس بات کے خلاف گواہی دی جو عیسائیوں نے کہی۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ
الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٥٢﴾ (آل عمران)

”بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور نہیں جھگڑا کیا جن کو دی گئی تھی کتاب مگر بعد اس کے کہ آگیا ان کے پاس صحیح علم ۲ (اور یہ جھگڑا) باہمی حسد کی وجہ سے تھا اور جو انکار کرتا ہے اللہ کی آیتوں کا تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“

۱۔ جس دین پر اے محمد ﷺ آپ کا رہند ہیں۔ یعنی اللہ رب العزت کی توحید اور سب رسولوں کی تصدیق۔

فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو اس آیت کریمہ میں بحث مباحثہ کر رہے ہوں تو ان سے دور ہو جاؤ۔
محکم اور متشابہ کے معنی میں سلف صالحین کے مختلف اقوال ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں مگر ان میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ وقف و ما یعلم تاویلہ الا اللہ پر ہے۔ ان کی رائے میں یہاں کلام مکمل ہو جاتا ہے۔ ان کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے کہ آپ بغیر واؤ کے الواصلون فی العلم پڑھتے (۱) یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ راسخین فی

1۔ یہ قراءت غیر متواتر ہے جو سند صحیح کی محتاج ہے۔

۲ جو آپ کے پاس آیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۖ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ
ءَأَسْلَمْتُمْ ۖ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ
بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران)

”پھر اگر (اب بھی) جھگڑا کریں آپ سے ۱ تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے جھکا دیا ہے اپنا
سر اللہ کے سامنے ۲ اور جنہوں نے میری پیروی کی اور کہئے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی
اور ان پڑھوں سے ۳ کہ کیا تم اسلام لائے پس اگر وہ اسلام لے آئیں جب تو ہدایت پا گئے
اور اگر منہ پھیر لیں تو اتنا ہی آپ کے ذمہ تھا کہ آپ پیغام پہنچا دیں (جو آپ نے پہنچا دیا) اور
اللہ خوب دیکھنے والا ہے (اپنے) بندوں کو۔“

۱ اس باطل دلیل کے ساتھ جو وہ اپنے اس قول سے لائے: خَلَقْنَا، فَعَلْنَا، أَمَرْنَا۔ یہ
بالکل باطل شبہ ہے جو انہوں نے قول حق سے سمجھا۔
۲ جو ایک ہے۔

۳ جن کے لئے کوئی کتاب نہیں۔

یہود و نصاریٰ کی بدعتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دونوں فرقوں (یہود و نصاریٰ) کو جمع کر دیا اور ان کی بدعتوں
کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ حَقٍّ ۖ وَ يَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ
بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ (آل عمران)

اعلم متشابہ آیات کی تاویل نہیں جانتے، اگرچہ وہ ان کی تفسیر جانتے ہیں۔ ان علماء کے نزدیک تاویل اور
تفسیر کا مفہوم الگ الگ ہے۔ ان کے نزدیک تاویل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں ہے: يَوْمَ
يَأْتِي تَأْوِيلُهُ (الاعراف: 53) جس روز ظاہر ہوگا اس کا انجام۔ دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ
والراسخون کا عطف ماقبل پر ہے اور وہ تاویل کے عالم ہیں۔ ان کے نقلی اور عقلی دلائل
بڑے طویل ہیں اور میرے نزدیک ایک تیسرے انتہائی نظر پسندیدہ ہے جو علامہ ابن اسحاق نے اس
کتاب میں بیان کیا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ و ما يعلم تاويله الا الله پر کلام ختم ہو

”بے شک جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل و انصاف کا لوگوں میں سے تو خوشخبری دوا نہیں درد ناک عذاب کی۔“

اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْآٰخِرَةِ ۚ وَمَالُهُمْ مِّنْ نَّصِیْبٍ ۝۶۰ (آل عمران)

”یہ ہیں وہ (بد نصیب) اکارت گئے جن کے اعمال دنیا میں اور آخرت میں اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی مددگار۔“

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوتُوا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتٰبِ اللّٰهِ لَیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ یَتَوَلٰۤی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۶۱ (آل عمران)

”کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا کچھ حصہ کتاب کا (جب) بلائے جاتے ہیں کتاب الہی کی طرف تاکہ تصفیہ کر دے ان کے باہمی جھگڑوں کا تو پیٹھ پھیر لیتا ہے ایک گروہ ان میں سے در آنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوتے ہیں۔“

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمْسَنَا النَّارُ ۚ اِلَّا اٰیٰتًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۚ وَغَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝۶۲ (آل عمران)

”اس (مباکی) کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بالکل نہ چھوئے گی ہمیں دوزخ کی آگ مگر چند دن گئے ہوئے اور فریب میں مبتلا رکھا انہیں ان کے دین کے معاملہ میں ان باتوں نے جو وہ خود گھڑا کرتے تھے۔“

فَکَیْفَ اِذَا جَعَلْنٰهُمْ لِّیَوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْهِ ۚ وَوُفِیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝۶۳ (آل عمران)

”سو کیا حال ہوگا (ان کا) جب ہم جمع کریں گے انہیں اس روز جس کے آنے میں کوئی

جاتا ہے اور والراسخون فی العلم نیا کلام ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ان آیات کی تاویل نہیں جانتے جس طرح پہلے فریق نے کہا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ متشابہ آیات کو محکم آیات کی طرف پھیرنے، خفی پر جلی کے ساتھ استدلال کرنے اور مختلف فیہ پر متفق علیہ کے ذریعے استدلال کرنے کے ساتھ ان کی تاویل جانتے ہیں۔ اس کے ساتھ حجت نافذ ہو جاتی ہے، باطل مٹ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عالم کا درجہ بلند ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے میں اس کے ساتھ ایمان لایا، یہ سب میرے رب کی طرف سے ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف کیونکر ہو سکتا

شک نہیں اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔
 قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ
 وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶﴾ (آل عمران)

”(اے حبیب! یوں) عرض کرو اے اللہ! اے مالک سب ملکوں کے! تو بخش دیتا ہے
 ملک جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے
 اور ذلیل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہے ساری بھلائی ۱۔ بے شک تو ہر چیز پر
 قادر ہے ۲۔“

۱۔ یعنی اے سب بندوں اور سب ملکوں کے پروردگار جن میں تیرے سوا کوئی حکم نافذ نہیں کر
 سکتا۔

۲۔ یعنی تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۔ یعنی تو ہی اپنی سلطنت اور قدرت کے ساتھ ان امور پر قادر ہے، تیرے سوا اور کوئی ان
 امور کی قدرت نہیں رکھتا۔

تُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْمَوْتِ وَتُخْرِجُ الْمَوْتِ مِنَ
 الْحَيِّ ۖ وَتُزِيلُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۷﴾ (آل عمران)

”تو داخل کرتا ہے رات (کا حصہ) دن میں اور داخل کرتا ہے تو دن (کا حصہ) رات میں
 اور نکالتا ہے تو زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے
 حساب ۱۔“

۱۔ اپنی اس قدرت کے ساتھ۔

۲۔ تیرے سوا کوئی اور ان امور پر قادر نہیں اور یہ سب کچھ صرف تو ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 کی مراد یہ ہے کہ اگر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان اشیاء کا اختیار دیا تھا جن کی بناء پر
 عیسائی آپ کو خدا کہتے ہیں یعنی مردوں کو زندہ کرنا، بیماروں کو تندرست کرنا، مٹی سے پرندے بنانا

ہے؟ اور جب یہ دونوں علم مختلف ہیں: اللہ تعالیٰ کا علم اور راسخین فی العلم کا علم تو الٰہی اسحقون کا ما
 قبل پر عطف کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی تاویل میں اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے۔ اسے یہ علم غور و فکر،
 دقت نظر اور دلائل میں تحقیق کے ساتھ حاصل نہیں ہوا۔ پس اس طرح ان آیات کی تاویل صرف
 اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ راسخین فی العلم اس کی تاویل دلائل کی تحقیق، دقت نظری اور درست

اور غیب کی خبریں دینا تو یہ اس لئے تھا کہ میں ان امور کو لوگوں کے لئے ان کی نبوت کی علامت اور تصدیق بناؤں جس کے ساتھ میں نے ان کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا۔ تو جو میں نے انہیں عطا نہیں کیا وہ بھی اپنی قدرت اور اختیار سے عطا نہیں کیا یعنی سب ملکوں کی ملکیت، امر نبوت، نبوت عطا کرنے کا اختیار، رات کے حصہ کو دن میں اور دن کے حصہ کو رات میں داخل کرنا، مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالنا اور نیک و بد میں سے جس کو چاہنا بے حساب رزق عطا کرنا، میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان تمام امور کا اختیار نہیں دیا اور انہیں ان امور کا مالک نہیں بنایا۔ کیا عیسائیوں کے لئے اس میں عبرت اور واضح دلیل نہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو یہ سب کچھ ان کے اختیار میں ہوتا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ دیگر بادشاہوں سے جنگیں کرتے رہے اور ان سے مختلف شہروں میں انتقام لیتے رہے۔

مومنین کو وعظ و نصیحت اور تنبیہ

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وعظ و نصیحت کی اور انہیں ڈرایا پھر فرمایا:-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران)

”(اے محبوب!) آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ ۲ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

۱۔ یعنی اگر تمہارا یہ قول حق ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور تم اس کی تعظیم کرتے ہو۔

۲۔ یعنی جو تم نے اس سے پہلے کفر کیا۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ لَا تُحِبُّوا إِلَّا أَنْ تَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ (آل عمران)

”آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ کی اور (اس کے) رسول کی! پھر اگر وہ منہ پھیریں ۲ تو یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو۔

۱۔ جنہیں تم جانتے ہو اور جن کا ذکر اپنی کتاب میں پاتے ہو۔

۲۔ اپنے کفر کی طرف۔

تعبیرات کے ساتھ جانتے ہیں۔ اسی لئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَهَاتِلْ كُتُبًا أُولَٰئِكَ
الْأَلْبَابُ ۚ اس آیت کے بارے میں حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہی ملبوم ہے۔

خلق عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نازل ہونے والی آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ان کے معاملہ کی ابتداء ہوئی۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۱۳﴾ (آل عمران)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے جن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر“۔

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۴﴾ (آل عمران)

”یہ ایک نسل ہے بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے“۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران کی زوجہ اور ان کے قول کا ذکر فرمایا:

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۵﴾ (آل عمران)

”جب عرض کی عمران کی بیوی نے اے میرے رب! میں نذر مانتی ہوں تیرے لئے جو میرے شکم میں ہے (سب کاموں سے) آزاد کر کے! سو قبول فرمالے (یہ نذرانہ) مجھ سے

عقیدہ تثلیث کے متعلق عیسائی علماء کے دلائل

حضرت ابن اسحاق نے اہل نجران کے پادریوں اور ان کے علماء کی دلیل ذکر کی جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قسم کے ارشادات سے حاصل کی: خَلَقْنَا، امْرُنَا وغیرہ۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین خداؤں میں سے تیسرا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا مقام ان کے اس قول سے بلند ہے۔ یہی وہ کجی ہے کہ متشابہ آیات کو محکم آیات کی طرف لوٹائے بغیر ان سے استدلال کیا جائے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (البقرة: 163)** ترجمہ: ”اور تمہارا خدا ایک خدا ہے“۔ اور **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (الاخلاص: 1)** ترجمہ: ”فرمادیتے ہیں وہ اللہ ہے یکتا“۔ ان کی کم عقلی پر تعجب ہے کہ انہوں نے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ان آیات سے کیسے استدلال کیا جو آپ ﷺ پر ہی اتریں حالانکہ آپ ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی آیات کا معنی زیادہ جاننے والے ہیں کیونکہ جن الفاظ سے انہوں نے استدلال کیا وہ مجاز عربی ہیں تو رات اور انجیل

بے شک تو ہی (دعائیں) سننے والا (نیتوں کو) جاننے والا ہے۔

۱۔ یعنی میں نے اس کی نذر مانی اور اسے آزاد کر دیا۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا، اس سے دنیاوی فائدہ حاصل نہیں کیا جائے گا۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ ۚ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی ۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ ۚ وَ اِنِّیْ اَعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۸۱﴾

(آل عمران)

”پھر جب اس نے جنا اسے (توحیرت و حسرت سے) بولی اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا اور نہیں تھا لڑکا (جس کا وہ سوال کرتی تھی) مانند اس لڑکی کے! اور (ماں نے کہا) میں نے نام رکھا ہے اس کا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے۔“

۱۔ یعنی اب لڑکا اس لڑکی کی مانند نہیں ہو سکتا جب میں نے تیرے لئے نذر مان کر اس لڑکی کو سب کاموں سے آزاد کر دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ ۚ وَاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۚ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ لَیْسَ بِیْ اَنْیَ لَکَ هٰذَا ۚ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۸۲﴾ (آل عمران)

”پھر قبول فرمایا اسے اس کے رب نے بڑی اچھی قبولیت کے ساتھ اور پروان چڑھایا اسے

کے الفاظ نہیں اور عربی میں اس مجاز کا اصول یہ ہے کہ جب کسی بادشاہ کے دربار سے کوئی تحریر جاری ہو تو اس میں بادشاہ کی طرف سے جو عبارت ہوتی ہے وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہوتی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ بادشاہ کا کلام ہے جس کے حکم کی پیروی لازمی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب عزیز میں لوگوں کو مخاطب کیا تو اس میں انہی کے مذاہب کے مطابق کلام نازل فرمایا اور اس میں بادشاہ کے دربار سے صادر ہونے والے کلام کے اسلوب پر الفاظ جاری ہوئے اور یہ اسلوب صرف عربی زبان میں ہے اور عقلی طور پر بھی اس مجاز کا کلام قدیم کے ساتھ قریب کا تعلق بھی نہیں بلکہ یہ مجاز صرف نازل شدہ الفاظ میں ہی ہے۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کی خبر دیتا ہے جو اس نے ہم سے پہلے کسی نبی کو فرمائی یا جس میں ہمارے علاوہ کسی اور کو مخاطب کیا۔ جیسے ارشاد فرمایا:

اچھا پروان چڑھانا اور نگران بنادیا اس کا ذکر کیا گوا۔“

۱۔ اس کے والدین کے بعد۔

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کفلہا کا معنی ہے ضنہا یعنی انہیں ان کے ساتھ ملا دیا۔

حضرت زکریا اور مریم کے متعلق آیات

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی یتیمی کا ذکر فرمایا پھر ان کا اور حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور آپ کی دعا اور آپ پر اپنی عنایت کا ذکر فرمایا جب آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام اور فرشتوں کے قول کا ذکر فرمایا:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ لِيُزَيِّمَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿۷۵﴾

(آل عمران)

اور جب کہا فرشتوں نے اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ نے جن لیا ہے تمہیں اور خوب پاک کر دیا ہے تمہیں اور پسند کیا ہے تجھے سارے جہانوں کی عورتوں سے۔“

لِيُزَيِّمَ أَقْنَتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿۷۶﴾ (آل عمران)

”اے مریم! خلوص سے عبادت کرتی رہ اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔“

مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيَدَيْ؟ (ص: 75)

ترجمہ: ”کس چیز نے باز رکھا تمہیں اس کو سجدہ کرنے سے جسے میں نے پیدا کیا اپنے دونوں ہاتھوں سے۔“ تو اس میں یوں نہیں فرمایا: مخلوقنا ہایدینا (جسے ہم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا)۔ جس طرح فرمایا: وَمَا عَلَّمْتُمْ آيَاتِنَا (یٰسین: 71) ترجمہ: ”اس مخلوق سے جو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی۔“ اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے اپنی وحی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَلَقَدْ عَلَّمْتُمْ عَلَىٰ عَيْنَيْكُمْ (طہ: 39) اور (اس تدبیر کا منشا یہ تھا) کہ آپ کی پرورش کی جائے میری چشم (کرم) کے سامنے۔“ اس طرح نہیں فرمایا جیسے دوسری آیت میں فرمایا: تَخْجَوْنَ يَا عِزَّتُنَا (القمر: 14) ترجمہ: ”وہ بہتی جا رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کی خبر دی ہے اس نے اس عربی زبان پر نازل نہ فرمایا اور بعینہ وہ الفاظ ذکر نہیں فرمائے جو اس نے نازل فرمائے بلکہ ان الفاظ کا معنی بیان فرمایا اور معنی میں محاذ نہیں ہوتا۔ اسی طرح بندے کے لئے یہ کہنا جائز نہیں:

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

ذٰلِكَ مِنَ الْكُتُبِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُنْقَضُونَ اَقْلَامُهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿۱۰﴾ (آل عمران)

”یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں، ہم وحی کرتے ہیں ان کی آپ کی طرف، اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی۔“

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اقلامہم کا معنی تیر ہے یعنی وہ تیر جن کے ساتھ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق قرعہ اندازی کی۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام کا تیر لکھا تو آپ نے انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے لئے جرتج راہب کی کفالت کا دعویٰ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہاں جس کفالت کا ذکر ہے وہ جرتج راہب نے کی۔ یہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جو بڑھئی تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا قرعہ اس کے نام لکھا۔ چنانچہ اس نے آپ کی کفالت کی جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس سے پہلے آپ کی کفالت کی تھی۔ ہوا یوں کہ بنی اسرائیل میں شدید قحط پڑ گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام آپ کی کفالت سے عاجز آ گئے۔ بنی اسرائیل نے اس پر قرعہ اندازی کی کہ آپ کی کفالت کون کرے گا۔ چنانچہ

ذَبِّ الْعُيُودَا (اے میرے پروردگار! مجھے بخش دو) اِذْ حَوَّلِيْ (مجھ پر رحم فرماؤ) عَلَيْنَكُمْ تَوَلَّيْتُ (میں نے تم پر توکل کیا) اِلَيْكُمْ اَتَيْتُ (میں نے تمہاری طرف رجوع کیا) ایسا کلام کسی نبی نے کبھی اپنی مناجات اور دعا میں نہیں کیا۔ اس کی دو وجوہات ہیں: (۱) بندے پر واجب ہے کہ وہ اپنے دل کو توحید کا شعور دلائے حتیٰ کہ اس کے الفاظ بھی اس کے عقیدہ کے موافق ہوں۔ (۲) دوسری وجہ وہی ہے جو ہم نے اس مبادی کی بحث میں پہلے ذکر کی ہے کہ اس کا سبب بادشاہ کے دربار سے کلام کا صدور ہے تاکہ اس اسلوب میں کلام عرب کی موافقت حاصل ہو اور یہ اسلوب صرف بادشاہوں اور اشراف کی عادت کے ساتھ خاص ہے۔ ہم اس شخص کے قول کی طرف نہیں دیکھیں گے جس نے اس مسئلہ میں یہ صیغہ جمع کے

آپ کی کفالت کا قرعہ جرتج راہب کے نام نکلا۔ اس نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

یعنی آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اشارۃً اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم حاصل ہے جو انہوں نے آپ سے چھپائی۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کی قوی دلیل اور حجت ہے کہ آپ نے ان باتوں کی خبر دی جو اہل کتاب نے آپ سے چھپانے کی کوشش کی۔

پھر فرمایا:

إِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٥١﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٥٢﴾

(آل عمران)

”جب کہا فرشتوں نے اے مریم! اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک حکم کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ معزز ہوگا دنیا اور آخرت میں ۱ اور (اللہ کے) مقربین سے ہوگا اور گفتگو کرے گا لوگوں کے ساتھ گہوارے میں بھی اور پکی عمر میں بھی اور نیکو کاروں میں سے ہوگا ۳

۱۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اس طرح تھا نہ کہ اس طرح جیسے تم ان کے بارے میں کہتے ہو۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

ساتھ کہا: وَبِذٰلِكَ رُوِّبْنَا ۚ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے متعلق خبر دی جس پر موت کا وقت آگیا ہو تو اس وقت وہ کہتا ہے: رَبِّ اِنِّمَاجْعُونِیْ ﴿٥٣﴾ اس کو جو ابنا کہا جائے گا کہ یہ اس شخص کے متعلق خبر ہے جس کے پاس شیاطین حاضر ہوں کیا آپ اس سے پہلے یہ ارشاد نہیں دیکھتے: وَاعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّخْضَرُوْنِیْ ﴿٥٤﴾ (مومنون) ترجمہ: ”اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں میرے رب اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں“۔ یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جس کے پاس شیاطین آئیں اور اس کے پاس عذاب کے فرشتے آئیں اور موت کے وقت اس کی زبان پر وہی الفاظ جاری ہو گئے جن کا وہ زندگی میں عادی تھا جن الفاظ کے ساتھ وہ ہر معاملہ دوسری مخلوق کی طرف لوٹا دیتا۔ اسی وجہ سے اس نے اپنی کلام کو خلط ملط کر دیا۔ پہلے کہا، رَبِّ (اے میرے پروردگار)

۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان حالات کی خبر دے رہا ہے جن سے آپ کو زندگی میں گزارے گا جس طرح دوسرے بنی آدم کو بچپن اور بڑھاپے کی زندگی میں مختلف حالات سے گزارتا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گہوارے میں کلام کے لئے خاص کر لیا تا کہ یہ آپ کی نبوت پر دلیل ہو اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقاماتِ قدرت کی پہچان ہو جائے۔“

قَالَتْ رَبِّ اَلَيْسَ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۚ قَالَ كَذَلِكِ اَللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ (آل عمران)

”مریم بولیں اے میرے پروردگار! کیونکر ہو سکتا ہے میرے ہاں بچہ! حالانکہ ہاتھ تک نہیں لگایا مجھے کسی انسان نے۔ فرمایا بات یونہی ہے (جیسے تم کہتی ہو لیکن) اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے! جب فیصلہ فرماتا ہے کسی کام (کے کرنے) کا تو بس اتنا ہی کہتا ہے اے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے ۲

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان اور غیر انسان میں سے جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔

۲۔ یعنی جو وہ چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے تو بس اسے اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً اس طرح ہو جاتا ہے جس طرح اس نے ارادہ فرمایا۔

نزولِ قرآن فی بیان آیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو اپنے ارادہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

پھر کہہ دیا اِرْجِعُوْنَ (تم مجھے واپس بھیج دو) اے وہ شخص جو اللہ رب العزت کو مخاطب کرنے کے لئے صیغہ جمع کو جائز قرار دیتا ہے کیا تم نے کبھی اپنی دعا میں یہ کہا ہے: اِرْجِعُوْنَ يَا رَبِّ وَاِرْزُقُوْنَ (اے میرے رب مجھ پر رحم کر دو اور مجھے رزق دو) بلکہ تم اگر کسی دوسرے کو ایسا کہتے ہوئے سنو تو تم اس پر حملہ کر دیتے ہو۔ جہاں تک امام مالک اور دوسرے فقہاء کا یہ قول ہے کہ اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا رَاٰیْنَا كَذَا يٰ نَرٰی كَذَا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قول ایسا ہوتا ہے جس میں وہ منفرد نہیں ہوتے۔ اگر وہ منفرد ہوتے تو یہ قول بدعت ٹھہرتا۔ اس قول کے ساتھ نہ امام مالک نے اپنی ذات کی تعظیم کا قصد کیا ہے اور نہ دوسرے اہل دین نے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر عیسائیوں کی دلیل

عیسائیوں نے آپ کی الوہیت پر جو اس بات سے استدلال کیا ہے کہ آپ مردے زندہ کرتے اور

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿٥﴾ (آل عمران)

”اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا اسے کتاب و حکمت اور تورات ۱ اور انجیل ۲“

۱۔ جو ان کے پاس آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آرہی تھی۔

۲۔ ایک اور نئی کتاب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس بھیجی جس کا صرف اتنا ذکر ان کے پاس

تھا کہ وہ کتاب کسی بعد میں آنے والے نبی کی ہوگی۔

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ إِنِّي أَخْلَقْتُ لَكُمْ مِّنَ الطَّيْرِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ ۚ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٦﴾ (آل عمران)

مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکتے تھے۔ اگر وہ کچھ غور و فکر سے کام لیتے تو یہ بات ان پر ظاہر ہوتی کہ یہ تو انہی کے خلاف دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر انبیاء کے برعکس ایسے معجزات کے ساتھ خاص کیا جو اس شخص کی بات کو باطل کر دیتے ہیں جو آپ کو جھٹلاتا ہے اور اس شخص کی بات کو بھی رد کر دیتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں اور اس شخص کے نظریہ کو بھی باطل قرار دیتے ہیں جس کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ آپ بے باپ مخلوق ہیں۔ آپ کا مٹی میں پھونکنا اور اس کا زندہ ہو کر پرندہ بن جانا ان لوگوں کے لئے تنبیہ ہے۔ اگر وہ اس بات کو سمجھتے کہ آپ کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا پھر اس میں روح پھونکی گئی تو وہ زندہ انسان بن گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی سے بنائے ہوئے پرندے میں روح پھونکنا اس سے زیادہ باعث تعجب نہیں بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اسی طرح آپ کا مردوں کو زندہ کرنا اور گہوارے میں کلام کرنا یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ اپنی ماں کے گریبان میں روح القدس کے پھونکنے سے پیدا ہوئے، آپ کی تخلیق کسی مرد کی منی سے نہیں ہوئی۔ آپ میں روح پھونکے جانے کا وصف دیگر مخلوق سے زیادہ قوی ہے۔ اس لئے آپ کے معجزات بھی روحانی تھے جو آپ کے درمیان اور روح حیات کے درمیان مناسبت کی قوت پر دلالت کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جو روح حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے ایک انسان کی صورت میں ظاہر ہوئی یہ وہی روح تھی جس کے ساتھ آپ حاملہ ہوئیں اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے جو آپ کے منہ کے ذریعے آپ کے شکم میں داخل ہوئے۔ اسے الکشی نے

”اور (بھیجے گا اسے) رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف (وہ انہیں آ کر کہے گا کہ) میں آ گیا ہوں تمہارے پاس ایک معجزہ لے کر تمہارے رب کی طرف سے ۱۔ (وہ معجزہ یہ ہے کہ) میں بنا دیتا ہوں تمہارے لئے کچھڑ سے پرندے کی سی صورت پھر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کے حکم سے ۲۔ اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور (لا علاج) کوڑھی کو ۳۔ اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور بتلاتا ہوں تمہیں

سند حسن کے ساتھ حضرت ابی سے مرفوعاً روایت کیا ہے (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مادرزاد اندھے اور لا علاج کوڑھی کو تندرست کرنے کے معجزہ کے ساتھ خاص کیا گیا۔ اس تخصیص کی اس بات کے ساتھ مشابہت ہے کہ آپ کی امت کا ایک گروہ ایسا تھا جن کے دل کی آنکھیں اندھی ہو گئیں اور انہوں نے آپ کی نبوت کو جھٹلایا، یہ یہودی تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا کہ جب ان کے دل ایمان کے ساتھ سفید ہو گئے تو انہوں نے آپ کی تعظیم میں غلو کیا۔ پھر اس غلو کے ساتھ ان کے ایمان فاسد ہو گئے۔ تو پہلے گروہ کی مثال اس کوڑھی کی طرح ہے جس کا جسم سفید داغوں سے فاسد ہو گیا ہو اور دوسرے گروہ کی مثال مادرزاد اندھے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے دلائل عطا فرمائے جو دونوں گروہوں کے اقوال کو باطل کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش کے دلائل آپ کے لئے عبودیت کو ثابت کرتے ہیں اور آپ سے ربوبیت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کے خاص معجزات آپ کی والدہ سے ربوبیت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کے لئے نبوت کو اور آپ کی ماں کے لئے صدیقیت کو ثابت کرتے ہیں۔ پس مسیح الہدیٰ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) میں ایسی آیات کا ہونا جو آپ کے حالات کے مشابہ تھے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح الضلالة (دجال) کی ظاہری صورت میں وہ علامات رکھ دیں جو اس کی ظاہری حالت کے مشابہ ہوں گی اور اس کی باطنی صورت کے موافق ہوں گی اور وہ اس کا کانا اور دجال ہونا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت ہم نے اس کتاب کے علاوہ کسی اور مقام پر بھی کی ہے۔ الحمد للہ (۲)

۱۔ یہ حدیث نص قرآنی کے خلاف ہے۔ جو روح آپ کے سامنے انسان کی صورت میں ظاہر ہوئی اس کے متعلق مفسرین نے کہا ہے کہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو آپ سے مخاطب ہوئے اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔ یہ وہ روح نہیں تھی جس کے ساتھ آپ حاملہ ہوئیں۔

۲۔ ضمیر

حضرت شیخ احمد قحطان نے اپنے ایک سفر میں ایک عیسائی عالم سے چند سوال کئے جو مقابل ادیان کا پروفیسر اور مختص تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا:

۱۔ کیا تم نے کسی ایسے انسان کو دیکھا یا اس کے متعلق سنا جس نے مثلاً کسی گائے سے نکاح کیا ہو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کر رکھتے ہو اپنے گھروں میں، بے شک ان معجزوں میں (میری صداقت کی) بڑی نشانی ہے تمہارے لئے یہ اگر تم ایمان دار ہو۔

۱۔ جس کے ساتھ میری نبوت کی تصدیق ہوگی کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں۔

۲۔ جس نے مجھے تمہارے طرف سے مبعوث فرمایا۔ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔

وَضَعْتُهَا اُنْثٰی

اہل نجران کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر میں حضرت ابن اسحاق نے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ حضرت حنہ بنت ماثان کا یہ قول ذکر کیا: رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو)۔ بعض اہل تاویل نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے اس قول سے حیض کی طرف اشارہ کیا کیونکہ عورت کو حیض آتا ہے جس کی وجہ سے وہ مسجد کی خدمت نہیں کر سکتی، اسی وجہ سے فرمایا: وَلَیْسَ

(گزشتہ سے پیوستہ) اور اس سے ایسا بچہ پیدا ہوا جو نصف انسان اور نصف گائے ہو؟ اس نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ان دونوں کے اعضاء کی فطرت ایک دوسرے سے بالکل مخالف ہے۔

حضرت شیخ نے اسے کہا: پھر تمہارے نزدیک یہ کیسے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (نعوذ باللہ) حضرت مریم علیہا السلام سے نکاح کیا اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو نصف خدا اور نصف انسان تھے؟

۲۔ پھر انہوں نے اسے کہا: یہ بات تو مسلم ہے کہ اعلیٰ ادنیٰ کو اور بڑا چھوٹے کو اپنے اندر سمو لیتا ہے مثلاً کمرہ جو کہ بڑا ہوتا ہے وہ اندرونی اشیاء کو اپنے اندر سمو لیتا ہے جو کہ اس سے چھوٹی ہوتی ہیں تو تمہارے نزدیک اور تمہارے عقیدہ میں یہ کیسے درست ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی رحم جو کہ ادنیٰ تھی اس نے خدا کو اپنے سمو لیا جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے؟

۳۔ پھر آپ نے اسے کہا: تمہارے نزدیک یہ بات قابل تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نصف ناسوتی (انسانی فطرت سے) ہے اور نصف لاہوتی (خدائی) ہے تو تمہارے دعویٰ کے مطابق کون سے نصف کو سولی پر چڑھایا گیا۔ اگر نصف ناسوتی چڑھایا گیا تو نصف لاہوتی خائن اور مجرم ٹھہرے گا کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ خدا غیب جانتا ہے اور نصف لاہوتی کو علم ہوا کہ نصف ناسوتی کو سولی پر چڑھایا جائے گا، جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے۔ اور اس نے نصف ناسوتی کو خبر نہ دی تو نصف لاہوتی نے اس کے ساتھ خیانت کی۔ کیا یہ ہی تمہارا خدا ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو؟ اور اگر نصف لاہوتی کو سولی پر چڑھایا گیا ہو تو تمہارے نزدیک یہ کیسے درست ہے کہ تم ایک ایسے خدا کی عبادت کرتے ہو جسے سولی پر چڑھایا گیا۔

۴۔ پھر آپ نے اسے کہا: ایک باپ ہے جس کے سات بیٹے ہیں۔ ان میں سے چھ بد بخت ہیں اور ایک اپنے باپ کا فرمانبردار اور مطیع ہے۔ باپ نے اپنے بیٹوں سے کہا: اگر تم میری عفو و درگزر اور میری محبت چاہتے ہو تو اپنے ساتویں بھائی کو قتل کر دو جو اپنے باپ کا مطیع اور اس پر مہربان ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے وہ کیسا باپ ہے؟ لازماً وہ پاگل ہے۔ تو اب بتاؤ کہ تمہارے نزدیک اور تمہارے عقیدہ میں یہ کیسے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو اپنے بیٹے مسیح (تمہارے دُعم کے مطابق) پر قدرت دے دی جنہوں نے اسے سولی پر چڑھا دیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بیٹا تھا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

۳۔ بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں اکمہ وہ ہوتا ہے جو مادر زاد اندھا ہو۔ رؤبہ بن عجاج نے کہا: هَرَجْتُ فَارْتَدَّ ارْتِدَادَ الْاَكْمَةِ۔ ”یعنی میں نے شیر کو دھمکایا تو وہ مادر زاد اندھے کی طرح واپس پلٹ گیا۔“

الدَّكْرُ كَالْاُنْثَى۔ کیونکہ لڑکے کو حیض نہیں آتا اس لئے وہ ہمیشہ مسجد کی خدمت کر سکتا ہے۔ یہ ایک اچھا اشارہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ کلام یوں ہوتی: وَ لَيْسَ الْاُنْثَى كَالدَّكْرِ۔ کیونکہ عورت مرد سے کم مرتبہ ہے۔ لیکن پہلے لڑکے کا کیوں ذکر کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے بندے کی نگاہ میں تو لڑکی لڑکے سے کم درجہ ہے کیونکہ بندہ بیٹوں سے محبت کرتا ہے اور اموال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور بندے کے فتنہ میں مبتلا ہونے کے زیادہ قریب ہیں لیکن بندے کے لئے اس کے رب کی نگاہ بندے کی اپنی ذات کے لئے اپنی نگاہ سے بہتر ہے۔ اس لحاظ سے لڑکا لڑکی کی مانند نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش میں لڑکی افضل ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ اِنَّاۤ اِنَّا (الشوریٰ: 49) ترجمہ: ”بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے بچیاں“۔ اس آیت کریمہ میں بچیوں کو بچوں سے پہلے ذکر فرمایا۔

حدیث شریف میں ہے: اِبْدَوْا بِالْاَنَابِ۔ یعنی اولاد میں رحمت اور خوشی بانٹنے میں بچیوں سے ابتدا کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے: مَنْ عَالَ جَارِ يَتِيمٍ دَخَلَتْ اَنَا وَ هُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ۔ یعنی ”جس نے دو بچیوں کی کفالت کی میں اور وہ جنت میں ان دو (انگلیوں) کی طرح مل کر جنت میں داخل ہوں گے“۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث میں کلام کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بندے کے لئے افضل کے اعتبار سے ہے۔ واللہ اعلم۔

(گزشتہ سے پوستہ)

۵۔ پھر آپ نے اسے کہا: جب یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا محمد (ﷺ) حق پر ہیں تو یہودی ان دونوں پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ تو حق سے نکل گئے اور اے عیسائیو! اگر سیدنا محمد (ﷺ) حق پر ہوں تو تم اور یہودی آپ پر ایمان نہیں لاتے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے تو اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور اگر سیدنا محمد (ﷺ) حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں۔

۴۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف اس کا رسول ہوں۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَلَا حِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي هُزِمَ عَلَيْكُمْ وَجُنُودُكُمْ
بِأَيِّ قَوْمٍ رَبُّكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ (آل عمران)

”اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی اور تاکہ میں
حلال کردوں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو (پہلے) حرام کی گئی تھیں تم پر۔ اور لایا ہوں تمہارے
پاس ایک نشانی تمہارے رب کی طرف سے، سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو۔“

۱۔ یعنی تاکہ میں تمہیں آگاہ کروں کہ وہ چیزیں تم پر حرام تھیں اس لئے تم نے انہیں چھوڑے
رکھا پھر میں ان چیزوں کو تخفیف کے طور پر تمہارے لئے حلال کردوں تاکہ تم کو آسانی حاصل ہو
اور تمہیں اس کی سختیوں سے نجات ملے۔

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوا ۖ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ (آل عمران)

”بے شک اللہ تعالیٰ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے مجھے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے والا

ہے تمہیں۔ سو اس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔“

۱۔ اس کلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان باتوں سے اپنی براءت ظاہر کر رہے ہیں جو
لوگ آپ کے متعلق کہتے تھے اور یہ کلام ان کے خلاف آپ کے رب کی دلیل ہے۔

۲۔ یعنی یہی وہ سیدھا راستہ ہے جس پر میں نے تم کو چلایا اور جو تمہارے پاس لے کر آیا۔

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ
أَنْصَارُ اللَّهِ ۖ آمَنَّا بِاللَّهِ ۖ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ (آل عمران)

”پھر جب محسوس کیا عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کفر (وانکار) (تو) آپ نے کہا کون
ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں؟ (یہ سن کر) کہا حواریوں نے کہ ہم مدد کرنے والے ہیں اللہ
(کے دین) کی ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر۔ اور (اے نبی) آپ گواہ ہو جائیو کہ ہم (حکم الہی
کے سامنے) سر جھکائے ہوئے ہیں۔“

۱۔ یہ ان خوش بختوں کا قول ہے جنہیں اپنے رب کی طرف سے فضیلت حاصل ہوئی۔

۲۔ ہم وہ بات نہیں کہتے جس کے بارے میں یہ لوگ آپ سے جھگڑ رہے ہیں۔

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ (آل عمران)

”اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے نازل فرمایا اور ہم نے تابعداری کی

رسول کی تو لکھ لے ہمیں (حق پر) گواہی دینے والوں کے ساتھ۔
یعنی ان حواریوں کا قول اور ایمان بھی اسی طرح تھا۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھانے کا ذکر فرمایا جبکہ یہودی آپ کو قتل کرنے پر متفق ہو چکے تھے۔ فرمایا:

وَمَكْرُؤًا مَّكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ ۝ (آل عمران)

”اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کے لئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر (اور موثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔“

پھر انہیں خبر دی کہ جب یہودیوں نے آپ کو سولی چڑھانے کی قرار دامنظور کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا کر اور آپ کو ان کی تہمتوں سے پاک کر کے ان کی اس سازش کو کیسے ناکام بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا:

إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ سَلَامٌ عَلَيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَىٰ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَا مَرَّجَعُكُمْ فَأَخْلَمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ (آل عمران)

”یاد کرو جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ! یقیناً میں پوری عمر تک پہنچاؤں گا تمہیں اور اٹھانے والا ہوں تمہیں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تمہیں ان لوگوں (کی تہمتوں) سے جنہوں نے (تیرا) انکار کیا۔ اور بنانے والا ہوں ان کو جنہوں نے تیری پیروی کی غالب کفر کرنے والوں پر قیامت تک۔ پھر میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تم نے پس (اس وقت) میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان (ان امور کا) جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۔“

۱۔ اس وقت تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پاک کرنے والا ہوں جب وہ آپ کے بارے ارادہ کریں گے جو ارادہ کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ۝ (آل عمران)

”یہ جو ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو۔ آیتیں ہیں اور نصیحت حکمت والی۔“

۱۔ اے محمد ﷺ!

۲۔ یہ قاطع، فیصلہ کرنے والی اور حق نصیحت ہے جس کے ساتھ باطل خلط ملط نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ اس کے علاوہ کوئی اور خبر قبول نہ کریں۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متعلق ان امور کی خبر ہے جن میں یہودیوں نے اختلاف کیا۔

إِنْ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥١﴾

(آل عمران)

”بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا۔“

۱۔ اس لئے آپ اسے غور سے سنئے۔

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٥١﴾ (آل عمران)

”(اے سننے والے) یہ حقیقت (کہ عیسیٰ انسان ہیں) تیرے رب کی طرف سے (بیان کی

گئی) ہے پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے ۲۔“

۱۔ یعنی تیرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی ہے۔

۲۔ یعنی تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حقیقت آچکی ہے پس تو اس میں ہرگز شک نہ

کر۔ اگر وہ کہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی تو اپنی ہی قدرت کے ساتھ بغیر باپ اور ماں کے مٹی سے پیدا کیا وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح گوشت اور خون، بالوں اور جلد سے مرکب تھے، اس لئے بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق اس سے زیادہ حیران کن نہیں۔

فَمَنْ حَا جَكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ

وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ۖ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٥٢﴾

(آل عمران)

”پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آگیا آپ کے پاس

(یقینی) علم ۱۔ تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی

عورتوں کو بھی اور تمہارے عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ

کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔“

۱۔ یعنی اس کے بعد کہ میں نے آپ کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر دیا اور یہ بھی بیان کر دیا کہ ان کا معاملہ کیسا تھا۔

بعض مشکل کلمات کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابو عبیدہ نے کہا نَبْتَهُلُ کا معنی ہے کہ ہم لعنت کی دعا کریں۔
اعشی بن قیس بن ثعلبہ نے اپنے ایک قصیدہ میں کہا:

لَا تَقْعُدَنَّ وَ قَدْ أَكَلَتْهَا حَطْبًا نَعُوذُ مِنْ شَرِّهَا يَوْمًا وَ نَبْتَهُلُ
ترجمہ: ”تو ہرگز نہ بیٹھ جبکہ تو نے اسے ایندھن کھلایا۔ ہم ایک دن اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور اس کے لئے لعنت کی دعا کرتے ہیں۔“

اہل عرب کہتے ہیں: بَهْلَ اللّٰهُ فَلَانًا یعنی فلاں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اسی طرح کہتے ہیں عَلَيْهِ بَهْلَةُ اللّٰهِ اس پر اللہ کی لعنت۔

ابن ہشام کہتے ہیں: بُهْلَةُ اللّٰهِ بھی کہا جاتا ہے اور نَبْتَهُلُ کا یہ معنی بھی ہے کہ ہم دعا میں پوری کوشش کریں۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑩

(آل عمران)

”بے شک یہی ہے واقعہ سچا۔ اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بے شک اللہ ہی غالب

مباہلہ

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل نجران کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے اور چھوٹے بچوں کو حوالے کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی طرح مروی ہے کہ ان میں سے بعض نے بعض کو کہا کہ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا اور چھوٹے پر لعنت کی دعا کی تو تم پر اس وادی میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ تفسیر کشی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ تَذَلَّى إِلَيْهِمُ الْعَذَابُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ بَاهَلُونِي لَأَسْتَوْصِلُوا مِنِّي عَلَى حَدِيدِ الْأَرْضِ (صحیح بخاری) ترجمہ: ”بے شک عذاب ان کی طرف لپکا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو روئے زمین سے ان کی جڑ کاٹ دی جاتی۔“

ہے (اور) حکمت والا ہے۔“

۱۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر میں نے آپ کو دی ان کے بارے میں یہی سچا واقعہ ہے۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿۳۱﴾

”پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے فساد برپا کرنے والوں کو۔“

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۳۲﴾ (آل عمران)

”(میرے نبی!) آپ کہئے اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان (وہ یہ کہ) ہم نہ عبادت کریں (کسی کی) سوائے اللہ کے اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بنالے کوئی ہم میں سے کسی کو رب اللہ کے سوا پھر اگر وہ روگردانی کریں (اس سے) تو تم کہہ دو گواہ رہنا (اے اہل کتاب!) کہ ہم مسلمان ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں انصاف کی طرف بلایا اور ان کے سامنے حجت تمام کر دی۔

نکتہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ نَذْعُ آهْنَاءَنَا وَآهْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ۔ اس آیت کریمہ میں ذاتوں کے ذکر سے پہلے بیٹوں اور عورتوں کا ذکر فرمایا۔ اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اَنفُسَنَا وَ اَنفُسَكُمْ کا یہ معنی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو بلائیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: فَسَلِّمُوا عَلَيَّ اَلْفُسَيْكُمُ (النور: 61) ترجمہ: ”تو سلامتی کی دعا دو اپنوں کو۔“ ایک قول کے مطابق اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اولاد کا ذکر کیا جو جگر کے ٹکڑے ہوتے ہیں، پھر عورتوں کا ذکر کیا جن کے درمیان اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے محبت اور رحمت کے جذبات پیدا فرمادیئے، پھر ان کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو ایک دوسرے کو بلانے والے ہیں کیونکہ انسان اپنے آپ کو نہیں بلاتا۔ اس کلام کی ترتیب اس اسلوب پر ہے جو قرآن کریم کے اعجاز میں معروف ہے۔ ابن ہشام کی روایت کے علاوہ

یہودیوں کا ملاعنت سے انکار

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچی خبر آ گئی اور آپ کے درمیان اور یہودیوں کے درمیان فیصلہ کن حجت آ گئی اور آپ کو حکم دیا گیا کہ اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان کے ساتھ مباہلہ کریں تو آپ ﷺ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہمیں مہلت دیجئے تاکہ ہم اس مسئلہ میں صلاح مشورہ کر لیں پھر آپ کو بتائیں گے کہ ہم اس معاملہ میں کیا کرنا چاہتے ہیں جس کی طرف آپ نے ہمیں دعوت دی۔ چنانچہ وہ اپنے عاقب (صاحب مشورہ) کے پاس گئے اور اسے کہا: اے عبدالمسیح! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: اے گروہ نصاریٰ! قسم بخدا! تم جانتے ہو کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نبی مرسل ہیں، وہ تمہارے پاس تمہارے صاحب (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی سچی خبر لائے ہیں اور تمہیں یہ بھی علم ہے کہ جب بھی کسی قوم نے کسی نبی کے ساتھ ملاعنت کی تو ان کے چھوٹے بڑے سب ہلاک ہو گئے۔ اگر تم نے بھی ایسا کیا تو تمہاری بھی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ اگر تم اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہتے ہو اور اپنے صاحب کے بارے میں اسی قول پر قائم رہنا چاہتے ہو جس پر تم پہلے قائم ہو تو اس شخص کی دشمنی چھوڑ کر صلح کر لو پھر اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم نے یہ طے کیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے، ہم آپ کو آپ کے دین پر چھوڑتے ہیں اور خود اپنے دین کی طرف لوٹ جاتے ہیں لیکن آپ ہمارے ساتھ اپنا ایک صحابی بھیجے جو ہمارے درمیان ان اموال کا فیصلہ کرے جن میں ہمارا اختلاف ہے، تم ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہو۔

ابو عبیدہ کو ان کے انتظام کی سپردگی

محمد بن جعفر فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم شام کو میرے پاس آنا، میں تمہارے ساتھ ایک طاقتور اور امانت دار شخص بھیج دوں گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میرے دل میں اس روز سے زیادہ کبھی امیر بننے کا شوق پیدا نہیں ہوا۔ مجھے امید تھی

ابن اسحاق سے مروی دیگر روایات میں اہل نجران کے واقعہ میں بہت زیادہ اضافہ ہے۔ جس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب اہل نجران کا وفد اپنے ایک راہب کے پاس واپس گیا اور اسے سارا ماجرا سنایا تو وہ راہب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے ارشادات سننے اور آپ کو ایک تلواریں، ایک پیالہ

کہ میں ان کا امیر بنوں گا۔ چنانچہ میں اول وقت میں ہی نمازِ ظہر کے لئے نکل پڑا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ ظہر پڑھائی تو سلام پھیرا اور دائیں بائیں دیکھا۔ میں آپ ﷺ کے سامنے ہونے کی کوشش کرنے لگا تا کہ حضور مجھے دیکھ لیں۔ آپ اپنی نگاہ دوڑاتے رہے یہاں تک کہ آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو دیکھا، انہیں بلایا اور فرمایا: ان لوگوں کے ساتھ جاؤ اور ان کے درمیان ان امور میں حق کے ساتھ فیصلہ کرو جن میں انہوں نے اختلاف کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ یہ شرف لے گئے۔

اور ایک چادر ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ یہی چادر اب خلفائے بنی عباس کے پاس ورثہ در ورثہ چلی آرہی ہے۔

کچھ منافقین کے بارے میں

ابن ابی اور ابن صفی

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ کا سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول عوفی ثم جہلی تھا۔ اس کے مقام و مرتبہ میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہ تھا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد اس اور خزرج کے قبائل کسی ایک شخص پر متفق نہ ہوئے تھے یہاں تک کہ اسلام کا نور چمکا۔ اس وقت اس کے ساتھ قبیلہ اس کا ایک فرد تھا جسے شریف اور قابل اطاعت سمجھا جاتا تھا۔ وہ ابو عامر عبد عمرو بن صفی بن نعمان تھا۔ یہ بنی ضبیعہ بن زید کا ایک فرد تھا، یہی غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں رہبانیت اختیار کر لی تھی اور

سلول

علامہ ابن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی ابن سلول کا حال بیان کیا ہے۔ سلول ابی کی ماں کا نام ہے جس کا تعلق بنو خزاعہ سے ہے اور ابی بن مالک کا تعلق بنی جہلی سے ہے اور جہلی کا نام سالم ہے، اس کی نسبت دو ضموں کے ساتھ جُہلی آتی ہے۔ نسبت کے قیاس کے مطابق جُہلَوِی، جُہلی یا جُہلَاوِی کہنا ناپسند کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہلی اور سُکُری وغیرہ کے اسماء جب کسی مذکر کا نام ہوں تو جمع میں ان پر تانیث کا حکم جاری نہیں ہوتا۔ یہی حکم فَعْلَاء کے وزن کا ہے۔ جب کسی مرد کا نام سلمی یا ورقاء ہو تو اس کی جمع سلمون اور ورقاؤون آتی ہے لیکن تاء تانیث کا حکم اس کے خلاف ہے کیونکہ طلحہ جب کسی مرد کا نام ہو تو اس کی جمع طلحات ہی آتی ہے جس طرح علم نہ ہونے کی صورت میں اس کی جمع طلحات آتی ہے کیونکہ تاء صرف تانیث کے لئے آتی ہے اور الف کبھی تانیث کے لئے اور کبھی غیر تانیث کے لئے آتا ہے۔ پس جب اسماء اور اعلام میں الف تانیث تاء تانیث کے خلاف ہے تو ان کی نسبت کا حکم بھی ان اسمائے غیر اعلام کی نسبت کے حکم کے خلاف ہوگا جن کے آخر میں الف تانیث ہو۔ مگر جہلی کی نسبت کا حکم خلاف قیاس ہے اگرچہ اس کی جمع کا حکم قیاس کے موافق ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ چنانچہ جس نکتہ کی بناء پر بنی جہلی کی نسبت کا حکم خلاف قیاس ہے وہ یہ ہے کہ اہل عرب اس میں تانیث کے حکم کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ جہلی حاملہ عورت کا وصف ہے۔ لہذا جہلی جب کسی

کسبل کا لباس پہنا کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کو راہب کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں اپنی عزت و شرف کے باوجود بد بخت نکلے اور ان کی بد بختی نے انہیں خسارے میں ڈال دیا۔

ابن ابی کا منافقانہ قبولِ اسلام

عبداللہ بن ابی کی قوم نے اس کے لئے جواہرات کا تاج تیار کر رکھا تھا تاکہ اس کی تاج پوشی کر کے اسے اپنا حاکم مقرر کریں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنے پیارے رسول ﷺ کو بھیج دیا۔ جب اس کی قوم نے اسے چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تو وہ حسد کی آگ پر لوٹنے لگا۔ وہ سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی قوم اسلام قبول کرنے پر متفق ہو گئی ہے تو اس نے بھی چار و ناچار بظاہر اسلام قبول کر لیا لیکن اپنے نفاق اور حسد پر مصر رہا۔

مرد کا نام ہو تو اس میں تانیث کے حکم کو باقی رکھنے میں اہل عرب کی ناپسندیدگی اس طرح نہیں ہے جس طرح وہ کسی مرد کے نام سلمیٰ میں تانیث کے حکم کو باقی رکھنا ناپسند کرتے ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے نسبت میں اس کے حکم کو تبدیل کر دیا حتیٰ کہ یوں معلوم ہوتا ہے گویا انہوں نے لفظ حُبُل کی طرف نسبت کی۔ واللہ اعلم

جہاں تک بنو خزاعہ میں سلول کا تعلق ہے تو اس کا ذکر حبشیہ بن سلول کے بیان میں ہو چکا ہے کہ یہ ایک شخص کا نام ہے اور منصرف ہے اور جو بنی عامر کے بھائی بنو سلول بن صعصعہ ہیں وہ ابن مرہ بن صعصعہ ہیں اور سلول ان کی ماں ہے جو کہ ذہل بن شیبان کی بیٹی ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں تین سلول نام آئے ہیں۔ ایک مرد کا نام ہے جو کہ منصرف ہے اور دو عورتوں کے نام ہیں جو غیر منصرف ہیں۔ انہی دو کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔

عربوں میں بادشاہت

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ انصار نے عبداللہ بن ابی کے لئے جواہرات کا تاج تیار کر رکھا تھا تاکہ اس کی تاج پوشی کر کے اسے اپنا حاکم مقرر کر لیں۔ اس کی وجہ تھی کہ انصار یمنی تھے اور یمن کے تاج پوش بادشاہ آل قحطان میں سے تھے۔ سب سے پہلے جس بادشاہ کو تاج پہنایا گیا وہ سبا بن یثجب بن یعر ب بن قحطان تھا۔ عربوں میں سے صرف قحطانی بادشاہ کو تاج پہنایا گیا۔ ابو عبیدہ نے اسی طرح کہا تو انہیں کہا گیا کہ ہوذہ بن علی حنفی صاحب یمامہ کو بھی تاج پہنایا گیا تھا اور اس کے بارے میں ایشی نے کہا تھا:

ابن صفی کا کفر پر اصرار

اسی طرح جب ابو عامر کی قوم دین اسلام پر متحد ہو گئی تو وہ کفر پر ڈٹا رہا اور اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ وہ اپنے دس پندرہ ساتھیوں کو لے کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو چھوڑ کر مکہ چلا گیا۔ محمد بن ابی امامہ نے بعض آل حنظلہ بن ابی عامر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو راہب نہ کہا کرو بلکہ فاسق کہا کرو۔“

حضور ﷺ کے ساتھ تعریض کے نتیجہ میں ابن صفی کا انجام

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت جعفر بن عبد اللہ بن ابی الحکیم کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد ابو عامر مکہ کی طرف جانے سے پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ کون سا دین ہے جسے لے کر آپ آئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کو لے کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا: دین ابراہیمی پر تو میں بھی ہوں۔ حضور نے فرمایا: تو اس دین پر نہیں ہے۔ وہ بولا کیوں نہیں، اے محمد (ﷺ) آپ نے اس دین حنیف میں ایسی چیزیں داخل کر دی ہیں جن کا اس دین

مَنْ يَرَى هُوَذَةً يَسْجُدْ غَيْرَ مُتَنَبِّ إِذَا تَعَمَّمَ فَوْقَ التَّاجِ أَوْ وَضَعَا

ترجمہ: ”جب ہوذہ تاج کے اوپر علامہ باندھتا ہے یا اسے کھولتا ہے تو جو شخص بھی اسے دیکھتا ہے وہ بلا جھجک سجدے میں گر جاتا ہے۔“

خرزات کا معنی تاج ہے، اس کے متعلق شاعر لبید، حارث بن ابی شمر غسانی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

دَعَى عَزَازَاتِ الْمَلِكِ عِشْرِينَ جِجَّةً وَ عِشْرِينَ حَتَّى فَلَا وَالشَّهْبُ شَامِلٌ

ترجمہ: ”حارث نے چالیس سال بادشاہی کے تاج پہن کر حکومت کی۔ یہاں تک کہ وہ اس حال میں مر گیا کہ اسے بڑھاپے نے آلیا تھا۔“

ابو عبیدہ نے کہا: وہ تاج نہیں تھا بلکہ ایک لڑی میں پروئے ہوئے جواہرات تھے۔ ہوذہ کی تاج پوشی کا سبب یہ بنا کہ اس نے کسری کی خاطر ایک ایسی عورت کو پناہ دی جسے تھپڑ مارا گیا تھا اور اہل عرب میں سے کسی نے اسے اغواء کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس نے اس کی حفاظت کی۔ جب ہوذہ ایک وفد کے ہمراہ کسری کے پاس پہنچا تو اس احسان کی وجہ سے اس نے ہوذہ کو تاج پہنا کر بادشاہ بنا دیا۔

سے تعلق نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اسے ساری آلائشوں سے پاک صاف کر کے پیش کیا ہے۔ وہ کہنے لگا: ”جھوٹے کو اللہ تعالیٰ اپنے اہل و عیال سے دور غریب الوطنی میں تمام موت دے۔“ اس کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف تھا۔ اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ اس دین کو پاک صاف کر کے نہیں لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک جو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرے۔“ چنانچہ وہ دشمن خدا مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو وہاں سے بھاگ کر طائف پہنچا۔ جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا۔ وہاں ہی اپنے اہل و عیال سے دور غریب الوطنی میں تنہا ہلاک ہو گیا۔

اس کی میراث کا مقدمہ قیصر کے پاس

ابو عامر کے ساتھ علقمہ بن علاشہ بن عوف بن احوص بن جعفر بن کلاب اور کنانہ بن عبد یلیل بن عمرو بن عمیر ثقفی بھی بھاگ کر نکلے تھے، جب وہ مر گیا تو یہ دونوں اس کی میراث کا جھگڑالے کر قیصر شاہ روم کے پاس پہنچے، قیصر نے کہا شہری شہریوں کے وارث ہوتے ہیں اور دیہاتی دیہاتیوں کے۔ چنانچہ دیہاتیوں میں سے کنانہ بن عبد یلیل اس کا وارث بنا اور علقمہ وارث نہ بن سکا۔

ابن صفی پر حضرت کعب کی ہجو

ابو عامر کے اس کر توت کی بنا پر حضرت کعب بن مالک نے اسے مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

مُعَاذَ اللَّهِ مِنْ عَنَلٍ حَبِيبٍ كَسَعِيكَ فِي الْعَشِيرَةِ عَبْدَ عَمْرٍو
”اے عبد عمرو! برادری میں تیری اس سعی جیسے برے عمل سے اللہ کی پناہ۔“

فَإِمَّا قُلْتَ لِي شَرَفٌ وَ نَخْلٌ فَقَدْ مَأْبَغَتْ إِيْمَانًا بِكُفْرٍ
”اگر تو نے یہ کہا کہ میرے پاس عزت اور کھجوروں کے باغات ہیں تو تو نے کفر کے بدلے ایمان پہلے ہی بیچ دیا تھا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شعر اس طرح بھی مروی ہے:

فَإِمَّا قُلْتَ لِي شَرَفٌ وَ مَالٌ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عبد اللہ بن ابی اپنی قوم کے درمیان تذبذب کی حالت میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس پر اسلام غالب آ گیا اور وہ مجبور اس میں داخل ہو گیا۔

قوم ابن ابی کا اس کے پاس جانا اور اس کا اشعار کہنا

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محمد بن مسلم زہری نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو بیمار ہو گئے تھے۔ جس دراز گوش پر حضور ﷺ سوار تھے اس پر زین کسی ہوئی تھی اور اس پر فندک کا بنا ہوا ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا اور اس کی باگ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ عبد اللہ بن ابی کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی مزاحم گڑھی کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا (ابن ہشام فرماتے ہیں مزاحم گڑھی کا نام ہے) اور اس کے ارد گرد اس کے قبیلہ کے چند آدمی بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے دیکھا تو یوں ہی گزر جانا مناسب نہ فرمایا بلکہ اپنی سواری سے اترے اور اسے سلام فرمایا اور اس کے پاس کچھ دیر کے

عبد اللہ بن ابی کی گڑھی مزاحم

حضرت ابن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے۔ وَهُوَ فِي ظِلِّ مَزَاحِمِ أَطْيَمٍ: جبکہ وہ اپنی مزاحم نامی گڑھی کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اطام مدینہ گڑھیوں کو کہتے ہیں۔ ان کے کئی نام ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: مزاحم، زوراء، یہ بنی جلاح کی گڑھی تھی، معرض یہ بنی ساعدہ کی گڑھی تھی، فارغ یہ بنی حدیلہ کی گڑھی تھی، مسعط، وائم۔ معرض کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

وَ نَحْنُ دَفَعْنَا عَنْ بُضَاعَةَ كَلْبَهَا وَ نَحْنُ بَنَيْنَا مَعْرِضًا فَهُوَ مُشْرِفٌ
”اور ہم نے ہی بضاعہ کے سارے علاقے کا دفاع کیا اور ہم نے ہی معرض کی گڑھی بنائی جو بلند مقام پر ہے۔“

فَاصْبَحَ مَعْوَرًا طَوِيلًا قَذَالَهُ وَ تَخَرَّبَ اطَامُ بِهَا وَ تَقْصَفُ
”وہ گڑھی آباد ہو گئی اور اس کا پچھلا حصہ طویل ہو گیا اور اس کے ساتھ دوسری گڑھیاں ویران ہو کر منہدم ہو گئیں۔“

بضاعہ بنی ساعدہ کا علاقہ ہے۔ اسی کی طرف بنی بضاعہ منسوب ہے۔ ایک گڑھی اجیش تھی جو قباء کے علاقہ میں تھی۔ حمیم، نورحان یہ بنی انیف اور بنی صرار کی دو گڑھیاں تھیں جو جوانیہ اور ربان میں تھیں۔ شعبان یہ تمغ میں تھی، راح، ابیض، عاصم، رعل یہ حضیر بن ساک کی گڑھی تھی۔ حیط، واسط،

لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور اللہ عز و جل کی طرف دعوت دی، اس کے ذکر کی تلقین کی، نافرمانی سے ڈرایا، بشارتیں دیں اور عذاب الہی سے خبردار کیا۔ عبد اللہ چپ چاپ گم صم بیٹھا رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے ارشادات سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا: ارے جناب! آپ کی یہ بات اگرچہ حق ہے لیکن گفتگو کا یہ طریقہ پسند نہیں۔ آپ اپنے گھر میں بیٹھیں جو شخص آپ کے پاس آئے اسے آپ اپنی بات سنائیں اور جو شخص آپ کے پاس نہ آئے اسے خواہ مخواہ پریشان نہ کریں اور اس کی مجلس میں جا کر اسے ایسی بات نہ سنائیں جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ دیگر صحابہ کے درمیان موجود تھے۔ انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں بلکہ آپ بصد شوق ہمارے ہاں تشریف لائیں، ہماری مجلسوں، ہمارے گھروں اور ہمارے مکانوں میں قدم رنجہ فرمائیں۔ بخدا یہ ایسی بات ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت افزائی کی ہے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشی ہے۔ عبد اللہ بن ابی نے جب دیکھا کہ اس کی قوم کی رائے اس کی اپنی رائے کے خلاف ہے تو اس نے یہ شعر کہے:

مَتَى مَا يَكُنْ مَوْلَاكَ خَصْمُكَ لَا تَزَلْ تَذِلُّ وَ يَصْرَعُكَ الَّذِينَ تُصَارِعُ
 ”جب تیرا مد مقابل تیرا سردار بن جائے تو تو ذلیل و رسوا ہوتا رہے اور تجھے وہ لوگ بچھاڑتے رہیں جن کو تو بچھاڑا کرتا تھا۔“

حیش، اغلب اور منبع۔ یہ مدینہ طیبہ کی گڑھیاں ہیں جن میں سے اکثر زبیر نے ذکر کی ہیں۔
 لفظ اطمِ اِنْتَطَمَ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بلند ہونا۔ جب کوئی شخص غصے سے پھول جائے تو کہا جاتا ہے: اِنْتَطَمَ عَلَى فُلَانٍ۔ اور اطمات پہاڑوں میں چلنے والی آگ کو کہتے ہیں جو کبھی نہیں بجھتیں۔ ان کے شعلے آسمان کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں، یہ ہمیشہ جلتی رہتی ہیں کیونکہ یہ گندھک کی کانوں میں ہوتی ہے۔ مسعودی نے ان میں سے چند کا ذکر کیا ہے اور ان کے مقامات کو بھی بیان کیا ہے۔
 عبد اللہ بن ابی کا شعر ہے۔

مَتَى مَا يَكُنْ مَوْلَاكَ خَصْمُكَ لَا تَزَلْ تَذِلُّ وَ يَصْرَعُكَ الَّذِينَ تُصَارِعُ
 ”جب تیرا مد مقابل تیرا سردار بن جائے تو تو ذلیل ہوتا رہے اور تجھے وہ لوگ بچھاڑتے رہیں جن کو تو بچھاڑا کرتا تھا۔“

کہا جاتا ہے کہ ابن ابی نے یہ دونوں شعر مثال کے طور پر بیان کیے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ

وَهَلْ يَنْهَضُ الْبَاذِي بِغَيْرِ جَنَاحِهِ وَ إِنْ جُدَّ يَوْمًا رَيْشُهُ فَهُوَ وَاقِعٌ
”کیا باز اپنے پروں کے بغیر اڑ سکتا ہے۔ اگر کسی دن اس کے پر توڑ دیے جائیں تو وہ گر جائے گا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: دوسرا شعر غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

ابن ابی کی بات پر حضور ﷺ کا اظہار ناراضگی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: زہری نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت اسامہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جو بات کہی تھی اس پر ناگواری کا اثر رخ انور پر نمایاں تھا۔ حضرت سعد نے عرض کی: بخدا! یا رسول اللہ ﷺ! مجھے حضور ﷺ کے رخ اقدس پر ناگواری کے آثار نظر آرہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ حضور ﷺ نے کوئی ایسی بات سنی ہے جو حضور ﷺ کو ناپسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک، پھر ابن ابی کی بات انہیں سنائی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس بات پر رنجیدہ نہ ہوں، بخدا! اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو ہمارے پاس لے آیا، اس سے پہلے تو ہم اس کی تاج پوشی کے لئے تاج بنوا رہے تھے۔ بخدا! وہ خیال کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے اس کی بادشاہی چھین لی ہے۔

دونوں شعر خفاف بن ندبہ کے بارے میں ہیں جو کہ عمرو بن شریک کا بیٹا تھا جو عرب کا سوڈانی باشندہ تھا۔ ندبہ اس کی ماں کا نام تھا۔ اس میں دو لغتیں ہیں نَذْبَةٌ اور نَذْبَةٌ۔ اس کا تعلق بنی سلمہ سے تھا۔

عبداللہ بن ابی کے ذکر میں بیان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ یونس کی روایت میں کچھ اضافہ ہے جس میں ایک فقہی مسئلہ بھی ہے کہ کسی شخص نے رات کے وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو باہر بلایا تھا۔ آپ اس کی طرف نکلے تو اس شخص نے آپ پر تلوار کا دار کر کے آپ کو زخمی کر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس زخم کی وجہ سے آپ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے انہیں رات کے وقت باہر نکلنے پر ڈانٹا۔ اس میں یہی فقہی مسئلہ ہے (کہ رات کو باہر نہیں نکلنا چاہیے)۔

بیمار ہونے والے صحابہ کرام کا تذکرہ

حضرات ابوبکر، عامر اور بلال رضی اللہ عنہم کی علالت

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہشام بن عروہ اور عمر بن عبد اللہ بن عروہ نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت یہاں تمام روئے زمین سے زیادہ بخار کی وبا تھی جس کی وجہ سے چند صحابہ کرام بیمار ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس وبا سے محفوظ رکھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں آزاد کردہ غلام حضرات بلال اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما ایک گھر میں رہتے تھے انہیں بخار ہو گیا۔ میں ان کی مزاج پرسی کے لئے آئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ہم پر پردہ لازم نہیں ہوا تھا، انہیں اتنا سخت بخار تھا جس کی شدت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور عرض کی: ابا جان آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا:

كُلُّ أَمْرٍ مُّصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ آدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ
”ہر انسان اپنے اہل خانہ کے پاس صبح کرتا ہے اور اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ موت اس کے قریب ہے۔“

میں نے کہا: بخدا میرے ابا جان بے ہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ پھر میں حضرت عامر بن فہیرہ کے پاس گئی اور پوچھا عامر! کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا:

لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ إِنَّ الْجَبَانَ حَتَفُهُ مِنْ فَوْقِهِ

حضرات ابوبکر، بلال اور عامر رضی اللہ عنہم کا شدید بخار

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی جبکہ حضرت ابوبکر، حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم کو شدید بخار ہوا اور آپ کی مزاج پرسی کے جواب میں انہوں نے رجز یہ اشعار پڑھے۔ ان میں سے حضرت عامر کا قول ہے:

لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ

یہ عمرو بن مامہ کا شعر ہے۔ اس حدیث میں جو ان حضرات کا مکہ مکرمہ کی طرف اشتیاق ذکر کیا گیا

”میں نے موت چکھنے سے پہلے ہی موت کو پالیا۔ بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔“

كُلُّ امْرِئٍ مُّجَاهِدٌ بِطَوِّقِهِ كَالثَّوْرِ يَخِينُ جِلْدَهُ بِرَوْقِهِ
”ہر آدمی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتا ہے اور بیل اپنے سینگ سے اپنی جلد کی حفاظت کرتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہاں طوق سے مراد قوت و طاقت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا بخدا! عامر بھی بے ہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار جب اترتا تو وہ گھر کے صحن میں آ کر لیٹ جاتے پھر بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبَيْتَنَ لَيْلَةً بِفَجٍّ وَ حَوْبِيْ اِذَا حَرٌّ وَ جَلِيلُ
”اے کاش! کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں مقامِ حُبّ میں رات بسر کروں اور میرے ارد گرد اذخرا اور جلیل کی خوشبودار گھاس ہو۔“

ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فطری طور پر انسان کے دل میں اپنے وطن سے محبت اور اشتیاق رہتا ہے۔ حضرت اصیل غفاری کی حدیث میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ہدلی جب مکہ مکرمہ سے آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا: اے اصیل! تم نے مکہ مکرمہ کو کیسے چھوڑا؟ اس نے کہا میں نے اس کو اس وقت چھوڑا جب اس کی وادیاں سفید ہو گئیں، اس کی چھوٹی گھاس ٹیڑھی ہو گئی اور اس کی لمبی گھاس کاٹ دی گئی اور اس کے سلم (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں) نے پتے نکالنے شروع کر دیے۔ اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اصیل! ہمارے سامنے اس قدر منظر کشی نہ کرو۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اسے فرمایا دلوں کو ٹھنڈا ہونے دو۔ پہلے شخص نے یہ شعر کہے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبَيْتَنَ لَيْلَةً بِوَادِي الْخَزَامِي حَيْثُ رَبَّتْنِيْ اَهْلِيْ
”اے کاش! کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں وادی خزامی میں رات بسر کروں گا۔“

بِلَادُهَا نِيْطَطُ عَلَيَّ تَمَائِيْنِيْ وَ قُطِعْنَ عَنِّيْ حَيْنَ اَدْرَكْنِيْ عَقْلِيْ
”وہ ایسا وطن ہے جہاں مجھ پر میرے تعویذ لٹکائے گئے اور پھر جب میں عقلمند ہو گیا تو انہیں مجھ سے کاٹ دیا گیا۔“

و هَلْ أَرَدَنْ يَوْمًا مِيَاةَ مَبْنَةِ وَ هَلْ يَبْدُون لِي شَامَةً وَ طَفِيلٌ
”کیا کبھی ایسا ہوگا کہ میں مجنہ کے چشمے پر وارد ہوں گا۔ کیا میں ایسی جگہ اتروں گا جہاں

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بِفَجٍّ وَ حَوْلِي إِذْخِرُ وَ جَلِيلٌ۔ فُج مکرّمہ سے
باہر ایک مقام ہے جہاں ایک چھوٹا سا چشمہ ہے۔ اس مقام کے متعلق شاعر کہتا ہے:

مَاذَا بِفَجٍّ مِّنَ الْأَشْرَاقِ وَالطَّيِّبِ وَ مِّنْ جَوَارِ نَقِيَّاتٍ رَّعَابِيْبِ
”مقام فُج میں کیسی چمک اور خوشبو ہے اور کیسی پاکیزہ اور خوبصورت لونڈیاں ہیں۔“

مقام فُج میں رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں غسل فرمایا۔ اذخر مکہ مکرمہ کی ایک گھاس
ہے۔ صاحب کتاب النبات حضرت ابو حنیفہ احمد بن داؤد دنیوری فرماتے ہیں: عرب کے قدیم
دیہاتیوں سے مروی ہے کہ اذخر کی جڑیں ٹیڑھی ہوتی ہیں، اس کی ٹہنیاں باریک ہوتی ہیں اور اس کی
خوشبو ہوا کو معطر کر دیتی ہے۔ اس کی جڑیں بردی گھاس کی جڑوں کی طرح ہوتی ہیں مگر یہ چوڑی اور
مکعب نما ہوتی ہیں۔ اس کا پھل ایسے ہوتا ہے جیسے سرکنڈے کا بنا ہوا جھاڑو ہو مگر یہ باریک اور چھوٹا ہوتا
ہے۔ ابو زیاد کہتے ہیں: اذخر کا پودا اسل کے پودے (پتلی اور لمبی شاخوں والا ایک پودا) کے مشابہ ہوتا
ہے جس سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں اور اس کا پودا غرز کے بھی مشابہ ہوتا ہے اور غرز شام گھاس (ایک قسم
کی گھاس جو لمبی نہیں ہوتی) کی ایک قسم ہے۔ غرز کا واحد غرزة ہے۔ اس سے چھلنیاں بنائی جاتی ہیں اور
اذخر اس سے قدرے باریک ہوتی ہے، اسے پیس کر خوشبو میں شامل کیا جاتا ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں: اذخر
جنبہ (وہ پودے جو ہنری سے بڑے اور درخت سے چھوٹے ہوتے ہیں) میں سے ہے۔ اذخر کا ایک
پودا بہت کم اگتا ہے اور جلیل کے بارے میں انہوں نے ابو بصر سے روایت کیا کہ اہل حجاز اسے الشمام
الجلیل کہتے ہیں۔ جس جنبہ کا ذکر ابو عمر نے کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ پودا جس کی جڑیں اس قدر
مضبوط ہوتی ہیں کہ نشیبی زمین میں بھی اس کی ٹہنیاں ختم ہونے کے باوجود وہ ختم نہیں ہوتیں۔ موسم خزاں
میں اس کی پیوند کاری کی جاتی ہے۔ یہ ان درختوں کی طرح نہیں ہوتا جس کی جڑیں اور ٹہنیاں دونوں
نشیبی زمین میں باقی رہتی ہیں اور نہ ان بیلوں کی طرح ہوتا ہے جن کی ٹہنیاں اور جڑیں دونوں ختم ہو
جاتی ہیں بلکہ یہ پودا نیل اور درخت کے بین بین ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو جنبہ کہتے ہیں۔ اسے
طریفہ بھی کہا جاتا ہے، یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور مجنہ، عکاظ اور ذی الحجاز کے درمیان عرب کے
بازاروں میں سے ایک بازار کا نام ہے۔ تمام بازاروں کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ مجنہ میں دو وزن جائز
ہیں مَفْعَلَةٌ اور فَعْلَةٌ۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ مجنہ میں میم اصلی ہے اور اس کا وزن فِعْلٌ ہے۔ لیکن

شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں نظر آرہی ہوں گی۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا شامہ اور طفیل مکہ کے قریب دو پہاڑ ہیں۔

مدینہ طیبہ کی وبا کے لئے حضور ﷺ کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا اور کہا کہ وہ بخار کی شدت کی وجہ سے غیر معقول باتیں کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَبْتَ اِلَيْنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِهَا وَ صَاعِيْهَا وَ اَنْقُلْ وَ بَاءَ هَا اِنِّيْ مَهِيْعَةٌ۔ (صحیح بخاری 30/3، صحیح مسلم، کتاب الحج: 480)

ترجمہ: ”اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب بنادے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ہمیں اس کے پیماؤں اور وزنوں میں برکت عطا فرما اور اس کی وبا کو مہیعہ کی طرف منتقل کر دے۔“ مہیعہ سے مراد مقام جھہ ہے۔“

دوسرے لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا وزن مَفْعَل ہے۔ یہ جَن سے مشتق ہے جس کا معنی ڈھانپنا ہے۔ عرب کے بازاروں میں سے ایک حباشہ بھی ہے، یہ مجنہ سے دور ہے۔

جہاں تک شامہ اور طفیل کا تعلق ہے تو خطابی نے شرح بخاری کی کتاب الاعلام میں کہا ہے کہ میں انہیں دو پہاڑ خیال کرتا تھا یہاں تک کہ میں ان کے پاس سے گزرا اور ان کے پاس ٹھہرا تو مجھے علم ہوا کہ یہ دو پانی کے چشمے ہیں۔ خطابی کے اس قول کی تائید کسیر کے اس قول سے ہوتی ہے:

وَمَا اَنْسَ اِلَیْهَا اَشْيَاءَ لَا اَنْسَ مَوْقِفًا لَنَا وَلَهَا بِالْخَبْتِ عَنِ طَفِيْلِ
”میں کچھ اشیاء کو نہیں بھول سکتا، میں شدت غم کی وجہ سے طفیل کی وادی میں اپنے مقام کو نہیں بھول سکتا۔“

حبت نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے نبی کریم ﷺ کی اس دعا کا ذکر کیا ہے: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَبْتَ اِلَيْنَا مَكَّةَ وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِهَا وَ صَاعِيْهَا۔ یعنی اس غلے میں برکت عطا فرما جسے صاع کے ساتھ ناپا جاتا ہے۔ اسی لئے دوسری حدیث میں فرمایا: کَيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُّبَارِكُ لَكُمْ فِيْهِ (صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ) ترجمہ: ”اپنے غلے کو ناپا کرو تمہارے لئے اس میں برکت ڈال دی جائے گی۔“ کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں غلہ جلد ختم ہو جانے کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا تم

مسلمانوں میں وبا کی شدت

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابن شہاب زہری نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انہیں مدینہ طیبہ کے وبائی بخار نے آلیا حتیٰ کہ مرض نے اس قدر شدت اختیار کی کہ صحابہ کرام بیٹھ

بغیر ناپے ڈالتے ہو یا ناپ کر؟ انہوں نے عرض کی بلکہ بغیر ناپے ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ناپ لیا کرو، بغیر ناپے نہ ڈال کر ڈالو۔“ جن لوگوں نے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے: قَوُّوْا طَعَامَكُمْ يَبَارِكُ لَكُمْ فِيهِ (نبرائی، مسند بزار) تو ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ روٹیاں چھوٹی رکھا کرو۔ اس حدیث و بزار نے ابوالدرداء کی سند سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کی وہی تفسیر بیان کی ہے جو ہم نے بیان کی اور ابو عبیدہ نے ذکر کیا کہ کتاب الاموال میں مدینہ طیبہ کے مد کی مقدار ایک رطل اور رطل کا تہائی حصہ ہے اور رطل ایک سو اٹھائیس درہم کا ہوتا ہے اور درہم پچاس حبه اور حبه کے دو خمس کا ہوتا ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا فرمان ہے: وَانْقُلْ حُمَاهَا وَاجْعَلْهَا بِمَهْيَعَةٍ (اس کے بخار کو مہیعہ کی طرف منتقل کر دے) مہیعہ سے مراد جحفہ ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام بلاد اسلام سے بخار کو دور کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اگر آپ یہ ارادہ فرماتے تو صرف اتنا فرماتے: اُنْقُلْ حُمَاهَا اور کسی مقام کو خاص نہ فرماتے یا کفار کے کسی علاقہ کو خاص فرماتے۔ اس کی وجہ (واللہ اعلم) یہ ہو سکتی ہے کہ حدیث ام مہیب (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ) میں بخار کو برا بھلا کہنے اور اس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا اور بتایا کہ بخار پاک کرنے والا ہے (مستدرک حاکم) اور یہ آگ سے ہر مومن کا حصہ ہے (مسند احمد، مشکل الآثار للطحاوی) اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف تو صحابہ کرام پر نری فرماتے ہوئے ان کے لئے اس سے شفاء کی دعا فرمائی تو دوسری طرف انہیں بخار ہونے کے اجر سے بھی محروم نہیں رکھا اور اس کو مکمل طور پر دور نہیں فرمایا۔

حضور ﷺ کی اس دعا کی وجہ سے مہیعہ میں یہ وبا شدت اختیار کر گئی یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ کوئی پرندہ بھی اگر غدریخم کے اوپر سے گزرتا ہے تو وہ اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ غدریخم مہیعہ میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایسا مقام ہے جہاں کوئی بچہ بھی پیدا ہو کر سن بلوغ کو نہیں پہنچا۔ اس علاقے میں رہنا اور ہمیشہ کے لئے سکونت پذیر ہونا بہت مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔

کر نماز پڑھتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس وباء سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا: اَعْلَمُوا أَنَّ صَلَاةَ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ۔ ”یاد رکھو بیٹھنے والے کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز سے نصف درجہ رکھتی ہے۔“ راوی فرماتے ہیں: اس کے بعد صحابہ کرام نے فضیلت حاصل کرنے کے لئے کمزوری اور بیماری کے باوجود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی تکلیف برداشت کی۔

مشرکین کی طرف سے جنگ کا آغاز

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے دشمن کے خلاف جہاد اور ان مشرکین عرب کے ساتھ

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی حرمت بیان فرمائی۔ اس روایت کے علاوہ حضرت ابن اسحاق سے ایک اور روایت مروی ہے جسے انہوں نے شریح بن سعد سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں حرم مدینہ میں پرندوں کے جال کے ساتھ شکار کیا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے نہس (ایک شکاری پرندہ) کا شکار کیا لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور میری گدی پر زور سے تھپڑ رسید کیا پھر اسے آزاد کر دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث ذکر کی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (صحیح مسلم، کتاب المسافرین) یہ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو شدت بخار کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر صحابہ کرام نے بیماری کے باوجود کھڑا ہونے کی تکلیف برداشت کی۔ حدیث کے ان الفاظ کی تائید بیٹھنے والے کی نماز کے بارے میں خطاب کی اس تاویل سے ہوتی ہے کہ بیٹھنے والے کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز سے نصف درجہ پر ہے۔ پھر خطاب نے کہا یہ حکم اس کمزور شخص کے لئے جو تکلیف کے باوجود کھڑا ہو سکتا ہو اور اگر وہ کھڑا ہونے سے بالکل عاجز ہو تو اس کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز کی مثل ہے۔ یہ فرض و نفل ہر نماز کا حکم ہے۔ ابو طیب نے اس حدیث کے حالت صحت میں نفل نماز کے ساتھ خاص ہونے کی مخالفت کی ہے۔ علامہ خطاب نے حضرت عمران بن حصین کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنا بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف درجہ پر ہے۔ انہوں نے کہا: تمام امت کا اجماع ہے کہ بغیر بیماری کے لیٹ کر نماز پڑھنا کسی کے لئے جائز

جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے جن کے ساتھ جنگ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم فرمایا۔ اس وقت آپ کی بعثت کے تیرہ سال گزر چکے تھے۔

نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صرف اس مریض کے بارے میں ہے جو تکلیف کے ساتھ کھڑا ہونے پر یا مشقت کے ساتھ بیٹھنے پر قادر ہو۔ بعض لوگوں نے نسوی کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ اس نے اس حدیث میں تصحیف کی ہے۔ انہوں نے کہا: یہ حدیث یوں ہے کہ لیٹ کر نماز پڑھنا بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف درجہ پر ہے۔ نسوی کو وہم ہوا اور اس نے نائمًا کے بجائے قائمًا کہہ دیا۔ اس نے اپنی کتاب میں اس پر یہ باب لکھا ہے: باب صلاة النائم۔ لیکن ان لوگوں کی یہ بات درست نہیں کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ وَ صَلَاةُ النَّائِمِ عَلَى التَّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَاعِدِ۔ اور اس طرح کی حدیث میں تصحیف نہیں ہو سکتی اور خطاب کا قول ہے کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ لیٹنے والا حالت صحت میں نفلی اور غیر نفلی نمازیں نہیں پڑھ سکتا۔ اس مسئلہ میں اجماع کے دعویٰ میں ابو عمر نے اس کی موافقت کی ہے لیکن یہ متفقہ مسئلہ نہیں جیسے ان دونوں نے خیال کیا بلکہ بعض اسلاف صحت مند آدمی کے لئے بھی لیٹ کر نفل پڑھنے کو جائز قرار دیتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اسے امام ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے۔

ہجرت کی تاریخ

سابقہ سند کے ساتھ عبدالملک بن ہشام سے مروی ہے، انہوں نے کہا زیاد بن عبداللہ بکائی نے محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ بارہ ربیع الاول بروز پیر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ دوپہر کا وقت تھا اور سورج عین سر پر تھا۔ بقول ابن ہشام بھی ہجرت کی یہی تاریخ ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک 53 سال تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت کو تیرہ سال گزر چکے تھے۔ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ربیع الاول کے بقیہ ایام، ربیع الثانی، جمادین (جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ)، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی قعد، ذی الحجہ اور محرم کے مہینے گزارے۔ اس سال مشرکین ہی حج کے والی تھے۔ پھر بارہ ماہ بعد ماہ صفر میں حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے جہاد کے لیے نکلے۔ حضرت ابن ہشام کہتے ہیں: آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔

سب سے پہلا غزوہ غزوہ ودان

بنی ضمرہ سے پہلا معاہدہ صلح اور بغیر جنگ کے واپسی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں یہاں تک کہ حضور ﷺ مقام ودان پہنچے۔ اسے غزوہ ابواء

تاریخ ہجرت اور غزوہ ودان

حضرت ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز مدینہ طیبہ تشریف لانے کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے باب الحجرت میں ابن کلبی اور دوسرے علماء کے اقوال ذکر کر دیے ہیں کہ حضور ﷺ کس تاریخ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے اور اس وقت عجمی مہینوں کے اعتبار سے کون سا مہینہ تھا؟

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے: اِنَّهُ اَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ بَقِيَّةَ شَهْرِ رَبِيعِ الْاَوَّلِ وَ شَهْرَ رَبِيعِ الْاٰخَرِ وَ جُمَادَيْنِ۔ قیاس تو یہ تھا کہ یوں کہا جاتا: شَهْرِيْ جُمَادٰی یا پھر یوں کہا جاتا: بَقِيَّةَ رَبِيعِ وَ رَبِيعًا الْاٰخَرَ جیسا کہ دیگر مہینوں میں لفظ شہر ذکر نہیں کیا لیکن جب کوئی علم کسی مہینہ کا نام بنا دیا جائے تو

کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارادہ قریش مکہ اور بنی ضمرہ بن بکر بن عبدمنافہ بن کنانہ کی طرف نکلنے کا تھا۔ لیکن بنی ضمرہ نے آپ ﷺ سے صلح کا معاہدہ کر لیا۔ جس شخص نے ان کی طرف سے مسلمانوں سے صلح کی وہ بخشی بن عمرو ضمری تھا۔ اس زمانہ میں یہ ان کا سردار تھا۔ اس کے بعد وہ ظرف نہیں بننا اور اقامت یا عمل کا وقوع اس پورے مہینہ میں شمار کیا جاتا ہے مگر جب یوں کہا جائے شَهْرٌ كَذَا (تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اقامت یا کسی عمل کا وقوع پورے مہینہ میں نہیں ہوا)۔ جیسا کہ اس سے پہلے حدیث بعثت کے تحت ہم نے شہر رمضان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ سیبویہ نے یہی کہا ہے۔ پس حضرت ابن اسحاق کا قول جُمَادَيْنِ وَ رَجَبًا (بغیر لفظ شہر کے) اسی اصول پر ہے (کہ ان مہینوں میں اقامت یا کسی عمل کا وقوع پورے مہینہ میں ہے)۔

اور حضرت ابن اسحاق کا قول ہے بَقِيَّةَ شَهْرِ رَبِيعٍ۔ اس میں لفظ شہر اس لئے ذکر کیا کیونکہ عمل اور اقامت مہینہ کے بعض حصہ میں وقوع پذیر ہوئے۔ اسی وجہ سے بَقِيَّةَ رَبِيعٍ الْاَوَّلِ نہیں کہا لیکن آگے چل کر کہا: وَ شَهْرُ رَبِيعٍ الْاَوَّلِ (حالانکہ عمل اور اقامت پورے مہینہ میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں) یہ اس لئے کہا تا کہ کلام ماقبل کے مماثل اور مشابہ ہو جائے۔ یہ ساری باتیں علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی فصاحت پر دلالت کرتی ہیں یا ان سے پہلے شخص کی فصاحت پر دلالت کرتی ہیں اگر انہوں نے اسے باللفظ روایت کیا ہو۔

حضرت ابن اسحاق کا قول ہے: وَ جُمَادَيْنِ وَ رَجَبًا۔ قیاس تو یہ تھا کہ الف لام کے ساتھ الْجُمَادَيْنِ کہا جاتا کیونکہ یہ علم ہے اور علم کا تشبیہ نہیں آتا کیونکہ یہ معرفہ ہوتا ہے مگر اسی صورت میں تشبیہ آسکتا ہے جب یہ معرف باللام ہو جیسے کہا جاتا ہے الْوَيْدَانِ اور الْعُمَرَانِ لیکن حضرت ابن اسحاق نے اپنی فصاحت کے ساتھ اسے اَبَانَيْنِ اور قَنَوَيْنِ کے قائم مقام رکھا ہے۔ یہ دونوں کلمات دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ان پر الف لام داخل نہیں ہوتا کیونکہ ان کی تعریف تشبیہ کے ساتھ زائل نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں ہمیشہ لازم و ملزوم رہتے ہیں اس لئے ان دونوں کا تشبیہ بھی علیت کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ بخلاف دو آدمیوں کے ناموں کے۔ اور جب جمادین ایسے دو مہینے ہیں جو لازم و ملزوم ہیں تو حضرت ابن اسحاق نے زمان میں ان دونوں کو مکان میں اہانین کی طرح بنا دیا اور ان دونوں کو الْوَيْدَانِ اور الْعُمَرَانِ کی طرح نہیں بنایا جن کے درمیان کوئی تلازم نہیں۔ یہی کلام عرب ہے۔ حطیب نے کہا:

بَاتَتْ لَهُ بِكَيْسِبٍ حَرْبَةٌ لَمْلَمَةً وَ طَفَاءُ بَيْنَ جُمَادَيْنِ دَرُودُ
اس عورت نے رات کی شدید ظلمت میں اس کے لئے ٹیلے پر رات گزاری اور جمادین میں خونریز جنگ کی آگ بجھ گئی۔

رسول اللہ ﷺ مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے۔ آپ کو کسی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا پھر حضور ماہ صفر کے باقی دن اور ماہ ربیع الاول کے ابتدائی ایام مدینہ طیبہ میں اقامت گزیر رہے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ پہلا غزوہ تھا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے شرکت فرمائی۔

سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

یہ سب سے پہلا پرچم تھا جو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے باندھا علامہ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مدینہ طیبہ میں اقامت کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کی۔ اس لشکر میں مہاجرین کے ساٹھ یا اسی سوار شریک ہوئے، ان میں کوئی انصاری شامل نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ستاروں کے بارے میں تو عرب کہتے ہیں السَّمَائِکِینَ حالانکہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے السُّرُطَانِ۔ ہم کہیں گے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اسماء میں صفت کا معنی پایا جاتا ہے اور معنی صفت کے وقت یہ آدمیوں میں الحارث اور العباس کے باب سے ہیں۔ مہینوں اور ایام کے بارے میں علیست کے اسرار، اس کی انواع کی تقسیم اور ان کی مراد کے متعلق میں کسی اور مقام پر کلام کروں گا۔ یہاں تو صرف میں حضرت ابن اسحاق کے اس قول کی فصاحت سے متعجب ہوا کہ بقیہ شہر کذا و شہر کذا و جمادین و رجباً و شعبان۔ انہوں نے الفاظ کو وہی مقام دیا ہے جو لغت کے حقائق کو سمجھنے والے ال لغت کے نزدیک ان الفاظ کا مقام ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

غزوہ عبیدہ بن حارث

علامہ ابن اسحاق نے غزوہ عبیدہ میں ذکر کیا ہے کہ مشرکین کا سردار مکرز بن حفص بن اخیف تھا۔ مکرز میم کے کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔ ابن ماکولا نے المؤتلف والمختلف میں ابو عبیدہ النسابہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ وہ میم کے فتح کے ساتھ مکرز کہا کرتے۔ شاید یہ الکریز سے مَفْعَل یا مَفْعَل کا وزن ہے۔ کریز خشک دودھ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے اور دوسرے علماء نے ذکر کیا ہے کہ یہاں اُخِیفِ ہمزہ کے فتح اور خاء کے سکون کے ساتھ ہے۔ ابن ماکولا اکیلے یہ کہتے تھے کہ جس اخیف کا تعلق بنی اسید بن عمرو بن تمیم کے ساتھ ہے جو خشاش تمیمی کا دادا ہے وہ ہمزہ کے ضمہ اور خاء کے فتح کے ساتھ ہے یعنی اُخِیفِ لیکن دارقطنی نے اسے بھی اُخِیفِ کہا جس طرح دیگر علماء نے پہلے اسم میں کہا ہے۔

یہ لشکر روانہ ہوا یہاں تک کہ وادی حجاز میں شنیۃ المرہ کے نیچے جو چشمہ ہے وہاں پہنچا تو اس کا سامنا قریش کے بہت بڑے لشکر سے ہوا۔ دونوں لشکروں کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی۔ صرف اتنا ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس روز تیر چلایا۔ یہ سب سے پہلا تیر تھا جو دور اسلام میں چلایا گیا۔

لشکر اسلام میں شامل ہونے والے مشرکین کے حلفاء

پھر دونوں فریق ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ مسلمانوں کو ایک حمایت حاصل ہوئی۔ وہ یہ کہ مشرکین کے لشکر سے دو شخص مقداد بن عمرو بہرانی جو بنی زہرہ کے حلیف تھے اور عتبہ بن غزوہ بن جابر مازنی جو بنی نوفل بن عبد مناف کے حلیف تھے نکل کر مسلمانوں کی طرف بھاگ آئے۔ یہ دونوں مسلمان تھے لیکن وہ صرف اس لیے لشکر کفار میں شریک ہوئے تاکہ مسلمانوں میں شامل ہونے کا حیلہ کر سکیں۔ اس روز لشکر کفار کا سپہ سالار عمرہ بن ابی جہل تھا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: ابن ابی عمرو بن علاء نے ابو عمرو مدنی سے روایت کیا ہے کہ کفار کا سپہ سالار مرکز بن حفص بن اخیف تھا جو بنی معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر کا ایک فرد تھا۔

اس سریہ کے متعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوہ عبیدہ بن حارث کے بارے میں اشعار کہے لیکن حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ قصیدہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

أَمِنْ طَيْفٍ سَلَّمْنِي بِالْبِطَاحِ الدَّمَانِثِ أَرِقْتُ وَ أَمِرٌ فِي الْعَشِيرَةِ حَاوِثِ

شرح قصیدہ ابی بکر و قصیدہ ابن زبیری و ابی جہل

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک قصیدہ اور ابن زبیری کی طرف سے اس کا جواب ذکر کیا ہے۔ لغت میں زبیری کا معنی بد اخلاق ہے۔ کہا جاتا ہے رَجُلٌ زَبْعَرِيٌّ وَ امْرَأَةٌ زَبْعَرَاءٌ۔ بد اخلاق مرد اور بد اخلاق عورت۔ اور زبیری اس اونٹ کو بھی کہتے ہیں جس کے کانوں اور چہرے پر کثیر چھوٹے چھوٹے بال ہوں۔ یہ زبیر کا قول ہے۔ ان اشعار میں اور ان کے مابعد اشعار میں الذبۃ کا ذکر ہے۔ اس کا معنی ریت کا ٹیلہ ہے اور دال کے ضمہ کے ساتھ الذبۃ

وَ نَحْنُ اُنَاسٌ مِّنْ ذُوَابَةٍ غَالِبٍ لَّنَا الْعِزُّ مِنْهَا فِي الْفُرُوعِ الْاَثَانِثِ
اور ہم تو غالب کی نسل میں سے چوٹی کے لوگ ہیں، ہمیں ان کی بہت سی جمع ہونے والی
شاخوں سے عزت ملی ہے۔

فَاُولٰٓئِیْ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ عَشِیْمَۃٌ حَرَّاجِهِنَّ تُخْدِیْ فِی السَّرِیْحِ الرَّقَائِثِ
میں شام کے وقت رقصاں دراز قد اونٹنیوں کے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں جو بوسیدہ چمڑے
کے موزے پہنے ہوئے ہانگی جاتی ہیں۔

كَادُمٌ ظِبَاءٌ حَوْلَ مَكَّةَ عُكْفٍ یَرِدُنَ حِیَاضَ الْبَثْرِ ذَاتِ النُّوْبَانِثِ
جو گندم گوں پیٹھ اور سفید پیٹ والی ہر نیوں کی طرح مکہ کے آس پاس مقیم ہیں اور نکالی ہوئی
منی والے کنوؤں کے حوضوں پر پانی پینے آتی ہیں۔

لَیْنٌ لَّمْ یُفِیْقُوا عَاجِلًا مِّنْ ضَلَالِهِمْ وَ لَسْتُ اِذَا الْیْتُ قَوْلًا بِحَآئِثِ
اگر وہ جلدی اپنی گمراہی سے ہوش میں نہ آئے اور جب میں کسی بات پر حلف اٹھا لوں تو اس
کو ہرگز نہیں توڑتا

لَتَبْتَدِرْنَهُمْ غَارَةً ذَاتُ مَصْدَقٍ تُحَرِّمُ اَظْهَارَ النِّسَاءِ الطَّوَامِثِ
تو بہت جلد ان پر ایک ایسا سخت حملہ ہوگا جو جوان عورتوں کے پاکی کے ایام کو (بھی ہم
بستری کے لئے مردوں پر) حرام کر دے گا۔

تَغَاوِرُ قَتْلِی تَعْصِبُ الظَّمْرُ حَوْلَهُمْ وَ لَا تَرَأُفُ الْكُفَّارَ رَأْفَ ابْنِ حَارِثِ
وہ (حملہ) مقتولوں کی یہ حالت کر دے گا کہ ان کے ارد گرد پرندے جمع ہو جائیں گے اور وہ
ابن حارث کی طرح کفار پر رحم نہیں کریں گے۔

فَابْلَغْ بَنِیْ سَهْمٍ لَّدَیْكَ رِسَالَةً وَ كُلُّ كَفُورٍ یَّبْتَغِی الشَّرَّ بَآحِثِ
پس (اے مخاطب!) یہ جو تیرے پاس پیغام آیا ہے، یہ بنی سهم اور ہر اس ناقدرے کو پہنچا

شاعر کا قول ہے تُخْدِیْ فِی السَّرِیْحِ الرَّقَائِثِ۔ سریح نعل کے مشابہ ایک چیز ہوتی ہے جو
اونٹوں کے پاؤں پر پہنائی جاتی ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ یہ لمبے قد والے اونٹ اتنی تیزی سے چلتے
ہیں کہ زیادہ سفر کی وجہ سے ان کے پاؤں پر پہنائے گئے نعل بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

دَوْمِی الْاَیْدِ یَخْبِطُنَ السَّرِیْحَا
ہاتھوں سے ہونے والی ہارشیں نعلوں پر گر رہی ہیں

دے جو فساد کی خواہش میں جستجو کرنے والا ہو

فَإِنْ تَشْعَثُوا عَرَضِي عَلَى سُوءِ رَأْيِكُمْ فَإِنِّي مِنْ أَعْرَاضِكُمْ غَيْرُ شَاعِيَةٍ
کہ اگر تم اپنی کم عقلی کے باعث میری عزت پامال کرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری عزتوں کو
خاک میں ملانا نہیں چاہتا۔

ابن زبیری کے جوابی اشعار

ان اشعار کا جواب عبد اللہ بن زبیری نے یوں دیا:

أَمِنْ رَسْمِ دَارٍ أَقْفَرْتُ بِالْعَنَائِثِ بَكَيْتَ بَعَيْنٍ دَمَعُهَا غَيْرُ لَابِثٍ
کیا اس گھر کے کھنڈرات پر، جو ریت کے بے آب و گیاہ ٹیلوں پر ویران ہو چکا ہے تو ایسی
آنکھ سے رو رہا ہے جس کے آنسو تھمتے نہیں۔

وَمِنْ عَجَبِ الْآيَامِ وَالذَّهْرِ كُلِّهِ لَهُ عَجَبٌ مِنْ سَابِقَاتٍ وَ حَدِيثِ
زمانے کے عجائبات میں سے (ایک بات یہ بھی ہے) حالانکہ زمانے کی ساری باتیں قابل
تعجب ہیں، خواہ وہ پرانی ہوں یا نئی۔

لِجَمِيشِ آتَا نَازِي غَرَامٍ يَقْوَدُهُ عُبَيْدَةُ يُدْعَى فِي الْهَيَاجِ ابْنُ حَارِثٍ
(عجائبات زمانہ میں سے ہے) وہ کثیر التعداد لشکر جو (مقابلہ کے لئے) ہمارے پاس آیا
جبکہ اس کی قیادت عبیدہ کر رہا ہے جو جنگ میں ابن حارث کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

لِنَتْرُكَ أَصْنَامًا بِمَكَّةَ عُكْفًا مَوَارِيثَ مَوْرُوْثٍ كَرِيْمٍ لِيُوَارِثَ

شاعر نے عناعث کا ذکر کیا ہے۔ اس کا واحد عنعث ہے۔ یہ اعلیٰ قسم کی ایک گھاس ہے۔ یہ ابو
حنیفہ کا قول ہے اور العین میں ہے کہ عنعث بے آب و گیاہ ریت کے ٹیلے کی سطح کو کہتے ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ علمائے شعر کی ایک جماعت نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ یہ
قصیدہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ منکرین کے اس قول کی صحت کی شہادت اس روایت
سے بھی ہوتی ہے جسے امام عبد الرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عروہ سے اور
انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جھوٹا ہے جو
تمہیں یہ خبر دے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حالت اسلام میں ایک شعر بھی کہا ہو (منعنف
عبد الرزاق)۔ اسے محمد بخاری نے ابو متوکل سے اور انہوں نے عبد الرزاق رحمہم اللہ سے روایت
کیا ہے۔

وہ لشکر اس لئے آیا کہ ہم مکہ میں جمے ہوئے ان بتوں کو چھوڑ دیں جو وارثوں کے لئے عزت والے اسلاف کی میراث ہیں۔

فَلَمَّا لَقَيْنَاهُمْ بَسْرٍ رُّدَيْنَةٍ وَ جُرْدٍ عِتَاقٍ فِي الْعَجَاجِ لَوَاهِثٍ
پھر جب ہم نے ان سے گندم گوں ردینوں یعنی نیزوں اور کم مو، شریف اور گردوغبار میں (دوڑتے ہوئے) ہانپنے والے گھوڑوں کے ذریعے مقابلہ کیا۔

وَ بِيضٍ كَأَنَّ الْيَلْحَ فَوْقَ مُتُونِهَا بَايْدَى كُمَاةٍ كَاللِّيُوثِ الْعَوَانِثِ
اور اپنی سفید تلواروں کے ذریعے جن کی پشتوں پر گویا چربی ہے اور وہ ایسے بہادروں کے ہاتھوں میں ہیں جو شیروں کی طرح فسادی ہیں۔

نُقِيمُ بِهَا إِصْعَارَ مَنْ كَانَ مَائِلًا وَ نَشْفِي الدُّخُولَ عَاجِلًا غَيْرَ لَابِثٍ
ہم ان تلواروں کے ساتھ تکبر سے گردن ٹیڑھی رکھنے والوں کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیتے ہیں اور بغیر مہلت کے (جذبہ) انتقام کو فوری تسلی دیتے ہیں۔

فَكَفُّوا عَلَى خَوْفٍ شَدِيدٍ وَهَيْبَةٍ وَ أَعْجَبَهُمْ أَمْرُ لَهُمْ أَمْرٌ رَائِبٌ
پس وہ سخت خوف اور ہیبت کے مارے رک گئے اور انہیں ایسا طریقہ پسند آیا جیسا کسی کام میں دیر کرنے والا پسند کرتا ہے۔

وَ لَوْ أَنَّهُمْ لَمْ يَفْعَلُوا نَاحَ نِسْوَةٍ أَيَّامِي لَهُمْ مِنْ بَيْنِ نَسَاءٍ وَ طَامِثٍ
اور اگر وہ (دیر) نہ کرتے (اور ہمارے مقابلہ میں آجاتے) تو ان کی بیوہ عورتیں حیض کے دنوں اور حمل کے ابتدائی ایام میں بھی روتی رہتیں۔

وَ قَدْ غَوَّدَتْ قَتْلَى يُخْبِرُ عَنْهُمْ حَفِيٌّ بِهِمْ أَوْ غَافِلٌ غَيْرُ بَاحِثٍ
اور ان کے مقتول اس حالت میں پڑے رہتے کہ ان کے حالات کی جستجو کرنے والا اور جستجو کرنے کے بجائے غفلت میں رہنے والا دونوں ان کے متعلق خبر دیتے۔

فَابْلِغْ أَبَاكَرٍ لَدَيْكَ رِسَالَةً فَمَا أَنْتَ عَنْ أَعْرَاضٍ فَهْرٍ بِمَآكِثِ

ابن زبیری کا قول ہے: بَيْنَ نَسَاءٍ وَ طَامِثٍ۔ نساء عورت کے حمل کو کہتے ہیں جبکہ وہ اپنے ابتدائی ایام میں ہو اور طامث کا لفظ مشہور و معروف ہے۔ کہا جاتا ہے نُسِيتِ الْمَرْأَةُ نَسَاءً۔ یعنی حمل کی وجہ سے عورت کا حیض مؤخر ہو گیا۔ کتاب العین میں یہی مذکور ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رَأَى ابْنَ حَارِثٍ۔ اس سے مراد عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب ہے۔

پس (اے مخاطب!) یہ تیرے پاس جو ایک پیام ہے، یہ ابو بکر کو پہنچا دے کہ بنی فہر کی عزت و آبرو سے تو رکنے والا نہیں۔

وَلَمَّا تَجَبَّ مِنْنِي يَمِينُ غَلِيظَةً تَجَدَّدُ حَرْبًا حَلْفَةً غَيْرَ حَانِثٍ
اور جب کبھی میری کوئی سخت قسم جسے میں توڑنے والا نہیں، واجب العمل ہو جاتی ہے تو ایک نئی جنگ چھیڑ دیتی ہے۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: ہم نے اس قصیدہ کا ایک شعر چھوڑ دیا ہے اور اکثر علمائے شعر اس قصیدے کو ابن زبیری کا کلام نہیں مانتے۔

ابن ابی وقاص سے منسوب اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس روز کی تیر اندازی کے بارے میں یہ اشعار کہے:

إِلَّا هَلْ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ أَنَّى حَمِيتُ صَحَابَتِي بِصُدُورِ نَبِيلِي
سنو! کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی یہ خبر پہنچی کہ میں نے اپنے تیروں کی اینیوں کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی ہے؟

أَذُودُ بَهَا أَوَانِلَهُمْ ذِيَادًا بِكُلِّ حُزُونَةٍ وَ بِكُلِّ سَهْلٍ
میں پتھریلی اور نرم زمین میں ان تیروں کے ساتھ ان کے ہر اول دستے کی مدافعت کرتا رہوں گا۔

فَمَا يَعْتَدُ دَامَ فِي عَدُوِّ بَسَمِهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَبِيلِي
یا رسول اللہ! مجھ سے پہلے کسی تیر انداز نے دشمن کے لئے تیر تیار نہ رکھا۔

غیر منصرف اسماء

ابو جہل کا قول ہے: وَ رَعْنَى مَجْدِي عَنْهُمْ وَ صُحْبَتِي۔ مجدی غیر منصرف ہے کیونکہ یہ علم ہے اور تمام اسمائے معرفہ میں اصل ترک تنوین ہے، نہ کسی اسم ضمیر پر تنوین آتی ہے نہ مبہم پر، نہ معرف باللام پر اور نہ مضاف پر۔ اسی طرح علم میں بھی قیاس یہی تھا۔ پس جب شعر میں علم پر تنوین نہیں آتی تو اس میں یہی اصل ہے کیونکہ اسماء پر تنوین کا دخول اس بات کی علامت ہے کہ وہ اضافت سے جدا ہیں اور جو مضاف نہیں بن سکتا اسے تنوین کی ضرورت نہیں۔ ہم نے تنوین اور امتناع تنوین اور غیر

وَ ذُو حَقِّ آتَيْتَ بِهِ وَ عَدْلٍ
اور یہ اس لئے کہ آپ کا دین سچا دین ہے اور یہ حق اور عدل و انصاف والا دین ہے جو آپ
لے کر تشریف لائے۔

يُنَجِّي الْمُؤْمِنُونَ بِهِ وَ يُخْزِي بِهِ الْكُفَّارُ عِنْدَ مَقَامِ مَهَلٍ
اس دین کے ذریعے اہل ایمان کو نجات ملے گی اور اسی کے باعث کفار لمبی مہلت رہنے کے
مقام میں رسوا ہوں گے۔

فَمَهْلًا قَدْ غَوَيْتَ فَلَا تَغْنِي عَوِي الْحَيِّ وَيَحْكُ يَا ابْنَ جَهْلٍ
پس اے جاہل اے گمراہ قبیلے! ذرا ٹھہر (اور دیکھ تیرا انجام کیا ہوتا ہے)، تجھ پر افسوس ہے، تو
تو گمراہ ہو چکا ہے، اس لئے مجھ پر عیب نہ لگا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اکثر علمائے شعر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف اس قصیدہ
کی نسبت کو نہیں مانتے۔

اسلام کا پہلا جھنڈا

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا
جھنڈا اسلام کا وہ پہلا جھنڈا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان کے لئے باندھا۔ بعض علماء کا
قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ ابواء سے واپس تشریف لائے تو مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے
حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کیا۔

منصرف اسماء پر جر کے اسرار ایک ایسے مسئلہ میں بیان کر دیئے ہیں جسے صرف ہم نے اس باب میں ذکر
کیا ہے۔ ہم وہاں بڑے عجیب و غریب نکلتے لائے ہیں۔ شعر میں علم پر تنوین کے امتناع پر بہت سے
شواہد ہیں۔ سیر اور مغازی کے اشعار میں غور کر کے آپ ان شواہد کو تلاش کر سکتے ہیں۔ کتاب السیرت
میں مذکور اشیاء کی شرح میں ہماری گزارش یہ ہے کہ ہم ان اشعار میں سے صرف ان اشعار کی شرح بیان
کریں گے جن کے الفاظ انتہائی مشکل ہوں یا ان کا اعراب مبہم ہو۔ جس طرح ہم نے کتاب کے
شروع میں اپنی یہ شرط ذکر کر دی ہے۔

کفار کے اشعار کی روایت

لیکن میں یہاں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے صرف ان کفار کے اشعار کی شرح پیش
کروں گا جو بعد میں اسلام لے آئے اور توبہ کر لی جیسے ضرار اور ابن زبیری۔ اکثر اہل علم نے علامہ ابن

سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ

مسلمانوں اور کفار کے درمیان مذاکرہ

رسول اللہ ﷺ نے اسی مقام پر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ کو العیس کی سمت سے سیف البحر (ساحل سمندر) کی طرف روانہ کیا۔ یہ لشکر مہاجرین کے تیس سواروں پر مشتمل تھا۔ ان میں انصار کا کوئی فرد شریک نہ تھا۔ اس ساحل پر اس لشکر کی ملاقات ابو جہل بن ہشام سے ہوئی جس کے ساتھ اہل مکہ کے تین سو سوار تھے لیکن مجدی بن عمرو الجہنی دونوں لشکروں کے درمیان حائل ہو گیا۔ دونوں فریقوں کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات تھے۔ چنانچہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے دور ہو گئے اور ان کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی۔

حضرت حمزہ کا پرچم اسلام کا پہلا پرچم اور اس کے متعلق آپ کے اشعار

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پرچم وہ پہلا پرچم تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان کے لئے باندھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہما دونوں کو اکٹھے روانہ کیا تھا اس لئے لوگوں پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اشعار بھی کہے جن میں آپ ذکر کرتے ہیں کہ ان کا پرچم پہلا پرچم تھا جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا۔ اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے واقعی یہ فرمایا تھا تو پھر ان شاء اللہ انہوں نے سچ ہی کہا ہوگا کیونکہ آپ سچ بات ہی کہہ سکتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سا پہلا پرچم تھا۔ لیکن ہم نے جو بات اہل علم سے سنی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جن کے لئے پرچم باندھا گیا۔ لوگوں کے بیان کے مطابق اس مہم کے بارے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

أَلَا يَا لِقَوْمِي لَلشَّحْلِمْ وَالْجَهْلِ وَ لِلنَّقْصِ مِنْ دَائِي الْوَجَلِ وَلِلْعَقْلِ

اسحاق کے اس فعل کو ناپسند کیا ہے کہ انہوں نے یہاں وہ اشعار بھی شامل کر دیے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی گئی۔ بعض لوگوں نے ان کا مدریش کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ کنزنی حکایت کفر نہیں اور شعر ایک کلام ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ کفر کا کلام اور نبی کریم ﷺ سے ان کی بات

سنو، تعجب ہے میری قوم کے بے اصل خیالات اور جہالت پر اور مردوں کی رائے اور عقل کی کوتاہی پر۔

وَلِلرَّاكِبِينَ بِالْمِظَالِمِ لَمْ نَجْأَ لَهُمْ حُرْمَاتٍ مِنْ سِوَامِ وَلَا أَهْلِ
اور ہم پر ظلم ڈھانے والے سواروں پر (تعجب ہے) جن کے چرنے والے اونٹوں اور گھر
میں رہنے والوں کے محفوظ مقامات میں ہم نے قدم تک نہیں رکھا۔

كَأَنَّا تَبَلَّغْنَا هُمْ وَ لَا تَبَلَّ عِنْدَنَا لَهُمْ غَيْرُ أَمْرٍ بِالْعَفَافِ وَ بِالْعَدْلِ
گویا ہم نے ان سے دشمنی کی ہے حالانکہ ہمیں ان سے پاکدامنی اور انصاف کی نصیحت کے
سوا دشمنی کی کوئی وجہ نہیں۔

وَأَمْرٍ بِاسْلَامٍ فَلَا يَقْبَلُونَهُ وَ يَنْزِلُ مِنْهُمْ مِثْلَ مَنْزِلَةِ الْهَزْلِ
اور اسلام کی تبلیغ (کے سوا کوئی دشمنی نہیں) لیکن وہ اسے قبول نہیں کرتے اور اس تبلیغ کا ان
کے ہاں یا وہ گوئی کا سادرجہ ہے۔

فَمَا بَرِحُوا حَتَّى انْتَدَبْتُ لِغَارَةِ لَهُمْ حِمْتُ حَلُّوا ابْتِغَى رَاحَةَ الْفَضْلِ
پس ان کا یہی رویہ رہا یہاں تک کہ وہ جہاں بھی اترے، میں نے فضیلت کا میدان جیتنے
کے لئے ان پر ہلہ بول دیا۔

بِأَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ أَوَّلُ خَافِقٍ عَلَيْهِ لَوَاءٌ لَمْ يَكُنْ لَاحَ مِنْ قَبْلِي
وہ ایسا معاملہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پہلے پرچم کشتا تھے جیسا پرچم میرے واقعے
سے پہلے کبھی ظاہر نہ ہوا تھا۔

لَوَاءٌ لَدَيْهِ النَّصْرُ مِنْ ذِي كَرَامَةٍ إِلَيْهِ عَزِيزٌ فِعْلُهُ أَفْضَلُ الْفِعْلِ
وہ ایسا پرچم تھا کہ عزت والے غالب معبود کی نصرت اس کے ساتھ تھی جس کا کام ہر کام سے

بازی اور مخالفت کا کلام نثر کی صورت میں روایت کیا جائے یا نظم کی صورت میں۔ ہمارے پروردگار نے
اپنی کتاب عزیز میں سابقہ امتوں کے اپنے انبیاء کے متعلق اقوال اور ان پر طعن و تشنیع کی باتیں حکایت
کیں ہیں۔ اس لئے جو نظم یا نثر حکایت کے طور پر ذکر کی جائے اس میں مقصود زمانہ ماضی کا اعتبار ہوتا
ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ذکر مقصود ہوتا ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت عطا کی اور گمراہی سے نجات
بخشی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لَآنَ يَمْتَلِيْ حَوْفُ أَحَدِكُمْ قَبِيْحًا مَحْمُوْلًا مِنْ أَنْ
يَمْتَلِيْ شِعْرًا (صحیح بخاری، کتاب الشعر۔ صحیح مسلم، کتاب الشعر 10/9/8/7) ترجمہ: تم میں سے

افضل ہے۔

عَشِيَّةً سَارُوا حَاشِدِينَ وَ كُنَّا مَرَّاجِلُهُ مِنْ غَيْظِ أَصْحَابِهِ تَغْلِي
جس شام وہ لشکر جمع کر رہے تھے، حالت یہ تھی کہ ہم میں سے ہر ایک کی دیکیں اپنے مقابل
پر غصے سے ابل رہی تھیں۔

فَلَمَّا تَرَانِنَا أَنَاخُوا فَعَقَلُوا مَطَايَا وَ عَقَلْنَا مَدَى عَرَضِ النَّبْلِ
پھر جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو انہوں نے اپنی سواریاں بٹھا کر ان کے پاؤں باندھ
دیے اور ہم نے بھی تیر کی رسائی کے فاصلے پر (اپنی سواریاں) باندھ دیں۔

فَقُلْنَا لَهُمْ حَبْلُ الْإِلَهِ نَصِيرُنَا وَ مَا لَكُمْ إِلَّا الضَّلَالَةُ مِنْ حَبْلِ
پھر ہم نے ان سے کہا کہ اللہ کی رسی ہماری مددگار ہے اور گمراہی کے سوا تمہارا کوئی سہارا
نہیں۔

فَنَارَ أَبُو جَهْلٍ هُنَالِكَ بَاغِيَا فَخَابَ وَرَدَّ اللَّهُ كَيْدَ أَبِي جَهْلٍ
پھر ابو جہل بغاوت کے جوش میں میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن وہ ناکام رہا اور اللہ تعالیٰ نے ابو جہل
کے مکر و فریب کو خاک میں ملا دیا۔

وَ مَا نَحْنُ إِلَّا فِي ثَلَاثِينَ رَاكِبًا وَ هُمْ مِثَّتَانِ بَعْدَ وَاحِدَةٍ فَضِلْ
حالانکہ ہم صرف تیس سوار تھے اور وہ دوسو، اس کے بعد ایک اور زائد۔

فَقَالَ لَوْيَ لَا تُطِيعُوا غَوَاتِكُمْ وَ فِينَا إِلَى الْإِسْلَامِ وَ النَّهَجِ السَّهْلِ
تو اے بنی لوی! تم اپنے گمراہوں کی پیروی نہ کرو اور اسلام اور آسان راہ کی طرف آ جاؤ۔
فَلَيْتَنِي أَخَافُ أَنْ يُصَبَّ عَلَيْكُمْ عَذَابٌ فَتَدْعُوا بِالنَّدَامَةِ وَ الشُّكْلِ
کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ تم پر عذاب کی بارش ہو، اس وقت تم ندامت اور حسرت کے ساتھ
واو یلا کرو۔

کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا اشعار سے بھرنے سے بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس
حدیث شریف کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ حدیث شریف ان اشعار کے بارے میں جن میں رسول اللہ کی ہجو
کی گئی۔ آپ نے اس شخص کے قول کا انکار کیا جس نے اس حدیث شریف میں تمام اشعار کے بارے
میں عموم پر محمول کیا۔ جب ہم بھی وہی بات کہیں جو اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے مروی ہے تو بے شک اشعار کہنے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا کہ ان سے اپنا پیٹ بھرنے کا

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابو جہل سے منسوب اشعار

ابو جہل بن ہشام نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ اشعار کہے:

عَجِبْتُ لِأَسْبَابِ الْحَفِیْظَةِ وَ الْجَهْلِ وَلِلشَّاعِبِیْنَ بِالْخِلَافِ وَ بِالْبَطْلِ

مجھے تعجب ہے غصے اور جہالت کے اسباب پر اور مخالفت اور باطل امور کے ساتھ فتنہ و فساد

برپا کرنے والوں پر۔

وَ لِلشَّارِکِیْنَ مَا وَجَدْنَا جَدُّوْنَا عَلَیْهِ ذَوِی الْاِخْسَابِ وَالسُّودِ الْجَزْلِ

اور اس (راہ) کو چھوڑنے والوں پر (تعجب ہے) جس پر ہم نے اپنے اعلیٰ کردار والے اور

عظیم سرداری والے آباؤ اجداد کو پایا۔

اَتَوْنَا بِإِفْلَکِکَیْ نَکِیْ یَصِلُوْنَا عُقُولُنَا وَ لَیْسَ مُضِلًّا إِفْکُهُمْ عَقْلَ ذِی عَقْلِ

وہ ہمارے پاس ایک من گھڑت بات لائے تاکہ ہماری عقلوں کو بھٹکائیں لیکن ان کی من

گھڑت بات عقل مند کی عقل کو نہیں بھٹکا سکتی۔

فَقُلْنَا لَهُمْ یَا قَوْمَنَا لَا تُخَالِفُوا عَلٰی قَوْمِکُمْ اِنَّ الْخِلَافَ مَدٰی الْجَهْلِ

تو ہم نے انہیں کہا: اے ہماری قوم کے لوگو! اپنی قوم کی مخالفت نہ کرو، بے شک مخالفت

انتہائی جہالت ہے۔

فَاِنَّکُمْ اِنْ تَفْعَلُوْا تَدْعُ نِسْوَةً لَّهِنَّ بَوَالِیْ بِالرِّزِیَّةِ وَ الشُّکْلِ

پھر اگر تم ایسا کرو گے تو رونا والی عورتیں ہائے مصیبت اور ہائے محرومی پکاریں گی۔

وَ اِنْ تَرْجِعُوْا عَمَّا فَعَلْتُمْ فَاِنَّا بَنُوْا عِبْکُمْ اَهْلُ الْحَفَایِظِ وَ الْفَضْلِ

اور اگر تم اپنے کیے سے تائب ہو جاؤ تو بے شک ہم تمہارے حفاظت کرنے والے اور

فضیلت والے پیچازاد بھائی ہیں۔

فَقَالُوْا لَنَا اِنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا رِضًا لِّذَوِی الْاِخْلَامِ مِنَّا وَ ذِی الْعَقْلِ

عیب لاحق ہو، البتہ حکایت کے طور پر یا لغوی استشہاد کے طور پر کچھ اشعار روایت کرنا اس نہی کے تحت

داخل نہیں ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے یہ کہا کہ یہ حدیث

شریف ان اشعار کے بارے میں ہے جن میں اسلام کی ہجو کی گئی۔ انہوں نے کہا جب شعر کے ایک

مصرعہ کی روایت بھی حرام ہے تو ان سے پیٹ بھرنے کو ہی مذمت کے ساتھ کیسے خاص کیا جاسکتا ہے

لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سے زیادہ عالم ہیں کیونکہ اس قسم کے اشعار میں سے ایک،

انہوں نے ہم سے کہا: بے شک ہم نے محمد (ﷺ) کو اپنے داناؤں اور عقلمندوں کی مرضی کے مطابق پایا ہے۔

فَلَمَّا آتَوْا إِلَّا الْخِلَافَ وَ زَيْنُوا جَمَاعَ الْأُمُورِ بِالْقَبِيحِ مِنَ الْفِعْلِ
پھر جب انہوں نے مخالفت کے سوا اور کوئی بات نہ مانی اور برے افعال کو اپنے اندر جمع کرنے والی باتوں کو مزین کیا۔

تَمَسَّتْهُمْ بِالسَّاحِلَيْنِ بِغَارَةٍ لَا تَرْكُهُمْ كَالْعَصْفِ لَيْسَ بِذِي أَصْلِ
تو میں نے ان پر ساحل سے حملہ کرنے کا قصد کیا تا کہ میں انہیں ایسے بھوسے کی مانند بنا ڈالوں جس کی جڑ نہ ہو۔

فَوَزَعْنِي مَجْدِي عَنْهُمْ وَ صُحْبَتِي وَ قَدْ وَادَرُونِي بِالسُّيُوفِ وَ بِالنَّبْلِ
لیکن مجدی اور میرے دوستوں نے مجھے ان (کے مقابلہ) سے روک لیا حالانکہ انہوں نے تلواروں اور تیروں کے ساتھ میری مدد کی تھی۔

لَا لِي عَلَيْهِمَا وَاجِبٌ لَا نُضِيعُهُ أَمِينٌ قَوَاهُ غَيْرِ مُنْتَكِثِ الْحَبْلِ
اس عہد کے سبب (مجھے رکنا پڑا) جس کو پورا کرنا ہم پر واجب ہے، ہم اسے نہیں توڑتے، اس شخص کی قوتیں قابل اعتماد ہیں اور وہ ان تعلقات کو توڑنے والا نہیں۔

فَقُلُوا ابْنُ عَمْرٍو كُنْتُ غَادِرْتُ مِنْهُمْ مَلَاحِمَ لِلْظُّمْرِ الْعُكُوفِ بِلَا تَبَلٍ
پس اگر ابن عمرو (مجدی) نہ ہوتا تو میں ان سے ایسی جنگ کرتا جو وہاں رہنے والے پرندوں کے لئے فائدہ مند ہوتی اور جس کے بدلہ کا کوئی اندیشہ نہ ہوتا۔

وَ لَكِنَّهُ إِلَى بِلَالٍ فَقُلْصَتْ بِأَيْمَانِنَا حَدَّ السُّيُوفِ عَنِ الْقَتْلِ
لیکن اس (مجدی) نے اس عہد کی قسمیں دیں چنانچہ ہمارے ہاتھوں میں تلواروں کی

دو یا چند اشعار کو بطور حکایت بیان کرنا اس نثر کے قائم مقام ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی (نعوذ باللہ) مذمت کی۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو قول ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اسے ابن وہب نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے لیکن اباحت کے قول کے باوجود ان اشعار میں غور و فکر کرنے اور ان کے معانی میں تتبع کرنے کے بجائے ان سے اعراض کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ دل پر یہ اشعار گراں گزرتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتا ہے خصوصاً اس وقت جب اس قسم کے اشعار اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق کہے جائیں۔

دھاریں قتل کرنے سے کند ہو گئیں۔

فَإِنْ تَبَيَّنَ الْآيَاتُ أَرْجَعُ عَلَيْهِمْ بَيِّنُ رَقَاقِ الْحَدِّ مُحَدَّثَةِ الصَّقْلِ
پھر اگر زمانہ مجھے زندہ رکھے گا تو میں سفید پتلی دھار والی نئی صیقل کی ہوئی تلواروں کے ساتھ
ان پر حملہ کروں گا۔

بَايِدِي حَنَافَةٍ مِّنْ لُّوَيِّ بْنِ غَالِبٍ كِرَامِ الْمَسَاعِي فِي الْجُدُوبَةِ وَالْمَحَلِ
(وہ تلواریں) بنی لوی بن غالب کے ان حمایتیوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو قحط سالی اور
سخت بھوک کے زمانہ میں قابل عزت کوششیں کرنے والے ہیں۔
علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں اکثر علمائے شعران اشعار کو ابو جہل کی طرف منسوب کرنے
سے انکار کرتے ہیں۔

غزوہ بواط

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ ماہ ربیع الاول میں قریش کے تعاقب
میں روانہ ہوئے۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے حضرت سائب بن عثمان بن
مظعون رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: یہاں
تک کہ حضور ﷺ رضوی پہاڑ کے نزدیک بواط کے مقام پر پہنچے۔ پھر حضور ﷺ مدینہ کی
طرف مراجعت فرما ہوئے اور کسی لڑائی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ پھر حضور ﷺ ماہ ربیع الثانی کے
بقیہ ایام جمادی الاخریٰ کے کچھ ایام مدینہ منورہ میں جلوہ فرما رہے۔

غزوہ بواط

بواط ایک بڑے پہاڑ کی دو شاخیں ہیں، ان میں ایک کا نام جلسی اور دوسرے کا نام غوری ہے۔
جلسی میں بنو دینار رہتے ہیں جو بنی کلب بن کثیر کے موالی ہیں۔ انہیں عبدالملک بن مروان کے آزاد
کردہ غلام دینار کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہشام نے اس غزوہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سائب بن مظعون
رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جح
کے بھائی ہیں۔ آپ نے بقول ابن اسحاق غزوہ بدر میں شرکت کی لیکن موسیٰ بن عتبہ نے انہیں اصحاب
بدر میں ذکر نہیں کیا اور جو سائب بن عثمان ہیں وہ ان کے بھتیجے ہیں۔ وہ ابن کلبی کے علاوہ تمام علماء کے
قول کے مطابق غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

غزوہ عَشِيرَة

پھر حضور ﷺ قریش کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

عَشِيرَة کا راستہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: چنانچہ حضور ﷺ نقب بنی دینار سے گزرتے ہوئے فیفاء النخمار پہنچے اور بظہان ابن ازہر کے مقام پر ایک درخت کے نیچے اترے جسے ذات السباق کہا جاتا ہے۔ وہاں نماز ادا فرمائی جہاں آپ ﷺ کی مسجد بنا دی گئی ہے۔ وہاں حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا گیا۔ حضور ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور حضور ﷺ کے ساتھ تمام لوگوں نے کھانا کھایا۔ وہ پھر جن پر ہنڈیا رکھ کر پکائی گئی انہیں وہاں کے لوگ جانتے ہیں۔ وہاں حضور ﷺ کو پانی پیش کیا گیا جسے مشرب کہا جاتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور یسار کے خشک کنوؤں کو پیچھے چھوڑا اور شعبہ کے راستہ پر چلے جسے شعبہ عبد اللہ کہا جاتا ہے۔ اس کا آج بھی یہی نام ہے پھر آپ وادی یسار میں اترے یہاں تک کہ یلیل کے مقام پر

غزوہ عَشِيرَة

اس میں کئی لغتیں ہیں عَشِيرَة، عَشِيرَاء، عُسَيْرَة اور عُسِيرَاء۔ امام حافظ ابوبکر رحمہ اللہ نے مجھے اسی طرح بتایا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ الْعَشِيرَة ہے۔ (صحیح بخاری معلقاً)

عُسَيْرَة اور عُسِيرَاء عسراء اور عسری سے تصغیر کے صیغے ہیں اور جب ان کی تصغیر ترخیم کے طریقہ پر بنائی جائے تو عُسَيْرَة کہا جاتا ہے اور عُسَيْرَة ایک ترکاری ہے جو ساگ کی شکل میں ہوتی ہے پھر اسے چھیلا جاتا ہے تو اسے عَسْرِي کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

وَمَا مَنَعَنَا هَا الْمَاءَ إِلَّا ضَنَانَةً بِأَطْرَافِ عَسْرِي شَوْكُهَا قَدْ تَخَلَّدَا
ہم نے اس سے پانی نہیں روکا مگر عسری کے اطراف میں بجل کی وجہ سے جس کے کانٹے بکھر چکے ہیں۔ اس شعر کا معنی اس حدیث شریف کے معنی کی طرح ہے: لَا يَمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِمَنْعِهِ الْكَلَاءُ (صحیح بخاری، کتاب المساقاة) ترجمہ: فاضل پانی سے نہ روکا جائے کہ اس وجہ سے گھاس کو بھی روک دیا جائے۔ اور شین منقوطہ کے ساتھ عُسَيْرَة عَشْر کے واحد کی تصغیر ہے۔

پہنچے اور وہاں اترے پھر ضبوہ کے مقام پر اترے اور ضبوہ کے کنویں سے پانی نوش فرمایا پھر فرش ملل سے گزرتے ہوئے یمام کے صحراؤں میں سے گزرنے والے راستہ پر پہنچے پھر اس راستے پر چلتے ہوئے وادی یثرب میں واقع عثیرہ کے مقام پر اترے۔ وہاں جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ کے چند روز قیام فرمایا اور بنو مدلج اور ان کے حلفاء بنی ضمرہ سے دوستی کا معاہدہ کیا پھر مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے اور آپ کو کسی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب

اسی غزوہ میں حضور ﷺ نے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا جو فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق فرماتے: ہیں یزید بن محمد بن خثیم محاربلی نے محمد بن کعب قرظی سے انہوں نے ابو یزید محمد بن

علامہ ابن اسحاق نے اس غزوہ میں ضبوہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ فعولۃ کے وزن پر ہے اور ضبعت الابل سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ چلتے وقت اپنی ٹانگوں کو تیزی سے حرکت دے۔ حضور ﷺ ضبوہ کے مقام پر ایک درخت کے پاس اترے جسے ذات الساق کہا جاتا ہے۔ وہاں ایک مسجد بنا دی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے وہاں سے پانی نوش فرمایا جسے مشرب کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن اسحاق سے بکاری وغیرہ کی روایت میں اسی طرح آیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے اس غزوہ میں ملل کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے ملل اس لئے کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے پیدل چل کر آنے والا شخص اس مقام تک بڑی مشقت اور تھکاوٹ کے بعد ہی پہنچتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے بیس میل یا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے خلافت کا ذکر کیا۔ یہ مشہور و معروف کنویں ہیں۔ ابوالولید کے علاوہ دیگر لوگوں نے اسے خاء منقوطہ کے ساتھ خلافت روایت کیا ہے۔ بعض نے اس کی وضاحت یہ کی ہے کہ یہ خلیفۃ کی جمع ہے۔ یہ اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پانی نہ ہو۔ کتاب کی اکثر روایات اسی طرح ہیں۔ واللہ اعلم پھر فرش ملل کا ذکر کیا۔ فرش بقول ابو حنیفہ اس ہموار جگہ کو کہتے ہیں جہاں عرفط، سیال اور سر کے پودے اگتے ہوں۔ یہ ایک میل یا ایک فرسخ تک ہوتی ہے۔ اگر صرف عرفط کے پودے اگیں تو اسے وہط کہتے ہیں اور اگر صرف طلح کے پودے اگیں تو اسے غول کہتے ہیں۔ اس کی جمع خلاف قیاس غیلان آتی ہے اور اگر نصی اور صلیان کے پودے اگیں تو اسے لمعہ کہتے ہیں اور یہ دو میل تک ہوتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب

علامہ ابن اسحاق نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب کے بارے میں دو حدیثیں

خشم سے اور انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں: میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ عثیر میں ساتھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ عثیرہ کے مقام پر اترے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنی مدجن کے چند آدمیوں کو دیکھا جو اپنے ایک پشتے اور کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے ابو یقظان! آئیے ان لوگوں کے پاس چلیں اور دیکھیں کہ وہ کیسے کام کر رہے ہیں؟ میں نے کہا چلیں، چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور کچھ دیر ان کے کام کو دیکھا پھر ہم پر نیند غالب آگئی۔ چنانچہ میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجور کے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے مٹی کے اوپر لیٹ گئے اور سو گئے۔ بخدا پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے پاؤں کو حرکت دے کر ہمیں بیدار فرمایا۔ ہم اس مٹی سے آلودہ ہو چکے تھے جس پر ہم سوئے تھے۔ اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”مَالَكَ يَا أَبَا تُرَابٍ؟“ اے ابو تراب تجھے کیا ہوا؟ کیونکہ حضور ﷺ ان کے جسم پر مٹی دیکھے رہے تھے۔ پھر فرمایا کیا میں تمہیں تمام لوگوں میں سے دو بد بخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی: ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک قوم ثمود کا وہ شخص جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص جو اے غلی! تیرے اس مقام پر ضرب لگائے گا (حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کی چوٹی پر رکھا) یہاں تک کہ اس مقام کے خون سے یہ جگہ بھی رہو جائے گی (یہ فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے آپ کی داڑھی مبارک پکڑی)۔ (مستدرک حاکم)

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی

ذکر کی ہیں لیکن ان دونوں سے وہ روایت زیادہ صحیح ہے جسے امام بخاری نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سویا ہوا دیکھا جبکہ ان کا پہلو خاک آلود تھا۔ حضور ﷺ ان کے پہلو سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے: اے ابو تراب! اٹھو آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد کی طرف چلے گئے تھے۔

(صحیح بخاری، فضائل الصحابہ)

یہ حدیث شریف کا مفہوم ہے اور علامہ ابن اسحاق نے جو حضرت عمار کی حدیث ذکر کی ہے وہ اس کے مخالف ہے مگر اس وقت مخالف نہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو دو مرتبہ اس کنیت سے بلایا ہو، ایک مرتبہ مسجد میں اور ایک مرتبہ اس غزوہ میں۔ واللہ اعلم

الم ترضی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب اس لئے فرمایا کہ جب آپ کسی امر کے متعلق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوتے تو ان سے گفتگو نہیں فرماتے تھے اور ان سے کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہتے بلکہ کچھ مٹی اٹھاتے اور اپنے سر پر ڈال لیتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ آپ پر مٹی دیکھتے تو پہچان لیتے کہ آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہیں۔ حضور فرماتے: مَا لَكَ يَا أَبَا تُرَابٍ؟ اے ابوتراب! کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کنیت کی کون سی وجہ ہے؟

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اسی مہاجرین کے ہمراہ ایک مہم پر روانہ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعد روانہ ہوئے یہاں تک کہ سرزمین حجاز میں خرار کے مقام پر پہنچے پھر واپس لوٹ آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھیجا تھا۔

غزوہ سفوان۔ پہلا غزوہ بدر

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ غزوہ عسیرہ سے واپس تشریف لائے تو

سب سے بڑا بد بخت انسان

علامہ ابن اسحاق نے سب سے بڑے بد بخت انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قوم شمود کا وہ شخص ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ اس کا نام قدار بن سالف ہے اور اس کی ماں فذیرہ ہے۔ یہ ان نواشیخاص میں سے ہے جن کا ذکر سورہ نحل میں ہے۔ میں نے ان کے اسماء کتاب التعریف والا اعلام میں ذکر کر دیے ہیں۔

بنی ضمرہ سے معاہدہ

حضرت ابن اسحاق نے بنی ضمرہ کے ساتھ حضور ﷺ کے معاہدہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ بنو کنانہ کی شاخ بنو لیث کا ایک خاندان ہے اور یہ بنی غفار، بنی نعیلہ ہیں جو ملیل بن ضمرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ معاہدہ کا جو متن ابن اسحاق کے علاوہ دیگر علماء نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

مدینہ طیبہ میں صرف چند راتیں قیام فرمایا جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی۔ یہاں تک کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا، رسول اللہ ﷺ اس کے تعاقب میں نکلے۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ ابن ہشام کا قول ہے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ بدر کے قریب ایک سفوان نامی وادی میں پہنچے لیکن کرز بن جابر تیزی سے آگے نکل گیا۔ حضور ﷺ اس کو نہ پاسکے۔ یہ پہلا غزوہ بدر ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اور جمادی الثانیہ کے باقی ایام اور رجب اور شعبان میں مدینہ طیبہ میں اقامت گزیر رہے۔

سریہ عبداللہ بن جحش اور یسئلونک عن الشهر الحرام کا نزول
آپ کے لئے رسول کریم ﷺ کا خط

غزوہ بدر اولیٰ کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش بن رباب الاسدی رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کیا اور آپ کے ہمراہ اسی مہاجرین بھیجے جن میں انصار کا کوئی آدمی شریک نہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے ایک خط لکھا اور انہیں حکم دیا کہ اسے کھول کر نہ دیکھنا یہاں تک کہ دو دن سفر کر چکو پھر اس خط کو کھول کر پڑھنا اور اس میں دیے گئے حکم کے مطابق عمل کرنا اور اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ سے بنی ضمیرہ کی طرف ہے۔ ان کے اموال اور جانیں محفوظ ہیں، جو شخص ان پر حملہ آور ہو اس کے مقابلے میں ان کے لئے اس وقت تک مدد ہے جب تک سمندر اون کے کھڑے کو تر کرتا رہے گا بجز اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں جنگ کریں اور جب نبی کریم ﷺ انہیں اپنی مدد کے لئے بلائیں گے تو وہ آپ کی دعوت پر لبیک کہیں گے۔ ان پر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور اس کے پیارے رسول کا ذمہ ہے اور یہ مدد ان لوگوں کی خاطر ہے جنہوں نے ان میں سے اطاعت کی اور تقویٰ اختیار کیا۔“

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

لفظ مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جن کے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جرم میں ناک اور کان کاٹے گئے۔ ان کا واقعہ غزوہ احد میں آئے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں لفظ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے رفقاء مہاجرین کے قبیلہ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے یہ تھے: حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور ان کے حلفاء سے حضرت عبداللہ بن جحش، یہ امیر لشکر تھے۔ حضرت عکاشہ بن کھن بن حرثان، یہ بنی اسد بن خزیمہ سے ان کے حلیف تھے، بنی نوفل بن عبد مناف سے حضرت عتبہ بن غزوہ بن جابر۔ یہ ان کے حلیف تھے، بنی زہرہ بن کلاب سے حضرت سعد بن ابی وقاص، بنی عدی بن کعب سے حضرت عامر بن ربیعہ، یہ بنی عنز بن وائل سے ان کے حلیف تھے، حضرت واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع۔ یہ بنی تمیم سے ان کے حلیف تھے، حضرت خالد بن بکیر۔ یہ بنی سعد بن لیث سے ان کے حلیف تھے اور بنی حارث بن فہر سے حضرت سہل بن بیضاء۔

چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دو دن سفر کرنے کے بعد وہ حکم نامہ کھول کر پڑھا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ ”جب تم میرے اس خط کو کھول کر دیکھو تو اپنا سفر جاری رکھو یہاں تک کہ جب مکہ اور طائف کے درمیان بطن نخلہ میں پہنچ جاؤ تو وہاں قریش کا انتظار کرنا اور ان کے حالات سے ہمیں آگاہ کرنا“۔ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ گرامی نامہ پڑھ چکے تو عرض کی میں بسر و چشم حاضر ہوں پھر اپنے رفقاء سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نخلہ کی طرف جاؤں اور وہاں قریش کا انتظار کروں تاکہ میں حضور کو ان کے حالات

مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے یہ عنوان لکھا ہے: صحیحہ الروایۃ بالمناولہ۔ کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَآوَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَحْشٍ كِتَابَهُ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو اپنا گرامی نامہ عطا فرمایا۔ آپ نے اسے دو روز بعد کھولا اور اس میں تحریر شدہ حکم کے مطابق عمل کیا۔ اسی طرح جب کوئی عالم اپنے شاگرد کو کوئی کتاب عطا کرے تو اس کے لئے اس کتاب میں موجود روایت کو آگے روایت کرنا جائز ہے۔ یہ صحیح استدلال ہے مگر آج کل لوگوں نے مناولہ کو ایک اور صورت پر محمول کر دیا ہے کہ طالب علم شیخ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: نَآوَلْنِي كُتُبَكَ ”مجھے اپنی کتابیں عطا کرو“۔ شیخ اسے کتابیں عطا کرتا ہے اور اس کا سامان اپنے پاس روک لیتا ہے پھر طالب علم واپس چلا جاتا ہے اور کہتا ہے حَدَّثَنِي فُلَانٌ مُّنَاوَلَةً۔ یعنی مجھے فلاں نے مناولہ کے طور پر یہ حدیث بتائی۔ یہ روایت اس طریقہ پر اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے ساتھ کتاب نہ لائے اور شیخ نے اسے یہ اجازت نہ دی ہو کہ وہ اس کتاب میں موجود روایات کو اس کی طرف سے روایت کر سکتا ہے۔ جن لوگوں نے مناولہ کی اس صورت کو

سے آگاہ کروں اور مجھے منع فرمایا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کروں، اس لئے تم میں سے جو شہادت کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا مشتاق ہے وہ میرے ساتھ چلے اور جو یہ نہیں چاہتا وہ واپس لوٹ جائے لیکن میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق جا رہا ہوں۔ چنانچہ آپ چلے اور آپ کے ساتھ آپ کے رفقاء بھی چل دیے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

آپ وادی حجاز سے گزرتے ہوئے معدن کے مقام پر پہنچے جو فرع کے اوپر ہے جسے بحران کہا جاتا ہے۔ وہاں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوہ کا ایک اونٹ گم ہو گیا جسے وہ اپنے پیچھے لارہے تھے۔ دونوں حضرات اسے تلاش کرنے کے لئے پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبد اللہ بن جحش اور آپ کے دوسرے رفقاء نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وادی نخلہ میں پہنچ گئے۔ وہاں سے قریش کے ایک قافلہ کا گزر رہا جو کشمش، چمڑا اور قریش کا سامان تجارت اٹھائے جا رہا تھا۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضری بھی شامل تھا۔

حضری کے نسب میں اختلاف

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: حضری کا نام عمرو بن عباد ہے اور اسے مالک بن عباد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ صدف کا ایک فرد ہے اور صدف کا نام عمرو بن مالک ہے جو قبیلہ سکون بن اشرس

درست کہا ہے جو ہم نے ذکر کی ہے ان میں سے ایک حضرت مالک بن انس ہیں۔ ان سے حضرت اسماعیل بن صالح نے روایت کیا انہوں نے اپنے شاگردوں کے لئے کچھ بندھی ہوئی کتابیں نکالیں اور فرمایا: یہ میری وہ کتب ہیں جن کی میں نے تصحیح کی۔ پھر انہیں کہا: تم انہیں مجھ سے روایت کرو۔ حضرت اسماعیل بن صالح نے ان سے عرض کی کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں: حَدَّثَنَا مَالِكٌ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اسماعیل کے اس قصہ کو دارقطنی نے کتاب رواة مالک رحمۃ اللہ علیہ میں روایت کیا ہے۔

حضری کی اولاد

حضرت ابن اسحاق نے عمرو بن حضری کا ذکر کیا ہے۔ یہ تین افراد تھے۔ عمرو، عامر اور علماء۔ علماء جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں اور ان کی بہن صعبہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی والدہ ہے۔ وہ ان کے باپ سے پہلے ابوسفیان بن حرب کے ہاں تھی۔ جب ابوسفیان نے اسے جدا لیا تو اس کے بارے میں یہ شعر کہے:

بن کندہ کا ایک فرد ہے اور اسے کندی بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: نیز عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ مخزومی اور اس کا بھائی نوفل بن عبد اللہ مخزومی اور حکم بن کیسان جو کہ ہشام بن مغیرہ کا آزاد غلام تھا، بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو وہ سہم گئے۔ انہوں نے ان کے قریب ہی پڑاؤ کیا تھا۔ حضرت عکاشہ بن محسن ان کے سامنے ظاہر ہوئے۔ انہوں نے اپنا سر منڈوایا ہوا تھا۔ جب قریش نے آپ کو دیکھا تو انہیں تسلی ہو گئی۔ کہنے لگے کہ یہ لوگ عمرہ ادا کرنے جا رہے ہیں۔ ان کی طرف سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ ان کے بارے میں مسلمان مشورہ کرنے لگے۔ یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ مسلمانوں نے کہا: بخدا آج رات تم اگر انہیں چھوڑ دیتے ہو تو یہ لوگ حدودِ حرم میں داخل ہو جائیں گے اور تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکو گے اور اگر آج تم انہیں قتل کرتے ہو تو تم انہیں شہرِ حرام میں قتل کرو گے۔ چنانچہ مسلمان ان کے بارے میں متردد ہوئے اور ان پر حملہ کرنے سے گریز کرنے لگے لیکن پھر انہوں نے ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جو ہاتھ لگے قتل کر دیا جائے اور اس کا مال چھین لیا جائے۔ واقعہ بن عبد اللہ تميمی نے عمرو بن حضرمی کو تاک کر تیر مارا جس نے اس کا کام تمام کر دیا اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ نوفل بن عبد اللہ ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت عبد اللہ بن جحش اور آپ کے ساتھی اونٹ اور دو قیدیوں کو لے کر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔

وَ اِنِّیْ وَ صَعْبَةٌ فِیْمَا نَرٰی بَعِیْدَانِ وَالْوُدُّ وَدُّ قَرِیْبٌ
جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں ان حالات میں میں اور صعبہ ایک دوسرے سے دور ہیں لیکن ہماری محبت ایک دوسرے کے قریب ہے۔

فَاِنْ لَا یَكُنْ نَسَبٌ لِّاَقِبٍ فَعِنْدَ الْفَتَاةِ جَمَالٌ وَ طِیْبٌ
اگر مشہور و معروف نسب نہیں ہے تو (کیا ہوا) اس لڑکی کے پاس حسن و جمال اور خوش دلی تو موجود

ہے۔
فَمَا لَ قُصَصِیْ اِلَّا تَعَجُّبُوْنَ اِلٰی الْوَبْرِ صَارَ الْغَزَالُ الرَّیْبُ
پس اے آلِ قصی! کیا تم مولے پر متعجب نہیں ہوتے کہ اس کا سوتا بچہ ہرن کا بچہ بن گیا ہے۔
بنیِ حضرمی کے نسب میں اضطراب ہے۔ ایک قول وہی کیا گیا ہے جو ابن اسحاق کا قول ہے

حضرت عبداللہ بن جحش کی اولاد میں سے کسی نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا بے شک جو مالِ غنیمت ہم نے حاصل کیا ہے اس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت میں سے خمس فرض فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے اونٹوں کا خمس علیحدہ کیا اور باقی سارے کا سارا مالِ غنیمت صحابہ کرام میں تقسیم فرمادیا۔

شہر حرام میں جنگ کرنے پر حضور ﷺ کا اظہارِ ناپسندیدگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب مسلمان مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”مَا أَمَرْتُكُمْ بِقِتَالٍ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ“۔ ”میں نے تمہیں یہ حکم تو نہیں دیا تھا کہ تم حرمت والے مہینے میں جنگ کرنے لگو“۔ حضور ﷺ نے اونٹوں اور دونوں قیدیوں کو ٹھہرا دیا اور ان میں سے کوئی چیز لینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو مسلمان سخت پشیمان ہوئے اور خیال کرنے لگے کہ وہ برباد ہو گئے۔ ان کے دیگر مسلمان بھائیوں نے انہیں اس اقدام پر سختی سے جھڑکا۔ ادھر قریش کہنے لگے کہ دیکھو محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کے اصحاب نے حرمت والے مہینے کی حرمت کو پامال کر دیا ہے، اس میں خونریزی کی ہے، مالِ غنیمت لوٹا ہے اور لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ مکہ میں موجود مسلمانوں میں سے جو بھی ان کے پاس آتا وہ یہ کہتا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے ماہِ شعبان میں کیا ہے۔

یہودیوں نے اس واقعہ سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف فالِ بد نکالی۔ وہ کہنے لگے کہ عمرو بن حضرمی کو واقعہ بن عبداللہ نے قتل کیا ہے اور عمرو کا مطلب ہے عَمَرَتِ الْحَرْبُ یعنی میدانِ کارزار برپا ہو گیا۔ حضرمی کا مطلب ہے حَضَرَتِ الْحَرْبُ یعنی جنگ کا موقع آ گیا اور واقعہ بن

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ عبداللہ بن عماد بن ربیعہ ہے اور ابن عیاد اور ابن عباد بھی کہا گیا ہے لیکن جو کچھ حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔ ان کا تعلق صدف سے ہے۔ اسے دال کے کسرہ کے ساتھ صدف بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ابن درید کا قول ہے اور صدف مالک بن مرثع بن ثور ہے اور وہ کندہ ہے اور کندہ کے نام اور اس کے معنی کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اسے ہم نے اس سے پہلے مبعث میں ذکر کر دیا ہے اور صدف کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابن سال بن دغی بن زیاد بن حضر موت ہے اور حضر موت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حمیر بن سبا کی اولاد سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قحطان بن عامر کا چچا ہے۔ واللہ اعلم

عبداللہ کا مطلب ہے وَقَدَّتِ الْحَرْبُ یعنی جنگ کی آگ بھڑک اٹھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی نکالی ہوئی اس فال کو ان کے حق میں کرنے کے بجائے ان کے خلاف بنادیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے متعلق قرآن کریم کا نزول جب حضرت عبداللہ کے اس اقدام کے خلاف لوگوں کی تعداد کثیر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا (البقرة: 217)

”وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے؟ آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اللہ کے نزدیک اور فتنہ (فساد) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے ۱ اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تمہیں تمہارے دین سے اگر بن پڑے ۲
۱۔ یعنی اگر تم نے حرمت والے مہینے میں جنگ کی ہے تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ

اشہر حرام میں تحریم جنگ کی حکمت

علامہ ابن اسحاق نے شہر حرام اور اس میں جنگ کرنے والے صحابہ کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ جو انہوں نے اس ماہ میں خونریزی کی اس پر وہ سخت پشیمان ہوئے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی تحریم ایک ایسا حکم تھا جس پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دور سے عمل چلا آ رہا تھا اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے تھا اور ان اشیاء میں سے تھا جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کی مصلحت کے لئے دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ (المائدة: 97) ترجمہ: ”بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے بقا کا باعث لوگوں کے لئے نیز حرمت والے مہینوں کو“۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں موجود اپنی اولاد کے لئے دعا مانگی تھی جبکہ وہ ایک ایسی وادی میں تھے جس میں کوئی کھیتی باڑی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو شوق و محبت سے ان کی طرف مائل کر دے۔ پس لوگوں پر حج بیت

کفر کرتے کے ساتھ ساتھ تمہیں اس کی راہ سے اور مسجد حرام سے روک دیا تھا اور ان کا تمہیں مسجد حرام سے نکالنا حالانکہ تم اس میں بسنے والے ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کے قتل سے بڑا گناہ ہے، انہیں ان میں سے تم نے قتل کیا۔

۲۔ یعنی وہ ہر مسلمان کو اس کے دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلا کرتے تھے تاکہ اسے ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا دیں، ان کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

۳۔ یعنی پھر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اس سے بھی خبیث تر اور عظیم تر گناہ پر ڈلے ہوئے ہیں، نہ اس سے توبہ کرتے ہیں اور نہ اس سے باز آتے ہیں۔

جب قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس خوف کو دور فرما دیا جس میں وہ مبتلا تھے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ اونٹ اور دونوں قیدی اپنے قبضہ میں لے لیے۔ قریش نے عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ ادا کرنے کے لئے زرفدیہ دے کر اپنے آدمی بھیجے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارا فدیہ قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہمارے دونوں ساتھی یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوہ ان پہنچ جائیں۔ ہمیں ان کے بارے میں تمہاری طرف سے خطرہ ہے۔ اگر تم نے ان دونوں کو قتل کر دیا تو ہم تمہارے ان دونوں ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیں گے۔ چنانچہ جب حضرت سعد اور حضرت عتبہ واپس آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان دو قیدیوں کا فدیہ قبول کر لیا۔

حکم بن کیسان نے تو اسلام قبول کر لیا اور احکام شرعی کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہی ٹھہر گئے یہاں تک کہ بزمعونہ کے حادثہ کے دن آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ لیکن عثمان بن عبد اللہ مکہ واپس آ گیا اور حالت کفر میں ہی اس

اللہ کی فرضیت اہل مکہ کی مصلحت اور ان کی معیشت کی بقا کا باعث بنی پھر اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کو حرمت والا بنا دیا۔ ان میں سے تین مسلسل تھے اور ایک اکیلا اور وہ رجب ہے۔ مسلسل تین مہینوں کو اس لئے حرمت والا بنایا تاکہ مکہ مکرمہ میں آنے والے اور واپس جانے والے حاجی حج کے مہینہ سے ایک ماہ پہلے بھی اور ایک ماہ بعد بھی اتنی مدت تک امن میں رہیں جتنی مدت تک ایک قافلہ عرب شریف کے آخری شہر تک پہنچ کر واپس آ سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اور رجب کی حرمت عمرہ ادا کرنے والوں کے لئے تھی تاکہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے آنے والے امن میں رہیں۔ نصف ماہ آنے کے لئے

کو موت آئی۔

نزولِ قرآن کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کی وہ پریشانی دور ہو گئی جس میں وہ مبتلا تھے تو ان کے دلوں میں اجر کی خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم یہ امید رکھ سکتے ہیں کہ ہماری یہ کوشش جہاد شمار ہو جس پر مجاہدین کو اجر دیا جائے؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (البقرہ)

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں (تو) یہی لوگ امید رکھتے ہیں اللہ کی رحمت کی اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔“
اس طرح اللہ تعالیٰ عزوجل نے انہیں اس کوشش پر بہت بڑے اجر کا امیدوار بنادیا۔
اس بارے میں حدیث زہری اور یزید بن رومان عن عروہ بن زبیر سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن جحش کی بعض اولاد نے ذکر کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو حلال فرمایا تو اس کی اس طرح تقسیم فرمائی کہ چار خمس ان مجاہدین کو دیئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت عطا فرمایا اور ایک خمس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دیا۔ چنانچہ ان اونٹوں کی تقسیم اسی طرح ہوئی جیسے حضرت عبداللہ بن جحش نے تقسیم فرمائی تھی۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ پہلا مال غنیمت تھا جو مسلمانوں کو حاصل ہوا اور عمرو بن حفص پہلا شخص تھا جسے مسلمانوں نے قتل کیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان وہ پہلے افراد تھے جنہیں مسلمانوں نے قیدی بنایا۔

اور نصف ماہ واپس جانے کے لئے کیونکہ عرب کے دور دراز شہروں سے لوگ عمرہ ادا کرنے کے لئے نہیں آتے جس طرح حج ادا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ دیکھئے ہم بھی بلا مغرب سے صرف عمرہ ادا کرنے کے لئے نہیں آتے بلکہ جب ہم عمرہ کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ حج کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور عمرہ ادا کرنے والوں کی سب سے دور منزل پندرہ دن کی مسافت پر ہے اور ان کے پاس غذائی اموال اپنے موسموں پر آتے تھے اور سارا سال ان سے عرب کے بھیڑیے اور ڈاکو دور رہتے اور جب میں عمرہ کے لئے سفر کرنے والوں کو امان مل جاتی۔ یہ اہل عرب کے لئے مصلحت تھی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت

اس سریہ کے بارے میں کہے گئے اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں سریہ عبداللہ بن جحش کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش نے خود یہ اشعار اس وقت کہے جب قریش نے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب نے حرمت والے مہینے کو حلال کر دیا ہے، اس میں خونریزی کی ہے، مال غنیمت لوٹا ہے اور لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ اشعار عبداللہ بن جحش کے ہی ہیں:

تَعْدُونَ قَتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيمَةً وَ اعْظَمُ مِنْهُ لَوْ يَرَى الرُّشْدُ رَاشِدُ
تم ماہ حرام میں قتل کو بڑا گناہ شمار کر رہے ہو حالانکہ اگر کوئی ہدایت یافتہ راہ ہدایت کو دیکھے تو اس سے بھی بڑے گناہ یہ ہیں:

صُدُّوْكُمْ عَمَّا يَقُولُ مُحَمَّدٌ وَ كُفْرُ بِهِ وَاللَّهُ رَاءٍ وَ شَاهِدُ
محمد (ﷺ) کے ارشادات سے تمہاری مخالفت اور آپ سے کفر، اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس کا گواہ ہے۔

وَ اخْرَاجُكُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللَّهِ أَهْلَهُ لِنَلَّا يُرَى لِلَّهِ فِي الْبَيْتِ سَاجِدُ
اور تمہارا اللہ کی مسجد سے اس میں بسنے والوں کو نکال دینا تاکہ بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی سجدہ کرنے والا نظر نہ آئے۔

فَإِنَّا وَ إِن عَيَّرْتُمُونَا بِقَتْلِهِ وَ أَرْجَفَ بِالْإِسْلَامِ بَاغٌ وَ حَاسِدُ
اگرچہ تم نے ہمیں قتل کی عار دلائی اور سرکش اور حسد کرنے والوں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔

تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تدبیر فرمائی اور طریقہ حج کو ملت ابراہیمی پر قائم رکھا اور اس میں تبدیلی نہ آنے دی یہاں تک کہ اسلام کا نور چمکا اور ابتدائے اسلام میں ماہِ رجب میں جنگ کی حرمت کا حکم بدستور قائم رہا۔ پھر آیت سیف نے اسے مباح کر دیا لیکن اشہر حرام کی حرمت بدستور باقی رہی، منسوخ نہ ہوئی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ (التوبة: 36)

ترجمہ: ”ان میں سے چار عزت والے ہیں، یہی دینِ قیم ہے، پس نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنے آپ پر۔“

سَقَيْنَا مِنْ ابْنِ الْحَضَرَمِيِّ رِمَاحَنَا بِنَخْلَةٍ لَمَّا أَوْقَدَ الْحَرْبَ وَأَقْدَ
لیکن ہم نے وادی نخلہ میں ابن حضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا جب واقعہ
نے جنگ کی آگ بھڑکائی۔

دَمًا وَأَبْنُ عَبْدِ اللَّهِ عُثْمَانُ بَيْنَنَا يُنَازِعُهُ غُلٌّ مِّنَ الْقَيْدِ عَانِدُ
عثمان بن عبد اللہ: مارے پاس ہے، تمہے کے خون آلود طوق نے اسے جکڑ رکھا ہے۔

تحويل قبلہ جانب کعبہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف
آوری کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان میں قبلہ تبدیل کیا گیا۔

پس ان مہینوں کی حرمت کی تعظیم باقی ہے۔ اگرچہ ان میں جنگ کو مباح کر دیا گیا ہے۔ اور حضرت عطاء
سے مروی ہے کہ ان مہینوں میں جنگ کی حرمت کا حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہوا۔ باب نسب النبی ﷺ
میں سعد رجب کا ذکر ہو چکا ہے۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے عربوں میں یہ
سنت قائم کی۔

غزوہ بدر الکبریٰ

ابوسفیان کا قافلہ

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان بن حرب قریش کے ایک بہت بڑے قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آرہا ہے جس میں قریش کے اموال اور سامان تجارت ہے۔ اس قافلہ میں قریش کے تمیں یا چالیس افراد تھے جن میں مخرمہ بن نوفل بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ اور عمرو بن عاص بن وائل بن ہشام بھی شامل تھے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو قافلہ کے تعاقب کی دعوت اور ابوسفیان کا خوف

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: محمد بن مسلم زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبد اللہ بن ابی بکر اور یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا اور ہمارے دیگر علماء نے حضرت ابن

غزوہ بدر

بدر ایک کنویں کا نام ہے جسے قبیلہ غفار کی شاخ بنی النار کے ایک بدر نامی آدمی نے کھودا تھا۔ ہم نے اس کتاب میں اس شخص کا قول ذکر کر دیا ہے جس نے کہا کہ وہ بدر بن قریش بن یخلد تھا۔ جس سے قبیلہ قریش کو قریش کا نام دیا گیا اور یونس نے ابن ابی زکریا سے اور انہوں نے شععی سے روایت کیا ہے کہ بدر اس شخص کا نام ہے جو اس کنویں کا مالک تھا۔

اطلاعات کا حصول

فصل: حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان جب وادی حجاز کے قریب آتا تو اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کرتا (كَانَ يَتَحَسَّسُ الْاَخْبَارَ) تحسس جب حاء کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے بذات خود اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور جب جیم کے ساتھ تحسس ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے دوسرے لوگوں کی مدد کے ساتھ اخبار کی چھان بین کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسُّسُوا۔ (صحیح بخاری 24/1، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ: 28، مسند احمد 287/2) یعنی ”نہ دوسرے لوگوں کی مدد سے خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور نہ خود مطلع ہونے کی کوشش کرو“۔

عباس سے روایت کیا، ان سب نے مجھے اس واقعہ کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا ہے اس لئے میں نے جو واقعہ بدر بیان کیا ہے یہ ان سب کے بیان کا مجموعہ ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان شام سے واپس آ رہا ہے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو دعوت دی کہ اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلیں اور فرمایا: هَذِهِ عَيْرُ قُرَيْشٍ فِيهَا أَمْوَالُهُمْ فَأَخْرَجُوا إِلَيْهَا لَعَلَّ اللَّهَ يُنْقِلَكُمُوهَا۔ ”یعنی یہ ہے قریش کا قافلہ جس میں ان کے اموال ہیں، اس کے تعاقب کے لئے نکلو، شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں مرحمت فرمادے“۔ چنانچہ چند حضرات اس کے تعاقب میں نکل پڑے اور کچھ پیچھے رہ گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ابوسفیان جب وادی حجاز کے قریب آتا تو ادھر ادھر سے خبریں معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا اور جو سوار اسے ملتا اس سے پوچھ گچھ کرتا کیونکہ اسے لوگوں کے معاملہ کی فکر لاحق ہوتی تھی یہاں تک کہ اسے کسی سوار کی طرف سے یہ خبر ملی کہ محمد (ﷺ) نے تیرے اور تیرے قافلہ کے تعاقب کے لئے اپنے صحابہ کو روانہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اسے از حد خوف لاحق ہوا۔ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر لیا اور اسے مکہ کی طرف روانہ کیا اور اسے کہا کہ قریش کے پاس جائے اور انہیں اپنے اموال کی حفاظت پر برا بھینختہ کرے اور انہیں اطلاع دے کہ محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کے ہمراہ قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑے ہیں۔ چنانچہ ضمضم بن عمرو بڑی سرعت سے مکہ پہنچا۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: ایک غیر متہم شخص نے حضرت ابن عباس سے اور یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین رات پہلے حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا جس نے انہیں ہراساں کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور کہا: بھائی

عاتکہ کا خواب

علامہ ابن اسحاق نے عاتکہ کے خواب اور اس چہنچہ والے شخص کا ذکر کیا ہے جو بلند آواز سے چیخ کر کہہ رہا تھا: يَا لَعْدَرَا اے دھوکا بازو! لفظ غدڑ اسی طرح غین اور دال کے ضمہ کے ساتھ ہے، یہ غدور کی جمع ہے۔ اس شخص کی روایت صحیح نہیں ہے جس نے اسے دال کے فتح اور راء کے کسرہ کے ساتھ يَا لَعْدَرٍ روایت کیا ہے کیونکہ اس کے ساتھ واحد کوند انہیں دی جاتی اور نداء میں لام استعاضہ اس

جان! بخدا! میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے حد درجہ خوف زدہ کر دیا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی آفت اور مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ آپ اس راز کو محفوظ رکھیں جو میں آپ کو بتانے والی ہوں۔ انہوں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ابطح وادی میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا: اَلَا اَنْفِرُوا يَا اَلْغُدُرُ لِمَصَارِعِكُمْ فِي ثَلَاثٍ۔ ”اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ۔“ میں نے دیکھا کہ لوگ اس شتر سوار کے پاس جمع ہو گئے پھر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اس دوران کہ لوگ اس کے ارد گرد جمع تھے میں نے دیکھا کہ اس کا اونٹ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہے پھر اس نے اسی طرح چیخ کر کہا: ”اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ۔“ پھر میں نے اس کے اونٹ کو جبل ابی قیس کی چوٹی پر کھڑا دیکھا۔ اس نے وہاں بھی وہی نعرہ لگایا پھر اس نے ایک چٹان پکڑی اور اسے لڑھکا دیا، وہ لڑھکتی ہوئی جب پہاڑ کے نیچے پہنچی تو پھٹ گئی اور مکہ کا کوئی ایسا مکان اور گھر نہ تھا جس میں اس چٹان کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔ یہ خواب سن کر حضرت عباس نے کہا بخدا! یہ تو بڑا اہم خواب ہے، اس کو پوشیدہ رکھنا اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرنا۔

خواب کا افشا اور ابو جہل اور حضرت عباس کے مابین گفتگو

پھر حضرت عباس وہاں سے نکلے تو ان کی ملاقات ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ہو گئی۔ یہ ان کا دوست تھا، انہوں نے اس خواب کا ذکر اس سے کیا اور اسے مخفی رکھنے کی تاکید کی۔ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ سے کیا۔ اس طرح یہ راز مکہ میں افشا ہو گیا۔ یہاں تک کہ قریش کی مجلسوں میں بھی اس کا تذکرہ ہونے لگا۔

حضرت عباس کہتے ہیں: میں شام کو بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے گیا تو وہاں ابو جہل کو دیکھا کہ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہے اور وہاں عاتکہ کے خواب کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ جب ابو جہل نے مجھے دیکھا تو کہا: اے ابوالفضل! طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا۔

طرح کی بنا پر داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ انہیں برا بیچتے کرنے کے لئے يَا لَعُدُّرُ اَنْفِرُوا کہہ رہا تھا یعنی اگر تم پیچھے رہے تو تم اپنی قوم کے غدار ہو گے اور لام استغاثہ کو فتح دیا گیا ہے کیونکہ منادی اسم ضمیر کے مقام پر واقع ہوا ہے۔ اسی وجہ سے یہ معنی ہے۔ جب اس پر لام استغاثہ داخل ہوا جو کہ لام جر ہے تو اسے فتح دیا گیا جس طرح لام جر کو فتح دیا جاتا ہے جب وہ اسمائے ضمیر پر داخل ہو۔ یہ ابن سراج کا قول ہے اور

چنانچہ جب میں طواف سے فارغ ہوا تو ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ابو جہل نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”اے بنو عبد المطلب! تم میں یہ نبیہ کب پیدا ہوئی؟ میں نے کہا: تمہارا اس سے کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا میرا مطلب وہ خواب ہے جو عاتکہ نے دیکھا ہے۔ میں نے کہا اس نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا اے بنی عبد المطلب! کیا تم اس پر راضی نہ ہوئے کہ تم میں ایک نبی ظاہر ہوا حتیٰ کہ اب تمہاری عورتوں نے نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے، عاتکہ نے اپنے خواب میں دعویٰ کیا ہے کہ اس شترسوار نے کہا: تین دن کے اندر دوڑ کر نکلو۔ ہم تین دن انتظار کریں گے، اگر اس کی بات سچی ہوئی تو ایسا ہو جائے گا اور اگر تین دن گزر گئے اور ایسا نہ ہوا تو ہم تمہارے خلاف یہ بات لکھ دیں گے کہ ملک عرب میں تمہارا گھرانہ سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔ حضرت عباس کہتے ہیں: بخدا مجھے بے بس ہو کر اس خواب کو جھٹلانا پڑا اور میں نے اس بات کا انکار کر دیا کہ اس نے کوئی چیز دیکھی ہے۔ پھر ہم وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

جب شام ہوئی تو بنی عبد المطلب کی کوئی خاتون ایسی نہ تھی جس نے مجھے آ کر یہ نہ کہا ہو کہ پہلے وہ خبیث فاسق تمہارے مردوں پر الزام تراشی کرتا رہا تو تم نے اسے برداشت کر لیا اب وہ تمہارے خاندان کی خواتین پر بہتان لگا رہا ہے اور تم خاموشی سے سن رہے ہو۔ تم میں اتنی غیرت بھی نہیں کہ اس کا منہ توڑ جواب دے سکو۔ میں نے کہا بخدا! میں نے ایسا کیا ہے، میرے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، اللہ کی قسم! میں ابھی اس کے پاس جاؤں گا، اگر اس نے پھر کوئی ایسی بات کہی تو میں اس کا کام تمام کرنے میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔

فرماتے ہیں: عاتکہ کے خواب کے تیسرے روز میں صبح گھر سے نکلا اور میرا دل غصے کی وجہ سے لوہے کی طرح سخت تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا گویا مجھ سے کوئی ایسا کام رہ گیا ہو جسے حاصل کرنا مجھے بہت محبوب ہو۔ چنانچہ جب میں مسجد شریف میں داخل ہوا تو مجھے، ابو جہل نظر آیا۔ قسم بخدا! میں اسے چھیڑنے کے لئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا تا کہ وہ دوبارہ کوئی اس طرح کی بات

ابو سعید سیرانی نے اس کی ایک اور تعلیل کی ہے جسے طوالت کی وجہ سے ہم نے ذکر کرنا پسند نہیں کیا اور یا لغذر کی شرح میں مذکورہ قول کا دارودار صرف شیخ کی روایت پر اور اس روایت پر ہے جو اس کی اصل میں مذکور ہے اور ابو عبیدہ نے مصنف میں کہا ہے: یا غدر کا مطلب ہے یا غادر اے دھوکہ باز! اور جب اس کی جمع بنائی جائے تو کہا جاتا ہے: یا ال غدر۔ اس خبر میں یہی اصل ہے اور جو اس سے پہلے ذکر ہوا اس میں تغیر ہے۔ واللہ اعلم

کرے جیسی اس نے پہلے کی تھی اور میں اس کا کام تمام کر دوں۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابو جہل بھاگا ہوا مسجد کے دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ اس وقت وہ ایک پھرتیلا، غضبناک چہرے، غضبناک زبان اور غضبناک آنکھوں والا شخص دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی کتنی لعنت برس رہی ہے۔ کیا وہ اس خوف سے بھاگا جا رہا ہے کہ کہیں میں اسے برا بھلا نہ کہوں لیکن درحقیقت بات یہ تھی کہ اس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کی چیخ سن لی تھی جو مجھے سنائی نہ دی۔ وہ وادی کے درمیان اپنے اونٹ پر سوار کھڑا ہوا چیخ رہا تھا۔ اس نے اپنے اونٹ کی ناک اور کان کاٹ دیے تھے، اپنے کجاوے کو الٹا کر دیا اور اپنی قمیص پھاڑ ڈالی تھی اور وہ یہ اعلان کر رہا تھا: ”قافلہ، قافلہ (اپنے اس قافلہ کو بچاؤ) جس پر تمہارے اموال تجارت لدے ہوئے ہیں جو ابوسفیان کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس پر حملہ کرنے کے لئے محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ نے چڑھائی کر دی ہے۔ میرے گمان میں یہ نہیں کہ تم بروقت وہاں پہنچ جاؤ گے۔ فریاد پھر فریاد“۔ اس نئے حادثہ نے مجھے بھی اور اسے بھی اس قدر مشغول کر دیا کہ ہم اس پہلی بات پر توجہ نہ دے سکے۔

روانگی کے لئے قریش کی تیاری

چنانچہ لوگوں نے بڑی سرعت سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ کفار کہنے لگے: کیا محمد (فداہ ابی وائی) اور اس کے صحابہ نے اس قافلہ کو ابن حضرمی والا قافلہ سمجھ رکھا ہے۔ ہرگز نہیں، بخدا! انہیں اس کی حقیقت اس کے برعکس معلوم ہوگی۔ تمام قریش کی حالت دو قسم کے آدمیوں کے درمیان تھی۔ ہر ایک یا تو خود جنگ میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہو رہا تھا یا اپنے قائم مقام ایک جوان کو بھیج رہا تھا اور قریش سب کو جنگ میں حصہ لینے کے لئے مشتعل کر رہے تھے، حتیٰ کہ قریش کے رؤسا میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

مگر ابولہب بن عبدالمطلب پیچھے رہ گیا اور اپنی جگہ پر العاصی بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا۔ ابو

عاتکہ کے خواب میں ہے کہ پھر میں نے اس کے اونٹ کو جبل ابوقبیس پر کھڑا دیکھا۔ اس پہاڑ کو جبل ابوقبیس اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر بنی جریہم کا ایک شخص ہلاک ہوا جس کا نام قبیس بن شالخ تھا۔ اس کا ذکر عمرو بن مفاض کے واقعہ میں ہے۔ جس طرح جبل حنین جس میں قبیلہ حنین آباد ہے۔ اس کا نام حنین بن قالیہ بن مہلیل کے نام پر ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ عمالیق سے تھا۔ البکری نے کتاب معجم ما سئعجم میں اس کا ذکر کیا ہے۔

لہب نے اسے چار ہزار درہم سود پر دے رکھے تھے جو اس کے لئے عاصی کے ذمہ واجب الاداء تھے۔ وہ افلاس کی وجہ سے یہ قرض ادا نہیں کر سکتا تھا۔ ابو لہب نے اس قرض کے بدلے اسے اجرت پر لیا کہ وہ اس کی طرف سے جنگ میں شریک ہو کر قرض کا بدلہ چکا دے۔ اس طرح اس نے عاصی کو بھیج دیا۔ وہ اس کی طرف سے روانہ ہو گیا اور ابو لہب پیچھے ٹھہر گیا۔

عقبہ کی روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ابی نجرح کا بیان ہے کہ امیہ بن خلف نے جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ایک معزز و محترم اور عظیم الجثہ معمر شخص تھا۔ وہ ایک روز اپنی قوم کے درمیان مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس عقبہ بن ابی معیط آیا۔ وہ ایک چھوٹی انگلیٹھی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا جس میں کچھ آگ اور بخور تھے۔ اس نے اسے امیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور کہا: اے ابو علی! آپ دھونی لیں، آپ عورتوں میں سے ہیں۔ امیہ نے کہا: ”اللہ تعالیٰ تیرا بھی بھلا نہ کرے اور اس کا بھی جو تو لایا ہے۔“ راوی فرماتے ہیں پھر عقبہ نے جنگ کی تیاری کی اور لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

قریش اور بنی کنانہ کے مابین جنگ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب لوگ اپنی تیاری سے فارغ ہوئے اور روانگی کا فیصلہ کر لیا تو انہیں اس جنگ کا خیال آیا جو ان کی بنی بکر بن عبد مناة بن کنانہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا: ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ ہم پر پیچھے سے حملہ نہ کر دیں۔ جیسا کہ بنی عامر بن لوی کے ایک شخص کا بیان ہے اس نے محمد بن سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ قریش اور بنی بکر کے درمیان جو جنگ ہوئی وہ بنی معیص بن عامر بن لوی کے ایک شخص حفص بن اخیف کے بارے میں تھی۔ وہ ضجنان کے مقام پر اپنا ایک گم شدہ جانور تلاش کرنے کے لئے نکلا۔ وہ ایک

اللیاط کا معنی

ابن اسحاق نے ابو لہب کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ اس نے اپنی جگہ پر عاصی بن ہشام کو جنگ میں شریک ہونے کے لئے بھیجا۔ وَ كَانَ لَا طَ لَهُ بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَرَهْمٍ (اس نے اسے چار ہزار درہم سود پر دے رکھے تھے)۔ لا ط کا معنی ہے سود پر قرض دینا۔ علامہ خطابی کی غریب الحدیث میں اللیاط کی تفسیر مذکور ہے اور وہ بنی ثقیف کی طرف لکھے گئے خط میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے:

نوخیز لڑکا تھا جس کی پیشانی پر لمبے بال تھے۔ اس نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ ایک خوبصورت پاکیزہ نوجوان تھا۔ وہ عامر بن یزید بن عامر بن ملوح کے پاس سے گزرا جو بنی یمر بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبدمناة بن کنانہ کا ایک فرد تھا۔ وہ ضحنان کے مقام پر تھا۔ اس زمانہ میں وہ بنی بکر کا سردار تھا۔ اس نے اس لڑکے کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس نے اس سے پوچھا: لڑکے! تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں حفص بن اخیف قرشی کا بیٹا ہوں۔ پھر جب وہ لڑکا چلا گیا تو عامر بن یزید نے کہا: اے بنی بکر! کیا تمہارا قریش میں کوئی خون ہے؟ (جس کا بدلہ لینا باقی ہو)؟ انہوں نے کہا: ہاں قسم بخدا! ہم نے ان سے کئی خونوں کا بدلہ لینا ہے۔ اس نے کہا پھر تم میں کون شخص ہے جو اپنے کسی شخص کے بدلے اس لڑکے کو قتل کر دے اور اپنے خون کا بدلہ لے لے؟ چنانچہ بنی بکر کے ایک شخص نے اس لڑکے کا تعاقب کیا اور اپنے اس خون کے بدلے اسے قتل کر دیا جو اس کا قریش کے ذمہ تھا۔ اس بارے میں قریش نے بات چیت کی تو عامر بن یزید نے کہا: اے گروہ قریش! ہمارے تمہارے ذمہ کئی خون کے بدلے ہیں تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو تم ہمارے وہ خون بہا ادا کر دو جو ہمارے تم پر ہیں اور ہم وہ خون بہا ادا کر دیتے ہیں جو تمہارے ہم پر ہیں اور اگر تم چاہو تو اس طرح خون کے بدلے چکا دیے جائیں کہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ اس طرح تم اپنے خون کے بدلے پورے کر لو جو تمہارے ہم پر ہیں اور ہم اپنے خون کے بدلے پورے کر لیتے ہیں جو ہمارے تم پر ہیں۔ اس طرح قریش کے اس قبیلے کے نزدیک اس لڑکے کی قدر و منزلت کم ہو گئی اور وہ کہنے لگے: یہ بات درست ہے کہ آدمی کے بدلے آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے اس لڑکے کا ذکر چھوڑ دیا اور اس کے خون بہا کا مطالبہ نہ کیا۔

راوی فرماتے ہیں: کچھ عرصہ بعد اس لڑکے کا بھائی مکرز بن حفص بن اخیف مرالظہر ان سے گزر رہا تھا۔ اس کی نگاہ عامر بن یزید بن عامر الملوح پر پڑی جو اپنے اونٹ پر سوار تھا۔ جب

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دِينٍ لَا دَهْنَ فِيهِ فَهُوَ لِيَأْطَ مُبْرَأً مِنَ اللَّهِ۔ یعنی جو ان کا ایسا قرض ہو جس میں گروی نہ ہو تو وہ سود ہے اور اللہ تعالیٰ سے بے تعلق اور جدا ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ سود کو لیا ط اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بیع کے ساتھ چمٹا ہوا ہے حالانکہ وہ بیع نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ سود کو لیا ط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مقروض کے ساتھ چمٹ جاتا ہے جو اسے نہ ادا کر سکتا ہے اور نہ اسے معاف کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا اصل معنی لصوف (چمٹنا) ہے۔

اس نے اسے دیکھا تو اس کی طرف بڑھا یہاں تک کہ اپنے اونٹ کو بٹھا دیا۔ عامر اپنی تلوار گردن میں لٹکائے ہوئے تھا۔ مکرز نے اسی کی تلوار اس کی گردن سے اتار کر اسے قتل کر دیا۔ پھر اس نے وہ تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی اور تلوار کی نوک پر اسے اٹھا کر گھر لے آیا اور رات کے وقت وہ تلوار غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکا دی۔ جب صبح ہوئی تو قریش نے عامر بن یزید بن عامر کی تلوار غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکی ہوئی دیکھی۔ انہوں نے اسے پہچان لیا اور کہا کہ یہ عامر بن یزید کی تلوار ہے، مکرز بن حفص نے اس پر حملہ کر کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ پس یہ ان کی بنی بکر کے ساتھ دشمنی تھی۔ وہ اسی جنگ میں مبتلا تھے کہ لوگوں کے درمیان اسلام کا نور چمک اٹھا اور وہ اس میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ قریش نے بدر کی طرف روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر ان کے درمیان بنی بکر کی دشمنی کا ذکر چلا اور انہیں اس کی فکر لاحق ہوئی۔

مکرز بن حفص کے اشعار

مکرز بن حفص نے عامر کے قتل کے بارے میں یہ اشعار کہے:

لَمَّا رَأَيْتُ أَنَّهُ هُوَ عَامِرٌ تَذَكَّرْتُ أَشْلَاءَ الْحَبِيبِ الْمَلْحَبِ
جب میں نے دیکھا کہ یہ وہی عامر ہے تو مجھے اپنے اس محبوب کے کٹے ہوئے اعضاء یاد آ گئے جن کا گوشت لمبائی میں کاٹا گیا۔

المجمرۃ والالوة

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ امیہ بن خلف نے جنگ میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کر لیا اور عقبہ بن ابی معیط اس کے پاس ایک مجمرہ (چھوٹی انگیٹھی) لے کر آیا جس میں آگ اور بخور تھا۔ اس نے کہا آپ دھونی لیں، آپ عورتوں میں سے ہیں۔ مجمرہ وہ برتن ہے جس میں بخور رکھا جاتا ہے اور بخور کو مجمر کہا جاتا ہے۔ اہل جنت کی صفت کے بارے میں حدیث شریف میں ہے: مَجَامِرُ هُمْ الْآلُؤَةُ (ان کے بخور اگر کی لکڑی کے ہوں گے)۔ یہ مجمر کی جمع ہے نہ کہ مجمرہ کی اور الوة تر لکڑی کہتے ہیں۔ اس میں چار لغتیں ہیں: الْوَةُ، الْوَةُ، الْوَةُ، الْوَةُ بغیر الف کے اور لِيَّة۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

ح اشعار مکرز

مکرز کا شعر ہے: تَذَكَّرْتُ أَشْلَاءَ الْحَبِيبِ الْمَلْحَبِ۔ اشلاء کا معنی ہے کٹے ہوئے اعضاء اور الملحہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: لَحَبْتُ اللَّحْمَ یعنی میں نے گوشت کو لمبائی میں کاٹا۔

وَقُلْتُ لِنَفْسِي إِنَّهُ هُوَ عَامِرٌ فَلَا تَرَاهُ فِيهِ وَانْظُرِي أَيَّ مَرْكَبٍ
اور میں نے اپنے نفس سے کہا: بے شک یہ وہی عامر ہے، اس سے تو نہ ڈر اور دیکھ لے یہ کس
قسم کی سواری ہے۔

وَأَيَقُنْتُ أَيُّهُ إِنْ أُجِلَّتْهُ ضَرْبَةٌ مَتَى مَا أُصِيبَهُ بِالْفَرَّافِرِ يَعْطِبُ
اور مجھے یقین ہو گیا کہ اگر میں اپنی تلوار اس پر برساتے وقت اسے کاری ضرب لگاؤں تو وہ
ہلاک ہو جائے گا۔

عَفَضْتُ لَهُ جَائِشِي وَالْقَيْتُ كَلْكَلِي عَلَى بَطْنِ شَاكِي السِّلَاحِ مُجَرَّبٍ
میں نے اس کے لئے اپنا دل کڑا کیا اور ہتھیاروں سے مسلح تجربہ کار سورما پر اپنا سینہ رکھ دیا۔
وَلَمْ أَكُ لَمَّا التَّفْتُ دُوْعِي وَدُوْعَهُ غُصَارَةً هُجِنَ مِنْ نِسَاءٍ وَلَا أَبٍ
اور جب میرا بیجان قلب اور اس کا بیجان قلب ایک دوسرے سے باہم لپٹے تو (ظاہر ہو گیا
کہ) میں نہ عورتوں کی طرف سے دو غلے نطفے کا تھا اور نہ مردوں کی طرف سے۔

حَلَلْتُ بِهِ وَتَرِي وَ لَمْ أَنْسَ دَحْلَهُ إِذَا مَا تَنَاسَى دَحْلَهُ كُلُّ عَيْهَبٍ
میں نے اس سے اپنا بدلہ لے لیا اور میں اپنے انتقام کو اس وقت نہیں بھولتا جب ہر عاجز
اپنے انتقام کو بھول جائے۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: دیگر مقامات پر فرافر کا معنی ہوتا ہے ایسا شخص جو بائیں ہاتھ
سے اسی طرح کام کر سکتا ہو جیسے دائیں ہاتھ سے کرتا ہو اور یہاں اس کا معنی تلوار ہے اور عیب
بے عقل شخص کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی زہرن اور زہر مرغ ہے۔ خلیل کا کہنا
ہے کہ عیب اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے خون کا بدلہ لینے سے عاجز ہو۔

اسے صاحب العین نے ذکر کیا ہے۔

مکرز کا ایک اور شعر ہے: مَتَى مَا أُجِلَّتْهُ الْفَرَّافِرُ يَعْطِبُ۔ ابن ہشام نے فرافر کی تفسیر میں کہا
ہے کہ یہ کسی تلوار کا نام ہے اور میرے نزدیک یہ فَرَفَرُ اللَّحْمِ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گوشت
کا ٹٹا۔ ابو عبید کا شعر ہے:

كَلْبٌ طَسِمٌ وَ قَدْ قَرَّبِيَهُ يَعْلُهُ بِالْحَلِيبِ فِي الْغَلَسِ
طسم کے اس کتے کی طرح جسے دو کوہانوں والی اونٹنی نے اندھیرے میں دودھ کے ساتھ پالا
ہو۔

شیطان اور قریش

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: یزید بن ہارون نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ جب قریش نے جنگ کے لئے روانگی کا فیصلہ کر لیا تو انہیں بنی بکر کی دشمنی یاد آئی۔ قریب تھا کہ انہیں یہ امر اس مہم پر جانے سے روک دیتا اچانک ابلیس ان کے سامنے سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سراقہ بنی کنانہ کے رؤساء میں سے تھا۔ اس نے انہیں کہا: ”میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ بنو کنانہ تمہارے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو تمہیں ناپسند ہو۔“ چنانچہ لشکر کفار بڑی سرعت سے روانہ ہو گیا۔

حضور ﷺ کی روانگی

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رمضان المبارک کی کچھ راتیں گزر چکی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حضور ﷺ پیر کے روز آٹھ رمضان المبارک کو روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام عبد اللہ بن ام مکتوم ہے۔ آپ قبیلہ بنی عامر بن لوی کے ایک فرد تھے۔ پھر حضور ﷺ نے روحاء کے مقام سے حضرت ابولبابہ کو مدینہ کا عامل بنا کر واپس بھیج دیا۔

ایک پرچم اور دو جھنڈے

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار کو پرچم ارزانی فرمایا۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: وہ پرچم سفید رنگ کا تھا۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے دو اور سیاہ رنگ کے جھنڈے بھی تھے۔ ایک جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ اس جھنڈے کا

اَنَحٰی عَلَیْہِ یَوْمًا یُفْرِفِرُہُ اِنْ یُلَیْغُ فِی الدِّمَآءِ یَنْتَہِسِ
ایک روز وہ اس پر جھک کر اس کا گوشت کاٹنے لگا، اگر وہ خون چاٹنے لگے تو اس کا گوشت بھی اس کے دانتوں میں آجائے۔

اور ایک روایت میں یہ لفظ یُسْرُ شِرْہُ ہے۔ عیب بے عقل شخص کو کہتے ہیں اور ز جانور کو بھی عیب کہا جاتا ہے۔

نام عقاب تھا اور دوسرا جھنڈا کی انصاری کے پاس تھا۔

بدری مسلمانوں کے اونٹ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس روز اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاس ستر اونٹ تھے۔ مسلمان ان اونٹوں پر بار باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ اور رسول اللہ ﷺ کے دو آزاد کردہ غلام حضرت ابو کبشہ اور حضرت انسہ رضی اللہ عنہم باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے لشکر کے ساقہ (آخری حصہ) حضرت پر قیس بن ابی صصعہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا جو بنی مازن بن نجار سے تھے اور بقول حضرت ابن ہشام انصار کا پرچم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

بدری کی طرف روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف نقب المدینہ پھر العقیق پھر ذوالحلیفہ اور پھر اولات الجیش کے مقامات سے گزرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ابن ہشام نے ذات الجیش کہا ہے۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر حضور تربان، مل، غمیس الحمام، صخیرات الیمام، السیالہ، فج الروحاء اور شنوکہ کے مقامات سے گزرے۔ یہی درمیانی راستہ ہے پھر جب لشکر

رسول اللہ ﷺ کے پڑاؤ کے مقامات

ابن اسحاق نے عرق الظبیه کا ذکر کیا ہے۔ ظبیه قتادہ (ایک سخت درخت جس کے کانٹے سوئی کی طرح ہوتے ہیں) کے مشابہ ایک درخت ہے جس سے سایہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع ظبیاں آتی ہے۔ اسی طرح بدر کے راستہ میں السیالہ کا ذکر آیا ہے۔ سیال بھی ایک درخت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ درخت سلم (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگتے کے کام آتے ہیں) کا تنا ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

اسلام عرق الطبیہ پہنچا تو وہاں ایک بدوی سے ملاقات ہوئی۔ مسلمانوں نے اس سے کفار کے بارے میں پوچھا لیکن اس کے پاس سے کوئی اطلاع نہ ملی۔ لوگوں نے اسے کہا: اللہ کے رسول کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ اس نے پوچھا: کیا تم میں کوئی اللہ کا رسول بھی ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہاں تم ان کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ پھر وہ کہنے لگا: اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو بتائیے میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ حضرت سلمہ بن سلامہ بن قش بولے، یہ سوال اللہ کے رسول سے نہ پوچھو، ادھر آؤ میں تمہیں اس سے آگاہ کرتا ہوں۔ تم نے اس سے بد معاشی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تجھ سے بچہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا چھوڑو اسے، تم نے اس شخص کو رسوا کر دیا ہے۔ پھر وہ حضرت سلمہ سے منہ پھیر کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

وہاں سے چل کر رسول ﷺ جسے بُر الروحاء بھی کہتے ہیں، آ کر اترے پھر وہاں سے چل کر جب منصرف کے مقام پر پہنچے تو مکہ کے اس راستہ کو بائیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب نازیہ کے راستہ بدر کا قصد فرمایا پھر اسے درمیان سے چیرتے ہوئے رحقان نامی وادی سے گزرے جو نازیہ اور مضیق الصفاء کے درمیان ہے۔ پھر مضیق سے ہوتے ہوئے جب صفراء کے قریب پہنچے تو بنو ساعدہ کے حلیف بسبس بن عمرو الجہنی اور بنی نجار کے حلیف عدی بن ابی زغباء الجہنی کو بدر روانہ کیا تاکہ وہ ابوسفیان بن حرب وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آگے کوچ فرمایا۔ جب حضور ﷺ صفراء کے سامنے تشریف

اور نازیہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ ایک سرسبز وسیع میدان ہے جس میں بڑے بڑے درخت اور چراگا ہیں اور جس روحاء کے مقام پر ہے۔ اسے جسج اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور ہر وہ چیز جو دوسری دو اشیاء کے درمیان ہو وہ جسج ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ هَوَاءَ الْجَنَّةِ سَجَسَجٌ۔ یعنی جنت کی ہوا نہ زیادہ گرم ہوگی اور نہ زیادہ سرد۔ میرے نزدیک یہ السجاج سے ماخوذ ہے اور سجاج غیر خالص دودھ کو کہتے ہیں۔ یعنی ایسا دودھ جس میں پانی کی ملاوٹ زیادہ ہو۔ شاعر کا قول ہے:

وَيَشْرَبُهَا مَزْجًا وَ يَسْقِي عِيَالَهُ سَجَاجًا كَأَقْرَابِ الثَّعَالِبِ أَوْ دَقًا
اور وہ خود پانی ملا شراب پیتا ہے اور اپنے عیال کو پانی ملا دودھ پلاتا ہے خاکستری رنگ کی لومڑیوں کے بچوں کی طرح۔

اور الصفاء کا ذکر آیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی وادی ہے۔

لائے جو دو پہاڑوں کے درمیان ایک گاؤں ہے تو ان دو پہاڑوں کے نام دریافت کیے۔ لوگوں نے بتایا کہ ان میں سے ایک کو مسلح اور دوسرے کو مخبری کہا جاتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے وہاں کے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ بنو تار اور بنو جراق ہیں جو بنی غفار کی دو شاخیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان قبائل کو اور ان کے درمیان سے گزرنے کو ناپسند فرمایا اور ان پہاڑوں کے اسماء اور ان قبائل کے اسماء سے فال لی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو پہاڑوں اور مقام صفراء کو بائیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب ذفران نامی وادی سے گزرتے ہوئے ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔

جہاد کے بارے میں حضرات ابوبکر، عمر اور مقداد رضی اللہ عنہم کی رائے حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے تاکہ وہ اپنے قافلہ کا بچاؤ کر سکے۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ طلب فرمایا اور انہیں قریش کی صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بڑی خوب صورت گفتگو کی۔ پھر حضرت عمر بن

انساب

علامہ ابن اسحاق نے بسبس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی الزغباء کا ذکر کیا ہے جبکہ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تاکہ وہ لشکر قریش کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ مصنف ابی داؤد میں بسبس کی جگہ بسبہ ہے اور ابوداؤد کے بعض راوی کہتے ہیں کہ یہ باء کے ضمہ کے ساتھ بسبہ ہے۔ کتاب مسلم میں اسی طرح مذکور ہے۔ ابن اسحاق نے جہینہ تک اس کا نسب بیان کیا ہے جبکہ ایک اور راوی نے ذبیان تک بیان کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ بسبس بن عمرو بن ثعلبہ بن خرشہ بن عمرو بن سعد بن ذبیان ہے۔ اور جہاں تک عدل بن ابی زغباء کا تعلق ہے تو ابی زغباء کا نام سنان بن سمیع بن ثعلبہ بن ربیعہ بن بذیل ہے۔ اہل عرب میں ذال منقوطہ کے ساتھ بذیل اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ یہ دارقطنی کا قول ہے۔ اس کا پورا نسب یوں ہے: بذیل بن سعد بن عدی بن کاہل بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ اور جہینہ سود بن اسلم (لام کے ضمہ کے ساتھ) بن الحاف بن قضاء کا بیٹا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا: عدی بن ابی زغباء بنی مالک بن نجار کے حلیف تھے، ان کی وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بدر، احد اور خندق کی جنگوں میں شریک ہوئے۔

خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے بھی بڑے خوب صورت انداز میں گفتگو کی پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! تشریف لے چلے جدھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو جواب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا: فَادْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝۱۳۔ (المائدہ) کہ ”جائے آپ اور آپ کا خدا اور ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔“ بلکہ ہم یوں کہیں گے: اِذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُونَ کہ ”تشریف لے چلے آپ اور آپ کا پروردگار اور جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔“ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کلمہ خیر سے نوازا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

فال بد اور قبیح نام کی کراہت

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو پہاڑوں کے پاس سے گزرے۔ ان کے نام دریافت کیے تو بتایا گیا کہ ان میں سے ایک کا نام مسلح اور دوسرے کا نام مخری ہے۔ حضور ﷺ نے ان پہاڑوں کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہ فال بد نہیں ہے جس سے رسول ﷺ نے منع فرمایا بلکہ قبیح نام کی کراہیت کے باب سے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے امراء کی طرف لکھا کرتے تھے: إِذَا أَبَوَدْتُمْ إِلَيَّ بَرِيْدًا فَاجْعَلُوهُ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الْأَسْمِ: (مسند بزار 412/2، مصنف ابن ابی شیبہ 349/12) یعنی ”جب تم میری طرف کوئی قاصد بھیجو تو ایسا شخص بھیجا کرو جو خوب رو بھی ہو اور اس کا نام بھی اچھا ہو۔“ اسے بزار نے بریدہ کے طریق سے ذکر کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک دودھ والی اونٹنی کے بارے میں فرمایا: اسے کون دوہے گا؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: میں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: مرہ۔ آپ نے فرمایا ”بیٹھ جاؤ۔“ پھر ایک اور شخص نے عرض کی میرا نام یعیش ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم دوہو۔“ میں نے یہ حدیث مختصر اذکر کی ہے۔ اس میں کچھ اضافہ بھی ہے جسے ابن وہب نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: میں نہیں جانتا کہ مجھے کچھ کہنا چاہئے یا خاموش رہنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: تم بات کرو۔ انہوں نے عرض کی: آپ نے ہمیں فال پکڑنے سے منع

حضور ﷺ کی انصار سے مشاورت

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَشِيرُوا عَلَيَّ أَيُّهَا النَّاسُ۔ ”اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔“ آپ کی مراد انصار تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار کی تعداد دوسرے لوگوں سے زیادہ تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ بیعت عقبہ کے وقت انہوں نے عرض کی تھی: یا رسول اللہ! بے شک ہم اس وقت تک آپ کے ذمہ سے بری ہیں جب تک آپ ہمارے شہر میں تشریف نہیں لاتے لیکن جب آپ وہاں تشریف لے آئیں گے تو آپ ہمارے ذمہ میں ہوں گے، ہم ہر اس چیز سے آپ کا دفاع کریں گے جس سے ہم اپنے بچوں اور اپنی عورتوں کا دفاع کرتے ہیں۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ یہ اندیشہ ظاہر کر رہے تھے کہ کہیں انصار صرف اس دشمن سے آپ کا دفاع کریں جو مدینہ طیبہ پر اچانک چڑھائی کر دے اور وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ ان پر اپنے شہر سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرنا لازم نہیں لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی تو حضرت سعد بن معاذ رضی

فرمایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے قال نہیں پکڑی بلکہ اچھے نام کو اہمیت دی ہے۔ او کما قال علیہ السلام۔ میں نے موطا امام مالک کی شرح میں بدشگونی کے بارے میں کلام کیا ہے اور عورت، گھوڑے اور گھر سے بدشگونی لینے کے بارے میں جو تحقیق، بیان اور فقہی بحث میں نے ذکر کی ہے الحمد للہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جس نے مجھ سے بڑھ کر اس طرح کی بحث کی ہو۔

مسلم و مخری کے دو پہاڑ

ان دونوں پہاڑوں کے ان دو ناموں کا ایک سبب ہے۔ وہ یہ ہے کہ بنی غفار کا ایک غلام ان پہاڑوں میں اپنے آقا کی بکریاں چرا لیا کرتا تھا۔ ایک روز وہ چراگاہ سے واپس آیا تو اس کے آقا نے اس سے پوچھا: تو کیوں واپس آیا ہے؟ اس نے کہا: إِنَّ هَذَا الْحَبْلَ مُسْلِحٌ لِلْغَنَمِ وَإِنَّ هَذَا الْأَعْوَرَ مُخْرِيٌّ کہ یہ پہاڑ بکریوں کو لید کرانے والا ہے اور یہ دوسرا پہاڑ ان کو پاخانہ کرانے والا ہے۔ چنانچہ ان دونوں پہاڑوں کے یہی نام پڑ گئے۔ میں نے یہ وجہ تسمیہ و قش سے نقل کردہ شیخ جافظ کی تحریر میں دیکھی ہے۔

برک الغماد

حضرت ابن اسحاق نے حضرت مقداد کا قول ذکر کیا ہے کہ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں الخ۔ میں نے بعض کتب تفسیر میں دیکھا ہے کہ اس سے مراد شہر حبشہ ہے۔

اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: اے اللہ کے پیارے رسول! یوں لگتا ہے حضور ہماری رائے پوچھ رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک۔ تو حضرت سعد گویا ہوئے: ”بے شک ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں، ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپ تشریف لائے ہیں وہ حق ہے اور اس پر ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کیے ہیں اور ہم نے آپ کا حکم سننے اور اس کو بجالانے کے پکے پیمانہ باندھے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف لے چلے جدھر آپ کا ارادہ ہے۔ ہم حضور کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اگر آپ ہمیں سمندر کے پاس لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے، ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے، کہ آپ کل ہی دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں، دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ کارنامے دکھائے گا جس سے آپ کی چشم مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس اللہ کی برکت پر آپ روانہ ہو جائیے۔“ حضرت سعد کے ان جذبات کو سن کر رسول اللہ ﷺ کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ پھر فرمایا: سِيرُوا وَابْشِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ وَعَدَنِي إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَاللَّهِ لَكَائِي الْآنَ أَنْظُرُ إِلَى مَصَارِعِ الْقَوْمِ۔ ”روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوش خبری ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔“

اخبار قریش کی جستجو

پھر رسول اللہ ﷺ زافران سے روانہ ہوئے اور اصابا فرنامی پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے دبہ نامی گاؤں میں اترے۔ آپ ﷺ نے حنان کو اپنے دائیں جانب چھوڑ دیا۔ یہ ایک پہاڑ نما بہت بڑا ریت کا ٹیلہ ہے پھر حضور ﷺ نے بدر کے قریب نزول فرمایا۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ

مشرکین کے کنوؤں کو مٹی سے بھر دینا

ان کنوؤں کا ذکر ہوا جنہیں مشرکین نے پانی پینے کے لئے کھودا تھا۔ راوی کا بیان ہے: فَأَمَرَ بِتِلْكَ الْقُلُبِ فَعُورَتْ۔ یعنی حضور ﷺ کے حکم سے ان کنوؤں میں مٹی بھر دی گئی۔ عُورَتْ ایک اچھا کلمہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کنویں عین یعنی چشموں کی شکل میں تھے تو انہیں عین الانس یعنی انسانی آنکھ کے ساتھ تشبیہ دی اور انسانی آنکھ کے بارے میں کہا جاتا ہے: عُورَتْهَا فَعَارَتْ یعنی میں نے

اور ایک صحابی سوار ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں، وہ صحابی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: محمد بن یحییٰ بن حبان کا بیان ہے کہ حضور ﷺ ایک شیخ عربی سے ملے اور اس سے قریش اور محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ کے متعلق دریافت کیا۔ شیخ کہنے لگا میں تمہیں تب بتاؤں گا جب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کس قبیلہ سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ہمیں بتاؤ گے تو ہم بھی تمہیں اپنے متعلق آگاہ کر دیں گے۔ وہ کہنے لگا: کیا ادلے کا بدلہ؟ حضور نے فرمایا: ہاں۔ شیخ نے کہا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ فلاں فلاں دن روانہ ہو چکے ہیں۔ اگر مجھے بتانے والے نے سچ کہا تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے۔“ اس نے اسی جگہ کا نام لیا جہاں رسول اللہ ﷺ پہنچے تھے۔ ”اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ قریش فلاں دن روانہ ہوئے۔ اگر مجھے بتانے والے نے سچ کہا تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے۔“ اس نے اس جگہ کا نام لیا جہاں قریش پہنچے تھے۔ جب وہ اپنی اطلاع سے فارغ ہوا تو اس نے کہا: مِمَّنْ أَنْتُمْ؟ تم کس سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نَحْنُ مِنْ مَّاءٍ۔ ہم ماء (پانی) سے ہیں۔ پھر آپ اس کے پاس سے پلٹ آئے۔ وہ کہنے لگا: مَا مِنْ مَّاءٍ۔ اَمِنْ مَّاءِ الْعِرَاقِ؟ پانی سے ہیں کیا مطلب کیا عراق کے پانی سے؟ ابن ہشام فرماتے ہیں وہ بوڑھا سفیان ضمری تھا۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس واپس تشریف لائے۔ یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرات علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو چند دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ بدر کے چشمہ کی طرف روانہ فرمایا تا کہ وہ آپ ﷺ کے لئے وہاں کی خبروں کی جستجو کریں۔ انہیں قریش کے لئے پانی لے جانے والا ایک قافلہ ملا جس میں بنی حجاج کا غلام اسلم اور بنی عاص بن سعید کا غلام ابو یسار عریض بھی تھے۔ صحابہ کرام ان دونوں کو

اسے کانا کیا تیس وہ کانی ہو گئی، عَوْرَتْهَا نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح کنوؤں کے بارے میں واؤ کے سکون کے ساتھ عَوْرَتْ کہا۔ لیکن جب فعل مجہول ذکر کیا تو عین کو ضمہ دے دیا گیا۔ یہ اس شخص کی لغت پر ہے جو کہتا ہے: قَوْلُ الْقَوْلِ (بات کہی گئی)، بَوَّعَ الْمَتَاعَ (سامان بیچا گیا)۔ یہ ہذیل، بنی اسد کی شاخ بنی دبیر اور بنی نقعس کی لغت ہے۔ دبیر ترخیم کے طریقہ پر ادب کی تصغیر ہے۔ اگرچہ یہ لغت قبیح ہے لیکن یہاں واؤ کی حفاظت کے لئے بہتر ہے کیونکہ اگر عَوْرَتْ کہا جاتا تو واؤ قائم نہ رہتی اور نظر و فکر کے بغیر یہ

لائے اور ان سے سوالات کئے جبکہ رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ ان دونوں نے بتایا: ہم قریش کے لئے پانی لے جانے والے ہیں، انہوں نے ہمیں اپنے لئے پانی پلانے کے لئے بھیجا ہے۔ صحابہ کرام نے ان کی بات نہ مانی اور خیال کیا کہ شاید وہ ابوسفیان کے ملازم ہیں۔ اس لئے انہوں نے انہیں زد و کوب کی اور جب انہیں بہت تنگ کیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے ملازم ہیں۔ اس پر صحابہ کرام نے انہیں چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا، دو سجدے کیے اور سلام پھیر دیا اور فرمایا: إِذَا صَدَقَاكُمْ ضَرْبَتْوَهُمَا وَ إِذَا كَذَبَاكُمْ تَرَكَتُوهُمَا۔ صَدَقَا وَاللَّهِ إِنَّهُمَا لِقُرَيْشٍ، أَخْبِرَانِي عَنْ قُرَيْشٍ؟ ”جب ان دونوں نے تم سے سچ کہا تو تم نے انہیں مارا اور جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ قسم بخدا! انہوں نے سچ کہا، بے شک وہ قریش کے غلام ہیں“ (پھر ان دونوں کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا: ”مجھے قریش کے متعلق آگاہ کرو“۔ ان دونوں نے بتایا: قسم بخدا! وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو العدو القصویٰ (دور کے ناکہ) پر نظر آ رہا ہے۔ وہ ٹیلا عقیقل تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: وہ لوگ کتنے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بہت سے ہیں۔ پوچھا ان کی تعداد کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: ہمیں معلوم نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: کسی دن نو اور کسی دن دس۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ان میں قریش کے سربراہ اور وہ لوگوں میں کون کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی بن نوفل، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابو جہل بن ہشام، امیہ بن خلف، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود۔ پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: هَذِهِ مَكَّةُ قَدْ آَلَقْتُ إِلَيْكُمْ أَفْلَاحَ كَبِدِهَا: ”دیکھو مکہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیے ہیں۔“

معلوم نہ ہوتا کہ یہ العود سے مشتق ہے جیسا کہ عید کے لفظ میں جمع بناتے وقت یاء کو قائم رکھتے ہوئے اس کی جمع اعیاد بنائی جاتی ہے لیکن ریاح کی جمع ارواح میں انہوں نے قیاس کو ترک کر دیا حالانکہ اریاح بنی اسد کی لغت ہے۔ (عمیرت کو عودت اس لئے پڑھا جاتا ہے) تاکہ چشمہ کے معنی پر لفظی دلالت بھی قائم رہے اگرچہ یہ العودہ سے مشتق ہے۔ اس پر القول اور اس میں واؤ کی محافظت کو قیاس کر لیں۔ اسی طرح اہل عرب نے سُبُوخ اور قُلُوس میں ضمہ کو قائم رکھا حالانکہ قیاس کے مطابق یہ فاء کلمہ کے

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء چلتے چلتے بدر میں جا پہنچے، وہاں پانی کے قریب ایک ٹیلے کے پاس اونٹ بٹھائے پھر مشک لے کر اس میں پانی بھرنے لگے۔ مجدی بن عمرو بھی پانی کے پاس ہی تھا۔ عدی اور بسبس نے وہاں دونو خیز لڑکیوں کی آوازیں سنیں جو ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے پانی کی طرف آرہی تھیں۔ جس عورت کو دوسری نے پکڑا ہوا تھا وہ ساتھ والی سے کہہ رہی تھی: قافلہ کل یا پرسوں آئے گا، میں ان کے پاس مزدوری کر کے تیرا قرض ادا کر دوں گی۔ مجدی نے کہا: تم نے سچ کہا، یوں ان دونوں کے درمیان بیچ بچاؤ کر دیا۔ عدی اور بسبس نے یہ باتیں سن لیں۔ وہ دونوں اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا اس کی اطلاع دی۔

ابوسفیان کا قافلے سمیت فرار

ادھر ابوسفیان احتیاط کے ساتھ قافلے سے آگے نکل آیا اور آ کر پانی کے پاس اتر ا۔ اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا: کیا تو نے کسی کی آہٹ سنی ہے؟ اس نے کہا: میں نے کسی اجنبی کو نہیں دیکھا البتہ میں نے دو سوار دیکھے ہیں جنہوں نے اپنے اونٹ اس ٹیلے کے پاس بٹھائے اور مشک میں پانی بھر کر چلے گئے۔ ابوسفیان ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ آیا اور ان کے اونٹوں کی میٹگنیاں اٹھا کر توڑیں تو ان میں کھجور کی گٹھلیاں تھیں۔ یہ دیکھ کر بولا: قسم بخدا! یہ تو شراب کے چارے کے لیدنے ہیں۔ وہ تیزی سے اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگا اور اپنے اونٹوں کے منہ پر ضرر میں لگا کر انہیں راستے سے پھیر دیا اور ساحل سمندر کی طرف نکل گیا اور بدر کو اپنی بائیں جانب چھوڑ کر تیزی سے روانہ ہو گیا۔

جہیم بن صلت کا خواب

قریش آئے اور جب جہم میں اترے تو جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے ایک خواب دیکھا اور کہا: میں نے اس حالت میں دیکھا ہے جو سونے والا دیکھتا ہے۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھڑ سوار آ رہا ہے، وہ میرے پاس آ کر ٹھہر گیا، اس کے ساتھ اس کا ایک اونٹ بھی تھا پھر اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف اور فلاں فلاں قتل کر دیے گئے۔ اس نے ان رؤسائے فتنہ کے ساتھ فَعُول کے وزن پر آنا چاہیے جیسے تَنُوم اور شَبُوط وغیرہ لیکن انہوں نے دونوں ضمیں کو قائم رکھا تا کہ الْقُدَس، السُّبْحَاتُ اور سُبْحَانَ اللہ: کا لفظی اعراب سلامت رہے۔ ان دونوں

قریش کے نام لگے دیے جو بدر کے روز قتل ہوئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کے سینے پر شراب لٹائی اور اسے لشکر میں چھوڑ دیا۔ لشکر کے خیموں میں سے کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جہاں تک اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔ یہ خبر ابو جہل تک پہنچی تو اس نے کہا: یہ بنی مطلب کا ایک اور بی بی ہے۔ اگر قتل مقابلہ ہوا تو اسے پتہ چل جائے گا کہ مقتول کون ہے۔

ابوسفیان کا جنگ کا ارادہ نہیں تھا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب ابوسفیان نے خیال کیا کہ اس نے اپنے قافلہ کو محفوظ کر لیا ہے تو اس نے قریش کو یہ پیغام بھیجا کہ تم صرف اپنا قافلہ، آدمی اور مال بچانے کے لئے نکلے تھے تو اللہ نے اسے بچا لیا ہے۔ اس لیے تم واپس لوٹ جاؤ۔ لیکن ابو جہل بن ہشام نے کہا: بخدا! ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ ہم بدر پہنچ جائیں۔ بدر عرب کے میلوں میں سے ایک میلے کا مقام تھا جہاں ان کے لئے ہر سال بازار لگتا تھا۔ اس نے کہا ہم وہاں تین دن قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے، کھانا کھلائیں گے اور شراب پلائیں گے، ہماری کنیریں ہمارے سامنے گیت گائیں گی، سارا عرب ہمارے متعلق اور ہمارے سفر اور ہمارے لشکر کے متعلق سنے گا پھر وہ ہمیشہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ اس لئے بڑھتے چلو۔

بنی زہرہ کی واپسی

اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی جو بنی زہرہ کا حلیف تھا، اس نے جھگڑے کے مقام پر ہی کہا: اے بنی زہرہ! اللہ نے تمہارے اموال بھی بچا لیے ہیں اور تمہارے ساتھی مخرمہ بن نوفل کو بھی نجات بخشی ہے۔ تم گھروں سے اس لئے نکلے تھے کہ مخرمہ کو بچاؤ اور اپنے مال کی حفاظت کرو۔ تم بزدلی کا الزام مجھ پر عائد کر دو اور واپس چلو کیونکہ نقصان نہ ہونے کی صورت میں تمہیں نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس شخص یعنی ابو جہل کی باتوں میں نہ آؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور بنی زہرہ کا کوئی فرد جنگ میں شریک نہ ہوا۔ انہوں نے اخنس کی اطاعت کی اور وہ ان میں قابل اطاعت شخص تھا۔ قریش کی کوئی ایسی شاخ نہ تھی جس میں کچھ لوگ (جنگ کے لئے) نہ نکلے ہوں۔ البتہ بنی عدی بن کعب سے کوئی آدمی نہ نکلا۔ بنی زہرہ اخنس بن شریق کے ہمراہ واپس چلے گئے۔ اس طرح ان دونوں قبیلوں سے کوئی شخص بدر میں حاضر نہ ہوا۔ لشکر قریش آگے بڑھتا اسما کے ساتھ متکلم زبان سے نکلنے والے پہلے حرف کے ساتھ ہی القدس اور سبحان کے معنی کا شعور دلاتا ہے۔ جب ہم نے اس کی بہت سی نظائر ذکر کر دی ہیں تو اس کی غرض و غایت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

گیا۔ حضرت ابو طالب کے بیٹے طالب بھی اس لشکر میں شریک تھے۔ قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی، انہوں نے کہا: بخدا! اے بنی ہاشم! ہم جانتے ہیں کہ اگرچہ تم ہمارے ساتھ نکل آئے ہو لیکن تمہاری قلبی ہمدردیاں محمد (ﷺ) کے ساتھ ہیں۔ یہ بات سن کر طالب اپنے کئی ساتھیوں کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ گیا۔ طالب بن ابی طالب نے یہ شعر کہے:

لَا هُمْ إِمَّا يَغْزُونَ طَالِبٌ فِيْ غُصْبَةٍ مُّخَالِفٌ مُّحَارِبٌ
فِيْ مِقْنَبٍ مِّنْ هَذِهِ الْمَقَانِبِ فَلَيْكُنِ الْمَسْلُوبُ غَيْرَ السَّالِبِ
وَلَيْكُنِ الْمَغْلُوبُ غَيْرَ الْغَالِبِ

”اے اللہ! اگر طالب کسی لشکر کے ساتھ اس حالت میں نکلے کہ وہ مخالفت کرنے والا اور جنگ کرنے والا ہو اور ان گروہوں میں سے کسی گروہ میں نکلے تو وہ ایسا شخص ہو کہ اس سے مال چھینا جا رہا ہو نہ کہ وہ مال چھیننے والا ہو اور وہ مغلوب ہو نہ کہ غالب۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: شاعر کا قول فلیکن المسلوب اور ولیکن المغلوب کئی روایت شعر سے مروی ہے۔

مسلمانوں اور قریش کا پڑاؤ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ وادی کے دور افتادہ کنارے پر عقیقل اور بطن وادی کے پیچھے اترے۔ اس بطن وادی کا نام یلیل ہے جو بدر اور عقیقل کے درمیان واقع ہے۔ عقیقل اس نیلے کا نام ہے جس کے پیچھے قریش اترے۔ سر۔

چند کلمات کی وضاحت

ابو جہل کا قول مذکور ہوا: قُمْ فَانْشُدْ حُفْرَتَكَ یعنی قریش سے مطالبہ کر کہ وہ تجھے پناہ دینے میں وفا کریں گے کیونکہ وہ ان کا حلیف اور پڑوسی تھا۔ کہا جاتا ہے حُفْرَتُ الرَّجُلِ حُفْرَةٌ۔ یعنی میں نے اس شخص کو پناہ دی۔ خیر کا معنی پناہ دینے والا ہے (۱) عدی بن زید عبادی کا شعر ہے:

1۔ حفر (خاء فاء اور راء) کے دو معانی ہیں: ایک حیاہ اور دوسرا محافطت یا اس کی ضد۔ پہلے معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے: حُفْرَتُ الرَّجُلِ یعنی عورت کو حیاہ آئی۔ اس سے صفت کا صیغہ حُفْرَةٌ (باحیا عورت) آتا ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے: حُفْرَتُ الرَّجُلِ حُفْرَةٌ وَ كُنْتُ لَهُ حُفْرِيًّا۔ ”میں نے اس آدمی کو پناہ دی۔ پس میں اس کے لیے پناہ دینے والا تھا۔“ اسی سے ہے: تَحْفَرْتُ بِفُلَانٍ۔ میں نے فلاں سے پناہ طلب کی۔ اور کہا جاتا ہے: أَخْفَرْتُهُ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جس آپ کسی کے ساتھ ظہیر (محافظ) بھیجیں اور اس کے متضاد معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے أَخْفَرْتُ الرَّجُلَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی کی عید منگنی کریں۔ (مقاییس اللغات ۲/ ۲۰۳)

پرانے کنویں مدینہ طیبہ کی جانب بطن یلیل کے دور افتادہ کنارے پر واقع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی، اس وادی کی زمین نرم تھی۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بارش سے یہ فائدہ ہوا کہ زمین پختہ ہوگئی اور مسلمانوں کے لئے چلنے میں رکاوٹ دور ہوگئی لیکن بارش کی وجہ سے قریش کو یہ نقصان ہوا کہ ان کے لئے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ قریش سے پہلے تیزی سے پانی کے کنوؤں کی طرف بڑھے اور ان کے پاس پہنچ کر وہیں نزول فرمایا۔

حضرت حباب رضی اللہ عنہ کا مشورہ

ابن اسحاق فرماتے ہیں بنی سلمہ کے بعض افراد سے مجھے خبر ملی کہ حضرت حباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ نے عرض کی؟ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اس جگہ پر اترنے کا خیال کیا ہے، کیا یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے جس سے ہم آگے جاسکتے ہیں نہ اس سے پیچھے رہ سکتے ہیں یا یہ رائے ہے، جنگ ہے اور جنگی چال ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ رائے ہے، جنگ ہے اور جنگی چال ہے۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ پھر یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں، لوگوں کے ساتھ اٹھیے، ہم آگے بڑھ کر اس کنویں کے پاس اتریں جو قریش سے بہت قریب ہے پھر اس کے علاوہ سارے کنویں بند کر دیں اور وہاں ایک حوض بنا کر اسے پانی سے بھر لیں پھر قریش سے جنگ کا آغاز کریں۔ اس طرح ہم تو پانی پی سکیں گے لیکن دشمن کو پانی نہیں مل سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ أَشَرْتُ بِالرَّأْيِ ”تم نے بڑی صائب رائے دی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ تمام لوگ اٹھے اور آگے بڑھ کر قریش کے قریبی کنویں کے پاس پہنچے اور وہاں پڑاؤ کیا پھر دوسرے کنوؤں کو بھر دینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ تمام کنوؤں کو پاٹ دیا گیا اور جس کنوئیں کے پاس پڑاؤ کیا اس پر حوض بنادیا گیا اور اسے پانی سے بھر دیا گیا اور لوگوں نے اس میں برتن ڈال دیے۔

مَنْ رَأَيْتَ الْآيَّامَ خَلَدْنَ أَمْ مَنْ دَا عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يُضَامَ عَفِيرٌ
”تو نے کس شخص کو دیکھا جسے زمانے نے دوام بخشا ہو یا کون سا ایسا شخص ہے جسے ظلم و ستم سے کوئی پناہ دینے والا ہو۔“

راوی کا قول ہے: حَقِيبَةُ الْحَرْبِ ”جنگ شدت اختیار کر گئی“۔ جب کوئی معاملہ سخت ہو جائے اور اس کے متعلق سارے راستے تنگ ہو جائیں تو کہا جاتا ہے: حَقِيبَ الْأَمْرِ۔ یہ حَقِيبُ

رسول اللہ ﷺ کے لئے عریش کا انتظام

ابن اسحاق فرماتے ہیں: عبد اللہ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ انہیں خبر ملی کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”اے اللہ کے نبی! کیا ہم آپ کے لئے عریش (چھپر) نہ بنادیں تاکہ حضور اس میں قیام فرمائیں اور حضور کی سواری کے لئے وہاں اونٹ بھی تیار کھڑے ہیں۔ پھر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عزت عطا فرمادے اور دشمن پر فتح عطا فرمادے تو ہمارا مقصد پورا ہو گیا جو ہم چاہتے تھے اور اگر دوسری صورت پیدا ہو جائے تو حضور اونٹوں پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ساتھ مل جائیں جو ہمارے پیچھے ہیں، یا رسول اللہ ﷺ آپ بہت سے ایسے لوگ پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں کہ ہم آپ کی محبت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ اگر انہیں خیال ہوتا کہ آپ جنگ کرنے جا رہے ہیں تو وہ آپ سے پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ کی حفاظت فرمائے گا، وہ حضور کے خیر خواہ رہیں گے اور حضور کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس رائے پر ان کی بہت تعریف کی اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے لئے عریش بنادیا گیا جس میں حضور ﷺ تشریف فرما رہے۔

قریش کی روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: قریش کا لشکر بھی سویرے سویرے آگے بڑھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں عقیقل سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا، یہ وہ ٹیلہ ہے جس کے راستے وہ وادی بدر میں اترے، تو عرض کی: اَللّٰهُمَّ هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ اَقْبَلَتْ بِخِيَلَانِهَا وَفَخْرِهَا، تُحَادِّثُ وَتُكْذِبُ رَسُوْلَكَ، اَللّٰهُمَّ فَنَصْرَكَ الَّذِي وَعَدْتَنِيْ، اَللّٰهُمَّ اَحْنَهُمُ الْغَدَاةَ۔ ”اے اللہ! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے تکبر سے اور فخر سے چلا آ رہا ہے تاکہ تیرے ساتھ ٹکرائے اور تیرے رسول کو جھٹلائے۔ اے اللہ! اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اے اللہ! کل ان کو ہلاک کر دے۔“

عتبہ بن ربیعہ اپنی قوم کے درمیان سرخ اونٹ پر سوار تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھ لیا البعیر سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ کا تنگ (زین یا پالان کسنے کا چوڑا تسمہ) سخت ہو جائے اور اپنی جگہ سے ہٹ کر اس کے پیٹ کے نیچے تک پہنچ جائے جس سے اونٹ کے پیشاب کا راستہ تنگ ہو جائے۔

ابو جہل کے بارے میں عتبہ کا قول ہے: سَيَعْلَمُ مُصَفِّرُ اسْتِهِ مَنْ انْتَفَخَ سَحْرُهُ۔

اور فرمایا: ”اس قوم میں سے اگر کسی سے خیر کی توقع کی جاسکتی ہے تو صرف سرخ اونٹ کے اس سوار سے، اگر وہ لوگ اس کی بات مانیں گے تو فلاح پالیں گے۔“

جب قریش خفاف بن ایماء بن رضہ غفاری کے پاس سے گزر رہے تھے تو اس نے یا اس کے باپ ایماء بن رضہ غفاری نے اپنے بیٹے کو ذبح کے قابل چند اونٹ ان کے لئے ہدیہ کے طور پر دے کر بھیجا تھا اور یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم چاہو تو ہم ہتھیاروں اور آدمیوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ قریش نے اس کے بیٹے کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ ”تم سے رشتہ داری قائم رہے، تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ اپنی عمر کی قسم! اگر ہم ان لوگوں سے جنگ کر رہے ہیں تو ان کے مقابلے میں ہم میں کوئی کمزوری نہیں اور اگر ہماری یہ جنگ اللہ سے ہے، جیسا کہ محمد (ﷺ) کا دعویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں۔“

پھر جب یہ لوگ اترے تو قریش کے چند لوگ جن میں حکیم بن حزام بھی تھا، رسول اللہ ﷺ کے حوض پر پانی پینے کے لئے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: ”انہیں پانی پینے دو۔“ وہاں سے جس نے بھی پانی پیا وہ اس روز مارا گیا، سوائے حکیم بن حزام کے، وہ قتل نہ ہوا۔ یہ اس کے بعد مشرف باسلام ہوا اور مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ قسم کھاتے تو کہتے: لَا وَالَّذِي نَجَّيْنِي مِنْ يَوْمٍ بَذَرٍ ”یعنی اس ذات کی قسم جس نے بدر کے دن مجھے نجات دی۔“

ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھے ابو اسحاق بن یسار اور دیگر اہل علم نے بتایا کہ انصار کے بعض بوڑھوں کا بیان ہے کہ جب سب لوگ اپنے مورچوں پر ڈٹ گئے تو کفار نے عمیر بن وہب انجی کو بھیجا کہ جاؤ اندازہ لگا کر ہمیں بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کے ساتھیوں کی تعداد کتنی ہے، گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے لشکر اسلام کے ارد گرد چکر لگایا پھر واپس آ کر انہیں بتایا وہ تین سو ہیں، یا کچھ زیادہ یا کچھ کم، لیکن مجھے مہلت دو کہ میں دیکھ لوں کیا اس قوم کی کوئی چھپی ہوئی جماعت یا کوئی اور مدد بھی ہے؟ پھر وہ وادی میں دور تک چلا گیا، اسے کچھ نظر نہ آیا۔ واپس آ کر اس نے کہا میں نے

السَّحَرُ اور السَّحَرُ کا معنی ہے پھیپھڑا اور یہ حاء کے فتح کے ساتھ السَّحَرُ بھی ہے۔ یہ قیاس ہے کہ ہر وہ اسم جو فَعْل کے وزن پر ہو اور اس کا عین کلمہ حرف حلقی ہو تو اس پر فتح بھی جائز ہے۔ پس الذَّهْرُ کو الذَّهْرُ اور اللَّحْمُ کو اللَّحْمُ بھی کہا جاتا ہے حتیٰ کہ لوگوں نے النَّحْوُ کو بھی النَّحْوُ پڑھا ہے۔ اسے ابن جنی نے ذکر کیا ہے۔ لوگوں نے حرف حلقی کی بناء پر آنے والی اس حرکت پر

کوئی چیز نہیں پائی، لیکن اے گروہ قریش! میں نے ایسی اونٹنیاں دیکھی ہیں جو موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں، یثرب کے اونٹ یقینی موت اٹھائے ہوئے ہیں، وہ ایسی قوم ہے جن کے پاس کوئی دفاع کا سامان نہیں اور ان کے پاس تلواروں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔ قسم بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے کوئی شخص قتل نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ تم میں سے ایک آدمی کو قتل کر لے۔ اگر انہوں نے اپنی گنتی کے مطابق تمہارے آدمیوں کو تیغ کر ڈالا تو اس کے بعد زندگی میں کیا لطف باقی رہے گا؟ اب جو تم مناسب سمجھو کرو۔

جب حکیم بن حزام نے یہ باتیں سنیں تو مختلف لوگوں میں گھومتا ہوا عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا: اے ابو الولید! (عتبہ کی کنیت) تو قریش میں بڑا برگزیدہ شخص ہے اور ان کا سردار ہے اور مطاع ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں تا ابد کلمہ خیر سے یاد کیا جاتا رہے؟ عتبہ نے پوچھا: اے حکیم! وہ کون سا ایسا فعل ہے؟ حکیم نے کہا: لوگوں کو واپس لے جاؤ اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا بوجھ تم اٹھا لو۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے، تو اس پر میرا ضامن ہے، وہ میرا حلیف ہے، اس کی دیت میرے ذمہ ہے اور جو اس کا مال ضائع ہو گا وہ بھی میرے ذمہ ہے، تم ابن حنظلہ (ابو جہل) کے پاس جاؤ۔

حنظلہ کا نسب

ابن ہشام نے کہا: حنظلہ ابو جہل کی ماں ہے، اس کا نام اسماء بنت مخربہ ہے، مخربہ بنی نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناة بن تمیم میں سے تھا۔ (عتبہ نے مزید کہا) مجھے اس کے سوا کسی سے لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کا اندیشہ نہیں۔ یعنی ابو جہل بن ہشام کے سوا۔ پھر عتبہ خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا اور کہا: ”اے گروہ قریش! بخدا! تم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کیا کرو گے؟ واللہ! اگر تم انہیں قتل کرو گے تو تم زندگی بھر ایک دوسرے کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو گے، کسی نے اپنا چچا زاد بھائی قتل کیا ہو گا یا اپنا ماموں زاد یا اپنے ہی قبیلے کا کوئی

اتحاد نہیں کیا کیونکہ یہ ایک علت کی وجہ سے ہے۔ پس انہوں نے اس کی بناء پر اپنے اس قول النَّحْوُ وَالزَّهْدُ میں واؤ کو الف سے نہیں بدلا۔ اگر وہ اس فتح کا لحاظ رکھتے تو واؤ کو الف سے بدل دیتے۔ اسی طرح انہوں نے يَهَبُ وَيَضَعُ میں بھی اس فتح کا لحاظ نہیں رکھا کیونکہ اس میں فتح حرف حلقی کی بناء پر ہے۔ اگر وہ اس کا لحاظ رکھتے تو واؤ کو واپس لے آتے اور کہتے يَوْضَعُ وَيَوْهَبُ جس طرح کہ انہوں نے کہا يَوْجَلُ۔

فرد قتل کیا ہوگا۔ اس لئے واپس لوٹ جاؤ اور محمد (ﷺ) کو سارے عرب سے لڑنے دو، اگر ان قبائل نے انہیں قتل کر دیا تو تمہارا مقصد پورا ہو گیا اور اگر کوئی اور صورت پیش آئی تو تمہیں ان سے ملتے ہوئے شرمندگی نہ ہوگی کیونکہ تم نے ان سے وہ سلوک نہ کیا ہوگا جو تم چاہتے ہو۔

حکیم نے کہا: پھر میں ابو جہل کے پاس آیا، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی زرہ تھیلے سے نکالی ہوئی ہے اور اسے درست کر رہا ہے۔ ابن ہشام نے کہا: وہ اسے تیار کر رہا ہے۔ میں نے اسے کہا: اے ابوالحکم! مجھے عتبہ نے تمہارے پاس اس مقصد کے لئے بھیجا ہے، جو کچھ عتبہ نے کہا تھا اسے بتایا، وہ کہنے لگا: قسم بخدا! عتبہ نے جب سے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے، اس کا سانس پھولا ہوا ہے، ہرگز نہیں، بخدا! ہم نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عتبہ نے جو کچھ کہا ہے صرف اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے دیکھ لیا ہے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی (تعداد میں) ایک ذبح کیا ہوا اونٹ کھانے والے ہیں، ان میں اس کا بیٹا بھی ہے، وہ تم سے اس کے بارے میں خوف زدہ ہے۔ پھر اس نے عامر بن حضرمی کی طرف پیغام بھیجا کہ ”دیکھ تیرا حلیف لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے، تو نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے (بھائی) کے خون کا بدلہ تیری آنکھوں کے سامنے ہے، تم اٹھو، اپنے معاہدے اور اپنے بھائی کے خون کی دہائی دو۔“

عامر بن حضرمی کھڑا ہو گیا اور اپنی چادر اٹھا دی پھر چلا کر کہنے لگا: ہائے عمرو! ہائے عمرو! اس کی چیخ و پکار پر جنگ بھڑک اٹھی اور لوگوں کا معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ سب لوگ جنگ پر آمادہ ہو گئے جس کے لئے وہ نکلے تھے اور جس رائے کی طرف عتبہ نے لوگوں کو دعوت دی تھی وہ درہم برہم ہو گئی۔

جب عتبہ کو ابو جہل کی اس بات کی خبر پہنچی کہ اِنْتَفَخَ وَاللّٰہِ سَحْرَۃً (اللہ کی قسم! اس کا پھپھڑا پھولا ہوا ہے) تو اس نے کہا: سَيَعْلَمُ مُصَفِّرُ اسْتِہِ مَنْ اِنْتَفَخَ سَحْرَۃً، اَنَا اَمْ هُوَ؟ اس بزدل کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پھپھڑا پھولا ہوا ہے، میرا یا اس کا؟

اس کلام کو سب سے پہلا کہنے والا کون ہے اور ابو جہل کی بیماری کیا تھی؟
عتبہ کا قول ہے: مُصَفِّرُ اسْتِہِ (اپنی سرین کو خوشبو لگانے والا) یہ کلمہ عتبہ کی اختراع نہیں ہے اور نہ وہ اسے پہلا کہنے والا ہے۔ یہ کلمہ اس سے پہلے قابوس بن نعمان یا قابوس بن منذر کے لئے بھی کہا گیا کیونکہ وہ آسودہ حال تھا اور جنگوں میں شریک نہیں ہوتا تھا اس لئے اسے کہا گیا مُصَفِّرُ اسْتِہِ یعنی

ابن ہشام نے کہا: سحر کا معنی ہے پھینکا اور اس کے ارد گرد ناف کے اوپر کی سب چیزیں جو حلقوم کے ساتھ ملی ہوتی ہیں اور ناف سے نیچے کی اشیاء کو القصب کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے: رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ يَجْرُ قُصْبَهُ فِي النَّارِ ”میں نے عمرو بن لُحی کو دیکھا کہ وہ اپنا نیچے کا دھڑ آگ میں کھینچے جا رہا ہے“۔ ابن ہشام نے کہا: یہ بات مجھ سے ابو عبیدہ نے بیان کی۔

پھر عتبہ نے سر پر پہننے کے لئے خود کی تلاش کی لیکن اسے لشکر میں کوئی ایسا خود نہ ملا جس میں اس کے سر کی بڑی کھوپڑی ماسکے۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی تو سر پر اپنی ایک چادر لپیٹ لی۔
اسود مخزومی کا قتل

ابن اسحاق نے کہا: اسود بن عبدالاسد مخزومی نکل کھڑا ہوا۔ وہ ایک ترش رو اور بداخلاق شخص تھا۔ اس نے کہا میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ یا تو میں ان لوگوں کے حوض سے پانی پیوں گا یا اسے توڑ ڈالوں گا یا اس کی خاطر مر جاؤں گا۔ جب وہ نکلا تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک وار کیا جس نے اس کے پاؤں کو پنڈلی کے نصف تک کاٹ کر رکھ دیا وہ ابھی حوض سے دور ہی تھا کہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ اس کی ٹانگ سے خون کے فوارے اچھل کر اس کے ساتھیوں کی طرف بہہ رہے تھے پھر وہ ریٹکتا ہوا حوض میں جا گھسا۔ وہ اپنی قسم پوری کرنا چاہتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ آپ نے اس پر وار کیا اور حوض کے اندر ہی اس کا کام تمام کر دیا۔
عتبہ کی دعوتِ مبارزت

فرمایا: اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ، اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کے درمیان چلتا ہوا نکلا اور صفوں سے آگے نکل کر کھڑا ہو گیا اور دعوتِ مبارزت دینے لگا۔ تین انصاری نوجوان ان سے مقابلہ کے لئے نکلے۔ وہ حضرات عوف اور معوذ پسرانِ حارث جن کی ماں عفراء تھیں اور ایک تیسرے نوجوان تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن رواحہ تھے۔ عتبہ

صفرة الخلق والطيب زرد رنگ کی خوشبو والا۔ یہ کلمہ قیس بن زہیر نے ایک گردوغبار والے دن حدیفہ کے بارے میں کہا تھا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ حدیفہ مستوہ تھا۔ ورنہ اس شخص کا یہ قول صحیح نہیں ہوگا جس نے ابو جہل کے بارے میں عتبہ کے اس قول کے متعلق یہ کہا کہ وہ مستوہ تھا۔ واللہ اعلم

سردارانِ عرب صرف امن و امان کے ایام میں خوشبو استعمال کرتے ہیں۔ حالتِ جنگ میں اسے

وغیرہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: رَهْطُ مِنَ الْأَنْصَارِ ”ہمارا تعلق قبیلہ انصار سے ہے۔ وہ کہنے لگے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا: يَا مُحَمَّدُ أَخْرِجْ إِلَيْنَا أَكْفَاءَ نَا مِنْ قَوْمِنَا ”اے محمد (ﷺ) ہمارے ساتھ مقابلہ کے لئے ہماری قوم میں سے ہمارے مد مقابل بھیجو۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: قُمْ يَا عَبِيدَةُ بَنِ الْحَارِثِ وَ قُمْ يَا حَمْزَةُ وَ قُمْ يَا عَلِيٌّ ”اے عبیدہ بن حارث تم اٹھو، اے حمزہ تم اٹھو، اے علی تم اٹھو۔ جب یہ تینوں اٹھ کر ان کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ حضرت عبیدہ نے کہا عبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ نے کہا حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا علی۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے: نَعَمْ أَكْفَاءَ كِرَامٍ ہاں تم معزز مد مقابل ہو۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ جوان تینوں میں سے عمر رسیدہ تھے انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو لکارا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تو شیبہ کو سنبھالنے کا موقع ہی نہ دیا اور اسے قتل کر دیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ولید کو مہلت دیے بغیر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ اور عتبہ نے ایک دوسرے پر دو وار کیے۔ دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مد مقابل کو بٹھا دیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنی تلواروں کے ساتھ عتبہ پر حملہ کر دیا اور اسے پھرتی سے قتل کر دیا۔ انہوں نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور اپنے اصحاب کے پاس لے آئے۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ انصاری نو جوانوں نے جب اپنا تعارف کرایا تھا تو عتبہ بن ربیعہ نے کہا تھا: بے شک تم معزز مد مقابل ہو لیکن ہمیں اپنی قوم کے لوگ مطلوب ہیں۔

بہت بڑا عیب خیال کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب تجارتی قافلہ بچ کر نکل آیا اور ابو جہل نے ارادہ کیا کہ میدان بدر میں اونٹ ذبح کرے، شراب نوشی کرے اور وہاں گانے والیاں رجزیہ اشعار پڑھیں تو اس نے خوشبو لگائی یا لگانے کا ارادہ کیا۔ اس وجہ سے عتبہ نے اس کے بارے میں یہ بات کہی۔ دیکھئے بنی مخزوم کے بارے میں شاعر کا قول ہے:

وَ مِنْ جَهْلٍ أَبُو جَهْلٍ أَخُوكُمْ غَزَا بَذْرًا بِبَجْرَةٍ وَ تَوَدَّ

”یہ بات جہالت سے ہے کہ تمہارے بھائی ابو جہل نے میدان بدر میں دھونی کی انگلیٹھی اور (خوشبو کے) برتن کے ساتھ جنگ کی“ یعنی اس جنگ میں دھونی لی اور خوشبو لگائی۔

فریقین کا مقابلہ

ابن اسحاق نے کہا: اس کے بعد دونوں فریق ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ حضور ﷺ کے اذن کے بغیر حملہ نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: اِنْ اُكْتَفِكُمُ الْقَوْمُ فَانْضَحُوْهُمْ عَنْكُمْ بِالنَّبْلِ ”اگر قوم قریش تمہارا محاصرہ تنگ کر لے تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے انہیں پرے ہٹا دو“۔ رسول اللہ ﷺ قریش میں تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔

واقعہ بدر جمعہ کے روز ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو رونما ہوا۔

ابن اسحاق نے کہا: حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ حضرت ابن غزیہ اور آپ کے شکم پر حضور ﷺ کا تیر کے ساتھ چوٹ لگانا علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حبان بن واسع بن حبان نے اپنی قوم کے بعض شیوخ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے روز اپنے صحابہ کی صف بندی کر رہے تھے، آپ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا جس کے اشارہ سے اپنی قوم کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ بنی عدی بن نجار کے حلیف حضرت سواد بن غزیہ کے پاس سے گزرے۔ ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ ان کا نام واؤ مثقلہ کے ساتھ سواد ہے اور واؤ مخففہ کے ساتھ

اس کے قول مُصَفِّرُ اسْتَبَہ سے اس کی مراد تو مُصَفِّرُ بَدَنِہ (بدن پر خوشبو لگانے والا) ہے لیکن اس نے مذمت میں مبالغہ کا قصد کیا تو خصوصاً سرین کا ذکر کیا تا کہ اس کا ذکر اسے برا لگے۔

کچھ حضرت سواد بن غزیہ کے بارے میں

علامہ ابن اسحاق نے حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے وَهُوَ مُسْتَنْتِلٌ اَمَامَ الصَّفِّ۔ جبکہ وہ صف سے آگے نکلے کھڑے تھے۔ ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے مُسْتَنْصِلٌ۔ کہا جاتا ہے: اِسْتَنْتَلْتُ وَاسْتَنْصَلْتُ وَ اَبْرَنْزَعْتُ وَ اَبْرَنْتَمْتُ۔ راء مہملہ اور زاء کے ساتھ۔ الغریب المصنف میں اسی طرح مذکور ہے۔ یہ تمام افعال اس وقت بولے جاتے ہیں جب آپ آگے بڑھیں۔ یہ سواد واؤ کی تخفیف کے ساتھ ہے اور عرب میں ہر سواد اسی طرح واؤ کی تخفیف اور سین کے فتح کے ساتھ ہے۔ سوائے عمرو بن سواد کے، جو بنی عامر بن لؤی کا فرد ہے اور شیوخ حدیث میں سے ہے اور سواد سین کے ضمہ اور واؤ کی تخفیف کے ساتھ مری بن

سَوَادُ انصار میں ان کے علاوہ کوئی اور ہے وَ هُوَ مُسْتَنَیْلٌ مِّنَ الصَّفِّ جبکہ وہ صف سے آگے نکلے کھڑے تھے۔ ابن ہشام نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے مُسْتَنَیْلٌ مِّنَ الصَّفِّ۔ حضور ﷺ نے اس تیر سے ان کے شکم پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا اِسْتَوِ یَا سَوَادُ اے سواد! سیدھے ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے درد ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و انصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے فَاقْذِنِیْ پس مجھے اس چوٹ کا بدلہ دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً اپنے شکم اقدس سے قمیص اٹھا دی اور فرمایا اِسْتَقِیْڈ ”آؤ بدلہ لے لو“۔ فَاعْتَنَقَهُ فَقَبَلَ بَطْنَهُ انہوں نے لپک کر حضور ﷺ کو گلے لگایا اور بطن مبارک کو چوم لیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَضَرَ مَا تَرٰی فَارَدْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اٰخِرُ الْعَهْدِ بِکَ اَنْ یَّسَّ جِلْدِیْ جِلْدَکَ ”یا رسول اللہ ﷺ جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میری یہ آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد حضور کی جلد مبارک سے مس ہو جائے“۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعائے خیر سے سرفراز فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کا نصرت کے لئے اپنے رب کو اپنے حق کا واسطہ دینا علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے صفیں درست فرمائیں اور عریش میں واپس تشریف لائے۔ حضور ﷺ کے ساتھ وہاں صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ارشہ بن قضاء کا بیٹا ہے۔ قضاء انصار کے حلفاء بنی بلی کی شاخ ہے۔ متن سیرت میں ابن ہشام کے کلام سے سَوَادُ ابن غزیہ واؤ کی تشدید کے ساتھ مذکور ہے لیکن صحیح وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ یہ سواد خیبر کے علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کے عامل تھے جو جنب کھجوریں حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے۔ اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے المؤطا میں ذکر کیا لیکن نام ذکر نہیں کیا۔ ابن ہشام کے قول مُسْتَنَیْلٌ کا معنی ہے صف سے نکلنے والا، یہ نَصَلْتُ الرَّمْحَ سے مشتق ہے یعنی میں نے نیزے کا پھل نکالا۔

بَعْضَ مُنَاشِدَتِكَ کی وضاحت

علامہ ابن اسحاق نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے: بَعْضَ مُنَاشِدَتِكَ رَبِّکَ فَاِنَّ اللّٰهَ مُنْجِزٌ لِّکَ مَا وَعَدَکَ۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اس طرح (تاء کے فتح کے ساتھ) روایت کیا ہے مُنَاشِدَتُکَ۔ حضرت قاسم نے الدلائل میں اس کی وضاحت

ان کے علاوہ کوئی اور آدمی ہمراہ نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے رب کو اس وعدہ نصرت کا واسطہ دینے لگے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا تھا۔ آپ اپنی دعا میں عرض کر رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةُ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدُ۔ اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابو بکر گزارش کرنے لگے: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَعْضُ مَنْ شَدَّتْكَ رَبُّكَ فَإِنَّ اللّٰهَ مُنْجِزٌ لِّكَ مَا وَعَدَكَ ”اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ! اب آپ بس فرمائیے،

کی ہے، انہوں نے کہا اس طرح اس سے کبھی اغراء کا معنی لیا جاتا ہے اور کبھی کسی فعل سے روکنے کے لئے آتا ہے۔ جریر کا شعر ہے:

تَقُولُ وَ قَدْ تَرَامَحْتَ الْمَطَايَا كَذَاكَ الْقَوْلُ اِنْ عَلِيكَ عَيْنَا
تو اس وقت کہتا ہے جبکہ سواریاں نیزہ بازی کر رہی تھیں، تیری بات بالکل درست ہے لیکن تجھ پر اہل خانہ کا تحفظ ضروری ہے۔

یعنی تیرے لئے یہی بات کافی ہے، اسے چھوڑ دے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انجشہ سے فرمایا: يَا اَنْجَشَه رُوَيْدَكَ سَوَّقَكَ بِالْقَوَارِي اے انجشہ اپنے اونٹوں کو آہستہ لے چل جیسے توشیشوں (عورتوں) کو لے جاتا ہے۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے شَوْفَكَ فرمایا۔ اس میں نصب کا معنی داخل ہے جیسا کہ عَلِيكَ زَيْدًا اور دُونَكَ زَيْدًا میں بھی نصب کا معنی داخل ہے کیونکہ جب آپ کا مخاطب زید کو تلاش کر رہا ہے اور آپ اسے کہیں دُونَكَ زَيْدًا (لوزید کو پکڑو) تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ نے اپنے مخاطب کو زید کے مکان سے آگاہ کر دیا۔ گویا آپ نے کہا اُخَذَهُ (اسے پکڑا)۔ کُنْتُ کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ جب آپ نے کہا: كَذَاكَ الْقَوْلُ اَوْ السَّمِيرُ تو گویا آپ نے یوں کہا: كَذَاكَ اَمَرْتُ فَانْكَفَ وَدَعُ (میں نے تمہیں اسی طرح حکم دیا تھا لیکن اب اسے رک جاؤ اور اسے چھوڑ دو) لہذا ان دونوں بابوں کا اصول ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک ظرف ہو جس کے بعد ابتداء ہو تو وہ ظرف خبر ہو گی جو اپنے ضمن میں امر یا کسی کام کرنے یا نہ کرنے پر اغراء کا معنی لئے ہوئے ہوگی۔ پس اہل لغت نے ضمن کلام میں موجود اس امر یا اغراء کے معنی کے ساتھ مبتدا کو نصب دی۔ ایسا کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ انہوں نے عامل لفظی سے عامل معنوی کی طرف عدول نہیں کیا، انہوں نے تو صرف ایک عامل معنوی سے دوسرے عامل معنوی کی طرف عدول کیا۔ اگر دُونَكَ زَيْدًا کہنے کے بجائے فعل کو لفظوں میں ذکر کرتے اور یوں کہتے اِسْتَقَرَّ دُونَكَ زَيْدًا اور اس سے اغراء اور اسے پکڑنے کا امر مراد لیتے تو

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ اسے آپ کے لئے پورا فرمانے والا ہے۔
 رسول اللہ ﷺ عریش میں ہی تھے کہ آپ کے سر مبارک کو ایک جنبش ہوئی پھر آپ بیدار ہوئے اور فرمایا: ابْشِرْ يَا اَبَا بَكْرٍ اَتَاكَ نَصْرُ اللّٰهِ، هَذَا جِبْرِيلُ اخِذْ بِعِنَانِ فَرَسٍ يَقُوْدُهُ، عَلٰى ثَنَائِيْهِ النِّقْعُ۔ ”اے ابوبکر مرثدہ باد! تمہارے پاس اللہ کی مدد آگئی، یہ جبریل ہیں کسی لحاظ سے بھی نصب جائز نہ ہوتی کیونکہ فعل ظاہر ہے اور لفظوں میں موجود ہے اور یہ عامل معنوی سے زیادہ قوی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناشدہ کا مفہوم

اس حدیث میں ایک امر غور طلب ہے، وہ یہ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو دعا میں اجتہاد سے روکنے لگیں اور آپ کی امید بندھائیں اور حوصلہ دلائیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا مقام مقامِ احمدیت ہے اور آپ کا یقین ہر ایک کے یقین سے بڑھ کر ہے؟ اس بارے میں میں نے اپنے شیخ حافظ (یعنی قاضی ابوبکر بن عربی) رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مقامِ خوف میں تھے اور آپ کے صحابی (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مقامِ رجاء میں تھے اور یہ دونوں مقامِ فضیلت میں برابر ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں برابر ہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ رجاء اور خوف دونوں ایسے مقام ہیں جو ایمان میں ضروری ہیں۔ پس اس گھڑی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے حضور مقامِ رجاء پر فائز تھے اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور مقامِ خوف پر فائز تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جنگ کے بعد زمین میں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہو سکے۔ لہذا آپ کا یہ خوف عبادت تھا۔ حضرت قاسم بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو یہ گزارش ازراہ شفقت و محبت کی تھی کیونکہ آپ نے دیکھا کہ حضور ﷺ انتہائی تضرع اور اجتہاد سے دعا فرما رہے ہیں حتیٰ کہ (محویت کے عالم میں) چادر مبارک آپ کے کندھوں سے سرک کر نیچے گر پڑی تو آپ نے گزارش کی: بَعْضُ هَذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ: اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! اب آپ بس فرمائیے۔ یعنی حضور ﷺ اپنے آپ کو اس قدر کیوں تھکا رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور نبی کریم ﷺ پر حد درجہ شفیق تھے۔

جو ایک گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اسے لے جا رہے ہیں اور اس گھوڑے کے پاؤں گرد آلود ہیں۔

معرکہ جنگ میں جہادِ نبی ﷺ

حضرت مؤلف نے کہا: جہاں تک نبی کریم ﷺ کے دعا میں اجتہاد اور شدت کا تعلق ہے تو اس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ قتال میں پوری شدت و قوت کے ساتھ حصہ لے رہے ہیں اور جبریل امین بھی ایک گھوڑے پر سوار ہیں جس کے پاؤں گرد آلود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انصار موت کے سمندر میں غوطہ زن ہو رہے ہیں اور جہاد کی دو قسمیں ہیں: جہاد بالسیف اور جہاد بالذہن، اور امام کی سنت سے ایک بات یہ ہے کہ وہ لشکر کے پیچھے ہو، لوگوں کے ساتھ مل کر قتال نہ کرے۔ اس طرح سب لوگ کسی نہ کسی اجتہاد اور کوشش میں مصروف ہوں گے اور کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو دونوں جہادوں اور دونوں کوششوں میں سے کسی ایک سے اپنے آپ کو اس وقت آرام پہنچا رہا ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے انصار اور فرشتے جدوجہد کر رہے ہوں اور کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو راحت و آرام کو اس وقت ترجیح دے جبکہ اللہ تعالیٰ کا لشکر اس کے دشمنوں کے ساتھ صبر و استقامت کے ساتھ برسرِ پیکار ہو۔

المفاعلة

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بَعْضُ مُنَاشِدَتِكَ رَبِّكَ۔ باب مفاعله میں دونوں طرف سے فعل کا وقوع ضروری ہے حالانکہ پروردگار اپنے بندے کو واسطہ نہیں دیتا لیکن یہاں باب مفاعله اس مفہوم کے لئے آتا ہے کہ یہ پروردگار کے حضور مناجات ہے اور مطلوبہ امر کے لئے محاولہ (کسی حیلے سے طلب کرنا)۔ اس لئے یہ لفظ باب مفاعله کے وزن پر آیا ہے۔ اور اس باب میں دو فاعلوں کے لئے دو فعلوں کا ہونا ضروری ہے۔ یا تو وہ دونوں لفظوں میں متفق ہوں یا معنی میں متفق ہوں۔ اکثر اہل لغت نے یہ خیال کیا ہے کہ کبھی کبھی مفاعله ایک فاعل سے بھی ہوتا ہے جیسے عَاقَبْتُ الْعَبْدَ (میں نے غلام کو سزا دی)، طَارَقْتُ النَّعْلَ (میں نے جوتے کو مضبوط کیا)، سَافَرْتُ (میں نے سفر کیا) اور عَافَاهُ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ اسے شفا دے) پس ہم کہتے ہیں کہ عَاقَبْتُ الْعَبْدَ۔ یہ آپ کے اور آپ کے غلام کے درمیان معاملہ ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ جرم کا معاملہ کیا اور آپ نے اس کے ساتھ سزا کا معاملہ کیا۔ اس لئے العقوبة سے اس کا لفظ لے لیا گیا اور المعاونة سے اس کا وزن لے لیا گیا ہے۔ جہاں تک طَارَقْتُ النَّعْلَ کا تعلق ہے تو یہ الطرق سے ماخوذ ہے جس کا معنی قوت ہے گویا آپ نے جوتے کو قوت دی اور اس نے آپ کو چلنے پر قوت دی۔ لہذا اس کا لفظ الطرق سے

پہلے شہید

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزادہ کردہ غلام حضرت مجع کو ایک تیر کا ہدف بنایا گیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے پہلے شخص تھے جنہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد بنی عدی بن نجار کے قبیلہ کے ایک شخص حضرت حارثہ بن سراقہ نے ماخوذ ہے اور اس کی بناء، المعاونة اور المقاواة کے وزن پر ہے اور یہ معنی میں اتفاق ہے اگرچہ لفظ میں اتفاق نہیں۔ اور سَافِرَ الرَّجُلُ یہ سَفَرَتْ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اپنے چہرہ سے پردہ ہٹا دیں۔ گویا مسافر کا چہرہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گیا اور لوگوں کے چہرے مسافر کے سامنے ظاہر ہو گئے۔ تو یہ لفظ اور معنی دونوں میں موافقت ہے۔ جہاں تک المعافاة کا تعلق ہے تو چونکہ آقا اپنے غلام کو مصیبت سے عافیت بخشا ہے اور غلام اپنے آقا کو شکایت اور بار بار سوال کرنے سے عافیت دیتا ہے اس لئے یہ لفظ میں موافقت ہے، پھر کلام میں اتساع اور مجاز کے طور پر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی جاتی ہے۔

عَصَبَ اور عَصَمَ

علامہ ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا: هَذَا جَبْرِيلُ عَلَى ثَنَائِهِ النِّقْعِ۔ النِّقْعُ کا معنی گرد و غبار ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: رَأَيْتُهُ عَلَى فَرَسٍ لَهُ شَقْرَاءُ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ عَمْرَاءُ وَ قَدْ عَصَمَ بِثَنِيَّتِهِ الْغُبَارَ ”میں نے حضرت جبریل امین کو اپنے سرخ رنگ کے گھوڑے پر دیکھا جو سرخ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور ان کے گھوڑے پر پاؤں پر غبار لگا ہوا تھا۔“ ابن قتیبہ نے کہا کہ عَصَبَ اور عَصَمَ کا ایک ہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے عَصَبَ الرِّيقِ بِفِيهِ ”اس کے منہ میں تھوک خشک ہو گئی“۔ شاعر کا قول ہے:

يَعَصِبُ فَاهُ الرِّيقُ اَيُّ عَصَبٍ عَصَبَ الْجُبَابِ بِشَفَاةِ الْوَطْبِ
اس کے منہ میں تھوک اس طرح خشک ہو جاتا ہے جس طرح کوہان بریدہ اونٹ کے منہ کے سخت کنارے خشک ہو جاتے ہیں۔

قاسم بن ثابت نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ عصم خضاب وغیرہ کے اثر کو کہتے ہیں اور یہ مہندی، پسینہ یا کسی اور چیز کا جو بازو کے ساتھ چمٹ جائے، باقی ماندہ اثر ہے جو ہاتھ وغیرہ پر باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ عرب کی کسی عورت نے دوسری عورت سے کہا: اَعْطِنِي عَصَمَ جَنَائِكَ یعنی ”مجھے وہ مہندی دے دے جو تو نے اپنے ہاتھ سے چھڑائی اور کھرج کراتاری“۔

شہادت کی سعادت حاصل کی۔ آپ تالاب سے پانی پی رہے تھے کہ آپ کی طرف ایک تیر پھینکا گیا جو آپ کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ اس طرح آپ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب

ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں جہاد پر براہِ بیعت کرتے ہوئے فرمایا: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يُقَاتِلُهُمُ الْيَوْمَ رَجُلٌ فَيُقْتَلُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ ” اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! آج جو شخص جنگ کرے گا اور اسے اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہو، رضائے الہی کا طالب ہو، دشمن کی طرف منہ کئے ہو، پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔“۔ بنی سلمہ کے ایک شخص حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے، یہ کلمات سن کر وہ کہنے لگے: بَنُو بَنُو وَاهِ وَاهِ کیا میرے درمیان اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان اس کے سوا کوئی اور چیز حائل ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں؟ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں، اپنی تلوار تھامی اور کفار کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کر لیا۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عوف بن حارث جو عفراء کے بیٹے تھے، نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! پروردگار کو اپنے بندے کی طرف سے کون سی بات خوش کرتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے زرہ اور بے خود ہو کر بندے کا اپنا ہاتھ دشمن میں ڈبو دینا، انہوں نے فوراً جو زرہ پہن رکھی تھی اتار کر پھینک دی پھر اپنی تلوار لی اور جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ شرفِ شہادت سے مشرف ہو گئے۔

واقعہ عمیر بن حمام

ابن اسحاق نے حضرت عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام کا واقعہ ذکر کیا جب انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینکیں اور کہا بَنُو بَنُو (واہ واہ) یہ کلمہ تعجب کے معنی میں ہے۔ اس میں کئی لغتیں ہیں۔ بَنُو خاء کے سکون کے ساتھ، بَنُو خاء کے کسرہ اور تنوین کے ساتھ، بَنُو خاء کی تشدید اور تنوین کے ساتھ اور بَنُو خاء کی تشدید کے ساتھ اور تنوین کے بغیر۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ یہ واقعہ احد کے دن بھی پیش آیا لیکن راوی نے اس میں نہ عمیر کا ذکر کیا ہے اور نہ کسی اور کا۔ واللہ اعلم

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے ان سے بنی زہرہ کے حلیف عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر عذری نے بیان کیا کہ جب فریقین ایک دوسرے کے سامنے بالکل قریب آگئے تو ابو جہل بن ہشام نے کہا: اے اللہ جو ہم دونوں فریقوں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور غیر معروف چیزیں لانے والا ہے اس کو آج صبح ہلاک کر دے۔ اس طرح وہ خود فیصلہ کا طلب گار تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا مشرکین کی طرف کنکریاں پھینکنا
علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھائیں اور کفار قریش

واقعہ عوف بن عفراء

حضرت عوف بن عفراء کا یہ قول مذکور ہوا: مَا يُضْحِكُ الرَّبَّ مِنْ عَبْدِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ ”یا رسول اللہ ﷺ! پروردگار کو اپنے بندے کی طرف سے کون سی بات خوش کرتی ہے۔“ حضرت عوف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا نام عوذ ذال منقوطہ کے ساتھ ہے۔ اس قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کے دونوں بھائیوں کے نام معاذ اور معوذ ہیں (جو ذال منقوطہ کے ساتھ ہیں)۔

پروردگار کی طرف ضحک کی نسبت

يُضْحِكُ الرَّبَّ یعنی جس سے وہ حد درجہ خوش ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی رضا ہوتی ہے جس کے ساتھ خوشخبری اور بندے کی عزت افزائی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ الضحك الغضب کا متضاد ہے۔ بعض اوقات ایک آقا غضبناک ہوتا ہے پھر معاف کر دیتا ہے لیکن عتاب کو باقی رکھتا ہے اور جب وہ راضی ہو جائے تو یہ رضا عفو و درگزر سے بڑھ کر ہوتی ہے اور جب وہ خوش ہو جائے تو یہ خوشی رضا کی انتہا ہوتی ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آقا راضی ہوتا ہے لیکن اس رضا کو ظاہر نہیں کرتا جو اس کے دل میں ہوتی ہے۔ لہذا پروردگار سبحانہ و تعالیٰ کے حق میں رضا کے مفہوم کو الضحک کے ساتھ تعبیر کرنا بطور مجاز و بلاغت ہے اور مختصر لفظ میں مذکورہ معانی کو شامل کرنا ہے۔ اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت طلحہ بن براء کے حق میں فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ طَلِحَۃٌ یُّضْحِکُ اِلَیْکَ ”اے اللہ! تو طلحہ سے اس حالت میں ملاقات کر کہ وہ تجھ پر خوش ہو اور تو اس پر خوش ہو۔“ اس کا معنی یہ ہے کہ تو اس کے ساتھ اس طرح ملاقات کر جس طرح دو دوست آپس میں ملاقات کرتے ہوئے اپنے دلوں میں مخفی رضا اور محبت کو ایک دوسرے کے لئے ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔

کی طرف منہ کر کے فرمایا شَهِتِ الْوُجُوهُ اَن کے چہرے بگڑ جائیں پھر وہ کنکریاں ان کی طرف پھینک دیں اور صحابہ کرام کو حکم فرمایا: پوری قوت سے حملہ کرو۔ چشمِ زدن میں مشرکین کو شکست ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کے بہت سے سوراؤں کو قتل کر ڈالا اور ان کے بہت سے سرداروں کو قید کرادیا۔ جب مسلمان اپنے ہاتھوں سے کفار کو قید کرنے لگے جبکہ رسول اللہ ﷺ عریش میں تشریف فرما تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے اس عریش کے دروازے پر کھڑے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، آپ کے ساتھ انصار کی ایک جماعت تھی، یہ سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں پہرہ دے رہے تھے کہ مبادا آپ پر دشمن حملہ نہ کر دیں۔ لوگ قیدیوں کو پکڑ رہے تھے، اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے

پس جب کہا جائے ضَحِكُ الرَّبِّ لِفُلَانٍ تو یہ ایک ایسا مختصر کلام ہے جو رضا مندی کے ساتھ ساتھ محبت، اظہارِ بشارت اور کرامت جیسے معانی کو بھی شامل ہے جن پر مزید خوشی کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ کلمہ ان جوامع الکلم میں سے ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کئے گئے۔ (۱)

۱۔ الضحک ہمارے پروردگار جل و علا کی صفات میں سے ایک صفت ہے جس پر ہم ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجہ (چہرہ) ہے، اس کی ساق (پنڈلی)، قدم اور انگلیاں ہیں۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری تیسرے حصہ میں نزول فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے، وہ غضبناک ہوتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم اور سنت صحیحہ نے ہمارے پروردگار جل و علا کی ان صفات کو صراحتاً بیان کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے لئے ان صفات کو پہچانتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اس کے قدم، ساق، انگلیوں اور چہرے، اس کے ٹھک، غضب، فرحت اور نزول میں اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں کیونکہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ) اس کی مانند کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اللہ کے ٹھک کی تفسیر یہ ہے کہ یہ ایسی رضا ہے جس کی ابتداء حق کی طرف سے ہوتی ہے اور قرآن کریم اور سنت نے رضا اور ٹھک میں فرق کیا ہے اور جب کوئی مسلمان سوال کرے کہ ہمارے پروردگار کی ٹھک کیسے ہے؟ تو ہم اسے کہیں گے کہ ٹھک کے متعلق سوال استواء علی العرش کے متعلق سوال کی مانند ہے۔ تو کیا تم یہ ایمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے جس طرح قرآن کریم نے بہت سی آیات میں اس کی تصریح کی، مثلاً فرمایا اَللّٰهُ خَلَقَ الْعَرْشَ اَسْتَوٰی (ط) ”وہ بے حد مہربان (کائنات کی فرمانروائی کے) تخت پر متمکن ہوا“۔ تو جب آپ کا اس استواء پر ایمان ہے حالانکہ آپ اس کی کیفیت کو نہیں جانتے تو یہی قول ٹھک، غضب، رضا، فرحت وغیرہ میں بھی ہے۔ پھر ان صفات کے بارے میں سوال ذات کے بارے میں سوال کی فرع ہے۔ تو کیا آپ اللہ عزوجل کی ذات کا وصف بیان کر سکتے ہیں؟ لازماً جواب نفی میں ہوگا۔ ہم کہتے ہیں صفات کے متعلق سوال ذات کے سوال کی فرع ہے تو جب پہلے کی نفی کی گئی تو دوسرے کی بھی نفی ہوگئی۔ اس کا مزید بیان اور وضاحت حضرت شیخ محمد بن صالح عثیم کی کتاب القواعد العشری، فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور الرسائل احمد مرہم میں ملاحظہ کریں۔

سعد! واللہ معلوم ہوتا ہے کہ تم قیدیوں کی گرفتاری کو ناپسند کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں
یا رسول اللہ ﷺ! یہ پہلی آفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل شرک پر نازل کی۔ اہل شرک کو خوب
قتل کرنا مجھے انہیں زندہ چھوڑنے سے زیادہ پسند تھا۔

بعض مشرکین کے قتل کی ممانعت

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عباس بن عبد اللہ بن معبد نے، ان سے کسی اہل خانہ نے
اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس روز اپنے
صحابہ کو فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ بنی ہاشم وغیرہ کے کچھ افراد کو مجبوراً یہاں لایا گیا ہے، وہ ہمارے
ساتھ جنگ کرنے کے آرزو مند نہ تھے۔ اس لئے تم میں سے کسی کو اگر بنی ہاشم کا کوئی فرد ملے تو وہ
اسے قتل نہ کرے اور جو شخص ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد کو ملے تو وہ اسے بھی قتل نہ
کرے کیونکہ اسے بھی مجبوراً یہاں لایا گیا۔ یہ بات سن کر حضرت ابو حذیفہ یہ کہہ بیٹھے کہ کیا ہم
اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور اپنے خاندان کے لوگوں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں۔
وَاللّٰہِ لَیْنُ لَقِیْتُهُ لَا لِحِیْثَہُ السَّیْفُ ” بخدا اگر عباس مجھے مل گئے تو میں ان کے منہ میں تلوار کا
نوالہ ضرور ڈالوں گا۔ ابن ہشام نے کہا: ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا لَا لِحِیْثَہُ
السَّیْفُ ” یعنی میں ان کے منہ میں تلوار کی لگام ضرور ڈالوں گا، ان کی یہ بات جب رسول
اللہ ﷺ تک پہنچی تو حضور ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا یا ابا
حفص اے ابو حفص، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بخدا یہ پہلا روز تھا کہ رسول اللہ ﷺ
نے مجھے ابو حفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا: اُیْضُرَبُ وَجْہُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمُ بِالسَّیْفِ؟ ” کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا؟“
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت فرمائیں تو میں تلوار سے اس
کی گردن اڑا دوں، بخدا ابو حذیفہ یقیناً منافق ہو گیا ہے۔ حضرت ابو حذیفہ کہا کرتے تھے: مَا اَنَا
بِاَمِنْ مِّنْ تِلْكَ الْکَلِیْبَةِ الَّتِیْ قُلْتُ یَوْمَئِذٍ وَلَا اَزَالُ مِنْهَا حَافِیًا اِلَّا اَنْ تُکْفِرَہَا عَنِ
الشَّہَادَةِ ” مجھے اس بات کے باعث اپنے انجام کے بارے میں خطرہ لاحق ہو گیا ہے جو اس روز
میری زبان سے نکل گئی تھی، اس کا مجھے ہر وقت خوف لگا رہتا ہے بجز اس کے کہ میری شہادت اس
کا کفارہ بن جائے۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ابوالبختری کے قتل سے صرف اس وجہ سے

منع فرمایا تھا کہ مکہ میں وہ لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتا تھا۔ آپ کو تکلیف نہیں پہنچاتا تھا، اس سے کبھی کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوئی جس سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی ہو، نیز وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس عہد نامے کو کالعدم کرانے میں اہم کردار ادا کیا جو قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف لکھا تھا۔ میدانِ جنگ میں اس کا سامنا حضرت مجذر بن زیاد البلوئی سے ہو گیا جو انصار کے قبیلہ بنی سالم بن عوف کے حلیف تھے۔ حضرت مجذر نے ابوالبختری کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تجھے قتل کرنے سے روک دیا ہے۔ ابوالبختری کے ساتھ اس کا ایک دوست جنادہ بن ملیحہ بنت زہیر بن اسد اللیثی بھی تھا جو مکہ سے اس کے ہمراہ آیا تھا۔ ابوالبختری کا نام العاص ہے۔ ابوالبختری نے مجذر سے پوچھا: میرے اس دوست کا کیا بنے گا؟ مجذر نے اسے کہا: بخدا ہم تیرے دوست کو نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صرف تیرے بارے میں یہ حکم دیا ہے۔ ابوالبختری کہنے لگا: لَا وَاللّٰهِ اِذَا لَمَوْتُنَّ اَنَا وَهُوَ جَمِيعًا ”بخدا ایسا نہیں ہوگا اگر مرنا ہے تو ہم دونوں اکٹھے مریں گے تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہہ سکیں کہ میں نے اپنی زندگی کی خاطر اپنے دوست کو چھوڑ دیا۔“ چنانچہ جب مجذر نے ابوالبختری کو مقابلہ کی دعوت دی اور جنگ کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا تو اس نے یہ رجز پڑھا:

لَنْ يُسْلِمَ ابْنُ خُرَّةَ ذَمِيلَةَ حَتَّى يَمُوتَ أَوْ يَرَى سَبِيلَهُ
 ”کسی آزاد ماں کا بیٹا اپنے دوست کو حوالے نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ مرجائے یا اسے اپنا راستہ نظر آجائے۔“

ابوالبختری اور مجذر کے کلام کی وضاحت

ابوالبختری کا قول ہے اَنَا وَ ذَمِيلٌ میں اور میرا دوست۔ زمیل کا معنی ہے ردیف (سوار کے پیچھے سوار ہونے والا) اسی سے ہے اِذْ ذَمَلَ الرَّجُلُ بِحَمِلِهِ یعنی آدمی نے اپنا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا۔ مسندِ حارث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بدر کے روز تین تین شخص یکے بعد دیگرے ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ فَكَانَ عَلِيٌّ وَ أَبُو لُبَابَةَ ذَمِيلَي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت علی اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدل چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں عرض کرتے: یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار ہو جائیے، ہم آپ کی طرف سے پیدل چلتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے: نہ تو تم چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ میں تم سے زیادہ اجر سے مستغنی ہوں۔

دونوں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ مجذربن زیاد نے اسے قتل کر دیا، مجذربن زیاد نے ابوالختری کے قتل کے بارے میں کہا:

إِمَّا جَهِلْتُ أَوْ نَسِيتُ نَسَبِي فَأَثَبْتُ النِّسْبَةَ إِنِّي مِنْ بَلِيٍّ
”اگر تو میرے نسب سے ناواقف ہے یا بھول گیا ہے تو اس نسبت کو ذہن نشین کر لے کہ میں قبیلہ بلی سے ہوں۔“

الطَّاعِنِينَ بِرِمَاحِ الْيَزَنِيِّ وَالضَّارِبِينَ الْكَبْشَ حَتَّى يَنْحَنِي
”جو یزنی نیزوں سے لڑتے ہیں اور قوم کے سردار پر وار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ٹیڑھا ہو جائے۔“

بَشَرٌ بَيْتٌ مِّنْ أَبَوَةِ الْبُخْتَرِيِّ أَوْ بَشَرٌ بِبَيْتِهَا مِثْلِي نَبِيٍّ
”اس شخص کو یتیم ہونے کی خوشخبری سنا دو جس کا باپ بختری ہے یا اسی طرح کی خوشخبری میری طرف سے میرے بیٹوں کو سنا دو۔“

أَنَا الَّذِي يُقَالُ أَصْلِي مِنْ بَلِيٍّ أَطْعُنُ بِالصَّعْدَةِ حَتَّى تَنْتَقِي
”میں ہی وہ شخص ہوں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میری اصل قبیلہ بلی سے ہے، میں سیدھے نیزے کے ساتھ وار کرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ دوہرا ہو جائے۔“

وَأَعْبَطُ الْقُرُونَ بِعَضْبٍ مَّشْرِفِي أُرْزِمَ لِلْمَوْتِ كَارِزَامِ الْبَرِي
”اور میں اپنی مشرفی تلوار کے تیز وار کے ساتھ مد مقابل کو ذبح کرتا ہوں، میں موت کے لیے اس طرح کراہتا ہوں جس طرح دودھ دینے والی اونٹنی کراہتی ہے (جب اس کا دودھ تھنوں میں اٹک جائے)۔“

فَلَا تَرَى مُجَدِّدًا يَفْرِى فَرِي

”پس تو مجذربن کو عجیب باتیں کرتا ہوا نہ دیکھے گا (بلکہ وہ جو کہے گا کر کے دکھائے گا)۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: الْبَرِي غیر ابن اسحاق کی روایت ہے اور البری اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ مشکل سے اتارا جائے۔

مجذربن کا قول ہے: كَارِزَامِ الْبَرِي۔ البری کا معنی ہے النَّاقَةُ تَمْرِي لِلْحَلَب۔ وہ اونٹنی جس کا دودھ دوہنے کے لئے اس کے تھنوں کو مس کیا جائے اور ارزام سے مراد اس اونٹنی کی آواز اور اس کا بلبلانا ہے اور ارزَمَتْ اور رَزَمَتْ کے درمیان جو فرق ہے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اس کے بعد مجذّر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے بہت کوشش کی کہ اسے قید کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں لیکن اس نے جنگ کے سوا کوئی بات نہ مانی۔ اس لئے میں اس سے نبرد آزما ہو گیا اور اسے قتل کر ڈالا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابوالہختر ی کا نام العاص بن ہشام بن حارث بن اسد ہے۔

امیہ بن خلف کا قتل

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے یہی حدیث عبد اللہ بن ابی بکر وغیرہ نے بھی بیان کی اور ان دونوں نے حضرت عبد الرحمن بن عوف سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: مکہ میں امیہ بن خلف میرا دوست تھا۔ میرا نام عبد عمرو تھا، جب میں مشرف باسلام ہوا تو میں نے اپنا نام عبد الرحمن رکھ لیا، مکہ میں جب امیہ مجھے ملتا تو کہتا: اے عبد عمرو! کیا تم نے اپنا وہ نام ترک کر دیا ہے جو تیرے باپ نے رکھا تھا؟ میں کہتا بے شک، وہ کہتا میں الرحمن کو نہیں جانتا اس لئے تو میرے اور اپنے درمیان کوئی ایسا نام طے کر جس سے میں تمہیں بلایا کروں، تمہارا یہ رویہ ہے کہ تم مجھے اپنے پہلے نام سے جواب نہیں دیتے اور میرا یہ حال ہے کہ میں تمہیں ایسے نام سے نہیں پکاروں گا جو میں نہیں جانتا۔ حضرت عبد الرحمن فرماتے ہیں: جب وہ مجھے بلاتا اے عبد عمرو! تو میں اسے جواب نہیں دیتا تھا۔ میں نے اسے کہا: اے ابوعلی! تو جو چاہے میرا نام طے کر لے۔ اس نے کہا پھر تو عبد اللہ ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس کے بعد جب کبھی میں اس کے پاس سے گزرتا تو وہ کہتا اے عبد اللہ اور میں اس کا جواب دیتا اور اس کے ساتھ باتیں کیا کرتا۔ یہاں تک کہ جب بدر کا دن آیا تو میں اس کے پاس سے گزرا جبکہ وہ اپنے بیٹے علی بن امیہ کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ میرے پاس چند زہریں تھیں جو میں نے اپنے مقتولوں سے اتاری تھیں، میں انہیں اٹھائے ہوئے تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا اے عبد عمرو! میں نے اسے جواب نہ دیا۔ پھر اس نے کہا اے عبد اللہ، میں نے ”ہاں“ سے جواب دیا۔ پھر اس نے کہا کیا تمہیں میری سلامتی کی ضرورت ہے، میں تمہارے لئے ان زہروں سے زیادہ بہتر ہوں جو تمہارے پاس

ہیں؟ میں نے کہا نَعَمْ هَا اللّٰهُ ذَا ہاں واللّٰہ، یہ تو بہت بہتر ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ سے زرہیں پھینک دیں اور اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ کہہ رہا تھا میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا، کیا تمہیں دودھ کی ضرورت نہیں، پھر میں ان کو لے کر چلا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: دودھ سے اس کی مراد یہ تھی کہ جو مجھے قیدی بنائے گا تو میں اسے بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں بطور فدیہ دے کر اپنے آپ کو چھڑا لوں گا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبدالرحمن بن ابی عون نے بیان کیا، انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا: جب میں اس کے اور اس کے بیٹے کے درمیان ان دونوں کے ہاتھ تھامے کھڑا تھا تو مجھ سے امیہ بن خلف نے پوچھا: اے عبداللہ! تمہارا یہ شخص کون ہے جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر بطور

هٰا اللّٰہ اور هَبْرُوۃ کی وضاحت

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا امیہ کے بارے میں قول ہے۔ هٰا اللّٰہ ذَا۔ یہ هٰا تنبیہ ہے اور ذَا اپنی ذات کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا یہ قسم کی طرف اشارہ ہے یعنی هٰذَا قَسْمِی۔ یہ میری قسم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ قسم اٹھانے والے کی طرف اشارہ ہے اور اسم اللّٰہ کی جرح قسم کی وجہ سے ہے جسے حذف کر کے هٰا تنبیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا۔ جس طرح استفہام اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ گویا کہ یوں کہا هٰا اَنْذًا مَّقْسِمٌ۔ یہ ہوں میں قسم اٹھانے والا۔ اور هٰا اور ذَا کے درمیان اسم مقسم بہ کے ساتھ فاصلہ کیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ وہی قسم اٹھانے والا ہے۔ اس لئے اَنَا ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللّٰہ عنہ کا یہ قول بھی اسی طرح ہے لَا هٰا اللّٰہ ذَا۔ اور زہیر کا قول ہے۔ تَعْلَمُنْ هٰا لَعَبْرُ اللّٰہِ ذَا قَسَمًا۔ اس نے اپنی اس قسم کو مصدر کے ساتھ مؤکد کیا جس پر سابقہ کلام دلالت کرتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن کا قول ہے: هَبْرُوۃ بِاسْمِیَافِہُمْ۔ یہ الْهَبْرُوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گوشت کا بہت بڑا ٹکڑا۔ یعنی انہوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

علامہ ابن اسحاق نے بنی غفار کے ایک آدمی کا قول ذکر کیا ہے جب اس نے بادل میں گھوڑوں کے ہنہانے کی آواز سنی اور کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا اَقْدَمَ حَمِزُوْمٌ۔ اَقْدَمَ دال کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی اے گھوڑے آگے بڑھ۔ حیزوم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ یہ الحزم

علامت سجایا ہوا ہے؟ میں نے کہا یہ حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ وہ بولا یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر یہ مصیبتیں نازل کی ہیں۔ عبدالرحمن فرماتے ہیں: بخدا! میں انہیں لے کر جا رہا تھا کہ اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ وہی شخص تھا جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں اسلام ترک کرنے کے لئے اذیتیں دیتا تھا۔ وہ آپ کو مکہ کی گرم ریت کی طرف لے جاتا، جب وہ گرم ہو جاتی تو آپ کو اس پر پیٹھ کے بل لٹا دیتا پھر ایک بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا جو آپ کے سینہ پر رکھ دی جاتی۔ پھر کہتا، تمہاری یہی حالت رہے گی یا پھر تم محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دو گے۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ أحد أحد (1) پکارتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو کہا رَأْسُ الْكُفْرِ أُمِّيَّةُ بْنُ خَلْفٍ لَا نَجَوْتَ إِنْ نَجَدَ۔ ”یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف، اگر آج وہ بچ گیا تو پھر میرا بچنا محال ہے۔“ میں نے کہا اے بلال!

سے فیعل کا وزن ہے اور صدر (سینے) کے اوپر والے حصے کو بھی حیزوم کہتے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس گھوڑے کے نام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہو کیونکہ وہ فرشتوں کے گھوڑوں کا سردار ہے اور ان سب سے مقدم ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا ایک اور گھوڑا الحیاء بھی ہے جو جس چیز کو چھوتا ہے وہ زندہ ہو جاتی ہے۔ یہی وہ گھوڑا ہے جس کے نشان قدم سے سامری نے منہی بھر مٹی لے کر اس پتھرے میں ڈال دی تھی جو اس نے سونے کو ڈھال کر بنایا تھا تو اس سے گائے کی آواز آتی تھی۔ اسے زجاج نے ذکر کیا ہے۔

1۔ أَخَذَ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ قرآن کریم نے اس کی تصریح کی۔ یہ ان اسماء حسنی میں سے ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک بار آئے ہیں اور یہ سورۃ اخلاص میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم آخَذُ سب اسماء سے زیادہ قوت، جمعیت، عدم تفریق، عدم تجزی اور عدم انفصال پر دلالت کرتا ہے۔ جب یہ لفظ أَخَذَ مفرد ہو تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی کی جائے گی۔ جیسا کہ اس باب کی حدیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ وارضاء کا قول ہے أَخَذَ أَخَذَ۔ نیز جب یہ اسم حالت اثبات میں غیر مضاف ہو کر استعمال ہو تو بھی اسے اللہ عزوجل کی طرف پھیرا جائے گا۔ جیسا کہ سورۃ اخلاص میں بھی ہے۔ قَدْ هُوَ اللہ أَخَذَ (اے حبیب!) فرمادے کہ وہ اللہ ہے یکتا۔ پس یہ کلام مثبت ہے اور اسم غیر مضاف ہے۔ البتہ جب یہ اسم حالت اثبات میں مضاف ہو کر استعمال ہو تو پھر صرف اللہ عزوجل کی پہچان نہیں ہوگا بلکہ عام ہوگا، سب کو شامل ہوگا اور مطلق ہوگا جیسے سورۃ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَيْرِقِكُمْ هَذِهِ (الکہف: 19) ترجمہ: ”پس بھیجو کسی کو اپنے ساتھیوں سے اپنے ایک سکہ کے ساتھ۔“ نیز جب یہ حالت نفی میں ہو تو بھی عام اور مطلق ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ اخلاص کے آخر میں ہے: وَنَنْهَ يَنْهَ لَنْهَ كُفُّوا أَخَذَ“ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَنْهَ سَاءَ النَّبِيُّ سَبْتًا كَاخَذَ مِنَ النَّسَاءِ (الاحزاب: 32) ترجمہ: ”اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند۔“ اسی طرح کی اور بھی بہت آیات ہیں۔

کیا تم میرے دو قیدیوں کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا اگر وہ بچ گیا تو پھر میں نہیں بچ سکوں گا۔ میں نے کہا اے ابن سوداء کیا تو سن رہا ہے؟ انہوں نے کہا اگر یہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔ پھر انہوں نے بلند آواز سے پکارا اے انصار اللہ! یہ کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے، اگر وہ بچ گیا تو پھر میں بچ نہیں سکوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں کنگن کی طرح گھیر لیا، میں اسے بچا رہا تھا۔ ایک شخص نے تلوار کھینچ لی اور اس کے بیٹے کی ٹانگ پر وار کیا، وہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر امیہ نے ایسی چیخ ماری کہ میں نے اس جیسی چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے کہا اپنے آپ کو بچاؤ۔ اب تم بچ نہیں سکتے، میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ فَهَبُوا هُمَا بِأَسْيَافِهِمْ حَتَّى فَرَّغُوا مِنْهُمَا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اپنی تلواروں کے پیہم واروں سے ان دونوں کے پرزے اڑاتے رہے یہاں تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن کہا کرتے تھے: ”اللہ تعالیٰ بلال پر رحم کرے، میری زرہیں بھی چلی گئیں اور میرے دو قیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے فدیہ سے بھی محروم کر دیا۔“

غزوہ بدر میں ملائکہ کی حاضری

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ان کے سامنے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی گئی۔ آپ نے فرمایا مجھ سے بنی غفار کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ میں اور میرا ایک چچا زاد بھائی ہم دونوں آئے اور ایک ایسے پہاڑ پر چڑھ گئے جہاں سے بدر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ہم مشرک تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ جنگ میں آفت کس پر پڑتی ہے تاکہ ہم بھی لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹ میں شریک ہو جائیں۔ چنانچہ اس اثناء میں کہ ہم پہاڑ پر تھے ایک بادل کا ٹکڑا ہمارے قریب ہوا۔ ہم نے اس میں گھوڑوں کے ہنہانے کی آواز سنی۔ میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا: اَقْدَمَ حَيَزُومٌ حَيَزُومٌ ”حیزوم آگے بڑھ۔“ میرے چچا زاد بھائی کے تودل کا پردہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ مر گیا اور رہا میں تو میں بھی ہلاکت کے قریب ہو گیا تھا پھر میں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بنی ساعدہ کے بعض افراد سے اور انہوں نے ابواسید مالک بن ربیعہ سے جو غزوہ بدر میں حاضر تھے، یہ روایت بیان کی، یہ واقعہ ان کی بینائی جاتے رہنے کے بعد کا ہے۔ انہوں نے کہا: آج میں بدر میں ہوتا اور میری بینائی بھی ہوتی تو میں تم کو وہ گھائی دکھاتا جس سے فرشتے نکلے، مجھے اس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ شبہ۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ابو اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے بنی مازن بن نجار کے کچھ لوگوں سے، انہوں نے ابو داؤد مازنی سے روایت کیا جو غزوہ بدر میں حاضر تھے، انہوں نے کہا بے شک میں نے بدر کے روز ایک مشرک کا تعاقب کیا تا کہ اس پر وار کروں تو اچانک میں نے دیکھا کہ میری تلوار اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر گر پڑا، میں نے جان لیا کہ اسے میرے سوا کسی اور نے قتل کیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ اس نے عبد اللہ بن حارث کے آزاد کردہ غلام مقسم سے اور اس نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھی جن کے شملے انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے اور حنین کے روز سرخ عمامے (ان کی علامت تھی)۔ علامہ ابن ہشام نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمامے عربوں کے تاج ہیں اور بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید تعویذات تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبریل علیہ السلام (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا، اس نے مقسم سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرشتوں نے بدر کے سوا کسی اور جنگ میں قتال نہیں کیا۔ وہ دوسری جنگوں میں تعداد اور مدد کو بڑھانے کے لئے شریک ہوتے تھے، کسی کو مارتے نہیں تھے۔

ابو جہل کی ہلاکت

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس روز ابو جہل لڑتا ہوا اور یہ رجز پڑھتا ہوا آیا:

مَا تَنْقِمُ الْحَرْبُ الْعَوَانَ مِثْنِي بَازِلُ عَامِينَ حَدِيثُ سِنِي

ابو داؤد مازنی کا نسب

علامہ ابن اسحاق نے ابو داؤد مازنی اور ان کے اس قول کا ذکر کیا ہے: لَقَدْ اتَّبَعْتُ رَجُلًا مِّنَ الشَّرِكَمِ فَسَقَطَ رَأْسُهُ قَبْلَ أَنْ أَصِلَ إِلَيْهِ کہ میں نے ایک مشرک کا تعاقب کیا تو میرے اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر نیچے گر گیا۔ کہا گیا ہے کہ ابو داؤد کا نام عمیر بن عامر ہے اور یہی وہ شخص ہے جس نے ابوالخثری بن ہشام کو قتل کیا اور اس کی تلوار چھین لی۔ یہ ابن اسحاق کے علاوہ سیرت نگاروں کی

لِيُقِلَّ هَذَا وَلَدَتْنِي أُمِّي

”یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔ میں نو جوان طاقتور اونٹ ہوں جو اپنے عنفوانِ شباب میں ہے۔ میری ماں نے مجھے ایسی جنگوں کے لئے ہی جنا ہے۔“

بدر کے روز مسلمانوں کا شعار

علامہ ابن ہشام نے کہا: بدر کے روز اصحابِ رسول اللہ ﷺ کا شعار ”أَحَدٌ أَحَدٌ“ تھا۔

ابو جہل کی ہلاکت کا بقیہ واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر جب رسول ﷺ اپنے دشمن سے فارغ ہوئے تو مقتولوں

میں ابو جہل کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔

مجھ سے ثور بن یزید نے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے روایت کیا اور عبد اللہ بن ابی بکر نے بھی مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے، ان دونوں (ثور بن

یزید اور عبد اللہ بن ابی بکر) کا بیان ہے کہ بنی سلمہ کے ایک فرد حضرت معاذ بن عمرو بن جموح نے

ایک جماعت کا قول ہے اور ابن اسحاق نے کہا: اسے مجذرنے قتل کیا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے۔

لغات

ابو جہل کے قتل میں حضرت معاذ بن عمرو کا قول ہے: مَا شَبَّهْتُ رِجْلَهُ حِينَ طَاحَتْ إِلَّا

بِالنَّوَاةِ تَطِيحُ مِنَ الْبِرْضِضَةِ کہ جب ابو جہل کا پاؤں کٹ کر اڑا تو میں نے اس کے پاؤں کو ایک

ایسی گٹھلی کے ساتھ تشبیہ دی جو کچلنے والے پتھر کے نیچے سے اڑتی ہے۔ طَاحَتْ کا معنی ہے ذہبت یعنی

وہ گیا اور یہ ذہاب ہلاکت کی طرف ہوتا ہے اور البرضضة الارزبة کی طرح ہے یعنی وہ بڑا پتھر جس

کے ساتھ جانوروں کے چارہ کے لئے گٹھلیاں کوٹی جاتی ہیں۔ الرضحة حاء مہملہ کے ساتھ ہو تو اس کا

معنی ہوتا ہے خشک چیز کو توڑنا اور الرضحة کا معنی ہوتا ہے تر چیز کو توڑنا۔ الطائی کا شعر ہے:

أَتَرْضَحْنِي رَضَحَ الثَّوِي وَهِيَ مُصْبِتٌ وَ يَأْكُلْنِي أَكَلَ الذَّبَا وَ هُوَ جَائِعٌ

”کیا تو مجھے گٹھلیوں کی طرح کوٹ رہا ہے درآں حالیکہ وہ خاموش ہیں اور وہ مجھے کدو کی طرح کھا

رہا ہے جبکہ وہ بھوکا ہے۔“

انہوں نے حبیب بن اوس الطائی کے قول سے صرف اس کے علم کی وجہ سے دلیل پکڑی ہے نہ کہ

اس وجہ سے کہ وہ کوئی عربی ہے جس کی لغت سے حجت پکڑی جاتی ہو۔

کہا میں نے لوگوں سے سنا جبکہ ابو جہل لوگوں کے درمیان الحرجۃ درخت کی طرح تھا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا ہے الْحَرْجَةُ کا معنی ہے وہ درخت جو دوسرے درختوں کے درمیان لپٹا ہوا ہو اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے الحرجۃ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یہ بہت سے درختوں کے درمیان ایک ایسا درخت ہوتا ہے جس تک پہنچنا مشکل ہو۔

(حضرت معاذ فرماتے ہیں میں نے لوگوں سے سنا) وہ کہہ رہے تھے ابوالحکم تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے ابو جہل کو اپنا مقصود بنا لیا اور اس تک پہنچنے کی ٹھان لی۔ جب وہ میری دسترس میں آ گیا تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس پر ایک ایسا وار کیا جس نے اس کے پاؤں کو نصف پنڈلی تک کاٹ دیا۔ بخدا جب وہ کٹ کر اڑا تو مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی کھجور کی گٹھلی گٹھلیوں کو کچلنے والے پتھر کے نیچے سے اڑتی ہے جب ان پر پتھر کی ضرب پڑتی ہے۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر وار کیا جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور میری پہلو کی کھال سے لٹکنے لگا۔ اس وجہ سے اس سے لڑنا میرے لیے بڑا دشوار ہو گیا۔ میں سارا دن اسی حالت میں لڑتا رہا کہ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتا پھرتا تھا۔ جب وہ میرے لیے اذیت کا باعث بنا تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھا، اسے اس پر دبایا اور کھینچ کر الٹ کر دیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس کے بعد وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ پھر ابو جہل کے پاس سے حضرت معوذ بن عفراء گزرے جبکہ وہ لنگڑا پڑا تھا۔ آپ نے اس پر

ابو جہل کو قتل کرنے والے دونو جوان

علامہ ابن اسحاق نے ان دو لڑکوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ابو جہل کو قتل کیا وہ دونوں معاذ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراء تھے جبکہ صحیح مسلم میں ہے کہ وہ دونوں معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح ہیں۔ اور عفراء یہ عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار کی بیٹی ہے۔ اس کے نسب سے بنو عفراء معروف ہیں اور ان کا باپ حارث بن رفاعہ بن سواد ہے۔ اس میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ ابن اسحاق سے ابن ادریس کی روایت ہے جیسا کہ کتاب مسلم میں بھی ہے کہ ابو عمر نے کہا: اس واقعہ کی صحیح ترین روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: مَنْ يَأْتِنِي بِخَبَرٍ أَبِي جَهْلٍ "میرے پاس ابو جہل کی خبر کو لائے گا" الحدیث۔ اس میں ہے کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے قتل کیا تھا۔

ایسا وار کیا کہ اسے زمین پر جا گرایا پھر اسے چھوڑ دیا، ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی۔ حضرت معوذ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابو جہل کے پاس سے اس وقت گزرے جب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ اسے مقتولوں میں تلاش کیا جائے۔ مجھے جو خبر ملی ہے اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا تھا: ”اگر وہ مقتولوں کے درمیان تم سے پہچانا نہ جائے تو اس کے گھٹنوں پر ایک زخم کا نشان دیکھنا کیونکہ ایک روز عبداللہ بن جدعان کے پاس دعوت کے موقع پر اس کے اور میرے درمیان مڈ بھیسڑ ہوئی تھی۔ اس وقت ہم دونوں کم سن تھے۔ میں اس کی بنسبت کچھ کمزور اور دبلا تھا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا جس کے باعث اس کے ایک گھٹنے پر خراش آ گئی جس کا نشان ابھی تک باقی ہے۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے جاں بلب پایا، اسے پہچانا اور اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا۔ اس نے ایک بار مکہ میں مجھے بڑی سختی سے اپنی گرفت میں لے کر اذیت پہنچائی تھی اور مجھے مکے مارے تھے۔ پھر میں نے اسے کہا اے اللہ کے دشمن! کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا؟ اس نے کہا: اس نے مجھے کس بات کے ساتھ رسوا کیا۔ اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ۔ کیا میں اس شخص سے بھی زیادہ رسوا ہوں جسے تم نے قتل کر دیا ہے؟ مجھے بتاؤ آج فتح کس کو ہوئی؟ میں نے کہا: اللہ کو اور اس کے رسول کو۔

ابن ہشام نے کہا: ضَبَّثَ کا معنی ہے اس نے اسے گرفتار کیا اور اس کے ساتھ چمٹ گیا۔

ابو جہل کا قول ہے: اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ۔ ایک روایت میں ہے قَتَلَهُ قَوْمُهُ۔ یعنی اس شخص سے بڑھ کر رسوا جسے اس کی قوم نے قتل کر دیا ہو۔ یہی ابن ہشام کی تفسیر کا مفہوم ہے جہاں انہوں نے کہا: اِنِّی لَیْسَ عَلَیْهِ عَارٌ۔ یعنی اس پر کوئی عار نہیں۔ پہلی تفسیر غریب الحدیث میں ابو عبید نے بیان کی ہے۔ انہوں نے اس شعر سے استشہاد کیا ہے:

تُقَدَّمُ قَیْسُ کُلِّ یَوْمٍ کَرِیْہَةٍ وَ یُثْنٰی عَلَیْہَا فِی الرِّحَاءِ ذُنُوبُہَا
ہر جنگ کے دن بنی قیس کو آگے کیا جاتا ہے اور آسودگی کے ایام میں ان کے گناہوں پر ان کی مذمت کی جاتی ہے۔

وَ اَعْمَدُ مِنْ قَوْمٍ کَفَّاهُمْ اَخُوْهُمْ صِدَامَ الْاَعَادِیْ حِیْنَ فُلْتُ نَمُوْبُہَا
اور وہ اس قوم سے بھی زیادہ غضبناک ہیں جس کے لئے ان کا بھائی دشمن کا حملہ روکنے کے لئے اس وقت کافی ہو جب دشمنوں کے مصائب کو شکست دی جائے۔

ضابی بن حارث برجی نے کہا:

فَلَصَبَحْتُ مِمَّا كَانَ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ مِمَّنِ الْوَدِّ مِثْلَ الضَّابِثِ الْمَاءِ بِالْيَدِ
”میرے اور تمہارے درمیان جو محبت ہے اس کی وجہ سے میں اس شخص کی مانند ہو گیا جو پانی
کو اپنے ہاتھ سے پکڑنا چاہتا ہے۔“

ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو جہل نے کہا: أَعَارَ عَلَى رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ۔ ”کیا
اس شخص پر کوئی عار ہے جسے تم نے قتل کیا، مجھے خبر دو کہ آج فتح کس کی ہوئی؟“

ابن اسحاق نے کہا: بنی مخزوم کے بعض افراد کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہا

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے عَيْدَ
الْبَعِيرِ يَعْنِي۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب اونٹ کی کوہان سوچ جائے اور وہ ہلاک ہو جائے تو معنی یہ
بنے گا أَهْلَكَ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ۔ اس شخص سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا جسے اس کی قوم نے قتل
کیا ہو۔ ابن اسحاق نے جو ابو جہل کا یہ قول ذکر کیا ہے اور بنی مخزوم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
کے متعلق ابو جہل کا یہ قول ذکر کیا ہے: لَقَدْ ارْتَقَيْتَ مَرْتَقَى صَعْبًا يَا دُوَيْعَى الْغَنَمِ ”یعنی اے
بکریوں کے نکمے چمے وہاں تو بڑے دشوار زینہ پر چڑھ گیا ہے۔ یہ دونوں قول اس روایت کے معارض
ہیں جو سیر ابن شہاب اور مغازی ابن عقبہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے بیٹھا
ہوا پایا، نہ وہ حرکت کر سکتا تھا اور نہ بات، آپ نے اس سے اس کی زرہ اتاری تو دیکھا کہ اس کے جسم پر
سیاہ نکتے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس کے خود کی زرہ کے ساتھ ملی ہوئی کڑیوں کو کھولا وہ کوئی بات
نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ابو جہل کی ہی تلوار سونتی اور اس کے ساتھ اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ پھر جب
آپ اس کا سراٹھا کر بارگاہ رسالت ﷺ میں لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سیاہ نکتوں کے
بارے میں پوچھا جو آپ نے اس کے بدن پر دیکھے تھے۔ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا کہ
اسے فرشتوں نے قتل کیا تھا اور وہ فرشتوں کی ضربوں کے نشانات تھے۔ اور یونس نے ابو عمیس سے
روایت کیا کہ انہوں نے کہا مجھے قاسم بن عبد الرحمن نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلوار
دکھائی اور کہا یہ ابو جہل کی تلوار ہے جب آپ نے اسے قتل کیا تھا اور یہ تلوار چھین لی تھی۔ وہ ایک چھوٹی
سی چوڑی تلوار تھی جس کے کناروں پر چاندی کے ٹکڑے اور حلقے لگے ہوئے تھے۔ ابو عمیس نے کہا اس
تلوار کے ساتھ قاسم نے ایک بیل کی گردن پروار کیا تو اس نے اسے کاٹ دیا اور اس میں بہت بڑا رخہ
ڈال دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس رخنے کو دیکھ کر قاسم کی چیخ نکل گئی۔

کرتے تھے کہ ابو جہل نے مجھے کہا: اے بکریوں کے نکلے چرواہے تو نے بڑے دشوارزینہ پر قدم رکھا ہے۔ پھر میں نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کے دشمن ابو جہل کا یہ سر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ۔ ”اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الہ نہیں“۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی قسم ہوا کرتی تھی۔ میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ پھر میں نے اس کا سر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ابن ہشام نے کہا: مجھ سے ابو عبیدہ اور دیگر علمائے مغازی نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص سے، جب وہ آپ کے پاس سے گزرے، کہا میرا خیال ہے تمہارے دل میں کوئی رنجش ہے۔ میں سمجھتا ہوں تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے، بے شک اگر میں اسے قتل کرتا تو اس کے قتل کا تم سے عذر نہ کرتا لیکن میں نے اپنے خالو عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا ہے اور تمہارے باپ کے پاس سے تو میں اس حالت میں گزرا ہوں کہ وہ سینگوں کے ساتھ زمین کھودنے والے بیل کی طرح زمین کھود رہا تھا۔ میں اس سے کتر کر نکل گیا۔ اس کے چچا زاد بھائی علی اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔

حرف جر کا اضممار

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: اَللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یہ سیبویہ وغیرہ کے نزدیک جر کے ساتھ ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہمزہ استفہام حرف جر کے عوض ہے اور جب آپ کو اختیار دیا جائے تو پھر آپ صرف نصب کے ساتھ اللہ بھی کہہ سکتے ہیں، مبرداً اس کے علاوہ کوئی حرکت جائز قرار نہیں دیتے اور سیبویہ نے جر کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ قسم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقسم بہ باء یا واؤ کے ساتھ مجرور ہے اور حروف جر کو مضمّر ماننا جائز نہیں سوائے اس طرح کے مواقع پر یا جن مواقع پر اس کا استعمال بہت کثیر ہو جیسا کہ مروی ہے کہ روبہ سے جب پوچھا جاتا کیفَ اصْبَحْتَ؟ آپ نے صبح کیسے کی تو وہ کہتے عَافَكَ اللّٰهُ۔ خیریت ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں عافیت بخشے۔

ابن اسحاق نے ابو جہل کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا قول ذکر کیا ہے جب اس نے عبد اللہ بن جدعان کی دعوت پر آپ کے ساتھ جھگڑا کیا تھا۔ ذکر میلاد میں عبد اللہ بن جدعان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور ہم نے اس کے بڑے پیالے کا واقعہ اور تنگدستی کے بعد اس کی توغمری کا سبب بھی بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

عکاشہ بن محسن کا واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: بنی عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف حضرت عکاشہ بن محسن بن حریث بن الاسدی رضی اللہ عنہ بدر کے روز اپنی تلوار کے ساتھ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ان کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ایک لکڑی اسے دے دی اور فرمایا: قَاتِلْ بِهَذَا يَا عَكَاشَةُ اے عکاشہ اس سے دشمن کے ساتھ جنگ کرو۔ جب آپ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے لے کر لہرایا تو وہ لکڑی آپ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جو کافی لمبی تھی جس کا لوہا بڑا سخت تھا اور اس کی رنگت سفید تھی۔ آپ اس کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس تلوار کو العون کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ تلوار آپ کے پاس رہی، آپ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تمام غزوات میں اسی کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ فتنہ ارتداد میں آپ شہید ہو گئے، جبکہ وہ تلوار آپ کے پاس تھی۔ آپ کو طلحہ بن خویلد الاسدی نے شہید کیا تھا۔ اسی کے متعلق طلحہ نے کہا:

فَمَا ظَنُّكُمْ بِالْقَوْمِ إِذْ تَقْتُلُونَهُمُ الْيَسُورَ وَ إِنْ لَمْ يُسَلِّمُوا بِرِجَالٍ
”ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جب تم انہیں قتل کر رہے ہو۔ کیا وہ آدمی نہیں اگرچہ انہوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔“

فَإِنْ تَكُ أَذَاوِدُ أَصْبَنَ وَ نِسْوَةٌ فَلَئِنْ تَذَهَبُوا فَرُّغًا بِقَتْلِ حِبَالٍ
اگر کوئی دس اونٹ سے کم تعداد کا قافلہ ہو یا عورتیں ہوں جو مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو پھر

حضرت عکاشہ بن محسن کا واقعہ

عکاشہ کو کاف کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ صاحب العین نے کہا یہ عَكَشَ عَلَى الْقَوْمِ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص دوسرے لوگوں پر حملہ آور ہو۔ دیگر اہل لغت کا کہنا ہے کہ عکاشہ العکاش سے مشتق ہے جس کا معنی مکڑی ہے۔ جہاں تک حضرت عکاشہ کی اس تلوار کا تعلق ہے جو لکڑی کی تھی تو کہا گیا ہے کہ وہ تلوار عکاشہ کی اولاد میں نسل در نسل چلتی رہی۔ تلوار کے بارے میں عکاشہ کے واقعہ کی مثل حضرت عبد اللہ بن جحش کے بارے میں بھی مروی ہے۔ اس کا ذکر غزوہ احد میں آئے گا۔

طلحہ کا قول ہے: فَلَنْ يَذْهَبُوا قِرْعًا بِقَتْلِ حِبَالٍ۔ قرع کا معنی ہے خون معاف کر دینا اور اس کا بدلہ نہ لینا اور حبال طلحہ کا بھتیجا ہے، اس کا بیٹا نہیں اور وہ حبال بن مسلمہ بن خویلد ہے اور مسلمہ اس کا

بھی تم حبال کو قتل کر کے بغیر قصاص کے یوں ہی بھاگ نہ سکو گے۔“

نَصَبْتُ لَهُمْ صَدْرَ الْحِمَالَةِ إِنَّهَا مُعَاوِدَةٌ قِيلَ الْكُمَاةُ نَزَالٌ
”میں نے ان لوگوں کی خاطر اپنی حمالہ نامی اونٹنی کو تکلیفیں دیں، بے شک یہ اونٹنی مسلح سرداروں کو بار بار بلانے والی ہے کہ مقابلے کے لئے اترؤ۔“

فَيَوْمًا تَرَاهَا فِي الْجَلَالِ مَصُونَةٌ وَ يَوْمًا تَرَاهَا غَيْرَ ذَاتِ جِلَالٍ
”کسی روز تو اسے جھول میں محفوظ دیکھے گا اور کسی روز تو اسے دیکھے گا کہ وہ جھول سے خالی

ہے۔“

عَشِيَّةً غَادَرْتُ ابْنَ أَقْرَمَ قَاوِيَا وَ عُكَّاشَةَ الْغَنِيِّ عِنْدَ حِجَالِ
”وہ شام یاد کرو جب میں نے ابن اقرم اور عکاشہ الغنمی کو میدان جنگ میں پیوند خاک کر دیا تھا۔“

ابن ہشام نے کہا: حبال طلحہ بن خویلد کا بیٹا ہے اور ابن اقرم کا نام ثابت بن اقرم انصاری ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا یہ وہی عکاشہ بن محسن ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مرثدہ سنایا

باپ ہے، اسی نے حضرت عکاشہ کو شہید کیا تھا۔ مسلمہ نے آپ کا گلا گھونٹا اور طلحہ نے لزام نامی گھوڑے پر سوار ہو کر آپ پر وار کیا۔ اور ثابت بھی ایک مخبر نامی گھوڑے پر سوار تھا۔ ارتداد کے واقعات میں اس کا قصہ مشہور ہے۔

واقدی نے ارتداد کے بارے میں اس کے اس قول فَيَوْمًا تَرَاهَا فِي الْجَلَالِ مَصُونَةٌ کے بعد یہ ذکر کیا ہے: وَ يَوْمًا تَرَاهَا فِي ظِلَالٍ عَوَالٍ۔ یعنی اور کسی روز تو اسے اہل وعیال کے سائے میں دیکھے گا۔ الی آخر الشعر۔

ایک خبر میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عکاشہ اور ثابت بن اقرم البلوی دونوں انصار کے حلیف تھے۔ وہ دونوں حضرت خالد کے لشکر میں تھے جب آپ نے طلحہ پر حملہ کیا تھا۔ یہ دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں مسلمانوں کے آگے نکل گئے اور طلحہ کے گھڑسواروں میں گھس گئے۔ طلحہ انہی کے درمیان تھا۔ وہاں یہ دونوں اکٹھے شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ بزانہ (1) کے دن پیش آیا۔ سلیمان التیمی کے علاوہ تمام سیرت نگاروں نے اسی طرح کہا ہے۔ سلیمان نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکاشہ ایک سریہ میں شہید ہوئے جو رسول اللہ ﷺ نے بنی اسد کی طرف بھیجا تھا لیکن پہلی روایت زیادہ مشہور ہے۔

1۔ بزانہ بنی اسد یا بنی ملی کا ایک چشمہ تھا۔

کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی اس طرح جنت میں داخل ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان خوش نصیبوں میں کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تو انہی میں سے ہے یا فرمایا: اے اللہ اسے تو ان میں کر دے۔“ یہ سن کر ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے اور دعا ٹھنڈی ہو گئی۔

ہمیں جو خبر حضرت عکاشہ کے گھر والوں سے موصول ہوئی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنَا خَيْرُ فَارِسٍ فِي الْعَرَبِ۔ ”عرب کا بہترین شہسوار ہم میں سے ہے۔“ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عکاشہ بن محسن۔ حضرت ضرار بن ازور اسدی کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! وہ شخص تو ہم میں سے ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: لَيْسَ مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُ مَنَا لِلْحِلْفِ ”وہ تم میں سے نہیں بلکہ حلیف ہونے کی وجہ سے ہم میں سے ہے۔“

بدر کے روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمن کے مابین گفتگو علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو بلایا، وہ اس روز مشرکین کے ساتھ تھا، آپ نے پوچھا: اے خبیث میرا مال کہاں ہے؟ عبدالرحمن نے کہا: لَمْ يَبْقَ غَيْرُ شَيْءٍ وَ يَعْجُوبُ وَ صَارُمُ يَقْتُلُ ضَلَّالَ الشَّيْبِ ”ہتھیاروں کو تنگ کرنے کے لئے لکڑی کے پتھر، لمبے تیز گھوڑے اور اس تلوار کے سوا کچھ باقی نہیں رہا جو بوڑھے گمراہوں کو قتل کرتی ہے۔“

سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ

ابن اسحاق نے عکاشہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ذکر کیا جب انہوں نے عرض کی تھی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اہل جنت میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔ ”اس دعا میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔“ صحاح میں یہ حدیث اسی طرح ہے اور ابن اسحاق نے یہ الفاظ زیادہ کہے: وَ بَرَدَتِ الدُّعْوَةُ اور دعا ٹھنڈی ہو گئی۔

یہ وہ بات ہے جو میرے سامنے عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کی روایت سے ذکر کی گئی ہے۔

ابو عمر النمری نے بعض اہل علم سے ذکر کیا ہے جن کا انہوں نے نام نہیں لیا کہ جس شخص کو یہ کہا گیا سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ وہ منافق تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا نہ فرمائی۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: یہ بات صحیح نہیں کیونکہ مسند بزار میں ابوصالح کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ خیار مہاجرین میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے ابن بطلان نے کہا: حضور ﷺ کے ارشاد سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ کا معنی یہ ہے کہ عکاشہ تم سے اس صفت میں سبقت لے گیا ہے جو ان ستر ہزار جنتیوں کی صفت ہے یعنی پرندوں سے فال بازی کو ترک کرنا وغیرہ۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں ہے یا ان کے اخلاق پر نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ اپنے کلام میں خصوصاً صحابہ کرام کے ساتھ کلام کرنے میں حسن ادب اور شفقت کا لحاظ رکھتے تھے۔

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بارے میں جو بات میرے نزدیک درست ہے وہ یہ کہ وہ قبولیت دعا کی ساعت تھی جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے۔ جب وہ ساعت گزر گئی تو پھر آپ نے اس شخص سے وہ بات کہی تھی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث اسی بات کو واضح کرتی ہے کیونکہ آپ نے اس حدیث میں حضرت عکاشہ کے ذکر کے بعد فرمایا پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں سے کر دے۔ تو آپ نے فرمایا اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ۔ ”اے اللہ اسے بھی ان لوگوں میں سے کر دے“۔ پھر کچھ دیر لوگ خاموش رہے اس کے بعد ایک تیسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس بارے میں عکاشہ اور اس کا ساتھی تم سے سبقت لے گئے ہیں۔ اگر تو پہلے کہتا تو میں بھی کہہ دیتا اور اگر میں کہہ دیتا تو وہ بات واجب ہو جاتی۔ یہ حدیث مسند ابن ابی شیبہ اور مسند بزار میں بھی ہے یہ معنی حضرت ابن اسحاق کی روایت کی تائید کرتا ہے کیونکہ انہوں نے وبردت الدعوة کے الفاظ زیادہ ذکر کئے ہیں۔ حدیث عکاشہ کی تفسیر میں ہمارے اس بیان پر آگاہ ہو جائے کیونکہ یہ اسی کتاب کے فوائد میں سے ہے۔

جو لوگ کسی عذر کی بناء پر غزوہ بدر میں حاضر نہ ہو سکے ان میں سے ایک قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ ہیں جو کہ نعباء میں سے تھے۔ چونکہ آپ کو ایک سانپ نے ڈس لیا تھا اس لئے آپ جہاد کے لئے نہ نکل سکے۔ یہ قحطی کا قول ہے، اسی وجہ سے ابن اسحاق نے انہیں اور ابن عقبہ کو اصحاب بدر میں ذکر

مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دیا گیا۔ بجز امیہ بن خلف کی لاش کے، وہ اپنی زرہ میں پھول گئی تھی جس سے زرہ بھر گئی۔ جب اسے حرکت دی گئی تو اس کا گوشت بکھر گیا۔ اس لئے وہیں پڑا رہنے دیا گیا اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھانک دیا گیا۔ جب انہیں کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اوپر کھڑے ہو کر ندادی: **يَا أَهْلَ الْقَلْبِ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا** ”اے کنویں والو! جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اس وعدہ کو تم نے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا

نہیں کیا لیکن ایک طائفہ نے انہیں اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک ابن کلبی ہیں اور ان کے ساتھ ایک جماعت ہے۔

اصحاب قلب بدر کو نداء

ایک نحوی مسئلہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: **يَا عُبَيْدُ بْنُ رَبِيعَةَ وَ يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ اِلْحِ - يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ تَاءُ** کے ضمہ اور نون کے نصب اور دونوں کے نصب کے ساتھ بھی جائز ہے۔ جو لوگ **جَاءَ نِيْ زَيْدُ ابْنِ فُلَانٍ** کو تنوین کے ساتھ بولتے ہیں وہی اسے **يَا زَيْدُ ابْنِ فُلَانٍ** دال کے ضمہ کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ اس صورت میں ابن کو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور جو لوگ تنوین کے بغیر **جَاءَ نِيْ زَيْدُ ابْنِ** کہتے ہیں وہی لوگ نداء میں دال کے نصب کے ساتھ **يَا زَيْدُ ابْنِ** بھی کہتے ہیں۔ اس صورت میں ابن کو الف کے بغیر لکھا جاتا ہے کیونکہ یہاں ابن کو ما قبل کے ساتھ ملا کر اسم واحد بنایا گیا ہے۔ اس بناء پر جب آپ کہیں گے **يَا حَارِثُ ابْنِ عَمْرٍو** تو اسے الف کے ساتھ لکھیں گے کیونکہ آپ کی مراد **يَا حَارِثُ** ضمہ کے ساتھ ہے، کیونکہ اگر آپ **يَا حَارِثُ** بولنے کا ارادہ کرتے تو اسے مرخم نہ کرتے کیونکہ وہ اسم کے درمیان آ گیا ہے۔ سیبویہ نے اسے اس قول کے قائم مقام رکھا ہے: **امراء** اسی طرح حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے **و يَا اَبَا جَهْلٍ** بن هشام کہ اگر ابو جہل کے لام کو تنوین دیں گے تو ابن کو الف کے ساتھ لکھیں گے اور اگر لام کو تنوین نہیں دیں گے تو ابن کو بغیر الف کے لکھیں گے۔

میں نے اسے سچا پایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مرے ہوئے لوگوں سے کلام فرما رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا بے شک وہ جانتے ہیں کہ جو ان کے رب نے ان سے وعدہ کیا تھا وہ سچ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے لَقَدْ سَبِعُوا مَا قُلْتُ لَهُمْ ”جو کچھ میں نے انہیں کہا ان لوگوں نے سن لیا۔“ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا: لَقَدْ عَلِمُوا کہ ”بے شک انہوں نے جان لیا۔“

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حمید الطویل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے آدھی رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: يَا أَهْلَ الْقَلْبِ، يَا عْتَبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَ يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَ يَا أُمِّيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَ يَا أَبَا جَهْلٍ بْنَ هِشَامٍ۔ ”اے کنوئیں والو! اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے امیہ بن خلف، اے ابو جہل بن ہشام، آپ نے کنوئیں میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس قول کے بارے میں انکار ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَقَدْ سَبِعُوا مَا قُلْتُ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے صرف یہ فرمایا لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ حَقٌّ۔ کہ بے شک انہوں نے جان لیا کہ جو بات میں ان سے کہتا تھا وہ حق تھی۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں موجود نہ تھیں اور دیگر لوگ جو وہاں موجود تھے وہ حضور ﷺ کے الفاظ کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا: يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّخِاطِبُ قَوْمًا قَدْ جَحِفُوا أَوْ أَجِيفُوا ”یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ان لوگوں کو مخاطب کر رہے ہیں جو گل سڑ چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مَا آتَمَّ بِأَسْمَعٍ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ ”جو میں ان سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے اور جب یہ ممکن ہے کہ وہ اس حالت میں جاننے والے تھے تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بات کو سننے والے بھی ہوں یا تو اپنے سروں کے کانوں کے ساتھ جبکہ ہم یہ کہیں کہ سوال و جواب کے وقت روح پورے جسم کی طرف یا بعض جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور یہ اکثر اہل سنت کا موقف ہے، یا دل یا روح کے کانوں کے ساتھ، یہ اس شخص کے مذہب کے مطابق ہے جو کہتا ہے کہ سوال روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے، روح کو پورے جسم یا بعض جسم کی طرف لوٹایا نہیں جاتا۔ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی استدلال کیا ہے وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ (فاطر) ”اور

ڈالے گئے تمام کفار کو شمار کیا، (پھر فرمایا) هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا ”جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا ہے۔“ تو مسلمانوں نے عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ان لوگوں کو نذا فرما رہے ہیں جو گل سڑ چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعُ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ وَلَكِنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُجِيبُونَنِي ”جو میں ان سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ مجھے جواب دینے کی قوت سے محروم ہیں۔“

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس روز یہ بات فرمائی: يَا أَهْلَ الْقَلْبِ بْنِسَ عَشِيرَةِ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَبْتُونِي وَصَدَّقْتَنِي النَّاسُ وَأَخْرَجْتُونِي وَأَوَانِي النَّاسُ وَقَاتَلْتُونِي وَنَصَرْتَنِي النَّاسُ ”اے کنوئیں والو! اپنے نبی کے تم بہت برے رشتہ دار تھے، تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی، تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔“ پھر فرمایا: هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اسے تم نے سچا پایا؟ پھر وہ بات فرمائی جو فرمائی۔

آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں۔“ یہ آیت اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: أَفَأَنْتَ يَا أَيُّهَا الضَّمَامُ أَتُنْهَى الْعُتَى (الزخرف: 40) ”کیا آپ سنانا چاہتے ہیں بہروں کا یا راہ دکھانا چاہتے ہیں اندھوں کو؟“ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہدایت اور توفیق دیتی ہے اور پسند و نصیحت کو دلوں کے کانوں تک پہنچاتی ہے نہ کہ آپ۔ کفار کو مردہ اور بہرہ انہیں مردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ کے طور پر فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو انہیں حقیقت میں سناتی ہے جب وہ چاہے نہ کہ اس کا نبی اور نہ کوئی اور، چنانچہ اس آیت کا مذکورہ بحث کے ساتھ دو صورتوں کے اعتبار سے کوئی تعلق نہیں، ایک یہ کہ یہ آیت صرف کفار کو ایمان کی دعوت کے بارے میں نازل ہوئی، دوسری یہ کہ اس آیت نے نبی کریم ﷺ سے سنانے کی نفی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کیونکہ مردوں کو اللہ تعالیٰ ہی سنا سکتا ہے جب وہ چاہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اصحابِ قلب بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

عَرَفْتُ دِيَارَ زَيْنَبَ بِالْكَيْبِ كَخَطِ الْوَحْيِ فِي الْوَرَقِ الْقَشِيبِ
”میں نے ٹیلے پر زینب کے گھر کو اس طرح پہچان لیا جس طرح بوسیدہ کاغذ پر تحریر کے خط کو پہچان لیا جاتا ہے۔“

تَدَاوَلَهَا الرِّيحُ وَ كُلُّ جَوْنٍ مِّنَ الْوَسِيِّ مَنَهَرٍ سَكُوبٍ
ان گھروں پر ہوائیں چلتی ہیں اور موسم بہار کا ہر سیاہ بادل لگا تار اور موسلا دھار برستا ہے۔

فَامْسِ رَسْمَهَا خَلْقًا وَ اَمْسَتْ يَبَابًا بَعْدَ سَاكِنِهَا الْحَبِيبِ
پس ان کے نشان بوسیدہ ہو گئے اور وہ اجڑے پڑنے ہیں جبکہ پہلے وہاں کبھی محبوب رہتا تھا۔

فَدَعُ عَنْكَ التَّدَكُّرَ كُلَّ يَوْمٍ وَ رُدَّ حَرَادَةَ الصَّدْرِ الْكَنِيبِ
”پس تو ہر روز ان کو یاد کرنا چھوڑ دے اور اپنے غمزہ سینے کی حرارت کو ختم کر دے۔“

وَ خَبِرَ بِالَّذِي لَا عَيْبَ فِيهِ بِصِدْقٍ غَيْرِ اخْبَارِ الْكُذُوبِ
”اور ان جھوٹے قصوں کی اخبار کو چھوڑ کر اس سچی بات کی خبر دے جس کے سنانے میں کوئی حرج نہیں۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے معانی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کئے گئے ہیں جن میں آپ نے کہا:

كَخَطِ الْوَحْيِ فِي الْوَرَقِ الْقَشِيبِ

لغت میں القشيب کا معنی ہے جدید لیکن اس شعر میں اس کا کوئی معنی نہیں کیونکہ اہل عرب جب نقشے بیان کرتے ہیں اور انہیں کاغذ پر تحریر کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں تو اس وقت تحریر سے ان کی مراد اس کا مٹ جانا اور محو ہو جانا ہوتا ہے کیونکہ یہ چیز گھروں کے نقوش مٹ جانے اور آثار کے محو ہو جانے پر زیادہ دلالت کرنے والی ہوتی ہے۔ اشعار میں اس کی کثرت کی وجہ سے استشہاد کی ضرورت تو نہیں البتہ نابغہ کا یہ شعر پیش خدمت ہے:

وَقَفْتُ فِيهَا أَصِيلًا نَا أَسَائِلُهَا عَيْتَ جَوَابًا وَ مَا بِالرَّبْعِ مِنْ أَحَدٍ
”میں شام کے وقت ان کھنڈرات میں کھڑا ہو کر ان سے پوچھ رہا تھا، انہوں نے ناقابلِ فہم جواب دیا اور اس ٹیلے پر کوئی بھی نہ تھا۔“

بِمَا صَنَعَ الْمَلِكُ غَدَاةَ بَدْرِ لَنَا فِي الْمُشْرِكِينَ مِنَ النَّصِيبِ

إِلَّا الْآوَارِي لَأَيَّامًا أَبَيَّنَهَا وَالنُّوَى كَالْحَوْضِ بِالْمَظْلُومَةِ الْجَلْدِ

”سوائے آواروں کے، میں کچھ دیر بعد ان سے جدا ہو رہا تھا اور کھودی ہوئی سخت زمین میں خیمہ کے ارد گرد کی نالی حوض کی مانند تھی۔“

اور زہیر کا قول ہے:

وَقَفْتُ بِهَا مِنْ بَعْدِ عِشْرِينَ حِجَّةً فَلَأَيَّامًا عَرَفْتُ الدَّارَ بَعْدَ تَوَهُمِ

”تو اس مقام پر بیس سال بعد کھڑا ہوا تو کچھ دیر وہم و گمان کرنے کے بعد تو نے اس گھر کو پہچان لیا۔“

ایک اور شاعر نے کہا۔

وَإِلَّا دُسُومَ الدَّارِ قَفْرًا كَانَتْهَا سَطُورٌ مَحَاها الْبَاهِلِيُّ بْنُ أَصْعَا

”اور سوائے اس گھر کے بے آب و گیاہ نقوش کے (وہاں کچھ نہ تھا) گویا کہ وہ ایسی سطریں تھیں جنہیں باہلی بن اصمغ نے مٹا دیا ہو۔“

لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہاں القشيب سے وہ چیز مراد لی ہے جس میں کوئی فاسد کرنے والی چیز مل جائے خواہ وہ کوئی گندگی ہو یا اس کا پرانا پن۔ کہا جاتا ہے طَعَامٌ مُقَشَّبٌ یعنی وہ کھانا جس میں زہر ملا ہو۔ شاعر ابو خراش خویلد بن مرہ الہذلی کہتا ہے:

بِهِ نَدَعُ الْكَيْئَ عَلَى يَدَيْهِ نَحْرُ تَخَالُهُ نَسْرًا قَشِيبًا

”ہم وہاں زہر پوش آدمی کو بھی اس حال میں چھوڑتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں کے درمیان گلے پر ایک زخم ہوتا ہے جسے تو زہر آلود گدھ خیال کرتا ہے۔“

اس میں قشيب کا معنی زہر آلود ہے کیونکہ القشيب زہر کو کہتے ہیں۔ یہ اس حدیث کی تفسیر

میں ابن قتیبہ کا قول ہے جس میں اس شخص کا ذکر ہے جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔

اس حدیث میں ہے: قَشِينِي رِيحُهَا وَ أَحْرَقْنِي ذَكَاهَا۔ یعنی مجھے جہنم کی بونے زہر آلود کر

دیا اور اس کی مہک نے مجھے جلا دیا۔ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے القشيب کے بارے میں کہا

ہے کہ یہ ایک زہریلا پودا ہے جو شکاری پرندوں کے لئے لگایا جاتا ہے جب وہ اسے کھاتے ہیں تو

مر جاتے ہیں۔ مزید فرمایا: عرب لوگ چرواہوں میں اپنے مویشیوں کو اس سے دور رکھتے ہیں تا

کہ وہ اسے توڑ نہ دیں مبادا کہ اس کی بو پھیلے اور جانوروں کو ہلاک کر دے۔ پس قتیبہ نے جس

سنا کہ خداوند مقتدر نے ہمیں بدر کے دن مشرکین پر کامیابی عطا فرمائی۔

غَدَاةَ كَانَتْ جَمْعَهُمْ جِرَاءَ بَدَتْ أَرْكَانُهُ جُنَحَ الْغُرُوبِ
”وہ دن جب ان کا گروہ کوہِ حراء کی طرح معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی بنیادیں زوال کے وقت جھک گئیں۔“

فَلَا قَيْنَا هُمْ مِنَّا بِجَمْعٍ كَأْسِدِ الْغَابِ مُرْدَانٍ وَ شَيْبِ
”ہم نے ایک ایسی جماعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا جس کے بوڑھے اور جوان سب جنگل کے شیر تھے۔“

أَمَامَ مُحَمَّدٍ قَدْ وَازَرُوهُ عَلَى الْأَعْدَاءِ فِي لَفْحِ الْحُرُوبِ
”وہ جماعت سیدنا محمد ﷺ کے سامنے تھی جس نے جنگ کی لپیٹ میں آپ ﷺ کی حفاظت کی۔“

بِأَيْدِيهِمْ صَوَارِمُ مُرْهَفَاتٍ وَ كُلُّ مُجَرَّبٍ خَاطِي الْكُفُوبِ
شعر سے استشہاد کیا ہے اس میں اس قول تَخَالُهُ نَسْرًا قَشِيْبًا کا معنی یہ ہے کہ ایسی گدھ جس نے گوشت کے درمیان اس زہر کو کھالیا ہو۔ واللہ اعلم۔ مزید فرمایا: الْآلِبُ بھی قشب کی ایک قسم ہے۔ اگر شکاری پرندوں کو اس کی بو پہنچ جائے تو وہ اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں اور اگر وہ اسے کھالیں تو مر جاتے ہیں اور زہریلے پودے کو ضجاج بھی کہتے ہیں۔

مقتول مشرکین کو کنویں میں پھینکنے کا مقصد

اگر یہ کہا جائے کہ مقتول مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا کیا مقصد ہے اور اس میں کون سی مصلحت ہے تو ہم کہیں گے کہ دورانِ جنگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کسی انسان کی لاش کے پاس سے گزرتے تو دفن کرنے کا حکم دیتے۔ آپ اس کے مومن یا کافر ہونے کے متعلق دریافت نہیں فرماتے تھے۔ سنن دارقطنی میں اسی طرح مذکور ہے، لہذا مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکا جانا اسی باب سے ہے۔ لیکن چونکہ کفار کے مردوں کی کثرت تھی اس لئے آپ نے یہ بات ناپسند فرمائی کہ انہیں دفن کرنے کا حکم دے کر صحابہ کرام کو مشکل میں ڈالیں جبکہ اس کے بجائے انہیں کنویں میں پھینک دینا صحابہ کرام کے لئے نسبتاً آسان تھا۔ یہ اس بات کے موافق ہے کہ وہ کنواں بنی النار کے ایک آدمی نے کھودا تھا جس کا نام بدر تھا۔ اس لئے وہ کنواں کفار کے لئے تیار کی گئی فال تھا۔ یہ بات بدر کے بارے میں دو قولوں میں سے ایک قول کی بنا پر ہے۔ واللہ اعلم

”ان کے ہاتھوں میں پتلی اور تیز دھار والی تلواریں اور موٹی موٹی گرہوں والے آزمودہ نیزے تھے۔“

بَنُو الْأَوْسِ الْغَطَارِفُ وَأَزْرَتْهَا بَنُو النَّجَارِ فِي الدِّينِ الصَّلِيبِ
”وہ سردارانِ بنو اوس تھے جنہیں دینِ محکم میں بنو نجار نے مدد دی تھی۔“

فَعَادَرْنَا أَبَا جَهْلٍ صَرِيحًا وَ عُتْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا بِالْجَبُوبِ
”پس ہم نے ابو جہل کو بچھاڑا ہوا اور عتبہ کو سخت زمین پر پڑا ہوا چھوڑا۔“

وَ شَيْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا فِي رِجَالٍ ذَوِي حَسَبٍ إِذَا نُسِبُوا حَسِبِ
”اور شیبہ کو ایسے لوگوں میں چھوڑا جن کے نسب جب بیان کیے جائیں تو وہ بڑے نسب والے نکلیں (لیکن وہ خود ایسے بڑے ہیں کہ ان کے نسب کو اب پوچھتا کون ہے؟)“

يُنَادِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ لَمَّا قَذَفْنَاهُمْ كِبَاكِبَ فِي الْقَلِيبِ
”جب ہم نے انہیں جتھوں کی صورت میں کنویں میں ڈالا تو رسول اللہ ﷺ انہیں ندا دے رہے تھے:

أَلَمْ تَجِدُوا كَلَامِي كَانَ حَقًّا وَ أَمْرُ اللَّهِ يَأْخُذُ بِالْقُلُوبِ
”کیا تم نے نہیں پایا کہ میری بات سچ تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو (بھی) پکڑ لیتا ہے۔“

فَمَا نَطَقُوا وَ لَوْ نَطَقُوا لَقَالُوا صَدَقْتَ وَ كُنْتَ ذَارِئِي مُصِيبِ
”وہ کچھ نہ بولے اور اگر وہ بولتے تو کہتے کہ آپ نے سچ کہا تھا اور آپ ہی صحیح رائے والے تھے۔“

اشعار کی مزید وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں یہ بھی ہے: بَنُو الْأَوْسِ الْغَطَارِفِ وَأَزْرَتْهَا۔ اگر آپ ہمزہ کے ساتھ آذرتھا کہتے تو بھی جائز ہوتا، اس وقت یہ الازر سے مشتق ہوتا۔ قرآن کریم میں ہے: فَأَزْرَأُ (الفتح: 29) یعنی اس کی جڑ کو مضبوط کیا اور اسے تقویت دی۔ لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے الوزیر کے معنی کا ارادہ کیا ہے کیونکہ آپ نے انہیں وزیر کا نام دیا ہے جو کہ الوزر سے مشتق ہے اور الوزر کا معنی بوجھ ہے کیونکہ وزیر اپنے ساتھی کا بوجھ اٹھاتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ الوزر سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پناہ گاہ کیونکہ وزیر کی رائے کی پناہ لی جاتی ہے۔ میں نے شیخ ابو بحر کے نسخہ میں اسے بغیر واؤ کے تعلیل شدہ پایا ہے یعنی آذرتھا مگر آذرتھا کا وزن فاعلت ہے اور آذرت کا وزن فاعلت ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے کفار کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا اور عتبہ بن ربیعہ کی لاش کو پکڑ کر کنویں میں لڑھکایا گیا تو میری معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا کہ وہ غمگین ہیں اور ان کی رنگت بدلی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: يَا أَبَا حَذِيفَةَ لَعَلَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مِنْ شَأْنِ أَبِيكَ شَيْءٌ؟ ”اے ابو حذیفہ! اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر تمہارے دل میں کچھ خیال تو پیدا نہیں ہو گیا؟“ اَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ آپ نے عرض کی نہیں قسم بخدا! یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنے باپ اور اس کے انجام کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن میں اپنے باپ کو صاحب رائے، حلیم اور اچھی صفات کا مالک خیال کرتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ یہ خوبیاں اسے

الجبوب کا معنی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَ عُتْبَةٌ قَدْ تَرَكَنَا بِالْجُبُوبِ۔ جبوب زمین کا نام ہے کیونکہ زمین کو کھودا جاتا ہے اور اس میں دفن شدہ چیزیں نکالی جاتی ہیں۔ یہ قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ اہل عرب نے اسے مؤنث میں جبوب ہی کہا ہے جیسے صبور اور شکور اور جبوبہ نہیں کہا کہ یہ حلوبہ اور رکوبہ کے باب سے ہو۔ وہ اس پر کبھی الف لام داخل کرتے ہیں اور کہتے ہیں الجبوب۔ جیسا کہ مذکورہ شعر میں ہے اور کبھی اسے اسم علم بناتے ہیں اور کہتے ہیں جبوب جیسے شعوب ہے۔ شاعر کا قول ہے:

بَنَى عَلَى قَلْبِي وَ عَيْنِي مَكَانَهُ ثَوَى بَيْنَ أَحْجَارٍ رَهْنِ جُبُوبِ
اس نے میرے دل اور میری آنکھوں پر اپنا مکان بنایا جبکہ خود زمین کے گروہ رکھے ہوئے پتھروں کے درمیان آباد (یعنی دفن) ہو گیا۔

اسی سے جَبَان اور جَبَانَةٌ کے الفاظ ہیں جو قبرستان کے لئے بولے جاتے ہیں۔ یہ الجبت اور الجبوب سے فعلان کا وزن ہے۔ الجبان کے معنی میں یہ خلیل کا قول ہے جبکہ دیگر علماء اسے الجبن سے فَعَال کا وزن قرار دیتے ہیں۔

خاطی الکعوب

یعنی بھری ہوئی مضبوط گرہوں والے۔ کعوب نیزے کی گرہ کو کہتے ہیں اور حضرت حسان کا قول الغطارف اصل میں الغطاريف ہے جیسا کہ جرہمی کے شعر میں پہلے مذکور ہوا۔ تَطْلُ بِهَا أَمْنًا وَ فِيهَا الْعَصَافِرُ۔ یہ بھی اصل میں العصافير ہے، یاء کو ضرورتاً حذف کر دیا گیا۔

اسلام کی طرف لے آئیں گی۔ جب میں نے اس کے انجام کو دیکھا اور حالت کفر میں اس کے مرنے کو یاد کیا تو اس بات کا مجھے بہت دکھ ہوا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی دعائے خیر سے نوازا اور آپ کی تعریف فرمائی۔

جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہمیں جو خبر ملی ہے اس میں یہ ہے کہ مقتولین بدر کے نو جوانوں کا وہ گروہ جن کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَتْرَافَ اللَّهِ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۖ قَالُوا فَمَا جِئْتُمْ بِهَا ۖ قَالُوا لَيْسَ مَا وَدَّعْنَاهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَ سَاءَتْ مَصِيرًا ۝ (النساء)

”بے شک وہ لوگ کہ قبض کیا ان (کی روحوں) کو فرشتوں نے اس حال میں کہ وہ ظلم توڑ رہے تھے اپنی جانوں، پر فرشتوں نے انہیں کہا: تم کس شغل میں تھے؟ (معذرت کرتے ہوئے) انہوں نے کہا؟ ہم تو بے بس تھے زمین میں۔ فرشتوں نے کہا: کیا نہیں تھی اللہ کی زمین کشادہ تا کہ تم ہجرت کرتے اس میں؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم بہت بری پلٹ کر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا گیا جو آپ نے بدر کے دن اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اَيْنَ مَالِي يَا حَبِيبُ۔ اے حبیب میرا مال کہاں ہے؟ اس نے کہا لَمْ يَبْقَ إِلَّا شِكَّةٌ وَ يَعْجُوبُ۔ الشكَّة کا معنی ہے ہتھیار اور الیعوب تیز رفتار گھوڑے کو کہتے ہیں اور ایک قول کے مطابق دراز قد گھوڑے کو کہتے ہیں، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ عُجَابُ الْمَاءِ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تیز رفتاری اور تیز رفتار پانی والی ندیوں کو بھی یعوب کہا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام السکب تھا۔ یہ سَكَبُ الْمَاءِ سے مشتق ہے یعنی میں نے پانی اندیلا۔ اس سے بھی الیعوب کے معنی کی تائید ہوتی ہے۔ ابن اسحاق کے علاوہ کسی اور نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے مسلمان ہونے کے بعد اپنے والد گرامی سے عرض کیا: ابا جان! بدر کے روز کئی بار آپ میرے نشانے پہ آنے لیکن میں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر تو میرے نشانے پہ آ جاتا تو میں تجھے نہ چھوڑتا۔

آنے کی جگہ ہے۔

ان کے نام یہ ہیں: بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے حارث بن زمعہ بن اسود بن عبد المطلب بن اسد، بنی مخزوم سے ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم اور ابو قیس بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، بنی نجیح سے علی بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن نجیح اور بنی سہم سے عاص بن منبہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔

ان لوگوں کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کر لیا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ان کے آباء اور خاندان والوں نے انہیں مکہ میں روک لیا اور انہیں گمراہ کر دیا۔ اس طرح وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے، پھر وہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر میدان بدر میں پہنچے جہاں سب قتل ہو گئے۔

بدر کے اموالِ غنیمت کا بیان

پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لشکر میں جو مالِ غنیمت لوگوں نے حاصل کیا ہے، جمع کیا جائے۔ چنانچہ وہ جمع کیا گیا۔ اس کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہونے لگا۔ جن لوگوں نے وہ جمع کیا تھا انہوں نے کہا یہ ہمارا ہے اور جو لوگ دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار رہے اور انہیں تلاش کرتے رہے انہوں نے کہا قسم بخدا! اگر ہم نہ ہوتے تو تم اس مال تک نہ پہنچ سکتے، ہم نے ہی ان لوگوں کو تم سے بے توجہ رکھا یہاں تک کہ تم نے یہ سب کچھ حاصل کر لیا۔ جو لوگ اس خوف سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے کہ کہیں دشمن آپ ﷺ کی طرف پلٹ نہ آئے انہوں نے کہا بخدا تم لوگ ہم سے زیادہ اس مال کے حقدار نہیں ہو۔ بخدا! ہم نے دشمن کو اس

عرش اور عریش

مالِ غنیمت کے بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف اور اس فریق کی دلیل ذکر کی گئی جو عریش میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ عریش ہر سایہ دار اور سر کے اوپر بلند چیز کو کہتے ہیں۔ اگر آپ اس کے اوپر بلند ہوں تو اسے عرش کہتے ہیں اور بقول ابو حنیفہ عریش ان چار یا پانچ کھجور کے درختوں کو بھی کہتے ہیں جن کی جڑ ایک ہو۔

بنو عابد اور بنو عاکد

ابو اسید کا قول ذکر کیا گیا کہ میں نے بدر کے دن بنی عابد کی تلوار پائی جسے مرزبان کہا جاتا ہے۔ بنی

حالت میں دیکھا کہ ہم انہیں قتل کر سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکلیں ہمارے حوالے کر دی تھیں اور ہم نے یہ موقع بھی دیکھا کہ اس مال کو لینے سے ہمیں کوئی روکنے والا نہیں تھا لیکن ہمیں رسول اللہ ﷺ پر دشمن کے حملے کا خوف تھا، ہم آپ کے دفاع میں کھڑے رہے۔ اس لیے تم ہم سے زیادہ اس مال کے حقدار نہیں ہو۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عبدالرحمن بن حارث اور ہمارے دوسرے اصحاب نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے، انہوں نے مکحول سے، انہوں نے ابو امامہ باہلی سے جن کا نام بقول ابن ہشام صدی بن عجلان ہے، روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سورۃ انفال کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ ہم اصحاب بدر کے بارے نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت میں اختلاف کیا اور اس بارے میں ہمارے اخلاق بگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ ہمارے اختیار سے نکال لیا اور اپنے رسول ﷺ کے سپرد کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان بوائے یعنی مساوی تقسیم فرمادی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ مجھ سے بعض بنی ساعدہ نے ابواسید مالک بن ربیعہ الساعدی کی روایت بیان کی۔ انہوں نے کہا مجھے بدر کے روز بنی

عابد بنی مخزوم کی شاخ ہے اور وہ بنو عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہیں اور جہاں تک یاء اور ذال مجہ کے ساتھ بنو عائد کا تعلق ہے تو وہ بنو عائد بن عمران بن مخزوم ہیں جو آل مسیب کی قوم ہے اور اول الذکر آل بنی ساعب کی قوم ہیں۔
کچھ تقسیم کے متعلق

راوی کا قول ہے: فَقَسَّمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَوَائٍ يَقُولُ عَلِيٌّ سَوَاءً۔ اسے ابو عبید نے الاموال میں روایت کیا ہے جس میں انہوں نے یوں کہا۔ فَقَسَّمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُؤَاقٍ۔ انہوں نے اس کی یہ تفسیر بیان کی۔ جَعَلَ بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مال غنیمت کی تقسیم میں اپنی رائے کے مطابق بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ غریب الحدیث میں ایک اور قول بھی ہے کہ عَنْ لُؤَاقٍ کا معنی ہے تقسیم میں جلدی جیسے لُؤَاقٍ النَّاقَةُ اونٹنی کی تیزی کو کہتے ہیں۔ اسے ابن اسحاق نے روایت کیا یہ قول محدثین کے نزدیک زیادہ مشہور اور زیادہ ثابت ہے۔

عازر مخزومین کی مرزبان نامی تلوار ملی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ مقبوضہ مال غنیمت واپس لوٹا دیں تو میں نے وہ تلوار لاکر مال غنیمت میں ڈال دی۔ آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ سے جو چیز مانگی جاتی آپ ﷺ انکار نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ارقم بن ابی ارقم کو اس تلوار کا علم ہوا، انہوں نے وہ تلوار رسول اللہ ﷺ سے مانگی تو آپ ﷺ نے انہیں عطا فرمادی۔

فتح کے قاصد ابن رواحہ اور زید کی روانگی

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو العالیہ (مدینہ کے بالائی محلے) والوں کی طرف اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو السافلہ (مدینہ کے نشیبی محلے) والوں کی طرف اس بات کی خوشخبری دینے کے لئے بھیجا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فتح عطا فرمائی۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر اس وقت پہنچی جب ہم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر مٹی برابر کر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مجھے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کے لئے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ میں اپنے والد کی طرف آیا جبکہ وہ عید گاہ میں کھڑے تھے اور لوگوں نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام، زمعہ بن اسود، ابوالختری، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف اور حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ میں نے کہا ابا جان کیا یہ حق ہے۔ آپ نے کہا: ہاں بیٹا قسم بخدا۔

رسول اللہ ﷺ کی بدر سے مراجعت

پھر رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، مشرکین کے جنگی قیدی آپ

سورۃ انفال کی ابتدائی آیات کی شان نزول

ابو عبید کی ذکر کردہ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے بدر کے دن عاصی بن سعید بن عاصی کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی جس کا نام ذوالکئیفہ تھا۔ میں وہ تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کے حصے میں مجھے یہ تلوار عنایت فرمادیجئے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے مقبوضہ مال میں رکھ دوں۔ اس

کے ساتھ تھے جن میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین سے حاصل کیا ہوا مالِ غنیمت بھی لدا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے مالِ غنیمت کی نگرانی پر حضرت عبد اللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار کو مقرر فرمایا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کے ایک رجز گونے کہا، ابن ہشام نے کہا، کہا جاتا ہے کہ وہ عدی بن ابی زغباء تھے:

أَقِمْ لَهَا صُدُورَهَا يَا بَسْبَسْ أَلَيْسَ بِذِي الطَّلْحِ لَهَا مُعَرَّسٌ
”اے بسبس قافلے کو وادی کے اونچے مقام پر ٹھہراؤ۔ کیا ذی الطلح کے مقام پر قافلے کے لئے رات گزارنے کی جگہ نہیں ہے؟“

وَلَا بِصَحْرَاءٍ غَنِيٍّ مَخْبَسٌ إِنَّ مَطَايَا الْقَوْمِ لَا تُخَيِّسُ
”اور نہ صحراء وغیرہ میں رکنے کی کوئی جگہ ہے؟ بے شک ایسے لوگوں کی سواریوں کو سدھایا نہیں جاتا۔“

فَحَنَلَهَا عَلَى الطَّرِيقِ أَكَيْسٌ قَدْ نَصَرَ اللَّهُ وَ فَرَّ الْآخُنَسُ
”پس ان سواریوں کو راستے پر لے چلنا زیادہ عقلمندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمادی اور آخنس بھاگ گیا۔“

پھر رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے چلے یہاں تک کہ جب الصفراء کی گھائی سے نکلے تو اس گھائی اور النازیہ کے درمیان سیر نامی ایک ٹیلے پر ایک بڑے درخت کے پاس نزول اجلال فرمایا۔ اس جگہ آپ نے وہ مالِ غنیمت تقسیم فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے مسلمانوں کو دلایا تھا اور سب کو برابر برابر حصہ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کوچ فرمایا یہاں تک کہ جب مقام روحاء پر پہنچے تو مسلمان آپ سے اس فتح کی مبارکباد پیش کرنے کے لئے ملے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے رفقاء مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن رومان نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ”تم ہمیں کس بات کی مبارکباد

طرح آپ نے مجھ سے وہ مال لے لیا جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں نے کہا میرا بھائی عمیر بھی قتل ہو گیا اور میرا چھینا ہوا مال بھی مجھ سے لے لیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ (الانفال: ۱) پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ تلوار مجھے عطا فرمادی۔ ابو عبید نے کہا: سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ عاصی بن سعید کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔**

دے رہے ہو؟ قسم بخدا! ہمارے مقابلہ میں گویا بوڑھی گنچی عورتیں تھیں ان اونٹنیوں کی طرح جو رسی سے بندھی ہوئی ہوں اور ہم نے ان کو ذبح کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا: اَيُّ ابْنِ اَخِي اُولَئِكَ الْمَلَاءُ۔ بھتیجے! وہ لوگ تو سردار تھے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا الملاء کا معنی اشراف اور سردار ہے۔

نضر اور عقبہ کا قتل

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر جب رسول اللہ ﷺ مقام صفراء پر تھے تو نضر بن حارث کو قتل کر دیا گیا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا۔ جیسا کہ مکہ کے بعض اہل علم نے مجھے خبر دی۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر حضور ﷺ وہاں سے آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب عرق الظبیه کے مقام پر پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط بھی قتل کر دیا گیا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا عرق الظبیه کے الفاظ غیر ابن اسحاق سے منقول ہیں۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا جس شخص نے عقبہ کو گرفتار کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن سلمہ ہیں جن کا تعلق بنی عجلان سے ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو وہ بولا: اے محمد (ﷺ) میری چھوٹی بیٹی کا کون پرسان حال ہوگا؟ فرمایا آگ۔ اس کو حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اسحاق

عقبہ بن ابی معیط

بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیا اور جس شخص نے اسے قیدی بنایا تھا وہ حضرت عبداللہ بن سلمہ ہیں۔ یہ سلمہ لام کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یہ سلمہ بن مالک ہیں جو بنی عجلان کے فرد ہیں۔ یہ نسب کے لحاظ سے بلوی ہیں اور عہد و پیمان کے لحاظ سے انصاری ہیں۔ انہیں احد کے روز شہید کر دیا گیا۔ جہاں تک عقبہ بن ابی معیط کا تعلق ہے تو ابی معیط کا نام ابان بن ابی عمرو ہے اور ابو عمرو کا نام ذکوان بن امیہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امیہ نے ایک لونڈی سے زنا کیا تھا یا لونڈی نے اس سے زنا کر لیا تھا۔ وہ لونڈی ابو عمرو کے ساتھ حاملہ ہو گئی۔ اس طرح امیہ نے جاہلیت کے دستور کے مطابق ابو عمرو کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اسی وجہ سے جب عقبہ نے کہا تھا اَقْتُلْ مِنْ بَنِي قُرَيْشٍ صَبْرًا۔ کیا قریش کے درمیان سے صرف مجھے قتل کیا جائے گا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: حَنْ قِذْحٍ لَّمَسَ مِنْهَا (۱) ”جوئے کے اس تیر نے آواز نکالی جو ان تیروں میں سے نہیں تھا“۔ آپ کا اشارہ اس کے نسب کی طرف تھا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ بعض اوقات جوئے میں ایک مستعار تیر ۱۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جو اس شخص کے بارے میں بولی جاتی ہے جسے اپنے لب کی طرف منسوب کیا جائے جس سے وہ نہ ہو۔

انصاری رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ بنی عمرو بن عوف کے فرد ہیں جیسا کہ ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے مجھ سے بیان کیا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ بات میرے سامنے ابن شہاب زہری اور دیگر اہل علم نے ذکر کی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اسی مقام پر فروہ بن عمرو البیاضی کے آزاد کردہ غلام ابو ہند نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور ایک مشک (حمیت) پیش کی جو حیس (کھجور، پنیر اور گھی ملا کر تیار کیا جانے والا حلوا) سے پر تھی۔ علامہ ابن ہشام نے کہا حمیت کا معنی مشک ہے۔ یہ ابو ہند غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے حجام تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا هُوَ اَبُو هِنْدٍ اَمْرُو مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْكَحُوْهُ وَاَنْكِحُوْا اِلَيْهِ ”یہ ابو ہند انصار کے ایک فرد ہیں، ان سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرو“۔ صحابہ کرام نے اس حکم کی تعمیل کی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ چلے یہاں تک کہ قیدیوں سے ایک روز پہلے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن اسعد بن زرارہ نے کہا: جنگی قیدی اس وقت لائے گئے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا آل عفراء کے پاس عفراء کے

اصلی تیروں کے ساتھ رکھا جاتا ہے جس سے کامیابی اور برکت کا تجربہ کیا جاتا ہے اور اسے اسی وجہ سے مستعار لیا جاتا ہے، اس تیر کو منیہح کہا جاتا ہے جب اس تیر کو سارنگی میں اصلی تیروں کے ساتھ حرکت دی جائے تو اس کی آواز دوسرے تیروں سے ممتاز ہوتی ہے کیونکہ اس کا جوہر اصلی تیروں کے جوہر کے مخالف ہوتا ہے اس وقت کہا جاتا ہے حَنْ قَدْ خَ لَمَسَ مِنْهَا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ ضرب المثل بیان فرمائی۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ عقبہ قریش سے نہیں ہے۔ اسی طرح مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا ”تو تو یہودی ہے اور اہل صفور یہ (۱) سے ہے“ کیونکہ جس لونڈی نے اس کے باپ کو جنا تھا وہ اہل صفور یہ کے ایک یہودی کی لونڈی تھی اس کا نام ترنی تھا۔ یہ قتیبی کا قول ہے۔ اسی طرح جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عالم انساب دھفل بن حطلہ سے پوچھا: کیا تم نے

۱۔ صفور یہ اردن کا ایک شہر ہے۔

دونوں بیٹوں عوف اور معوذ کی تعزیت کے لئے موجود تھیں۔ یہ واقعہ عورتوں پر پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: قسم بخدا! میں ان کے پاس ہی تھی جب ہمیں قیدیوں کے لائے جانے کی اطلاع ملی۔ میں فوراً گھر لوٹی، رسول اللہ ﷺ گھر ہی میں تھے تو دیکھا کہ ابویزید سہیل بن عمرو حجرے کے ایک کونے میں ہے اور اس کے دونوں ہاتھ ایک رسی سے اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہیں۔ قسم بخدا! ابویزید کو اس حالت میں دیکھ کر میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی اور میں نے کہہ دیا: اے ابویزید! تم لوگوں نے قیدی بننا گوارا کر لیا، عزت کی موت مر کیوں نہ گئے! قسم بخدا! حجرے میں سے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے سوا کوئی مجھے ہوش میں نہ لایا: يَا سَوْدَةُ اَعْلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ تَحَرَّ ضَمِيْنًا؟ اے سودہ! کیا اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر ابھار رہی ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! جب میں نے ابویزید کی یہ حالت دیکھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہیں تو یہ بات کہنے سے اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی عبدالدار کے ایک فرد نبیہ بن وہب نے بیان کیا کہ جب قیدی لائے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا اور فرمایا: اِسْتَوْصُوا بِالْاَسَارِیْ خَیْرًا ”قیدیوں سے نیک سلوک کی وصیت یاد رکھو“۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم بھی قیدیوں میں تھا۔ ابو عزیز نے کہا: میرا بھائی مصعب بن عمیر اور انصار کا ایک شخص جو مجھے قید کرنا چاہتا تھا میرے پاس سے گزرے تو میرے بھائی نے اسے کہا: اسے خوب کس کر باندھ لو کیونکہ اس کی ماں بڑی دولت مند ہے، شاید وہ تجھے اس کا فدیہ ادا کر دے۔ ابو عزیز نے کہا: جب لوگ مجھے بدر سے لے کر آ رہے تھے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ جب وہ لوگ اپنا ناشتہ اور شام کا کھانا لاتے تو ہمارے متعلق رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے پیش نظر مجھے تو وہ روٹی کھلاتے اور خود صرف

حضرت عبدالمطلب کو پایا؟ تو اس نے کہا ہاں، میں نے انہیں بڑھاپے کی عمر میں خوبصورت چہرے والا اور سڈول جسم والا پایا۔ ان کے دس بیٹے انہیں ستاروں کی مانند گھیرے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے امیہ بن عبد شمس کو دیکھا؟ اس نے کہا ہاں، میں نے اسے دیکھا کہ وہ کمزور نظر والا، نیلگوں اور بد شکل ہے۔ اس کا غلام ذکوان اس کے آگے آگے چلتا تھا۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس! وہ تو اس کا بیٹا ابو عمرو ہے، وغفل نے کہا یہ تم ہی کہتے ہو۔

کھجوریں کھا لیتے، جب بھی ان میں سے کسی کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آ جاتا تو وہ اسے پھونک جھاڑ کر مجھے پیش کر دیتا۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوتی، میں وہ ٹکڑا اسے واپس دیتا لیکن وہ اسے پھر مجھے واپس دے دیتا اور چھوٹا تک نہ تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابو عزیز غزوہ بدر میں نصر بن حارث کے قتل کے بعد مشرکین مکہ کا علمبردار تھا۔ جب اس کے بھائی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ابویسر کو جس نے اسے قید کر رکھا تھا، وہ بات کہی جو کہی (کہ اسے خوب کس کر باندھ لو) تو ابو عزیز نے اسے کہا: یَا اَیُّہِیْ ہٰذِہٖ وَصَاتُکَ بِیْ ”میرے بھائی! میرے لئے تم اسے یوں وصیت کر رہے ہو“۔ تو حضرت مصعب نے اسے کہا: اِنَّہٗ اَیُّہِیْ دُوْنُکَ ”میرا بھائی یہ ہے نہ کہ تم“۔ اس کی ماں نے پوچھا: کسی قرشی کا سب سے گراں قیمت فدیہ کیا ہے؟ تو اسے کہا گیا چار ہزار درہم۔ اس نے چار ہزار درہم فدیہ بھیج کر اسے آزاد کرالیا۔

بنی امیہ کے نسب میں طعن

حضرت مؤلف نے فرمایا: یہ طعن بنی امیہ میں سے صرف عقبہ کے نسب کے ساتھ خاص ہے۔ خود امیہ کے نسب میں ایک اور بات ہے جو سارے کنبہ کو شامل ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت سفینہ (1) مولیٰ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب انہیں کہا گیا بنی امیہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہوگی تو آپ نے فرمایا: ”امیہ کی سرین نے زرقاء کے بیٹوں کو جھٹلایا بلکہ وہ تو بادشاہ ہیں اور برے بادشاہوں میں سے ہیں“۔ کہا جاتا ہے یہی زرقاء امیہ بن عبد شمس کی ماں ہے، اس کا نام ارنب ہے۔ یہ کتاب الامثال میں اصہبانی کا قول ہے، انہوں نے کہا یہ زرقاء دور جاہلیت میں جھنڈوں والی عورتوں میں سے تھی (2)۔

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے معاملہ کو مٹا دیا اور انساب میں طعن کرنے سے منع فرمایا۔ اگر بنی امیہ کے نسب پر طعن کرنے سے باز رہنا صرف حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ضروری ہے تو یقیناً آپ اس بات کے لائق ہیں۔

ابو ہند حجام

ابو ہند حجام کا ذکر کیا گیا کہ وہ بدر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ ابو ہند کا نام عبد اللہ ہے۔

1۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام مہران ہیں۔

2۔ دور جاہلیت میں زانی عورتیں ایسے جھنڈے گاڑتی تھیں جن سے پتہ چلتا کہ یہ زانی عورت کا گھر ہے۔

قریش کے مصیبت زدہ لوگوں کی مکہ واپسی

علامہ ابن اسحاق نے کہا قریش کے مصیبت زدہ افراد میں سے سب سے پہلے جو شخص مکہ پہنچا وہ حسیمان بن عبد اللہ خزاعی تھا۔ لوگوں نے پوچھا: تیرے پیچھے کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ اور ابوالبختری بن ہشام موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جب وہ اشراف قریش کو شمار کرنے لگا تو صفوان بن امیہ جو مقام حجر (حطیم) میں بیٹھا تھا، کہنے لگا بخدا! اگر یہ شخص عقل رکھتا ہے تو اس سے میرے بارے میں پوچھو۔ لوگوں نے کہا صفوان بن امیہ کا کیا بنا؟ اس نے کہا وہ تو یہ مقام حجر میں بیٹھا ہوا ہے، بخدا! میں نے اس کے باپ اور بھائی کی لاش کو دیکھا ہے۔

یہ فردہ بن عمرو البیاسی کا آزادہ کردہ غلام ہے۔ رہا طیبہ حجام (۱) تو وہ بنی حارثہ کا آزاد کردہ غلام ہے اور اس کا نام نافع ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام دیر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام میسرہ ہے، یہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوا۔

بدر کے جنگی قیدی

قیدیوں میں ابو عزیز بن عمیر کا ذکر ہوا جبکہ وہ قیدی کی حالت میں اپنے بھائی مصعب کے پاس سے گزرا اور حضرت مصعب نے اسے قید کرنے والے کو کہا اسے خوب کس کر باندھ لو، الحدیث۔ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہجرت کے باب میں حضرت مصعب کے اسلام لانے کا واقعہ اور جوان کی ماں ان کے ساتھ سلوک کرتی تھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ میں نے ان کے اور ان کے بھائیوں کے تعارف کو اس مقام تک مؤخر کیا ہے۔ رہا ابو عزیز تو اس کا نام زرارہ ہے اور اس کی ماں جس نے اس کا فدیہ بھیجا وہ ام خناس بنت مالک العامریہ ہے۔ یہی اس کے بھائی مصعب اور اس کی بہن ہند بنت عمیر کی ماں بھی ہے اور یہی ہند کعبہ کے دربان شیبہ بن عثمان کی ماں ہے جو بنی شیبہ کا جد اعلیٰ ہے۔ ابو عزیز مشرف باسلام ہو گیا اور حدیث کی روایت کی اور اس کے بھائی ابوالروم اور ابو یزید بھی مشرف باسلام ہو گئے اور ان کے بھائی مصعب کے اسلام میں کوئی خفاء نہیں۔ زبیر بن بکاری کا یہ قول غلط ہے کہ ابو عزیز کو حالت کفر میں احد کے روز قتل کر دیا گیا۔ یہ اہل اخبار میں سے کسی کے نزدیک بھی درست نہیں ہے، ان سے نبیہ بن وہب وغیرہ نے حدیث روایت کی۔ شاید احد کے روز حالت کفر میں قتل ہونے والا ان کا کوئی اور بھائی ہے۔

1۔ شاید یہ قحیف ہے۔ صحیح نام ابوطیبہ ہے۔ یہ نافع حجام کی کلیت ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع نے کہا: میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اسلام ہم گھر والوں میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عباس، حضرت ام فضل اور میں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم سے ڈرتے، ان کی مخالفت کو ناپسند کرتے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ وہ بہت مال دار تھے، ان کا مال لوگوں میں پھیلا ہوا تھا۔ ابولہب بھی بدر سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے اپنی جگہ عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا تھا۔ تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا، جو شخص بھی پیچھے رہ گیا اس نے اپنی جگہ کوئی اور آدمی بھیجا تھا۔ جب اس کے پاس بدر کے مصیبت زدہ قریشیوں کی خبر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل و رسوا کر دیا لیکن ہم نے اپنے دلوں میں قوت و عزت کا احساس کیا۔ ابورافع کہتے ہیں میں ایک ضعیف شخص تھا، تیر بنانے کا کام کرتا تھا اور زمزم کے حجرہ میں انہیں بنایا کرتا تھا۔ بخدا! میں اس حجرے میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا اور میرے پاس ام فضل بھی بیٹھی ہوئی تھی جو خبر ہمیں پہنچی تھی اس نے ہمیں مسرور کر دیا تھا۔ اتنے میں ابولہب بری طرح پاؤں گھسیٹتے ہوئے وہاں آ گیا اور حجرہ کے ایک کونے میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی۔ وہ بیٹھا ہی تھا کہ لوگوں نے کہا یہ ہے ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب --- ابن ہشام نے کہا ابوسفیان کا

ابورافع کا واقعہ جب قریش کی شکست کی خبر آئی

ابورافع کا نام اسلم ہے۔ ابن معین نے کہا آپ کا نام ابراہیم ہے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ آپ کا نام ہرمز ہے (۱) آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبلی غلام تھے۔ انہوں نے آپ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کر دیا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور ابورافع نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اسلام کی خوشخبری دی تو حضور نے انہیں آزاد کر دیا۔ چنانچہ یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ سعید بن عاصی کے بیٹوں کے غلام تھے۔ وہ دس بیٹے تھے، ان سب نے آپ کو آزاد کر دیا سوائے خالد بن سعید کے انہوں نے اپنا حصہ نبی کریم ﷺ کو ہبہ کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے آپ کو آزاد کر دیا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ واقعہ کی بات کے مطابق آپ کی وفات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی۔

1۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام یسار ہے، ایک قول میں صالح اور ایک میں عبد الرحمن ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ مشہور ترین قول ہے۔

نام مغیرہ تھا۔۔۔ جو ابھی ابھی آیا ہے۔ ابولہب بولا اے بھتیجے! مجھے یہ بتاؤ کہ وہاں لوگوں پر کیا گزری؟ ابوسفیان نے کہا بخدا حالات جنگ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہماری مسلمانوں سے ٹکر ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے ان کے سامنے کر دیے پھر وہ جیسے چاہتے تھے ہمیں تہ تیغ کرتے گئے اور جیسے چاہتے تھے ہمیں اسیر بناتے گئے۔ بخدا بایں ہمہ میں لوگوں کی ملامت نہیں کرتا۔ ہمارا مقابلہ ابلق گھوڑوں پر سوار سفید لباس میں ملبوس لوگوں سے ہوا جو زمین و آسمان کے درمیان کھڑے تھے۔ بخدا! وہ کوئی چیز نہ چھوڑتے تھے اور ان کے مقابلے میں کوئی چیز قائم نہ رہتی تھی۔ ابورافع کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے حجرے کی طنابیں اٹھائیں پھر کہا خدا کی قسم! یہ فرشتے

ام فضل اور ابولہب کی پٹائی

ابولہب کا ذکر: وہ اور جو اس نے حضرت ابورافع کو مارا جب آپ نے فرشتوں کا ذکر کیا اور ام فضل نے ان کی مدد کی اور ابولہب کو مارا۔ ام فضل کا نام لبابہ الکبریٰ بنت حارث بن حزن بن بحیر بن ہزم بن رویہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ الہلالیہ ہے۔ یہ حضرت میمونہ کی بہن ہیں اور ان کی بہن لبابہ الصغریٰ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔ حضرت ام فضل سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سات شریف بیٹے پیدا ہوئے۔ شاعر کا قول ہے:

مَا وَلَدْتُ نَجِيَّةً مِّنْ فَحْلٍ كَسَبَعَةٍ مِّنْ بَطْنِ أُمِّ الْفَضْلِ
”حضرت ام فضل کے بطن سے پیدا ہونے والے سات بیٹوں کی مانند کسی شریف عورت نے کسی مرد سے بچے نہیں جنے۔“

اور وہ عبد اللہ، عبید اللہ، عبد الرحمن، فضل، معبد، قثم ہیں اور ساتویں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کثیر بن عباس ہیں لیکن کثیر کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ ان کی ماں رومیہ ہے اور حضرت ام فضل سے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے صرف وہی بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام ہم نے ذکر کئے اور ایک ان کی بہن ہے اور وہ ام حبیب ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے یونس بن بکر کی روایت میں ان کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس وقت دیکھا جب وہ بچپن میں اپنے ہاتھوں پر رینگتی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر یہ لڑکی بالغ ہوئی اور میں زندہ رہا تو میں اس سے شادی کروں گا۔“ لیکن ان کے بالغ ہونے سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا۔ چنانچہ ان کے ساتھ حضرت سفیان بن اسود بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمرو الخزومی نے شادی کی اور ان سے آپ کے دو بیٹے رزق اور لبابہ پیدا ہوئے۔

تھے۔ یہ بات سن کر ابولہب نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ایک زوردار طمانچہ میرے منہ پر رسید کیا، میں نے بھی اس کا بدلہ لیا تو اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا پھر میرے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے مارنے لگا، میں دبلا پتلا کمزور آدمی تھا۔ ام فضل نے اٹھ کر خیمے کی ایک چوب اٹھائی اور اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر بری طرح پھٹ گیا۔ ام فضل نے کہا تو نے اسے کمزور سمجھ لیا ہے کہ اس کا مالک یہاں موجود نہیں۔ چنانچہ ابولہب ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ بخدا سات روز ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرضِ عدسہ میں مبتلا کر دیا جس نے اسے ہلاک کر دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب حضرت ام فضل نے ابولہب کے سر پر خیمے کی چوب ماری تو اس کا سر پھٹ گیا، اس کے بعد تھوڑے ہی دن گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرضِ عدسہ میں مبتلا کر دیا جس کے باعث وہ ہلاک ہو گیا۔ علامہ طبری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ عدسہ ایک پھوڑا ہے جس سے عرب بدشگونی لیتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس کی وبا بڑی شدید ہوتی ہے۔ جب ابولہب اس مرض میں مبتلا ہوا تو اس کے بیٹے اس سے دور ہو گئے، وہ تین دن بے گور و کفن پڑا رہا، کوئی بھی اس کے قریب نہ جاتا تھا۔ جب انہیں لعنت ملامت کا خوف ہوا تو انہوں نے ایک لکڑی کے ذریعے اس کی لاش کو دھکیل کر اس کے گڑھے میں پھینک دیا پھر دور سے اس پر پتھر پھینک کر اس کی لاش کو چھپا دیا اور حضرت ابن اسحاق نے یونس کی روایت میں کہا ہے کہ انہوں نے اس کے لئے گڑھا نہیں کھودا تھا بلکہ ایک دیوار کے سہارے اس کی لاش کو کھڑا کیا گیا، دیوار کے پیچھے سے اس پر پتھر پھینک کر اس کو چھپا دیا گیا اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اس جگہ سے گزرتیں تو اپنا چہرہ چھپا لیتی تھیں اور صحیح بخاری میں ہے کہ اس کے کسی اہل خانہ نے خواب میں اسے بہت بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا میں نے تمہارے بعد آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ توبہ لونڈی کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے۔ ابوزید سے اصیلی کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اصیلی کے علاوہ دیگر کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں نے تمہارے بعد آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ توبہ لونڈی کے آزاد کرنے پر مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے اور اس نے سبابہ اور انگوٹھے کے درمیان فاصلے کی طرف اشارہ کیا۔ غیر بخاری کی روایت میں ہے کہ اس کے اہل خانہ کے جس فرد نے اسے دیکھا وہ اس کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ابولہب کی موت کے بعد ایک سال تک اسے خواب میں دیکھتا رہا پھر میں نے اسے بہت بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی آرام نہیں پایا بجز اس کے کہ مجھ سے ہر سوموار کو عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

قریش کا اپنے مقتولوں پر نوحہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا قریش نے اپنے مقتولوں پر نوحہ کیا پھر انہوں نے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو یہ خبر پہنچے گی تو وہ تمہاری اس حالت پر خوش ہوں گے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے کسی کو نہ بھیجو یہاں تک کہ تم ان کے بارے میں خوب غور و فکر کر لو کیونکہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب فدیہ کے بارے میں تم پر مضبوط گرہ نہ لگائیں۔ راوی کہتے ہیں اسود بن مطلب کی اولاد میں سے تین نوجوان زمعہ بن اسود، عقیل بن اسود اور حارث بن زمعہ مارے گئے تھے۔ وہ اولاد پر رونا چاہتا تھا، وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ ایک رات اس نے کسی رونے والی کی آواز سنی۔ اس کی اپنی بینائی جاتی رہی تھی۔ اس نے اپنے ایک غلام کو کہا دیکھو کیا آہ و بکا کی اجازت دے دی گئی ہے، کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر رونا شروع کر دیا ہے؟ تا کہ میں ابو حکیمہ یعنی زمعہ پر رولوں کیونکہ میرے پیٹ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ راوی کہتے ہیں جب غلام واپس آیا تو اس نے کہا وہ تو ایک عورت رو رہی تھی جس کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں اس موقع پر اسود نے یہ شعر کہے:

رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت سوموار کے روز ہوئی اور ثویبہ نے اسے آپ کی ولادت با سعادت کی خوشخبری دی تھی اور اسے کہا تھا: کیا تجھے پتہ چلا کہ حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں تیرے بھائی حضرت عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا پیدا ہوا ہے؟ اس نے اسے کہا جاتو آزاد ہے۔ اس چیز نے اسے دوزخ کی آگ میں نفع دیا (1) جس طرح اس کے بھائی ابوطالب کو رسول اللہ ﷺ کی حمایت نے نفع پہنچایا کہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہے ابوطالب کے باب میں گزر چکا ہے کہ یہ نفع صرف عذاب میں تخفیف ہے ورنہ کافر کے تمام اعمال بلا اختلاف مٹ جاتے ہیں یعنی نہ وہ انہیں اپنے میزان میں پائے گا اور ان کے ذریعے جنت میں داخل ہوگا اور رسول اللہ ﷺ

1۔ ہر وہ عمل جو کوئی بندہ حالت کفر میں کرتا ہے اس کا ثواب اسے دنیا میں مل جاتا ہے یا تو مال کی صورت میں یا صحت اور اولاد وغیرہ کی صورت میں، یہاں تک کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو اس کے لئے کسی نیکی کا ثواب نہیں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَدْ مَنَّ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ۝ (فرقان) ترجمہ: ”اور ہم متوجہ ہوں گے ان کے کاموں کی طرف اور انہیں گرد و غبار بنا کر اڑا دیں گے“۔ ارشاد فرمایا: وَمَا تَرْکُ بِظُلْمٍ ۝ (حم السجدہ) ترجمہ: ”اور آپ کا رب تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں“۔ اور فرمایا: مَنْ كَانَ يُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا (ہود: 15) ترجمہ: ”جو طلبکار ہیں دنیوی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے“۔ الآیۃ

اَتَّبِكُنِي اَنْ يَضِلَّ لَهَا بَعِيرٌ وَ يَمْنَعَهَا مِنَ النَّوْمِ الشَّهْوُودُ
”کیا وہ اس بات پر رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے سونے نہیں
دیتی۔“

فَلَا تَبْكِي عَلَي بَكْرِ وَ لَكِنْ عَلَي بَذْرِ تَقَا صَرَتِ الْجُدُودُ
”وہ اونٹ کے گم ہونے پر نہ روئے بلکہ سانحہ بدر پر روئے جب ہماری قسمتوں نے ہمارا
ساتھ نہیں دیا تھا۔“

عَلَي بَذْرِ سَرَاةٍ بِنِي هُصَيْصٍ وَ مَخْزُومٍ وَ رَهْطٍ اَبِي الْوَلِيدِ
”سانحہ بدر پر روئے، بنی ہصیص اور بنی مخزوم کے بہترین فرزندوں پر اور ابو الولید کی
جماعت پر روئے۔“

وَ بَكِّي اِنْ بَكَيْتِ عَلَي عَقِيلٍ وَ بَكِّي حَارِثًا اَسَدَ الْاَسْوَدِ
اگر تم رونا چاہتی ہو تو عقیل کے قتل پر روؤ اور حارث کے قتل پر روؤ جو شیروں کا شیر تھا۔
وَ بَكِّيْهِمْ وَ لَا تَسْبِيْ جَبِيْعًا وَ مَا لِاَبِي حَكِيْمَةٍ مِنْ نَّدِيْدٍ
”ان سب پر روؤ لیکن ان سب پر فخر نہ کرو۔ ابو حکیم (اس کے بیٹے زمعہ کی کنیت) کا تو کوئی
ہمسرہ ہی نہیں۔“

اَلَا قَدْ سَادَ بَعْدَهُمْ رِجَالٌ وَ لَوْ لَا يَوْمٌ بَذَرِ لَمْ يَسُوْدُوْا
”ان کے بعد اب ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں کہ اگر جنگ بدر کا حادثہ پیش نہ آتا تو
وہ ہرگز سردار نہ بن سکتے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا ان اشعار میں اقواء (شعر کے قافیہ کو مختلف کرنا یعنی کسی کو رفع اور کسی
کو جردینا) ہے اور یہ عربوں کے اشعار میں معروف ہے اور ہمارے نزدیک ان اشعار میں اکفاء
(قافیہ کا حرف روی بدل جانا) ہے۔ اور ہم نے ابن اسحاق کی روایت سے وہ اشعار گرا دیے
ہیں جو اس سے بھی زیادہ مشہور تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اسیرانِ جنگ میں ابو وداعہ بن ضمیرہ اُسہمی بھی تھا۔ رسول اللہ

مدینہ منورہ میں ثویبہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور اسے تحفے دیتے تھے کیونکہ اس نے آپ کو اور آپ
کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے اس کے متعلق اور اس
کے بیٹے جس کا نام مسروح تھا، کے متعلق پوچھا، آپ کو بتایا گیا کہ وہ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔

ﷺ نے فرمایا اس شخص کا مکہ مکرمہ میں ایک لڑکا بڑا زیرک تاجر اور مالدار ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے باپ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا چاہتا ہے۔ جب قریش نے کہا کہ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے میں جلدی نہ کرو تا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب تم پر مضبوط گرہ نہ لگائیں تو ابووداعہ کے بیٹے مطلب نے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ الفاظ فرمائے، کہا تم نے سچ کہا، ہرگز جلدی نہ کرنا اور خود رات کو کھسک آیا اور مدینہ جا پہنچا اور چار ہزار درہم فدیہ دے کر اپنے باپ کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے آیا۔

سہیل بن عمرو کا فدیہ

ابن اسحاق نے کہا پھر قریش نے اسیرانِ جنگ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آدمی بھیجے تو مکرز بن حفص بن اخیف سہیل بن عمرو کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا، اسے بنی سالم بن عوف کے فرد حضرت مالک بن دحشم نے قیدی بنایا تھا، انہوں نے کہا:

أَسْرَتُ سُهَيْلًا فَلَا آتِغَىٰ أَسِيرًا بِهِ مِنْ جَمِيعِ الْأَمَمِ
”میں نے سہیل کو قیدی بنایا اور اس کے بدلے میں تمام اقوام سے کسی کو بھی قیدی نہیں بنانا چاہتا۔“

وَ حَنْدِفٌ تَعْلَمُ أَنَّ الْفَتَىٰ فَتَاهَا سُهَيْلٌ إِذَا يُظْلَمَ
اور بنی خندف جانتے ہیں کہ سہیل ہی اپنے قبیلے کا جواں مرد ہے جب ان پر ظلم کیا جائے۔
ضَرَبْتُ بِذِي الشَّفْرِ حَتَّىٰ انْتَنَىٰ وَ أَكْرَهْتُ نَفْسِي عَلَىٰ ذِي الْعَلَمِ

ضمیرہ

مطلب بن ابی وداعہ بن ضمیرہ کا ذکر ہوا۔ خطابی نے غزیری سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اسے ضاد معجمہ کے ساتھ ضمیرہ بولا جاتا ہے اور ضمیرہ کے باپ کا نام عوف ہے۔

ابن دحشم

مالک بن دحشم بن مرضیہ کا ذکر ہوا۔ دحشم کو دخیش بھی کہا جاتا ہے اور ابن دخیش بھی۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کی تھی: ایک انصاری آدمی۔ آپ کو پتہ نہ چلا کہ وہ آپ سے کیا سرگوشی کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے بلند آواز سے بات کی تو آپ نے سنا کہ وہ اس شخص کے قتل کے بارے میں اجازت لے رہا ہے۔ یہ واقعہ موطا امام

”میں نے تلوار والے پر وار کیا یہاں تک کہ وہ جھک گیا اور میں نے ہونٹ کٹے سے جنگ کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کیا۔“

سہیل ایسا شخص تھا جس کا نیچے والا ہونٹ کٹا ہوا تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا بعض علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مالک بن دشتم کے ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی عامر بن لوی کے ایک شخص محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں سہیل بن عمرو کے سامنے والے دانت نکال دوں تاکہ اس کی زبان منہ سے باہر نکل آئے اور وہ آپ کے خلاف کسی جگہ تقریر کرنے کے لئے کھڑا نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا أَمِثْلُ بِهِ فَيَمِثِلَ اللَّهُ بِي وَإِنْ كُنْتُ نَبِيًّا میں اس کا مسئلہ نہیں کروں گا مبادا کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی مسئلہ کر دے اگرچہ میں نبی ہوں۔“

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھے یہ بھی خبر پہنچی کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا: إِنَّهُ عَسَى أَنْ يَقُومَ مَقَامًا لَا تَذُمَّهُ ”امید ہے کہ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ تم اس کی مذمت نہ کرو۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس مقام والی حدیث کا ذکر میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے مقام پر کروں گا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا جب مکرز نے لوگوں سے سہیل کے بارے میں بات چیت کی اور ان کی رضا مندی حاصل کر لی تو لوگوں نے کہا: لاؤ جو کچھ ہمیں دینا ہے۔ اس نے کہا اس کے پاؤں کے بجائے میرا پاؤں رکھ لو (یعنی اس کے بجائے مجھے قید کر لو) اور اسے آزاد کر دو تاکہ وہ

مالک کی حدیث میں ہے اور جس شخص نے آپ سے سرگوشی کی وہ عتبان بن مالک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مالک بن دشتم کو نفاق سے بری کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ یہ گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لوگوں نے عرض کی: ہاں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں۔ تو موطا کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روکا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے کہا: لا الہ الا اللہ۔

تمہارے پاس اپنا فدیہ بھیج دے۔ چنانچہ مسلمانوں نے سہیل کو چھوڑ دیا اور اس کے بجائے مکرز کو اپنے پاس قید کر لیا۔ مکرز نے کہا:

فَدَيْتُ بِأَذْوَادِ ثِمَانَ سَبَاً فَتَى يَنَالُ الصَّيِّمَ غُرْمَهَا لَا الْمَوَالِيَا
”میں نے قیمتی اونٹوں کے ساتھ اس نوجوان کا فدیہ ادا کیا۔ ایسا فدیہ سردار ہی ادا کرتے ہیں نہ کہ غلام۔“

رَهْنَتْ يَدِي وَاللَّيْلُ أَيْسَرُ مِنْ يَدِي عَلَى وَ لَكِنِّي خَشِيتُ الْمَخَازِيَا
”میں نے اپنا ہاتھ گروی رکھ دیا حالانکہ مجھ پر مال کا گروی رکھنا ہاتھ سے آسان ہے لیکن میں رسوائیوں سے ڈرا۔“

وَ قُلْتُ سُهَيْلٌ خَيْرٌنَا فَادْهَبُوا بِهِ لِأَبْنَانِنَا حَتَّى نُدِيرَ الْأَمَانِيَا
”اور میں نے کہا سہیل ہم سب سے بہتر ہے اس لئے ہمارے بچوں کی خاطر اسے لے جاؤ تاکہ ہم اپنی امیدوں کو حاصل کر لیں۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مکرز کے ہیں۔

عمرو بن ابی سفیان کی اسیری اور رہائی

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں عمرو بن ابی بن حرب بھی تھا۔ یہ عقبہ بن ابی معیط کا نواسہ تھا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا عمرو بن ابی سفیان کی ماں ابو عمرو کی بیٹی اور ابو معیط بن ابی عمرو کی بہن تھی اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسیر کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ابو سفیان سے کہا گیا کہ اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کرو۔ تو اس نے کہا: کیا مجھ پر میرا خون اور میرا مال دو

کچھ مکرز کے اشعار کے بارے میں

مکرز کا ذکر ہوا۔ مکرز کے نام کے متعلق پہلے گزر چکا ہے کہ اسے میم کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے لیکن سیرت میں یہ نام صرف کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔

مکرز کا قول ہے: فَدَيْتُ بِأَذْوَادِ ثِمَانَ سَبَاً فَتَى۔ اس میں ثمان ثاء کے کسرہ کے ساتھ ہے کیونکہ یہ ثمن کی جمع ہے جیسے سہین کی جمع سہمان آتی ہے۔

چیزیں جمع ہوں گی کہ انہوں نے حنظلہ کا خون بھی بہا دیا اور اب میں عمرو کا فدیہ بھی ادا کروں؟ عمرو کو ان کے پاس ہی رہنے دو، وہ اسے جب تک چاہیں اپنے پاس روکے رکھیں۔

راوی فرماتے ہیں، وہ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ میں قید تھا کہ بنی عمرو بن عوف کی شاخ بنی معاویہ کے ایک فرد حضرت سعد بن نعمان بن اکال رضی اللہ عنہ اپنی جوان بیوی کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے، آپ عمر رسیدہ مسلمان تھے۔ آپ نقیع (مدینہ کے نواح میں ایک بستی) میں اپنے ریوڑ سمیت قیام پذیر تھے۔ وہاں سے آپ عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے، آپ کو یہ وہم و خیال بھی نہ تھا کہ وہ کسی ایسے شخص سے سوائے بھلائی کے اور کوئی تعرض نہیں کرتے جو حج یا عمرہ ادا کرنے کے لئے آئے لیکن ابوسفیان بن حرب نے مکہ مکرمہ میں آپ پر ظلم کیا اور آپ کو اپنے بیٹے عمرو کے بدلے محبوس کر لیا پھر ابوسفیان نے یہ شعر کہے:

أَرْهَطَ ابْنُ أَكَّالٍ أَحْيِيًّا دُعَاءَ هَ تَعَاقَدْتُمْ لَا تُسْلِيُوا السَّيِّدَ الْكَهْلَا
”اے بنی اکال کی جماعت! اس کی پکار کا جواب دو، تم نے اس سے معاہدہ کیا لہذا عمر رسیدہ سردار کو دشمن کے ہاتھوں میں نہ چھوڑو۔“

فَإِنَّ بَنِي عَمْرِو لِنَاَمٍ أَذَلَّةٌ لَّيْنٌ لَّمْ يَفُكُّوا عَنْ أَسِيرِهِمُ الْكَبَلَا
”کیونکہ بنی عمرو کمینے اور ذلیل ٹھہریں گے اگر انہوں نے اپنے قیدی (کے پاؤں) سے بیڑی نہ کھلوائی۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

لَوْ كَانَ سَعْدُ يَوْمَ مَكَّةَ مُطْلَقًا لَا كَثَرَ فِيكُمْ قَبْلَ أَنْ يُؤَسَّرَ الْقَتْلَا
اگر سعد مکہ میں اس روز آزاد ہوتے تو اسیر ہونے سے پہلے وہ تمہیں کثرت سے قتل کرتے۔
بِعَضْبٍ حُسَامٍ أَوْ بِصَفْرَاءَ نَبْعَةٍ تَحِنُّ إِذَا مَا أَنْبَضَتْ تَحْفِرُ النَّبَلَا
”تیز تلوار کے ساتھ یا نبعہ (درخت) کی زرد کمان کے ساتھ جس کو جب کھینچا جائے تو آواز نکالتے ہوئے تیزی سے تیر پھینکتی ہے۔“

بنی عمرو بن عوف رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور عرض کی کہ عمرو بن ابی سفیان کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ اس کے بدلے اپنے ساتھی کو چھڑا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس گزارش کو شرف قبول بخشا۔ چنانچہ انہوں

نے عمر کو ابوسفیان کے پاس بھیج دیا تو اس نے سعد کو آزاد کر دیا۔

ابوالعاص ابن ربیع کی اسیری

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اسیرانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کا داماد اور حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شوہر ابوالعاص ابن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس بھی تھا۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اسے بنی حرام کے ایک شخص حضرت خراش بن صمہ نے قید کیا تھا۔

حضرت زینب سے ابوالعاص کی شادی کا سبب

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابوالعاص کا شمار مکہ مکرمہ کے ان لوگوں میں تھا جو مال، امانت اور تجارت میں مشہور تھے۔ یہ ہالہ بنت خویلد کا بیٹا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کی خالہ تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ حضور اس کی شادی کریں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ سے اختلاف نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ پر نزولِ وحی سے پہلے کا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے اس کی شادی کر دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابوالعاص کو اپنے فرزند کی طرح خیال کرتی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو شرفِ نبوت سے نوازا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی ساری صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن حضور ﷺ پر ایمان لے آئیں، حضور ﷺ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ جو حضور لائے ہیں وہ حق ہے۔ لیکن ابوالعاص اپنے شرک پر قائم رہا۔

ابوالعاصی ابن ربیع

ابوالعاصی ابن ربیع بن عبد العزی کا ذکر ہوا۔ ابوالعاصی کا نام لقیط ہے اور مختلف اقوال کے مطابق اس کے نام ہاشم، ہشیم اور ہشیم بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ یہی وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے، اس نے یہ اشعار اس وقت کہے جب وہ شام میں تاجر تھا:

ذَكَرْتُ زَيْنَبَ لَمَّا يَنْتُ إِضْمًا فَقُلْتُ سَقِيًا لِفَخْصٍ يُسْكُنُ الْحَوْمَا
”مجھے زینب کی یاد آئی جب اس نے اضم (1) کا قصد کیا، تو میں نے کہا اس شخص کو پانی پلاؤ جو حرم میں رہتا ہے۔“

1۔ اضم مدینہ منورہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ اور یمامہ کے درمیان ایک گھاٹ ہے۔

بناتِ رسول ﷺ کو ان کے شوہروں سے طلاق دلانے میں قریش کی کوشش رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہ یا ام کلثوم کی شادی عتبہ بن ابی لہب سے کی تھی۔ جب حضور ﷺ نے قریش کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کی اور ان سے اپنی مخالفت کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا: تم لوگوں نے محمد (ﷺ) کو اپنی (بچیوں کی) فکر سے آزاد کر دیا ہے، تم ان کی بیٹیوں کو چھوڑ دو اور انہیں اپنی بیٹیوں کی فکر میں مشغول کر دو۔ چنانچہ وہ لوگ ابوالعاص کے پاس گئے اور اسے کہا کہ تم اپنی رفیقہ حیات کو چھوڑ دو، ہم خاندانِ قریش کی جس عورت سے تم چاہو گے تمہاری شادی کر دیں گے۔ اس نے کہا: ”نہیں قسم بخدا! میں اپنی رفیقہ حیات کو جدا نہیں کروں گا اور نہ مجھے اپنی زوجہ کے عوض قریش کی کوئی اور عورت پسند ہے“ مجھے اطلاع ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی دامادی پر اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ پھر وہ لوگ عتبہ بن ابی لہب کے پاس گئے اور اسے کہا تم محمد (ﷺ) کی صاحبزادی کو طلاق دے دو، ہم خاندانِ قریش کی جس عورت سے تم چاہو گے تمہارا نکاح کر دیں گے۔ اس نے کہا: اگر تم ابان بن سعید بن العاص کی بیٹی یا سعید بن العاص کی بیٹی کے ساتھ میری شادی کر دو تو میں اسے جدا کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے سعید بن العاص کی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کر دی اور اس بد بخت نے آپ کو طلاق دے دی۔ اس نے ابھی تک آپ کے ساتھ حقوقِ زوجیت ادا نہیں کئے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے چنگل سے آزادی دلا کر آپ کی عزت رکھ لی اور اس بد بخت کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے لئے نعم البدل ثابت ہوئے۔

بِنْتُ الْاَمِينِ حَزَّاهَا اللّٰهُ صَالِحَةً وَ كُلُّ بَعْلٍ سَمِيْنِي بِالَّذِي عَلِمَا
”اللہ تعالیٰ امانت دار کی صاحبزادی کو نیک جزا دے اور ہر خاوند (اپنی زوجہ کی) وہی تعریف کرے گا جس کا اسے علم ہو۔“

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ سے اس کے دو بچے امامہ (بچی) اور علی پیدا ہوئے۔ علی تو بچپن ہی میں فوت ہو گیا اور حضرت امامہ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور آپ کے بعد ان سے مغیرہ بن نوفل نے عقدِ زواج کیا۔ یہی وہ خاتون ہیں جن کے بارے میں وہ حدیث آئی ہے جسے عمرو بن سلیم زرقی نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے درآںِ حالیکہ حضور حضرت امامہ بنت زینب کو اٹھائے ہوئے تھے۔ الحدیث (۱) حضرت عمرو بن سلیم

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ابو العاص کا فدیہ بھیجنا

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں مجبوری کے تحت (مشرکین کے ساتھ ازدواجی تعلقات کو) نہ جائز فرماتے تھے اور نہ حرام۔ جب حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کر لیا تو اسلام نے ان کے اور ابو العاص بن ربیع کے درمیان تفریق کر دی لیکن رسول اللہ ﷺ اسے الگ کر لینے کی ظاہر اقدرت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے اسلام پر قائم رہتے ہوئے اس کے ساتھ ہی رہیں اور وہ اپنے کفر پر اڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ پھر جب قریش بدر کی طرف روانہ ہوئے تو ابو العاص بن ربیع بھی اس کے ساتھ ہولیا اور بدر کے روز یہ بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کے واسطے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے کی رقوم بھیجیں تو حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے بھی ابو العاص بن ربیع کی رہائی کے لئے فدیہ کا مال بھیجا اور اس بارے میں اپنا ایک ہار بھیجا جسے پہنا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ابو العاص کے ساتھ رخصت کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو آپ کا دل بھر آیا اور فرمایا: ”اگر تم مناسب خیال کرو تو اس کے قیدی کو اس کی خاطر آزاد کر دو اور اس کا مال اسے لوٹا دو“۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ٹھیک ہے یا رسول اللہ ﷺ۔ چنانچہ انہوں نے اسے آزاد کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کا مال بھی واپس کر دیا۔

نے کہا وہ نماز نماز فجر تھی۔ اس حدیث کو عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے ابن عتاب سے، انہوں نے عمرو بن سلیم سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسے ابن اسحاق نے سیرت کے علاوہ کسی اور مقام پر مقبری سے انہوں نے عمرو بن سلیم سے روایت کیا ہے۔ اس نے آپ سے فرمایا: ظہر یا عصر میں سے کسی ایک نماز میں۔ اور ابو العاصی کو حضرت عبد اللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اسے ابن اسحاق کے علاوہ دیگر نے ذکر کیا ہے اور حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا عتبہ کے نکاح میں تھیں۔ جب سورہ تبت نازل ہوئی تو ان دونوں

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سفر مدینہ
آپ کی تیاری اور رسول کریم ﷺ کا آپ کی مصاحبت کے لئے دو آدمی
بھیجنا

رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے اقرار لیا تھا یا اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ وعدہ کیا
تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور کے پاس آنے کے لئے آپ کا راستہ چھوڑ دے گا یا
یہ بات اس کی رہائی کی شرائط میں سے ایک شرط تھی لیکن یہ بات نہ ابوالعاص کی طرف سے ظاہر
ہوئی اور نہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تاکہ معلوم ہوتا کہ وہ کیا تھی لیکن جب ابوالعاص مکہ
سے روانہ ہوا اور اس کا راستہ چھوڑ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ
عنہ اور انصار کے ایک آدمی کو اس کی جگہ بھیجا اور فرمایا: کُونَا بَبْطَنٍ يَأْجَحُ حَتَّى تَمُرَ بِكُنَا
زَيْنَبُ فَتَصْحَبَهَا حَتَّى تَأْتِيَانِي بِهَا ”تم دونوں (جا کر) وادی یاجج میں رہو یہاں تک کہ
جب حضرت زینب تمہارے پاس سے گزریں تو انہیں ہمراہ لے کر میرے پاس لے آؤ۔“
چنانچہ وہ دونوں اسی وقت روانہ ہو گئے۔ یہ واقعہ غزوہ بدر سے ایک ماہ یا اس سے کچھ کم یا زیادہ بعد
کا ہے۔ جب ابوالعاص مکہ مکرمہ آیا تو اس نے حضرت زینب کو اپنے والد ماجد سے جاننے کی
اجازت دے دی، چنانچہ آپ تشریف لے جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

ہند حضرت زینب کے معاملہ کو جاننا چاہتی ہے

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ مجھ سے
حضرت زینب کی یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے فرمایا: جب میں اپنے والد ماجد سے جاننے کی
تیاری کر رہی تھی تو اس دوران ہند بنت عتبہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: اے محمد (ﷺ) کی
صاحبزادی! کیا مجھے خبر نہیں مل گئی کہ تم اپنے والد (ماجد) سے جاننے کا ارادہ رکھتی ہو؟ آپ فرماتی
ہیں: میں نے کہا میں نے تو اس بات کا ارادہ نہیں کیا۔ اس نے کہا اے میرے چچا کی بیٹی! ایسا نہ

نے اپنے والدین کی قسم دینے پر دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ عتبہ کے لئے تو نبی
کریم ﷺ نے بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے تو اسے ایک
شیر نے ایسے موقع پر پھاڑ ڈالا جب کہ اس کے ساتھی اس کے ارد گرد سوئے ہوئے تھے۔ البتہ ابولہب
کے دوسرے دو بیٹے عتبہ اور معتب مشرف باسلام ہوئے اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔

کہو (مجھ سے بات نہ چھپاؤ) اگر تمہیں کسی سامان کی ضرورت ہو جو تمہیں اپنے سفر میں آرام دے یا اپنے والد (ماجد) تک پہنچنے کے لئے کوئی رقم درکار ہو فَإِنْ عِنْدِي حَاجَتَكَ فَلَا تَضْطِئِي مِئِي تو میرے پاس تمہاری ضرورت کے لئے سب کچھ ہے، تم نفرت کرتے ہوئے مجھ سے دور نہ رہو کیونکہ مردوں کے آپس کے معاملات کا عورتوں کے معاملات میں کوئی دخل نہیں۔ آپ فرماتی ہیں بخدا! میں نے خیال کیا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے کر گزرے گی لیکن میں اس سے محتاط رہی اور اس کے سامنے اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور تیاری کر لی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے وقت قریش کی جانب سے رکاوٹیں اور ابوسفیان کا مشورہ

جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اپنے سفر کی تیاری سے فارغ ہوئیں تو آپ کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع آپ کی سواری کے لئے ایک اونٹ لے آیا۔ اس پر آپ سوار ہو گئیں، کنانہ

ہند کے واقعہ میں مذکور ہے فَلَا تَضْطِئِي مِئِي۔ اس کا معنی ہے لَا تَنْقَبِضِي عَنِّي۔ یعنی تو نفرت کرتے ہوئے مجھ سے دور نہ ہو۔ اس کا شاہد طرماح بن حکیم کا یہ شعر ہے:

إِذَا ذُكِرَتْ مَسْعَاةٌ وَالِدِيهِ اضْطِئِي وَلَا يَضْطِئِي مِنْ شَتَمِ أَهْلِ الْفَضَائِلِ
”جب اس کے والد کی کاوش کا ذکر کیا جاتا ہے تو نفرت کرتا ہے اور اہل فضائل کو برا بھلا کہنے سے نفرت نہیں کرتا۔“

میں نے یہ شعر شیخ کے حاشیہ میں اسی طرح دیکھا ہے لیکن حماسہ میں یہ شعر ضاد معجمہ کے ساتھ يَضْطِئِي کے لفظ کے ساتھ مروی ہے۔ یہ الضنی مصدر سے باب افتعال ہے اور اس میں قاعدہ مضاعف جاری ہوا ہے (یعنی باب افتعال کی تاء کو ضاد سے بدل کر ضاد کو ضاد میں مدغم کر دیا گیا)۔

قریش حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تعاقب میں

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی مکہ مکرمہ سے روانگی اور قریش کا آپ کے تعاقب میں نکلنے کا ذکر ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے آپ تک ہبار بن اسود اور اللہمری پہنچے۔ علامہ ابن اسحاق نے اللہمری کا نام ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا وہ نافع بن عبد قیس ہے۔ اس سیرت کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ خالد بن عبد قیس ہے جو روایت مجھ تک پہنچی ہے اس میں بزار نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

نے اپنی کمان اور ترکش حائل کیا پھر دن کے اجالے میں آپ کو لے کر روانہ ہو گیا جبکہ آپ اپنے ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ قریش کے لوگوں نے اس پر چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ وہ آپ کے تعاقب میں نکلے یہاں تک کہ ذی طویٰ کے مقام پر آپ کو آلیا۔ سب سے پہلے جو آپ تک پہنچے وہ ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ اور الفہری تھے۔ آپ اپنے ہودج میں بیٹھی تھیں۔ ہبار نے آپ کو نیزے کے ساتھ خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ امید سے تھیں، جب آپ کو خوفزدہ کیا گیا تو وہ ضائع ہو گیا۔ آپ کے خاوند کے بھائی کنانہ نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور اپنے ترکش کے تیر بکھیر دیے پھر کہا: بخدا تم میں سے جو شخص بھی میرے قریب آئے گا میں اس میں تیر پیوست کر دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

ابوسفیان قریش کے چند معززین کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے کنانہ کو کہا اے شخص! ہم سے اپنے تیر روک لے تاکہ ہم تیرے ساتھ گفتگو کریں، وہ رک گیا۔ ابوسفیان آگے بڑھ کر اس کے قریب آ گیا اور کہنے لگا کہ تم نے اچھا نہیں کیا، لوگوں کے سامنے اعلانیہ اس خاتون کو لے کر تم چل پڑے ہو حالانکہ ہماری مصیبت اور ذلت کو اور محمد (ﷺ) کی طرف سے جو تباہی ہم پر آئی اسے تم جانتے ہو۔ اگر تم لوگوں کے سامنے اعلانیہ ہمارے درمیان ان کی بیٹی کو لے جاؤ گے تو لوگ خیال کریں گے کہ یہ سب کچھ اس ذلت کی وجہ سے ہوا جو ہماری اس مصیبت کے باعث ہمیں پہنچی اور یہ بات ہماری ذلت اور کمزوری کی دلیل ہوگی۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! ہمیں ان کو

ذکر ہوا کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہبار بن اسود نے خوفزدہ کیا تو آپ کا حمل ضائع ہو گیا۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر نے اس میں اضافہ کیا ہے اس نے آپ کی سواری کو کچوکا مارا جس کے باعث آپ ایک چٹان پر گر پڑیں۔ آپ امید سے تھیں اس طرح آپ کا بچہ ضائع ہو گیا۔ آپ کا خون بہتا رہا یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ میں اپنے خاوند ابوالعاص کے اسلام لانے کے بعد وفات پا گئیں۔ حضرت زبیر نے ذکر کیا کہ ہبار بن اسود جب مسلمان ہوئے اور رسول اللہ (ﷺ) کی صحابیت کا شرف حاصل کیا تو مسلمان ان کے اس فعل پر انہیں برا بھلا کہتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا سُبَّ مَنْ سَبَّكَ يَا هَبَارُ "اے ہبار! جو تمہیں برا بھلا کہے تم بھی اسے برا بھلا کہو" (۱) چنانچہ اس کے بعد لوگ آپ کو برا بھلا کہنے سے

۱۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ نبی کریم (ﷺ) کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق عالیہ میں یہ بات بھی ہو کہ وہ قبول اسلام سے قبل سرزد ہونے والے گناہوں پر کسی مسلمان کو برا بھلا کہیں چہ جائیکہ نبی کریم (ﷺ) اسے یہ حکم فرمائیں کہ صحابہ کرام سے جو تمہیں برا بھلا کہے تم بھی اسے برا بھلا کہو۔ واللہ اعلم۔

اپنے باپ سے دور رکھ کر یہاں روکنے میں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس طرح ہم انتقام لے سکتے ہیں لیکن تم اس خاتون کو لے کر واپس چلے جاؤ یہاں تک کہ جب آوازیں خاموش ہو جائیں گی اور لوگ کہنے لگیں گے کہ ہم نے اسے لوٹا لیا تھا تو چپکے سے انہیں لے کر چلے جانا اور ان کے باپ سے جا ملانا۔ راوی فرماتے ہیں: اس نے ایسا ہی کیا۔ چند راتیں آپ وہاں ٹھہری رہیں یہاں تک کہ جب چہ میگوئیاں ختم ہو گئیں تو کتنا رات کی تاریکی میں آپ کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا یہاں تک کہ آپ کو حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں آپ کو ہمراہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں ابوخیثمہ کے اشعار علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یا بنی سالم بن عوف کے ایک فرد ابوخیثمہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں یہ اشعار کہے، علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ اشعار ابوخیثمہ کے ہی ہیں:

اَتَانِي الَّذِي لَا يَقْدُرُ النَّاسُ قَدْرَهُ لَزَيْنَبَ فِيهِمْ مِّنْ عُقُوقٍ وَ مَا نَمِ
”میرے پاس اس واقعہ کی خبر پہنچی جس کا لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے (وہ یہ کہ) حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کے لئے لوگوں میں بدسلوکی اور گناہ ظاہر ہوا۔“

وَ اِخْرَاجَهَا لَمْ يُخْزَ فِيهَا مُحَمَّدٌ عَلَى مَاقِطٍ وَ بَيْنَنَا عِطْرٌ مِّنْشَمٍ
”اور حضرت زینب کے (مکہ مکرمہ سے) نکال لانے میں محمد (ﷺ) کی کسی میدان

رک گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں امامہ کی ولادت ہوئی۔ یہی وہ بچی ہیں جن کے بارے میں وہ حدیث مروی ہے جسے حضرت عمرو بن سلیم بن خلدہ بن مغلہ بن عامر بن زریق الزرقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے درآں حالیکہ آپ نے حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھا رکھا تھا۔ حضرت عمرو بن سلیم نے فرمایا: آگے حدیث اسی طرح ہے جیسے قریب ہی پہلے مذکور ہوئی۔

قصیدہ ابی خیثمہ کی تشریح

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر ہوا اور ایک قول کیا گیا کہ بلکہ یہ اشعار ابوخیثمہ نے کہے۔ ان اشعار میں ہے: عَلَى مَاقِطٍ وَ بَيْنَنَا عِطْرٌ مِّنْشَمٍ۔ ماقط کا معنی ہے میدان جنگ اور عطر مِّنْشَمٍ جنگ کی شدت سے کنایہ ہے۔ یہ ضرب المثل ہے لوگوں کے دعویٰ کے مطابق اس کا پس منظر یہ

جنگ میں رسوائی نہیں ہوئی حالانکہ ہمارے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔“

وَأَمْسَى أَبُو سَفْيَانَ مِنْ حِلْفِ ضَمَضَمٍ وَ مِنْ حَرْبِنَا فِي رَغِمِ آنْفٍ وَ مَنْدَمٍ
”اور ضمضم کی حمایت کی وجہ سے اور ہم سے لڑائی کے باعث ابوسفیان کی ناک خالود ہو چکی
تھی اور وہ نادم ہو چکا تھا۔“

قَرْنَا ابْنَهُ عَمْرًا وَ مَوْلَى يَمِينِهِ بِذِي حَلَقٍ جَلْدِ الصَّلَاحِ مُحْكَمٍ
”پس ہم نے اس کے بیٹے عمرو اور اس کے حلیف کو حلقوں اور جھنکار والی مضبوط زنجیروں
میں جکڑ دیا۔“

فَاقْسَنْتُ لَا تَنْفَكُ مِنَّا كَتَائِبُ سَرَاةٍ خَبِيسٍ فِي لَهَامٍ مُسَوِّمٍ
”پھر میں نے قسم کھالی کہ ایک خاص نشان والے بڑے لشکر میں سرداروں کے لشکر کی ٹولیاں
ہم سے کبھی جدا نہ ہوں گی۔“

نَرُوغُ قُرَيْشَ الْكُفْرَ حَتَّى نَعْلَهَا بِخَاطِمَةِ فَوْقِ الْأَنْوِفِ بِمَيْسَمٍ
”ہم قریش کو کفر سے روکتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم بار بار حملہ کر کے ان کی ناکوں پر داغ
لگانے والے آلے کے ذریعے نکیل ڈال دیں گے۔“

فَنَزَلْنَاهُمْ أَكْنَافَ نَجْدٍ وَ نَخْلَةَ وَ إِنِ يَتَّبِعُوا بِالْخَيْلِ وَالرَّجُلِ نَتَّبِعُهُمْ
ہم انہیں نجد (بلند زمین) اور نخلہ (کھجور والی زمین) کے اطراف و اکناف میں اتار دیں
گے اور اگر وہ گھڑ سواروں اور پیادوں کو لے کر تہامہ میں اترے تو ہم بھی وہاں اتر جائیں گے۔
يَدَ الدَّهْرِ حَتَّى لَا يُعَوِّجَ سِرْبُنَا وَ نُلْحِقَهُمْ أَثَارَ عَادٍ وَ جُرْهُمِ
”طویل زمانہ تک (ہم ان سے لڑتے رہیں گے) جب تک ہمارا فوجی دستہ ٹیڑھا نہیں ہوگا
اور ہم انہیں عاد اور جرہم کے آثار کے ساتھ ملا دیں گے۔“

ہے کہ منشم قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک عورت تھی جو عطر اور خوشبو بیچا کرتی تھی۔ اس سے مردوں کے لئے عطر
خریدا جاتا، یہاں تک کہ اس کے باعث لوگوں نے اس سے بدشگونی لینا شروع کر دی۔ یہ بھی کہا گیا ہے
کہ کچھ لوگوں نے باہم موت پر حلف اٹھایا اور حلف کی تاکید کے طور پر مذکورہ منشم کی خوشبو میں اپنے
ہاتھ ڈبوئے، چنانچہ یہ واقعہ جنگ کی شدت کے بارے میں ضرب المثل بن گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے
کہ منشم عدانہ کی ایک عورت تھی جو بنی تمیم کی شاخ بنی ربوع بن حنظلہ کا ایک کنبہ تھا۔ یہ عورت اس بیمار
کی صاحبہ تھی جسے بیمار الواعب کہا جاتا ہے۔ یہ اس کا غلام تھا۔ اس نے اس عورت کو بہلایا پھسلا یا کہ

وَيَنْذِمُ قَوْمٌ لَّمْ يَظِيعُوا مُحَنَّدًا عَلَى أَمْرِهِمْ وَ أَى حِينٍ تَنْذِمُ
 ”اور وہ قوم بچھتا رہی ہے جنہوں نے اپنے معاملات میں محمد (ﷺ) کی اطاعت نہ کی
 لیکن اب کون سا بچھتانے کا وقت ہے۔“

فَابْلَغْ أَبَا سُفْيَانَ إِمَّا لَقِيْتَهُ لَنْ أَنْتَ لَمْ تُخْلِصْ سُجُودًا وَ تُسَلِّمُ
 ”(اے مخاطب!) اگر تو ابوسفیان سے ملے تو اسے یہ پیغام پہنچا دے کہ اگر تو خلوص سے نہ
 جھکا اور سر تسلیم خم نہ کیا

فَابْشِرْ بِخِزْيٍ فِي الْحَيَاةِ مُعْجَلٍ وَ سِرْبَالٍ قَارٍ خَالِدًا فِي جَهَنَّمَ
 تو تجھے اس زندگی میں فوری رسوائی اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے روغنِ قار کے لباس کی بشارت
 ہو۔“

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: وَ سِرْبَالٍ نَادٍ بھی مروی ہے یعنی آگ کا لباس۔

ابوسفیان کے حلیف کے بارے میں ابن اسحاق اور ابن ہشام کے مابین اختلاف
 علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کے حلیف سے مراد عامر بن الحضرمی ہے جو
 اسیرانِ جنگ میں تھا۔ حضرمی کا معاہدہ حرب بن امیہ کے ساتھ تھا۔
 علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کے حلیف سے مراد عقبہ بن عبدالحارث بن
 الحضرمی ہے اور عامر بن حضرمی تو غزوہ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

اس سے مطلب براری کرے۔ اس نے اس سے کہا ذرا ٹھہرنا تاکہ میں تجھے آزاد عورتوں کی خوشبو
 سونگھاؤں۔ جب اس نے اپنی ناک اس کے آگے کی تو اس نے اچانک استرے کا وار کر کے اس کی
 ناک کو جڑے سے کاٹ دیا۔ اس واقعہ سے یہ ضرب المثل بن گئی لَا قَى الذِّى لَا قَى يَسَارُ
 الْكَوَاعِبُ یعنی فلاں نے اس شخص کا سامنا کیا جس کا یار الکواعب نے سامنا کیا۔ اور ایک ضرب
 المثل عَطْرُ مَنْشَمٍ بنی۔

ان اشعار میں مذکور ہے: بِيْذِي حَلَقٍ جَلْدِ الصَّلَاحِ مُحْكَمٍ۔ صلاصل سے مراد تھکڑیاں
 ہیں۔ یہ صلصلہ کی جمع ہے جس کا معنی لوہے کی زنجیر ہے۔

ہند بنت قیس کا قول ذکر کیا گیا جو اس نے قریش کی جماعت کو اس وقت کہا جب وہ بدر سے لوٹے

تھے:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے متعلق ہند اور کنانہ کے اشعار
جب وہ لوگ لوٹ گئے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف نکلے تھے تو ان سے ہند
بنت عتبہ کی ملاقات ہوئی، اس نے انہیں کہا:

أَفِي السِّلْمِ أَعْيَارًا جَفَاءً وَ غِلْظَةً وَ فِي الْحَرْبِ أَشْبَاهَ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ
”کیا حالت صلح میں (لوگ) بے وفائی اور سختی کے لحاظ سے گدھے ہیں اور حالت جنگ میں
حائضہ عورتوں کی مانند ہیں؟“

اور کنانہ بن ربیع نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں یہ اشعار اس
وقت کہے جب اس نے آپ کو دو آدمیوں کے حوالے کیا:

عَجِبْتُ لِهَبَّارٍ وَ أَوْبَاشٍ قَوْمِهِ يُرِيدُونَ إِخْفَارِي بَيْنَتِ مُحَمَّدٍ
”میں ہبار اور اس کی قوم کے کینے لوگوں سے حیران ہوں کہ محمد (ﷺ) کی صاحبزادی
سے میرے معاہدہ کو توڑنا چاہتے ہیں۔“

وَ لَسْتُ أَبَالِي مَا حَيَّيْتُ عَدِيْدَهُمْ وَ مَا اسْتَجْمَعْتُ قَبْضًا يَدِي بِالْمُهَنْدِ
”مجھے ان کی بڑی جماعت کی کوئی پرواہ نہیں جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک میرا ہاتھ
مضبوطی سے ہندی تلوار کو تھامے ہوئے ہے۔“

رسول کریم ﷺ کا ہبار کے خون کو حلال فرمانا

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا انہوں نے بکیر بن
عبداللہ بن اشج سے انہوں نے سلیمان بن یسار سے انہوں نے ابو اسحاق دوسی سے انہوں نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ

أَفِي السِّلْمِ أَعْيَارًا جَفَاءً وَ غِلْظَةً وَ فِي الْحَرْبِ أَشْبَاهَ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ
کہا جاتا ہے عَرَكَتِ الْمَرْأَةُ وَ دَرَسَتْ وَ طَبِثَتْ جب اسے حیض آئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
جب عورت کو حیض آئے تو کہا جاتا ہے ضَحِكْتُ۔ اس معنی کی بنا پر یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی تفسیر
ہے: وَامْرَأَتُهُ قَابِئَةُ فَضَحِكْتُ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ (ہود: 71) ”اور آپ کی اہلیہ (سارہ پاس) کھڑی
تھیں۔ انہیں حیض آیا تو ہم نے خوشخبری دی سارہ کو اسحق کی۔“ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب عورت کو حیض
آئے تو کہا جاتا ہے أَكْبَرَتِ الْمَرْأَةُ۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو اسی معنی پر محمول کیا ہے۔
لَمَّا بَرَأْنَاهُ وَقَطَعْنَا أَيْدِيَهُنَّ (یوسف: 31) ”انہیں حیض آ گیا اور (وارثگی کے عالم میں) کاٹ بیٹھیں

روانہ کیا جس میں میں شریک تھا۔ حضور ﷺ نے ہمیں فرمایا: ”اگر ہبار بن اسود یا وہ شخص تمہارے قابو میں آجائے جو ہبار کے ساتھ زینب کی طرف بڑھا تھا۔۔۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں حضرت ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں اس کا نام نافع بن عبد قیس ذکر کیا ہے۔۔۔ تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا“ آپ فرماتے ہیں: دوسری صبح حضور ﷺ نے پیغام بھیجا کہ میں نے تمہیں حکم دیا کہ اگر تم ان دونوں آدمیوں پر قابو پا لو تو انہیں نذر آتش کر دینا پھر میں نے سمجھا کہ کسی کو آگ میں جلا کر عذاب دینا صرف اللہ عز و جل کو سزاوار ہے، اگر تم ان دونوں پر قابو پاؤ تو ان کو قتل کر دو۔

ابوالعاص بن ربيع کا قبولِ اسلام

مسلمانوں کا ابوالعاص کے مال تجارت پر غلبہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابوالعاص مکہ مکرمہ میں مقیم رہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سکونت پذیر رہیں۔ اسلام نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی تھی یہاں تک کہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے ابوالعاص تجارت کے لئے ملک شام روانہ ہو گیا۔ وہ بڑا قابل اعتماد آدمی تھا، اس کے پاس اپنا مال بھی تھا اور قریش کے کچھ لوگوں کا سرمایہ بھی تھا جو انہوں نے اسے تجارت کی غرض سے دیا تھا۔ جب وہ اپنی تجارت سے فارغ ہوا اور واپسی کا سفر شروع کیا تو رسول اللہ ﷺ کے روانہ کئے ہوئے ایک لشکر سے اس کی مڈ بھڑ ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس کا مال و اسباب تو اس سے چھین لیا لیکن ابوالعاص خود جان بچا کر بھاگ گیا۔ جب یہ لشکر اس سے حاصل کردہ مال و متاع لے کر مدینہ طیبہ پہنچا تو رات کی تاریکی میں ابوالعاص بھی وہاں آ گیا اور حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر پناہ کا خواستگار ہوا۔ آپ نے اسے پناہ دے دی۔ وہ اپنا مال واپس لینے کے لئے یہاں آیا تھا، جب رسول

اپنے ہاتھوں کو۔ اس قول کی بناء پر اَکْبَرْنَہ میں ضمیر مصدر پر لوٹے گی لیکن یہ ضعیف تاویل ہے۔ اَعْيَارًا حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور اس میں عامل فعل محذوف ہے کیونکہ الا عیار اسم مشتق کے قائم مقام ہے۔ گویا یوں کہا اَفِی السِّلْمِ بُلْدًا جَفَاءً مِثْلَ الْاَعْيَارِ ”کیا حالت صلح میں وہ (لوگ) گدھوں کی طرح بے وقوف اور بے وفائیں“۔ جَفَاءً اور غِلْظَةً کی نصب اس مصدر کی نصب کی طرح ہے جو حال کی جگہ پر لایا جاتا ہے جیسے زَيْدٌ الْاَسَدُ شِدَّةً اِیْ یُمَائِلُهُ مُمَائِلَةً شَدِيدَةً۔ یعنی زید کی شیر کے ساتھ شدید مماثلت ہے، اس میں الشدة المماثلة کی صفت ہے جیسا کہ جب آپ کہیں کَلِمَتُهُ مُشَافِهَةٌ میں نے اس کے ساتھ بالمشافہ بات کی تو اس میں

اللہ ﷺ صبح کی نماز ادا کرنے کے لئے باہر تشریف لائے جیسا کہ یزید بن رومان نے مجھے بتایا ہے اور تکبیر تحریمہ کہی اور سب لوگوں نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہی تو اس وقت عنق النساء سے حضرت زینب کی آواز بلند ہوئی: اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي قَدْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ "اے لوگو! میں نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے"۔ راوی فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کیا تم نے وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِمَّا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا عَلِمْتُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ حَتَّى سَمِعْتُ مَا سَمِعْتُمْ، اِنَّهُ يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ اَدْنَاهُمْ "سن لو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے! مجھے اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں یہاں تک کہ میں نے یہ بات سنی جو تم نے سنی، مسلمانوں سے ایسا ادنیٰ درجے کا آدمی بھی کسی کو مسلمانوں سے پناہ دے سکتا ہے (۱) پھر رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی کے ہاں واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: اَيُّ بَنِيهِ اَكْرَمِي مَثْوَاهُ وَلَا يَخْلُصَنَّ اِلَيْكَ فَاِنَّكَ لَا تَحِلِّينَ لَهُ "اے میری بچی! ابو العاص کی عزت و تکریم کرنا لیکن وہ تمہارے نزدیک ہرگز نہ آنے پائے کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو"۔

ابو العاص کو مال کی واپسی اور اس کا قبولِ اسلام

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سر یہ میں شریک ان مجاہدین کو بلا بھیجا جنہوں نے ابو العاص کے مال پر قبضہ کیا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا اس آدمی کا ہمارے ساتھ جو رشتہ ہے اس کا تمہیں علم ہے، اس کے مال پر تم نے قبضہ کر لیا ہے، اگر تم احسان کرتے ہوئے اس کا مال اس کو لوٹا دو تو

المشافهة المكالمة کی صفت ہے اور یہ حقیقت میں مصدر سے حال ہے اور اس کے قول اَفِي السِّلْمِ میں حرف جر اس فعل کے معنی کے متعلق ہے جو الا عیاد کا لفظ ادا کر رہا ہے۔ گویا اس نے یوں کہا اَفِي السِّلْمِ تَتَبَلَّدُونَ "کیا تم حالت صلح میں بے وقوفی کا اظہار کرتے ہو"۔ الا عیاد کو نصب دینے والے اس فعل محذوف کے اظہار کا عدم جواز اس اصل کی وجہ سے ہے جس پر ہم نے عبداللہ بن حارث المبرق کے اس قول میں آگاہ کیا ہے: وَ عَائِدًا بِكَ اَنْ يَّعْلُوا فَيَطْغُونِي۔ اس کی وضاحت ہجرت حبشہ میں دیکھئے۔

۱۔ یعنی اگر میری بیٹی نے ابو العاص کو پناہ دی ہے تو اس کا پناہ دہنا میرا فرض ہے۔ (امید النبی)

ہمیں تمہارا یہ عمل بہت پسند ہوگا اور اگر تم آمادہ نہ ہو تو یہ مال فے ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور غنیمت بخشا ہے، تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔ سب نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم یہ اموال اس کو لوٹانے کے لئے تیار ہیں، چنانچہ انہوں نے وہ سارا مال اسے لوٹا دیا حتیٰ کہ کوئی شخص ڈول لا رہا تھا اور کوئی بوسیدہ مشکیزہ اور چمڑے کا لوٹا لا رہا تھا۔ الغرض انہوں نے ابو العاص کا سارے کا سارا مال لوٹا دیا اور اس میں سے کوئی چیز گم نہ تھی۔ اس کے بعد ابو العاص اس مال کو لے کر مکہ واپس آیا اور قریش کے ہر صاحب مال کو اس کا مال لوٹا دیا اور جتنا سرمایہ کسی نے لگایا تھا اس کا حصہ اصل زر بیع نفع اس تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد اس نے اعلان کیا: **يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! هَلْ بَقِيَ لَأَحَدٍ مِّنْكُمْ عِنْدِي مَالٌ لَّمْ يَأْخُذْهُ؟** ”اے گروہ قریش! کیا کسی کا کوئی مال میرے پاس رہ گیا ہے جو اس نے نہ لیا ہو؟“ سب نے کہا نہیں، اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ بے شک ہم نے تجھے حقوق کو بحسن و خوبی ادا کرنے والا اور کریم النفس پایا ہے۔ ابو العاص نے اعلان کر دیا: **فَإِنَّا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ**۔ ”لو سنو! اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خدا نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔“ بخدا! مجھے حضور ﷺ کے پاس اسلام لانے سے بجز اس خوف کے کوئی اور مانع نہ تھا کہ تم گمان کرنے لگو کہ میں تمہارے اموال ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے وہ اموال تم تک پہنچا دیے اور میں اس ذمہ داری سے سرخرو ہو گیا تو میں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

حضرت ابو العاص کے ہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: میرے سامنے داؤد بن حصین نے بیان کیا انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلے نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا اور چھ سال بعد بھی کسی طرح کی تجدید نہ فرمائی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ہاں واپسی

حضرت داؤد بن حصین کی روایت ذکر کی گئی کہ انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلے نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا اور چھ سال بعد بھی کسی طرح کی تجدید نہ فرمائی۔ اس

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی امانت کی ایک مثال

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: مجھے ابو عبیدہ نے بتایا کہ حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ جب مشرکین کے اموال کے ساتھ شام سے واپس آئے تو انہیں کہا گیا کہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ اسلام کا اعلان کرو اور ان تمام اموال پر قبضہ کر لو، کیونکہ یہ مشرکین کے اموال ہیں۔ حضرت ابوالعاص نے جواب دیا: بِنَسْ مَا أَبْدَأُ بِهِ إِسْلَامِي أَنْ أَخُونِ أَمَانَتِي ”اگر میں اپنی امانت میں خیانت کا ارتکاب کر کے اپنے اسلام کا آغاز کروں تو یہ آغاز بہت برا ہوگا۔“

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں میرے سامنے عبدالوارث بن سعید التتوری نے بیان کیا، انہوں نے داؤد بن ابی ہند سے انہوں نے عامر شعمی سے انہوں نے ابو عبیدہ کی حدیث کی طرح ابوالعاص سے روایت کیا۔

فدیہ لیے بغیر آزاد کیے جانے والے اسیران جنگ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں اسیران جنگ میں سے جو لوگ فدیہ لیے بغیر بطور احسان آزاد کر دیے گئے ان میں سے جن کے نام ہمیں بتائے گئے وہ یہ ہیں: بنی عبد شمس بن مناف سے ابو العاص ابن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس، حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے ان کے فدیہ کا مال بھیجا لیکن بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان پر احسان فرمایا (اور فدیہ واپس کر کے انہیں آزاد کر دیا)۔ بنی مخزوم بن یقطہ سے مطلب بن حطب بن حارث بن عبیدہ بن عمر بن مخزوم۔ یہ بنی حارث بن خزرج کے ایک شخص کے پاس قید تھا، اسے انہی کے قبضہ میں رکھا گیا

حدیث کے معارض وہ حدیث ہے جو حضرت عمرو بن شعیب نے عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو ان کے پاس نکاح جدید کے ساتھ بھیجا تھا، اسی حدیث پر عمل ہے، اگرچہ محدثین کے نزدیک حضرت داؤد بن حصین کی حدیث کی سند زیادہ صحیح ہے لیکن میرے علم کے مطابق اس کے مطابق کسی فقیہ نے قول نہیں کیا کیونکہ اسلام نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈالی تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ^ط (المستحجنہ: 10) ”نہ وہ حلال ہیں کفار کے لئے اور نہ وہ (کفار) حلال ہیں مومنات کے لئے“۔ اور جس نے دونوں حدیثوں میں تطبیق کی ہے اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بارے میں کہا: پہلے نکاح پر لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ مہر وغیرہ میں پہلے نکاح کی مثل پر لوٹایا اور اس پر کسی شرط وغیرہ کا اضافہ نہ فرمایا۔

یہاں تک کہ انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور یہ اپنی قوم سے جا ملا۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اسے بنی نجار کے فرد حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔ علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز صلی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ اسے بھی گرفتار کرنے والوں کے قبضہ میں رکھا گیا، جب اس کا فدیہ ادا کرنے کے لئے کوئی بھی نہ آیا تو انہوں نے اس سے عہد لیا کہ وہ خود اپنا فدیہ ان کی طرف بھیج دے گا۔ پھر اس کا راستہ چھوڑ دیا لیکن اس نے ان کو کچھ بھی ادا نہ کیا۔ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امیہ کے قتل کے بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار

صاحب سیرت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے امیہ بن خلف کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ذکر تو کیا لیکن اس بارے میں آپ کے اشعار ذکر نہیں کیے۔ ان اشعار کو علامہ ابن اسحاق نے مذکورہ روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ذکر کیا ہے، وہ اشعار یہ ہیں:

فَلَمَّا التَّقِينَا لَمْ نَكْذِبْ بِحَمَلَةٍ عَلَيْهِمْ بِأَسْيَافٍ لَنَا كَالْعَقَائِقِ
”جب ہم نے ان کا سامنا کیا تو ہمیں ان پر اپنی بگیوں کی طرح چمکدار تلواروں کے ساتھ حملہ کرنے میں جھٹلایا نہیں گیا۔“

و مَطْرُودَةٌ حَزْرُ الظُّلْبَةِ كَانَهَا إِذَا رُفِعَتْ أَشْطَانُ ذَاتِ الْآبَارِقِ
”اور ایسی تلواروں کے ساتھ جو انتہائی تیز اور سرخ دھار والی تھیں، جب انہیں بلند کیا جاتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے بجلی والی بدلیوں کی رسیاں ہیں۔“

يَنِي جَمَحٍ قَدْ حَلَّ قَعَصُ بِشَيْخِجْكُمْ عَلَى مَاءٍ بَذِرَ رَأْسٍ كُلِّ مُنَافِقٍ
اے بنی ججم! بدر کے چشمہ کے پاس تمہارے شیخ پر ناگہانی موت اتر آئی جو ہر منافق کا سردار ہے۔
هَجَمْنَا عَلَيْهِ النَّوْتُ وَاشْتَجَرَتْ بِهِ مَصَالِيْتُ لِلْأَنْصَارِ غَيْرُ ذَوَاهِقِ
”ہم اس پر اچانک موت لے آئے اور انصار کی تلواریں آگے گزرنے کے بجائے اس کے اندر پیوست ہو گئیں۔“

هُوَى جَمْنٍ لَأَقَانَا وَفَرَّقَ جَمْعُهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ مِنْ رَأْسِ خَالِقِ
”جب وہ ہمارے مقابلے میں آیا تو اونچے چٹیل پہاڑ کی چوٹی سے منہ کے بل آگ میں گر کر ہلاک ہو گیا اور اس کا لشکر بکھر گیا۔“

وَمَا كَانَ صَیْفُهُ لَیُوفِیَ دِمَّةً قَفَا فَعَلِبَ اَعْمَا بَیْعُضِ التَّوَارِدِ
 ”اور صلیٰ ایسا شخص تو تھا نہیں کہ اپنا ذمہ پورا کرتا، وہ تو اس لومڑی کی گردن کی مانند تھا جو کسی
 گھاٹ پر تھک گئی ہو۔“

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ شعر ان کے اشعار میں سے ایک ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز ابو عزمہ عمرو بن عبد اللہ بن عثمان بن اہیب بن حذافہ بن
 جمح، یہ مفلس تھا اور بہت سی بچیوں کا باپ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا
 رسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کوئی مال نہیں، میں محتاج بھی ہوں اور عیالدار
 بھی، مجھ پر احسان فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان فرمایا اور یہ وعدہ لیا کہ وہ آپ
 کے خلاف کسی کی امداد نہیں کرے گا۔ ابو نمرہ نے اس واقعہ کے بارے میں ایک قصیدہ کہا جس
 میں وہ رسول اللہ ﷺ کی توصیف کرتا ہے اور آپ کی قوم میں آپ کی فضیلت کا ذکر کرتا ہے:

مَنْ مُبَلِّغٌ عَنِّي الرُّسُولَ مُحَضًّا بَانَكَ حَقٌّ وَالْمَلِیْكَ حَمِیْدٌ
 کون ہے جو میری طرف سے اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو یہ پیغام پہنچائے کہ آپ

اس واقعہ میں حضرت زبیر نے ابن سلام کے واسطہ سے حماد بن سلمہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ
 جب انصار نے امیہ کو گھیر لیا تو اس نے کہا: یَا أَحَدَ رَاۤیَ أَمَّا لَكُمْ بِاللَّيْنِ خَاجَةٌ؟ راوی فرماتے ہیں:
 امیہ اپنی فصاحت میں مشہور تھا۔ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ کیا کسی نے اس طرح دیکھا، کیا تمہیں بطور فدیہ
 دودھ والی اونٹنیوں کی ضرورت نہیں (یعنی مجھے قتل کرنے کے بجائے گرفتار کر لو، میں رہائی حاصل کرنے
 کے لئے تمہیں دودھ والی اونٹنیاں بطور فدیہ ادا کروں گا)۔ پھر حضرت زبیر نے اس حدیث کو اس
 حدیث کے ساتھ ملا دیا جو انہوں نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کی، انہوں نے کہا: نضر بن حارث
 نے کہا تھا کہ فرشتے رحمٰن کی بیٹیاں ہیں۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی: قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ
 فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبْدِیْنَ ۝ (الزخرف) ”آپ فرمائیے (بفرض محال) اگر رحمٰن کا کوئی بچہ ہوتا تو میں سب
 سے پہلے اس کا پجاری ہوتا۔ جب نضر نے یہ آیت سنی تو اس نے کہا: تم دیکھتے نہیں کہ انہوں نے میرے
 قول کی تصدیق کر دی ہے (کہ رحمٰن کا بیٹا تو نہیں بیٹیاں ہیں۔ نعوذ باللہ)۔ امیہ بن خلف اس سے زیادہ
 فصیح تھا، اس نے اسے کہا نہیں بخدا! بلکہ انہوں نے تجھے جھٹلایا ہے اور کہا ہے کہ رحمٰن کا کوئی بچہ (بیٹا
 بیٹی) نہیں ہے۔ امیہ کے قول یَا أَحَدَ کے بارے میں حضرت ثعلب سے مروی ہے کہ اس میں یا
 استفہاح کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے یَا هُوَلَاءِ أَحَدٌ رَاۤیَ ”اے لوگو کوئی دیکھنے والا ہے؟“

برحق ہیں اور آپ کا مالک ساری تعریفوں سے موصوف ہے۔

وَ أَنْتَ أَمْرٌ تَدْعُوْنَ إِلَى الْحَقِّ وَالْهُدَى عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ الْعَظِيمِ شَهِيدٌ
”اور آپ وہ شخص ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس بات پر اللہ تعالیٰ
گواہ ہے جو بہت بڑا ہے۔“

وَ أَنْتَ أَمْرٌ بُوِنْتَ فِينَا مَبَاءَةً لِّهَا دَرَجَاتٌ سَهْلَةٌ وَ صُعُودٌ
”اور آپ وہ شخص ہیں جو ہمارے درمیان ایسے اونچے مقام پر اترے ہیں جس کی سیڑھیوں
(پر چڑھنا ایک لحاظ سے) آسان اور (ایک لحاظ سے) مشکل ہے۔“

فَإِنَّكَ مَنْ حَارَبْتَهُ لِمَحَارَبٍ شَقِيٍّ وَ مَنْ سَأَلْتَهُ لَسَعِيدٍ
”آپ کی شان یہ ہے کہ جس سے آپ نبرد آزما ہوں وہ بدنصیب دشمن ہے اور جس سے
آپ صلح فرمائیں تو وہ خوش نصیب ہے۔“

وَ لَكِنْ إِذَا ذُكِرْتُ بِدَرٍّ وَ أَهْلِهِ تَأَوَّبَ مَا بَيْنَ حَسْرَةٍ وَ قَعُودٍ
”لیکن جب مجھے بدر اور اہل بدر کی یاد دلائی جاتی ہے تو میری حسرت اور کم ہمتی دوبارہ
میری طرف لوٹ آتی ہے۔“

فدیہ کی رقم

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: اس روز مشرکین کا فدیہ چار ہزار درہم سے ایک ہزار درہم فی
کس تھا لیکن جس شخص کے پاس کچھ نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان فرمایا (اور فدیہ لئے
بغیر رہا کر دیا)۔

عمیر بن وہب کا قبولِ اسلام

صفوان کا اسے رسول کریم ﷺ کو شہید کرنے پر ابھارنا

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے حضرت عروہ بن زبیر کی یہ
روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: بدر میں قریش پر نازل ہونے والی مصیبت کے کچھ عرصہ بعد
عمیر بن وہب جمعی، حجر میں صفوان بن امیہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں

عمیر بن وہب کا قبولِ اسلام

عمیر بن وہب کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا، اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو اشکال کا باعث ہو۔

میں سے ایک شیطان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اذیتیں دیتے تھے اور قیام مکہ کے دوران اس کی طرف سے انہیں دکھ ہی پہنچتے رہے۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں تھا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: اسے بنی زریق کے ایک فرد رفاعہ بن رافع نے گرفتار کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے حضرت عروہ بن زبیر کی روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: عمیر نے بدر کے کنویں والوں اور ان کی مصیبت کا تذکرہ کیا تو صفوان نے کہا: بخدا ان کے بعد زندگی میں کوئی سکھ نہیں۔ عمیر نے اسے کہا: بخدا تو نے سچ کہا، سن! بخدا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے ادا کرنے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں اور بال بچے نہ ہوتے جن کے برباد ہونے کا اپنے بعد مجھے خوف ہے تو میں ضرور سوار ہو کر محمد (ﷺ) کی طرف جاتا اور انہیں قتل کر دیتا کیونکہ ان کی طرف جانے کا میرے پاس ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔ راوی فرماتے ہیں: صفوان نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا تیرا قرض میرے ذمہ ہے، میں اسے تیری جانب سے ادا کر دوں گا اور تیرے اہل و عیال میرے اہل و عیال کے ساتھ رہیں گے، میں ان کی کفالت کرتا رہوں گا جب تک وہ زندہ رہے، کوئی ایسی شے نہ ہوگی جو میرے بس کی تو ہو اور ان کے بس کی نہ ہو۔ یہ سن کر عمیر نے اسے کہا تو پھر میرے اور اپنے اس معاملہ کو میخہ راز میں رکھنا۔ صفوان نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسے دیکھ لینا اور رسول کریم ﷺ کو آگاہ کرنا

راوی فرماتے ہیں پھر عمیر نے اپنی تلوار تیز کرنے کے لئے دی، تیز کرنے کے بعد اسے زہر آلود کر دیا گیا پھر سفر پر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ یوم بدر کے متعلق محو گفتگو تھے اور ذکر کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت بخشی اور دشمن کی ناکامی دکھائی۔ اس دوران اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ عمیر بن وہب پر پڑی جبکہ اس نے مسجد کے دروازے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور وہ تلوار کو گلے میں لٹکائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کتنا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے، بخدا! یہ کسی برے مقصد کے لئے ہی آیا ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے ہمیں ایک دوسرے کے خلاف اکسایا اور بدر کے روز ہماری تعداد کا تخمینہ لگا کر اپنی قوم کو بتایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب اپنے

گلے میں تلوار آویزاں کئے ہوئے آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے گلے میں آویزاں تلوار کے پٹے کو گریبان سمیت پکڑا اور ساتھ جو انصار تھے انہیں فرمایا: اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلو اور حضور ﷺ کے پاس بٹھاؤ اور حضور ﷺ کے متعلق اس خبیث سے محتاط رہو کیونکہ یہ قابل اعتماد شخص نہیں ہے، پھر آپ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

رسول کریم ﷺ کا اس کے اور صفوان کے مابین ہونے والے

مکالمہ سے آگاہ فرمانا اور اس کا مسلمان ہونا

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی گردن میں آویزاں تلوار کے پٹے کو پکڑے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا: اَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ، اُذْنُ يَا عُمَرُ "اے عمر! اسے چھوڑ دو، اے عمیر قریب آؤ"۔ پھر اس نے کہا: اَنْعَبُوا صَبَاحًا "تمہاری صبح خوشی و نعمت سے ہو"۔ یہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا آپس میں سلام تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَدْ اَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِتَحِيَّةٍ خَيْرٍ مِنْ تَحِيَّتِكَ يَا عُمَرُ بِالسَّلَامِ تَحِيَّةَ اَهْلِ الْجَنَّةِ "اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے تمہارے دعا سے بہتر دعا یہ جملہ عطا فرما کر ہمیں عزت بخشی ہے اور وہ سلام ہے جو اہل جنت کا دعا یہ جملہ ہے"۔ اس نے کہا بخدا! اے محمد (ﷺ) میں نے تو زمانے کے رواج کے مطابق یہ کلمہ کہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمیر! کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میں اس قیدی کے لئے آیا ہوں جو آپ لوگوں کے پاس گرفتار ہے۔ اس کے متعلق احسان کیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا پھر تمہارے گلے میں لٹکی ہوئی تلوار کا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا: قَبَّحَهَا اللّٰهُ مِنْ سُوءِ وَ هَلْ اَغْنَتْ عَنَّا شَيْئًا؟ "اللہ تعالیٰ ان تلواروں کا ستیاناس کرے، انہوں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا ہے؟" حضور ﷺ نے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں تو اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ تو اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر کنوئیں میں ڈالے جانے والے قریش کا تذکرہ کیا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے ہاں اہل و عیال نہ ہوتے تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لئے ضرور روانہ ہوتا۔ صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور تیرے اہل و عیال کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھالی کہ تو اس کی خاطر مجھے قتل کرے گا حالانکہ تیرے اور اس کے ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ عمیر کہہ اٹھا: اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔"

یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی ان باتوں میں تکذیب کیا کرتے تھے جو آسمانی خبریں آپ ہمارے پاس لاتے اور جو آپ پر وحی نازل ہوتی تھی لیکن یہ بات تو ایسی تھی کہ وہاں میرے اور صفوان کے بغیر کوئی اور موجود ہی نہ تھا۔ قسم بخدا! میں یقین کرتا ہوں کہ اس سر مکتوم سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہی آگاہ فرمایا ہے (۱) میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت بخشی اور مجھے اس طرح یہاں لے آیا۔ پھر اس نے حق کی گواہی دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَتَقْرَأُوا أَعْمَالَكُمْ فِي دِينِهِ وَاقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَاطْلُقُوا لَهُ أَسِيرَةً ”اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ، اسے قرآن کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو (بغیر فدیہ لیے) آزاد کر دو“۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اس فرمان کی تعمیل کی۔

دعوتِ اسلام کی خاطر مکہ کی طرف ان کی واپسی

پھر حضرت عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پہلے میں اللہ کے نور کو بھمانے کے لئے کوشاں رہا اور جو اللہ عز و جل کے دین پر ہوتا اسے ایذا رسانی میں بہت سخت تھا۔ اب میری خواہش ہے کہ حضور ﷺ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں مکہ جا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اسلام کی طرف بلاؤں۔ شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان لوگوں کو ان کے دین کے بارے میں اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور ﷺ کے صحابہ کو ان کے دین کے بارے میں دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ راوی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور آپ مکہ چلے گئے۔ جب عمیر مکہ سے روانہ ہوا تو صفوان بن امیہ لوگوں کو کہا کرتا تھا تمہیں اس واقعہ کی بشارت ہو جس کی خبر تمہیں چند روز میں مل جائے گی اور تمہیں بدر کا واقعہ بھلا دے گی۔ صفوان مدینہ سے آنے والے قافلوں سے اس کے بارے میں پوچھتا تھا حتیٰ کہ ایک سوار نے آکر اسے عمیر کے اسلام لانے کی خبر سنائی۔ یہ سن کر اس نے قسم کھا لی کہ وہ نہ کبھی عمیر سے بات کرے گا اور نہ اسے کوئی نفع پہنچائے گا۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مکہ آئے تو وہاں ٹھہر گئے، اسلام کی دعوت دیتے اور جو ان کی مخالفت کرتا اسے سخت اذیت پہنچاتے، چنانچہ ان کے ہاتھ پر کثیر

۱۔ حضرت عمیر نے گواہی دی کہ جس ذات نے نبی کریم ﷺ کو اس خبر سے آگاہ فرمایا وہ اللہ عز و جل کی ہی ذات ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ حضور ﷺ از خود غیب تو نہیں جانتے جیسا کہ قرآن کریم اور سنت صحیحہ میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حضرت عمیر کی خبر سے آگاہ فرمادیا جیسے اس آیت کریمہ میں بھی ہے: قَالَتْ نَبَأُ الْغَيْبِ الْحَبِيرُ (التحریم)

”فرمایا مجھے اس نے آگاہ کیا ہے جو علیم و خیر ہے۔“

لوگ مشرف باسلام ہوئے۔

ابلیس کو کس نے دیکھا عمیر نے یا ابن ہشام نے؟ اور اس بارے میں نزولِ آیات علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے عمیر بن وہب یا حارث بن ہشام میں سے کسی ایک کا ذکر کیا گیا کہ اس نے ابلیس کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ بدر کے دن لٹے پاؤں بھاگا تھا۔ اس نے کہا اے سراقہ! کہاں جا رہے ہو؟ وہ اللہ کے دشمن (سراقہ) کی شکل میں ظاہر ہوا تھا، وہ چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: **وَإِذْ ذَرَيْنَا لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَغْمَا لَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ** (الانفال: 48) ”اور یاد کرو جب آراستہ کر دیے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور (انہیں) کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا“۔ بیان فرمایا کہ ابلیس نے انہیں دھوکا دیا اور ان کے سامنے سراقہ بن مالک بن جشم کی شکل میں اس وقت ظاہر ہوا جب ان لوگوں نے اپنے اور بنی بکر بن عبدمناة بن کنانہ کے درمیان اس جنگ کے متعلق تعلقات کا ذکر کیا جو ان کے

کیا غزوہ بدر میں ابلیس جسمانی شکل میں ظاہر ہوا؟

حدیث کے آخر میں ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ عمیر بن وہب وہ شخص ہے جس نے بدر کے روز ابلیس کو اس وقت دیکھا جب وہ لٹے پاؤں بھاگا اور دیگر راویوں نے ذکر کیا کہ حارث بن ہشام ابلیس کے ساتھ تھا اور وہ اسے سراقہ بن مالک خیال کر رہا تھا۔ اس نے کہا اے سراقہ! کدھر بھاگے جا رہے ہو؟ ابلیس نے اسے ایک گھونسا رسید کیا اور اسے گدی کے بل گرا دیا پھر کہا: میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ وہ اس وقت سراقہ مد لجی کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا کیونکہ قریش کو بنی مد لج کی طرف سے خوف تھا کہ کہیں وہ ان کے مقابلے میں نہ آجائیں اور ان کے ساتھ ان خونوں کی وجہ سے برسرِ پیکار ہو جائیں جو ان کے درمیان بہائے گئے تھے۔ چنانچہ ان کے سامنے ابلیس سراقہ مد لجی کی شکل میں ظاہر ہوا اور کہا میں ان لوگوں سے یعنی بنی مد لج سے تمہارا نگہبان ہوں اور یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کے بعد مکہ میں سراقہ کو دیکھا تو اسے کہا: اے سراقہ! کیا تو نے صف میں شگاف ڈالا اور ہمیں شکست سے دوچار کر دیا؟ اس نے کہا: بخدا! مجھے تمہارے اس معاملہ کا کوئی علم نہیں حتیٰ کہ تمہیں شکست ہوئی، نہ میں وہاں حاضر ہوا اور نہ مجھے علم ہے، لیکن قریش نے اس کی بات نہ مانی یہاں تک کہ وہ اسلام لائے اور وہ آیت کریمہ سنی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی۔ پھر انہیں علم ہوا کہ وہ تو ابلیس تھا جو انسانی شکل میں ان کے سامنے ظاہر ہوا تھا۔

درمیان برپا تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَلَمَّا تَرَ آءَاتِ الْفُتُنِ (الانفال: 48)** ”تو جب آ منے سامنے ہوئیں دونوں فوجیں“۔ اور اللہ کے دشمن نے فرشتوں کی شکل میں اللہ کے لشکروں کو دیکھا جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ اور مومنین کی ان کے دشمن کے مقابلے میں مدد فرمائی تھی۔ **مُكَصَّ عَلَى عَقَبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَلْهِىَ مَا لَا تَشْعُرُونَ (الانفال: 48)** ”تو وہ اٹے پاؤں بھاگا اور بولا میں بری الذمہ ہوں تم سے، میں دیکھ رہا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھ رہے“۔ دشمن خدا نے سچ کہا، اس نے وہ دیکھا جو انہوں نے نہیں دیکھا تھا اور کہا: **إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الانفال)** ”میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے“۔ غرض مجھے بتایا گیا کہ وہ لوگ ہر جگہ شیطان کو سراقہ کی شکل میں دیکھتے تھے اور اسے اجنبی نہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ جب بدر کا دن آیا اور دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو وہ اٹے پاؤں بھاگا۔ اس طرح وہ انہیں میدان جنگ تک لایا پھر انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

چند مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: **نَكَصَ** کا معنی ہے وہ لوٹ گیا۔ بنی اسید بن عمرو بن تمیم کے ایک فرد اوس بن حجر نے کہا:

نَكَصْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ يَوْمَ جِثْمٍ تَزَجُّونَ أَنْفَالَ الْخَيْسِ الْعَرْمَرِ
”جس روز تم آئے تو اٹے پاؤں لوٹ گئے درآں حالیکہ تم بے شمار لشکر کا مالی غنیمت بڑی

ابلیس لعین کا قول ہے: **إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ** ”میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اس کے متعلق شارحین کے چند اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ اس نے اپنے اس قول **إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ** میں جھوٹ بولا کیونکہ کافر اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لشکروں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا تو ڈر گیا کہ کہیں یہ وہی دن نہ ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں وعدہ کیا ہے: **يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ (الفرقان: 22)** ”جس روز وہ دیکھیں گے فرشتوں کو تو کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اس روز مجرموں کے لئے“۔ اور یہ قول بھی کیا گیا ہے کہ وہ اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں فرشتے اسے پکڑ نہ لیں کیونکہ اس نے اپنے لشکر کفار کے ساتھ فرشتوں کا معاملہ دیکھ لیا تھا اور قاسم بن ثابت نے الدلائل میں ذکر کیا ہے کہ جب قریش بدر میں گئے تو جس روز مسلمانوں نے انہیں شکست فاش دی اسی روز مکہ کے اوپر سے ایک ہاتف جن گزرا جو آواز سے یہ اشعار کہہ رہا تھا لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا:

آسانی سے لے جا رہے تھے۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار اپنی قوم پر فخر اور قریش کے ساتھ ابلیس کی دھوکہ بازی کے بارے میں

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَوْمِي الَّذِينَ هُمْ أَوْوَا نَبِيَّهُمْ وَ صَدَقُوهُ وَ أَهْلُ الْأَرْضِ كُفَّارُ
”میری قوم ایسی ہے جنہوں نے ایسی حالت میں اپنے نبی ﷺ کو پناہ دی اور ان کی تصدیق کی جبکہ ان کے اپنے علاقہ والے کافر تھے۔“

إِلَّا خَصَائِصَ أَقْوَامٍ هُنَّ سَلَفٌ لِلصَّالِحِينَ مَعَ الْأَنْصَارِ أَنْصَارُ
”بجز ان مخصوص افراد (مہاجرین) کے (کہ وہ کافر نہیں) جو صالحین کے اسلاف ہیں (اوز) انصار کے ساتھ مل کر (اسلام کے) مددگار ہیں۔“

مُسْتَبْشِرِينَ بِقَسَمِ اللَّهِ قَوْلُهُمْ لَنَا أَتَاهُمْ كَرِيمُ الْأَصْلِ مُخْتَارُ
در آں حالیکہ وہ اللہ کی تقسیم پر خوش تھے۔ جب ان کے پاس کریم الاصل مختار (نبی ﷺ)

أَذَارَ الْحَنِيفِيُونَ بَدْرًا وَ قَبِيْعَةً سَيَنْقُضُ مِنْهَا دُكْنُ كِسْرَى وَ قَيْصَرَا
”کیا ملت حنیفیہ کے پیروکاروں نے بدر کے واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ ایسا سانحہ ہے جس کی وجہ سے کسریٰ اور قیصر کے محلات کی دیواریں گر جائیں گی۔“

أَبَادَتْ رِجَالًا مِّنْ لُّوِيٍّ وَ أَبْرَزَتْ عَرَائِدَ يَضْرِبْنَ الثَّرَائِبَ حُسْرًا
”اس سانحہ نے لوی خاندان کے بہت سے مردوں کو ہلاک کر دیا اور بہت سی پردہ دار خواتین کو اس حالت میں ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی نگلی چھاتیاں پیٹ رہی تھیں۔“

فَيَا وَيْحَ مَنْ أَمْسَى عَدُوَّ مُحَمَّدٍ لَقَدْ جَارَ عَنْ قَصْدِ الْهُدَى وَ تَحَيَّرَا
”پس کتابد بخت ہے وہ شخص جو محمد ﷺ کا دشمن ہے، اس نے ہدایت کے درمیانی راستہ کو ترک کر دیا اور حیران و سراسیمہ ہو گیا۔“

ان میں سے کسی نے پوچھا: یہ حنیفیون کون ہیں؟ تو دوسروں نے بتایا وہ محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ ہیں کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف (علیہ السلام) کے مذہب پر ہیں، پھر تھوڑے ہی دن گزرے کہ ان کے پاس اس واقعہ کی یقینی خبر پہنچ گئی۔

تشریف لایا تو ان کا قول یہ تھا:

أَهْلًا وَ سَهْلًا فِیْ أَمْنٍ وَ فِی سَعَةٍ نِعَمَ النَّبِیِّ وَ نِعَمَ الْقَسَمِ وَالْجَارِ
کہ خوش آمدید مرحبا! پس آپ امن اور کشائش میں رہیں، نبی بھی اچھا ہے اور ہمارا نصیب
اور پڑوس بھی اچھا ہے۔

فَإَنْزَلُوهُ بِدَارٍ لَا يَخَافُ بِهَا مَنْ كَانَ جَارَهُمْ دَارًا هِيَ الدَّارُ
”انہوں نے آپ کو ایسے گھر میں اتارا جس میں انہیں کوئی خوف نہیں جن لوگوں کا ہمسایہ ایسا
ہو وہی گھر گھر (کہلانے کا) مستحق ہے۔“

وَ قَاسَمُوهُ بِهَا الْأَمْوَالَ إِذْ قَدِمُوا مُهَاجِرِينَ وَ قَسَمَ الْجَنْحُ النَّارُ
”اور انہوں نے اپنے پڑوسی کو اپنے اموال میں حصہ دار بنا لیا جب وہ لوگ ہجرت کر کے
آئے اور منکر کا نصیب تو آگ ہے۔“

سِرُّنَا وَ سَارُوا إِلَى بَذْرِ لِحَيْنِهِمْ لَوْ يَعْلَمُونَ يَقِينَ الْعِلْمِ مَا سَارُوا
”ہم بھی چلے اور وہ بھی بدر کی طرف اپنی موت کی خاطر چلے اگر انہیں (موت) کا یقینی علم
ہوتا تو (ادھر) نہ چلتے۔“

دَلَّاهُمْ بِغُرُورٍ ثُمَّ أَسْلَمَهُمْ إِنَّ الْخَبِيثَ لَبِئْسَ وَالَاةُ غَرَارُ
”(شیطان نے) انہیں دھوکے سے یہ راہ دکھائی پھر اس نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔
بے شک خبیث اپنے یار کو دھوکا دینے والا ہوتا ہے۔“

وَ قَالَ إِنِّي لَكُمْ جَارٌ فَأَوْرَدَهُمْ شَرَّ الْمَوَارِدِ فِيهِ الْخِزْيُ وَالْعَارُ
”اور اس نے کہا: ”میں تمہارا نگہبان ہوں“ پھر انہیں ایسے گھاٹ پر لا اتارا جس میں رسوائی
اور شرمندگی ہی تھی۔“

ثُمَّ التَّقِينَا فَوَلُّوا عَنْ سَوَابِهِمْ مِنْ مُنْجِدِينَ وَ مِنْهُمْ فِرْقَةٌ غَدَرُوا
”پھر جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو وہ اپنے سرداروں کو چھوڑ کر پیٹھ پھیر گئے، بعض اونچے
مقامات پر چلے گئے اور ایک سردار نے نبی ملاقات میں پناہ لی۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: مجھے حضرت حسان کا یہ شعر لگا اَتَاهُمْ كَرِيمٌ الْأَصْلُ مُخْتَارُ
ابوزید انصاری نے سنایا۔

حاجیوں کی مہمان نوازی کرنے والے قریش

بنی ہاشم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش کی شاخ بنی ہاشم بن عبد مناف سے حاجیوں کے مہمان نواز حضرت عباس بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ تھے۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے چارٹ بن عامر بن نوفل اور طعیمہ بن عدی بن نوفل، یہ دونوں باری باری یہ کام سرانجام دیا کرتے تھے۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزیٰ سے ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد اور حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد۔ یہ دونوں بھی باری باری یہ کام سرانجام دیتے۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے نصر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار۔

نضر کا نسب

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: نضر کا نسب یوں بھی بیان کیا جاتا ہے: نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبدالدار۔

بنی مخزوم

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم بن یقطہ سے ابو جہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

بنی جمح

بنی جمح سے امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

بنی سہم

بنی سہم بن عمرو سے حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ۔ یہ دونوں باری باری یہ کام سرانجام دیتے۔

بنی عامر

اور بنی عامر بن لوی سے سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کے نام

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ بدر کے روز مسلمانوں کے پاس یہ گھوڑے تھے۔ مرثد بن ابی مرثد غنوی کا گھوڑا، اس کا نام السبل تھا۔ مقداد بن عمرو بہرانی کا گھوڑا، اس کا نام بعزجہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام سبجہ تھا۔ اور زبیر بن عوام کا گھوڑا، اس کا نام یعسوب تھا۔

مشرکین کے گھوڑے

علامہ ابن ہشام نے فرمایا اور مشرکین کے پاس سو گھوڑے تھے۔

سورۃ انفال کا نزول

تقسیم انفال کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: واقعہ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال نازل فرمائی اور اموال غنیمت کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ

غزوۃ بدر کے متعلق نازل کردہ آیات

اللہ تعالیٰ نے غزوۃ بدر کے بعد سورۃ انفال نازل فرمائی۔ انفال سے مراد اموال غنیمت ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں فرمایا: ”نفل کا معنی ہے منعم کی طرف سے احسان اور فضل و کرم۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر مال غنیمت حلال فرما کر فضل و احسان فرمایا اور اس سے پہلے کسی امت پر اسے حلال نہ فرمایا اس لئے اموال غنیمت کو انفال کہا جاتا ہے۔“ حضرت مؤلف نے فرمایا: ابو عبیدہ کا یہ قول تو صحیح ہے: إِنَّ اللَّهَ تَفَضَّلَ بِهَا (اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کے ذریعے اس امت پر

آیات نازل ہوئیں:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٥٠﴾ (الأنفال)

”دریافت کرتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے متعلق آپ فرمائیے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ پس ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات کی اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اگر تم ایماندار ہو۔“

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جب سورۃ انفال کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہم بدریوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب ہم نے مال غنیمت کے

فصل واحسان فرمایا (کیونکہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے کسی قوم پر اموال غنیمت حلال نہیں کئے گئے بلکہ آسمان سے ایک آگ اتر کر انہیں جلا جاتی تھی لیکن ان کا یہ قول کہ اس فضل واحسان کی بنا پر اموال غنیمت کو انفال کہا جاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ایام جاہلیت میں بھی بل عرب اموال غنیمت کو انفال ہی کہتے تھے۔

حضرت ابن ہشام نے قدیم جاہلی شاعر اوس بن حجر اسیدی کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

نَخَصْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ يَوْمَ جِثْمٍ تَزَجُّونَ أَنْفَالَ الْخَيْمِيسِ الْعَرَمَرِ
”تم بے شمار لشکر کے اموال غنیمت لوٹ کر اسی روز لئے پاؤں لوٹ گئے جس روز تم آئے تھے۔“

اس شعر میں سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت پر مال غنیمت حلال ہونے سے قبل اسے انفال کا نام دیا گیا ہے۔ لہذا اس کا مادۃ اشتقاق نفل ہے جس کا معنی زیادتی اور اضافہ ہے کیونکہ اس سے غنائمین کے اموال میں اضافہ ہوتا ہے۔ اوس بن حجر کے اس شعر میں ایک اور شہادت بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ ایام جاہلیت میں بھی لشکر کو خیمس کہا جاتا تھا اور بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ لشکر کے لیے خیمس کا نام خمس (پانچواں حصہ) سے ماخوذ ہے جو کہ مال غنیمت سے نکالا جاتا ہے، یہ درست نہیں کیونکہ اس خمس کا تعلق بھی دور اسلام سے ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں سالار لشکر کے لئے مال غنیمت کا چوتھائی حصہ ہوتا تھا جسے مرباع کہتے تھے۔ انفال کے مادۃ اشتقاق کے متعلق ایک اور قول ان شاء اللہ بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ حضرات ابن سعد اور عطاء نے یسئلونک الانفال پڑھا ہے جبکہ جمہور نے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ پڑھا ہے اور معنی دونوں قراءتوں میں صحیح ہے کیونکہ سَأَلُوْهَا اور سَأَلُوا عَنْهَا دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

بارے میں جھگڑنا شروع کر دیا اور ہمارا اختلاف شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے اختیار سے نکال کر اپنے پیارے رسول ﷺ کے حوالے کر دیا اور حضور ﷺ نے اسے مساوی طور پر تقسیم فرما دیا اور یہ تقسیم تقویٰ، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور باہمی معاملات کی اصلاح کے عین مطابق تھی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ، ہم اہل بدر کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ ہم نے مالِ غنیمت کے متعلق جھگڑا کیا اور ہمارا اختلاف شدت اختیار کر گیا۔ تفسیر عبد بن حمید وغیرہ میں اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے اپنے لشکر میں موجود تھے۔ حضرت ابوالیسر نے دو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور دو کو قیدی بنایا تھا۔ مالِ غنیمت کو جمع کرنے والے کہتے تھے کہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں اور قتال کرنے والے اور ان کے قبیعین کہتے تھے کہ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے اختیار سے نکال کر اپنے نبی ﷺ کے حوالے کر دیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب وہ ایک تلوار چھین کر لائے تو انہیں اسے اپنے قبضہ میں رکھنے کا حکم دیا گیا۔ ان کے لئے اس کام میں مشکل پیش آئی۔ وہ ذوالکلیفہ عاصی بن سعید کی تلوار تھی۔ پھر جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے وہ تلوار حضرت سعد ہی کو عطا فرمادی اور مالِ غنیمت مساوی طور پر تقسیم فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہ کی ذکر کردہ حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مالِ غنیمت برتری کے طور پر (یعنی کسی کو کم کسی کو زیادہ) تقسیم فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْبَاقِي (الانفال: 41) ”اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے.....“ تو یہ آیت منسوخ ہو گئی: قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ (الانفال: 1) یہی صحیح ترین قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور جس شخص کے نزدیک یہاں انفال سے صرف وہ جانور مراد ہیں جو مسلمانوں کو دشمن سے حاصل ہوتے ہیں تو اس کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں۔ اسی طرح مجاہد کا قول ہے کہ یہاں انفال سے صرف مالِ غنیمت کا خمس مراد ہے اور یہ آیت اس وقت منسوخ شمار ہوگی جب ہم انفال سے سارا مالِ غنیمت مراد لیں۔ آثار بھی اسی قول کی تائید کرتے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: انفال کی چار قسمیں ہیں: (1) وہ نفل جس سے پانچواں حصہ نہیں نکالا جاتا۔ (2) نفل یعنی اصل مالِ غنیمت۔ (3) نفل یعنی پانچواں حصہ۔ (4) فوجی دستوں کا نفل۔ یہ خمس نکالنے کے بعد باقی ماندہ مالِ غنیمت ہے۔ (5) نفل یعنی خمس کا خمس۔

قریش کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلام کی روانگی کے متعلق نازل کردہ آیات پھر اللہ تعالیٰ نے ان حالات کا ذکر فرمایا جب رسول اللہ ﷺ قریش کی پیش قدمی کی اطلاع پا کر مسلمانوں کے ہمراہ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے جبکہ قریش نفع کے لالچ میں پہلی قسم

یہ نفل کی وہ قسم ہے جس میں خمس نہیں ہوتا نہ اسے اصل مال غنیمت سے نکالا جاتا ہے اور نہ خمس سے۔ یہ اس مقتول سے چھینا ہوا مال (سلب) ہے جسے معرکہ جنگ اور دشمن کی طرف پیش قدمی کے علاوہ کسی اور حالت میں قتل کیا جائے۔ یہ مال قاتل کی ملکیت ہوتا ہے۔ یہ امام اوزاعی، اہل شام اور محدثین کے ایک گروہ کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے مقتول سے سلب شدہ مال بھی اسی نفل کا حصہ ہے جس سے دوسرے مال غنیمت کے ساتھ خمس نکالا جاتا ہے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہی مؤطا امام مالک میں منقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا مفہوم ہے کہ جب کسی آدمی نے آپ سے انفال کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: گھوڑے اور زر ہیں سب نفل ہیں اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ گھوڑے نفل سے ہیں اور نفل میں خمس ہے۔ اس کے متعلق حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن مسلم نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ چھینا ہوا مال (سلب) قاتل کا ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ کے مذہب کے مطابق اس کی تفسیر کی۔ دوسرے قول کے قائلین کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت براء بن مالک نے جب مرزبان الزارہ کو قتل کر کے اس کے اونٹ، ہتھیار اور دیگر سامان چھین لیا جس کی مالیت تیس ہزار تھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے خمس نکالا۔ لیکن قول اول کے قائلین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ آپ نے مرزبان سے چھینے گئے مال کو کثیر خیال کرتے ہوئے اس سے خمس نکالا اور فرمایا: بے شک چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں نکالا جاتا لیکن چونکہ حضرت براء کے چھینے ہوئے مال کی مالیت تیس ہزار ہے اس لئے میں اس سے خمس نکال رہا ہوں۔ نیز قول اول کے قائلین نے حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث کو بھی دلیل بنایا ہے جب انہوں نے کسی شخص کو قتل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے چھینا ہوا سارا مال انہی کا ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب کی دلیل آیت خمس کے الفاظ کا عموم ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے فرمایا: **وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ الْآيَةُ (الانفال: ۴۱)** ”اور جان لو کہ جو کوئی چیز بھی تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کیلئے.....“ ان کی دوسری دلیل حضرت خالد بن ولید رضی

اپنے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُوْنَ ۖ
يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۖ (الانفال)

”جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ (اس کو) ناپسند کرنے والا تھا۔ جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں اس کے بعد کہ وہ واضح ہو چکی تھی گویا وہ ہانکے جا رہے تھے موت کی طرف درآں حالیکہ وہ (موت کو) دیکھ

اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام مسلم اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قبیلہ حمیر کے ایک شخص نے دشمن کے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کے سلب کو لینے کا ارادہ کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا کیونکہ وہ سالار لشکر تھے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے حضرت خالد سے فرمایا تم نے اس کو وہ سلب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اسے کثیر خیال کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”وہ سلب اسے دو“۔ پھر حضرت عوف حضرت خالد سے ملے تو انہوں نے ان کی چادر کھینچ کر کہا: میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے وہی پورا نہیں کر لیا؟ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: ”اے خالد (اب) اس کو مت دینا، کیا تم میرے (مقرر کردہ) امیروں (کی اطاعت) کو چھوڑتے ہو؟ تمہاری اور ان کی مثال تو اس شخص کی مانند ہے جو اونٹ اور بکریاں چرانے کے لئے نکلا، ان جانوروں نے چرا پھر جب انہیں پانی پلانے کا وقت ہوا تو انہیں ایک تالاب پر لایا، جانور اس میں سے پانی پینے لگے تو صاف پانی پی لیا اور گدلا پانی چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس کا صاف پانی انہیں اچھا لگا اور گدلا پانی ان پر گراں گزرا“۔ اے امام احمد اور امام مسلم نے روایت کیا۔

اگر وہ سلب اصل مال غنیمت سے اس کا حق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے واپس نہ لوٹاتے۔ یہ نفل کی پہلی قسم کا بیان ہے۔

دوسری قسم

نفل کی دوسری قسم وہ ہے جو خسر نکالنے سے پہلے اصل مال غنیمت سے دیا جاتا ہے۔ یہ نفل ان رہنماؤں کو دیا جاتا ہے جو دشمن کے مورچوں اور راستوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، اس کے علاوہ جو مال عام اہل لشکر کے نفع کے لئے دیا جاتا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔

رہے تھے۔

یعنی وہ آپ سے دشمن کا سامنا کرنے اور قریش کی پیش قدمی کو ناپسند کرتے ہوئے آپ

سے جھگڑ رہے تھے۔

تیسری قسم

یہ وہ نفل ہے جو فوجی دستے حاصل کرتے ہیں۔ انہیں ابتدا میں خمس کے بعد بقیہ مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ بطور نفل دیا جاتا تھا پھر لوٹتے وقت حاصل کئے گئے مالِ غنیمت کا ثلث دیا جاتا تھا۔ حضرت مکحول عن حبیب بن مسلمہ کی روایت کردہ حدیث میں اسی طرح مذکور ہے اور ایک طائفہ نے اسی سے استدلال کیا ہے۔

چوتھی قسم

نفل کی چوتھی قسم وہ ہے جو امام مالِ غنیمت کے خمس سے اہل غناء اور اہل منفعت کے لئے نکالتا ہے کیونکہ مالِ غنیمت کا جو حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے تھا آپ ﷺ کے بعد اس کا حقدار امام ہے جو اسے وہاں خرچ کرتا ہے جہاں نبی کریم ﷺ خرچ کرتے تھے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کا قول ہے۔ ایک فریق نے کہا ہے کہ مالِ غنیمت کا خمس صرف ان اصناف تک محدود ہے جو قرآن کریم میں ذکر کی گئی ہیں یعنی ذوی القربیٰ (حضور ﷺ کے قریبی رشتہ دار)، یتیم، مسکین اور مسافر کیونکہ جب حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو کسی امیر نے خمس کے مال سے ایک گدھا عطا کیا تو حضور ﷺ نے وہ واپس کر دیا کیونکہ حضرت مقداد ان مذکورہ اصناف سے نہیں تھے جبکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مالِ غنیمت سے تیس کھوج عطا کئے تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ خمس سے ہوں۔

دونوں قولوں میں سے صحیح قول یہ ہے کہ اس کے بارے میں امام غور و فکر کرے، اگر وہ خیال کرے کہ اسے عام مسلمانوں کی منفعت میں خرچ کیا جائے اور مذکورہ چاروں اصناف کو اس کی زیادہ احتیاج نہ ہو تو عام مسلمانوں پر خرچ کر دے ورنہ انہی چار اصناف سے ابتدا کرے اور بقیہ اپنی رائے کے مطابق جہاں چاہے صرف کر دے۔

ذوی القربیٰ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمارا خیال تھا کہ وہ بنی ہاشم ہیں لیکن ہمارے ساتھیوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ تمام قریش ذوی القربیٰ ہیں۔ آپ نے نجدہ حروری کی طرف لکھے گئے خط میں اسی طرح فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد

وَاذْبَعُدْكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الظَّالِمِينَ أَتَاهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّكُوتِ تَكُونُ لَكُمْ وَ
يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُجِثَّ الْحَقُّ بِكَلِمَتِهِ وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿١﴾ (الانفال)

”اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے ایک کا ان دو گروہوں سے کہ وہ تمہارے لئے ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ نہتہ گروہ تمہارے حصہ میں آئے۔ اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر دے اپنے ارشادات سے اور کاٹ دے کافروں کی جڑ۔
۱۔ یعنی بغیر جنگ کے مالِ غنیمت ہاتھ لگ جائے۔

امام کی قرابت میں بھی اختلاف ہے کہ آیا وہ اس آیت میں داخل ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ ائمہ ذوی القربیٰ میں داخل ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کوئی لقمہ کھلائے تو وہ اس نبی کے بعد اس کے خلیفہ کے لئے ہے یا فرمایا وہ اس کے بعد اس کے قائم مقام کے لئے ہے۔ آیت خمس کے معنی کے متعلق خمس کے خمس کی تقسیم میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابوالغالیہ کا کہنا ہے کہ فَانَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ (الانفال: ۴۱) (تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ) سے مراد یہ ہے کہ خمس سے کعبہ شریف پر خرچ کرنے کے لئے حصہ نکالا جائے گا اور ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے اور بقیہ خمس چار اصناف کے لئے ہے۔ ایک فریق نے کہا خمس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے اور باقی ماندہ چار اصناف کے لئے ہے۔ ایک فریق کا قول ہے کہ سارے خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے جو اسے ان مذکورہ اصناف اور دیگر مقامات پر خرچ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وللرسول صرف خرچ کرنے والے (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے شرف اور مالِ غنیمت کی پاکیزگی کے اظہار کے لئے فرمایا۔ اسی طرح مالِ فے کے بارے میں فرمایا لِلَّهِ وَاللِّرَّسُولِ الْآيَةُ۔ مالِ فے وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفار کی زمینوں سے بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کی طرف پلٹا دیا لیکن آیات صدقات میں اس طرح نہیں فرمایا اور نہ ان کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی نہ رسول کی طرف۔ کیونکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے جو سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل کے لئے مناسب نہیں۔ لہذا ان صدقات کا ذکر یوں فرمایا: اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ (توبہ: ۶۰) (زکوٰۃ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو فقیر اور مسکین ہیں) یعنی زکوٰۃ صرف انہی مصارف کے لئے ہے یہ سب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور اس کی تفسیر ہے۔ غزوہ حنین کے موقع پر جو مال حضور نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو عطا فرمایا تھا جن کی دلداری مقصود تھی اس کے متعلق بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی کہ آیا وہ اصل مالِ غنیمت سے تھا یا خمس سے یا خمس کے خمس سے؟

۲۔ یعنی اس واقعہ کے ساتھ جو بدر کے روز قریش کے بہادر سرداروں کے ساتھ پیش آیا۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِآلِفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرَدِّفِينَ ①

(الانفال)

”یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے اے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد ۲ (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔“

۱۔ یہ اس لئے فرمایا کہ جب مسلمانوں نے دشمن کی کثرت اور اپنی قلت دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے (فتح و نصرت کی) دعا کرنے لگے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا اور تمہاری دعا کے باعث۔

فرشتوں کی جنگ کا بیان

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر فرمایا: بِآلِفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرَدِّفِينَ ① (الانفال) (ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں)۔ ایک اور آیت میں فرمایا: بِثَلَاثَةِ آلِفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزِلِينَ ② (آل عمران) (تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں)۔ اگر مرد فین کو دال کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار فرشتوں کے پیچھے تین ہزار اور فرشتے بھیجے۔ اس طرح اکثر اقل کے مددگار بنے اور تین ہزار ایک ہزار کے پیچھے آنے والے تھے، اور اگر فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ ایک ہزار تین ہزار کے پیچھے آنے والے تھے اور یہی وہ ہزار فرشتے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیا اور انہی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَخَبِّرُوا الَّذِينَ آمَنُوا ③ (الانفال: ۱۲) (پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو) اور وہ مردوں کی شکل میں تھے اور مومنین کو کہتے تھے ثابت قدم رہو، تمہارا دشمن قلیل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جو یہ فرمایا کہ وَاصْبِرُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ④ (الانفال) (اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر) اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ بدر کے روز فرشتوں کی ہر ضرب کفار کے سروں اور جوڑوں پر ہی لگی اور مسلمان کفار کی گردنوں اور جوڑوں پر لگے سیاہ نشانات کے ذریعے پہچان لیتے تھے کہ ان کو فرشتوں نے قتل کیا ہے اور بقیہ کو مسلمانوں نے۔ حضرت ابن اسحاق نے ایک اور روایت میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ زجاج نے کہا کہ بنان جس کا واحد بنانة ہے، انگلیوں کے پوروں اور بدن کے جوڑوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ آہن بِالْمَكَانِ سے مشتق ہے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسُ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ
عَنكُم رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ (الانفال)

”یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے اور اتار اتم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو ۱۔ تم پر اس وقت تسکین نازل ہوئی جب تم بے خوف و خطر سو گئے۔

۲۔ اس بارش کا پانی جو اس رات اللہ تعالیٰ نے ان پر برسائی اور مشرکین کو پانی کی طرف بڑھنے سے روک دیا اور مسلمانوں کا راستہ اس کی طرف کھول دیا۔

۳۔ یعنی تاکہ شیطان کی وسوسہ اندازی تم سے دور کر دے کیونکہ شیطان مسلمانوں کو ان کے دشمن سے خوفزدہ کر رہا تھا۔ اور تاکہ مسلمانوں کی خاطر زمین کو سخت کر دے تاکہ مسلمان اپنی اس منزل تک پہنچ جائیں جس کی طرف ان کے دشمن نے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔

یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی مقام پر مقیم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُم رِجْزَ الشَّيْطَانِ (الانفال: ۱۱) (تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست) دشمن نے مسلمانوں سے پہلے گڑھے کھود کر اپنے لئے پانی ذخیرہ کر لیا تھا۔ مسلمانوں کو حدت اصغر اور حدت اکبر کی وجہ سے پانی کی ضرورت پیش آئی لیکن پانی تک ان کی رسائی مشکل تھی۔ شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ تم حق پر ہونے کے دعویدار ہو لیکن تمہارے دشمن تم سے پہلے پانی پر قبضہ جما چکے ہیں۔ تم پیاسے ہو اور بغیر وضو کے نماز پڑھنے پر مجبور ہو۔ تمہارے دشمن اس انتظار میں ہیں کہ پیاس تمہاری گردنیں کاٹ دے اور تمہاری قوتیں سلب کر لے۔ پھر وہ جیسے چاہیں تم پر اپنا تسلط جمالیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجا، اس کے دھانے کھل گئے، مسلمان پاک صاف اور سیراب ہو گئے اور ان کے قدموں کے نیچے ریتلی اور شوریلی زمین سخت ہو گئی اور اس میں ان کے قدم جم گئے اور ان سے شیطان کی وسوسہ اندازی دور ہو گئی پھر وہ دشمن کی طرف اٹھے اور ان کے پانی پر غلبہ پالیا اور ان کے قریبی کنوئیں کو بند کر دیا۔ اس طرح کفار پیاسے ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت آئی اور حضور ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور دشمن کی طرف پھینک دی جس نے سارے لشکر کی آنکھوں کو بھر دیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال: ۱۷) ”اور (اے محبوب) نہیں پھینکی آپ

مسلمانوں کو فتح و نصرت کی بشارت اور ترغیب جہاد کے متعلق نازل کردہ آیات پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَكَةِ أَلِيَّ مَعَكُمْ فَتُتَشَوُّوا الَّذِينَ آمَنُوا سَالِقِينَ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا
الرَّغْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ (الانفال)

”یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو، میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب، سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر۔“

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاكُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝
”یہ حکم اس لئے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“

پھر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَمَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ حُفُّوا فَلَئِنَّ لَهُمُ الْآذِينَ بَارَكُوا وَمَنْ يُؤْلِهِمْ
يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّجًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَوِّجًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمَ
وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ (الانفال)

”اے ایمان والو! جب تم مقابلہ کرو کافروں کے لشکر جرار سے تو مت پھیرنا ان کی طرف (اپنی) پیٹھیں اور جو پھیرے گا ان کی طرف اس روز اپنی پیٹھ بجز اس صورت کے کہ پینتر ابد لئے

نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی وہ ریت سارے لشکر پر پھیلا دی اور آپ کے بس میں تو صرف چند لوگوں تک اسے پہنچانا تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اسے سارے لشکر پر پھیلا دیا جب آپ نے ان میں سے چند لوگوں پر اسے پھینکا تھا۔ اور حضرت احمد بن یحییٰ فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ نے ان کی طرف کنکریاں پھینکیں تو ان کے دلوں میں آپ نے رعب طاری نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے طاری کیا اور حضرت ہبہ اللہ بن سلامہ نے فرمایا: رمی کا لفظ چار معانی سے مرکب ہے: اخذ (پکڑنا)، ارسال (پھینکنا)، اصابہ (نشانے پر مارنا) اور تبلیغ (نشانے تک پہنچانا)۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو معانی اخذ اور ارسال کو نبی کریم ﷺ کے لئے قائم رکھا اور بقیہ دو معانی اصابہ اور تبلیغ کی آپ سے نفی فرما کر اپنی ذات کے لئے ثابت فرمایا۔

والا ہولڑائی کے لئے یا پلٹ کر آنے والا ہوا اپنی جماعت کی طرف تو وہ مستحق ہوگا اللہ کے غضب کا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔“

یعنی اپنی جماعت والوں کو دشمن کے خلاف برا بیچتے کرنے کے لئے (ان کی طرف پلٹ کر آنے والا ہو) تاکہ جب وہ دشمن کا سامنا کریں تو پسپائی اختیار نہ کریں درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح و نصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔“

طلب فیصلہ کے متعلق نازل کردہ آیت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ وَإِنْ تَنْتَهُوا فهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦﴾ (الانفال)

”(اے کفار) اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے تو (لو) آگیا تمہارے پاس فیصلہ ۱۔ اور اگر تم (اب بھی) باز آ جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر سزا دیں گے ۲۔ اور نہ فائدہ پہنچائے گی تمہیں تمہاری جماعت کچھ بھی چاہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہو اور

جنگ کے روز پیٹھ پھیرنا اور اسلام کی واضح فتوحات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلَا تُؤَلُّوهُمْ الْاَذْبَارِعُ (الانفال) (تو مت پھیرنا ان کی طرف) (اپنی پیٹھیں)۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا صرف بدر کے روز اور اس جنگ عظیم میں گناہ کبیرہ ہے جو آخر زمانہ میں برپا ہوگی۔ دیگر علماء نے کہا ہے کہ جب امام جنگ میں حاضر ہو تو جنگ سے فرار ہونا گناہ کبیرہ ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد اپنی جماعت کی طرف پلٹ کر آنا نہ ہو۔ البتہ جب کوئی امام کی طرف بھاگ کر جائے تو وہ متحیز الی فیہ (اپنی جماعت کی طرف پلٹنے والا) ہوگا کیونکہ جب مسلمانوں پر دشمن کے گھوڑوں کے حملے کی وجہ سے حضرت ابو عبید بن مسعود شہید ہوئے اور ان کی شہادت کی خبر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو فرمایا: ”ابو عبید بن مسعود میری طرف پلٹ کر کیوں نہیں آیا حالانکہ میں ہر مسلمان کے لئے فیہ (پلٹنے کی جماعت) ہوں۔“ اسی کی مثل نبی اکرم ﷺ سے بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ موتہ سے لوٹنے والے صحابہ کرام کو جنہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ ہم بھاگنے والے ہیں، فرمایا: نہیں بلکہ تم لوٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو اور میں تمہارے لئے پلٹنے کی جماعت کی حیثیت رکھتا ہوں“ یہ مشہور حدیث ہے جسے میں نے

یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے۔“

۱۔ یہ اس وجہ سے فرمایا کہ ابو جہل نے دعا مانگی تھی: اے اللہ! ہم دونوں فریقوں میں سے جو زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور جو زیادہ غیر معروف باتیں کرنے والا ہے اسے کل ہلاک کر دے اور استفتاح کا معنی ہے دعا میں انصاف کرنا۔

۲۔ اللہ جل شأ قریش کو فرماتا ہے اور اگر اب بھی تم باز آ جاؤ تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر اسی طرح کی سزا دیں گے جس طرح ہم نے تم کو بدر کے روز دی تھی۔

۳۔ یعنی تمہاری کثرت تعداد تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی اور میں اہل ایمان کے ساتھ ہوں، ان کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی مدد کروں گا۔

مختصر بیان کیا ہے۔ وہ تعداد جس کے ہوتے ہوئے بھاگنا حرام ہو جاتا ہے یہ ہے جب ایک کا ایک کے ساتھ یا ایک کا دو کے ساتھ مقابلہ ہو البتہ جب ایک کا تین کے ساتھ مقابلہ ہو تو بھاگنے والے کے لئے اس کا فرار معیوب نہیں ہوگا خواہ وہ متحیز الی فیہ (اپنی جماعت کی طرف پلٹ کر آنے والا) ہو یا نہ ہو۔ حضرت ابو الولید بن رشد نے اپنے مقدمات میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے تین گنا اور اس سے زائد دشمن کے سامنے سے بھاگنا جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: ”بارہ ہزار کا لشکر اپنی قلت کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہوگا۔“ ابتدا میں ایک شخص کے لئے دس آدمیوں کا سامنا کرنا لازم تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرمادی اور اس ارشاد کے ذریعے پہلے حکم کو منسوخ فرمادیا: اَلَا نَحْفَظَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا (اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے اور یہی علماء کا قول ہے لیکن اس میں نسخ کا قول واضح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اِنْ یَّکُنْ فِیْکُمْ عَشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ..... (الانفال: 65) (اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے.....) جملہ خبریہ ہے اور نسخ خبر میں جاری نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اَلَا نَحْفَظَ اللّٰهُ عَنْكُمْ..... (الانفال: 66) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلی آیت کا حکم منسوخ ہے اور وہ دس آدمیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ لہذا آیت کے ظاہری اور باطنی دو حکم ہیں۔ اس کا ظاہری حکم خبر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ دس آدمی سو پر غالب آئیں گے اور اس کا باطنی حکم سو کے سامنے ثابت قدمی کا وجوب ہے۔ اس حکم پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: حَٰوِضَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی

مسلمانوں کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی ترغیب
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَ أَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٦٥﴾ (الانفال)
”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ روگردانی کرو اس سے
حالانکہ تم سن رہے ہو۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہ کرو حالانکہ تم اس کا ارشاد سن رہے ہو اور یقین رکھتے ہو کہ
وہ ارشاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٦٦﴾ (الانفال)
”اور نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔“
یعنی منافقین کی طرح نہ بن جانا جو ظاہراً اس کی اطاعت کرتے ہیں اور باطناً اس کی نافرمانی
تے ہیں۔“

إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَآتِ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ (الانفال)
”بے شک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گوئیں (انسان) ہیں جو کچھ
سمجھتے۔“

یعنی میرے نزدیک سب سے بدتر مخلوق منافقین ہیں جن کی مثل بننے سے میں نے تمہیں منع
کیا، وہ بھلائی کی باتوں سے گوئیں اور حق بات سے بہرے ہیں۔ جنہیں یہ احساس نہیں کہ حکم
کی مخالفت میں وہ کس عذاب اور مصیبت کے مستحق ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۚ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ (الانفال)
”اور اگر جانتا اللہ تعالیٰ ان میں خوبی تو انہیں ضرور سنا دیتا اور اگر سنا دیتا انہیں (قبول حق کی
داد کے بغیر) تو وہ پیٹھ پھیر دیتے روگردانی کرتے ہوئے۔“

(الانفال: 65) (براہیقتہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر) لہذا نسخ کا تعلق اس باطنی حکم کے ساتھ ہے
اپنا جگہ پر سچے وعدہ کے طور پر باقی رہی جس کا مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
اور خلافت کے آخری ایام اور خلافت فاروقی میں مشاہدہ کیا جب عراق اور شام میں رومیوں اور
سکس کے ساتھ جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں میں لاکھوں مشرکین کو شکست ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید
رضی اللہ عنہ نے عراق سے شام کی طرف بڑھتے ہوئے ایک لاکھ مشرکین کو شکست دی حالانکہ ان کے

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان منافقین میں کوئی خوبی جانتا تو انہیں حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرما دیتا لیکن ان کے دل اس بارے میں ان کی زبانوں کے مخالف ہیں اور وہ حق پر عمل پیرا ہونے کو تیار نہیں۔ اگر یہ منافق لوگ تمہارے ساتھ جہاد میں شریک بھی ہوتے تو روگردانی کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دیتے اور تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ۚ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٨٧﴾ (الانفال)

”اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں۔“

یعنی جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہیں جہاد کی طرف بلا لیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت کی پستیوں سے اٹھا کر عزت کی بلندیوں تک پہنچایا اور تمہاری کمزوری دور کر کے تمہیں قوت و طاقت بخشی اور کفار کے مصائب و آلام کے بعد ان کے مقابلے میں تمہارا دفاع کیا۔ تو ان کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے فوراً حاضر ہو جاؤ۔

وَإِذْ كُرِّدَا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعِفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَفَّكُمْ النَّاسُ فَأَوَّكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٨٨﴾ (الانفال)

”اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے ملک میں (ہر وقت) ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں اچک نہ لے جائیں تمہیں لوگ پھر اللہ نے پناہ دی تمہیں اور طاقت بخشی تمہیں اپنی نصرت سے اور عطا کیں تمہیں پاکیزہ چیزیں تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾ (الانفال)

”اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔“

یعنی ایسا نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق حق کا اظہار تو کرو لیکن پوشیدہ طور پر اس کی

اپنے لشکر کی تعداد پانچ ہزار سے بھی کم تھی بلکہ میں نے شام کی بعض فتوحات میں ملاحظہ کیا کہ ایک دفعہ شام کے مسلمانوں کے لئے عراق سے کمک آئی۔ اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہزار سوار تھے جبکہ رومیوں کے پاس چار لاکھ فوج تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک لاکھ کا مقابلہ کیا اور ان کی جمعیت کو منتشر کر کے انہیں شکست دی۔ اسی طرح اہل قادسیہ

نا فرمانی کرو کیونکہ اس میں تمہاری امانتوں کا ضیاع ہے اور اپنی جانوں کے ساتھ خیانت ہے۔
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَشْتَعُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرَ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿١٠﴾ (الانفال)

”اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو وہ پیدا کر دے گا تم میں حق و باطل میں تمیز کی قوت اور ڈھانپ دے گا تم سے تمہارے گناہ اور بخش دے گا تمہیں اور اللہ بڑے فضل (دکرم) والا ہے۔“

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تم میں حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے کی قوت پیدا کر دے گا تاکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہارے حق کو غالب فرما دے اور تمہارے مخالفین کے باطل کو مٹا دے۔

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اس وقت کی گئی اپنی نعمت کا ذکر فرمایا جب کفار نے آپ کے بارے میں خفیہ تدبیریں کیں تاکہ وہ آپ ﷺ کو قید کر دیں یا شہید کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔ فرمایا:

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ ﴿١١﴾ (الانفال)

”وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنی پختہ خفیہ تدبیر فرمائی یہاں تک کہ حضور ﷺ کو ان سے نجات عطا فرمادی۔

قریش کی جہالت اور اپنے خلاف بددعا

پھر اللہ تعالیٰ نے قریش کی جہالت اور ان کے اپنے خلاف بددعا کرنے کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے کہا:

نے رستم کی فوج کو شکست دی اور رستم کو قتل کر ڈالا حالانکہ رستم کی فوج دو لاکھ سے زائد تھی اور مسلمان اس تعداد کا دسواں حصہ بھی نہ تھے۔ رستم کی فوج نے قلعوں کی مانند مضبوط ہاتھیوں پر سوار ہو کر حملہ کیا تھا لیکن مسلمانوں کے سامنے وہ ہاتھی بھاگ اٹھے اور سواروں کو ہلاک کر دیا اور کوئی بھی اپنے شہر کی طرف واپس نہ لوٹ سکا۔ اسی طرح افریقہ اور اندلس میں حضرت موسیٰ بن نصیر کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی فتح و

اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ أَوِ اثْقِلْنَا بِعَذَابٍ إِلَيْهِمْ ۝ (الانفال)

”اے اللہ! اگر ہو یہی (قرآن) سچ تیری طرف سے تو برسائے ہم پر پتھر آسمان سے ۱ یا لے آہم پر دردناک عذاب ۲۔
۱۔ جو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔

۲۔ جس طرح تو نے قوم لوط پر پتھر برسائے۔

۳۔ یعنی اس طرح کا کوئی عذاب جیسا ہم سے پہلی امتوں کو تو نے دیا۔ کفار کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب نہیں دے گا کیونکہ ہم اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی موجودگی میں کسی امت کو عذاب نہیں دیا یہاں تک کہ اس نبی کو اس امت سے نکال لیا اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مغفرت طلب کرتے ہیں لہذا ان پر بھی عذاب نازل نہیں ہوگا۔ تو جب ان کی بد اعمالیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور عدم واقفیت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۖ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ (الانفال)
”اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں۔“

یہ ان کے اس قول کی وجہ سے فرمایا کہ ہم مغفرت طلب کرتے ہیں درآنحالیکہ محمد (ﷺ) ہمارے درمیان موجود ہیں۔ پھر فرمایا:

وَمَا لَهُمْ آلَا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ ۚ إِنْ أَوْلِيَاءُ ۚ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (الانفال)
”(مکہ سے آپ کی ہجرت کے بعد) اب کیا وجہ ہے ان کے لئے کہ نہ عذاب دے انہیں

نصرت ظاہر ہوئی۔ ان واقعات کو پڑھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ سچ ہے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ الحمد للہ۔

حضرت نقاش نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَعْلَمُوا مَا تُكِنُّ (الانفال: ۶۵) (اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آجائیں گے دوسو پر) کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان صبر سے کام لیں تو اپنے سے دس گنا زیادہ لشکر پر غالب آجائیں گے اور

اللہ! حالانکہ وہ روکتے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے ۲ اور نہیں ہیں وہ اس کے متولی۔ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں ۳ لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں جانتی۔“
۱۔ اگرچہ آپ ان کے درمیان موجود ہیں اور اگرچہ وہ مغفرت طلب کرتے ہیں اپنے قول کے مطابق۔

۲۔ یعنی ان کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ خاص پر ایمان لائے یعنی آپ کو اور آپ کے متبعین کو۔

۳۔ جو اس کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہیں اور اس کے پاس نماز قائم کرتے ہیں یعنی آپ اور آپ پر ایمان لانے والے مومنین۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٢٥﴾ (الانفال)

”اور نہیں تھی ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس ۱۔ بجز سیٹی اور تالی بجانے کے ۲۔ سوچکھواب عذاب بوجہ اس کے کہ تم کفر کیا کرتے تھے ۳۔“

۱۔ جس نماز کے متعلق وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ان کے لئے نجات کا باعث ہوگی۔

۲۔ بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مکاء کا معنی سیٹی بجانا اور تصدیۃ کا معنی تالی بجانا ہے۔ عنترہ بن عمرو بن شداد العبسی نے کہا:

وَلَرُبَّ قَرْنٍ قَدْ تَرَكَتُ مُجَدَّلًا تَمَكُّوْ فَرِيَصَتُهُ كَشِدْقِ الْآعْلَمِ
”کتنی ہی قوموں کو میں نے بچھاڑ کر رکھ دیا جن کی رگوں سے اس طرح آواز نکلتی تھی جس طرح اس شخص کی باتوں سے نکلتی ہے جس کا اوپر والا ہونٹ پھٹا ہوا ہو۔“

یعنی تمکو کا معنی ہے نیزہ زنی کے ذریعے خون کے نکلنے کی آواز جو سیٹی کی آواز کی مانند ہوتی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدہ کا شعر ہے اور طرماح بن حکیم طائی نے کہا:

ان کے اس غلبہ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سب سلامت رہیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جو زندہ رہے گا وہ اپنے اہل دین کا کفر پر غلبہ اور تسلط دیکھ لے گا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں یہ بات باعث قدح نہیں کہ صبر کرنے والوں میں سے کچھ لوگ شہید ہو جائیں۔ بلکہ یہ آیت تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

لَهَا كُلَّمَا رِيَعَتْ صَدَاةً وَ رَكْدَةً بِمُصَدَّانِ اَعْلَى ابْنِ شِمَامِ الْبَوَّائِنِ
 ”یعنی جب بھی اسے ڈرایا جائے تو وہ دو اونچے پہاڑوں کے اوپر ایک محفوظ مقام پر کھڑے
 ہو کر اپنے ہاتھ پتھروں پر مارتی ہے پھر رک جاتی ہے تو اس کے ہاتھوں کے پتھروں کے ساتھ
 ٹکرانے سے تالی کی طرح آواز سنائی دیتی ہے۔“ یہ طرماح کے قصیدہ اردو یہ کا شعر ہے۔
 حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ ایسی عبادت تھی جس پر اللہ تعالیٰ نہ رضا مند تھا، نہ اسے پسند
 تھی، نہ اس نے ان پر فرض فرمائی اور نہ انہیں اس کا حکم دیا۔

۳۔ یعنی اب اپنے کفر کی وجہ سے بدر کے روز قتل و غارت کا عذاب چکھو۔

غزوہ بدر اور سورہ منزل کے نزول کی درمیانی مدت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا،
 انہوں نے اپنے باپ حضرت عباد سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
 روایت کیا کہ آپ نے فرمایا سورہ منزل کی آیت يٰۤاَيُّهَا الْمُرۡقُلُ اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اس
 ارشاد وَ ذُرِّيَّتِيْ وَ الْمَكْنٰى بَيْنَ اُولٰٓئِۤى السَّعَةِ وَ مَقٰلَتُهُمْ قَلِيْلًا ۝۱۱ لَدَيْنَاۤ اَنْكَالٌ وَ جَحِيْمٌ ۝۱۲ وَ طَعَامًا
 ذَا غُصَّةٍ وَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۳ (منزل: ۱۱، ۱۳) (آپ چھوڑ دیں مجھے اور ان جھٹلانے والے
 مالداروں کو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیں ہمارے پاس ان کے لئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی
 آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جانے والی ہے اور دردناک عذاب) کے نزول کے درمیان
 تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز قریش کو ہزیمت سے دوچار کر دیا۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا انکال نکل کی جمع ہے اس کا معنی ”بیڑیاں“ ہے۔ روبہ بن
 عجاج نے کہا:

يَكْفِيكَ نِكْلِيْ بَغْيَ كُلِّ نِكْلِ

”ہر بیڑی کی جگہ تجھے میری ایک بیڑی ہی کافی ہے۔“

وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنََ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوْا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۱۰
 (توبہ) ”جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور نہ روز قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے جسے
 حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں جنہیں کتاب

یہ اس کے ایک ار جوزه کا شعر ہے۔

ابوسفیان کے معاونین کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿١٠﴾ (الأنفال)

”بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ ان کے لئے باعث حسرت و افسوس، پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے۔“

اس آیت کریمہ کا مصداق کفار کا وہ گروہ ہے جو ابوسفیان اور قریش کے ہر اس شخص کے پاس گئے جس کا اس تجارتی قافلہ کے مال میں حصہ تھا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے میں اس مال کے ذریعے ان کی مدد کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا:

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ۚ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنتُ الْأَوَّلِينَ ﴿١١﴾ (الأنفال)

”فرمادیجئے کافروں کو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آجائیں تو بخش دیا جائے گا انہیں جو پہلے کرتے تھے اور اگر وہ (پہلے کرتے تھے) دہرائیں تو گزر چکا ہے (ہمارا) طریقہ پہلے (نافرمانوں) کے ساتھ۔ یعنی ان کے ساتھ جنہیں بدر کے روز قتل کر دیا گیا۔“

کفار کے ساتھ جہاد کا حکم

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٢﴾ وَإِن تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوْا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۖ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿١٣﴾ (الأنفال)

دی گئی ہے یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں۔“ اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت آ گیا اور مسلمان اس وعدہ کے مطابق غالب آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے اور جو معنی ہم نے پہلے ذکر کیا ہے وہ زیادہ واضح ہے۔

”اور (اے مسلمانو!) لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہو جائے دین پورے کا پورا اللہ کے لئے۔ تو پھر اگر وہ باز آ جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے، اور اگر وہ روگردانی کریں ۲ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے ۳ وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے۔

۱۔ یعنی اے مسلمانو! ان کفار سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کسی مومن کو اس کے دین کے متعلق فتنہ میں مبتلا نہ کیا جائے اور تو حید خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے جس میں اس کا کوئی شریک اور مد مقابل نہ رہے۔

۲۔ یعنی اگر وہ آپ کے حکم سے روگردانی کر کے اپنے کفر پر ہی ڈٹے رہیں۔

۳۔ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے جس نے تمہیں عزت بخشی اور بدر کے روز ان کی کثرت اور تمہاری قلت کے باوجود تمہیں ان پر فتح عطا فرمائی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے متعلق نازل کردہ آیات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کے مصارف اور اس کے احکام سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ إِن كُنتُمْ أَمْنُتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّنْقِ الْجَبْنِ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (الانفال)

”اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس پر جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

یعنی اس دن جس روز میں نے اپنی قدرت کے ساتھ حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا۔ یہ وہ دن تھا جس روز تمہارا اور ان (کفار) کا لشکر آمنے سامنے ہوا تھا۔

وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ (الانفال: ۴۹) (یاد کرو جب کہہ رہے تھے منافق اور وہ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا)۔ یہ آیت کریمہ ان اہل

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ
لَا خُلْفًا فِى الْوَعْدِ ۚ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۚ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ
يَخْيٰى مَنْ خِىَ عَنْ بَيِّنَةٍ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَكَسَبِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠﴾ (الانفال)

”جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے اور وہ (لشکر کفار) دور والے کنارے پر
تھا اور (ہجارتی) قافلہ نیچے کی طرف تھا تم سے ۱۔ اور اگر تم لڑائی کے لئے وقت مقرر کرتے تو
پیچھے رہ جاتے وقت مقرر سے ۲ لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لئے تھی) تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ
وہ کام جو ہو کر رہنا تھا ۳ تاکہ ہلاک ہو جسے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ رہے جسے زندہ رہنا
ہے دلیل سے اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے جاننے والا ہے ۴۔“

۱۔ یعنی ابوسفیان کے اونٹوں کا قافلہ جس کو تم پکڑنے کے لئے نکلے تھے اور کفار جس کا دفاع
کرنے کے لئے نکلے تھے، اس مقصد کے لئے نہ تم نے کوئی وقت مقرر کیا تھا اور نہ کفار نے۔
۲۔ یعنی اگر اس مقصد کے لئے تمہاری طرف سے اور کفار کی طرف سے کوئی وقت مقرر ہوتا
پھر تمہیں ان کی کثرت اور اپنی قلت کا علم ہوتا تو تم ان کا مقابلہ نہ کر سکتے۔

۳۔ یعنی یہ سب کچھ اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی آزمائش کے اسلام اور اہل
اسلام کی عزت اور کفر اور اہل کفر کی ذلت کا جو ارادہ فرمایا تھا اسے پورا کر دکھائے، چنانچہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ایسا کر دکھایا۔

۴۔ یعنی تاکہ جو کفر اختیار کرنا چاہے تو آیت و عبرت کے ذریعے قائم کئے گئے دلائل دیکھنے
کے بعد اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے اور جو ایمان لانا چاہے تو وہ بھی اسی طرح دلائل دیکھنے کے
بعد ایمان لائے۔

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر اپنے لطف و کرم اور آپ کی خاطر اپنی خفیہ تدبیر کا
ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اِذْ يُرِيْكُهُمُ اللّٰهُ فِى مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۚ وَلَوْ اَرَاكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشَلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَّ

مکہ کے متعلق نازل ہوئی جو ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہ کی پھر مشرکین کے ہمراہ بدر کی طرف نکل
پڑے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی قلت کا مشاہدہ کیا تو شک میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے غَوْ
هٰؤلَاءِ وَبَيْنَهُمْ کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے۔ ان میں سے قیس بن ولید بن مغیرہ،

لَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٠﴾ (الانفال)

”یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار خواب میں قلیل اور اگر دکھایا ہوتا آپ کو لشکر کفار کثیر تعداد میں تو ضرور تم لوگ ہمت ہار دیتے اور آپس میں جھگڑنے لگتے اس معاملہ میں لیکن اللہ نے (تمہیں) بچا لیا۔ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں ہے۔“

پس اللہ تعالیٰ نے جو بطور احسان آپ ﷺ کو لشکر کفار کی تعداد قلیل دکھائی، دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا اور کفار کی کثرت تعداد کا مسلمانوں پر جو خوف طاری تھا اسے دور فرما دیا یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ وہ ان کے دلوں کی کیفیت کو خوب جانتا ہے۔

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ التَّكْوِينِ فِيْ أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْ أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۚ وَإِنِّي اللَّهُ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿١١﴾ (الانفال)

”اور یاد کرو جب اللہ نے دکھایا تمہیں لشکر کفار جب تمہارا مقابلہ ہوا تمہاری نگاہوں میں قلیل اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا۔“

یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور کفار کو جنگ کے ساتھ مانوس کر دے تاکہ وہ اس سے انتقام لے جس سے اس نے انتقام لینے کا ارادہ فرما رکھا ہے اور اپنے اہل ولایت پر انعام فرمائے جن پر اس نے انعام فرمانے کا ارادہ فرما رکھا ہے۔

مسلمانوں کو وعظ و نصیحت اور جنگی تدابیر کی تعلیم

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان تدابیر کی تعلیم دی جو انہیں اپنی جنگ کے دوران اپنی چاہئیں۔ ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٢﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَأْسُوكَ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رَیْحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٣﴾ (الانفال)

”اے ایمان والو! جب جنگ آزما ہو کسی لشکر سے تو ثابت قدم رہو اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور آپس قیس بن فاکہ اور ایک جماعت تھی جن کے اسماء ابو بکر نقاش نے ذکر کئے ہیں (۱) یہی وہ لوگ ہیں جو قتل کیے گئے۔ پس فرشتوں نے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ضربیں لگائیں۔“

1۔ ان میں حارث بن زعمہ بن اسود، عامر بن منہب بن حجاج اور علی بن امیہ بن خلف بھی شامل تھے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر زیر آیت ہذا۔

میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمہاری ہوا ۲ اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۳۔

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو جس کی خاطر تم نے اپنی جانیں خطرے میں ڈال دیں اور اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔

۲۔ یعنی آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے معاملات بکھر جائیں گے اور تمہارا رعب جاتا رہے گا۔

۳۔ یعنی میں اس وقت تمہارے ساتھ ہوں جب تم صبر کرو گے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (الانفال)

”اور (دیکھو) نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لئے۔“

یعنی تم ابو جہل اور اس کے چیلوں کی طرح نہ بن جانا جنہوں نے کہا تھا ہم واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ بدر میں جا کر اونٹ ذبح کریں گے، شراب پییں گے اور لونڈیوں کے ناچ گانے سنیں گے تاکہ پورے عرب پر ہماری دھاک بیٹھ جائے، یعنی اے مسلمانو! تمہارا مقصد ریاکاری، نمود و نمائش اور جھوٹی شہرت کا حصول نہیں ہونا چاہیے بلکہ تمہارا مقصد محض جہاد، نصرتِ دین اور اپنے نبی ﷺ کی مدد ہونا چاہیے۔ تم صرف اسی کے لئے عمل کرو اور صرف اسی کی خواہش رکھو۔

شیطان کی وسوسہ اندازی اور اس کا فرار

وَإِذْ زَيْنَ لَہُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّکُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَ آتِ الْفَيْشَنِ نَكَسَ عَلٰی عَقْبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بِبَرِّيٍّ ؕ قُنْتُ لَکُمُ الْإِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۖ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الانفال)

”اور یاد کرو جب آراستہ کر دیے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور (انہیں) کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں تمہارا ہوں تمہارا۔“

نبی کریم ﷺ کے متعلق اخنس اور ابو جہل کی رائے

اِنْخَسَ کا معنی ہے پیچھے ہٹنا۔ چونکہ بدر کے روز ابی بن شریق تقریباً تین سو قریشیوں کو لے کر

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس آیت کریمہ کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کا ذکر کرتے ہوئے ان کی جان کنی کی حالت اور ان کے مختلف اوصاف بیان فرمائے اور اپنے پیارے نبی ﷺ کو ان کی خبر دی یہاں تک کہ یہ ارشاد فرمایا:

فَمَا تَتَّقُهُمْ فِي الْحَرْبِ فَسَيُذَوِّبُهُمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّ كُرُونُ (الانفال)
 ”پس اگر آپ پائیں انہیں (میدان) جنگ میں تو (انہیں عبرتناک سزا دے کر) منتشر کر دو
 انہیں جو ان کے پیچھے ہیں، شاید وہ سمجھ جائیں۔“

جہاد کی تیاری کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ
 الْآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ
 إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ (الانفال)

”اور تیار رکھو ان کے لئے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت و طاقت اور بندھے ہوئے
 گھوڑے تاکہ تم خوفزدہ کر دو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور دوسرے
 لوگوں کو ان کھلے دشمنوں کے علاوہ۔ تم نہیں جانتے ہو انہیں (البتہ) اللہ جانتا ہے انہیں اور جو چیز
 خرچ کرو گے راہِ خدا میں اس کا اجر پورا پورا دیا جائے گا تمہیں اور (کسی طرح) تم پر ظلم نہیں کیا

پیچھے ہٹ گیا تھا اس لئے اسے اغنس کہا جانے لگا۔ اس کا پورا نام اغنس بن شریق بن عمرو بن وہب بن
 علاج بن ابی سلمہ بن ابی سلمہ بن عبد العزی بن غیرہ ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب لشکر اسلام اور لشکر کفار کا
 آمناسا منا ہوا تو ابی بن شریق نے ابو جہل سے تنہائی میں پوچھا: کیا تو (سید الانبیاء) محمد (ﷺ) کو
 جھوٹا خیال کرتا ہے؟ ابو جہل نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں حالانکہ ہم انہیں اسی
 وجہ سے امین کہتے تھے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن جب بنی عبد مناف میں پہلے ہی سقاہ
 (حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب)، رفاہ (حاجیوں کی مہمان نوازی کا منصب) اور مشورہ کے منصب
 جمع ہو چکے ہیں، اگر نبوت بھی انہیں مل گئی تو ہمارے لئے کیا بچے گا۔“ اس وقت اغنس بنی زہرہ کو لے کر
 واپس چلا گیا لیکن ابلیس اپنے سارے چیلوں کو اکٹھا کر کے لشکر کفار میں شامل ہو گیا۔ حضرت جبریل
 علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ اترے جو انسانی شکل میں تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام

جائے گا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لئے آخرت میں اس کا اجر اور دنیا میں اس کا فوری بدل ضائع نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١١﴾ (الانفال)

”اور اگر کفار مائل ہوں صلح کی طرف تو آپ بھی مائل ہو جائیے اس کی طرف ۱ اور بھروسہ کیجئے اللہ تعالیٰ پر ۲ بیشک وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔“

۱۔ یعنی اگر وہ آپ کو اسلام پر صلح کی دعوت دیں تو آپ اس پر ان سے صلح کر لیجئے۔

۲۔ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جَنَحُوا لِلْسَّلَامِ کا معنی ہے وہ صلح کرنے کے لئے آپ کی طرف مائل ہوں۔ جنوح کا معنی مائل ہونا ہے۔ لبید بن ربیعہ نے کہا:

جَنُوحٌ الْهَالِكِي عَلَى يَدَيْهِ مِكْبًا يَجْتَلِي نَقَبَ النِّصَالِ

نے پانچ سو فرشتوں کے ساتھ مینہ سنبھال لیا اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میسرہ اور ان کے پیچھے دیگر فرشتوں کی کمک بھی موجود تھی جنہوں نے قتال میں حصہ نہ لیا۔ یہی وہ ہزاروں فرشتے ہیں جن کا ذکر سورہ آل عمران میں موجود ہے۔ حضرت اسرائیل علیہ السلام صفوں کے درمیان تھے لیکن دیگر فرشتوں کی طرح قتال میں حصہ نہ لیا۔ مسلمانوں کا ہر آدمی فرشتوں کو کسی جانی پہچانی انسانی شکل میں دیکھتا۔ فرشتہ اسے کہتا یہ کفار کچھ بھی نہیں، تو ان پر حملہ کر دے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مفہوم ہے: فَتَشْتَوِ الَّذِينَ آمَنُوا (الانفال: ۱۲) (پس ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو) یہ تفسیر حضرت ابن اسحاق سے حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں مذکور ہے۔ اسی کی مثل حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِمَّا مَعَكَ وَ جَبْرَائِيلُ كِلَاهُمَا مَدَدٌ لِنَصْرِكَ مِنْ عَزِيزٍ قَادِرٍ

”(یا رسول اللہ ﷺ) حضرت میکائیل اور حضرت جبرائیل (علیہما السلام) دونوں آپ کے ساتھ ہیں، وہ دونوں عزیز اور قادر (رب) کی طرف سے آپ کی فتح و نصرت کے لئے (آپ کے) مددگار ہیں۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بدر کے روز مسلمانوں کے ساتھ ستر جن بھی تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے۔

”صیقل کرنے والے کامنہ کے بل اپنے ہاتھوں پر جھکاؤ نیزوں کے زنگ کو دور کر دیتا ہے۔“
یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور السلم کا معنی صلح بھی ہے۔ کتاب اللہ میں ارشاد
باری تعالیٰ ہے: فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْآغْلَوْنَ^۱ (سورہ محمد: ۳۵) ”(اے
فرزندانِ اسلام) ہمت مت ہارو اور (کفار کو) صلح کی دعوت مت دو، تم ہی غالب آؤ گے۔“
اسے اِلَى السَّلَام بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا بھی وہی معنی ہے۔ زبیر بن ابی سلمی نے کہا:
وَقَدْ قُلْتُمَا إِنْ نَذَرِ السَّلَامَ وَاسِعًا بِمَالٍ وَ مَعْرُوفٍ مِّنَ الْقَوْلِ نَسْلَمَ
اور تم دونوں نے کہا تھا کہ اگر ہم مال و دولت اور خوش کلامی کے ساتھ صلح حاصل کر لیں تو ہم
سلامت رہیں گے۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے یہ روایت پہنچی کہ حضرت حسن بن ابی حسن بصری رحمۃ اللہ
علیہ فرمایا کرتے تھے: وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ مِلَّ السَّلَامِ سے مراد اسلام ہے۔ کتاب اللہ میں ہے

آخرین کون ہیں؟

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: تُزْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخِرِينَ مِنْ
ذُورِهِمْ (الانفال: ۶۰) انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آخرین سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں متعدد
اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ منافقین ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ یہودی ہیں لیکن صحیح ترین قول یہ ہے
کہ یہ جن ہیں کیونکہ ابن ملک نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی
کریم ﷺ نے آخِرِينَ مِنْ ذُورِهِمْ کے متعلق فرمایا یہ جن ہیں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَخْبُئُ أَحَدًا فِي دَارٍ فِيهَا فَرَسٌ عَتِيقٌ^(۱) ”بیشک شیطان اس گھر میں
کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا جس میں ایک عمدہ گھوڑا ہو“۔ اسے حضرت حارث نے اپنی مسند میں ذکر کیا
ہے اور اس کے ساتھ یہ شعر بھی ذکر کیا ہے:

جَنُوحُ الْهَالِكِي عَلَى يَدِيهِ مِكْبًا يَجْتَلِي نَقَبَ النَّصَالِ
الہالکی کا معنی ہے صیقل کرنے والا اور نَقَبُ النَّصَالِ سے مراد لوہے کا زنگ ہے۔ اس کا واحد
نَقَبَةٌ ہے۔

۱۔ یکم المطالب العالیہ ابن جریر 3630، تفسیر قرطبی 38/8، تفسیر ابن کثیر 317/2۔ علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کو شرف
ایمان سے کہا ہے کہ اس کی سند اور متن دونوں صحیح ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (بقرہ: ۲۰۸) (اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے) اور اسے فی السِّلْمِ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا معنی بھی اسلام ہے۔ امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

فَمَا آذَابُوا لِسَلَمٍ حِينَ تَنْذِرُهُمْ رُسُلُ الْإِلَهِ وَ مَا كَانُوا لَهُ عَصْدًا
 ”جب اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے انہیں ڈرایا تو نہ وہ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور نہ اس کے دست و بازو بنے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔ اہل عرب ایک کڑے والے ڈول کو بھی سلم کہتے ہیں۔ بنی قیس بن ثعلبہ کے ایک شاعر طرفہ بن عبد نے اپنی ایک اونٹنی کے وصف میں کہا:

لَهَا مِرْفَقَانِ أَفْتَلَانِ كَانَمَا تَمُرُّ بِسَلَمِي دَالِجٍ مُتَشَدِّدٍ
 ”اس کی ایسی دو کہنیاں ہیں جو اپنے پہلوؤں سے بہت بعید ہیں، گویا کہ وہ کنویں اور حوض کے درمیان چلنے والے ایک مضبوط شخص کے ہاتھوں میں دو ڈول ہیں جنہیں وہ اپنے کپڑوں سے دور رکھے ہوئے ہے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

وَ إِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَ
 بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَ أَلْفَ بَيْنٍ قُلُوبُهُمْ ۚ لَوْ أَلْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ
 قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (الانفال)

”اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں (تو آپ فکر مند کیوں ہوں) بیشک کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ۔ وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے اور اسی نے الفت پیدا کر دی ان کے دلوں میں! اگر آپ خرچ کرتے جو پتھر زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں، لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان ۲۔ بلاشبہ وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔“

۱۔ اس ہدایت کی الفت پیدا کر دی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف مبعوث فرمایا۔

۲۔ اپنے اس دین کے ذریعے جس پر اس نے ان کو جمع فرمادیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ
مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٤﴾ (الانفال)

”اے نبی (مکرم)! کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے۔
اے نبی! برا بیگنہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر، اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب
آئیں گے دوسو پر اور اگر ہوئے تم میں سے سو آدمی (صبر کرنے والے) تو غالب آئیں گے ہزار
کافروں پر کیونکہ یہ کافروہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔“

یعنی یہ کافروہ لوگ ہیں جو کسی نیت، حق یا خیر و شر کی معرفت کی بناء پر جنگ نہیں کرتے۔
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی شیح نے بیان کیا، انہوں نے
حضرت عطاء بن ابی رباح سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا
کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ حکم شاق گزرا کہ بیس آدمی سو
آدمیوں کا اور سو آدمی ایک ہزار آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف
فرمادی اور اس پہلی آیت کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا۔ ارشاد فرمایا:

أَلَنْ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا
مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥﴾ (الانفال)
”اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے، تو اگر ہوئے
تم میں سے سو آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر اور اگر ہوئے تم میں سے ایک
ہزار (صابر) تو وہ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے
ساتھ ہے۔“

فرمایا پس جب مسلمانوں کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں نصف ہو تو ان کے لئے راہ فرار
اختیار کرنا جائز نہیں لیکن اگر ان کی تعداد نصف سے بھی کم ہو تو ان پر قتال واجب نہیں بلکہ دشمن
سے کنارہ کش ہونا جائز ہے۔

قیدیوں اور اموال غنیمت کے متعلق نازل شدہ آیات
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں کے متعلق عتاب فرمایا اور

اموالِ غنیمت کی حلت کا حکم نازل فرمایا حالانکہ نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی نبی کے لئے دشمن سے حاصل شدہ مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رعب سے میری مدد کی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد بنا دی گئی اور اسے طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا، مجھے جوامع الکلم (قلیل الفاظ میں کثیر معانی) عطا کئے گئے، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا حالانکہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔“

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بدر کے اموالِ غنیمت

اس سورت میں ذکر کیا گیا: لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ (الانفال: ۶۸) یعنی اگر یہ حکم الہی پہلے سے نہ ہوتا کہ (سید الانبیاء) محمد (ﷺ) اور آپ کی امت کے لئے مالِ غنیمت حلال ہے تو تمہیں ضرور بڑی سزا پہنچتی بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! مجھ پر اس درخت سے بھی کم تمہارا عذاب پیش کیا گیا اور فرمایا اگر وہ عذاب تم پر نازل ہو جاتا تو سوائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی نجات نہ پاتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ قیدیوں کو زخموں سے چور چور کر کے قتل کر دیا جائے جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ انہیں زندہ رکھا جائے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر ہی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَقُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (الانفال: ۶۹) (سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ)۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ بدر کے روز حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے جنگی قیدیوں کے متعلق مشورہ طلب فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو جلا وطن کیا اس لئے ان کی گردنیں اڑا دیجئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ ایک ایسی وادی میں ہیں جس میں کثیر ایندھن ہے، آپ اس ایندھن کی آگ جلائیے اور ان لوگوں کو اس آگ میں پھینک دیجئے۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا: اللہ تعالیٰ تیرے رشتہ داروں کو تجھ سے لا تعلق کر دے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ آپ کا کنبہ، آپ کا خاندان اور آپ کی

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۖ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٥﴾ (الانفال)

”نہیں مناسب نبی کے لئے ۱ کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین میں ۲ تم چاہتے ہو دنیا کا سامان ۳ اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (تمہارے لئے) آخرت ۴ اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور) دانا ہے۔“

۱۔ یعنی آپ سے پہلے کسی نبی کے لئے مناسب نہیں تھا۔

۲۔ یعنی اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کر کے اسے اس سرزمین سے جلا وطن کر دے۔

قوم ہیں، ان سے درگزر فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل ان لوگوں کو نارِ جہنم سے نجات بخشے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنے کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے، کچھ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متفق تھے اور کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ۔ کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ان دو آدمیوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ بے شک ان دونوں کی مثال تمہارے ان بھائیوں کی طرح ہے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی تھی: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی: رَبَّنَا أَطِيسْ عَلَيَّ أَمْوَالِهِمْ (اے ہمارے رب! برباد کر دے ان کے مالوں کو)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی: إِنْ تَعَذَّبْتَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ (اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے) (اور) بڑا دانا ہے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی تھی: فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي (پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو (اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بے شک تو غفور رحیم ہے)۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے دل پتھروں کی طرح سخت کر دیتا ہے اور کچھ لوگوں کے دلوں کو دودھ سے بھی زیادہ نرم کر دیتا ہے۔ بے شک تم تنگدست ہو اس لئے ان میں سے کسی کو بھی فدیہ یا گردن زدنی کے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سنا ”سوائے ہبل بن بیضاء کے (کہ اسے رہا کر دیا جائے) کیونکہ میں نے اسے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا۔“ یہ سوچ کر میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا کہ کس وقت پتھر برستے ہیں پھر میں نے سنا ”نیک معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا:

۳۔ یعنی جنگی قیدیوں سے فدیہ وصول کرنا چاہتے ہو۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی منشا کے مطابق دین کے غلبہ کے لئے کفار کو قتل کرنا چاہتا ہے جو دین آخرت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٥﴾ (الانفال)

”اگر نہ ہوتا حکم الہی پہلے (کہ خطائے اجتہادی معاف ہے) تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے بڑی سزا۔“

یعنی اگر میرا یہ حکم پہلے سے نہ ہوتا کہ میں منع کرنے سے پہلے عذاب نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ نے ابھی تک مسلمانوں کو منع نہیں فرمایا تھا۔ تو جو کچھ تم نے کیا یعنی قیدی اور اموال غنیمت جمع کیے،

سوائے سہل بن بیضاء کے (کہ اسے رہا کر دیا جائے) یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ سہل بن بیضاء حضرت سہیل کا بھائی تھا اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ بدر میں شرکت کی۔۔ پھر نبی کریم ﷺ نے کسی سے فدیہ نہ لیا بلکہ بعض کو بطور احسان رہا کر دیا اور بعض کو مسلمان قیدیوں کی رہائی کے بدلے آزاد کر دیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: اسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: تَرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا (الانفال: ۶۷) ”تم چاہتے ہو دنیا کا سامان یعنی فدیہ“۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے کو جائز اور حلال قرار دیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان قیدیوں کے ساتھ جو سلوک فرمایا کہ یا تو بطور احسان رہا کر دیا یا اپنے قیدیوں کے بدلے آزاد کر دیا، یہ فدیہ لینے سے افضل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد فَاَمَّا مَتَابِعُكُمْ وَاَمَّا فِدَاءٌ (سورہ محمد: ۴) (بعد ازاں یا تو احسان کر کے ان کو رہا کر دیا ان سے فدیہ لو) میں بطور احسان رہائی کو مقدم ذکر فرمایا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار فرمایا اور اسے ترجیح دی۔

جہاں تک قیدیوں کے مسئلہ میں فقہائے کرام کے مذاہب کا تعلق ہے تو حضرات اوزاعی، سفیان اور امام مالک رحمہم اللہ قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں کیونکہ اس سے دشمن کو افرادی قوت حاصل ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بچہ اپنی ماں کے ساتھ قید کیا جائے تو اس میں ان کا اختلاف ہے۔ اہل عراق نے اس سے فدیہ لے کر آزاد کر دینے کو جائز قرار دیا ہے جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آپ فدیہ لینے سے منع فرماتے تھے۔

غزوہ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی

اس کے متعلق میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضور ﷺ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے فدیہ حلال کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

فَكُلُوا مِنَّا غَنِمَتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (الانفال)

”سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔“

پھر فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَن فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ ۚ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا أَلَّا يُؤْتِيَكُمْ خَيْرًا مِّمَّا آخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرَ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (الانفال)

”اے نبی (کریم) آپ فرمائیے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخشنے گا تمہارے (قصور) اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“

کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجیوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام فضل کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی؟ اس پر حضرت عباس گویا ہوئے: اے میرے بھتیجے! تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ انہوں نے کہا: یہ تو ایسی بات ہے جس پر وہی آگاہ ہو سکتا ہے جو عالم اسرار ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ان قیدیوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے جبکہ انصار میں سے کوئی بھی اچھی طرح لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا اور ان میں سے بعض کے پاس مال بھی نہ تھا کہ لکھنا پڑھنا سیکھ لیں، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ امر بطور فدیہ قبول کیا گیا کہ آپ دس افراد کو کتابت سکھا دیں، پھر آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔ اس روز حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انصار کی جماعت کے ساتھ کتابت سیکھی۔ یہ سب مختلف خبریں ہیں۔ میں نے ان سب کو اسی طریقے پر باہم ملا دیا ہے جس طرح حضرت ابن اسحاق نے یوم بدر کے متعلق ذکر کیا۔ میں نے یہ خبریں کتب تفاسیر و سیر سے جمع کیں اور انہیں مختصر بیان کر دیا۔

مسلمانوں کو باہم اتفاق و اتحاد کی ترغیب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو باہم اتفاق و اتحاد کی رغبت دلائی اور مہاجرین و انصار کے درمیان دین کے معاملہ میں کامل موالات قائم کی اور کفار کو ایک دوسرے کا دوست قرار دیا۔ پھر فرمایا:

إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ (الانفال)

”اگر تم (ان حکموں پر) عمل نہیں کرو گے تو برپا ہو جائے گا فتنہ ملک میں اور (پھیل جائے گا) بڑا فساد۔“

یعنی اگر کفار کے مقابلے میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دوست اور مددگار نہیں ہوگا تو بدر میں مسلمانوں کے گھوڑے

حضرت ابن اسحاق نے بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک گھوڑا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تھا جس کا نام بعزہ تھا، ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا تھا جس کا نام یحیٰی تھا اور ایک گھوڑا حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ بدر کے روز مسلمانوں کے پاس صرف یہی تین گھوڑے تھے۔ حضرت زبیر کے گھوڑے میں اختلاف ہے۔ غزوہ بدر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے پاس کئی گھوڑے جمع ہو گئے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: سکب، لزاز، مرتجز اور لحیف۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل سے آخری گھوڑے کا نام لحیف روایت کیا ہے۔ قس نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ نے مرتجز نامی گھوڑا ایک اعرابی سے خرید فرمایا لیکن بعد میں اعرابی نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے وہ گھوڑا بیچا ہی نہیں۔ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اعرابی کے خلاف بیع کی گواہی دی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم نے کس بنا پر گواہی دی ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی سچائی کی بناء پر گواہی دیتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا گیا۔ یہ حدیث مشہور ہے۔ مسند عارث میں یہ حدیث کچھ اضافے کے ساتھ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وہ گھوڑا اعرابی کو واپس کر دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے لئے اس گھوڑے میں برکت نہ ڈالے۔ اگلے روز ہی وہ گھوڑا مر گیا۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضور ﷺ کے چند گھوڑے یہ تھے: فرس، ملاوح اور ورد۔ یہی ورد گھوڑا آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہدیہ دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روز

ملک میں حق و باطل میں اشتباہ کا فتنہ برپا ہو جانے کا اور ملک میں فساد پھیل جائے گا۔ اس لئے لازم ہے کہ اگر کافر قریبی رشتہ دار بھی ہو تب بھی اس سے دوستی نہ رکھی جائے اور اسے اپنے دینی بھائیوں پر مقدم نہ کیا جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انصار و مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخاۃ کی بناء پر توارث کے

اللہ کی راہ میں اس پر ایک مجاہد و سوار کر دیا۔ اس کا واقعہ مؤطا شریف میں مذکور ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس دو زربیں ذات الفضول اور فضہ، ایک جھنڈا عقاب، دو کمانیں صفراء اور زوراء اور ایک تلوار تھی جس کا نام ذوالفقار تھا کیونکہ اس کے درمیان خراشے تھے۔ یہ تلوار حجاج کے دو بیٹوں نمبیہ اور منبہ کی تھی جو انہوں نے بدر کے روز چھینی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تلوار اس لوہے سے بنائی گئی تھی جو خانہ کعبہ کے پاس مدفون ملا تھا۔ حضور ﷺ کی ایک تلوار کا نام صمصامہ تھا، یہ عمرو بن معدیکرب کی تلوار تھی، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہ تلوار پورے عرب میں مشہور تھی۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چھوٹا نیزہ بھی تھا جس کا نام نبعہ تھا۔ علامہ عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے یہ آلات مذکور ہیں: ترکش جس کا نام جمع تھا، چہرہ دیکھنے کے لئے آئینہ جس کا نام مدلہ تھا، تلوار جس کا نام ممشوق تھا اور دو قینچیاں جن کے نام مجھے بھول گئے۔ علاوہ ازیں آپ کے خنجر کا نام دلدل اور دراز گوش کا نام عفیر تھا۔ دلدل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مر گیا، یہی وہ خنجر تھا جو شاہ مقوقس نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور آپ ﷺ کا ایک دراز گوش یعفور بھی تھا جو حضور ﷺ کے وصال کے روز کنوئیں میں چھلانگ لگا کر مر گیا تھا۔ ابن فورک نے کتاب الفصول میں ذکر کیا ہے کہ وہ خیبر کے اموال غنیمت میں سے تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کلام کیا تھا اور عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ! میں زیاد بن شہاب ہوں، میرے نسب میں ساٹھ دراز گوش ایسے گزرے ہیں جن پر انبیائے کرام نے سواری کی۔ لہذا آپ مجھ پر سوار ہو جائیے۔ جوینی نے کتاب الشامل میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب کسی صحابی کو طلب فرمانا ہوتا تو اس کی طرف اس دراز گوش کو بھیج دیتے، وہ جاتا اور اس صحابی کے دروازے پر اپنے سر کے ساتھ دستک دیتا۔ وہ صحابی باہر آتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔ وہ اسی وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی ایک ڈھال کا بھی ذکر کیا ہے جس میں مینڈھے کے سر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ اسے ناپسند فرماتے تھے۔ ایک دن وہ تصویر خود بخود مٹ گئی اور اس کا کوئی اثر

طریقہ کو ختم فرما کر اسے قریبی رشتہ داروں میں محدود کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ ۖ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ
بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٥٩﴾ (الانفال)

”اور جو لوگ ایمان لائے بعد میں اور ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا تمہارے ساتھ مل کر تو وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ دار (ورثہ میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں حکم الہی کے مطابق، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

باقی نہ رہا۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چادر بھی تھی جس کا نام حضرمی تھا، یہی چادر اوڑھ کر آپ ﷺ نماز عیدین کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس چادر کی لمبائی چار گز اور چوڑائی دو گز اور ایک بالشت تھی۔ حضور ﷺ کا ایک بہت بڑا پیالہ بھی تھا جس کا نام غراء تھا۔ اسے چار طاقتور آدمی اٹھاتے تھے۔ ابوداؤد کی حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ یہ آقائے دو جہاں ﷺ کا وہ سامان ہے جس کی پہچان کے لئے طالبین کے نفوس مشتاق ہوتے ہیں اور جس کے ذکر سے عاشقوں کے دل راحت پاتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس کا تعلق ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سیرت اور معاشرت کے ساتھ ہے اس کے ذکر سے کان راحت پاتے ہیں اور طبائع عشق و محبت کے روح پرور جھونکوں سے جھوم اٹھتی ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ مَا عَلَّمَ مِنَ ذَلِكِ ۔

غزوہ بدر میں شریک ہونے والے مسلمان

بنی ہاشم و مطلب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا یہ ان مسلمانوں کے نام ہیں جو قریش کی شاخوں بنی ہاشم بن عبد مناف اور بنی مطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ سے غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم
(2) شیر خدا اور شیر رسول ﷺ، رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم۔
(4) حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ بن شریحیل بن کعب بن عبد العزی بن امرؤ القیس کلبی۔
ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انعام فرمایا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ زید بن حارثہ بن شریحیل بن کعب بن عبد العزی بن امرؤ القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللہ بن رفیدہ بن ثور بن کعب بن وبرہ ہیں۔
(5) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت انسہ رضی اللہ عنہ۔

(6) رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ۔
حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت انسہ حبشی اور حضرت ابو کبشہ فارسی ہیں۔

شرکائے بدر کے اسماء

شرکائے بدر میں سے کثیر افراد کا تعارف اور ان کے علاوہ دیگر افراد کا تعارف گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے جن کا ذکر سیرت میں ہوا ہے اور ان امور کا ذکر بھی ہو چکا ہے جن کی طرف اس فن کے طالب کا دل مائل ہوتا ہے۔ ان سب کے انساب حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن ہشام نے اس باب میں ذکر کر دیے ہیں۔

(7) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز حضرت ابو مرشد کناز بن حصن بن یربوع بن عمرو بن یربوع بن خرشہ بن سعد بن طریف بن جلال بن غنم بن غنی بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ کناز بن حصین ہیں۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز کناز کے بیٹے حضرت مرشد بن ابی مرشد۔ یہ دونوں باپ بیٹا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔

(9) حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن مطلب۔

(10) حضرت طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ۔

(11) حضرت حصین بن حارث رضی اللہ عنہ۔

(12) حضرت مسطح۔ ان کا نام عوف بن اثاثہ بن عباد بن مطلب تھا۔ یہ کل بارہ افراد تھے۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس۔ آپ اپنی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی علالت کے سبب مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بھی مالی غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں تمہیں جہاد کا ثواب بھی ملے گا۔

(2) حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن عبد شمس۔

(3) حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابو حذیفہ کا نام ہشام ہے۔

حضرت سالم کا نسب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت سالم کو نبیتہ بنت یعار بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس نے بت کے نام پر آزاد کیا تھا۔ وہ حضرت ابو

ہم نے بھی گزشتہ صفحات میں ایک طائفہ کے انساب بیان کئے ہیں جن کے انساب حضرت ابن اسحاق نے اس باب میں ذکر نہیں کئے۔ ان میں سے ایک ابو الہیثم بن مالک بن تیہان ہیں جن کا تعارف بیعت عقبہ میں گزر چکا ہے اور یہ بقول ابن اسحاق بنی ارش سے ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے

حذیفہ کے پاس آگئے تو آپ نے ان کو متنبی بنالیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ثبیتہ بنت یعار حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ کی بیوی تھی۔ اس نے سالم کو بت کے نام پر آزاد کر دیا۔ اس بنا پر حضرت سالم کو حضرت ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام کہا جانے لگا۔

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: لوگوں کا بیان ہے کہ ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس کے آزاد کردہ غلام حضرت صبیح نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں حاضر ہونے کی تیاری تو کی لیکن بعد میں بیمار ہونے کی وجہ سے حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن مخزوم کو اپنے اونٹ پر سوار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت صبیح تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر رہے۔

بنی عبد شمس کے حلفاء

بنی عبد شمس کی شاخ بنی اسد بن خزیمہ کے حلفاء میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبد اللہ بن جحش بن رباب بن یحمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(2) حضرت عکاشہ بن محسن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(3) حضرت شجاع بن وہب بن ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(4) حضرت شجاع کے بھائی حضرت عقبہ بن وہب۔

(5) حضرت یزید بن رقیش بن رباب بن یحمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(6) حضرت عکاشہ بن محسن کے بھائی حضرت ابوسنان بن محسن بن حرثان بن قیس۔

(7) حضرت ابوسنان کے بیٹے سان بن ابی سان۔

(8) حضرت محرز بن نضلہ بن عبد اللہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(9) حضرت ربیعہ بن اکثم بن ظہرہ بن عمرو بن لکیز بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد۔

اراشہ کہا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے بنی حارث بن فہر کے ضمن میں عیاض بن ابی زہیر کا ذکر کیا ہے۔ شیخ ابو بحر کے نسخہ اور دیگر صحیح نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے لیکن یہ وہم ہے اور صحیح عیاض بن زہیر ہے۔ البتہ یہ وہم

بنی کبیر کے حلفاء

بنی کبیر بن غنم بن دودان بن اسد کے حلفاء میں سے ان حضرات نے شرکت کی:

- (1) حضرت ثقف بن عمرو۔
- (2) اور ان کے دونوں بھائی حضرت مالک بن عمرو اور
- (3) حضرت مدج بن عمرو۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ حضرت مدلاج بن عمرو ہیں۔
- حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ حضرات بنی حجر آل بنی سلیم میں سے تھے۔
- (4) اور ان کے حلیف حضرت ابو مخشی۔ یہ کل سولہ آدمی تھے۔
- حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ ابو مخشی طائی ہیں جن کا نام سوید بن مخشی ہے۔

بنی نوفل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نوفل بن عبد مناف سے دو آدمی شریک ہوئے:

- (1) حضرت عتبہ بن غزوہ بن جابر بن وہب بن نسیب بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن غیلان۔
- (2) حضرت عتبہ بن غزوہ بن آزاد کردہ غلام حضرت خباب۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے تین افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد۔
- (2) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ۔
- (3) حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام حضرت سعد۔
- حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حاطب کے باپ ابو بلتعہ کا نام عمرو بنی ہے اور حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام حضرت سعد کلبی ہیں۔

حضرت ابن اسحاق کی طرف سے نہیں کیونکہ انہوں نے مہاجرین حبشہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کا صحیح نام میاض بن زہیر ہی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے ان کے بھتیجے کا نام عمرو بن حارث بن

بنی عبدالدار

- حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی شریک ہوئے:
- (1) حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی۔
- (2) حضرت سوہب بن سعد بن حریمہ بن مالک بن عمیلہ بن سباق بن عبدالدار بن قصی۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے آٹھ افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت عبدالرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ۔
- (2) حضرت سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔
- (3) حضرت سعد کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص۔

بنی زہرہ کے حلفاء میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

- (4) حضرت مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد بن زہیر بن ثور بن ثعلبہ بن مالک بن شرید بن ہزل بن قانش بن دریم بن قین بن اہود بن بہراء بن عمرو بن حاف بن قضاہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ہزل بن قاس بن ذراورد ہیر بن ثور بھی کہا گیا ہے۔

- (5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود بن حارث بن شمع بن مخزوم بن صاہلہ بن کمال بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔

- (6) حضرت مسعود بن ربیعہ بن عمرو بن سعد بن عبد العزی بن حمالہ بن غالب بن محکم بن عائذہ بن سبیح بن ہون بن خزیمہ۔ ان کا تعلق قارہ سے ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قارہ ان کا لقب ہے۔ کہا جاتا ہے:

زہیر ذکر کیا ہے اور غنم بن زہیر، عیاض بن غنم صاحب فتوحات کے والد ہیں جن کے متعلق ابن رقیات نے یہ شعر کہا:

وَ عِيَاضُ وَ مَا عِيَاضُ بَنُ غَنَمٍ كَانَ مِنْ عَقْرِ مَنْ تُجِنُّ النِّسَاءُ
 ”اور عیاض بن غنم ان بہترین لوگوں میں سے ہے جنہیں عورتیں جنتی ہیں۔“

قَدْ اَنْصَفَ الْقَارَةَ مَنْ رَامَاهَا

”جس شخص نے قارہ کے ساتھ تیر اندازی کی اس نے انصاف کیا۔“

یہ لوگ تیر انداز تھے۔

(7) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ بن غبشان بن سلیم بن ملکان بن اقصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر۔ ان کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: انہیں بہت زیادہ تنگدست ہونے کی وجہ سے ذوالشمالین کہا جاتا تھا اور ان کا نام عمیر تھا۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت خباب بن ارت۔ ان کا تعلق بنی تمیم سے ہے، ان کی اولاد کوفہ میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے۔

بنی تمیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی تمیم بن مرہ سے پانچ آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ آپ کا نام عتیق بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تمیم ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ ہے اور عتیق آپ کے خوبصورت ہونے اور دوزخ سے آزاد ہونے کی وجہ سے آپ کا لقب ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال، آپ بنی جمح کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے خریدا تھا۔ آپ کے والد کا نام رباح ہے، آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

(3) حضرت عامر بن فہیرہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عامر بن فہیرہ بنی اسد کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے خریدا تھا۔

اور حارث بن زہیر عمرو بن حارث بن زہیر کے والد ہیں۔ حضرت ابن اسحاق نے بھی عمرو بن حارث کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ ابن زہیر ہیں نہ کہ ابن ابی زہیر۔ والحمد للہ۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عاصم بن عدی غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے کیونکہ حضرت موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام روحاء سے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قباء اور عالیہ کی بستیوں میں اپنا نائب مقرر کیا

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت صہیب بن سنان، آپ کا تعلق بنی نمر بن قاسط سے ہے۔

نمر کا نسب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: نمر کا نسب یہ ہے نمر بن قاسط بن ہنب بن افسی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یوں بھی کہا جاتا ہے افسی بن دغی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت صہیب، عبد اللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رومی ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کو بنی عامر بن قاسط میں شمار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ آپ روم میں قید تھے۔ بنی نمر نے آپ کو وہاں سے خرید لیا تھا اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صُهِيبُ سَابِقُ الرُّومِ ”یعنی صہیب رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں“۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ آپ ملک شام گئے ہوئے تھے اور اس وقت واپس آئے جب رسول اللہ ﷺ بدر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے آپ کو مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، تم کو ثواب بھی ملے گا۔

بنی مخزوم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم بن یقطہ بن مرہ سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسد۔ آپ کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔

(2) حضرت شماس بن عثمان بن شرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم۔

ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو مسجد ضرار کے منافقین کی طرف سے کسی خطرہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے انہیں اس کی نگرانی کے لئے واپس بھیج دیا لیکن اصحاب بدر کے ساتھ مال غنیمت میں ان کا حصہ بھی نکالا۔ انہی عاصم کا ذکر حدیث لعان میں ہے جنہیں عویر بن ابیض یا ابن اشقر عجلانی کہا جاتا ہے۔ اس حدیث میں ان کا ذکر یوں آتا ہے: ”اے عاصم! میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے اس (لعان) کے متعلق مسئلہ دریافت کیجئے“۔ ان کا وصال 45ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ ان کی کنیت ابو عمر اور ایک قول کے مطابق ابو عبد اللہ ہے۔

شمال کی وجہ تسمیہ

حضرت ابن ہشام نے فرمایا شمال کا نام عثمان ہے اور ابن شہاب زہری وغیرہ کا بیان ہے کہ آپ کو شمال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں بنی شمال سے ایک شمال مکہ مکرمہ آیا جو بہت خوبصورت تھا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر مکہ کے لوگ متعجب ہوئے۔ عثمان کے ماموں عتبہ بن ربیعہ نے کہا: میں تمہیں اس شمال سے زیادہ حسین شمال دکھاتا ہوں، اس نے اپنے بھتیجے عثمان بن عثمان کو لا کر دکھایا۔ اس وقت سے لوگ عثمان کو شمال کہنے لگے۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا تو حضرت ارقم بن ابی ارقم عبد مناف بن ابوجندب اسد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(4) حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عمار بن یاسر عنسی قبیلہ مذحج سے تھے۔

(5) حضرت معتب بن عوف بن عامر بن فضل بن عقیف بن کلیب بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو۔ یہ بنی خزاعہ سے بنی مخزوم کے حلیف تھے۔ انہی کو عیبہامہ کہا جاتا ہے۔ بنی عدی بن کعب اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عدی بن کعب سے چودہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سیدنا عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی۔

(2) آپ کے بھائی حضرت زید بن خطاب۔

(3) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزادہ کردہ غلام حضرت مجع یمنی۔ یہ غزوہ بدر میں تیر کی ضرب سے شہید ہونے والے پہلے مسلمان تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت مجع، عک بن عدنان کی اولاد سے تھے۔

حضرت خوات کا قصہ

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خوات بن جبر کو واپس بھیج دیا اور بعد میں انہیں مالاً غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے انہیں مقام صفراء سے واپس لوٹایا تھا۔ ابن عقبہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ان کے پاؤں پر ایک پتھر لگا جس سے پاؤں سوج گیا

(4) حضرت عمرو بن سراقہ بن معتمر بن انس بن اذاة بن عبد اللہ بن قرط بن رباح بن رزاح بن عدی بن کعب۔

(5) ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن سراقہ۔

(6) بنی عدی کے حلیف حضرت واقد بن عبد اللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناة بن تمیم۔

(7) ان کے دوسرے حلیف حضرت خولی بن ابی خولی۔

(8) ان کے تیسرے حلیف حضرت مالک بن ابی خولی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا ابو خولی، بنی عجل بن بحیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے تھے۔

(9) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز بنی عنز بن وائل سے آل خطاب کے حلیف حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عنز بن وائل بن قاسط بن ہنب بن افسی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یوں بھی کہا جاتا ہے: افسی بن دغی بن جدیلہ۔

(10) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز اور بنی سعد بن لیث سے ان کے حلیف حضرت عامر بن بکیر بن عبد یلیل بن ناشب بن غیرہ۔

(11) حضرت عاقل بن بکیر۔

(12) حضرت خالد بن بکیر اور

(13) حضرت اباس بن بکیر۔

(14) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی بن عبد اللہ بن قرط بن رباح بن رزاح بن عدی بن کعب۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی بدر سے واپسی کے بعد شام سے واپس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہیں جہاد کا ثواب بھی ملے گا۔

اور آپ کے لئے چلنا مشکل ہو گیا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ یہ خوات ایام جاہلیت میں خولہ ذات النخیین کے خاوند تھے جو کہ قبیلہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کی ایک عورت تھی۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خوات سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ مسکرائے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بہت بہتر رزق عطا فرمایا ہے اور میں نفع کے بعد نقصان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا

بنی نجح بن عمرو اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نجح بن عمرو بن مہصیص بن کعب سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن نجح۔

(2) ان کے بیٹے حضرت سائب بن عثمان۔

(3) ان کے دو بھائی حضرت قدامہ بن مظعون اور

(4) حضرت عبداللہ بن مظعون۔

(5) حضرت معمر بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن نجح۔

بنی سہم بن عمرو

بنی سہم بن عمرو بن مہصیص بن کعب سے ایک شخص حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم شریک ہوئے۔

بنی عامر بن لوی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عامر بن لوی کی شاخ بنی مالک بن حسل بن عامر سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوسبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔

(2) حضرت عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک۔

(3) حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔ یہ اپنے

باپ سہیل بن عمرو کے ہمراہ مکہ سے آئے تھے۔ جب مسلمان بدر میں آکر ٹھہرے تو آپ بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

(4) حضرت سہیل بن عمرو کے آزاد کردہ غلام حضرت عمیر بن عوف۔

مکہ کے بد کے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اسے اسلام نے جکڑ دیا ہے۔ اس کے ہوئے اونٹ کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ دور جاہلیت میں ایک روز حضرت خوات چند ایسی عورتوں کے پاس سے گزرے جن کا حسن دیکھ کر وہ بہت متعجب ہوئے، انہوں نے عورتوں سے کہا: میرا بھائی کا ہوا ہے، اس کے لئے ایک رسی (ڈھنگا) بنادیں۔ اس بہانے سے آپ ان کے پاس بیٹھ گئے

(5) بنی مالک کے حلیف حضرت سعد بن خولہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت سعد بن خولہ یہی تھے۔

بنی حارث بن فہر

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی حارث بن فہر سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور یہ عامر بن عبد اللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث ہیں۔

(2) حضرت عمرو بن حارث بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث۔

(3) حضرت سہیل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن ابی اہیب بن ضبہ بن حارث۔

(4) ان کے بھائی حضرت صفوان بن وہب۔ یہ دونوں بیضاء کے بیٹے تھے۔

(5) حضرت عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال بن وہب بن ضبہ بن حارث۔

مہاجرین اصحاب بدر کی تعداد

یہ تمام مہاجرین جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا، تر اسی افراد تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابن اسحاق کے علاوہ کثیر اہل علم مندرجہ ذیل افراد کو بھی مہاجرین اصحاب بدر میں شمار کرتے ہیں:

بنی عامر بن لؤی سے حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح اور حضرت حاطب بن عمرو اور بنی حارث بن فہر سے حضرت عیاض بن ابی زہیر۔

انصار اصحاب بدر (قبیلہ اوس)

بنی عبدالاشہل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انصار کے قبیلہ بنی

اور ان سے ہاتھیں کرنے لگے۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے رخ انور پھیر لیا۔ پھر جب آپ اسلام لائے تو حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے اس بد کے ہوئے اونٹ کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضرت خوات نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اسے اسلام لے

اوس بن حارث بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی شاخ بنی عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس سے چار افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤ القیس بن زید بن عبدالاشہل۔

(2) حضرت عمرو بن معاذ بن نعمان۔

(3) حضرت حارث بن اوس بن معاذ بن نعمان۔

(4) حضرت حارث بن انس بن رافع بن امرؤ القیس۔

بنی عبید بن کعب

بنی عبید بن کعب بن عبدالاشہل سے ایک شخص حضرت سعد بن زید بن مالک بن عبید شریک ہوئے۔

بنی زعوراء بن عبدالاشہل اور ان کے حلفاء

بنی زعوراء بن عبدالاشہل سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سلمہ بن سلامہ بن قش بن زغبہ بن زعوراء۔

(2) حضرت عباد بن بشر بن قش بن زغبہ بن زعوراء۔

(3) حضرت سلمہ بن ثابت بن قش۔

(4) حضرت رافع بن یزید بن کرز بن سکن بن زعوراء۔

(5) حضرت حارث بن خزیمہ بن عدی بن ابی بن غنم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔ یہ بنی عوف بن خزرج سے ان کے حلیف تھے۔

(6) بنی حارثہ بن حارث سے ان کے حلیف حضرت محمد بن مسلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔

(7) بنی حارثہ بن حارث سے ان کے دوسرے حلیف حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔ حضرت ابن ہشام نے اسلم بن حریش بن عدی ذکر کیا ہے۔

جکڑ دیا ہے۔

واقعی نے ان کی کنیت ابو صالح بیان کی ہے جبکہ نمری نے حضرت خوات سے مروی ایک حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں ابو عبد اللہ کی کنیت سے پکارا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت خوات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک قافلہ میں سفر کر رہے تھے، قافلے

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔

(9) حضرت عبید بن تیہان۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عتیک بن تیہان بھی کہا جاتا ہے۔

(10) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت عبداللہ بن سہل۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا:

یہ بنی زعوراء کے ایک فرد ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بنی غسان سے ہیں۔

بنی سواد بن کعب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی ظفر کی شاخ بنی سواد بن کعب اور کعب ہی کا نام ظفر ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ ان سے دو آدمی شریک

ہوئے:

(1) حضرت قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد۔

(2) حضرت عبید بن اوس بن مالک بن سواد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عبید بن اوس

کو مقرر کیا جاتا ہے کیونکہ آپ نے بدر کے روز چار کافروں کو اکٹھا قید کیا تھا، یہی وہ شخص ہیں

جنہوں نے اس روز عقیل بن ابی طالب کو قید کیا تھا۔

بنی عبد بن رزاح اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبد بن رزاح بن کعب سے تین آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت نصر بن حارث بن عبد۔

(2) حضرت معتب بن عبد۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلفاء میں سے حضرت عبداللہ بن طارق۔

بنی حارثہ

بنی حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مسعود بن سعد بن عامر بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ۔ حضرت ابن ہشام نے

والوں نے ان سے کہا: ہمیں ضرار کے چند اشعار سناؤ۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں بلکہ ابو عبد اللہ کو اس کے اپنے دل سے نکلے ہوئے شعر سنانے دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسے شعر

پڑھے جو جادو اثر تھے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! اپنی زبان بند

کرو، اس کلام نے تو ہم پر جادو کر دیا ہے۔

فرمایا مسعود بن عبد سعد بھی کہا جاتا ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابو عبس بن جبیر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلفاء میں سے حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار بن عمرو بن عبید بن کلاب بن وہان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاہل بن ذہل بن ہنی بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاہ۔
بنی عمرو

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عاصم بن ثابت بن ابوالاحق قیس بن عصمہ بن مالک بن امہ بن ضبیعہ۔

(2) حضرت معتب بن قشیر بن ملیل بن زید بن عطف بن ضبیعہ۔

(3) حضرت ابو ملیل بن ازعر بن زید بن عطف بن ضبیعہ۔

(4) حضرت عمرو بن معبد بن ازعر بن زید بن عطف بن ضبیعہ۔ حضرت ابن ہشام نے عمیر بن معبد کہا ہے۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت بہل بن حنیف بن واہب بن عکیم بن ثعلبہ بن مجدعہ بن حارث بن عمرو۔ اسی عمرو کو بخرج بن عوف بن عمرو بن عوف کہا جاتا ہے۔

بنی امیہ بن زید

بنی امیہ بن زید بن مالک سے نو افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مبشر بن عبد الممذر بن زبیر بن زید بن امیہ۔

(2) حضرت رفاعہ بن عبد الممذر بن زبیر۔

(3) حضرت سعد بن عبید بن نعمان بن قیس بن عمرو بن زید بن امیہ۔

نعمان بن عصر کا نسب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت نعمان بن عصر کا ذکر کیا ہے لیکن ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ ان کا نسب یہ ہے: نعمان بن عصر بن ربیع بن حارث بن ادیم بلوی۔ ایک قول یہ ہے: نعمان بن عصر بن عبید بن وائلہ بن حارث بلوی۔ یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

- (4) حضرت عویم بن ساعدہ۔
 (5) حضرت رافع بن عنجدہ اور بقول ابن ہشام عنجدہ ان کی ماں کا نام ہے۔
 (6) حضرت عبید بن ابی عبید۔
 (7) حضرت ثعلبہ بن حاطب۔
 (8) حضرت ابولبابہ بن عبدالممنذ ر۔
 (9) حضرت حارث بن حاطب۔

لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ابولبابہ بن عبدالممنذ ر اور حضرت حارث بن حاطب دونوں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کے لئے روانہ ہوئے مگر آپ ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا اور حضرت ابولبابہ کو مدینہ منورہ کا امیر مقرر فرمایا اور دیگر اصحاب بدر کے ساتھ مالِ غنیمت میں ان کا حصہ بھی نکالا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ان کو مقامِ روحاء سے واپس بھیجا اور حضرت حارث کے والد حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ ہیں اور ابولبابہ کا نام بشیر ہے۔

بنی عبید اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبید بن زید بن مالک سے سات آدمی شریک ہوئے:

- (1) حضرت انیس بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث بن عبید۔
- (2) حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان بن ضبیعہ۔
- (3) حضرت ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان۔
- (4) حضرت عبد اللہ بن سلمہ بن مالک بن حارث بن عدی بن عجلان۔
- (5) حضرت زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان۔
- (6) حضرت ربیع بن رافع بن زید بن حارثہ بن جد بن عجلان۔
- (7) حضرت عاصم بن عدی بن جد بن عجلان۔ یہ جہاد کے لئے نکلے لیکن رسول اللہ ﷺ نے

انساب کی تصحیح

زید بن ودیعہ کے نسب میں جزء بن عدی کا ذکر آیا ہے۔ ابو بکر نے ذکر کیا ہے کہ میں نے یہ نام ابو الولید سے روایت کرتے ہوئے زاء کے سکون کے ساتھ جزء بیان کیا ہے اور میں نے ان کے علاوہ دیگر تمام علماء کی روایت زاء کے کسرہ کے ساتھ پائی ہیں۔

انہیں واپس بھیج دیا اور دیگر اصحاب بدر کے ساتھ انہیں بھی مالی غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔
بنی ثعلبہ بن عمرو

بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے سات افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن برک امرؤ القیس بن ثعلبہ۔
- (2) حضرت عاصم بن قیس۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عاصم بن قیس بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ ہیں۔
- (3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ابوضیاح بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔
- (4) حضرت ابوحنہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ حضرت ابوضیاح کے بھائی ہیں۔ انہیں ابو حنیہ بھی کہا جاتا ہے اور امرؤ القیس کو برک بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔
- (5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سالم بن عمیر بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ثابت بن عمرو بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔
- (6) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت حارث بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔
- (7) حضرت خوات بن جبیر بن نعمان۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی دیگر اصحاب بدر کے ساتھ مالی غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

بنی جحجبی اور ان کے حلفاء

بنی جحجبی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف سے دو آدمی شریک ہوئے:

- (1) حضرت منذر بن محمد بن عقبہ بن اجمہ بن حلاح بن حریش بن جحجبی بن کلفہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا حریش بن جحجبی بھی کہا گیا۔
- (2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز بنی انیف سے ان کے حلفاء میں سے حضرت ابو عقیل بن

حضرت ابن اسحاق نے رافع بن عنجدہ کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن ہشام نے کہا ہے کہ عنجدہ ان کی ماں کا نام ہے لیکن آپ نے ان کے باپ کا ذکر نہیں کیا۔ ان کا باپ عبدالجبار ہے اور عنجدہ کشمش کی گٹھلی کو کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کشمش کو ہی عنجدہ کہتے ہیں اور اس کی گٹھلی کو فرصد، فرصید یا فرصاد کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابوصیفہ کا قول ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بن یحمان بن عامر بن حارث بن مالک بن عامر بن اثیف بن جشم بن عبداللہ بن تیم بن ارش بن عامر بن عمیلہ بن قسمل بن فران بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: تمیم بن ارشہ اور قسمل بن فران بھی کہا گیا ہے۔

بنی غنم بن سلم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی غنم بن سلم بن امرؤ القیس بن مالک بن اوس سے پانچ افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت سعد بن خثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحات بن کعب بن حارثہ بن غنم۔
- (2) حضرت منذر بن قدامہ بن عرفجہ۔
- (3) حضرت مالک بن قدامہ بن عرفجہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عرفجہ بن کعب بن نحات بن کعب بن حارثہ بن غنم۔
- (4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت حارث بن عرفجہ۔
- (5) بنی غنم کے آزاد کردہ غلام حضرت تمیم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت تمیم، سعد بن خثمہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بنی معاویہ بن مالک اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی معاویہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف سے تین آدمی

حضرت کعب بن جہاز کا ذکر آیا ہے۔ یہ جیم اور زاء کے ساتھ جہاز ہے۔ جس طرح حضرت ابن ہشام کا قول ہے نہ کہ جس طرح حضرت ابن اسحاق کا قول ہے کیونکہ اہل نسب کے نزدیک حضرت ابن ہشام کا قول معتبر ہے۔ البتہ دارقطنی نے ایک تیسری روایت بھی ذکر کی ہے کہ یہ نون اور حاء مکسورہ کے ساتھ ابن حمان ہے۔

اصحاب بدر میں حضرت ابو حمیضہ کا ذکر آیا ہے اور یہ کہ ان کا نام معبد بن عباد ہے۔ حضرت ابو عمر نے فرمایا: حضرت ابراہیم بن سعد نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح بیان کیا ہے جبکہ ان کے علاوہ دیگر علماء حضرت ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے خاء منقوطہ اور صاد مہملہ کے ساتھ ابو خمیصہ بیان کرتے ہیں۔

بلویوں کے درمیان حضرت ابو عقیل کا ذکر آیا ہے لیکن حضرت ابن اسحاق نے ان کا نام ذکر نہیں

- (1) حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن عمرو القیس۔
- (2) حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن عمرو القیس۔
- (3) حضرت عبد اللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن عمرو القیس بن عمرو بن عمرو القیس۔
- (4) حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن عمرو القیس۔

بنی زید بن مالک

بنی زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے دو آدمی شریک ہوئے:

- (1) حضرت بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن خلاص بن زید۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا جلاس بن زید بھی کہا گیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ خطا ہے۔
- (2) ان کے بھائی حضرت سماک بن سعد۔

قریوش یا قریوس

اصحاب بدر کے انساب میں ابن قریوش قاف کے کسرہ اور شین منقوطہ کے ساتھ مذکور ہوا ہے جبکہ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ سین کے ساتھ قریوس ہے۔ ابوالولید نے اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن اکثر روایات میں قاف کے فتح اور باء کے ساتھ قَرُبُوس ہے۔ قریوش تقرش بمعنی تکسب (کمائی کرنا) سے فَعْيُول کا وزن ہے اور سین کے ساتھ قریوس قوس بمعنی برد (سردی) سے فَعْيُول کا وزن ہے۔ یہاں شین منقوطہ کے ساتھ قریوش زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ تقرش سے ماخوذ ہے جس کا معنی کمائی کرنا ہے جس طرح قریش کو بھی کمائی اور تجارت کی وجہ سے قریش کہا جاتا ہے۔ یہ قطرب کا قول ہے۔

جو لوگ غزوہ بدر میں کسی عذر کی بناء پر شریک نہ ہو سکے ان میں سے ایک بنی خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں سانپ نے ڈس لیا تھا جس کے باعث وہ جہاد پر روانہ نہ ہو سکے۔ یہ قتیبی کا قول ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن عقبہ نے انہیں اصحاب بدر میں ذکر نہیں کیا، لیکن ابن کلبی اور ایک جماعت نے انہیں بھی اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے ابوضیاح کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام نعمان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عمیر بن ثابت بن نعمان ہے۔ یہ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔

بنی عدی

بنی عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے تین افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت سبیح بن قیس بن عیشہ بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی۔
- (2) ان کے بھائی حضرت عباد بن قیس بن عیشہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا قیس بن عنبہ بن امیہ بھی کہا گیا ہے۔
- (3) حضرت عبد اللہ بن عبس۔

بنی احمر

بنی احمر بن حارثہ بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے ایک شخص حضرت یزید بن حارث بن قیس بن مالک بن احمر شریک ہوئے۔ انہی کو ابن فہم کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فہم ان کی ماں کا نام ہے۔ یہ قبیلہ قین بن جسر کی ایک خاتون تھیں۔

بنی جشم اور بنی زید

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جشم اور زید دونوں جڑواں بھائی تھے۔ بنی جشم بن حارث بن خزرج اور بنی زید بن حارث بن خزرج سے چار افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت خبیب بن اساف بن عتبہ بن عمرو بن خریج بن عامر بن جشم۔
- (2) حضرت عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ بن زید۔
- (3) ان کے بھائی حضرت حریث بن زید بن ثعلبہ۔
- (4) حضرت سفیان بن بشر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ سفیان بن نسر بن عمرو بن حارث بن کعب بن زید ہیں۔

بنی جدارہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی جدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج سے چار آدمی شریک ہوئے:

- (1) حضرت تمیم بن یعار بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔

جدارہ یا خدارہ

حضرت ابن اسحاق نے بنی نجار کے ضمن میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کا نسب جدارہ بن حارث تک پہنچتا ہے۔ یہ جدارہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ کا بھائی ہے۔ حضرت ابن

(2) بنی حارثہ سے حضرت عبداللہ بن عمیر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عبداللہ بن عمیر بن عدی بن امیہ بن جدارہ بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت زید بن مزین بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ زید بن مہری ہیں۔

(4) حضرت عبداللہ بن عرفطہ بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔

بنی ابجر

بنی ابجر اور یہی بنی خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج ہیں، ان سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن ربیع بن قیس بن عمرو بن عباد بن ابجر شریک ہوئے۔

بنی عوف

بنی عوف بن خزرج کی شاخ بنی عبید بن مالک بن سالم بن ظنم بن عوف بن خزرج ہے اور یہی بنی حبلی ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حبلی کا نام سالم بن ظنم بن عوف ہے۔ اسے پیٹ کے بڑا ہونے کی وجہ سے حبلی کہا جاتا تھا۔ اس قبیلہ سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن مالک بن حارث بن عبید جو کہ ابن سلول کے نام سے مشہور ہیں اور سلول ابی کی ماں کا نام ہے۔

(2) حضرت اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید۔

بنی جزء اور ان کے حلفاء

بنی جزء بن عدی بن مالک بن سالم بن ظنم سے چھ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زید بن ودیعہ بن عمرو بن قیس بن جزء۔

(2) حضرت عقبہ بن وہب بن کلہدہ۔ یہ بنی عبداللہ بن عطفان سے ان کے حلیف تھے۔

(3) حضرت رفاعہ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن ظنم۔

(4) حضرت عامر بن سلمہ بن عامر۔ یہ اہل یمن سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت ابن ہشام نے

فرمایا: عمرو بن سلمہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ بنی تضاہ کی شاخ بنی بلبی سے تھے۔

اسحاق کے علاوہ دیگر علماء نے اس کا نام جدارہ کے بجائے خاد مضمومہ کے ساتھ خدارہ بیان کیا ہے۔ یہ ابن درید کا قول ہے اور نمری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ یہ خدرہ اور خدارہ دونوں حارث کے بیٹے

(5) حضرت ابو حمیظہ معبد بن عباد بن فشر بن مقدم بن سالم بن غنم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ معبد بن عبادہ بن قشغر بن مقدم ہیں اور عبادہ بن قیس بن مقدم بھی کہا گیا ہے۔

(6) ان کے حلیف حضرت عامر بن بکیر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عامر بن عکیر ہیں اور عامر بن عکیر بھی کہا گیا ہے۔

بنی سالم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی سالم بن عوف بن عمرو بن خزرج کی شاخ بنی عجلان بن زید بن غنم بن سالم سے ایک شخص حضرت نوفل بن عبد اللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان شریک ہوئے۔

بنی اصرم

بنی اصرم بن لہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ غنم بن عوف، سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کے بھائی ہیں اور غنم بن سالم وہی ہے جس کا ذکر پہلے حضرت ابن اسحاق کے قول میں ہو چکا ہے۔ اس قبیلہ سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عبادہ بن الصامت بن قیس بن اصرم۔

(2) ان کے بھائی حضرت اوس بن صامت۔

بنی دعد

بنی دعد بن لہر بن ثعلبہ بن غنم سے ایک شخص حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن دعد شریک ہوئے اور یہ وہی نعمان ہیں جنہیں نوفل کہا جاتا ہے۔

بنی قریوش

بنی قریوش بن غنم بن امیہ بن لودان بن سالم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قریوش بن غنم بھی کہا جاتا ہے۔ اس قبیلہ سے ایک شخص حضرت ثابت بن ہزال بن عمرو بن قریوش نے شرکت کی۔

بنی مرضیہ

بنی مرضیہ بن غنم بن سالم سے بھی ایک شخص حضرت مالک بن دغشم بن مرضیہ نے شرکت

کی لیکن حضرت ابن ہشام نے عامر مہملہ کے ساتھ حدارہ ذکر کیا ہے اور یہی قول ابو عمر کا بھی ہے۔ شیخ ابو جریر نے ابوالولید سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح ذکر کیا جب حضرت ابن ہشام نے یہ قول کیا۔

کی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ مالک بن دثم بن مالک بن دثم بن مرضہ ہیں۔
بنی لوزان اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی لوزان بن سالم سے تین افراد شریک ہوئے:
(1) حضرت ربیع بن ایاس بن عمرو بن غنم بن امیہ بن لوزان۔

(2) ان کے بھائی حضرت ورقہ بن ایاس۔

(3) حضرت عمرو بن ایاس۔ یہ اہل یمن سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ
بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن ایاس ربیع اور ورقہ کے بھائی ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز بنی بلی کی شاخ بنی عصینہ جسے حضرت ابن ہشام نے
غصینہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ان کی ماں تھی اور ان کا باپ عمرو بن عمارہ تھا، سے پانچ افراد
شریک ہوئے:

(1) حضرت مجذر بن زیاد بن عمرو بن زمرہ بن عمرو بن عمارہ بن مالک ابن عصینہ بن عمرو بن بترہ
بن مشو بن قسرین بن تیم بن ارش بن عامر بن عمیلہ بن قسمل بن فران بن بلی بن عمرو بن
خفاف بن قضاہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قسرین تیم بن ارشہ اور قسمل بن فران بھی کہا جاتا ہے اور
مجذرہ کا نام عبداللہ ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت عبادہ بن خشاش بن عمرو بن زمرہ۔

(3) حضرت نحاب بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا:
بحاث بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم۔

(5) لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عتبہ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ جو کہ قبیلہ بہراء سے ان کے
حلیف تھے، بھی غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ان کا نام عتبہ بن
بہر تھا اور یہ بنی سلیم سے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے رجیلہ بن ثعلبہ کا ذکر کیا ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں خاء منقوطہ کے
ساتھ رجیلہ مذکور ہے۔

بنی ساعدہ

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج کی شاخ بنی ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ سے دو آدمیوں نے شرکت کی:

(1) حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ۔ بقول ابن ہشام ابودجانہ سماک بن اوس بن خرشہ بن لوزان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ۔

(2) حضرت منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوزان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: انہیں منذر بن عمرو بن خنیس بھی کہا گیا ہے۔

بنی بدی اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی بدی بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ سے بھی دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ بن بدی۔

(2) حضرت مالک بن مسعود۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: بقول بعض اہل علم یہ مالک بن مسعود بن بدی ہیں۔

بنی ظریف اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی ظریف بن خزرج بن ساعدہ سے ایک شخص حضرت عبد ربہ بن حق بن اوس بن وقش بن ثعلبہ بن ظریف نے شرکت کی اور ان کے حلفاء سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) بنی جہینہ سے حضرت کعب بن حمار بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: انہیں کعب بن جہاز بھی کہا گیا ہے اور یہ قبیلہ غہشان سے ہیں۔

ایک نسب کی تصحیح

حضرت ابن اسحاق نے اصحاب بدر میں حضرت ابو شیخ بن ثابت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام ابی ہے اور یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ابی بن ثابت کے بیٹے ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کے چچا ہیں۔ شیخ ابو بحر کے نسخہ میں غلطی واقع ہوئی ہے جس کی میں نے اصلاح کر دی ہے۔ اصلاح سے قبل ابو شیخ ابی بن ثابت بن منذر مذکور تھا۔

(2) حضرت ضمیرہ بن عمرو۔

(3) حضرت زیاد بن عمرو۔

(4) حضرت بسبس بن عمرو۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: ضمیرہ اور زیاد بشر کے بیٹے ہیں۔

(5) قبیلہ بلی سے حضرت عبداللہ بن عامر۔

بنی جشم

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی جشم بن خزرج کی شاخ بنی سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن سارودہ بن تزیید بن جشم بن خزرج، پھر ان کی شاخ بنی حرام بن کعب بن ظنم بن کعب بن سلمہ سے بارہ افراد غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت خراش بن صمہ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(2) حضرت حباب بن منذر بن جموح بن زید بن حرام۔

(3) حضرت عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام۔

(4) حضرت خراش بن صمہ کے آزاد کردہ غلام حضرت تمیم۔

(5) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام۔

(6) حضرت معاذ بن عمرو بن جموح۔

(7) حضرت معوذ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(8) حضرت خلاد بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(9) حضرت عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام۔

(10) ان کے آزاد کردہ غلام حضرت حبیب بن اسود۔

(11) حضرت ثابت بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن حرام۔ ثعلبہ کو جذبہ بھی کہا گیا ہے۔

(12) حضرت عمیر بن حارث بن ثعلبہ بن حارث بن حرام۔

جموح کا نسب

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ان اسماء میں جہاں بھی جموح آیا ہے وہ جموح بن زید بن حرام ہے مگر صمہ بن عمر کے دادا جموح بن حرام ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: آخری شخص عمیر بن حارث بن لہدہ بن ثعلبہ ہیں۔

بنی عبید اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کی شاخ بنی خنساء بن سنان بن عبید سے نو افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت بشر بن براء بن معرور بن صخر بن مالک بن خنساء۔

(2) حضرت طفیل بن مالک بن خنساء۔

(3) حضرت طفیل بن نعمان بن خنساء۔

(4) حضرت سنان بن مسلمی بن صخر بن خنساء۔

(5) حضرت عبداللہ بن جد بن قیس بن صخر بن خنساء۔

(6) حضرت عتبہ بن عبداللہ بن صخر بن خنساء۔

(7) حضرت جبار بن صخر بن امیہ بن خنساء۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جبار بن صخر بن امیہ بن خناس بھی کہا گیا ہے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز بنی دہان کی شاخ بنی اشجع سے ان کے دو حلیف:

(8) حضرت خارجہ بن حمیر اور

(9) حضرت عبداللہ بن حمیر۔

بنی خناس

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی خناس بن سنان بن عبید سے سات افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت یزید بن منذر بن سرح بن خناس۔

(2) حضرت معقل بن منذر بن سرح بن خناس۔

(3) حضرت عبداللہ بن نعمان بن ہلدہ۔ بقول ابن ہشام ہلدہ اور ہلدہ دو لوگوں ذکر کئے گئے ہیں۔

(4) حضرت ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عبید بن عدی۔

(5) حضرت سواد بن زریق بن ثعلبہ بن عبید بن عدی۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: ان کا نام سواد بن ہلدہ بن زید بن ثعلبہ بھی بتایا گیا ہے۔

(6) حضرت معبد بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ اور بقول ابن ہشام معبد بن قیس بن مسلمی بن صخر بن حرام بن ربیعہ بھی کہا گیا ہے۔

(7) حضرت عبداللہ بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم۔

بنی نعمان

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی نعمان بن سنان بن عبید سے چار افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن عبد مناف بن نعمان۔

(2) حضرت جابر بن عبداللہ بن رباع بن نعمان۔

(3) حضرت خلیدہ بن قیس بن نعمان۔

(4) ان کے آزاد کردہ غلام حضرت نعمان بن سنان۔

بنی سواد

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ کی شاخ بنی حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد، حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ عمرو بن سواد ہے، سواد کا غنم نامی کوئی بیٹا نہیں۔ اس قبیلہ سے چار افراد نے حصہ لیا:

(1) حضرت ابوالمنذر یزید بن عامر بن حدیدہ۔

(2) حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ۔

(3) حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔

(4) حضرت سلیم بن عمرو کے آزاد کردہ غلام حضرت عسترہ۔

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرت عسترہ کا تعلق بنی سلیم بن منصور کی شاخ بنی ذکوان

سے ہے۔

بنی عدی بن نابی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم سے چھ افراد نے

شرکت کی:

(1) حضرت عبس بن عامر بن عدی۔

(2) حضرت ثعلبہ بن غنم بن عدی۔

(3) حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد۔

(4) حضرت سہل بن قیس بن ابی کعب بن قین بن کعب بن سواد۔

(5) حضرت عمرو بن طلق بن زید بن امیہ بن سنان بن کعب بن غنم۔

(6) حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائد بن عدی بن کعب بن عدی بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن تزید بن جشم بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر۔ حضرت ابن ہشام نے اوس بن عباد بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد کہا ہے۔ حضرت ابن ہشام مزید فرماتے ہیں: حضرت ابن اسحاق نے حضرت معاذ بن جبل کا نسب بنی سواد سے ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ ان کی اولاد سے نہیں تھے بلکہ ان میں رہتے تھے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: جن لوگوں نے بنی سلمہ کے بت توڑے تھے وہ حضرات معاذ بن جبل، عبد اللہ بن انیس اور ثعلبہ بن غنمہ ہیں اور یہ بنی سواد بن غنم میں سے تھے۔

بنی زریق

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج کی شاخ بنی مغلہ بن عامر بن زریق بقول ابن ہشام عامر بن ازرق سے سات افراد شریک ہوئے:

- (1) حضرت قیس بن مھسن بن خالد بن مغلہ۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: قیس بن حصن بھی کہا گیا ہے۔
- (2) حضرت ابو خالد حارث بن قیس بن خالد بن مغلہ۔
- (3) حضرت جبیر بن ایاس بن خالد بن مغلہ۔
- (4) حضرت ابو عبادہ سعد بن عثمان بن خلدہ بن مغلہ۔
- (5) ان کے بھائی حضرت عقبہ بن عثمان بن خلدہ بن مغلہ۔
- (6) حضرت ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مغلہ۔
- (7) حضرت مسعود بن خلدہ بن عامر بن مغلہ۔

بنی خالد

بنی خالد بن عامر بن زریق سے ایک شخص حضرت عباد بن قیس بن عامر بن خالد نے غزوہ بدر میں شرکت کی:

بنی خلدہ

بنی خلدہ بن عامر بن زریق سے پانچ افراد شامل ہوئے:

- (1) حضرت اسعد بن یزید بن یزید بن فاکہ بن زید بن خلدہ۔
- (2) حضرت فاکہ بن بشر بن فاکہ بن زید بن خلدہ۔ ابن ہشام نے بسر بن فاکہ کہا ہے۔

(3) حضرت معاذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ۔

(4) ان کے بھائی حضرت عائد بن ماعص بن قیس بن خلدہ۔

(5) حضرت مسعود بن سعد بن قیس بن خلدہ۔

بنی عجلان بن عمرو

بنی عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق سے تین شخص غزوہ بدر میں شامل ہوئے:

(1) حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان۔

(2) ان کے بھائی حضرت خلاد بن رافع بن مالک بن عجلان۔

(3) حضرت عبید بن زید بن عامر بن عجلان۔

بنی بیاضہ

بنی بیاضہ بن عامر بن زریق سے چھ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ۔

(2) حضرت فروہ بن عمرو بن وذفہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں:

اور وذفہ بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت خالد بن قیس بن مالک بن عجلان بن عامر بن بیاضہ۔

(4) حضرت رجیلہ بن ثعلبہ بن خالد بن ثعلبہ بن عامر بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں:

اور رجیلہ بھی کہا گیا ہے۔

(5) حضرت عطیہ بن نوریہ بن عامر بن عطیہ بن عامر بن بیاضہ۔

(6) حضرت خلیفہ بن عدی بن عمرو بن مالک بن عامر بن فہیرہ بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام

فرماتے ہیں: اور علیفہ بھی کہا گیا ہے۔

بنی حبیب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن

خزرج سے ایک شخص حضرت رافع بن معلیٰ بن لوزان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن زید

مناۃ بن حبیب نے شرکت کی۔

بنی نجار

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج کی شاخ بنی غنم بن مالک بن نجار پھر ان کی شاخ بنی ثعلبہ بن عبدعوف بن غنم سے ایک شخص حضرت ابوایوب خالد بن کلیب بن ثعلبہ نے غزوہ بدر میں شمولیت کی۔

بنی عسیرہ

بنی عسیرہ بن عبدعوف بن غنم سے بھی ایک شخص حضرت ثابت بن خالد بن نعمان بن خنساء بن عسیرہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: عسیر اور عسیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

بنی عمرو

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں بنی عمرو بن عبدعوف بن غنم سے دو آدمی حضرت عمارہ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو اور حضرت سراقہ بن کعب بن عبدالعزی بن غزیہ بن عمرو شریک ہوئے۔

بنی عبید

بنی عبید بن ثعلبہ بن غنم سے بھی دو حضرات حارثہ بن نعمان بن زید بن عبید اور سلیم بن قیس بن قہد شریک ہوئے اور قہد کا نام خالد بن قیس بن عبید ہے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: پہلے شخص حارثہ بن نعمان بن نفع بن زید ہیں۔

بنی عائد اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عائد بن ثعلبہ بن غنم اور بقول ابن ہشام بنی عابد سے بھی دو شخص حضرت سہیل بن رافع بن ابی عمرو بن عائد اور قبیلہ جہینہ سے ان کے حلیف حضرت عدی بن زعباء شریک جہاد ہوئے۔

بنی زید بن ثعلبہ

بنی زید بن ثعلبہ بن غنم سے تین افراد شامل ہوئے:

- (1) حضرت مسعود بن اوس بن زید۔
- (2) حضرت ابوخرزیمہ بن اوس بن زید بن اصرم بن زید۔
- (3) حضرت رافع بن حارث بن سواد بن زید۔

بنی سواد بن مالک اور ان کے حلفاء

بنی سواد بن مالک بن غنم سے دس افراد غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت عوف۔

(2) حضرت معوز۔

(3) حضرت معاذ۔

یہ تینوں حارث بن رفاعہ بن سواد کے بیٹے ہیں اور یہی عفراء کے بیٹے ہیں جو ان کی ماں تھیں۔

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ان کا نسب یہ ہے: عفراء بنت عبید بن ثعلبہ بن عبید بن غنم بن

مالک بن نجار۔ اور ان کے باپ کا نام حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بھی بتایا گیا ہے۔

(4) حضرت نعمان بن عمرو بن رفاعہ بن سواد۔ اور بقول ابن ہشام انہیں نعمان بھی کہا جاتا ہے۔

(5) حضرت عامر بن مخلص بن حارث بن سواد۔

(6) حضرت عبداللہ بن قیس بن خالد بن خلدہ بن حارث بن سواد۔

(7) قبیلہ اشجع سے ان کے حلیف حضرت عصیمہ۔

(8) قبیلہ جہینہ سے ان کے حلیف حضرت ودیعہ بن عمرو۔

(9) حضرت ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد۔

(10) لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت حارث بن عفراء کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوالحمراء بھی غزوہ

بدر میں حاضر تھے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالحمراء، حارث بن رفاعہ کے آزاد

کردہ غلام ہیں۔

بنی عامر بن مالک

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عامر مبذول بن مالک بن نجار کی شاخ بنی عتیک بن

عمرو بن مبذول سے تین افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت ثعلبہ بن عمرو بن محسن بن عمر بن عتیک۔

(2) حضرت سہل بن عتیک بن عمر بن نعمان بن عتیک۔

(3) حضرت حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک۔ انہیں مقام روحاء پر ہی چوٹ لگ گئی تھی مگر رسول

اللہ ﷺ نے مال غنیمت سے ان کا بھی حصہ نکالا۔

بنی عمرو بن مالک

بنی عمرو بن مالک بن نجار یعنی بنی حدیلہ کی شاخ بنی قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حدیلہ بنت مالک بن زید اللہ بن حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج، معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار کی ماں تھی اور بنی معاویہ اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس قبیلہ سے دو شخص غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت ابی بن کعب بن قیس۔

(2) حضرت انس بن معاذ بن انس بن قیس۔

بنی عدی بن عمرو

یہ بنی عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کا قبیلہ ہے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہی لوگ بنی مغالہ بنت عوف بن عبد مناتہ بن عمرو بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مغالہ بنی زریق سے تھی اور یہ عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی ماں تھی۔ اسی وجہ سے بنی عدی اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس قبیلہ سے تین افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناتہ بن عدی۔

(2) حضرت ابو شیخ ابی بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناتہ بن عدی۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ حضرت حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

(3) حضرت ابو طلحہ زید بن سہیل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناتہ بن عدی۔

بنی عدی بن نجار

بنی عدی بن نجار کی شاخ بنی عدی بن عامر بن غنم بن نجار سے آٹھ افراد غزوہ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت حارثہ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔

(2) حضرت ابو حکیم عمرو بن ثعلبہ بن وہب بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔

(3) حضرت سلیط بن قیس بن عمرو بن ختیک بن مالک بن عدی بن عامر۔

(4) حضرت ابو سلیط اسیرہ بن ابو خارجہ عمرو بن قیس بن مالک بن عدی بن عامر۔

(5) حضرت ثابت بن خضاء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر۔

(6) حضرت عامر بن امیہ بن زید بن حساس بن مالک بن عدی بن عامر۔

(7) حضرت محرز بن عامر بن مالک بن عدی بن عامر۔

(8) قبیلہ بلی سے ان کے حلیف حضرت سواد بن غزیہ بن اہیب۔

بنی حرام بن جندب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار سے چار افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت ابو زید قیس بن سکن بن قیس بن زعوراء بن حرام۔

(2) حضرت ابوالاعور بن حارث بن ظالم بن عبس بن حرام۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ابو الاعور حارث بن ظالم بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت سلیم بن طجان۔

(4) حضرت حرام بن طجان اور طجان کا نام مالک بن خالد بن زید بن حرام ہے۔

بنی مازن بن نجار اور ان کے حلفاء

بنی مازن بن نجار کی شاخ بنی عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت قیس بن ابی صعصعہ اور صعصعہ کا نام عمرو بن زید بن عوف ہے۔

(2) حضرت عبد اللہ بن کعب بن عمرو بن عوف۔

(3) بنی اسد بن خزیمہ سے ان کے حلیف حضرت عصیمہ۔

بنی خنساء بن مبذول

بنی خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن سے دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوداؤد عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء۔

(2) حضرت سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنساء۔

بنی ثعلبہ بن مازن

بنی ثعلبہ بن مازن بن نجار سے ایک شخص حضرت قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر بن حبیب بن عارث بن ثعلبہ نے شرکت کی۔

بنی دینار بن نجار

بنی دینار بن نجار کی شاخ بنی مسعود بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار سے پانچ افراد غزوہ بدر میں شامل ہوئے:

- (1) حضرت نعمان بن عبد عمرو بن مسعود۔
- (2) حضرت ضحاک بن عبد عمرو بن مسعود۔
- (3) حضرت سلیم بن حارث بن ثعلبہ بن کعب بن حارثہ بن دینار۔ یہ حضرت ضحاک اور حضرت نعمان کے اخیانی بھائی ہیں۔
- (4) حضرت جابر بن خالد بن عبدالاشہل۔
- (5) حضرت سعد بن سہیل بن عبدالاشہل۔

بنی قیس بن مالک

بنی قیس بن مالک بن کعب بن حارثہ بن دینار بن نجار سے دو شخص شریک ہوئے:

- (1) حضرت کعب بن زید بن قیس۔
 - (2) ان کے حلیف حضرت بکیر بن ابی بکیر۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرت بکیر بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان کی شاخ بن جذیمہ بن رواحہ سے تھے۔
- حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پس یہ قبیلہ خزرج کے ایک سو ستر افراد غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

دیگر اصحاب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اکثر اہل علم قبیلہ خزرج کے ان لوگوں کو بھی اصحاب بدر میں ذکر کرتے ہیں۔

بنی عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج سے:

- (1) حضرت عتبہ بن مالک بن عمرو بن عجلان۔
- (2) حضرت ملیل بن وبرہ بن خالد بن عجلان اور
- (3) حضرت عصمہ بن حصین بن وبرہ بن خالد بن عجلان۔

اور بنی زریق کی شاخ بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج سے:

- (4) حضرت ہلال بن معلیٰ بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن مالک بن زید مناة

بن حبیب رضی اللہ عنہم۔

اصحاب بدر کی کل تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جو اصحاب غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت سے حصہ نکالا ان کی تعداد تین سو چودہ ہے۔ تراسی مہاجرین، انکسٹھ قبیلہ اوس کے انصار اور ایک سو ستر قبیلہ خزرج کے انصار۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شہدائے بدر

بدر کے روز رسول اللہ ﷺ کی معیت میں چودہ صحابہ کرام شہید ہوئے:

بنی مطلب

قبیلہ قریش کی شاخ بنی مطلب بن عبد مناف سے ایک شخص حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، آپ کو عتبہ بن ربیعہ نے شہید کیا۔ اس نے تلواریں کے وار سے

چند شہدائے بدر کا تعارف

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے روز آپ کو صغریٰ کی وجہ سے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں روتے ہوئے دیکھا تو جہاد کی اجازت مرحمت فرمادی۔ آپ کو عاصی بن سعید نے شہید کیا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ

آپ بدر کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے۔ آپ کو حبان بن عرقہ نے تیر مارا جو سیدھا آپ کے حلق پر لگا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی والدہ حضرت ربیع بنت نضر جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے حارثہ کا مقام بتائیے تاکہ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اجر و ثواب کی امید رکھوں اور اگر ایسا نہیں تو پھر میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کا مقام ایک جنت ہے؟ نہیں بلکہ وہ تو کئی جنتیں ہیں، بے شک تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔

آپ کا پاؤں کاٹ دیا جس کے زخم کی تاب نہ لا کر آپ نے مقام صفراء میں جام شہادت نوش کیا۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے دو شخص شہید ہوئے:

(1) حضرت عمیر بن ابی وقاص بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔ یہ بقول ابن ہشام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

حضرت عمیر بن حمام بن جموح رضی اللہ عنہ

ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، انہیں خالد بن اعلم نے شہید کیا۔

حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ

شہدائے بدر میں بنی زہرہ کے حلیف حضرت ذوالشمالین خزاعی غبشانی کا بھی ذکر ہے۔ یہ وہی صحابی ہیں جنہیں امام زہری نے حدیث تسلیم من الرکتین (وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کے چار رکعتی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرنے کا ذکر ہے) میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں ”بنی زہرہ کے ایک شخص حضرت ذوالشمالین کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟“ حضرت ابن شہاب زہری کے علاوہ کسی نے بھی یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت نہیں کی اور محدثین کے نزدیک یہ روایت غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں ذوالیدین سلمیٰ کا ذکر ہے جن کا نام خرباق ہے اور ذوالشمالین تو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے جبکہ حدیث تسلیم من الرکتین کے دوسرے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ غزوہ بدر سے دو سال بعد اسلام لائے اور حضرت ذوالیدین سلمیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت معاویہ میں ہوئی۔ ان سے یہ حدیث ان کے بیٹے حضرت مطیر بن خرباق نے روایت کی اور حضرت مطیر سے ان کے بیٹے حضرت شعیت بن مطیر نے روایت کی۔

جب حضرت مبرد نے حدیث زہری میں یہ الفاظ دیکھے فَقَامَ ذُو الشَّمَالَيْنِ، جبکہ آخر میں أَصْدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ مذکور تھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ان صحابی کے دو نام ہیں، ذوالشمالین اور ذوالیدین، لیکن انہیں ذوالشمالین کے متعلق محدثین کے قول کا علم نہ ہوا اور صرف اسی غلط روایت کا علم ہوا۔ یہ بحث کتاب الکامل فی باب الاذواء یوم بدر کے آخر میں مذکور ہے۔

(2) حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ۔ یہ بنی خزاعہ کی شاخ بنی غبشان سے ان کے حلیف تھے۔

بنی عدی بن کعب

بنی عدی بن کعب بن لوی سے دو افراد شہید ہوئے:

(1) حضرت عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ۔ یہ بنی سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناة بن کنانہ سے ان کے حلیف تھے۔

چند دیگر اصحاب بدر

(1) اصحاب بدر میں سے حضرت علیہ بن عدی بیاضی بھی ہیں۔ اہل سیر نے ان کا یہی نام ذکر کیا ہے لیکن حضرت ابن اسحاق نے ان کا نام خلیفہ بن عدی بتایا ہے۔

(2) حضرت عیاض بن زبیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن وہیب بن ضہ بن حارث بن فہر۔ حضرت ابن ہشام نے بکائی کی روایت میں ان کا ذکر نہیں کیا لیکن حضرت ابن اسحاق نے ابراہیم عن سعد عن بکائی کی روایت میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ موسیٰ بن عقبہ، حلیہ بن خیاط اور ایک جماعت نے انہیں بدری صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

(3) جن صحابہ کو اصحاب بدر میں ذکر کیا گیا ہے اور حضرت ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک حضرت یزید بن اخنس سلمی ہیں۔

(4) اور ان کے بیٹے حضرت معن بن یزید۔

(5) اور ان کے باپ حضرت اخنس۔ ان تینوں کے علاوہ کوئی اور باپ، بیٹا اور دادا نہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے ہوں۔ حضرت ابن اسحاق نے ان تینوں کو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا البتہ چند دیگر علماء نے انہیں اصحاب بدر میں شمار کیا ہے لیکن اکثر اہل سیر کے نزدیک ان کی غزوہ بدر میں شرکت کا قول صحیح نہیں۔ البتہ یہ تینوں بیعت رضوان میں موجود تھے۔

(6) حضرت یزید بن اخنس بن جناب بن حبیب بن جرحہ (جیم کے ضمہ کے ساتھ) بن زغب۔ ان کا تعلق بنی بہشہ بن سلیم سے ہے۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ چند دیگر علماء کی روایات میں ان کا ذکر اصحاب بدر میں آیا ہے۔ ابن ماکولا کہتے ہیں جیم کے ضمہ کے ساتھ جرحہ صرف انہی کے نسب میں آیا ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ جرحہ صرف سوم بنت عمرو بن جرحہ کے نام میں آیا ہے۔ اس کا تعلق بنی ضمہ سے

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مہج رضی اللہ عنہ۔

بنی حارث بن فہر

بنی حارث بن فہر سے ایک شخص حضرت صفوان بن بیضاء شہید ہوئے۔ یہ چھ شہداء مہاجرین سے ہیں۔

النصار: بنی عمرو بن عوف

بنی عمرو بن عوف سے دو اصحاب شہید ہوئے:

(1) حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ۔

(2) حضرت مبشر بن عبد المذرب بن زبیر رضی اللہ عنہ۔

بنی حارث بن خزرج

بنی حارث بن خزرج سے ایک شخص حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ انہی کو ابن فہم کہا جاتا ہے۔

بنی سلمہ

بنی سلمہ کی شاخ بنی حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ سے بھی ایک شخص حضرت عمیر بن حمام شہید ہوئے۔

ہے۔ یہ عورت شداخ جس کا نام یمر بن عوف ہے، کی ماں ہے۔ یمر کا ذکر قصی کے بیان میں گزر چکا ہے، وہاں شداخ کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(7) حضرت خدیم بن فاتک اسدی اور

(8) ان کے بھائی حضرت سرہ بن فاتک اسدی۔

(9) حضرت جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام سلمی۔

ان تینوں کو امام بخاری نے اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔ ابو عمرو کہتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شرکت کا قول صحیح نہیں۔ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کُنْتُ أَمِيحُ أَصْحَابِي الْمَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی ”میں بدر کے روز اپنے ساتھیوں کو پانی پلاتا تھا“۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ چھوٹے تھے اور مالی غنیمت سے آپ کو حصہ نہیں دیا گیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس روایت میں تصحیف ہے اور صحیح الفاظ یہ ہیں: کُنْتُ مَنِيحٍ

بنی حبیب

بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم سے بھی ایک شخص حضرت رافع بن معلیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

بنی نجار

بنی نجار سے بھی ایک شخص حضرت حارثہ بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

بنی غنم

بنی غنم بن مالک بن نجار سے دو شخص شہید ہوئے:

(1) حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد اور

(2) حضرت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن سواد۔ یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔ ان آٹھ شہداء کا تعلق انصار سے ہے۔

غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین

بنی عبد شمس

بدر کے روز قبیلہ قریش کی شاخ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے بارہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے رسول

أَصْحَابِي يَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی ”میں بدر کے روز اپنے ساتھیوں کا تیر (یعنی مددگار) تھا“۔ (میخ جوئے کے اس تیر کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی صغریٰ کی وجہ سے صحابہ کرام انہیں اپنے کام کاج کے لئے ادھر ادھر بھیجتے تھے۔

(10) حضرت طلیب بن عمیر۔ ان کا تعلق بنی عبد بن قصی سے ہے۔

(11) ان کی ماں حضرت اردویٰ جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ ان دونوں کو حضرت ابن اسحاق

نے اصحاب بدر میں ذکر تو کیا ہے لیکن حضرت ابن ہشام نے روایت نہیں کیا۔

غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین

عاصی بن سعید

بدر کے روز قتل ہونے والے مشرکین میں عاصی بن سعید بن عاصی کا ذکر آیا ہے۔ ہم نے اس

اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہم نے مل کر قتل کیا تھا۔

(2) ان کا حلیف حارث بن حضرمی۔ اسے بقول ابن ہشام قبیلہ اوس کے حلیف حضرت نعمان بن عسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

(3) ان کا دوسرا حلیف عامر بن حضرمی۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) ان کا آزاد کردہ غلام عمیر بن ابی عمیر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) ان کے آزاد کردہ غلام عمیر کا بیٹا۔

(6) عبیدہ بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(7) عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس۔ اسے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے فرد حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاحق رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قید کی حالت میں قتل کیا۔

(8) عاص بن سعید بن عاص بن امیہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کے قتل میں حضرت عبیدہ، حضرت حمزہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تینوں شریک تھے۔

(10) شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) ولید بن عتبہ بن ربیعہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

کتاب کے گزشتہ صفحات میں وہ حدیث ذکر کی ہے جسے حضرت ابو عبیدہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں نے بدر کے دن عاصی بن سعید کو قتل کیا اور اس کی تلوار جس کا نام ذوالکلیبہ تھا، اس سے چھین لی۔“ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: اہل سیر کا قول ہے کہ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت مؤلف نے کہا: بعض مفسرین کا قول ہے کہ اسے حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور قاضی ابو عبد اللہ زبیر بن ابی بکر نے انساب قریش میں کہا: عاصی کو بدر کے روز حضرت علی بن ابی طالب

(12) بنی انمار بن بغیض سے ان کا حلیف عامر بن عبد اللہ۔ اسے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے دو مشرک قتل ہوئے:

(1) حارث بن عامر بن نوفل۔ اسے بنی حارث بن خزرج کے صحابی حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی سے پانچ آدمی قتل ہوئے:

(1) زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے بنی حرام کے شخص حضرت ثابت بن جذع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے قتل میں حضرت حمزہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہم تینوں شریک تھے۔

(2) حارث بن زمعہ۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) عقیل بن اسود بن مطلب۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

(4) ابوالبختری عاص بن ہشام بن حارث بن اسد۔ اسے حضرت مجذربن زیاد بلوی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابوالبختری کا نام عاص بن ہاشم ہے۔

(5) نوفل بن خویلد بن اسد یعنی ابن عدویہ عدی خزاعہ۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کو اسلام لانے پر ایک رسی میں باندھ دیا تھا۔ اس

رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں قتل کیا۔ حضرت ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابراہیم بن سعد سے انہوں نے حضرت صالح بن کیسان سے انہوں نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے، ان دنوں آپ امیر المؤمنین تھے، حضرت سعید بن عاصی ان کے پاس سے گزرے اور سلام کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ

وجہ سے ان دونوں حضرات کو قرینین کہا جاتا تھا۔ یہ شخص شیاطین قریش میں سے تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔
بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) نصر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مقام صفراء میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے حالت قید میں قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے مقام اٹیل پر قتل کیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ نصر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف ہے۔

(2) زید بن ملیص۔ یہ عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کا آزاد کردہ غلام تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: زید بن ملیص کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور یہ زید، بنی مازن بن مالک بن عمرو بن تیمم سے بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
بنی تیمم بن مرہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی تیمم بن مرہ سے بھی دو آدمی قتل ہوئے:

(1) عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیمم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) عثمان بن مالک بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

عنہ نے انہیں فرمایا: بھتیجے! قسم بخدا میں نے بدر کے روز تیرے باپ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اپنے ماموں عاصی بن ہشام کو قتل کیا تھا اور میری کیا مجال تھی کہ میں ایک مشرک کو قتل کرنے سے معذرت کرتا۔ راوی فرماتے ہیں یہ سن کر حضرت سعید بن عاصی (جو اس وقت کم سن تھے) نے کہا: اگر آپ اسے بھی قتل کرتے تو آپ حق پر ہوتے اور وہ باطل پر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر بہت

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ بن مرہ سے سترہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) ابو جہل عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کی ٹانگ کاٹ دی لیکن اس کے بیٹے عکرمہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا بازو کٹ گیا۔ پھر حضرت معوذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار ماری جو اس میں پیوست ہو گئی۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا لیکن زندگی کی کچھ رقم اس میں باقی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مقتولین کو تلاش کرنے کا حکم دیا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے زمین پر گرا ہوا پایا۔ آپ نے اس کا سر جھنجھوڑا اور تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔

(2) عاص بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم۔ اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) بنی تمیم سے ان کا حلیف یزید بن عبد اللہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بنی عمرو بن تمیم سے تھا اور بہت بہادر تھا۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) ان کا حلیف ابو مسافع اشعری۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابودجانہ ساعدی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) ان کا حلیف حرمہ بن عمرو۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بنی حارث بن خزرج سے ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور حرمہ بنی اسد سے تھا۔

(6) مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

خوش ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو موڑتے ہوئے فرمایا قریش سب سے افضل مسلمان اور سب سے بڑے امین ہیں۔ جو شخص قریش کو تکلیف پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ گرا دے گا۔ حضرت ابن شہاب نے فرمایا: میرے چچا مصعب بن عبد اللہ نے کہا لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے مٹی کھودتے ہوئے دیکھا، وہ یوں لک رہا تھا گویا بیل ہے۔ میں نے اس سے اعراض کیا لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

(7) ابوقیس بن ولید بن مغیرہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(8) ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بقول ابن ہشام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) رفاعہ بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ اسے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بقول ابن ہشام بنی حارث بن خزرج سے ہے۔

(10) منذر بن ابی رفاعہ بن عابد۔ اسے بقول ابن ہشام بنی عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف کے حلیف حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) عبد اللہ بن منذر بن ابی رفاعہ بن عابد۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(12) سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبد اللہ بن مخزوم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سائب بن ابی سائب رسول اللہ ﷺ کا شریک ہے جس کے بارے میں ایک حدیث بھی مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سائب بہت اچھا شریک ہے جو نہ ناراض ہوتا ہے نہ جھگڑتا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بحسن و خوبی اس پر کار بند بھی رہا۔ واللہ اعلم۔ اور حضرت ابن شہاب زہری نے حضرت عبید اللہ بن عتبہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم قریش کے ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور رسول

سائب بن ابی سائب

غزوہ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین میں سائب بن ابی سائب کا بھی ذکر آیا ہے۔ ابوسائب کا نام صفی بن عابد ہے۔ حضرت ابن ہشام نے سائب کو حالت کفر میں قتل کیے جانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس پر بحسن و خوبی کار بند بھی رہا جبکہ حضرت ابو عمر نے ابن زبیر سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ سائب کو بدر کے روز حالت کفر میں قتل کیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے انہوں نے اس بارے میں حضرت ابن اسحاق کے قول کی اتباع کی ہے اور حضرت زبیر نے اپنی کتاب میں بھی دو ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ان کے اس مذکورہ قول کی تردید کرتی ہیں۔ فرماتے ہیں محمد سے حضرت یحییٰ بن محمد بن عبد اللہ بن ثوبان نے بیان کیا انہوں نے حضرت جعفر بن عمر سے

اللہ ﷺ نے اسے جہرا نہ کے روز حنین کے اموالِ غنیمت سے حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

(13) اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(14) حاجب بن سائب بن عویمر بن عمرو بن عبد بن عمران بن مخزوم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا عائد بن عمران بن مخزوم بھی کہا گیا ہے اور اس کا نام حاجز بن سائب بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(15) عویمر بن سائب بن عویمر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت نعمان بن مالک قوی رضی اللہ عنہ نے دعوتِ مبارزت میں قتل کیا تھا۔

(16) بنی طيء سے ان کا حلیف عمرو بن سفیان۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت یزید بن رقیش رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(17) بنی طيء سے ان کا دوسرا حلیف جابر بن سفیان۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

انہوں نے حضرت یحییٰ بن کعب سے انہوں نے اپنے باپ کعب مولیٰ سعید بن عاصی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سمیت بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ لشکر کی بھیڑ میں سائب بن صفی بن عابد گر پڑے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو ان دنوں خلیفہ تھے، ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے فرمایا اس شیخ کو اٹھاؤ۔ جب سائب کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا اے معاویہ! یہ کیا؟ تم بیت اللہ شریف کے گرد ہمیں زمین پر گرا رہے ہو؟ حالانکہ قسم بخدا! میں نے تمہاری ماں کو عقد زوجیت میں لینے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کاش تم ایسا کرتے تو ان سے ابو سائب یعنی عبد اللہ بن سائب جیسا فرزند پیدا ہوتا“۔ یہ روایت سائب کے اسلام اور طولِ عمر کی واضح دلیل ہے۔ حضرت زبیر دوسرے مقام پر ذکر فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو ضمہ انس بن عیاض لیشی نے بتایا کہ میرے جد امجد حضرت ابو سائب نبی کریم ﷺ کے شریک تھے۔ ان کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو سائب بہت اچھے شریک ہیں جو کاروبار میں نہ جھگڑا کرتے اور نہ شک میں مبتلا ہوتے تھے۔ حضرت زبیر کی یہ دونوں روایات ان کے اس قول

بنی سہم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی سہم بن عمرو بن مصیص بن کعب بن لوی سے پانچ افراد قتل ہوئے:

(1) منبہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔ اسے حضرت ابوالیسر سلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) اس کا بیٹا عاص بن منبہ بن حجاج۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) منبہ بن حجاج بن عامر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت سعد بن

کے مخالف ہیں کہ سائب بن ابی سائب کو بدر کے روز حالت کفر میں قتل کر دیا گیا تھا۔ پھر حضرت ابن ہشام نے فرمایا کہ سائب بن ابی سائب کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابو سائب اچھے شریک ہیں جو کاروبار میں نہ جھگڑا کرتے ہیں اور نہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بحسن و خوبی اس پر کار بند رہے۔ پھر حضرت ابن ہشام نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن شہاب نے عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ذکر کیا ہے کہ سائب بن ابی سائب بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور آپ ﷺ نے انہیں جعرانہ کے روز حنین کے اموال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ حضرت ابو عمر نے فرمایا: اس باب میں یہ سب سے بہترین روایت ہے اور شریک رسول ﷺ والی حدیث بہت زیادہ مضطرب ہے کیونکہ بعض نے رسول اللہ ﷺ کا شریک سائب کو بنایا ہے، بعض نے ابو سائب کو جیسا کہ زبیر کی روایت میں مذکور ہے، بعض نے قیس بن سائب کو اور بعض نے عبد بن ابی سائب کو۔ لہذا اس اضطراب کی موجودگی میں اس حدیث سے نہ کچھ ثابت ہوتا ہے اور نہ دلیل قائم ہو سکتی ہے اور سائب بن ابی سائب ان لوگوں میں سے ہیں جن کی مال کے ذریعے دلداری کی گئی اور انہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کیا۔ کتاب الاستیعاب میں ابو عمر کا آخری کلام ہے جو مجھ سے ابو بکر بن طاہر اشبیلی نے عن ابی علی غسانی عن ابی عمر بیان کیا ہے۔ اسی طرح حدیث کے جو یہ الفاظ ہیں کہ ”وہ بہتر شریک تھے جو نہ جھگڑتے اور نہ شک کرتے تھے“۔ ان کے متعلق بھی مختلف روایات ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ نبی کریم ﷺ نے ابو سائب کے متعلق فرمائے اور بعض کا قول ہے کہ یہ الفاظ ابو سائب نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہے۔

ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

(4) ابوالعاص بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت نعمان بن قو قلی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے حضرت ابود جانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) عاصم بن عوف بن ضمیرہ بن سعید بن سہم۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بنی سلمہ سے ہے۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو بن ہمیس بن کعب بن لوی سے تین کفار قتل ہوئے:

(1) امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ اسے انصار کے قبیلہ بنی مازن کے ایک شخص نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسے حضرت معاذ بن عفراء، حضرت خارجہ بن زید اور حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہم تینوں نے مل کر قتل کیا۔

(2) اس کا بیٹا علی بن امیہ بن خلف۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) اوس بن معیر بن لوزان بن سعد بن جمح۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے حضرت حصین بن حارث بن مطلب اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

اوس بن خولی

بنی حبلی کے جو انصار غزوہ بدر میں شریک ہوئے ان میں حضرت اوس بن خولی کا ذکر آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بنی کملہ سے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان اور شجاع بن وہب کے درمیان رشتہ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ لغت میں خولی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو گھوڑوں کی خبر گیری کرتا ہو اور ان کی خدمت کرتا ہو۔ منقول ہے کہ جمیل کلبی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خولی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ خیل میں یا دراصل واؤ ہے۔

طلحہ کا بھائی

حضرت ابن ہشام نے چند ان مقتول مشرکین کا ذکر کیا ہے جن کا حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔ ان میں سے ایک مالک بن عبید اللہ بن عثمان ہے۔ یہ طلحہ بن عبد اللہ کا بھائی ہے۔

بنی عامر بن لوی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عامر بن لوی سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) بنی عبدالقیس سے ان کا حلیف معاویہ بن عامر۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اور بقول ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) بنی کلب بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث سے ان کا حلیف معبد بن وہب۔ اسے بکیر کے دو بیٹوں حضرت خالد اور حضرت ایاس رضی اللہ عنہما نے قتل کیا اور بقول ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مقتولین کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ بدر میں قریش کے مقتولین کی جو تعداد ہمارے شمار میں ہے وہ پچاس آدمی ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے حضرت ابو عبیدہ نے بیان فرمایا ”انہوں نے حضرت ابو عمرو سے روایت کیا کہ غزوہ بدر میں ستر مشرک قتل ہوئے اور اتنے ہی قید کئے گئے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب احد سے فرمایا: **أَوَلَمْ آَ صَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا** (آل عمران: 165) ”کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی“۔ یعنی تمہارے ستر مسلمان شہید ہوئے حالانکہ تم دشمن کو اس سے دگنی مصیبت پہنچا چکے ہو کہ تم نے ان کے ستر آدمی قتل کئے اور ستر کو قیدی بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غزوہ بدر میں ستر مشرک قتل ہوئے۔ دیگر مقتولین

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ان ستر مقتولین میں سے جن کا ذکر حضرت ابن اسحاق نے

ابن عبداللہ بن جدعان

بنی تیم بن مرہ کے مقتولین میں عمرو بن عبداللہ بن جدعان کا ذکر آیا ہے۔ اس کا باپ عبداللہ بن جدعان مشہور نجی ہے۔ اس کے پاس اتنا بڑا پیالہ تھا جس سے اونٹ پر سوار شخص بھی کھا سکتا تھا اور نبی کریم ﷺ اس کے سائے میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس میں ایک آدمی گر کر ہلاک

نہیں کیا وہ یہ ہیں:

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) وہب بن حارث - یہ بنی انمار بن بغیض سے ان کا حلیف تھا۔

(2) عامر بن زید - یہ اہل یمن سے ان کا حلیف تھا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزیٰ سے دو آدمی:

(1) عقبہ بن زید - یہ اہل یمن سے ان کا حلیف تھا۔

(2) ان کا آزاد کردہ غلام عمیر۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی:

(1) نبیہ بن زید بن ملیص۔

(2) عبید بن سلیط، یہ قبیلہ قیس سے ان کا حلیف تھا۔

بنی تیمم

بنی تیمم بن مرہ سے دو آدمی:

(1) مالک بن عبید اللہ بن عثمان - یہ ظلمہ بن عبید اللہ بن عثمان کا بھائی تھا۔ پہلے قید ہوا پھر قیدیوں

میں مر گیا تو اسے مقتولین میں شمار کیا گیا۔

(2) ایک قول کے مطابق عمرو بن عبد اللہ بن جدعان۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ سے سات آدمی:

ہو گیا۔ ہم نے اس کتاب کی ابتدا میں اس کے حالات بیان کر دیے ہیں اور تنگدستی کے بعد اس کے

دولت مند ہو جانے کا سبب بھی بیان کر دیا ہے اور اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت

ماتہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سوال بھی ذکر کیا ہے کہ آیا اس کی سخاوت اسے فائدہ دے گی یا نہیں؟

- (1) حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (2) ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (3) زہیر بن ابی رفاعہ۔ اسے حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (4) سائب بن ابی رفاعہ۔ اسے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (5) عائد بن سائب بن عویمیر۔ یہ پہلے قید ہوا پھر اس نے فدیہ بھی ادا کر دیا لیکن راستے میں اس زخم کی تاب نہ لا سکا جو اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔ اس وجہ سے مر گیا۔

(6) بنی طیء سے ان کا حلیف عمیر۔

(7) بنی قارہ سے ان کا حلیف خیار۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے ایک شخص سبرہ بن مالک۔ یہ ان کا حلیف تھا۔

بنی سہم

بنی سہم بن عمر سے دو آدمی:

- (1) حارث بن منبہ بن حجاج۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (2) عاصم بن ضیرہ کا بھتیجا عامر بن عوف بن ضیرہ۔ اسے حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حذیفہ بن ابی حذیفہ

حضرت ابن ہشام نے مقتولین بدر میں حذیفہ بن ابی حذیفہ کا ذکر کیا ہے۔ اس ابو حذیفہ کا نام مہشم ہے اور یہ ہشام بن مغیرہ اور ہاشم بن مغیرہ کا بھائی ہے۔ ہشام ابو جہل کا باپ تھا اور ہاشم حضرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نانا تھا، جبکہ مہشم ابو حذیفہ ہے۔ جہاں تک ابو حذیفہ بن عتبہ کا تعلق ہے تو اس کا نام قیس ہے لیکن حضرت ابن خفاف اور حضرت ابن ہشام نے یہ ذکر نہیں کیا بلکہ انہوں نے ابو حذیفہ بن عتبہ کا نام ہی مہشم بتایا ہے جو کہ علمائے نسب کے نزدیک غلط ہے۔ مہشم تو ابو حذیفہ بن مغیرہ ہے۔

غزوہ بدر میں اسیرانِ قریش

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بدر کے روز قریش میں سے مندرجہ ذیل لوگ قید کئے گئے:

بنی ہاشم

بنی ہاشم بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم۔

(2) نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم۔

بنی مطلب

بنی مطلب بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) سائب بن عبید بن یزید بن ہاشم بن مطلب۔

(2) نعمان بن عمرو بن علقمہ بن مطلب۔

بنی عبد شمس اور ان کے حلفاء

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے سات آدمی:

اسیرانِ بدر میں مسلمان ہونے والوں کے اسماء

حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن ہشام رحمہما اللہ نے ان خوش نصیبوں کا ذکر نہیں کیا جنہوں نے اسیرانِ بدر میں سے بعد میں اسلام قبول کر لیا حالانکہ سیرت کے قاری کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے۔ وہ خوش نصیب درج ذیل ہیں:

(1) حضرت عباس رضی اللہ عنہ

ان میں سب سے مقدم اور سب سے افضل رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا اسلام اور فضیلت مخفی نہیں۔ ہم نے اس فصل سے پہلے ایک فصل میں ان کے قبولِ اسلام کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہیں حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا جو کہ دبلے پتلے اور چھوٹے قد والے شخص تھے۔ مسند بزار میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ کو ابوالیسر نے کیسے قید کر لیا حالانکہ اگر آپ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑتے تو وہ آپ کی مٹھی میں آ جاتا؟ آپ نے جواب دیا: جو نبی میرا اس سے آمنا سامنا ہوا تو وہ مجھے خندمہ پہاڑ (مکہ کے قریب ایک پہاڑ) کی مانند دکھائی دیا۔

- (1) عمرو بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔
 (2) حارث بن ابی وجزہ بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس اور بقول ابن ہشام ابی وجرہ بھی کہا جاتا ہے۔

(3) ابوالعاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس۔

(4) ابوالعاص بن نوفل بن عبد شمس۔

اور ان کے حلفاء میں سے:

(5) ابوریشہ بن ابی عمرو۔

(6) عمرو بن ازرق اور

(7) عقبہ بن عبد الحارث بن حضرمی۔

بنی نوفل اور ان کے حلفاء

بنی نوفل بن عبد مناف سے تین آدمی:

(1) عدی بن خیبار بن عدی بن نوفل۔

(2) عثمان بن عبد شمس، یہ بنی مازن بن منصور سے ان کا حلیف تھا اور غزوہ ان بن جابر کا بھتیجا تھا۔

(3) ان کا ایک اور حلیف ابو ثور۔

(2) حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ نے حدیبیہ کے سال اسلام قبول کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ ان سے فرمایا اے ابو یزید! (حضرت عقیل کی کنیت) میں تیرے ساتھ دوہری محبت رکھتا ہوں، ایک قرابت کی محبت اور دوسری محبت اس وجہ سے کہ میرے چچا تم سے محبت کرتے تھے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ ہمرہ میں سکونت پذیر رہے یہاں تک کہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ملک شام میں وفات پا گئے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مد پانی سے وضو کیا اور ایک صاع پانی سے غسل فرمایا۔ آپ نے ایک اور حدیث بھی روایت کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الْوَفَاءُ وَالْيَمِينُ نَهْ كَهْ بَلْكَ يُوْنُ كَهْ بَارَكْ اللّٰهُ لَكَ وَ بَارَكْ عَلَیْكَ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو مبارک کرے اور تم پر برکت نازل فرمائے۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے

بنی عبدالدار اور ان کے حلفاء

بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی:

(1) ابو عزیز بن عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار۔

(2) ان کا حلیف اسود بن عامر۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسود بن عامر بن عمرو بن حارث بن سباق کی اولاد ہیں۔

بنی اسد اور ان کے حلفاء

بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی سے تین آدمی:

(1) سائب بن ابی حبیش بن مطلب بن اسد۔

(2) حویرث بن عباد بن عثمان بن اسد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ حارث بن عائد بن عثمان بن اسد ہے۔

تھے اور حضرت طالب حضرت عقیل سے اتنے ہی بڑے تھے۔

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ

مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوہ خندق کے سال اسلام قوال کیا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اسی وقت اسلام لے آئے تھے جب آپ کو قید کیا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی: میرے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے مال نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان نیزوں کے ذریعے فدیہ ادا کرو جو تم نے جدہ میں رکھے ہیں۔ حضور کا یہ ارشاد سن کر وہ کہنے لگے: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جدہ میں میرے نیزے پڑے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں حضرت نوفل ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا تھا اور آپ نے غزوہ حنین کے لئے روانہ ہوتے وقت تین ہزار نیزے دے کر رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: ”گویا میں تمہارے ان نیزوں کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ کافروں کی پشتیں توڑ رہے ہیں۔“ آپ کی وفات ۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(3) ان کا حلیف سالم بن شماس۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ بن مرہ سے نو آدمی:

(1) خالد بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(2) امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔

(3) ولید بن ولید بن مغیرہ۔

(4) عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(5) صلی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(6) ابوالحسنہ بن ابی رفاعہ بن عبد اللہ بن عمیر بن مخزوم۔

حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیران بدر میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کے داماد حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن اسحاق کے ساتھ ساتھ ہم نے بھی آپ کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ان کے نام کا اختلاف بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو عزیز بن عمیر عبد رزی رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت ابو عزیز بن عمیر عبد رزی رضی اللہ عنہ ہیں۔ غزوہ بدر کے واقعات کے شروع میں ہم نے ان کا نام، ان کی والدہ اور ان کے بھائیوں کے نام ذکر کر دیے ہیں۔

حضرت سائب بن ابی حبیش رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت سائب بن ابی حبیش بن مطلب بن اسد بن عبد العزی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ وہی صحابی ہیں جن کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ایسا شخص ہے جس میں نے کوئی عیب نہیں دیکھا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میں ہی اس پر عیب لگانے پر قادر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان حضرت سائب کے بیٹے عبد اللہ بن سائب کے بارے میں ہے۔ یہی سائب حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کے اہل ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں استخاضہ کی شکایت کی تھی۔

(7) ابو عطاء عبد اللہ بن ابی سائب بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

(8) مطلب بن حطب بن حارث بن عبید بن عمر بن مخزوم۔

(9) ان کا حلیف خالد بن اعلم۔ یہی وہ شخص ہے جو قریش کے لشکر سے سب سے پہلے بھاگا تھا

حالانکہ اس کا کہنا تھا:

وَلَسْنَا عَلَى الْآدْبَارِ تَذْمِي كُلُّوْمَنَا وَ لَكِنْ عَلَى أَقْدَامِنَا يَقْطُرُ الدَّمُ

”ہم ایسے لوگ نہیں کہ ہماری پیٹھوں پر لگے ہوئے زخموں سے خون بہہ رہا ہو بلکہ ہمارے

سامنے والے زخموں سے خون کے قطرے گرتے ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: وَلَسْنَا عَلَى الْآعْقَابِ بھی مروی ہے اور خالد بن اعلم کا

تعلق بنی خزاعہ سے ہے اور اسے عقیلی بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت خالد بن ہشام

اسلام قبول کرنے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت خالد بن ہشام ہیں۔ بعض نے انہیں

ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کی مال کے ذریعے دلداری کی گئی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن سائب

ان میں سے ایک حضرت عبد اللہ بن ابی سائب ہیں اور ابو سائب کا نام صلیبی ہے۔ ان کے متعلق

اور ان کے باپ کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان پہلے گزر چکا ہے۔ انہی سے اہل مکہ

نے قراءت سیکھی اور انہیں اہل مکہ کے قراء میں سے حضرت مجاہد وغیرہ نے قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔

حضرت مطلب بن حطب

ان میں سے ایک حضرت مطلب بن حطب بن حارث بن عبید بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہیں۔

عمر بن مخزوم کے تین بیٹے ہیں: عبد العزی، عابد اور عبد اللہ اور بعض اہل لب نے عثمان بن عمر کو بھی ان

میں ذکر کیا ہے اور مخزوم کے بھی تین بیٹے ہیں: مذکورہ تینوں بھائیوں کا باپ عمر، عمران اور عامر۔ اور

مخزوم کے بیٹوں میں عمیر اور عمیرہ کو بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ عمیرہ کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی جس کا

نام زینب تھا۔ حضرت مطلب بن حطب کی روایت کردہ احادیث میں سے ایک یہ حدیث ہے جس

میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی میرے لئے وہی حیثیت ہے جو سر کے

لئے کانوں اور آنکھوں کی ہے۔“ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔

بنی سہم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے چار آدمی:

(1) ابووداعہ بن ضمیرہ بن سعد بن سہم۔ اس کا سب سے پہلے فدیہ ادا ہوا جو اس کے بیٹے مطلب بن ابی ووداعہ نے دیا تھا۔

(2) فروہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعد بن سہم۔

(3) حظلہ بن قبیسہ بن حذافہ بن سعد بن سہم۔

(4) حجاج بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے پانچ آدمی:

(1) عبداللہ بن ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

حضرت حکم بن عبدالمطلب

حضرت مطلب بن حطب کی اولاد سے ایک بزرگ گزرے ہیں جن کا نام حضرت حکم بن عبدالمطلب بن عبداللہ بن مطلب ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے کریم اور نخی تھے۔ آخری عمر میں آپ نے زہد و تقویٰ اختیار کیا اور بیچ کے مقام پر وفات پائی۔ آپ کے مرثیہ میں عباؤہ بن عمر راجی کہتا ہے:

سَأَلُوا عَنِ الْجُودِ وَالْمَعْرُوفِ مَا فَعَلَا فَقُلْتُ إِنَّهَا مَاتَا مِنَ الْحَكَمِ
”لوگوں نے مجھ سے سخاوت اور بھلائی کے متعلق پوچھا کہ ان کا کیا ہنا؟ میں نے جواب دیا کہ وہ دونوں حکم کے ساتھ ہی مر گئے۔“

مَاتَا مَعَ الرَّجُلِ النَّوْكِى بِذِمَّتِهِ قَبْلَ السُّؤَالِ إِذَا لَمْ يُوَفَّ بِالدِّمَمِ
”وہ دونوں ایک ایسے شخص کے ساتھ مر گئے جو اس وقت بھی سوال کرنے سے پہلے اپنی ذمہ داری پوری کرنے والا تھا جب دوسرے لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرتے تھے۔“

حضرت دارقطنی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حمید بن معروف نے فرمایا: میں حضرت حکم بن عبدالمطلب بن عبد الرحمن بن مطلب بن حطب کی وفات کے وقت وہاں موجود تھا، آپ پر موت کی سخت طاری ہوئی تو ان کے اہل خانہ میں سے کسی نے دعا کی: یا اللہ! ان پر موت کو آسان فرما کیونکہ ان میں

- (2) ابو عزرہ عمرو بن عبد بن عثمان بن وہیب بن حذافہ بن جح۔
 (3) امیہ بن خلف کا آزاد کردہ غلام فاکہ جس کا بعد میں رباح بن مخترف نے دعویٰ کیا تھا اور وہ کہتا تھا کہ یہ بنی شامخ بن محارب بن فہر سے ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فاکہ بن حرول بن حذیم بن عوف بن غضب بن شامخ بن محارب بن فہر ہے۔
 (4) وہب بن عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جح۔
 (5) ربیعہ بن دراح بن عنہس بن ابہان بن وہب بن حذافہ بن جح۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے تین آدمی:

- (1) سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔ اسے حضرت مالک بن دشتم رضی اللہ عنہ نے قید کیا جن کا تعلق بنی سالم بن عوف سے ہے۔
 (2) عبد بن زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

فلاں فلاں اچھی صفات موجود تھیں۔ پھر جب حضرت حکم کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ بات کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے کہا: میں نے یہ بات کہی۔ آپ نے فرمایا: تجھ سے ملک الموت فرما رہے ہیں میں ہر نچی پر زمی کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ یہ واقعہ حضرت زبیر بن ابی بکر نے بھی ذکر کیا ہے۔ جب حضرت حکم کو کسی مقدمہ میں قید کیا گیا تو ان کے بارے میں کسی شاعر نے کہا:

مَحْلُوتٌ إِنْ الْجُودَ فِي السِّجْنِ فَأَبْكِيَا عَلَى الْجُودِ إِذْ سُدَّتْ عَلَيْهِ مَرَافِقُهُ

”اے میرے دونوں دوستو! بے شک سخاوت قید خانے میں بند ہے، اس لئے تم اس سخاوت پر آنسو بہاؤ کیونکہ اس کے ہاتھوں کو باندھ دیا گیا ہے۔“

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے۔ اس شعر پر شاعر کو تین ہزار درہم بطور انعام دیے گئے۔

مزید اسلام لانے والے اسیران بدر

حضرت ابووداعہ حارث بن صبیہ

مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت ابووداعہ حارث بن صبیہ بن سعید بن سعد بن ہم ہیں۔ آپ نے اور آپ کے بیٹے حضرت مطلب بن ابی وداعہ نے فتح مکہ کے روز اکٹھے اسلام قبول کیا۔

(3) عبدالرحمن بن مشنوء بن وقدان بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بنی حارث بن فہر

بنی حارث بن فہر سے دو آدمی:

(1) طفیل بن ابی قنیع۔

(2) عتبہ بن عمرو بن جحدم۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ تینتالیس قیدی ہیں جن کے نام ہمیں یاد رہے ہیں۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ان تینتالیس قیدیوں میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کا نام ہم بیان نہیں کر سکے۔

دیگر اسیران بدر

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جن اسیران برکاذکر حضرت ابن اسحاق نے نہیں کیا وہ یہ ہیں:

حضرت حجاج بن حارث

ان میں سے ایک حضرت حجاج بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم ہیں۔ واقدی اور دیگر علماء نے حضرت ابن اسحاق کے اس قول کے ساتھ اتفاق نہیں کیا کہ ان کے جد اعلیٰ کا نام سعید بن سہم ہے۔ انہوں نے کہا اس کا نام تو سعد بن سہم ہے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ میرا خیال ہے اس مقام پر حضرت حجاج کو غلطی سے ذکر کر دیا گیا ہے کیونکہ آپ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں اور آپ غزوہ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اس لئے آپ کو اسیران بدر میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟

حضرت عبداللہ بن ابی

ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن ابی بن خلف جمحی ہیں۔ آپ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور جنگ جمل میں کام آئے۔

حضرت وہب بن عمیر جمحی

ان میں سے ایک حضرت وہب بن عمیر جمحی ہیں۔ پہلے حضرت ابو عمیر آپ کا فدیہ ادا کرنے کے بہانے آئے تھے لیکن بعد میں دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابن اسحاق نے آپ کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے ذکر کر دیا ہے۔

بنی ہاشم

بنی عبد ہاشم بن عبد مناف سے ایک شخص عتبہ۔ یہ بنی فہر سے ان کا حلیف تھا۔

بنی مطلب

بنی مطلب بن عبد مناف سے تین آدمی:

(1) ان کا حلیف عقیل بن عمرو۔

(2) اس کا بھائی تمیم بن عمرو۔

حضرت سہیل بن عمرو

ان میں سے ایک حضرت سہیل بن عمرو ہیں۔ آپ نے اسلام قبول کیا اور شام میں جام شہادت نوش کیا۔ آپ قریش کے خطیب تھے۔ سیرت وغیرہ میں آپ کے واقعات مشہور ہیں۔

حضرت عبد بن زمعہ

ان میں سے ایک حضرت عبد بن زمعہ ہیں۔ آپ حضرت سودہ بنت زمعہ کے بھائی ہیں۔ آپ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جن کے ساتھ حضرت سعد نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ اس بیٹے کا نام عبد الرحمن تھا۔ آپ ہی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! اس بیٹے کا حقدار تو ہے۔

حضرت قیس بن سائب مخزومی

ان میں سے ایک حضرت قیس بن سائب بن عویمر بن عائد بن عمران بن مخزوم ہیں۔ حضرت مجاہد بن جبیر القاری کی دلاء آپ ہی کو حاصل تھی۔ انہیں مجاہد بن جبر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے تھے: میرے مولیٰ حضرت قیس بن سائب ہی کے ہارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: **وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فَدْيَةً طَعَامٌ مُسَكِّنٌ** (بقرہ: 184) "اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا"۔ اس کے بعد آپ نے روزہ ترک کر دیا اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے لگے۔ انہی کا قول ہے کہ دور جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ میرے شریک تجارت تھے اور آپ اچھے شریک تھے جو نہ جھگڑتے اور نہ شک کرتے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ بات ان کے ہاں نے کہی تھی۔ اس ہارے میں اضطراب اور اختلاف پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(3) اس کا بیٹا۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) خالد بن اسید بن ابی العیص۔

(2) ابوالعریض یسار مولیٰ عاص بن امیہ۔

حضرت نسطاس

ان میں سے ایک امیہ بن خلف کے آزاد کردہ غلام حضرت نسطاس ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوہ احد کے بعد اسلام قبول کیا۔ آپ اس روز مشرکین کی شکست، ایک قبہ میں آپ کے پاس مسلمانوں کے داخلے اور صفوان کے فرار کا عجیب و غریب واقعہ بیان کرتے تھے جو حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔

یہ وہ تمام خوش نصیب ہیں جو اسیران بدر میں سے اسلام لائے۔

اسلام قبول نہ کرنے والے اسیران بدر

اسیران بدر میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ یہ ہیں:

(1) عبد اللہ بن حمید بن زہیر اسدی۔ اس کا مشہور نام عبید اللہ بن حمید ہے۔ ابن قتیبہ اور ابو عمر نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(2) ابونصر الکلاباذی۔ یہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے ایک نسب میں جوہلی بن فاران بن عمرو ذکر کیا ہے۔ یہ اکثر اہل نسب کے نزدیک بغیر الف کے فران ہے۔ البتہ ابن درید نے اسے راء کی تشدید کے ساتھ فران کہا ہے۔ انہوں نے کہا یہ فرار مصدر سے فَعْلَان کا وزن ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات

سیرت ابن ہشام میں ذکر ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے اور ان کی تیمارداری کی خاطر مدینہ طیبہ میں ٹھہر گئے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا اور جہاد کے ثواب کی بھی خوشخبری دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اس روز ہوئی جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے ایک آدمی نبہان جوان کا آزاد کردہ غلام تھا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی سے بھی ایک آدمی عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن حارث۔

بنی عبد الدار

بنی عبد الدار بن قصی سے بھی ایک آدمی عقیل جو یمن سے ان کا حلیف تھا۔

بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر آئے۔ آپ کی یوم وفات کے متعلق یہی صحیح قول ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی کی تدفین کے وقت وہاں موجود تھے۔ آپ ﷺ ان کی قبر انور کے پاس تشریف فرما ہوئے درآں حالیکہ آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: آج رات کس نے حقوق زوجیت ادا نہیں کئے۔ حضرت ابو طلحہ نے عرض کی: میں نے۔ آپ ﷺ نے انہیں قبر میں اترنے کا حکم فرمایا۔ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا انکار کیا ہے اور کتاب الجامع میں اس کی تخریج کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت یوں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے دفن کے وقت حاضر تھے۔ الحدیث۔ آپ نے اس روایت میں حضرت رقیہ وغیرہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ علامہ طبری نے اس روایت کو یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دفن کے وقت حاضر تھے۔ الحدیث۔ یہ سب ایک ہی حدیث ہے اور جس نے اس حدیث میں حضرت رقیہ کا نام ذکر کیا ہے اسے بلاشبہ وہم ہوا ہے اور اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اَیُّکُمْ لَمْ یُقَارِفِ اللَّیْلَةَ؟ حدیث کے راوی حضرت فلیح بن سلیمان نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ آج رات کس نے گناہ نہیں کیا۔ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اس معنی کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ قبر میں اترنے کے زیادہ لائق تھے بلکہ آپ کی مراد یہ تھی: اَیُّکُمْ لَمْ یُقَارِفِ أَهْلَهُ؟ کہ آج رات کون اپنی زوجہ کے قریب نہیں گیا؟ دیگر رواۃ نے انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابن بطال نے کہا: اس سوال سے نبی کریم ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ کی قبر انور میں اتریں اور آپ اس بات کے سب سے زیادہ حقدار بھی تھے کیونکہ آپ ان کے خاندان سے اور دوسرے لوگوں میں وہ قلبی محبت

بنی تیم

بنی تیم بن مرہ سے دو آدمی:

(1) مسافع بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم۔

(2) ان کا حلیف جابر بن زبیر۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ سے ایک آدمی قیس بن سائب۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے چھ آدمی:

(1) عمرو بن ابی بن خلف۔

(2) ان کا حلیف ابورہم بن عبد اللہ۔

(3) ان کا ایک اور حلیف جس کا نام مجھے بھول گیا۔

(4) امیہ بن خلف کا آزاد کردہ غلام سطاس

(5) اس کا دوسرا آزاد کردہ غلام۔

(6) امیہ بن خلف کا ایک غلام ابورافع۔

نہ تھی جس کا کوئی عوض نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ آج رات کس نے حقوق زوجیت ادا نہیں کئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خاموش رہے کیونکہ آپ نے اسی رات حقوق زوجیت ادا کئے تھے جس رات آپ کی زوجہ کی وفات ہوئی تھی اور اس مصیبت کا غم اور نبی کریم ﷺ سے رشتہ مصاہرت کا انقطاع آپ کو حقوق زوجیت ادا کرنے سے غافل نہ کر سکا۔ اس بناء پر آپ اپنے اس حق سے محروم ہو گئے حالانکہ آپ حضرت ابو طلحہ وغیرہ سے اس بات کے زیادہ حقدار تھے۔ اس حدیث کا یہی معنی واضح ہے اور شاید نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اس بات کا علم تھا لیکن آپ نے اس کا اظہار نہ فرمایا کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک حلال کام کیا تھا۔ البتہ مصیبت نے آپ پر اس حد تک اثر نہ کیا کہ آپ حقوق زوجیت سے غافل ہو جاتے یہاں تک کہ آپ کو اشارۃً اس حق سے محروم کر دیا گیا۔ اللہ اعلم

بنی سہم

بنی سہم بن عمرو سے ایک شخص اسلم مولیٰ نبیہ بن حجاج۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے دو آدمی:

(1) حبیب بن جابر۔

(2) سائب بن مالک۔

بنی حارث

بنی حارث بن فہر سے بھی دو آدمی:

(1) شافع۔

(2) شفیع۔ یہ دونوں سرزمین یمن سے ان کے حلیف تھے۔

غزوہ بدر کے متعلق اشعار

قصیدہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ بدر کے متعلق جو اشعار کہے گئے اور جن کے ذریعے لوگوں نے ایک دوسرے کے جواب دیئے ان میں سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رحمہ اللہ کا یہ کلام ہے۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا اکثر علمائے شعر ان اشعار اور ان کے جوابی اشعار کا انکار کرتے ہیں:

أَلَمْ تَرَ أَمْرًا كَانَ مِنْ عَجَبِ الذَّهْرِ وَ لِلْحَيْنِ أَسْبَابٌ مُبَيَّنَةٌ الْأَمْرِ

”(اے مخاطب!) کیا تو نے اس واقعہ میں غور نہیں کیا جو زمانے کے عجائبات میں سے تھا اور موت کے لئے کچھ اسباب ایسے ہوتے ہیں جن کا معاملہ ظاہر ہوتا ہے۔“

غزوہ بدر کے متعلق اشعار

ہم واقعہ ہجرت کے آخر میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہم ان اشعار کی کوئی شرح پیش نہیں کریں گے جن میں مسلمانوں کی ہجو کی گئی ہو اور جن میں مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے ہوں۔ بجز ان اشعار کے جن کے شاعر نے اسلام قبول کر لیا ہو۔ اور ہم نے وہاں ان اشعار کے بارے میں کی جانے والی بحث پر بھی گفتگو کی ہے اور وہاں اس شخص کا قول بھی ذکر کیا ہے جس نے ان اشعار کے باعث ابن اسحاق پر طعن کیا ہے اور ہم نے حق کو بیان کیا۔ والحمد للہ۔

وَمَا ذَاكَ إِلَّا أَنْ قَوْمًا أَفَادَهُمْ فَحَانُوا تَوَاصٍ بِالْعُقُوقِ وَ بِالْكَفْرِ
 ”اور وہ واقعہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ایک قوم کو نافرمانی اور کفر کی باہمی نصیحت نے ہلاک کر دیا پس وہ ہلاک ہو گئے۔“

عَشِيَّةَ رَاحٍ نَحْوَ بَذْرِ بِجَنَعِهِمْ فَكَانُوا دُهُونًا لِلرَّكِيَّةِ مِنْ بَذْرِ
 اس شام کو جب وہ اپنا لشکر لے کر بدر کی طرف چلے پس وہ بدر کے کنویں میں ہمیشہ رہ گئے۔
 وَ كُنَّا طَلَبْنَا الْعَيْرَ لَمْ نَبْغِ غَيْرَهَا فَسَارُوا إِلَيْنَا فَالْتَقَيْنَا عَلَى قَدَرٍ
 ”اور ہم تو قافلے کی تلاش میں نکلے تھے، اس کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہ تھا، وہ ہماری طرف چلے، اس طرح ہم تقدیر کے ٹھہرائے ہوئے مقام پر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔“

فَلَمَّا التَّقَيْنَا لَمْ تَكُنْ مَثْوِيَّةً لَنَا غَيْرَ طَعْنٍ بِالشَّقْفَةِ الشَّرِّ
 ”پھر جب ہم ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے تو ہمارے لئے واپسی کی کوئی صورت نہ تھی بجز سیدھے کئے ہوئے گندم گوں نیزوں کے ساتھ نیزہ زنی کے۔“

وَ ضَرْبٍ بِيضٍ يَخْتَلِي الْهَامَ حَدَّهَا مُشَهَّرَةً الْأَلْوَانِ بَيِّنَةً الْآثَرِ
 ”اور بجز چمکتی ہوئی تلواروں کے ساتھ وار کرنے کے جن کی دھاریں کھوپڑیوں کو کاٹ دیتی ہیں اور جن کے رنگ سفید اور جن کے جوہر خوب نمایاں ہیں۔“

وَ نَحْنُ تَرَكْنَا عَتَبَةَ الْغَيِّ ثَاوِيًا وَ شَيْبَةً فِي قَتْلَى تَجَرَّجَمُ فِي الْجَفْرِ
 ”اور ہم نے گمراہی کی دہلیز (عتبہ) کو پیوند خاک کر کے چھوڑا اور شبیبہ کو ان مقتولوں کے درمیان چھوڑا جو کنویں میں پھڑپھڑے پڑے تھے۔“

حضرت حمزہ کی طرف منسوب اشعار

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اشعار میں ہے: وَمَا ذَاكَ إِلَّا أَنْ قَوْمًا أَفَادَهُمْ۔ اَفَادَ کا معنی ہے ہلاک کر دیا۔ جب کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو یہ الفاظ کہے جاتے: فَادَ، فَاظَ، فَطَسَ، فَاذَ اور فَوَظَ اور ضاد کے ساتھ فَاضَ نہیں کہا جاتا اور فَاظَتُ نَفْسُهُ صرف بنی ضبہ بن اد کی لغت میں کہا جاتا ہے۔ تَوَاصٍ الوصیۃ سے باب تفاعل ہے اور یہ اَفَادَهُمْ کا فاعل ہے۔ ان اشعار میں ہے تَجَرَّجَمُ فِي الْجَفْرِ۔ الجفر ہر اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پتھر نہ لگائے گئے ہوں۔ اسی کی مثل الْجَفْرَةُ ہے اور تجرجم کا معنی ہے ایک دوسرے کے اوپر گرا دینا۔

وَعَمَرُوا ثَوِي فِيْمَنْ ثَوِي مِنْ حُمَاتِهِمْ فَشَقَّتْ جُيُوبُ النَّائِحَاتِ عَلَى عَمَرٍ
اور عمرو بھی ان لوگوں میں پیوند خاک ہو گیا جو ان کے حمایتیوں میں سے پیوند خاک ہو گئے۔
اس لئے عمرو پر نوحہ خواں عورتوں کے گریبان تارتا رہ گئے۔

جُيُوبُ نِسَاءٍ مِنْ ثَوِي بْنِ غَالِبٍ كِرَامٍ تَفَرَّغْنَ الدَّوَانِبَ مِنْ فِيْهِمْ
”بنی ثوی بن غالب کی ان شریف عورتوں کے گریبان (تارتا رہ گئے) جو بنی فہر کی بلند
مرتبہ عورتوں پر بھی فائق تھیں۔“

أُولَئِكَ قَوْمٌ قَتَلُوا فِي ضَلَالِهِمْ وَ خَلَّوْا لِيَوَاءَ غَيْرِ مُحْتَضِرِ النَّصْرِ
”یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی گمراہی میں مار ڈالے گئے اور وہ پرچم کو اس حالت میں چھوڑ گئے کہ
موتے دم تک اس کے پاس مدد نہ پہنچ سکے۔“

لِيَوَاءَ ضَلَالٍ قَادَ ابْلِيسُ أَهْلَهُ فَخَاسَ بِهِمْ إِنَّ الْخَبِيثَ إِلَى غَدْرِ
”گمراہی کے اس پرچم کو جس پرچم والوں کی قیادت ابلیس نے کی پس اس نے ان کے
ساتھ دھوکہ کیا، بے شک خبیث دھوکے کی طرف ہی جانے والا ہے۔“

وَقَالَ لَهُمْ إِذْ عَايَنَ الْأَمْرَ وَاضِحًا بَرِئْتُ إِلَيْكُمْ مَا بِيَ الْيَوْمَ مِنْ صَبْرٍ
”اور جب اس نے معاملے (مسلمانوں کی نصرت) کو واضح طور پر دیکھ لیا تو اس نے انہیں
کہا میں تم سے بری الذمہ ہوں، آج مجھ میں صبر کی ہمت نہیں۔“

فَإِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَ إِنِّي أَخَافُ عِقَابَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو قَسْرِ
”کیونکہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے اور میں سزائے الہی سے ڈرتا ہوں اور اللہ
قہر و غلبہ والا ہے۔“

فَقَدَّمَهُمْ لِلْحَيِّنِ حَتَّى تَوَرَّطُوا وَ كَانَ بَمَا لَمْ يَخْبِرِ الْقَوْمَ ذَا خُبْرٍ
”پس وہ انہیں موت کے لئے بڑھالایا یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پھنس گئے اور وہ اس
بات سے خوب آگاہ تھا جس کی قوم کو خبر تک نہ تھی۔“

فَكَانُوا غَدَاةَ الْبُثْرِ الْفَا وَ جَمَعْنَا ثَلَاثَ مِائَةٍ كَالْمُسَدَّمَةِ الزَّهْرِ
”اور وہ کنویں پر پہنچنے کی صبح کو ایک ہزار تھے اور ہمارے لشکر والے سفید نراونٹوں کی مثل تین
سو تھے۔“

وَ فِينَا جُنُودُ اللَّهِ حِينَ يُبْذَنَ بِهِمْ فِي مَقَامٍ ثُمَّ مُسْتَوْضِحِ الدِّكْرِ

”اور ہم میں اللہ کے لشکر تھے جب وہ کسی مقام پر ان کے خلاف ہماری مدد کرتے تو وہاں اس کے بیان کی وضاحت پوچھی جاتی (کہ یہ کون لوگ ہیں)۔“

فَشَدَّ بِهِمْ جَبْرِيلُ تَحْتَ لَوَائِنَا لَدَى مَائِزٍ فِيهِ مَنَآيَاهُمْ تَجْرِي
”پس حضرت جبریل نے ہمارے پرچم کے نیچے رہ کر انہیں ایسی تنگ جگہ پر جکڑ دیا جہاں ان پر لگاتار موتیں چلی آرہی تھیں۔“

حارث بن ہشام کا جواب

اس کا جواب حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا اور کہا:

أَلَا يَا لِقَوْمِي لِلصَّبَابَةِ وَالْهَجْرِ وَ لِلْحُزْنِ مِنِّي وَالْحَرَارَةِ فِي الصَّدْرِ
”اے میری قوم! سن عشق اور فراق اور میرے غم اور سینے کی جلن کا حال۔“

وَلِلذَّمِّ مِنْ عَمْنِي جَوْدًا كَأَنَّهُ فَرِيْدٌ هَوَى مِنْ سِلْكٍ نَاطِيهِ يَجْرِي
”اور سن میری آنکھوں سے موسلا دھار بہنے والے آنسوؤں کا حال گویا وہ ایسا ہار ہیں جو لڑی پرونے والے کی لڑی سے نکل کر تیزی سے گر رہے ہیں۔“

عَلَى الْبَطْلِ الْخُلُوِ الشَّائِلِ إِذْ ثَوَى دَهْمِنَ مَقَامٍ لِلرَّكِيَةِ مِنْ بَذْرِ
” (یہ آنسو) خوش اخلاق بہادر پر (بہرہ رہے ہیں) کیونکہ وہ بدر کے کنویں کے مقام پر ہمیشہ کے لئے پیوند خاک ہو کر رہ گیا۔“

فَلَا تَبْعُدُنْ يَا عَمْرُو مِنْ ذِي قَرَابَةِ وَ مِنْ ذِي نِدَامٍ كَانَ ذَا خُلُقٍ غَمِرِ
”اے عمرو! جو بڑا وسیع اخلاق والا تھا تو قرابت داروں اور ہم نشینوں (کے دلوں) سے ہرگز دور نہ ہو۔“

فَإِنْ يَكُ قَوْمٌ صَادَفُوا مِنْكَ دَوْلَةً فَلَا بُدَّ لِلْأَيَّامِ مِنْ دَوَلِ الدَّهْرِ
اگر کسی قوم نے اتفاقی طور پر تجھ پر غلبہ پالیا ہے تو زمانے میں انقلابات زمانہ تو ضروری ہیں۔

فَقَدْ كُنْتُ فِي صَرْفِ الزَّمَانِ الَّذِي مَضَى تُرِيهِمْ هَوَانًا مِنْكَ ذَا سُبُلٍ وَغَرِ
”کیونکہ گزشتہ زمانے کی گردش میں تو اپنی بہادری سے انہیں سخت راہیں دکھاتا تھا۔“

فَالَا أَمْتُ يَا عَمْرُو أَتُرْكُكَ ثَانِرًا وَ لَا أَبْقِي بَقِيًّا فِي إِحْيَاءٍ وَ لَا صَهْرٍ
”اے عمرو! اگر میں نہ مرا تو تیرا انتقام لے کر چھوڑوں گا اور کسی طرح کے بھائی چارے اور سسرالی رشتہ کو باقی نہیں رکھوں گا۔“

وَ اقْطَعُ ظَهْرًا مِّنْ رِّجَالٍ بَعْشَرَ كِرَامٍ عَلَيْهِمْ مِثْلَ مَا قَطَعُوا ظَهْرِي
”اور ان کے عزیز ترین رشتہ داروں کی کمر اسی طرح توڑ دوں گا جس طرح انہوں نے میری
کمر توڑ دی ہے۔“

اَغْرَهُمْ مَا جَمَعُوا مِنْ وَشِيظَةٍ وَ نَحْنُ الصَّيِّمُ فِي الْقَبَائِلِ مِنْ فِهْرِ
”ان کو اس بات نے مغرور بنا دیا ہے جو انہوں نے مختلف النسل لوگ جمع کر لیے ہیں اور ہم
تو بنی فہر کے قبائل میں خالص لوگ ہیں۔“

فَيَا لَوْيَ ذَبُّوا عَنْ حَرِيمِكُمْ وَالْهَيْ لَا تَتْرُكُوْهَا لِذِي الْفَخْرِ
”پس اے آلِ لوی! اپنی عزت اور معبودوں کی حفاظت کرو، انہیں فخر کرنے والے کے لئے
نہ چھوڑ دو۔“

تَوَارَثَهَا اَبَائُكُمْ وَوَرِثْتُمْ اَوَا سِيَّهَا وَالْبَيْتَ ذَالسَّقْفِ وَالسِّتْرَ
”تمہارے آباء و اجداد نے انہیں وراثت میں پایا اور پھر تم نے ان کی بنیادوں اور اس
چھت اور پردوں والے گھر کو وراثت میں پایا ہے۔“

فَمَا لِحَلِيمٍ قَدْ ارَادَ هَلَاكَكُمْ فَلَا تَعْدِرُوْهُ اِلْ غَالِبَ مِنْ عُدْرِ
”ایک حلیم شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے تمہاری ہلاکت کا ارادہ کر لیا ہے پس اے آلِ
غالب! تم اس کا کوئی عذر قبول نہ کرو۔“

وَ جَدُّوْا لِيْنَ عَادِيْتُمْ وَ تَوَاذَرُوْا وَ كُوْنُوْا جَمِيْعًا فِي التَّائِسِ وَ فِي الصَّبْرِ
”اور ان لوگوں کے مقابلے میں خوب کوشش کرو جن سے تمہاری دشمنی ہے اور ایک دوسرے
سے تعاون کرو اور ایک دوسرے کی بات ماننے اور صبر میں متفق رہو۔“

لَعَلَّكُمْ اَنْ تَتَّارُوْا بِاَحْيَكُمْ وَ لَا شَيْءَ اِنْ لَّمْ تَتَّارُوْا بِذَوِيْ عَمْرٍو
”تا کہ تم اپنے بھائی کا بدلہ لے سکو اور اگر تم نے بدلہ نہ لیا تو عمرو تم سے کسی قسم کا تعلق رکھنے
والا نہیں۔“

بِطَرْدَاتٍ فِي الْاَكْفِ كَانَهَا وَمِیْضُ تُطِيرُ الْهَامَ بَيْنَهُ الْاَثَرِ
”ہاتھوں میں لپکنے والی تلواروں کے ساتھ جو بجلی کی چمک کی طرح ہیں جو گردن اڑا دیتی ہیں
نمایاں جو ہر والی ہیں۔“

كَانَ مَدْبَ الدَّرِّ فَوْقَ مُتُونِهَا اِذَا جُرِدَتْ يَوْمًا لِاَعْدَائِهَا الْخُزْدِ

”جب وہ کسی دن اپنے بھینگی آنکھوں والے دشمن کے لئے برہنہ کی جاتی ہیں تو ان کی پیٹھوں پر (ایسے جو ہر نمایاں ہوتے ہیں) گویا چیونٹیوں کے ریٹگنے کے نشانات ہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے علامہ ابن اسحاق کی روایت میں اس قصیدہ کے دو کلموں کو تبدیل کر دیا ہے۔ وہ ایک شعر کے آخر میں الفخر کا کلمہ اور ایک شعر کے شروع میں فما لحلیم کا کلمہ ہے کیونکہ ان میں اس نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی تھی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے بارے میں قصیدہ کہا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: میں نے علمائے شعر میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اس قصیدہ کے اور اس کے جواب سے واقف ہو۔ ہم نے یہ اشعار یہاں اس لئے لکھ دیے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عبد اللہ بن جدعان بدر کے روز قتل ہوا اور علامہ ابن اسحاق نے مقتولین بدر میں اس کا ذکر نہیں کیا اور ان اشعار میں اس کا ذکر کر دیا ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَبْلَى رَسُولَهُ بَلَاءَ عَزِيزٍ ذِي اقْتِدَارٍ وَذِي فَضْلٍ
”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا ایسا امتحان لیا جیسا صاحب اقتدار اور صاحب فضل عزت والے کا (اس کے اقتدار و عزت کو بڑھانے کے لئے) لیا جاتا ہے۔“

بِمَا أَنْزَلَ الْكُفَّارَ دَارَ مَذَلَّةٍ فَلَا قَوْا هَوَانًا مِّنْ أَسَارٍ وَ مِنْ قَتْلِ
”جس امتحان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفار کو ذلت کے گھرا تا رہا جہاں انہوں نے اسیری اور قتل کی ذلت سے ملاقات کی۔“

فَأَمْسَى رَسُولُ اللَّهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهُ وَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ أُرْسِلَ بِالْعَدْلِ
”تو رسول اللہ ﷺ کی مدد (کرنے والوں) کو بھی عزت حاصل ہو گئی ہے اور رسول اللہ تو انصاف ہی کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔“

فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ مِّنَ اللَّهِ مُنْزَلٍ مُّبِينٍ آيَاتُهُ لِدَاوَى الْعَقْلِ
”اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی، حق و باطل میں فرق کرنے والی (کتاب) لے کر تشریف لائے جس کی آیات عقل والوں کے لئے واضح ہیں۔“

فَلَمَنْ أَقْوَامٌ بِذَلِكَ وَآيَقُنُوا فَأَمْسُوا بِحَمْدِ اللَّهِ مُجْتَبِعِي الشُّمْلِ
”تو کچھ لوگ اس پر ایمان لے آئے اور یقین کر لیا پس وہ بحمد اللہ تمام بکھری ہوئی قوتوں کو

جمع کرنے والے ہو گئے۔“

وَأَنكَرَ أَقْوَامٌ فَرَاعَتْ قُلُوبُهُمْ فَرَادَهُمْ ذُو الْعَرْشِ حَبْلًا عَلَى حَبْلٍ
”اور کچھ لوگوں نے انکار کیا تو ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے اور عرش کے مالک نے ان کے
فساد پر اور فساد کا اضافہ کر دیا۔“

وَأَمَكْنَ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ رَسُولُهُ وَ قَوْمًا غَضَابًا فَعَلَّهُمْ أَحْسَنُ الْفِعْلِ
”اور اس نے بدر کے روز ان پر اپنے رسول کو اور اس غضبناک قوم کو قدرت دے دی جن کا
کام ہی بہترین کام تھا (کہ ان کا غصہ بھی اللہ کے لئے تھا)۔“

بِأَيْدِيهِمْ بَيْضٌ خِفَافٌ عَصَوُا بِهَا وَ قَدْ حَادَثُوهَا بِالْجَلَاءِ وَ بِالصَّقْلِ
”ان کے ہاتھوں میں ہلکی پھلکی سفید تلواریں تھیں جن کے ساتھ انہوں نے وار کیے جبکہ
انہوں نے ان تلواروں کو چمکاتے اور صیقل کرنے میں بہت وقت صرف کیا تھا۔“

فَكَمْ تَرَكَوْا مِنْ نَاشِيءٍ ذِي حَيَّةٍ صَرِيحًا وَ مِنْ ذِي نَجْدَةٍ مِنْهُمْ كَهْلٍ
”پس انہوں نے ان میں سے کتنے حمیت والے نوجوانوں اور طاقتور ادھیڑ عمریوں (تجربہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اشعار میں مذکور ہے: بِأَيْدِيهِمْ بَيْضٌ خِفَافٌ
عَصَوُا بِهَا۔ کہا جاتا ہے: عَصَيْتُ بِالسَّيْفِ (میں نے تلوار کے ساتھ وار کیا) اور عَصَوْتُ بِالْعَصَا
(میں نے لاٹھی کے ساتھ وار کیا) تو جب آپ کسی جماعت کے متعلق خبر دیں تو کہتے ہیں عَصَوُا
(انہوں نے وار کیے) صاد کے ضمہ کے ساتھ جیسا کہ کہا جاتا ہے عَمُوا (وہ اندھے ہو گئے) اور أَلْعَصَا
سے مشتق ہونے کی صورت میں آپ کہتے ہیں: عَصَوُا جیسا کہ کہتے ہیں غَزَوْا (انہوں نے حملہ کیا)
اور آپ کے قول مُسَلَّبَةٍ کا معنی ہے قَدْ لَبَسْتُ السِّلَابَ اور سلاب ایک سیاہ چادر ہوتی ہے جسے
رونے والی عورتیں پہنتی ہیں۔ لبید کا قول ہے:

وَ إِنِّي مُلَاعِبُ الرِّمَاحِ وَ مِذْرَةُ الْكَتِيبَةِ الرِّدَاحِ
”اور بے شک میں نیزوں سے کھیلنے والا اور لشکر جبار کا سردار ہوں۔“

يَضْرِبْنَ حُرًّا أَوْ حُرًّا صِحَاحَ فِي السُّلْبِ السُّودِ وَ فِي الْأَمْسَاحِ
”وہ عورتیں سیاہ ماتمی چادروں اور کھردری چادروں میں (لپٹے ہوئے اپنے) عیب سے
پاک چہروں کے رخساروں کو پیٹ رہی ہیں۔“ السلب سلاب کی جمع ہے۔

کاروں) کو پچھاڑ ڈالا۔

تَبَيَّنَتْ عُمُورُ النَّاحِيَاتِ عَلَيْهِمْ تَجَوُّدُ بِإِسْبَالِ الرَّشَاشِ وَبِالْوَبْلِ
”ان پر نوحہ کرنے والی عورتوں کی آنکھیں رات بھر جھڑکی اور موسلا دھار بارش کی سخاوت
کرتی ہیں۔“

نَوَاحٍ تَنْغِي عُتْبَةَ الْغَيِّ وَابْنَهُ وَ شَيْبَةَ تَنْعَاهُ وَ تَنْغِي أَبَا جَهْلٍ
”نوحہ کرتے ہوئے وہ گمراہی کی دہلیز (عتبہ) اور اس کے بیٹے کی موت کی خبر دیتی ہیں اور
شیبہ اور ابو جہل کی موت کی خبر دیتی ہیں۔“

وَ ذَا الرَّجُلِ تَنْغِي وَابْنَ جُدْعَانَ فِيهِمْ مُسَلَّبَةً حَرَى مُبَيَّنَةً الشُّكْلِ
”اور ایک پاؤں والے (لنگڑے) اسود بن عبدالاسد مخزومی کی موت کی خبر دیتی ہیں اور ان
میں ابن جدعان بھی ہے درآں حالیکہ وہ عورتیں ماتمی لباس پہنے ہوئے ہیں، ان کے پیٹوں میں
آگ لگی ہوئی ہے اور عزیزوں کی جدائی ان (کے چہروں) سے عیاں ہے۔“

قَوَى مِنْهُمْ فِي بَنِي بَذْرِ عَصَابَةٌ ذَوُو نَجْدَاتٍ فِي الْحُرُوبِ وَ فِي النَّحْلِ
”ان کی ایک ایسی جماعت بدر کے کنویں میں پیوند خاک ہو گئی جو جنگوں اور قحط سالیوں میں
طاقتور ہوتی تھی۔“

دَعَا الْغَيُّ مِنْهُمْ مَنْ دَعَا فَاجَابَهُ وَ لِلْغَيِّ أَسْبَابُ مُرْمَقَةِ الْوَصْلِ
”ان میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہی نے دعوت دی تو انہوں نے اس کی دعوت قبول کر
لی اور گمراہی کے بہت سے اسباب ایسے ہیں جن میں اتصال کی قوت کمزور ہے۔“

فَاضْحَوْ لَدَى دَارِ الْجَحِيمِ بِتَغْوِيلٍ عَنِ الشُّغْبِ وَالْعُدْوَانِ فِي أَشْغَلِ الشُّغْلِ
”آخر وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے گھر کے پاس چیخ و پکار اور ظلم و زیادتی سے الگ تھلگ زیادہ
مصرف رکھنے والے شغل میں دن چڑھے پہنچ گئے۔“

حارث بن ہشام کا جواب

اس کا جواب حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا اور کہا:

عَجِبْتُ لِأَقْوَامٍ تَغْنِي سَفَهَهُمْ بِأَمْرِ سَفَاهِ دِي اعْتِرَاضٍ وَ دِي بَطْلٍ
”مجھے کچھ لوگوں پر حیرت ہوئی جن کے نادان نے اپنی قابل اعتراض اور جھوٹ سے بھری
ہوئی نادانی والی باتوں کے قصیدے گائے۔“

تَغْنَى بِقَتْلَى يَوْمَ بَدْرٍ تَتَابَعُوا كِرَامَ الْمَسَاعِي مِنْ غُلَامٍ وَ مِنْ كَهْلٍ
”بدر کے روز مقتولین کے متعلق اشعار کہے جن کے کم عمروں اور بوڑھوں نے لگاتار شریفانہ
کوششیں کیں۔“

مَصَالِيَتْ بَيْضٌ مِنْ لُؤَيِ بْنِ غَالِبٍ مَطَاعِينَ فِي الْهَيْجَا مَطَاعِينَ فِي التَّحْلِ
”جو بہادر، روشن چہروں والے، لؤی بن غالب کی نسل سے تعلق رکھنے والے، جنگوں میں
نیزہ باز اور قحط میں کھانا کھلانے والے تھے۔“

أَصِيبُوا كِرَامًا لَمْ يَبِيعُوا عَشِيرَةً بِقَوْمٍ سِوَاهُمْ نَازِحِي الدَّارِ وَالْأَصْلِ
”وہ عزت کی موت مرے، انہوں نے اپنوں کو چھوڑ کر وطن اور نسب کے لحاظ سے دو رقوم
کے بدلے اپنا خاندان فروخت نہ کیا۔“

كَمَا أَصْبَحَتْ غَسَّانُ فِيكُمْ بِطَانَةٌ لَكُمْ بَدَلًا مِنَّا فَيَاكَ مِنْ فِعْلِ
”جس طرح تم میں بنی غسان ہمارے بجائے تمہارے رازدار اور گہرے دوست بن گئے،
تعجب ہے ایسے کاموں پر۔“

عُقُوقًا وَ إِنَّمَا بَيْنَا وَ قَطِيعَةٌ يَرَى جَوْدَكُمْ فِيهَا ذُو الرِّأْيِ وَالْعَقْلِ
”(تم نے یہ سب کچھ) نا فرمانی، صریح گناہ اور قطع رحمی کی وجہ سے کیا، صاحبانِ عقل
ورائے ان کاموں میں تمہارے ظلم کو دیکھ رہے ہیں۔“

فَإِنْ يَكُ قَوْمٌ قَدْ مَضَوْا لِسَبِيلِهِمْ وَ خَيْرُ النَّيَا مَا يَكُونُ مِنَ الْقَتْلِ
”اگر ایسا ہوا ہے کہ کچھ لوگ اپنی راہ پر چل دیے ہیں حالانکہ سب سے بہترین موت قتل ہی
کی موت ہے

فَلَا تَفْرَحُوا أَنْ تَقْتُلُوهُمْ فَقَتْلُهُمْ لَكُمْ كَائِنْ خَبَلًا مُقِيمًا عَلَى خَبَلٍ
تو انکے قتل کرنے پر خوش نہ ہونا کیونکہ ان کا قتل تمہارے لئے فساد پر دائمی فساد کا باعث ہوگا۔“
فَإِنَّكُمْ لَنْ تَبْرَحُوا بَعْدَ قَتْلِهِمْ شَتِيَّتًا هَوَاكُمْ غَيْرَ مُجْتَنِعِ الشَّمْلِ
”کیونکہ ان کے قتل کے بعد تمہاری خواہشات بکھری رہیں گی اور تم اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو
یکجا نہ کر سکو گے۔“

بِفَقْدِ ابْنِ جُدْعَانَ الْحَبِيدِ فَعَالُهُ وَ عُتْبَةُ وَالْمَذْعُو فِيكُمْ أَبَا جَهْلٍ
”قابل ستائش کاموں والے ابن جدعان، عتبہ اور تم میں مشہور شخص ابو جہل کے کھودینے

کے ساتھ (مذکورہ کام تم نہیں کر سکو گے)۔“

وَ شَبِيبَةٌ فِيهِمْ وَالْوَلِيدُ وَ فِيهِمْ أُمِّيَّةٌ مَّأْوَى الْمُعْتَرِينَ وَ ذُو الرِّجْلِ
 ”اور ان میں شبیبہ اور ولید بھی ہے اور ان میں ساکلوں کی پناہ گاہ امیہ اور ایک پاؤں والا بھی ہے۔“

أُولَئِكَ فَابْكِ ثُمَّ لَا تَبْكِي غَيْرَهُمْ نَوَاحٍ تَدْعُو بِالرَّزِيَّةِ وَالشُّكْلِ
 ”مصیبت اور عزیزوں کی جدائی کو پکار پکار کر نوحہ کرنے والیاں صرف انہی لوگوں پر روئیں اور ان کے بعد ان کے سوا کسی پر نہ روئیں۔“

وَ قُولُوا لِأَهْلِ الْمَكْتَمِينَ تَحَاشَدُوا وَ سِيرُوا إِلَى أَطَامِ يَثْرَبَ ذِي النَّخْلِ
 ”مکہ اور طائف کے رہنے والے لوگوں سے کہہ دو کہ لشکر جمع کرو اور گھجوروں والے یثرب کے قلعوں کی طرف چلو۔“

جَمِيعًا وَ حَامُوا آلَ كَعْبٍ وَ ذَبُّوا بِخَالِصَةِ الْأَلْوَانِ مُحَدَّثَةِ الصَّقْلِ
 ”سب کے سب (چلو) اور بنی کعب کو گھیر لو اور خالص رنگوں والی اور نئی صیقل کی ہوئی (تلواروں) کے ساتھ دفاع کرو۔“

وَالَّا فَبَيْتُوا خَائِفِينَ وَأَصْبَحُوا أَذَلَّ يَوْطِئِ الْوَاطِنِينَ مِنَ النَّعْلِ
 ”ورنہ ڈرتے ہوئے رات گزار دو اور جوتوں سے پامال کرنے والوں کی پامالی کی وجہ سے ذلیل ہو کر صبح کرو۔“

عَلَى أُنْبَىٰ وَاللَّاتِ يَا قَوْمَ فَاعْلَوْا بِكُمْ وَائِقُ أَنْ لَا تُقِيمُوا عَلَى تَبْلِ
 ”اے میری قوم! لات کی قسم! اس کے باوجود کہ مجھے تم پر بھروسہ ہے لیکن یاد رکھو دشمن سے بدلہ لینے کے لئے ہرگز کھرانہ ہونا۔“

سَوَىٰ جَمْعِكُمْ لِلْسَابِغَاتِ وَ لَلْقَنَا وَلِلْبَيْضِ وَالْبَيْضِ الْقَوَاطِعِ وَالنَّبْلِ
 ”بجز اس کے کہ تم بڑی زرہیں، نیزے، خود، کاٹنے والی سفید تلواریں اور تیر جمع کر لو۔“

ضرار بن خطاب کا قصیدہ

بنی فہر کے فرد ضرار بن خطاب نے غزوہ بدر کے بارے میں کہا:

عَجِبْتُ لِفَخْرِ الْأَوْسِ وَالْحَمِينِ دَائِرَ عِلْمِهِمْ غَدَا وَالذَّهْرُ فِيهِ بَصَائِرُ
 ”مجھے اوس کے فخر کرنے پر تعجب ہے حالانکہ کل موت ان پر بھی چکر لگانے والی ہے اور

زمانے میں عبرت ناک واقعات موجود ہیں۔

وَفَخْرَ بَنِي النَّجَّارِ وَ إِنْ كَانَ مَعْشَرٌ أَصِيبُوا بِيَدِ كُلِّهِمْ ثُمَّ صَابِرٌ
”اور بنی نجار کے فخر کرنے پر (تعجب ہے) اگرچہ بدر میں ایک پورا خاندان وہاں بند ہو کر
قتل ہوا۔“

فَإِنْ تَكُ قَتَلَى غُوْدِرَتْ مِنْ رَجَالِنَا فَإِنَّا رَجَالًا بَعْدَهُمْ سَنُغَادِرُ
”اگر ہمارے مردوں کی لاشوں کو وہاں چھوڑ دیا گیا ہے تو (کیا ہوا) ان کے بعد ہم لوگ بھی
تو ہیں جو بربادی لائیں گے۔“

و تَرَدَّى بِنَا الْجُرُودُ الْعَنَاجِمُجُ وَسَطَكُمْ بَنِي الْأَوْسِ حَتَّى يَشْفِي النَّفْسَ ثَالِثُ
”اور اے بنی اوس! کم موبلند قامت تیز گھوڑے بڑی سرعت سے ہمیں تمہارے وسط تک
لے جائیں گے یہاں تک کہ بدلہ لینے والا اپنے دل کو تسکین دے لے گا۔“

و وَسَطَ بَنِي النَّجَّارِ سَوْفَ نَكْرُهَا لَهَا بِالْقَنَا وَالذَّارِعِينَ ذَوَا فِرْ
”اور عنقریب ہم ان گھوڑوں کے ذریعے بنی نجار کے درمیانی حصے پر حملہ کریں گے جس کے
لئے نیزوں اور زرہ پوشوں کے بار بردار بھی ہوں گے۔“

فَتَرَكْ صَرُغِي تَعْصِبُ الظَّيْرُ حَوْلَهُمْ وَ لَيْسَ لَهُمْ إِلَّا الْأَمَانِيُّ نَاصِرُ
”پھر ہم پچھاڑے ہوئے لوگوں کو اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ ان کے ارد گرد پرندے
گروہ درگروہ جمع ہوں گے اور بجز جھوٹی امیدوں کے ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔“

و تَبْكِيهِمْ مِنْ أَهْلِ يَثْرِبَ نِسْوَةٌ لَّهُنَّ بِهَا لَيْلٌ عَلَى النَّوْمِ سَاهِرُ
”اور ان پر اہل یثرب کی عورتیں روتی ہوں گی جن کے لئے وہاں نیند سے بیدار رکھنے والی
رات ہوگی۔“

و ذَلِكَ أَنَّا لَا تَزَالُ سَيُوفُنَا بَيْنَ دَمٍ مِّنْ يُحَارِ بَنَ مَالِئُ
”اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ ہماری تلواروں کے ذریعے ان لوگوں کا خون بہتا رہے گا
جن سے یہ تلواریں جنگ کریں گی۔“

فَإِنْ تَظْفَرُوا فِي يَوْمٍ بِدْرٍ فَإِنَّمَا بِأَحْمَدَ أَمْسَى حَدُّكُمْ وَ هُوَ ظَاهِرُ
”اگر تم نے بدر کے دن فتح پالی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارا نصیب (ہمارے ہی ایک
فرد) احمد (ﷺ) کے ساتھ ہو گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔“

وَّ بِالنَّفَرِ الْآخِيَارِ هُمْ أَوْلِيَاءُ هَ يُحَامُونَ فِي اللَّأَوَاءِ وَالْمَوْتُ حَاضِرٌ
”اور ان منتخب لوگوں کے ساتھ ہو گیا ہے جو اس کے رشتہ دار ہیں جو شدت میں حفاظت کرتے ہیں جبکہ موت حاضر ہوتی ہے۔“

يُعَذُّ أَبُو بَكْرٍ وَ حِزَّةٌ فِيهِمْ وَيُدْعَى عَلِيٌّ وَسَطَ مَنْ أَنْتَ ذَاكِرُ
”ابو بکر اور حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) انہی لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی ان لوگوں کے وسط میں شمار کیا جاتا ہے جن کا تذکر کر رہا ہے۔“

و يُدْعَى أَبُو حَفْصٍ وَ عُثْمَانُ مِنْهُمْ وَ سَعْدٌ إِذَا مَا كَانَ فِي الْحَرْبِ حَاضِرُ
”اور ابو حفص اور عثمان کو بھی انہی میں سے پکارا جاتا ہے اور سعد بھی (انہی کے ساتھ) جنگ میں موجود ہوتا ہے۔“

أُولَئِكَ لَأَمَنَ نَتَجَتَ فِي دِيَارِهَا بَنُو الْأَوْسِ وَالنَّبَجَارِ حِينَ تَفَاحِرُ
”یہ لوگ ہیں (جن کے سبب فتح حاصل ہوئی) نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے وطنوں میں اولاد پیدا کر لی ہے یعنی بنی اوس اور بنی نجار جب وہ فخر کر رہے ہیں۔“

و لَكِنْ أَبَوْهُمْ مِنْ لُؤَيِ بْنِ غَالِبٍ إِذَا عُدَّتِ الْأَنْسَابُ كَعَبٍ وَ عَامِرُ
”بلکہ جب بنی کعب اور بنی عامر کے انساب شمار کئے جائیں گے تو ان کا جد اعلیٰ لوی بن غالب کی اولاد سے ہوگا۔“

هُمْ الطَّاعِنُونَ الْخَيْلَ فِي كُلِّ مَعْرَكٍ غَدَاةَ الْهَيَاجِ الْأَطْمَعُونَ الْكَثِيرُ
”یہی وہ لوگ ہیں جو ہر معرکہ میں شہسواروں پر نیزہ بازی کرنے والے اور خطر اب کے وقت بہترین اور بہت نیکیاں کرنے والے ہیں۔“

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جواب

اس کا جواب بنی سلمہ کے فرد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیا اور فرمایا:

عَجِبْتُ لِأَمْرِ اللَّهِ وَاللَّهُ قَادِرٌ عَلَى مَا أَرَادَ لَيْسَ لِلَّهِ قَاهِرُ
”میں اللہ کے کام پر حیران ہو گیا اور اللہ تعالیٰ تو ان باتوں پر قادر ہے جن کا وہ ارادہ فرما لے، اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔“

قَطِي يَوْمَ بَدْرٍ أَنْ تُلَاقِي مَعْشَرًا بَغَوًا وَ سَبِيلُ الْبَغْيِ بِالنَّاسِ جَائِرُ
”اس نے بدر کے روز فیصلہ فرما دیا کہ ہم ایسے گروہ کے مقابل آئیں گے جنہوں نے

بغاوت کی اور بغاوت کا راستہ لوگوں کو ٹیڑھا لے جانے والا ہے۔“

وَقَدْ حَشَدُوا وَاسْتَنْفَرُوا مَنْ يَلِيهِمْ مِنْ النَّاسِ حَتَّى جَمَعَهُمْ مُتَكَاثِرٌ
”حالانکہ انہوں نے لشکر جمع کر لیا تھا اور اپنے آس پاس کے لوگوں سے بھی مدد چاہی تھی

یہاں تک کہ ان کی جماعت کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔“

وَسَارَتْ إِلَيْنَا لَا تُحَاوِلُ غَيْرَنَا بِاجْتِاعِهَا كَعَبُ جَبِيْعًا وَ عَامِرُ
”اور وہ سب کے سب بنی کعب اور بنی عامر ہماری طرف چل پڑے اور ان کا قصد ہمارے

سوا کسی اور طرف نہ تھا۔“

وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ وَالْأَوْسُ حَوْلَهُ لَهُ مَعْقِلٌ مِنْهُمْ عَزِيزٌ وَ نَاصِرُ
”جبکہ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور آپ کے ارد گرد بنی اوس ہیں جو آپ

کے لئے قلعہ ہیں جن میں کچھ غلبہ رکھنے والے ہیں تو کچھ مدد کرنے والے ہیں۔“

وَجَمْعُ بَنِي النَّجَارِ تَحْتَ لِيَوَائِهِ يَمْشُونَ فِي الْمَآذِي وَالنَّقْعُ قَائِرُ
”اور بنی نجار کی جماعت آپ کے جھنڈے تلے ہے جو سفید نرم زرہوں میں چل رہے ہیں

درآں حالیکہ گردوغبار اڑا جا رہا ہے۔“

فَلَمَّا لَقَيْنَاهُمْ وَ كُلُّ مُجَاهِدٍ لِّأَصْحَابِهِ مُسْتَبْسِلُ النَّفْسِ صَابِرُ
”پھر جب ہم ان کے مقابل ہوئے درآں حالیکہ ہر ایک اپنے ساتھیوں کے لئے جہاد

کرنے والا، اپنے نفس کو قربانی کے لئے پیش کرنے والا اور ثابت قدم تھا۔“

شَهِدْنَا بِأَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ وَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ بِالْحَقِّ ظَاهِرُ
”تو ہم نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور یہ کہ اللہ کا رسول

حق کے ساتھ غلبہ پانے والا ہے۔“

وَقَدْ غُرِيَتْ بَيْضُ حِصَافٍ كَانَهَا مَقَابِيْسُ يُزْهِيْهَا لِعَيْنَيْكَ شَاهِرُ
”اور سفید چمکتی ہوئی ہلکی تلواریں سونت لی گئیں گویا وہ آگ کے شعلے ہیں جنہیں تلوار سونتنے

والا تیری آنکھوں کے سامنے حرکت دے رہا ہو۔“

بِهِنَّ أَبَدْنَا جَمْعَهُمْ فَتَبَدُّدُوا وَ كَانَ يُلَاقِي الْحَيْنَ مَنْ هُوَ فَاجِرُ
”ان تلواروں کے ذریعے ہم نے ان کی جماعت کو برباد کیا تو وہ پریشان ہو گئے اور جو فاجر

تھا وہ موت سے ملاقات کر رہا تھا۔“

فَكَتَبَ أَبُو جَهْلٍ صَرِيحًا لِّوَجْهِهِ وَ عُتْبَةُ قَدْ غَادَرْنَهُ وَ هُوَ عَائِرُ
 ”آخر ابو جہل منہ کے بل دھڑام سے گر پڑا اور عتبہ کو تلواروں نے ایسی حالت میں چھوڑا کہ
 وہ گر پڑا تھا۔“

وَ شَيْبَةَ وَ التَّمِيمِيَّ غَادَرْنَ فِي الْوَعَى وَ مَا مِنْهُنَّ إِلَّا بِذِي الْعَرْشِ كَافِرُ
 ”اور شیبہ اور تیمی کو انہوں نے لڑائی کے درمیان چھوڑ دیا اور یہ سب کے سب مالک عرش
 کے منکر تھے۔“

فَامْسُوا وَ قُودَ النَّارِ فِي مُسْتَقَرِّهَا وَ كُلُّ كَفُورٍ فِي جَهَنَّمَ صَائِرُ
 ”پس وہ آگ کی قرار گاہ میں آگ کا ایندھن بن گئے اور ہر بڑا کافر جہنم میں ہی جانے والا
 ہے۔“

تَلْظِي عَلَيْهِمْ وَهِيَ قَدْ شَبَّ حَمِيهَا بِزُبْرِ الْحَدِيدِ وَالْحِجَارَةِ سَاجِرُ
 ”وہ جہنم ان پر بھڑک رہی ہے درآں حالیکہ اس کی گرمی کو آگ جلانے والے نے لوہے اور
 پتھر کے ٹکڑوں کے ساتھ شباب پر کر دیا ہے۔“

وَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ قَالَ أَقْبِلُوا فَوَلُّوا وَ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ سَاحِرُ
 ”اور رسول اللہ ﷺ نے تو انہیں فرمایا تھا کہ میری جانب آ جاؤ لیکن انہوں نے روگردانی
 کی اور کہا کہ تو تو ایک جادوگر ہے۔“

لَا مَرْ آدَا اللَّهُ أَنْ يَهْلِكُوا بِهِ وَ لَيْسَ لِأَمْرِ حَمَّةُ اللَّهُ زَاجِرُ
 ”(ان کی یہ حالت) اس سبب سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اس میں ہلاک
 ہو جائیں اور جس بات کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔“

قصیدہ عبد اللہ بن زبیری

عبد اللہ بن زبیری سہمی نے بدر کے مقتولوں پر روتے ہوئے کہا:

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ اشعار بنی اسد بن عمرو بن تمیم کے
 ایک فردا عشی بن زراہ بن نباش کے ہیں جو بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا۔ علامہ ابن اسحاق
 نے فرمایا وہ بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔

مَا ذَا عَلَى بَذْرِ وَ مَا ذَا حَوْلَهُ مِنْ فَتِيَّةٍ بِيضِ الْوُجُوهِ كِرَامِ
 ”بدر اور اس کے ماحول پر کیا (آفت آگئی) ہے کہ کچھ سفید چہروں والے شریف نوجوانوں

نے

تَرَكَوْا نُبِيَّهَا خَلَفَهُمْ وَ مُنْبَهَا وَابْنِي رَبِيعَةَ خَيْرَ خَصْمٍ فَنَامَ
نبيہ، منبہ اور ربیعہ کے دونوں بیٹوں کو پیچھے چھوڑ دیا جو لوگوں کی ان جماعتوں کے بڑے
مخالف تھے۔

وَالْحَارِثَ الْفَيَاضَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ كَالْبَدْرِ جَلِي لَيْلَةٍ الْإِظْلَامِ
”اور فیاض حارث کو بھی (پیچھے چھوڑ دیا) جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا
جس نے تاریک رات کو روشن کر دیا ہو۔“

وَالْعَاصِيَ بْنَ مُنْبَةَ ذَا مِرَّةٍ رُمَحًا تَيْبًا غَيْرَ ذِي أَوْصَامٍ
اور منبہ کے بیٹے عاصی کو (چھوڑ دیا) جو طاقتور، (لمبا گویا) پورا نیزہ تھا اور عیبوں والا نہ تھا۔
تَنْبِيُّ بِهِ أَعْرَاقُهُ وَ جُدُودُهُ وَ مَائِرُ الْأَخْوَالِ وَالْأَعْمَامِ
”اس (عاصی) کے ذریعے اس (منبہ) کی اصلی اور آبائی صفات اور ماموں اور چچاؤں کی
صفات حمیدہ پرورش پاتی تھیں۔“

وَ إِذَا بَكَى بَاكٍ فَأَعْوَلَ شَجْوَةً فَعَلَى الرَّئِيسِ الْمَاجِدِ ابْنِ هِشَامٍ
”اور جب کوئی رونے والا روتا ہے اور اپنے غم کی آواز بلند کرتا ہے تو (سمجھ لو کہ) وہ عزت
والے سردار ابن ہشام پر ہی رورہا ہے۔“

حَيًّا إِلَهُهُ أَبَا الْوَلِيدِ وَ رَهْطَهُ رَبُّ الْأَنْامِ وَ خَصَّصَهُمْ بِسَلَامٍ
”ابو الولید اور اس کی قوم کو خداوند پروردگار عالم زندہ رکھے اور انہیں سلامتی سے مخصوص
فرمائے۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جواب

اس کا جواب مسرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے دیا اور فرمایا:

إِبْكُ بَكَتْ عَيْنَاكَ ثُمَّ تَبَادَرَتْ بِدَمٍ تَعْلُ غُرُوبُهَا سَجَامٌ
”تورو، تیری آنکھیں روتی رہیں پھر ایسا خون بہائیں کہ اس سے گوشہ ہائے چشم لگا تار
سیراب ہوتے رہیں۔“

وَ مَا ذَا بَكَيتَ بِهِ الَّذِينَ تَتَابَعُوا هَلَّا ذَكَرْتَ مَكَارِمَ الْأَقْوَامِ
”اس (مرثیے) کے ذریعے تو ان لوگوں پر رویا جو یکے بعد دیگرے چل بے تو تو نے کیا کام

کیا؟ تو نے ان لوگوں کے قابل تعریف کاموں کا ذکر کیوں نہ کیا۔“

وَ ذَكَرْتَ مِنَّا مَاجِدًا ذَا هِمَّةٍ سَمِعَ الْخَلَائِقِ صَادِقَ الْإِقْدَامِ
”اور تو نے ہم میں سے بزرگ، باہمت، وسیع الاخلاق اور سچی پیش قدمی والی ہستی کا ذکر کیوں نہ کیا۔“

أَعْنَى النَّبِيِّ أَخَا الْمَكَارِمِ وَالنَّدَى وَ أَبْرَءُ مَنْ يُؤَلِّى عَلَى الْأَقْسَامِ
”میری مراد نبی کریم ﷺ ہیں جو بلند اخلاق اور سچی ہیں اور قسمیں کھانے والوں میں سب سے زیادہ قسمیں پوری کرنے والے ہیں۔“

فَلْيَمْلُ لَهُ وَ لِيَمْلُ مَا يَدْعُو لَهُ كَانَ الْمُدَّاحُ ثُمَّ غَيْرَ كَهَامٍ
”پس بے شک آپ جیسا شخص اور آپ کی دعوت جیسی دعوت قابل تعریف ہے پھر ہر قسم کی کمزوری سے بھی پاک ہے۔“

غزوة بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

تَبَلَّتْ فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيْدَةً تَشْفِي الضَّجِيعَ بِيَارٍ بِسَامٍ
”ایک ایسی دوشیزہ نے خواب میں تیرے دل کو بیمار بنا دیا ہے جو اپنے مسکرانے والے ٹھنڈے رخسار کے ساتھ ہم بستر کو صحت یاب کر دیتی ہے۔“

كَالْيَسْكَ تَخْلِطُهُ بِمَاءٍ سَحَابَةٍ أَوْ عَاتِقِي كَدَمِ الدَّبِيحِ مُدَامٍ
”اس کستوری کی طرح جس کو تو بارش کے پانی کے ساتھ ملا لے یا مذبو حہ جانور کے خون کی طرح سرخ مدام نامی پرانی شراب کی طرح (شفادیتی ہے)۔“

کچھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے بارے میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيْدَةً۔ جائز ہے کہ المنام کے لفظ سے آپ کی مراد نیند، بستر یا نیند کا وقت ہو کیونکہ اجوف واوی میں مَفْعَل کا وزن ان تمام معانی کی صلاحیت رکھتا ہے اور کبھی آنکھ کو بھی منام کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی نیند کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں منام سے یہی مراد ہے: إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكُمْ قَلِيلًا (الانفال: 43) ”یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار آپ کی آنکھ میں قلیل۔“ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: وَ يُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ (الانفال: 44) ”اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں۔“

نَفَجَ الْحَقِيبَةَ بَوْصَهَا مُتَنَصِّدٌ بَلْهَاءُ غَيْرٌ وَ شَيْكَةً الْأَقْسَامِ
 ”ابھری ہوئی گٹھڑی والی (بڑے کو لہے والی) گویا اس کے کو لہے تہ بہ تہ ہیں، بھولی بھالی،
 قسموں کی طرف تیزی نہ کرنے والی۔“

بُنِيَتْ عَلَى قَطْنٍ أَحْمَ كَانَهُ فَضْلًا إِذَا قَعَدَتْ مَذَاكُ رُحَامِ
 ”اس کی بنیاد پر گوشت کوکھ (یا کمر) پر قائم ہے، جب وہ مکلف لباس سے الگ ہو کر (نیم
 برہنہ) بیٹھتی ہے تو گویا وہ سنگ مرمر کی سل ہے۔“

مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ میں فرق

نحویوں کے نزدیک اس باب میں مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ کے اوزان میں کوئی فرق نہیں جیسے مَضْرَبٌ
 اور ضَرْبٌ، مَنَامٌ اور نَوْمٌ۔ اسی طرح یہ دونوں وزن تعدیہ میں بھی برابر ہیں جیسے ضَرْبٌ زَيْدٌ عَمْرًا
 اور مَضْرَبٌ زَيْدٌ عَمْرًا۔ البتہ بلاغت اور جوہر کلام کے علم میں برابر نہیں ہیں کیونکہ جب مصدر بول کر
 فعل کی اکائی مراد لیں تو آپ ضَرْبَةٌ اور نَوْمَةٌ تو کہہ سکتے ہیں لیکن مَضْرَبَةٌ اور مَنَامَةٌ نہیں کہا جائے
 گا۔ یہ ایک فرق ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جب آپ کا مقصود تاکید ہو تو آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں مَا أَنتَ
 إِلَّا نَوْمٌ وَلَا سَيْرٌ لیکن یہ کہنا جائز نہیں مَا أَنتَ إِلَّا مَنَامٌ وَلَا مَسِيرٌ۔ نظر و فکر سے نتیجہ یہ نکلا کہ میم کا
 اضافہ صرف زائد معنی پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے فعل مضارع میں حروف اربع (حروف اتین)
 بقول نحویاں زائد معنی پیدا کرنے کے لئے زیادہ کیے جاتے ہیں۔

اگر آپ یہ کہیں پھر وہ معنی کیا ہے جو میم پیدا کرتا ہے؟ تو ہم کہیں گے وہ معنی کسی فعل کا حدوث ہے
 جو زمان، مکان اور حال کو متضمن ہوتا ہے، چنانچہ الْمَذْهَبُ سے مراد وہ زمان اور مکان ہے جس میں
 ذہاب وقوع پذیر ہوا۔ تو ایک ہی کلمہ فعل کے حدوث کا معنی بھی دے رہا ہے اور اس پر ایک زائد مفہوم بھی
 ادا کر رہا ہے۔ یہی صورت حال اس وقت ہوگی جب آپ یہ ارادہ کریں کہ کسی فعل کا حدوث اس حالت
 اور ہیئت کے ساتھ مل کر ہو جس پر فعل واقع ہو رہا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ
 بِالنَّيْلِ وَالنَّهَارِ (الروم: 23) ”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا سونائے کے وقت اور دن کے
 وقت“۔ اللہ تعالیٰ نے تفکر کو اس حالت پر موقوف کیا جو انسان پر لگاتار برقرار رہتی ہے۔ پھر ایک اور
 آیت میں یہ فرمایا لَا تَأْخُذْ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ (بقرہ: 255) ”نہ تو اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند“۔ یہاں
 مَنَامٌ نہیں فرمایا: کیونکہ یہ مقام اس حالت سے خالی ہے اور اوپر والی آیت میں پائے جانے والے
 زائد معنی سے یہ آیت خالی ہے۔ جو شخص جو ہر کلام کو نہیں جانتا وہ اعجازِ قرآن کو بھی پہچان نہیں سکتا۔

و تَكَادُ تَكْسَلُ اَنْ تَجِيَّءَ فِرَاشَهَا فِي جِسْمِ خَرُوبَةٍ وَ حُسْنِ قَوَامٍ
”نازک اندام جسم اور فطری حسن میں (اس کی حالت یہ ہے کہ) اسے اپنے بستر تک آنا بار
ہے۔“

اَمَّا النَّهَارَ فَلَا أُفْتِرُ ذِكْرَهَا وَاللَّيْلَ تُوزِعْنِي بِهَا اَحْلَامِي
”دن میں تو میں اس کی یاد میں کوتاہی نہیں کرتا اور رات کو میرے خواب مجھے اس کی شیفۃ
بنائے رکھتے ہیں۔“

اَقْسَمْتُ اَنْسَاهَا وَ اَتْرُكُ ذِكْرَهَا حَتَّى تُغَيَّبَ فِي الضَّرِيحِ عِظَامِي
”میں نے قسم کھالی کہ ایسی عورت کو (کبھی نہ) بھولوں گا اور اس کی یاد (کبھی نہ) چھوڑوں گا
یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔“

يَا مَنْ لِعَادِلَةٍ تَلُومُ سَفَاهَةً وَ لَقَدْ عَصَيْتُ عَلَى الْهَوَى لَوَامِي
”کوئی ہے جو اس ملامت کرنے والی کو روکے جو نادانی سے ملامت کر رہی ہے حالانکہ محبت
کے متعلق میں نے اپنے ملامت کرنے والوں کی (کوئی بات کبھی) نہیں مانی۔“

بَكَرْتُ عَلَى بِسُحْرَةٍ بَعْدَ الْكُرْبَى وَ تَقَارُبُ مِنْ حَدِيثِ الْاَيَّامِ
”(ایک رات) زمانے کے اس انقلاب (واقعہ بدر) کے قریب (میری ذرا سی) نیند کے
بعد صبح سے پہلے وہ عورت میرے پاس آئی۔“

زَعَمْتُ بَانَ الْهَرَاءِ يُكْرِبُ عُمرَةَ عَدَمٌ لِّمَعْتَكِرٍ مِّنَ الْاَصْرَامِ
”اس نے دعوے سے کہا کہ اونٹوں کے گلوں کے ہجوم کا نہ ہونا انسان کی زندگی کو غمزدہ کر دیتا
ہے۔“

اِنْ كُنْتُ كَاذِبَةً الَّذِي حَدَّثَنِي فَتَجَوِّتَ مَنجَى الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ
”(میں نے اسے کہا) جو بات تو نے مجھے بتائی ہے اگر تو اس میں جھوٹی ہے تو تو (مجھ سے)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت

ان اشعار میں ہے: يُنِيْتُ عَلَ قَطْنٍ اَجَمَ كَانَهُ۔ قَطْنُ کا معنی ہے کندھے اور پیٹھ کا درمیانی
حصہ اور اَجَمَ کا معنی ہے ہڈی سے خالی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے كَانَهُ فَضْلًا۔ فضلاً
حال کی بنا پر منصوب ہے اِنِّی كَانُ قَطْنَهَا اِذَا كَانَتْ فَضْلًا گویا اس کی کمر جبکہ وہ گوشت سے پر ہو۔
پس یہ كَانَهُ کی ضمیر سے حال ہے، اگرچہ الفضل عورت کی صفت ہے نہ کہ القطن کی لیکن جب

اس طرح بچ کر نکل جائے جس طرح حارث بن ہشام (بچ کر نکل گیا)۔

تَرَكَ الْأَحِبَّةَ أَنْ يُقَاتِلَ دُونَهُمْ وَ نَجَا بِرَأْسِ طَيْرَةٍ وَ لِحَامٍ
”کہ اپنے دوستوں کے لئے جنگ کرنے کے بجائے اس نے انہیں چھوڑ دیا اور دراز قد
گھوڑے کے سر (کے بال) اور لگام تھامے ہوئے بھاگ نکلا۔“

تَذَرُ الْعَنَاجِيْجُ الْجِيَادُ بِقَفْرِهِ مَرَّ الدَّمُوكِ بِحُصَدٍ وَ رِجَامٍ
”بہترین اور عمدہ گھوڑے اس کے چٹیل میدان کو اس طرح پیچھے چھوڑے جا رہے تھے جس
طرح پتھر سے بندھی ہوئی مضبوط رسی کو تیز رفتار چرخ چھوڑتی چلی جاتی ہے۔“

مَلَأَتْ بِهِ الْفَرَجَيْنِ فَارْمَدَتْ بِهِ وَ ثَوَى أَحِبَّتَهُ بِشَرِّ مَقَامٍ
ان گھوڑوں نے اس دوڑ سے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیانی شکاف بھر لیے تھے اور اس سے
ان میں نیجان پیدا ہو گیا تھا حالانکہ اس کے دوست بڑی بڑی جگہ پیوند خاک ہوئے پڑے تھے۔
وَ بَنُوا أَبْيَهُ وَ رَهْطَهُ فِي مَعْرَكٍ نَصَرَ إِلَهُهُ بِهِ ذَوَى الْإِسْلَامِ
”اور اس کے بھائی اور اس کی قوم ایک ایسے معرکے میں (پھنسی ہوئی) تھی جس میں خدا
نے اہل اسلام کو فتح یاب فرمایا۔“

طَحَنَتْهُمْ، وَاللَّهُ يَنْفِذُ أَمْرَهُ حَرْبٌ يُشَبُّ سَعِيرُهَا بِضِرَامٍ
”ایک ایک جگہ سے انہیں پھینک دیا جس کے شعلوں کو ایندھن سے بھڑکایا جا رہا تھا اور اللہ
تعالیٰ تو اپنا حکم جاری ہی فرماتا ہے۔“

القطن عورت کا جزء ہے تو گویا یہ عورت ہی سے حال ہے اور اس کا قَعْدَتُ کی ضمیر مستتر سے حال ہونا
جائز نہیں کیونکہ اذاکے مابعد کا قاتل میں عمل کرنا محال ہے اور مردوں اور عورتوں میں سے الْفُضْلُ اس
کو کہتے ہیں جو ایک ہی ہے اس طرح پہنچنے کے لئے دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دے
اور الْمَذَاك کا معنی ہے پتھر کی وہ سل جس پر خوشبو کوئی جاتی ہے۔ یہ دَاك يَذُوْك (کوٹنا) سے مَفْعَلٌ
کا وزن ہے۔ اسی سے الذُّوْكَةُ اور الذُّوْكَةُ مشتق ہیں (جن کا معنی شر ہے)۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے مَرَّ الدَّمُوكِ جب کسی چیز کو تیزی سے پیسا جائے تو کہا جاتا
ہے دَمَكٌ دَمَكٌ اور بَكَرَةُ دَمُوكٌ تیز رفتار چرٹی کہتے ہیں۔ اسی طرح تیز رفتار چرٹی کو رَحَى دَمُوكٌ
بھی کہتے ہیں اور الْمَخَصَدُ کا معنی ہے مضبوط بنی ہوئی رسی اور الْبَحَامُ الْبَحَامِینِ کا واحد ہے۔ یہ وہ
پتھر یاں ہیں جن پر چرٹی ڈالی جاتی ہے اور الْبَحَامُ رَحْمَةُ کی جمع بھی ہے اور رَحْمَةُ جمع شدہ پتھروں کو

لَوْ لَا إِلَهٌ وَجَرِيهَا لَتَرَكْنَهُ جَزَرَ السِّبَاعِ وَدُسْنَهُ بِحَوَامِي
 ”اگر اللہ تعالیٰ (کو اس کا بچانا مقصود) نہ ہوتا اور ان گھوڑوں کی دوڑ نہ ہوتی تو وہ گھوڑے
 اس (حارث بن ہشام) کو درندوں کا نوالہ کر چھوڑتے اور ناپوں سے پامال کر دیتے۔“

مِنْ بَيْنِ مَأْسُورٍ يَشُدُّ وَثَاقَهُ صَقْرٍ إِذَا لَاقَى الْآسِنَّةَ حَمِيٍّ
 ”(وہ دونوں حالتوں کے) درمیان ہوتا تو یا تو قیدی ہوتا جس کی مشکلیں ایک ایسا بہادر کس
 دیتا جو نیزوں کے مقابلے میں بھی حمایت کرنے والا ہو۔“

وَمُجَذِّلٍ لَا يَسْتَجِيبُ لِدَعْوَةٍ حَتَّى تَزُولَ شَوَامِخُ الْأَعْلَامِ
 ”اور (یا) زمین پر پڑا ہوا ہوتا جو کسی پکار کا جواب نہ دیتا یہاں تک کہ بلند و بالا پہاڑ اپنی جگہ
 سے ہٹ جائیں۔“

بِالْعَارِ وَالذَّلِّ التَّبِينِ إِذْ رَأَى بَيْضَ الشَّيُوفِ تَسُوقُ كُلُّ هِمَامٍ
 ”صرت ذلت و خواری کی حالت میں (پڑا رہتا) جب دیکھتا کہ سفید چمکتی تلواریں ہر بلند
 ہمت سردار کو ہانکتی لے جا رہی ہیں۔“

بِمَدَى أَعْرَ إِذَا انْتَمَى لَمْ يُخْرِجْ نَسَبُ الْقِصَارِ سَنِيذَعٍ مَقْدَامِ
 ”(جو تلواریں) ایسے رہن چہرے والے کے ہاتھوں میں ہوتیں جس کا نسب بیان ہو تو
 اسے کم ہمت لوگوں کے نسب کی ذلت نصیب نہ ہو اور جو سردار اور دشمن کی پرواہ کئے بغیر آگے
 بڑھنے والا ہو۔“

کہتے ہیں اور یہ رَجَمَ کی جمع ہے جس کا معنی قبر ہے۔ اسی سے ابو طیب کا شعر ہے:

تَمْتَعُ مِنْ رَقَادٍ أَوْ سَهَادٍ وَ لَا تَأْمَلُ كَرَى تَحْتَ الرَّجَامِ
 ”تو سونے اور جاگنے سے لطف اندوز ہو اور قبر کے پتھروں کے نیچے نیند میں غور و فکر نہ کر۔“

فَإِنَّ لِثَالِثِ الْحَالَيْنِ مَعْنَى سَوَى مَعْنَى انْتِبَاهِكَ وَالْمَنَامِ
 ”کیونکہ تیسرے جاگنے اور سونے کی دو حالتوں کے علاوہ تیسری حالت کا مفہوم اور ہے۔“

اور اِرْقَذْتُ کا معنی ہے اس نے جلدی کی۔ اس کا مصدر اِرْقَذَادٌ ہے۔ یہی اِرْمَذْتُ کا
 معنی ہے۔ رنگوں اور بوسیدہ ہونے والی چیزوں کے علاوہ دیگر اشیاء میں اِفْعَلَ کا وزن کم یاب
 ہے اور اِنْقَضَ (دیوار کا گرنا) کا اِفْعَلَ کے وزن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپ اس کے معنی
 میں کہتے ہیں تَقْضُضُ الْبِنَاءِ (ممارت گر گئی)۔ پس اس کا فاء کلمہ قاف ہے (نہ کہ نون)۔ اسی

بَيْضٌ إِذَا لَاقَتْ حَدِيدًا صَبَّتْ كَالْبُرْقِ تَحْتَ ظِلَالِ كُلِّ غَمَامٍ
 ”وہ ایسی سفید چمکتی ہوئی تلواریں ہیں کہ جب لوہے سے ٹکراتی ہیں تو اسے کاٹتی چلی جاتی
 ہیں اور بادل کے ٹکڑوں کے سائے میں بجلی کی مانند ہیں۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں حارث کے اشعار

علامہ ابن ہشام کے بیان کے مطابق حارث بن ہشام نے ان اشعار کے جواب میں یہ
 اشعار کہے:

اللَّهُ أَعْلَمُ مَا تَرَكْتُ قِتَالَهُمْ حَتَّى حَبَّوْا مَهْرِي بِأَشَقَرٍ مُزَبِّدٍ
 ”اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے ان سے لڑنا ترک نہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے میرے
 بچھیرے کو جھاگ والے سرخ (خون) سے آلودہ کر دیا۔“

وَعَرَفْتُ أَنِّي إِنْ أَقَاتِلُ وَاحِدًا أَقْتُلُ وَلَا يُنْكِي عَدُوِّي مَشْهَدِي
 ”اور میں نے جان لیا کہ اگر میں اکیلا جنگ کرتا رہوں گا تو مارا جاؤں گا اور میرا جنگ میں
 موجود رہنا میرے دشمن کو مغلوب نہ کر سکے گا۔“

طرح تَقْضِي الْبَارِي (باز گر پڑا) ہے کیونکہ اس کا فاء کلمہ بھی قاف ہے۔ علامہ فسوی نے
 الايضاح میں غلطی کی ہے۔ انہوں نے آیت کریمہ يُرِيدُ أَنْ يَنْقُصَ (الکہف: ۷۷) ”جو گرنے
 کے قریب تھی“ میں ینقص کو احر کے باب سے قرار دیا ہے حالانکہ یہ تو انْقَدَّ اور انْجَرَّ
 کے باب سے ہے اور اس میں نون زائد ہے اور اس کا وزن انْفَعَلَ ہے۔ اسی طرح القالی نے
 النوادر میں غلطی کی ہے اور جَرِيئًا انْثَرَاذ کے قول میں کہا ہے کہ یہ النثر سے افعلال کا وزن ہے
 جیسا کہ الفسوی نے الانقضا ض کے بارے میں کہا۔ حالانکہ یہ عَيْنُ ثَرَّة (کثیر پانی والا چشمہ)
 سے باب انفعال ہے۔

وَدُسْنَهُ بِحَوَامٍ میں حوام سے مراد کھرا اور ان کے ارد گرد کا حصہ ہے، اسے حامیہ بھی کہا جاتا ہے
 اور اس کی جمع حوام ہے۔

کچھ حارث بن ہشام کے اشعار کے بارے میں

حارث بن ہشام کا قول ہے: حَتَّى عَلَوْا مَهْرِي بِأَشَقَرٍ مُزَبِّدٍ۔ اس سے مراد خون ہے اور
 مزبد سے مراد یہ ہے کہ اس کے اوپر جھاگ ہو اور اس کا قول ہے: وَالْآجِبَةُ فِيهِمْ یعنی اس کے بھائی
 اور اس کی قوم کے وہ افراد جن کو قتل کر دیا گیا یا قیدی بنایا گیا۔

فَصَدَدَتْ عَنْهُمْ وَالْآحِبَّةُ فِيهِمْ طَبَعًا لَهُمْ بِعِقَابِ يَوْمٍ مَّفْسِدٍ
 ”اس لئے میں نے ان سے منہ پھیر لیا حالانکہ دوست ان میں (پڑے ہوئے) تھے اس
 امید پر کہ کسی فساد کے دن ان سے بدلہ لیا جاسکے۔“

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حارث نے یہ اشعار بدر کے روز اپنے بھاگنے کے عذر میں
 کہے۔

حضرت ہشام نے فرمایا: ہم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدہ کے آخری تین اشعار
 فحش ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیے ہیں۔

اس بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:
 لَقَدْ عَلِمْتُ قَرِيشَ يَوْمَ بَدْرٍ غَدَاةَ الْآسْرِ وَالْقَتْلِ الشَّدِيدِ
 ”بدر کے روز قید کرنے اور خوب قتل کرنے کی صبح کو قریش نے جان لیا

بَانَا حِمْنَ تَشْتَجِرُ الْعَوَالِي حُصَاةَ الْحَرْبِ يَوْمَ أَبِي الْوَلِيدِ
 کہ ابو الولید (کے قتل) کے دن جب نیزوں کے سراپک دوسرے سے مل جاتے، ہم جنگ
 کے شیر تھے۔“

قَتَلْنَا ابْنَ رَبِيعَةَ يَوْمَ سَارَا إِلَيْنَا فِي مُضَاعَفَةِ الْحَدِيدِ
 ”جس روز ربیعہ کے دونوں بیٹے لوہے کی دوہری زرہوں میں ہماری طرف چلے تو ہم نے
 ان دونوں کو قتل کر دیا۔“

وَ قَرَّ بِهَا حَكِيمٌ يَوْمَ جَالَتْ بَنُو النَّجَارِ تَخْطُرُ كَالْأَسُودِ
 اور حکیم وہاں سے اس روز بھاگ گیا جب بنو نجار شیروں کی طرح جولانیاں دکھانے لگے۔
 وَ وَلْتُ عِنْدَ ذَاكَ جُحُوعٌ فَهْرٍ وَ أَسْلَمَهَا الْخَوِيرِثُ مِنْ بَعِيدِ
 ”اور اس وقت بنی فہر کے لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور خویرث نے تو دور ہی سے ان کو چھوڑ
 دیا۔“

لَقَدْ لَأَقِمْتُمْ ذُلًّا وَ قَتَلَا جَهِيمًا نَافِذًا تَحْتَ الْوَرِيدِ
 ”تمہیں ذلت اور رگ جان کے نیچے تک سرایت کرنے والے تیز قتل کا سامنا ہوا۔“
 وَ كُلُّ الْقَوْمِ قَدْ وَ لَوْا جَمِيعًا وَ لَمْ يَلُؤُوا عَلَى الْحَسَبِ الثَّلِيدِ

اور ساری کی ساری قوم مل کر پیٹھ پھیر گئی اور باپ دادا کی عزت کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔
اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا:

يَا حَارٍ قَدْ عَوَّلْتَ غَيْرَ مُعَوَّلٍ عِنْدَ الْهِبَاجِ وَ سَاعَةَ الْأَحْسَابِ
اے حارث! تو نے جنگ و فساد کے وقت ایک ناقابل اعتماد کام پر بھروسہ کیا۔

إِذْ تَمْتَطِي سُرْحَ الْيَدَيْنِ نَجِيَّةً مَرَطَى الْجِرَاءِ طَوِيلَةَ الْأَقْرَابِ
”(ایسے وقت میں) جب تو کشادہ قدم شریف تیز رفتار اور لمبی پیٹھ والی (گھوڑی) پر سواری کر رہا تھا۔“

وَالْقَوْمُ خَلْفَكَ قَدْ تَرَكْتَ قِتَالَهُمْ تَرْجُو النِّجَاءَ وَ لَيْسَ حِينَ ذَهَابِ
”اور بچ کر نکل جانے کی امید میں تو نے اپنے پیچھے آنے والے لوگوں سے جنگ و مقابلہ چھوڑ دیا حالانکہ وہ بھاگ جانے کا وقت نہ تھا۔“

أَلَا عَطَفْتَ عَلَى ابْنِ أُمِّكَ إِذْ ثَوَى قَعَصَ الْأَسِنَّةِ ضَانِعَ الْأَسْلَابِ
”کہ تو نے اپنے ماں جائے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا جب وہ نیزوں کے نیچے موت کے منہ میں اپنا لباس و ہتھیار لٹا کر پیوند خاک ہو رہا تھا۔“

عَجَلَ الْمَلِكَ لَهُ فَاهْلَكَ جَمْعَهُ بِشَنَارِ مُخْزِيَةٍ وَ سُوءِ عَذَابِ
”مالک الملک نے بڑی جلدی سے اسے بدنام کرنے والی رسوائی اور بدترین عذاب میں مبتلا کر دیا اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دیا۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے اس قصیدہ کا ایک شعر فحش ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔
علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:
علامہ ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت عبداللہ بن حارث سہمی رضی اللہ عنہ نے کہے۔

مُسْتَشْعِرِيْ حَلْقِ الْمَآذِيْ يَقْدُمُهُمْ جَلْدُ النَّحْمِزَةِ مَاضٍ غَيْرُ رِعْدِيْدٍ
”سفید نرم گڑیوں والی جسم سے لگی ہوئی زرہیں پہنے ہوئے لوگوں کے آگے آگے ایک قوی مزاج، پختہ ارادے والا، غیر بزدل شخص چل رہا تھا۔“

أَعْنَى رَسُولَ إِلَهٍ الْخَلْقِ فَضْلَهُ عَلَى الْبَرِيَّةِ بِالتَّقْوَى وَ بِالْجُودِ
”یعنی معبود خلق کے رسول ﷺ جنہیں اس نے تقویٰ اور جود و کرم کی صفات میں تمام

مخلوق پر فضیلت دی ہے۔

وَقَدْ زَعَمْتُمْ بَانَ تَحْنُوا ذِمَارَكُمْ وَ مَاءَ بَذَرٍ زَعَمْتُمْ غَيْرُ مَوْرُودٍ
”اس وقت تم نے دعویٰ کیا کہ تم اپنی ذمہ داری کی چیزوں کی حفاظت کرو گے اور بدر کے چشمے کے متعلق تم نے دعویٰ کیا کہ وہ ناقابل نزول ہے۔“

ثُمَّ وَرَدْنَا وَ لَمْ نَسْعَ لِقَوْلِكُمْ حَتَّى شَرَبْنَا رِوَاءَ غَيْرِ تَصْرِيدٍ
”پھر بھی ہم اس چشمے پر پہنچ گئے اور ہم نے تمہاری بات نہ سنی یہاں تک کہ ہم اس قدر سیراب ہو گئے کہ پینے کی کوئی کمی نہ رہی۔“

مُسْتَعْصِبِينَ بِحَبْلِ غَيْرِ مُنْجِدٍ مُسْتَحْكِمٍ مِّنْ حِبَالِ اللَّهِ مَمْدُودٍ
”در آں حالیکہ ہم اللہ کی رسیوں میں سے ایک دراز کی ہوئی نہ ٹوٹنے والی مضبوط رسی کو تھامے ہوئے تھے۔“

فِيْنَا الرُّسُولُ وَ فِيْنَا الْحَقُّ نَتَّبِعُهُ حَتَّى الْمَمَاتِ وَ نَصْرٌ غَيْرُ مَحْدُودٍ
”ہم میں رسول کریم ﷺ ہیں اور ہم میں حق ہے جس کی پیروی ہم مرتے دم تک کرتے رہیں گے اور (ہم میں) لامحدود مدد ہے۔“

وَافٍ وَ مَاضٍ شِهَابٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ بَذَرٌ أَنَارَ عَلَى كُلِّ الْآمَاجِيدِ
”جو مکمل، تیز اور ایسا شہاب ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، چودھویں رات کا چاند ہے جس نے تمام عزت و شان والوں کو روشن کر دیا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ان کا یہ شعر مُسْتَعْصِبِينَ بِحَبْلِ غَيْرِ مُنْجِدٍ حضرت ابو زید انصاری سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:
مَحَابَّتُ بَنُو أَسَدٍ وَ أَبْ غَزِيَّتِهِمْ يَوْمَ الْقَلَمِبِ بِسَوْءَةٍ وَ فَضُوحِ
”بنی اسد ناکام ہوئے اور ان کی جنگجو جماعت کنویں کے روز (بدر کے روز) بے حیائی اور رسوائی کے ساتھ واپس ہو گئی۔“

مِنْهُمْ أَبُو الْعَاصِي تَجَدَّلَ مُقْعَصَا عَنْ ظَهْرِ صَادِقَةِ النَّجَاءِ سَبُوحِ
”ان میں سے ایک ابو العاصی ہے جو تیز رفتار تیراک (گھوڑے) کی پیٹھ سے دھڑام سے گر کر ہلاک ہو گیا۔“

حَيْنًا لَهُ مِنْ مَّانِعٍ بِسِلَاحِهِ لَنَا ثَوَى بِمُقَامَةِ الْمَذْبُوحِ
”جب وہ ذبح کے لئے جانے کی جگہ پیوند خاک ہوا تو اس کے ہتھیار سے اس کی حفاظت کرنے والی صرف اس کی موت تھی۔“

وَالْمَرْءَ زَمْعَةً قَدْ تَرَكَنَ وَ نَحْرُهُ يَذْمَى بِعَانِدٍ مُعْبِطٍ مَسْفُوحِ
”اور زمعہ جیسے شخص کو انہوں نے ایسی حالت میں چھوڑ دیا کہ اس کے حلق سے نہ رکنے والا تازہ بہنے والا خون بہہ رہا تھا۔“

مُتَوَسِّدًا حُرَّ الْجَبِينِ مُعْفَرًا قَدْ عُرَّ مَادُنُ أَنْفِهِ بِقُبُوحِ
”جبین ناز خاک آلود ہو کر زمین پر ٹکی ہوئی تھی اور اس کی ناک کی بنی گندگی سے آلودہ تھی۔“

وَ نَجَا ابْنُ قَيْسٍ فِي بَقِيَّةِ رَهْطِهِ بِشَفَا الرِّمَاقِ مُوَلِّيًا بِجُرُوحِ
”اور ابن قیس اپنی باقی ماندہ جماعت کے ساتھ زخم خوردہ زندگی کے آخری کنارے میں پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا اور بچ نکلا۔“

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَتَى أَهْلَ مَكَّةَ إِبَارَتَنَا الْكُفَّارَ فِي سَاعَةِ الْعُسْرِ
”کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا دیگر گوں حالت میں کافروں کو ہمارے ہلاک کرنے کی خبر اہل مکہ تک پہنچی (یا نہیں)؟“

قَتَلْنَا سَرَاةَ الْقَوْمِ عِنْدَ مَجَالِنَا فَلَمْ يَرْجِعُوا إِلَّا بِقَاصِمَةِ الظَّهْرِ
”ہم نے اپنے حملے کے وقت اس قوم کے سرداروں کو قتل کر دیا تو وہ ٹوٹی ہوئی کمریں لے کر ہی واپس لوٹے۔“

قَتَلْنَا أَبَا جَهْلٍ وَ عُتْبَةَ قَبْلَهُ وَ شَيْبَةَ يَكْبُو لِلْيَدَيْنِ وَلِلنَّحْرِ
”ہم نے ابو جہل کو اور اس سے پہلے عتبہ اور شیبہ کو بھی اس حالت میں قتل کر دیا کہ وہ ہاتھوں اور سینے کے بل اوندھا پڑا تھا۔“

قَتَلْنَا سُوَيْدًا ثُمَّ عُتْبَةَ بَعْدَهُ وَ طُعْمَةَ آيْضًا عِنْدَ قَائِرَةِ الْقَتْرِ
”ہم نے سوید کو پھر اس کے بعد عتبہ کو قتل کر دیا اور گردوغبار اڑتے وقت طعمہ کو بھی قتل کر دیا۔“

فَكَمْ قَدْ قَتَلْنَا مِنْ كَرِيمٍ مُرْدًا لَهُ حَسَبٌ فِي قَوْمِهِ نَابَهُ الدَّاكِرُ
”غرض ہم نے کتنے ہی مصیبت کے مارے بلند مرتبہ لوگوں کو قتل کر دیا جن کے کارناموں کی

ان کی قوم میں بڑی شہرت تھی۔“

تَرَكَانَهُمْ لِلْعَاوِيَاتِ يَنْبَنَّهُمْ وَ يَصْلَوْنَ نَارًا بَعْدَ حَامِيَةِ الْقَعْرِ
”ہم نے انہیں بھونکنے والوں (بھیڑیوں) کے لئے چھوڑ دیا جو بار بار ان کے پاس آتے
ہیں اور اس کے بعد وہ ایسی آگ میں داخل ہوں گے جس کی گہرائی میں سخت گرمی ہے۔“

لَعَنَكَ مَا حَامَتْ فَوَارِسُ مَالِكٍ وَ أَشْيَا عَنْهُمْ يَوْمَ التَّقِينَا عَلَى بَذَرِ
”تیری زندگی کی قسم! جس روز میدانِ بدر میں ہمارا ان سے مقابلہ ہوا تو مالک کے
شہسواروں اور ان کے ساتھیوں نے کچھ مدد نہ کی۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: آپ کا یہ شعر مجھے حضرت ابوزید انصاری نے سنایا:
قَتَلْنَا أَبَا جَهْلٍ وَ عُتْبَةَ قَبْلَهُ وَ شَيْبَةَ يَكْبُو لِلْمِذَنِّ وَلِلنَّحْرِ
علامہ ابن اسحاق نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:
نَجَّى حَكِيمًا يَوْمَ بَذَرِ شَذَّةٍ كَنَجَاءِ مُهْرٍ مِّنْ بَنَاتِ الْآعُوجِ
”بدر کے روز اعوج نامی گھوڑی کی پچھیریوں میں سے ایک پچھیرے کی تیزی کی طرح حکیم کو
اس کی دوڑ نے بچالیا۔“

لَمَّا رَأَى بَذْرًا تَسِيلُ جَلَاهُ بِكَيْبَةِ عَضْرَاءٍ مِّنْ بَلْخَزَرَجٍ
”جب اس نے دیکھا کہ بنی خزرج کا ایک بہت بڑا لشکر وادیِ بدر کے سامنے والے
کنارے سے امنڈا چلا آ رہا ہے۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول بِكَيْبَةِ عَضْرَاءٍ مِّنْ بَلْخَزَرَجٍ۔ اہل عرب اسود (سیاہ) کی
جگہ اخضر (سبز) کا کلمہ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں لَمْلَمْ أَخْضَرُ (تاریک رات) جیسا کہ ذوالرمہ نے کہا:
قَدْ أَغْشَفَ النَّازِحُ الْمَجْهُولُ مَقَسْفُهُ فِي ظِلِّ أَخْضَرٍ يَدْعُو هَامَةً الْيَوْمِ
”رات کے وقت تاریک سائے میں نامعلوم راستے پر دور جانے والا الوؤں کی کھوپڑیوں کو پکارتا
ہوا چل پڑا۔“

اخضر کو اسود اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کی سبزی گھنی ہو۔ قرآن کریم میں ہے: مُذْهَبًا مَّشْنَجًا
(الرحمن) مفسرین نے اس کا معنی یہ کیا ہے سَوَادَانٍ مِّنْ شِدَّةِ الْخُضْرَةِ ”نہایت سبز ہونے کی وجہ
سے سیاہی مائل۔“

لَا يَنْكَلُونَ إِذَا لَقُوا أَعْدَاءَهُمْ يَمْشُونَ عَانِدَةً الطَّرِيقِ الْمَنْهَجِ
 ”وہ (بنی خزرج) جب اپنے دشمنوں کے مقابل ہوتے ہیں تو رعب زدہ نہیں ہوتے (اور)
 شاہراہ (سے ہٹ کر اس) کے کنارے پر نہیں چلتے۔“

كَمْ فِيهِمْ مِنْ مَّاجِدٍ ذِي مَنَعَةٍ بَطِلٍ بِنَهْلِكَةِ الْجَبَانِ الْمُخْرَجِ
 ”اس میں کتنے ہی ایسے ہیں جو عظمت و شان والے، اپنی حفاظت کرنے والے، بہادر ہیں
 جو مضطرب بزدلوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔“

وَمُسَوَّدٌ يُعْطَى الْجَزِيلَ بِكَفِّهِ حَمَالٍ أَثْقَالِ الدِّيَاتِ مُتَوَجِّعٍ
 ”اور کتنے ہی سردار ہیں جو اپنے ہاتھوں بہت کچھ دینے والے ہیں، دیتوں کے بار اٹھانے
 والے تاجدار ہیں۔“

ذَيْنَ النَّدَى مُعَاوِدِ يَوْمِ الْوَعَى ضَرْبَ الْكُمَاةِ بِكُلِّ أَبْيَضٍ سَلْجَجِ
 ”مجلس کی زینت ہیں، جنگ کے روز ہر سفید (چمکتی ہوئی) گھائل کر دینے والی تلوار کے
 ساتھ پہلوانوں پر بار بار روار کرنے والے ہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: آپ کا قول سلجج غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

فَمَا نَخْشِي بِحَوْلِ اللَّهِ قَوْمًا وَ إِن كَثُرُوا وَاجْتَعَتِ الزُّخُوفُ
 ”اللہ کے فضل سے ہم کسی قوم سے نہیں ڈرتے اگرچہ وہ کتنے ہی زیادہ ہو جائیں اور لشکروں
 کے لشکر جمع کر لیں۔“

آپ کا قول ہے بَلْخَزْرَجٍ۔ اس سے آپ کی مراد بنی خزرج ہیں۔ نون کو حذف کر دیا کیونکہ اس
 کا خرج لام کے مخرج کے قریب ہے اور عرب اس طرح کے کلمات میں اجماع لائین کی کراہیت کی بنا
 پر ایک لام کو حذف کرتے ہیں جیسے عَلَمَاءُ اور ظَلَمْتُ۔ اسی طرح تشدید کی کراہیت کی بناء پر أَحْسَنُ
 (میں) ایک سین کو حذف کر دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں
 ہے: تَرَبَّتْ يَمِينُكَ وَآلَتِ۔ اس سے آپ کی مراد آلَتِ ہے یعنی تو تنگ دست ہو گئی اور تجھے نیزہ مارا
 گیا۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: مَالَهُ أُلٌ وَ غُلٌ۔ ”اس کے لئے کوئی دشمنی اور طوق نہیں
 ہے۔“ اور یہ کلمہ آلَتِ بھی مروی ہے۔ اس صورت میں تاء علامت تانیث ہوگی یعنی آلَتِ يَذْكُ
 ”تیرے ہاتھ کو نیزہ مارا گیا۔“

إِذَا مَا الْبُؤَا جَمْعًا عَلَيْنَا كَفَانَا جَدُّهُمْ رَبُّ زَوْوَفُ
 ”جب وہ ہمارے مقابلے کے لئے لشکر جمع کرتے ہیں تو ان کی قوت کے مقابلے میں ہمارے لئے مہربان پروردگار کافی ہو جاتا ہے۔“

سَمَوْنَا يَوْمَ بَذَرٍ بِالْعَوَالِي سِرَاعًا مَا تَضَعُضَعُنَا الْخُتُوفُ
 ”ہم بدر کے روز اونچے اونچے نیزے لے کر تیزی سے اس طرح چھا گئے کہ ہماری موتیں ہمارے حوصلے پست نہیں کر سکتی تھیں۔“

فَلَمْ تَرَ غَضَبَةً فِي النَّاسِ اَنْكِي لِمَنْ عَادُوا إِذَا لَقِحتْ كَشُوفُ
 ”پھر جب نہ خواہش کرنے والی اونٹنی گا بھن ہو گئی (کام ختم ہو گیا) تو تو لوگوں میں کوئی ایسا گروہ نہیں دیکھے گا جو ان لوگوں سے زیادہ اپنے دشمنوں سے مقہور ہو۔“

وَ لَكِنَّا تَوَكَّلْنَا وَ قُلْنَا مَاثِرُنَا وَ مَعَقِلُنَا الشُّيُوفُ
 ”لیکن ہم نے (اللہ پر) توکل کیا اور کہا ہمارے قابل ستائش کام اور ہماری پناہ گاہ تلواریں ہیں۔“

لَقِينَاهُمْ بِهَا لَمَّا سَمَوْنَا وَ نَحْنُ عِصَابَةٌ وَ هُمْ الْوُفُ
 ”جب وہ ہمیں دور سے دکھائی دیے تو ہم نے ان تلواروں کے ساتھ ان سے مقابلہ کیا

اس کے متعلق ہمارے پاس کتاب مسلم کی ایک تیسری روایت بھی ہے، اس میں ہے: تَرَبَّتْ يَدَاكَ وَ اَلَّتْ۔ تاء کے کسرہ اور لام کی تشدید کے ساتھ۔ یہ ان لوگوں کی لغت ہے جو رَدَدَتْ کو رَدَّتْ بولتے ہیں، یعنی ضمیر فاعل کے ساتھ ادغام کر دیتے ہیں۔ یہ ایک لغت ہے جسے سیبویہ نے اس عنوان سے بیان کیا: ”مِنْ اَحْكَامِ الْاَفْعَالِ السَّيْنِيَّةِ عَلَى صِغَةِ السَّيْنِيَّةِ لِلْمَجْهُولِ“۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بِكُلِّ اَبْيَضٍ سَلَجَجٍ۔ سَلَجَج وہ تیز تلوار ہوتی ہے جس کا دار بڑی آسانی سے کاٹا چلا جاتا ہے۔ اسی سے ایک ضرب المثل ہے: اَلَا خُذُ سَلَجَانَ وَالْقَضَاءُ لِيَانٌ۔ یعنی قرض لینا آسان ہے اور واپس کرنا مشکل یعنی لینا آسان ہے جو بغیر کسی تنگدستی کے طلق میں چلا جاتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے: اَلَا خُذُ سُخْرِيْطَ وَ الْقَضَاءُ ضَرِيْطٌ۔ یعنی کسی چیز کو حاصل کرنا آسان ہے لیکن اسے لوٹانا بہت مشکل ہے۔ پس سَلَجَج بھی اسی سے ہے مگر اہل عرب جیم کو مضاعف کرتے ہیں جس طرح مَهْدَد کی دال کو مضاعف کرتے ہیں۔ وہ اسے جعفر کے ساتھ الحاق کر کے ادغام کرتے ہیں۔

حالانکہ ہم ایک چھوٹی سی جماعت تھے اور وہ ہزاروں تھے۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی جمح اور ان کے مقتولوں کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی فرمائے:

جَمَحَتْ بَنُو جُمَحٍ لِشِقْوَةٍ جَدِّهِمْ إِنَّ الدَّلِيلَ مُوَكَّلٌ بِذَلِيلٍ
”بنی جمح نے اپنی بد بختی کی وجہ سے سرکشی کی، بے شک ذلیل شخص کو ذلیل ہی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔“

قَتَلْتُ بَنُو جُمَحٍ بِيَدِ عَنَوَةٍ وَ تَخَاذَلُوا سَعِيًّا بِكُلِّ سَبِيلٍ
”بنی جمح کو بدر کے روز غلبہ پا کر قتل کر دیا گیا اور انہوں نے ہر راستے کی کوشش میں ایک دوسرے کو رسوا کیا۔“

بَحَدُّوا الْكِتَابَ وَ كَذَّبُوا بِسُحْنِ اللَّهِ يُظْهِرُ دِينَ كُلِّ رَسُولٍ
”انہوں نے کتاب (الہی) کا انکار کیا اور محمد (رسول اللہ ﷺ) کو جھٹلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر رسول کے دین کو غلبہ ہی دیا کرتا ہے۔“

لَعَنَّ الْإِلَٰهَ أَبَا خُزَيْمَةَ وَابْنَهُ وَالْخَالِدَيْنِ وَصَاعِدَ بْنَ عَقِيلٍ
”معبود حقیقی نے ابو خزیمہ، اس کے بیٹے، دونوں خالدوں اور صاعد بن عقیل کو ذلیل و رسوا کر دیا۔“

پاؤں کٹ جانے کے متعلق حضرت عبیدہ بن حارث کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب نے غزوہ بدر اور اپنا پاؤں

علامہ ابن اسحاق نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کئے۔ ان میں ایک شعر یہ ہے:

لَعَرُّ أَبَيْكُمَا يَا ابْنِي لُؤَيٍّ عَلَى زَهْوٍ لَدَيْكُمْ وَانْتِخَاءٍ
الْإِنْتِخَاءُ النَّخْوَةُ سے باب افتعال ہے۔ کہا جاتا ہے نَحَى الرَّجُلُ وَانْتَحَى۔
(آدمی نے تکبر کیا) اور الزَّهْوُ سے کہا جاتا ہے زَهَى وَازْدَهَى (تکبر کیا)۔ اس طرح کے
افعال سے امر کا صیغہ صرف لام کے ساتھ ہی آتا ہے کیونکہ اس میں فعل غیر مخاطب کے لئے ہوتا
ہے اور جب غیر مخاطب کو کوئی حکم دیا جائے تو صیغہ امر لام کے ساتھ ہی لایا جاتا ہے جیسے آپ کا
قول ہے لَتَزَّهْ يَا فُلَانُ (اے فلاں! تو تکبر کر) اور لَتُتَعَنَّ بِحَاجَتِي (چاہیے کہ آپ میری
حاجت میں مشغول ہوں) اور قیاس یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ اس فعل سے فعل تعجب اور اسم تفضیل

کٹنے کے متعلق یہ اشعار کہے جس پاؤں پر اس وقت ضرب لگی تھی جب آپ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر دشمن کی دعوتِ مبارزت کے جواب میں نکلے۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر حضرت عبیدہ کے ان اشعار کا انکار کرتے ہیں:

سَتَبْلُغُنَا أَهْلَ مَكَّةَ وَقَعَةً يَهْبُ لَهَا مَنْ كَانَ عَنْ ذَاكَ نَانِيَا
”عنقریب مکہ والوں کو ہماری طرف سے ایک ایسے واقعہ کی خبر پہنچے گی جس کو سن کر وہ شخص بھی بے چین ہو جائے گا جو اس سے بہت دور ہے۔“

بِعُتْبَةٍ إِذْ وَلَّى وَ شَيْبَةٍ بَعْدَهُ وَ مَا كَانَ فِيهَا بِكُرٍ عُتْبَةٍ رَاضِيَا
”عتبہ کی خبر جب اس نے پیٹھ پھیری اور اس کے بعد شیبہ کی اور اس حالت کی جس میں رہنے پر عتبہ کا پہلو نٹھی کا لڑکا راضی ہو گیا۔“

فَإِنْ تَقْطَعُوا رِجْلِي فَاِنِّي مُسْلِمٌ أُرْجَى بِهَا عَيْشًا مِّنَ اللَّهِ دَانِيَا
”پھر اگر تم نے میرا پاؤں کاٹ دیا ہے تو (کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ) میں تو مسلمان ہوں، اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ سے ایک آسودہ زندگی کا امیدوار ہوں۔“

مَعَ الْخُورِ أَمْثَالَ التَّمَائِيلِ أَخْلِصْتُ مَعَ الْجَنَّةِ الْعُلْيَا لِمَنْ كَانَ عَالِيَا
” (جو زندگی) مجسموں کی مانند خوروں کے ساتھ (ہوگی) جو بلند درجہ جنت میں بلند درجہ لوگوں کے لئے مخصوص ہوں گی۔“

وَ بَعْتُ بِهَا عَيْشًا تَعَرَّقَتْ صَفْوَةٌ وَ عَالَجَتْهُ حَتَّى فَقَدْتُ الْآدَانِيَا
”اور میں نے اس جنت کے بدلے ایسی زندگی بیچ ڈالی جس کی صفائی کو میں نے ملا دیا اور اس بارے اس قدر کوشش کی حتیٰ کہ قریبی رشتہ داروں کو کھو دیا۔“

کے صیغے نہ بولے جائیں جیسا کہ مرکوب کے بارے میں مَا أَرْكَبُهُ اور مضروب کے بارے میں مَا أَضْرِبُهُ نہیں کہا جاتا لیکن ان جیسے افعال سے یہ صیغے آئے ہیں: مَا أَزْهَاهُ، مَا أَعْنَاهُ بِحَاجَتِي اور عربوں نے یہ بھی کہا ہے: هُوَ أَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النَّحْيَيْنِ (وہ ذاتِ النخیین سے بھی زیادہ مشغول ہے) وَ هُوَ أَزْهَى مِنْ غُرَابٍ (وہ کوئے سے بھی زیادہ متکبر ہے) حالانکہ ان سب افعال کے صیغے مجہول آتے ہیں یعنی زُهِی، شُغِلَ، مَشْغُولٌ، مَزْهُوٌ اور مجنون کے بارے میں کہا گیا ہے: مَا أَجَنَّهُ۔ اسے ابو عمر صالح بن اسحاق الجرمی نے بیان کیا ہے اور سیبویہ نے کہا: یاد رکھیے اہل عرب جس چیز کا قصد کرتے ہیں تو اسے اپنے کلام میں کہتے ہیں اَهُمَّ

فَاكْرَمَنِي الرَّحْمَنُ مِنْ فَضْلِ مَنْهٖ بِثَوْبٍ مِنَ الْاِسْلَامِ غَطَّى الْمَسَاوِيَا
”اور رحمن نے اپنے فضل و احسان سے مجھے ایسی خلعت اسلام سے سرفراز فرمایا جس نے
میرے تمام عیبوں کو ڈھانپ لیا۔“

وَ مَا كَانَ مَكْرُوْهَاً اِلَى قِتَالِهِمْ غَدَاةً دَعَا الْاَكْفَاءَ مَنْ كَانَ دَاعِيَا
”اور ان لوگوں سے جنگ کرنا مجھے کچھ برا نہ لگا جس روز بلانے والوں نے (اپنے)
ہمسروں کو (مقابلہ کے لئے) بلایا۔“

وَ لَمْ يَبْغِ اِذْ سَالُوا النَّبِيَّ سَوَآثِنَا ثَلَاثَتْنَا حَتَّى حَضَرْنَا الْمَنَاوِيَا
”اور جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا تو آپ نے ہم تینوں کے سوا اور کسی کو
طلب نہ فرمایا یہاں تک کہ ہم پکارنے والے کے پاس حاضر ہو گئے۔“

لَقِيْنَاهُمْ كَالْاَسَدِ تَخْطِرُ بِالْقَنَا نَقَاتِلُ فِي الرَّحْمَنِ مَنْ كَانَ عَاصِيَا
”ہم نیزے لے کر شیروں کی طرح اڑ کر چلتے ہوئے ان سے جا ملے اور رحمن کی راہ میں
اس سے جنگ کرنے لگے جو نافرمان تھا۔“

فَمَا بِرَحْتِ اَقْدَامُنَا مِنْ مَّقَامِنَا ثَلَاثَتْنَا حَتَّى اَزِيْرُوا الْمَنَايَا
”غرض ہم تینوں کے قدم اپنے مقام سے نہ ڈگ گئے یہاں تک کہ موتوں سے ان کی
ملاقات کرادی گئی۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: جب حضرت عبیدہ کے پاؤں پر ضرب لگی تو آپ نے فرمایا سنو!
بخدا! اگر ابوطالب آج کے دن موجود ہوتے تو جان لیتے کہ میں یہ اشعار کہنے کا زیادہ حقدار ہوں
جو انہوں نے کہے:

اور جس چیز کے بیان کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے کہتے ہیں اَعْنَى۔ حالانکہ اس چیز اور اس بیان کا وہ قصد
کر رہے ہوتے ہیں (لیکن اسم تفصیل کی نسبت مفعول بہ کی طرف کرتے ہوئے) کہتے ہیں اَهُمْ وَ
اَعْنَى حالانکہ وہ چیز ان کے ارادہ اور بیان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح وہ اس بیان کے ساتھ
مَعْنِيُوْنَ (ارادہ کئے گئے) ہیں جیسا کہ مَضْرُوْبُوْنَ تو ان افعال میں وہ صورت جائز ہے جو آپ دیکھ
رہے ہیں۔ اس کے جواز کا سبب یہ ہے کہ ان افعال میں مفعول معنی کے لحاظ سے فاعل ہوتا ہے چنانچہ
مَضْرُوْبُوْ حَقِيْقَت میں تلبہ کرنے والا ہے اور مَنخُوْبُوْ بھی اسی طرح ہے اور مشغول حقیقت میں کام سرانجام
دینے والا ہے اور اَلْمَعْنَى بِالْاَمْرِ حَقِيْقَت میں کام کا ارادہ کرنے والا ہے اور اَلْمَجْنُوْنَ اَلْحَقِ کی

كَذَبْتُمْ وَ بَيَّتَ اللّٰهُ يُبْزَىٰ مُحَدِّثٌ وَ لَمَّا نَطَاعِنُ دُونَهُ وَ نَنَاضِلِ
 ”بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ محمد (ﷺ) کو چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی تو ہم
 نے ان کے دفاع کے لئے نہ نیزہ بازی کی ہے اور نہ تیر اندازی۔“

وَ نُسْلِيْنُهُ حَتّٰى نَصْرَعُ حَوْلَهُ وَ نُدْهَلُ عَنْ اَبْنَانِنَا وَالْحَلَالِ
 ”اور (تم نے جھوٹ کہا کہ) ہم انہیں (تمہارے) حوالے کر دیں گے جب تک ہماری
 لاشیں ان کے ارد گرد پڑی ہوئی نہ ہوں۔ ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بھی ان کے لئے بے
 پروا ہو جائیں گے۔“

یہ دونوں شعر حضرت ابوطالب کے ایک قصیدہ میں ہیں جس کا کتاب کے نژشتہ صفحات میں
 ہم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عبیدہ بن حارث کے متعلق حضرت کعب کا مرثیہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ بدر کے روز اپنے
 پاؤں کے زخم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے تو حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے ان
 کے مرثیے میں یہ اشعار کہے:

اَيَا عَيْنٍ جُودِيْ وَ لَا تَبْخَلِيْ بِذِمَّتِكَ حَقًّا وَ لَا تَنْزِدِيْ
 اے آنکھ! اپنے آنسو کی سخاوت کر اور نہ بخل کر اور نہ کوتاہی کر کہ ان کے لئے یہی زیبا ہے۔
 عَلٰى سَيِّدٍ هٰذَا هَلْكُهُ كَرِيْمٍ الْمَشَاهِدِ وَالْعَنْصُرِ
 ”ایسے سردار پر جس کی وفات نے ہمیں ڈھیر کر دیا جو جنگی کارناموں اور نسب کے لحاظ سے
 نہایت شریف تھا۔“

طرح ہے۔ کہا جاتا ہے مَا اَجَنَّهُ جِيسے کہا جاتا ہے مَا اَحْقَقَهُ لیکن مضروب، مرکوب، مشتمل اور
 مدح کے صیغے اس طرح نہیں ہیں اور ان میں سے کسی کے بارے میں مَا اَفْعَلَهُ اور هُوَ اَفْعَلُ
 مِنْ غَيْرِهِ نہیں کہا جاتا ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ اس قیاس کا تقاضا بھی تو یہی ہے کہ مفعول کے بارے میں فعل امر بغیر لام کے
 لایا جائے جس طرح فاعل کے لئے بغیر لام کے فعل امر لایا جاتا ہے حالانکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ مفعول
 معنی کے لحاظ سے فاعل ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے امر فعل مضارع سے مشتق ہوتا ہے اور وہ تَضَرَّبُ
 تَخْرُجُ ہے۔ جب آپ فعل امر بنانا چاہتے ہیں تو حرف مضارع کو حذف کر دیتے ہیں اور فعل کے

جَرِيءُ الْمُقَدَّمِ شَاكِي السَّلَاحِ كَرِيمُ الشَّنَا طَيِّبُ الْمَكْسِرِ
”پیش قدمی کرنے میں جرأت مند، تیز ہتھیار والا، بہترین تعریف والا اور تجربے کے بعد
بھی بہترین ثابت ہونے والا تھا۔“

عَبِيدَةُ أَمْسَى وَ لَا تَرْتَجِيهِ لِعُرْفِ عَرَانَا وَ لَا مُنْكَرِ
”عبیدہ پر جو شام کے وقت ایسی حالت میں ہو گیا کہ ہم کسی خوشحالی اور بدحالی کے لئے جو ہم
پر نازل ہو اس سے امید نہیں کر سکتے۔“

وَ قَدْ كَانَ يَحْيَى غَدَاةَ الْقِتَالِ حَامِيَةَ الْجَيْشِ بِالْيَبْتَرِ
”حالانکہ جنگ کی صبح وہ اپنی تلوار کے ساتھ لشکر کے آخری حصے کی حفاظت کر رہا تھا۔“

غزوة بدر کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوة بدر کے بارے میں یہ اشعار بھی فرمائے:
الْأَهْلُ أَتَى غَسَّانَ فِي نَائِي دَارَهَا وَ أَخْبِرُ شَيْءَ بِالْأُمُورِ عَلَيْهَا
”ذرا سنو تو! کیا بنی غسان کو اپنے گھروں سے دوری کی حالت میں یہ خبر پہنچی ہے؟ اور امور
کے متعلق سب سے زیادہ باخبر وہی ہوتا ہے جو ان کو خوب جانتا ہو۔“

بِأَنَّ قَدَرَ مَتْنًا عَنْ فَيْسَى عَدَاوَةٍ مَعْدُ مَعَا جُهَاَلَهَا وَ حَلِيَّتَهَا
”کہ بنی معد کے جاہلوں اور عقلمندوں دونوں قسم کے لوگوں نے سخت دشمنی کی وجہ سے ہمیں
اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔“

لِأَنَّا عَبْدُنَا اللَّهَ لَمْ نَرْجُ غَيْرَهُ رَجَاءَ الْجَنَانِ إِذْ أَتَانَا زَعِيمُهَا
”اس لئے کہ جب ہمارے پاس جنتوں کا ضامن (رسول) تشریف لایا تو ہم نے ان
جنتوں کی امید میں اللہ کی عبادت کی اور کسی غیر سے امید نہ رکھی۔“

نَبِيٌّ لَهُ فِي قَوْمِهِ إِرْثُ عِزَّةٍ وَ أَعْرَاقُ صِدْقٍ هَدَّبَتْهَا أَرْوَمُهَا
”وہ نبی (تشریف لایا) جسے اپنی قوم میں موروثی عزت اور سچائی کی ایسی صفات حاصل ہیں

حروف اصلی اپنے اصلی وزن پر باقی رہتے ہیں لیکن تڑھی اور تُشْغَلُ میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ان
سے اگر آپ حرف مضارع کو حذف کر دیں تو فعل کا وزن ایسا بن جاتا ہے جو نہ غائب کے لئے آتا ہے
اور نہ مخاطب کے لئے، کیونکہ فعل امر مخاطب کا وزن اِفْعَلْ ہے اور فعل امر غائب کا وزن لِيَفْعَلْ ہے
اور جو وزن ہم نے فرض کیا ہے وہ ان دونوں کے موافق نہیں کیونکہ ذِهِمْتُ کے مضارع میں آپ کہتے

جن کے اصول نے انہیں مہذب بنا دیا ہے۔“

فَسَارُوا وَ سِرْنَا فَالْتَقَيْنَا كَانْنَا
”پس وہ بھی چلے اور ہم بھی چلے اور ہم ان کے مقابلے میں اس طرح آئے گویا ہم مقابلے کے ایسے شیر ہیں جن کے زخم خوردہ (کے بچنے) کی امید نہیں کی جاتی۔“

ضَرَبْنَاهُمْ حَتَّى هَوَىٰ فِي مَكْرِنَا لِنَنْخِرَ سَوْءٍ مِّنْ لُّوَيِّ عَظِيمُهَا
”ہم نے ان پر شمشیر زنی کی یہاں تک کہ ہمارے حملے میں بنی لوی کا بڑا سردار اوندھے منہ بری طرح گڑھے میں جا گرا۔“

فَوَلَّوْا وَ دُسْنَاهُمْ بِيَضٍ صَوَارِمٍ سَوَاءٌ عَلَيْنَا حِلْفُهَا وَ صَبِيئُهَا
”پس انہوں نے پیٹھ پھیری اور ہم نے تیز کاٹنے والی چمکتی تلواروں کے ساتھ انہیں پامال کر دیا، ہمارے لئے ان کے حلیف اور ان کے اصلی افراد دونوں برابر تھے (ہم نے سب کو پامال کر دیا)۔“

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

لَعَمْرُؤِ أَبَيْكُمَا يَا ابْنَى لُؤَيٍّ عَلَى زَهْوٍ لَّدَيْكُم وَانْتِخَاءٍ
”اے بنی لوی کے دو بیٹو! تمہارے باپ کی زندگی کی قسم! تمہارے اندر (اپنی قوتوں پر) تکبر اور نخوت کے باوجود

لَمَّا حَامَتْ فَوَارِسُكُمْ بِيَدَرٍ وَ لَا صَبْرُوا بِهِ عِنْدَ الْإِقَاءِ
تمہارے سواروں نے بدر میں تمہاری کوئی حفاظت نہ کی اور نہ وہ مقابلے کے وقت ثابت قدم رہ سکے۔“

وَرَدَّنَاهُ بِنُورٍ إِلَهِ يَجْلُو دُجَى الظُّلُمَاءِ عَنَّا وَالْعِطَاءِ
”ہم اس مقام پر اللہ کا نور لے کر پہنچے جو ہم سے اندھیری رات کی تاریکیاں اور حجابات دور کر رہا تھا۔“

رَسُولُ اللَّهِ يَقْدُمُنَا بِأَمْرِ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ أَحْكَمَ بِالْقَضَاءِ

ہیں اُڑھی اور شعلت کے مضارع میں کہتے ہیں اُشغَلَ۔ اس طرح یہ وزن شِعْلَتَ فَانَتْ مَشْغُولٌ کے باب سے نکل کر شِعْلَتَ غَيْرِكَ فَانَتْ شَاغِلٌ کے باب کی طرف چلا جاتا ہے اور اس میں امر لام کے ساتھ ہی آتا ہے۔

”(وہ نور) اللہ کا رسول تھا جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کسی حکم کے تحت ہمارے آگے چل رہا تھا جسے قضاء و قدر سے مستحکم کیا گیا تھا۔“

فَمَا ظَفِرَتْ فَوَارِسُكُمْ يَبْدُرُ وَمَا رَجَعُوا إِلَيْكُمْ بِالسَّوَاءِ
”تمہارے گھڑ سواروں نے میدانِ بدر میں نہ فتح حاصل کی اور نہ تمہاری طرح صحیح و سالم واپس لوٹے۔“

فَلَا تَعْجَلْ أَبَا سُفْيَانَ وَارْقُبْ جِيَادَ الْخَيْلِ تَطْلُعُ مِنْ كَدَاءِ
”پس اے ابوسفیان! جلدی نہ کر بلکہ ان عمدہ گھوڑوں کا انتظار کر جو مقامِ کداء سے چڑھ آئیں گے۔“

بِنَصْرِ اللَّهِ دُوحُ الْقُدُسِ فِيهَا وَ مِيكَالُ، فَيَاطِيبُ الْمَلَاءِ
”اللہ کی نصرت کے ساتھ (چڑھ آئیں گے) جس میں روح القدس اور میکائیل بھی ہوں گے۔ پس یہ کیسی بہترین جماعت ہے۔“

رسول کریم ﷺ اور اصحابِ قلیب بدر کے مرثیے میں طالب کے اشعار
طالب بن ابی طالب نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے اور بدر کے روزِ کنوئیں میں پھینکے جانے والے قریش کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا:

أَلَا إِنَّ عَيْنِي أَنْفَدَتْ دَمْعَهَا سَكْبًا تَبْكِي عَلَى كَعْبٍ وَمَا إِنَّ تَرَى كَعْبًا
”سنو! بے شک میری آنکھ نے بنی کعب پر رو کر بہتے ہوئے آنسو ختم کر دیے ہیں لیکن اے بنی کعب کا کوئی فرو نظر نہیں آتا۔“

أَلَا إِنَّ كَعْبًا فِي الْحُرُوبِ تَخَازَلُوا وَ أَرْدَاهُمْ ذَا الدَّهْرِ وَاجْتَرَحُوا ذَنْبًا
”سنو! بنی کعب نے جنگوں میں ایک دوسرے کو رسوا کر دیا اور گناہ کا ارتکاب کیا تو اس زمانے نے انہیں ہلاک کر دیا۔“

وَ عَامِرُ تَبْكِي لِلْمِلَلَاتِ غُدُوَّةً فَيَالَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَرَى لَهَا قُرْبًا
”اور بنی عامر صبح سویرے آفتوں کے نزول پر رو رہے ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں

شاعر کا قول ہے: وَمِيكَالُ فَيَاطِيبُ الْمَلَاءِ۔ اس سے مراد الملاء ہے اور یہ مقصور کو محدود پڑھنے کے قبیل سے نہیں کیونکہ نظم و نثر دونوں میں عصی کو عصا اور رحى کو رحاء کہنا جائز ہے۔ اگرچہ عرب لوگ ضرورت کی بنا پر حرکات میں اشباع کرتے ہیں اور الْكَلْكَلُ کو الْكَلْكَالُ اور الصَّيَارِفُ کو

ان دونوں (قبیلوں) کو قریب سے دیکھ سکوں گا؟“

هٰذَا أَخَوَايَ لَنْ يُعَذِّبَا لِغِيَّةٍ تُعَذِّبُ وَلَنْ يُلْسِمَا بِجَارِهِمَا غَضَبًا
وہ دونوں (قبیلے) میرے ایسے بھائی ہیں جن کو کسی غیر باپ کی طرف نسبت میں شمار نہیں کیا
جاتا جب وہ شمار کی جارہی ہو اور نہ ان کے پڑوسی سے مال کے چھن جانے کا سوال کیا جاتا ہے۔
فِيَا أَخَوَيْنَا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلًا فِدَا لَكُمَا لَا تَبْعَثُوا بَيْنَنَا حَرْبًا
”پس! اے ہمارے دونوں برادر (قبیلو!) عبد شمس اور نوفل! میں تم دونوں پر فدا ہوں،
ہمارے درمیان جنگ برپا نہ کرو۔“

وَلَا تُصْحِبُوا مِنْ بَعْدِ وَدٍّ وَ الْفَةِ أَحَادِيثٌ فِيهَا كَلُّكُمْ يَشْتَكِي النَّكْبَا
”اور محبت والفت کے بعد ایسے (عبرت ناک) واقعات کی صورت اختیار نہ کر لو جن میں
تمہارا ہر شخص مصیبت کی شکایت کرتا رہے۔“

أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا كَانَ فِي حَرْبِ دَاحِسٍ وَ جَيْشِ أَبِي يَكْسُومَ إِذْ مَلَا الشُّعْبَا
”کیا تمہیں جنگ داحس کے انجام اور ابویکسوم کے لشکر کے واقعات کا علم نہیں جب انہوں
نے پہاڑوں کے درمیانی راستے بھر دیئے تھے؟“

فَلَوْ لَا دِفَاعُ اللَّهِ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ لَا صَبَحْتُمْ لَا تَمْنَعُونَ لَكُمْ سِرْبًا
”پس اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدافعت نہ ہوتی جس کا غیر کوئی ہے ہی نہیں تو تمہاری
حالت یہ ہو جاتی کہ تم اپنی بیویوں تک کی حفاظت نہ کر سکتے۔“

فَمَا إِنْ جَنِينَا فِي قُرَيْشٍ عَظِيمَةٍ سِوَى أَنْ حَمِينَا خَيْرَ مَنْ وَطِئَ الثَّرْبَا
”ہم نے قریش کا کوئی بڑا جرم نہیں کیا بجز اس کے کہ ہم نے روئے زمین پر چلنے والوں میں
سے بہترین شخص کی حمایت کی۔“

أَخَائِقَةٍ فِي النَّائِبَاتِ مُرَذِلًا كَرِيمًا ثَنَاهُ لَا بِخَيْلٍ وَ لَا ذَرْبًا
”جو آفتوں کے موقعوں پر قابل اعتماد، فیاض اور اعلیٰ تعریف کے لائق ہے نہ بخیل ہے اور نہ
فسادی۔“

الصَّيَارِيفُ کہتے ہیں۔ لیکن مقصور کو مدد بولنا اس سے بعید ہے کیونکہ صرف الف کا اضافہ تو ایک
مہدیلی ہے لیکن مقصور کو مدد کے ساتھ بولنا دو تغیر ہیں: ایک الف کا اضافہ اور دوسرا غیر مہوز کو ہمزہ دینا۔
اس طرفہ کے شعروں میں مذکور ہے وَ كَشَحَانٍ لَمْ يَنْقُصْ طَوَاءَ هَذَا الْحَبْلُ لیکن طرفہ کے اس

يُطِيفُ بِهِ الْعَافُونَ يَغْشَوْنَ بَابَهُ يَوْمُونَ بَحْرًا لَا نَزُودًا وَلَا صَرَبًا
”اس کے دروازے پر مانگنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے وہ ایسے سمندر کا قصد کرتے ہیں جو
نہ کم ہوتا ہے اور نہ ختم۔“

قَوْلَهُ لَا تَنْفَكُ نَفْسِي حَزِينَةً تَسْلُلُ حَتَّى تَصْدُقُوا الْخَزْرَجَ الضَّرْبًا
”بخدا! میرا نفس غمزدہ اور بے قرار رہے گا یہاں تک کہ تم لوگ خزرج پر ایک کاری ضرب
لگاؤ۔“

ابو جہل کے مرثیے میں ضرار کے اشعار

ضرار بن خطاب فہری نے ابو جہل کے مرثیے میں کہا:

أَلَا مَنْ لِعَيْنٍ بَاتَتْ اللَّيْلَ لَمْ تَنَمْ تَرَاقِبُ نَجْمًا فِي سَوَادٍ مِنَ الظُّلَمِ
”ہے کوئی اس آنکھ کو تسلی دینے والا جو رات بھر نہ سوئی، وہ اندھیروں کی سیاہی میں ستاروں کو
تاڑتی رہی۔“

كَأَنَّ قَدَى فِيهَا وَ لَيْسَ بِهَا قَدَى سَوَى عِبْرَةٍ مِنْ جَائِلِ الدَّمْعِ تَنْسَجِمُ
”یوں لگتا ہے گویا اس میں کوئی تنکا پڑ گیا ہے حالانکہ اس میں اس جلن کے سوا کوئی تنکا نہیں جو
آنسوؤں کو ابھار کر بہا رہی ہے۔“

فَبَلِّغْ قُرَيْشًا أَنَّ خَيْرَ نَدِيَّتِهَا وَ أَكْرَمَ مَنْ يَمْشِي بِسَاقِي عَلَى قَدَمِ
”تو قریش کو یہ خبر پہنچا دے کہ ان کا امیر مجلس اور پنڈلی سے قدموں پر چلنے والوں میں سے
سب سے بلند مرتبہ شخص

قَوِي يَوْمَ بَذَرَ رَهْنَ خَوْصَاءَ رَهْنَهَا كَرِيمُ الْمَسَاعِي غَيْرُ وَغْدٍ وَ لَا بَرَمِ
بدر کے روز تنگ کنویں میں رہن ہو گیا جو شریفانہ دوزدھوپ والا تھا، نہ کمینہ تھا اور نہ بخیل۔

فَالَيْتُ لَا تَنْهَلُ عَيْنِي بِعَبْرَةٍ عَلَى هَالِكٍ بَعْدَ الرَّئِيسِ ابْنِ الْحَكَمِ
”پس میں نے قسم کھائی ہے کہ سردار ابو الحکم (کی ہلاکت) کے بعد میری آنکھ کسی ہلاک
ہونے والے پر آید آنسو بھی نہیں بہاے گی۔“

شعر میں یہ اس لئے بہتر ہے کہ اس نے وہ الطویٰ مراد نہیں لیا جو طویٰ فعل کا مصدر ہے۔ یہ
اس وقت نوا جاتا ہے جب من کو بھوک لگے اور اس کا پیٹ خالی ہو جائے۔ ہذا اس کی مراد کمر کی باریکی
ہے جو عورت میں اور رعایت میں نال کا باعث ہے۔ چنانچہ وہ اس اعطاء جمال اور جمال کے وزن پر لایا

عَلَى هَالِكٍ أَشْجَى لَوْىَ بْنَ غَالِبٍ أَنْتَهُ الْمَنَايَا يَوْمَ بَدْرٍ فَلَمْ يَوْمَ
 ”(صرف) اس ہلاک ہونے والے پر (آنسو بہائے گی) جس نے بنی لوی بن غالب
 کو غمزدہ کر دیا، بدر کے روز اس کے پاس موتیں آئیں تو وہ وہاں سے جدا نہ ہوا۔“

تَرَى كِسْرَ الْخَطِطِي فِي نَخْرِ مُهْرِهِ لَدَى بَائِنٍ مِّنْ لَّحِيهِ بَيْنَهَا حِذْمٌ
 ”تو اس کے پچھیرے کے حلق میں نیزے کے ٹکڑے اس مقام پر دیکھے گا جہاں سے اس کا
 گوشت جدا ہوتا ہے جس کے درمیان گوشت کے ٹکڑے ہیں۔“

وَمَا كَانَ لَيْثٌ سَاكِنٌ بَطْنٍ بِمِشَةٍ لَدَى غَلَلٍ يَجْرِي بِبَطْحَاءٍ فِي أَحْمَ
 ”درختوں کے جھنڈ میں بطحاء سے بہہ کر آنے والے نالے کے پاس شیروں کے جنگل میں
 رہنے والا کوئی ایسا شیر نہ تھا۔“

بِأَجْرَامِنُهُ حِمْنٌ تَخْتَلِفُ الْقَنَا وَ تَدْعَى نَزَالٍ فِي الْقَمَاقِمَةِ الْبُهْمِ
 ”جو اس سے زیادہ جرأت مند ہو جب نیزے دونوں جانب سے چل رہے ہوں اور بہادر
 سرداروں کے درمیان ”جنگ کے لئے اترؤ“ کی آواز بلند ہو رہی ہو۔“

فَلَا تَجْزَعُوا آلَ الْمُغِيرَةِ وَاصْبِرُوا عَلَيْهِ وَ مَنْ يَجْزَعُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلَمْ
 ”اس لئے اے آل مغیرہ! آہ و فغاں نہ کرو اور اس پر صبر کرو اور جو اس پر آہ و فغاں کرے تو
 اسے بھی کوئی ملامت نہیں۔“

وَ جَدُّوا فَإِنَّ الْمَوْتَ مَكْرَمَةً لَّكُمْ وَ مَا بَعْدَهُ فِي آخِرِ الْعِيشِ مِنْ نَدَمٍ
 ”اور کوشش کرتے رہو کیونکہ موت تمہارے لئے باعث عزت ہے اور موت کے بعد دوسری
 زندگی میں بھی کوئی ندامت نہیں۔“

وَ قَدْ قُلْتُ إِنَّ الرِّيحَ طَيِّبَةً لَّكُمْ وَ عِزُّ الْمَقَامِ غَيْرُ شَكٍّ لِّدِي فَهَمٌ
 ”اور میں نے کہہ دیا ہے کہ ہوا کا رخ تمہارے حق میں بہتر ہے اور عزت کا مقام (تمہارے
 ہی لئے ہے)، اس بات میں عقلمندوں کو کوئی شبہ نہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعرا نکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ضرار کے ہیں۔

ہے اور اس بات کو لفظوں میں ظاہر کر دیا جو اس کے دل میں تھی اور عربوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کلمہ کو اس
 وزن کی طرف موڑ دیتے ہیں جو اس کے معنی کی طرف اشارہ کر رہا ہو۔ اس طرح کی مثالیں پہلے بھی
 بہت گزر چکی ہیں اور آئندہ بھی بہت سی مثالیں پیش ہوں گی۔

ابو جہل کے مرثیے میں حارث بن ہشام کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حارث بن ہشام نے اپنے بھائی ابو جہل کے مرثیے میں کہا:
 اَلَا يَا لَهْفَ نَفْسِي بَعْدَ عَمْرٍو وَ هَلْ يُغْنِي التَّلَهُّفُ مِنْ قَتِيلٍ
 ”اے نفس! عمرو کے بعد تیرے رہ جانے پر افسوس، لیکن مرنے والے پر افسوس اسے کیا
 فائدہ دیتا ہے؟“

يُخْبِرُنِي الْمُخْبِرُ أَنَّ عَمْرًا أَمَامَ الْقَوْمِ فِي جَفْرِ مُحِمِلٍ
 ”خبر دینے والا مجھے خبر دیتا ہے کہ عمرو قوم کے سامنے ایک منہدم کنویں میں تھا۔“
 فَقَدْ مَا كُنْتُ أَحْسِبُ ذَلِكَ حَقًّا وَ أَنْتَ لِمَا تَقْدَمُ غَيْرُ فِيمِلٍ
 ”میں پہلے ہی اس بات کو حق سمجھتا تھا اور تو پہلے ہی فاسد رائے رکھنے والا نہ تھا۔“

وَ كُنْتُ بِنِعْمَةٍ مَا دُمْتُ حَيًّا فَقَدْ خُلِفْتُ فِي دَرَجِ الْمَسِيلِ
 اور جب تک تو زندہ تھا تو ناز و نعمت میں تھا لیکن اب تو ذلت کے مقام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔
 كَأَنِّي حِينَ أُمِسْتُ لَا أَرَاهُ ضَعِيفُ الْعَقْدِ ذُوهُمْ طَوِيلٍ
 ”میں تجھے نہیں دیکھ رہا تو اب میری حالت یہ ہو گئی ہے کہ کمزور ارادے والا اور بڑی فکر والا
 ہو گیا ہوں۔“

عَلَى عَمْرٍو إِذَا أَمْسَيْتَ يَوْمًا وَ ظَرْفٍ مِّنْ تَذَكُّرِهِ كَلِيلٍ
 ”جب میں کسی روز عمرو کو یاد کرتا ہوں تو میری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اس کی یاد میں میری
 آنکھیں تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہیں (اور یوں لگتا ہے کہ کچھ اور نظر ہی نہیں آ رہا)۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حارث بن ہشام
 کے ہیں اور فی جفْرِ کا قول غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

جہاں تک الملاء، الخطاء، الرشاء (طاقتور ہرن) اور الفراء (وحشی گدھا) اور اس طرح کے
 دوسرے الفاظ کا تعلق ہے تو یہ الفاظ جب نعم کے ساتھ جمع ہوتے ہیں تو ان کا ہمزہ وقف میں اور بعض
 لغات میں وصل میں بھی الف سے بدل جاتا ہے چنانچہ وہ الف ہمزہ کا عوض ہوتا ہے اور کبھی کبھی عوض
 اور معوض منہ (یعنی ہمزہ اور الف) دونوں کو بھی جمع کر دیتے ہیں، جیسا کہ کہتے ہیں هَوَاقِ الْمَاءِ (اس
 نے پانی گرایا) اس میں ہاء ہمزہ کا بدل تھی لیکن دونوں کو جمع کر دیا اور ہم کی طرف نسبت میں فَوِيٌّ اور
 یمن کی طرف نسبت میں یَمِينِي کہتے ہیں لیکن پھر یہ بھی کہا یَمَانِ تو اس میں الف دو یاؤں میں سے ایک

مقتولین بدر کے مرثیے میں ابن اسود کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا ابو بکر شداد بن اسود بن شعوب اللیشی نے کہا:

تُحَيِّ بِالسَّلَامَةِ اُمُّ بَكْرٍ وَ هَلْ لِيْ بَعْدَ قَوْمِيْ مِنْ سَلَامٍ
”ام بکر کو سلامتی کا سلام ہو اور کیا میری قوم کے بعد میرے لئے کوئی سلامتی ہے؟“

فَمَا دَا بِالْقَلْبِ قَلْبٌ بَذَرٍ مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكَرَامِ؟
”بدر کے کنویں کے پاس کیسی کیسی گانے والی لونڈیاں اور کیسے کیسے معزز شراب پینے والے لوگ تھے؟“

وَ مَا دَا بِالْقَلْبِ قَلْبٌ بَذَرٍ مِنَ الشِّمِزَى تَكَلُّلُ السَّنَامِ؟
”اور بدر کے کنویں کے پاس کوہانوں کے گوشت سے بھرے ہوئے کیسے کیسے آنسوں کی لکڑی کے بنے ہوئے پیالے تھے؟“

وَ كَمْ لَكَ بِالطَّوِي طَوِي بَذَرٍ مِنَ الْحَوَمَاتِ وَالنَّعَمِ الْمَسَامِ؟
”اور تیرے لئے بدر کے پختہ کنویں کے پاس کتنے اونٹوں کے گلے اور آزاد چرنے والے دوسرے جانور تھے؟“

وَ كَمْ لَكَ بِالطَّوِي طَوِي بَذَرٍ مِنَ الْغَايَاتِ وَالذُّسَعِ الْعِظَامِ؟
”اور تیرے لئے بدر کے پختہ کنویں کے پاس کتنی انتہائی قوتیں اور بڑے عطیات تھے؟“
وَ أَصْحَابِ الْكَرِيمِ أَبِي عَلِيٍّ أَحْيَى الْكَأْسِ الْكَرِيمَةِ وَالنِّدَامِ
”اور شریف ابو علی کے کتنے ساتھی تھے جو بہترین پیالے اور شراب کا ساتھی ہے۔“

وَ إِنَّكَ لَوْ رَأَيْتَ أَبَا عَقِيلٍ وَ أَصْحَابَ الشَّيْءِ مِنْ نَّعَامِ
اور اگر تو نے ابو عقیل اور مقامِ نعام کے دو پہاڑوں کی درمیانی وادی میں رہنے والوں کو دیکھا

یاء کا بدل ہے پھر کہا یمانی تشدید کے ساتھ تو عوض اور معوض منہ (یعنی الف اور یاء) دونوں کو جمع کر دیا
چنانچہ يَطِيْبُ الْمَلَاءِ اسی قبیل سے ہے۔ اسی طرح الخطا میں ان کا قول الخطاء ہے۔ شاعر کا قول ہے:

فَكُلُّهُمْ مُسْتَقْبِرٌ لِصَوَابٍ مَنْ يُخَالِفُهُ مُسْتَحْسِنٌ لِّخَطِيئِهِ
”وہ سب کے سب اس شخص کی درست بات کو بھی برا سمجھنے والے ہیں جس کی مخالفت کوئی ایسا شخص کر دے جو اپنی غلطی کو بھی اچھا سمجھنے والا ہو۔“

ہوتا

إِذْ لَطَلَتْ مِنْ وَجْدٍ عَلَيْهِمْ كَأَمِ السَّقْبِ جَانِلَةَ الْمَرَامِ
تو اس وقت تو اونٹ کے بچے کی اس ماں کی طرح ان پر وجد کرنے لگتا جو اپنا مقصد پالیتی ہے۔

يُخَبِّرُنَا الرَّسُولُ لَسَوْفَ نَحْيَا وَ كَيْفَ لِقَاءُ أَصْدَاءِ وَ هَامِ؟
”وہ رسول (ﷺ) ہمیں خبر دیتا ہے کہ ہم (پھر) زندہ ہوں گے حالانکہ میت کی گلی سڑی ہڈیوں کی کھوپڑیوں سے نکلے ہوئے پرندے سے ملاقات کیونکر ہوگی۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے ابو عبیدہ النخوی نے آخری شعریوں پڑھا:
يُخَبِّرُنَا الرَّسُولُ بَانَ سَنَحْيَا وَ كَيْفَ حَيَاةُ أَصْدَاءِ وَ هَامِ؟
فرمایا اس نے اسلام قبول کیا تھا لیکن پھر مرتد ہو گیا۔

مقتولین بدر کے مرثیے میں امیہ بن ابی الصلت کے اشعار
علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: امیہ بن ابی الصلت نے بدر کے روز ہلاک ہونے والے قریش کے مرثیہ میں کہا:

أَلَا بَكَيْتَ عَلَى الْكَرَامِ بَيْنَ الْكَرَامِ أُولَى الْمَاوِخِ
”شریفوں کی اولاد اور مدح و ستائش والے لوگوں پر تو اس طرح کیوں نہ رویا
كَبْنَا الْحَمَامَ عَلَى فُرُوعِ الْآيِكَ فِي الْغُصْنِ الْجَوَانِحِ
جس طرح گھنے درختوں کی شاخوں پر جھکی ہوئی ٹہنیوں میں کبوتریاں آہ وزاری کرتی ہیں۔“
يَبْكُمْنَ حَرَى مُسْتَكِينَاتٍ يَوْحَنَ مَعَ الرِّوَانِحِ
”وہ اندرونی سوزش کی وجہ سے بے بسی و بے کسی کے عالم میں روتی ہیں اور شام کو واپس جانے والیوں کے ساتھ لوٹتی ہیں۔“

اور ورقہ نے کہا ہے: إِلَّا مَا غَفَرْتَ خَطَايَا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابو علی نے اپنے اس شعر میں مقصور کو مد کے ساتھ پڑھا ہے:

يَا لَكَ مِنْ قَبْرِ وَ مِنْ شَيْشَاءٍ يَنْشَبُ فِي الْمَسْعَلِ وَاللَّهَاءِ
”تعب ہے اس خشک اور نرم گھٹلی والی کھجور پر جو گلے اور حلق کے کوے میں چٹ جاتی ہے۔“
اللہاء سے اس کی مراد لہاء کی جمع ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ نیا کلام ہو۔ اگرچہ یہ عربی

أَمْثَلَهُنَّ الْبَاكِمَا تِ الْمَعُولَاتُ مِنْ التَّوَانِحِ
 ”انہی کی مثل نوحہ کرنے والی عورتوں میں سے چیخ چیخ کر رونے والی عورتیں ہیں۔“
 مَنْ يَبْكُهُمْ يَبْكُ عَلَى حُزْنٍ وَ يَصْدُقُ كُلَّ مَادِحٍ
 ”جو شخص بھی ان پر روتا ہے وہ غم کی وجہ سے ہی روتا ہے اور (ان کا) ہر تعریف کرنے والا سچ کہتا ہے۔“

مَا ذَا بَدْرٍ فَالْعَقَنْقَلِ مِنْ مَرَاذِبِهِ جَحَاجِحُ
 ”میدان بدر میں گھر ریت کے ٹیلے پر رئیسوں اور سرداروں کی کیا حالت ہوگی۔“
 فَمَدَافِعِ الْبَرَقِينَ فَالْحَنَّانِ مِنْ طَرْفِ الْآوَاشِحِ
 پھر برقیں کی نشیبی جگہوں اور مقام اواح کے کنارے ریت کے ٹیلوں پر (کیا حال ہوگا؟)
 شَطِطٍ وَ شُبَّانٍ بَهَا لَيْلٍ مَغَاوِيرٍ وَ حَاوِخِ
 آہنی دل والے طاقتور، غارت گر، ادھیڑ عمر اور نو جوان سرداروں (کی کیا حالت ہوگی)۔
 لَا تَرَوْنَ لِمَا أَدَى وَ لَقَدْ أَبَانَ لِكُلِّ لَامِحِ
 ”کیا تم نہیں دیکھ رہے جو چیز میں دیکھ رہا ہوں حالانکہ وہ چیز ہر دیکھنے والے پر ظاہر ہے:
 أَنْ قَدْ تَغَيَّرَ بَطْنُ مَكَّةَ فَهِيَ مَوْحِشَةٌ الْآبَاطِحِ
 کہ وادی مکہ کی صورت ہی بدل گئی اور اس کے کنکر یلے نشیبی علاقے وحشتناک بن گئے ہیں۔“

مِنْ كُلِّ بِطْرِيقٍ لِبَطْرِيقٍ نَقِيٍّ اللَّوْنِ وَاضِحِ
 ”پاک صاف گورے رنگ والے ہر اکڑ کر چلنے والے سردار (کی کیا حالت ہوگی)۔“
 دَعْوُوصِ أَبْوَابِ الْمَلُوكِ وَ جَانِبِ لِلْحَرْقِ فَاتِحِ
 ”جو بادشاہوں کے دروازوں کے کیڑے اور وسیع میدانوں کا سفر کرنے والے، فتح کرنے والے تھے۔“

مِنْ السَّرَاطِطِ الْخَلَاجَةِ الْمَلَاوِثَةِ الْمَنَاجِحِ
 ”جو کڑک کر باتیں کرنے والے، بھاری لمبے ڈیل ڈول والے، کامیاب سردار تھے۔“

ہے لیکن اس لفظ میں ایک روایت لام کے کسرہ کے ساتھ الیہاء بھی ہے لہذا یہ آگمہ و اِکَام کے باب سے ہے۔ اور ابو عبید نے الغریب المصنف میں اسے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

الْقَائِلِينَ الْفَاعِلِينَ الْأَمْرِينَ بِكُلِّ صَالِحٍ
”جو مقرر، کام کرنے والے، ہر نیک کام کا حکم دینے والے تھے۔“

الْمُطْعِمِينَ الشَّحْمَ قَوْ قِ الْخُبْزِ شَحْمًا كَالْآنَافِخِ
”جو روٹیوں پر شکنبوں جیسا چکنا گوشت رکھ کر (مہمانوں کو) کھلانے والے تھے۔“

نُقِلَ الْجِفَانِ مَعَ الْجِفَانِ إِلَى جِفَانٍ كَالْمَنَاضِحِ
”جو بڑے بڑے پیالوں کے ساتھ اور پیالے ملا کر حوضوں کی مانند دوسرے بڑے پیالوں میں منتقل کرنے والے تھے۔“

لَيْسَتْ بِأَصْفَارٍ لِّمَنْ يَعْفُو وَ لَادِحٍ رَحَارِخٍ
”وہ پیالے مانگنے والوں کے لئے نہ خالی ہوتے تھے اور نہ کم گہرے کشادہ تھے (بلکہ گہرے کشادہ تھے)۔“

لِلضَّيْفِ ثُمَّ الضَّيْفِ بَعْدَ الضَّيْفِ وَالْبُسْطِ السَّلَاطِحِ
”(یہ سب سامان) یکے بعد دیگرے لگاتار آنے والے مہمانوں کے لئے ہوتا اور ان کے لئے لمبی چوڑی قالینیں بھی ہوتیں۔“

وَهَبَ الْيَمِينَ مِنَ الْيَمِينِ إِلَى الْيَمِينِ مِنَ اللَّوَاخِ
”وہ سینکڑوں گا بھن اونٹنیوں میں سے سینکڑوں اونٹنیاں سینکڑوں لوگوں کو اس طرح دے ڈالتے تھے

سَوَّقَ الْمَوْبِلَ لِلْمَوْبِلِ صَادِرَاتٍ عَنْ بِلَادِخِ
جیسے مقام بلادِ ح سے واپس آنے والے بہت سے اونٹوں کو دیگر بہت سے اونٹوں کی طرف ہانک دیا جائے۔“

لِكِرَامِهِمْ فَوْقَ الْكِرَامِ مَزِيَّةٌ وَزَنَ الرُّوَاجِحِ
ان کے شرفاء کو دیگر شرفاء پر جھک جانے والے پلڑوں کے وزن جیسی فضیلت حاصل ہے۔
كَتَّافِلِ الْأَرْطَالِ بِالْقِسْطِ فِي الْأَيْدِي الْوَانِحِ
”جس طرح بڑے ترازو میں رکھے ہوئے باٹنخی ہاتھوں پر بوجھل ہو جاتے ہیں۔“

خَذَلَتْهُمْ فِتْنَةٌ وَ هُمْ يَحْمُونَ عَوْدَاتِ الْفَضَائِحِ
ایک گروہ نے ان کی امداد چھوڑ دی حالانکہ وہ پوشیدہ رسوائیوں سے مدافعت کر رہے تھے۔

الضَّارِبِينَ التَّقْدِيمَةَ بِالْمُهَنْدَةِ الصَّفَائِحِ
 ”در آں حالیکہ وہ چوڑی ہندی تلواروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش پر وار کر رہے تھے۔“

وَلَقَدْ عَنَّا نِيَّ صَوْتَهُمْ مِنْ بَيْنِ مُسْتَسْقٍ وَ صَائِحِ
 ”مجھے ان کی آوازوں نے بہت تکلیف دی جن میں کوئی تو پانی مانگنے والا اور کوئی چیخنے والا تھا۔“

لِلَّهِ - دَرْنِيَّ عَلِيَّ اَيِّمٍ مِنْهُمْ وَ نَاكِحِ
 ”بنی علی کا اللہ ہی حافظ ہے جن میں کنوارے بھی ہیں اور بیاہے بھی۔“

اِنْ لَمْ يَغِيروا غَارَةً شَعْوَاءَ تُجْحِرُ كُلَّ نَابِغِ
 اگر انہوں نے کوئی ایسا متفرق حملہ نہ کیا جو ہر بھونکنے والے کو بل میں چھپنے پر مجبور کر دے۔

بِالْبُقَرَاتِ التَّبَعَاتِ الطَّامِحَاتِ مَعَ الطَّوَامِغِ
 ”ان (گھوڑوں) کے ذریعے جنہیں شرافت کی وجہ سے گھروں کے قریب رکھا جاتا ہے، جو دور دور تک سفر کرنے والے اور سر بلند رکھنے والیوں کے ساتھ سر بلند رکھنے والے ہیں۔“

مَرْدًا عَلَى جُرْدٍ اِلَى اُسْدٍ مُكَالِبَةٍ كَوَالِغِ
 ”ایسے جو انمردوں کے ذریعے جو کتوں جیسے ترش رو شیروں کی طرف کم موگھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ کریں۔“

وَ يُلَاقِ قِرْنٌ قِرْنَهُ مَشَى الْمُصَافِحِ لِلْمُصَافِحِ
 ”اور ہمسرا اپنے ہمسر کے اس طرح مقابل آئے جس طرح ایک مصافحہ کرنے والا دوسرے مصافحہ کرنے والے کی طرف چلتا ہے۔“

بِزُهَاءِ اَلْفٍ ثُمَّ اَلْفٍ بَيْنَ ذِي بَدَنِ وَ رَامِغِ
 ”جن کی تعداد کا اندازہ دو ہزار ہو جو زہ پوش اور نیزہ باز ہوں۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا ہم نے اس مرثیہ کے دو شعر چھوڑ دیے ہیں جن میں اس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی۔ اور اس کا یہ شعر میرے سامنے ایک سے زائد علمائے شعر نے پڑھا ہے:

وَ يُلَاقِ قِرْنٌ قِرْنَهُ مَشَى الْمُصَافِحِ لِلْمُصَافِحِ
 نیز یہ اشعار بھی سنائے ہیں:

وَهُبُّ الْيَنِينِ مِنَ الْيَنِينِ إِلَى الْيَنِينِ مِنَ الْوَأَقِحِ
سَوْقَ الْمُوْبِلِ الْمُوْبِلِ صَادِرَاتٍ عَنْ بَلَدٍ
علامہ ابن اسحاق نے فرمایا امیہ بن ابی الصلت نے زمعہ بن اسود اور بنی اسد کے مقتولوں کے مرثیہ میں کہا:

عَيْنُ بَكِيٍّ بِالسُّبُلَاتِ أَبَا الْحَارِثِ لَا تَذْخِرِي عَلَيَّ زَمْعَةَ
”اے آنکھ! اپنے والے آنسوؤں کے ساتھ ابو الحارث پر روا اور زمعہ پر (بھی روا اور) کوئی آنسو بچا کر نہ رکھ۔“

وَأَبِي عَقِيلَ بْنَ أَسْوَدَ أَسَدِ الْبَاسِ لِيَوْمِ الْهَيَّاجِ وَالذَّفْعَةِ
”اور جنگ اور دفاع کے روز میدانِ جنگ کے شیر عقیل بن اسود پر بھی رو۔“

تِلْكَ بَنُو أَسَدٍ إِخْوَةُ الْجَوِّ ذَاءٌ لَا خَانَةَ وَ لَا خَدَعَةَ
”وہ جو زاء کے بھائی بنی اسد تھے جو نہ خیانت کرنے والے تھے اور نہ دھوکہ باز۔“

هُمْ الْأَسْرَةُ الْوَسِيطَةُ مِنْ كَعْبٍ وَ هُمْ ذُرْوَةُ السَّنَامِ وَالْقَبْعَةِ
”وہ بنی کعب کا نہایت شریف خاندان تھے اور کوہان اور بلند مقام کی چوٹی کی مانند تھے۔“

أَنْبَتُوا مِنْ مَعَاشِرِ شَعَرِ الرَّأْسِ وَ هُمْ الْحَقُّوهُمْ النِّعَةِ
”انہوں نے گروہوں میں رہ کر سر کے بال اگائے اور انہوں نے انہیں مزید عزت سے ملا دیا۔“

أَمْسَى بَنُو عَيْهِمْ إِذَا حَضَرَ الْبَاسُ وَأَكْبَادُهُمْ عَلَيْهِمْ وَجَعَهُ
”ان کے چچا زاد بھائیوں کی حالت یہ ہو گئی کہ جب جنگ کا موقع آتا تو ان کے جگر ان پر دردناک ہو جاتے۔“

وَ هُمْ الْمُطْعَمُونَ إِذْ قَحِطَ الْقَطْرُ وَ حَالَتْ فَلَا تَرَى قَرْعَةً
”اور وہ (ان لوگوں کو) ایسے وقت میں کھلانے والے تھے جب بارش کا قحط ہوتا اور حالت ایسی دگرگوں ہو جاتی کہ تو بکھرے ہوئے بادل بھی نہ دیکھے۔“

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ان اشعار کی روایت میں اختلاط ہے اور ان کی بناء صحیح نہیں لیکن یہ اشعار مجھے ابو محرز خلف الاحمر وغیرہ نے بھی سناے ہیں۔ بعض نے وہ اشعار روایت کئے ہیں جو دوسروں نے روایت نہیں کئے۔

عَنْ بَكِيٍّ بِالسُّبُلَاتِ أَبَا الْحَارِثِ لَا تَذْخِرِي عَلَيَّ زَمْعَةَ
 ”اے آنکھ! اپنے والے آنسوؤں کے ساتھ ابو حارث پر روا اور زمعہ پر (بھی روا اور) کوئی
 آنسو بچا کر نہ رکھ۔“

وَعَقِيلَ بْنِ أَسَدٍ الْبَّاسِ لِيَوْمِ الْهَيَاجِ وَالذَّفْعَةِ
 ”اور جنگ اور دفاع کے روز میدانِ جنگ کے شیر عقیل بن اسود (پر بھی رو)۔“

فَعَلَى مِثْلِ هَلِكِهِمْ خَوَاتِ الْجَوِّ زَاءٌ لَا خَانَةَ وَ لَا خَدَاعَهُ
 ”پس ان جیسوں کی ہلاکت پر (اگر) جو زاء برباد ہو جائے (تو کوئی حرج نہیں) جو نہ
 خیانت کرنے والے تھے اور نہ دھوکہ باز۔“

وَهُمُ الْأَسْرَةُ الْوَسِيطَةُ مِنْ كَعْبٍ وَ فِيهِمْ كَذِرُوةٌ الْقَبْعَةِ
 اور وہ بنی کعب کا نہایت شریف خاندان تھے اور ان میں بلند مقام کی چوٹی جیسے لوگ بھی تھے۔
 انبتوا مِنْ مَعَاشِرِ شَعْرِ الرَّأْسِ وَ هُمْ الْحَقُّوهُمْ النَّعَّةِ
 ”انہوں نے گروہوں میں رہ کر سر کے بال اگائے اور انہوں نے انہیں مزید عزت عطا کر
 دی۔“

فَبَنُو عَتِيهِمْ إِذَا حَضَرَ الْبَّاسُ عَلَيْهِمْ أَكْبَادُهُمْ وَ جَعَهُ
 ”پس جب جنگ کا موقع آتا تو ان کے چچا زاد بھائیوں کے جگر ان پر دردناک ہو جاتے۔“
 وَ هُمْ الْمُطْعَمُونَ إِذْ قُحِطَ الْقَطْرُ وَ حَالَتْ فَلَا تَرَى قَرْعَهُ
 ”اور وہ (ان لوگوں کو) ایسے وقت میں کھلانے والے تھے جب بارش کا قحط ہوتا اور حالت
 ایسی دگرگوں ہو جاتی کہ تو متفرق بادل بھی نہ دیکھے۔“

ابو اسامہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم کے حلیف ابو اسامہ معاویہ بن زہیر بن قیس بن
 حارث بن سعد بن ضبیعہ بن مازن بن عدی بن جشم بن معاویہ نے یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن
 ہشام کا قول ہے کہ وہ مشرک تھا۔ وہ ہبیرہ بن ابی وہب کے پاس سے گزرا جبکہ وہ لوگ بدر کے
 روز شکست کھا رہے تھے اور ہبیرہ تھک چکا تھا تو ابو اسامہ اٹھا اور زرہ اتار پھینکی، اسے اٹھایا اور
 لے کر چلا گیا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: یہ اہل بدر کے متعلق صحیح ترین اشعار ہیں:

وَلَمَّا أَنْ رَأَيْتُ الْقَوْمَ خَفُّوا وَ قَدْ شَأَلْتُ نَعَامَتَهُمْ لِنَفْرِ
اور جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ بھاگ کر کم ہو چکے ہیں اور بھاگنے کے لئے ان کے

ابو اسامہ کے اشعار کی وضاحت

ابو اسامہ بن زہیر جشمی کے اشعار ذکر کئے۔ ان میں ایک شعر یہ ہے: وَ قَدْ زَالَتْ نَعَامَتُهُمْ
لِنَفْرِ۔ اہل عرب بھاگنے میں زوالِ نعمت کی مثال بیان کرتے ہیں۔ جب کوئی قوم بھاگ جائے اور
ہلاک ہو جائے تو آپ کہتے ہیں شَأَلْتُ نَعَامَةَ الْقَوْمِ۔ شاعر کا قول ہے:

يَأَلَيْتُ مَا أُمْنَا شَأَلْتُ نَعَامَتَهَا إِمَّا إِلَى جَنَّةٍ إِمَّا إِلَى نَارٍ
”کاش! ہماری ماں کا تلو اجنت کی طرف یا دوزخ کی طرف نہ اٹھتا۔“

اور امیہ نے کہا: اِشْرَبْ هَنِينًا فَقَدْ شَأَلْتُ نَعَامَتَهُمْ۔ ”آرام سے پی لو، ان کا تلو اٹھ چکا
ہے۔“

لغت میں النعماء کا معنی ہے پاؤں کا تلو۔ جو شخص مرجائے تو کہتے ہیں قَدْ شَأَلْتُ رِجْلَهُ یعنی
اس کا پاؤں اٹھ گیا اور اس کا تلو ظاہر ہو گیا۔ اور النعماء کا ایک اور معنی تاریکی بھی ہے اور ابن
النعماء پاؤں کے تلوے میں ایک رگ کا نام ہے۔ ممکن ہے شاعر کا قول زَالَتْ نَعَامَتُهُمْ اس طرح ہو
جیسے کہا جاتا ہے زَالَ سَوَادُهُ وَ ضَحَا ظِلُّهُ (اس کی سیاہ رنگت زائل ہوگی اور اس کا سایہ روشن ہو گیا)
یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص مرجائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ النعماء کا لفظ بطور ضرب المثل
ذکر کیا گیا ہو۔ اور یہی بات ابو اسامہ کے شعر میں ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ اس نے کہا: زَالَتْ نَعَامَتُهُمْ
لِنَفْرِ ”ان کے تلوے بھاگنے کے لئے اٹھ چکے تھے“۔ اور عرب کہتے ہیں اَشْرَدَ مِنْ نَعَامَةٍ وَ اَنْفَرُ
مِنْ نَعَامَةٍ (شتر مرغ سے زیادہ بدکنے والا) شاعر کا قول ہے:

هُمْ تَرَكَوكَ اَسْلَحَ مِنْ حُبَارَى رَأَتْ صَقْرًا وَ اَشْرَدَ مِنْ نَعَامٍ
”ان لوگوں نے تیری ایسی حالت بنا چھوڑی کہ تو ان سرخابوں سے زیادہ بیٹ کرنے والا ہے
جنہوں نے کوئی شکرہ دیکھ لیا اور شتر مرغ سے بھی زیادہ بدکنے والا ہے۔“

ایک اور شاعر نے کہا: وَ كُنْتُ نَعَامًا عِنْدَ ذَاكَ مُنْفَرًا۔ ”اس وقت تیری حالت بھگائے
ہوئے شتر مرغ کی مانند تھی“۔ تو جب آپ کہتے ہیں زَالَتْ نَعَامَتُهُ تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کا وہ
نفس بھاگ گیا جو بدکنے میں شتر مرغ کی مانند تھا۔

ابو اسامہ کا قول ہے: وَ اَنْ تَرَكَتُ سَرَاةَ الْقَوْمِ صَرُغِي۔ ہر چیز کا سراۃ اس کا بلند حصہ ہوتا

تلوے اٹھ چکے ہیں۔“

ہے۔ گھوڑے کی سراۃ اس کی پیٹھ ہے کیونکہ وہ اس کا بلند حصہ ہے۔ ایک شاعر نے ایک گدھے کے وصف میں کہا: بِسَرَاتِهِ نَذَبَ لَهَا وَ كَلُومٌ۔ ”اس کی پیٹھ میں پرانے زخموں کا نشان اور کچھ نئے زخم تھے۔“

اور اہل عرب کا قول سَرَاةُ الْقَوْمِ آپ کے اس قول کی مانند ہے: كَاهِلُ الْقَوْمِ (قوم کا کندھا)، ذَرَوَةُ الْقَوْمِ (قوم کی چوٹی)۔ حضرت معاویہ نے فرمایا: إِنَّ مُضَرَ كَاهِلُ الْعَرَبِ وَ تَيْمِمْ كَاهِلُ مُضَرَ وَ بَنِي سَعْدٍ كَاهِلُ تَيْمِمْ (مضر عرب کے کندھے، تميم مضر کے کندھے اور بنو سعد تميم کے کندھے ہیں)۔ اور بنی تميم کے کسی خطیب نے کہا: لَنَا الْعِزُّ الْآقَعَسُ وَالْعَدَدُ الْهَيْضَلُ وَ نَحْنُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْقَدَامِ وَ نَحْنُ الذَّرَوَةُ وَالسَّنَامُ (ہمارے پاس مستقل عزت اور مسلح فوج ہے اور ہم زمانہ جاہلیت میں مقدمۃ الجیش ہیں اور ہم چوٹی اور کوہان ہیں)۔ یہ صحیح اور واضح معنی ہے اور کسی کا یہ کہنا روا نہیں کہ الذرۃ السنام اور الکاهل جمع کے اوزان پر ہیں یا اسم جمع ہیں۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ سراۃ القوم سری کی جمع قیاسی یا غیر قیاسی ہے جس طرح یہ بات کاهل القوم اور سنام القوم میں نہیں کہی جاسکتی لیکن تعجب ہے کہ یہ بات علمائے نحو پر کیونکر مخفی ہے یہاں تک کہ ان کے متاخرین نے متقدمین کا ہی قلابہ پہنتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ سراۃ سری کی جمع ہے سبحان اللہ! یہ اس کی جمع کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ وہ خود ہی کہتے ہیں کہ سراۃ کی جمع سروات ہے جیسا کہ قطاۃ کی جمع قطوات ہے۔ کہا جاتا ہے هَوَاءٌ مِنْ سَرَوَاتِ النَّاسِ (یہ افراد لوگوں کے سرداروں میں سے ہیں) جیسا کہ آپ کہتے ہیں ذُرُوسُ النَّاسِ۔ قیس بن خطیم نے کہا:

وَ عَمْرٌ مِنْ سَرَوَاتِ النِّسَاءِ تَنْفَحُ بِالْإِسْكِ أَرْدَانُهَا
”اور عمرہ ان سردار عورتوں میں سے ہے جن کی استینوں سے کستوری کی مہک آتی ہے۔“

اگر سراۃ جمع ہوتا تو اس کی آگے جمع نہ آتی کیونکہ یہ فَعْلَةٌ کے وزن پر ہے اور جموع میں اس جیسے وزن کی جمع نہیں آتی اور سَرِیٰ تَوَالِشَرُو بمعنی شرف سے فَعِيلٌ کا وزن ہے، اگر اس کی جمع اس کے تلفظ پر بنائی جائے تو سَرِیٰ اور اَسْرِیاء کہا جائے گا جیسے غَنِیٰ کی جمع اَغْنِیاء ہے لیکن اس کا وجود قلیل ہے اور اس کی قلت وجود کی بناء پر اس میں قیاس جاری نہیں ہو سکتا، اسے سیبویہ نے بیان کیا ہے۔

شاعر کا قول ہے اَذْبَاخُ عِثْرِ۔ یہ ذبح کی جمع ہے اور عثر عین کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے وہ بت جس کے لئے زمانہ جاہلیت میں عتائر (بکریاں) ذبح کی جاتی ہیں اور عتائر عتیرۃ کی

وَ اَنْ تُرَكْتُ سَرَاةَ الْقَوْمِ صَرَعِي كَانَ خِيَارَهُمْ اَذْبَاحُ عِثْرِ
 ”اور قوم کے سردار پچھاڑے ہوئے اس طرح چھوڑ دیے گئے ہیں گویا ان کے بہترین لوگ
 بتوں کے لئے ذبح کیے ہوئے جانور ہیں۔“

وَ كَانَتْ جُمَّةٌ وَاَفْتُ حِمَامًا وَ لَقِينَا النَّيَا يَوْمَ بَدْرِ
 ”اور لوگوں کی ایک جماعت نے موت سے موافقت کر لی اور موتوں کو بدر کے روز ہمارے
 مقابل لایا گیا۔“

نَصَدُّ عَنِ الطَّرِيقِ وَ اَدْرَكُونَا كَانَ زُهَاءَ هُمْ غَطِيَانُ بَحْرِ
 ”ہم راستے سے پلٹے جا رہے تھے اور ان لوگوں نے ہمیں پیچھے سے آلیا تھا گویا ان لوگوں کی
 کثرت سمندر کا سیلاب تھی۔“

وَ قَالَ الْقَائِلُونَ مَنْ ابْنُ قَيْسٍ فَقُلْتُ اَبُو اُسَامَةَ غَيْرُ فَخْرٍ
 ”اور کہنے والوں نے کہا ابن قیس کون ہے؟ میں نے بغیر کسی فخر کے کہا ابو اسامہ۔“

اَنَا الْجُشَمِيُّ كَيْمَا تَعْرِفُونِي اُبَيِّنُ نِسْبَتِي نَقْرًا بِنَقْرِ
 میں جشمی ہوں تاکہ تم مجھے پہچان لو، میں اپنا نسب نکتہ چینی کے بدلے نکتہ چینی کے ساتھ بیان

جمع ہے اور عتیرہ رجبہ بکری کو کہتے ہیں (یعنی وہ بکری جس کو زمانہ جاہلیت میں ماہِ رجب میں بتوں
 کے نام پر ذبح کیا جاتا)۔ ہم نے نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک میں اس شخص کا ذکر کیا ہے جس نے
 سب سے پہلے عتیرہ کا طریقہ ایجاد کیا اور وہ بور بن صھورا تھا اور اس کے باپ نے عربوں کے لئے ماہِ
 رجب میں جانور ذبح کرنے کا طریقہ ایجاد کیا، اس وجہ سے اسے سعد رجب کہا جاتا تھا۔ اگر عین کے
 فتح کے ساتھ اَذْبَاحُ عِثْرِ کہا جائے تو بھی جائز ہے کیونکہ یہ مصدر ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَ كَانَتْ جُمَّةٌ۔ الْجُمَّةُ کا معنی سواد اور گروہ ہے۔ اگر جمہ سے پوری قوم کی
 سواد اور ان کی کثرت مراد ہو تو یہ بھی صحیح ہے اور اگر ان میں ایک گروہ مراد ہو تو یہ اس سے بھی زیادہ صحیح
 ہے۔ اسے صاحب العین نے ذکر کیا ہے۔

غَطِيَانُ بَحْرِ سے مراد سمندر کی طغیانی ہے۔

شاعر کا قول ہے اُبَيِّنُ نِسْبَتِي نَقْرًا بِنَقْرِ۔ نقر کا معنی ہے نسب وغیرہ میں نکتہ چینی کرنا۔ شاعر
 کہتا ہے کہ اگر تم نے میرے نسب میں نکتہ چینی کی ہے اور اس میں عیب نکالے ہیں تو میں نے حق کو واضح
 طور پر بیان کر دیا ہے اور میں نے تمہارے انساب میں عیب نکالے ہیں۔ اس طرح میں نے تمہیں نکتہ

کر رہا تھا۔

فَإِنْ تَكَ فِي الْغَلَاصِمِ مِنْ قُرَيْشٍ فَإِنِّي مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ بَكْرٍ
”اگر تو قریش کے اعلیٰ نسب میں سے ہے تو میں بھی معاویہ بن بکر میں سے ہوں۔“

فَابْلَغْ مَا لَكَ لَمَّا غَشِينَا وَ عِنْدَكَ مَالٌ إِنْ نَبَاتَ خُبْرِي
”مالک کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جب دشمن ہم پر چھا گیا تو اے مالک! تیرے پاس میری خبر نہ
تھی (کہ ہمارا کیا ہو گیا تھا)۔“

وَ ابْلَغْ إِنْ بَلَغْتَ الْهَرَاءَ عَنَّا هُبَيْرَةَ وَ هُوَ ذُو عِلْمٍ وَ قَدَرٍ
”اور اگر تم ہمارے ہبیرہ نامی شخص کے پاس پہنچے جو صاحب علم اور صاحب قدر و منزلت ہے
تو اسے ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو:

بِأَنِّي إِذْ دُعِيتُ إِلَى أَفِيدٍ كَرَدْتُ وَ لَمْ يَصِقْ بِالْكَرِّ صَدْرِي
کہ جب مجھے افید (نامی شخص) کی طرف بلایا گیا تو میں نے حملہ کر دیا اور اس حملے کے ساتھ
میرے سینے میں کوئی تنگی محسوس نہ ہوئی۔“

غَشِيَّةٌ لَا يُكْرُ عَلَى مُضَافٍ وَ لَا ذِي نِعْمَةٍ مِّنْهُمْ وَ صَهْرٍ
”شام کو (حملہ کیا) جب کسی مجبور پناہ گزین پر حملہ کیا جاتا ہے نہ ان میں سے کسی نعمت والے

چینی کا بدلہ نکتہ چینی سے دیا ہے۔ کسی عرب لونڈی نے کہا: مَرُّوا بِي عَلَى بَنِي نَظْرِي وَ لَا تَعْرُوا
بِي عَلَى بَنَاتِ نَقَرِي۔ یعنی مجھے ان نو جوانوں کے پاس لے چلو جو میری طرف دیکھتے ہیں اور ان
عورتوں کے پاس نہ لے جاؤ جو مجھ پر عیب لگاتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: دُعِيتُ إِلَى أَفِيدٍ۔ افید وفد کی تصغیر ہے اور یہ ہر چیز کا ہر اول دستہ ہوتا ہے
خواہ وہ انسان ہوں، گھوڑے ہوں یا اونٹ ہوں اور رَكْبٌ کی طرح یہ بھی اسم جمع ہے۔ اسی وجہ سے اس
کی تصغیر جائز ہے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ افید ایک جگہ کا نام ہے۔

شاعر کا قول ہے: عَلَى مُضَافٍ مُضَافٍ کا معنی ہے خوفزدہ مجبور آدمی۔

شاعر کا قول ہے: فَذَوْنَكُمْ بَنِي لَآئِي أَخَاكُمْ۔ یہ شعر اس بات کا شاہد ہے جو ہم نے نبی
کریم ﷺ کے نسب پاک اور ان کے اسماء کے اشتقاق میں ذکر کی۔ ہم نے لَوٰی کے بارے میں کہا
کہ یہ لَآئِي کی تصغیر ہے۔ ہم نے یہ قول ابن انباری اور قطرب کے قول کی بناء پر اختیار کیا۔ ہم نے اس کا
قول اور اس کا شاہد بھی بیان کیا ہے اور یہاں تو نسبی لَآئِي سے شاعر کی مراد بنی لَوٰی ہی ہیں۔ تو شاعر

پر اور نہ کسی سرال کے رشتہ دار پر۔

فَدُونَكُمْ بَنِي لَايٍ أَخَاكُمْ وَ دُونِكَ مَالِكَا يَا أُمَّ عَمْرٍو
”پس اے بنی لوی جاؤ اپنے بھائیوں کی خبر لو اور اے ام عمرو! جا تو مالک کی خبر لے۔“

فَلَوْلَا مَشْهَدِي قَامَتْ عَلَيْهِ مُوقِفَةُ الْقَوَائِمِ أُمَّ أَجْرِي
”پس اگر میں نہ ہوتا تو کالی دھاریوں والے پاؤں والی (بجو کے) بچوں کی ماں (اس کا گوشت کھانے کے لئے) اس پر کھڑی ہو جاتی۔“

نے ہمارے قول کے مطابق اسم مکبر ذکر کیا ہے۔

شاعر کا قول ہے: مُوقِفَةُ الْقَوَائِمِ أُمَّ أَجْرٍ۔ اس سے مراد بجو ہے اور موقوفہ الْوَقْفُ سے مشتق ہے اور الوقف کا معنی پازیب ہے کیونکہ اس کے پاؤں میں سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ شاعر ابو وجزہ سعدی کا قول ہے:

وَ خَائِفٍ لَحْمٍ شَاكَا بَرَأَشْتُهُ كَأَنَّهُ قَاطِمٌ وَقْفَيْنِ مِنْ عَاجٍ
”اور کتنے ہی شیر سے ڈرنے والے ہیں جنہیں اس کا داغ شک میں ڈال دیتا ہے، گویا وہ ہاتھی دانت کے بنے ہوئے پازیب چبانے والا ہے۔“

اور اجر جر کی جمع ہے جیسے دلو کی جمع اذل آتی ہے۔ یہ شعر ہذلی کے اس شعر کی مانند ہے:
وَ غَوْدِرَ قَاوِيَا وَ تَاوَبْتُهُ مُوقِفَةُ أُمِّمٍ لَهَا فُلِيلُ
”اور اے دھوکے سے پیوند خاک کر دیا گیا اور اس کی طرف پازیبوں والی عورت یعنی امیم لوٹ کر آئی جس کے سر پر کلغی تھی۔“

فلیل سے مراد اس کی کلغی ہے۔ ایک اور شاعر کہتا ہے:

يَا لَهْفَ مِنْ عَرَفَاءَ ذَاتِ فُلِيلَةٍ جَاءَتْ إِلَى عَلَى ثَلَاثِ تَخْمَعٍ
”ہائے افسوس! اس کلغی والے بجو پر جو میری طرف تین ٹانگوں پر لنگڑاتا ہوا آیا۔“

وَ تَظَلُّ تَنْشِطُنِي وَ تَلْحَمُ أَجْرِيَا وَسَطَ الْعَرَيْنِ وَ لَيْسَ حَتَّى يَذْفَعُ
”اور وہ مجھے کاٹتا رہا اور جھاڑی کے درمیان اپنے بچوں کو گوشت کھلاتا رہا اور کوئی ذی روح نہیں تھا جو میرے اذفاع کرتا۔“

لَوْ دَانَ سَيْفِي بِالْيَمِينِ دَفَعْتُهَا عَنِّي وَ لَمْ أُوَكِّلْ وَ جَنِبِي الْآضِغُ
”اگر میری تلوار میرے دائیں ہاتھ میں ہوتی تو میں اسے اپنے آپ سے دور کر دیتا اور بجوؤں کے

دَفُوعٌ لِّلْقُبُورِ بِسُكْبِيَّهَا كَانَ بِوَجْهِهَا تَحْسِيمٌ قِذْرٌ
 ”جو اپنے کندھوں سے قبروں (کی مٹی) ہٹانے والی ہے اور اس کے چہرہ پر دیگ کی کالک لگی ہوئی ہے۔“

فَاقْسِمُ بِالَّذِي قَدْ كَانَ رَبِّي وَ أَنْصَابٍ لَّدَى الْجَمَرَاتِ مُغْرِ
 ”پس میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جو میرا پروردگار ہے اور جمرات کے پاس (ذبح کے

ہاتھوں میں میرے پہلو کا گوشت نہ کھایا جاتا۔“

تو شاعر نے بیان کیا ہے کہ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا جیسا کہ ابن المہلب نے کہا الضَّبْعَةُ الْعَرَجَاءُ۔
 (لنگڑا بجو) اس نے الضبعة کے اعراب میں خطا کی ہے۔ ایک اور شاعر نے کہا:

قَلَوُ مَاتَ مِنْهُمْ مَنْ جَرَحْنَا لَا صَبَحْتُ ضَبَاعٌ بِأَكْنَفِ الشَّرِيفِ عَرَانِسَا
 ”اگر ان کا کوئی ایسا شخص مر جاتا جسے ہم نے زخمی کیا ہوتا تو مقام شریف کے اطراف میں بجود لہنیں بن جاتے (اور خوشی سے پھولے نہ مارتے)۔“

بیان کیا جاتا ہے کہ بجو مقتول کو اس کی گدی کے بل لٹا دیتا ہے اور اس کی کمر کا گوشت کھاتا ہے کیونکہ یہ گوشت جانوروں کو سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے جب اس کا شکار کیا جائے تو اسے کہا جاتا ہے: أَبْشِرِي أُمِّ عَامِرٍ بِجَرَادٍ عِصَالٍ وَ كَمَرٍ رِجَالٍ۔ ”اے ام عامر تجھے سخت بُدی اور لوگوں کی کمر کے گوشت کی بشارت ہو۔“ ان الفاظ سے لوگ اسے دھوکا دیتے ہیں۔ بجو کی کنیت ام عامر، ام عمرو، ام ہنبر، ام عتاب، ام طریق، ام نوفل، ام خنوز (نون مشدد کے ساتھ)، ام خنور کے سب ناموں سے بیان کی جاتی ہے اور اسے حضاجر، جعار، عثواء، ذسحہ، عیلم، جعیر، ام جعور، قشام، جیال اور عیشوم کا نام دیا جاتا ہے اور کثیر مال غنیمت کا نام بھی قشام ہے۔ کہا جاتا ہے أَصَابَ الْقَوْمُ قَشَامًا (قوم نے کثیر مال غنیمت حاصل کیا)۔ یہ زیر کا قول ہے اور حیشل اور عیشوم بھی بجو کے نام ہیں۔ البتہ نربجو کو عیلام، عثیان، ذنخ، ابوکلہ، نوفل اور اعشی کہتے ہیں۔

شیر کے وصف میں شاعر کا قول ہے فَبِی الْغَيْلِ مُجَرٍّ يَعْنِي ذُوَ أَجْرَاءِ بَجُورٍ وَالْأَشِيرِ۔ اور الْآبَاءُ سے مراد وہ کچھار ہے جس میں شیر رہتا ہے۔ اسی طرح الْغَيْلِ، الْحَذَرِ، الْعَرِينِ اور الْعَرِيَّةِ شیر کی کچھار کے نام ہیں۔

شاعر کا قول ہے: أَخَصَى الْآبَاءُ فَإِيعْنِي حَصَاهَا (اس کی حفاظت کی)۔ حَصَى کی جگہ أَخَصَى لانا ایک لغت ہے لیکن یہ ضعیف ہے۔ شاید أَخَصَى الْآبَاءُ سے مراد یہ ہو کہ جَعَلَهَا كَالنَّارِ الْحَامِيَةِ

خون سے) سرخ پتھروں کی قسم کھاتا ہوں۔“

لَسَوْفَ تَرَوْنَ مَا حَسِبْتُمْ إِذَا مَا تَبَدَّلَتِ الْجُلُودُ الْبُحْلُودُ جُلُودَ نَمِرٍ
”عنقریب جب لوگوں کی کھالیں چیتوں کی کھالوں سے بدل جائیں گی (وہ بھیس بدل لیں

گے) تو تم دیکھ لو گے کہ میرا کردار کیسا ہے۔“

فَمَا إِنْ خَادِرٌ مِّنْ أَسَدٍ تَرَجَّ مُدِلُّ عَنَبٍ فِي الْغِيلِ مُجَرِي
”ترج کے مقام پر گھنے درختوں کے درمیان کچھار میں بیٹھنے والا کوئی جری ترش رو شیر اولاد

رکھنے والا نہیں۔“

فَقَدْ أَحْصَى الْآبَاءُ مَا مِنْ كَلَفٍ فَمَا يَذْنُو لَهُ أَحَدٌ بِنَقْرِ
”اس نے مقام کلاف کی کچھار کو اپنی اس طرح حفاظت گاہ بنایا کہ کوئی شخص جستجو میں اس کے

قریب نہیں جاسکتا۔“

بِخِلٍ تَعْجِزُ الْخُلَفَاءُ عَنْهُ يَوَائِبُ كُلِّ هَجْجَةٍ وَ ذَجْرِ
”ایسے ریتلے راستے میں (کچھار بنائی) جس سے باہم عہد و پیمان باندھنے والے لوگ بھی

عاجز ہو جاتے ہیں جو ہر قسم کی ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود حملہ کرتا ہو۔“

(اس نے اسے تیز گرم آگ کی طرح بنادیا)۔ کہا جاتا ہے أَحْيَيْتُ الْحَدِيدَةَ فِي النَّارِ ”میں نے

آگ میں لوہا گرم کیا: تو شعر کا معنی یہ بنے گا کہ اس نے اپنی کچھار کو اس طرح گرم کر دیا کہ اس کے

قریب جانا مشکل تھا۔

شاعر کا قول ہے نَهْنُ كَلَفٍ۔ شاید اس سے مراد سخت مشقت ہو یعنی شیر نے اس کچھار کی پوری

مشقت سے حفاظت کی۔ یہ فَعَالُ کے وزن پر ہے کیونکہ جب مشقت شدید ہو جائے تو اس کا یہی وزن

ہوتا ہے جیسے الْهَيَامُ وَالْعَطَاشُ (سخت پیاس) اور كَلَفٍ کا ایک معنی گھنے درختوں والی جگہ ہے اور

شاید کلاف کسی جگہ کا نام ہو اور حضرت ابوحنیفہ نے کہا کلاف ایک درخت کا نام ہے۔ واللہ اعلم

شاعر کا قول ہے: بِخِلٍ۔ یہ ریتلا راستہ ہے اور الھجھجہ آپ کے اس قول سے مشتق ہے:

هَجْجَتْ بِالذَّنْبِ ”میں نے بھیڑیے کو ڈانٹا۔“ شاعر کہتا ہے: لَمْ يَنْجِهْ مِنْهَا صِيَاخُ الْهَجْجِ

”ڈانٹ ڈپٹ کی چیخ نے اسے اس سے دور کیوں نہ ہٹایا۔“

بَاوَشَكَ سَوْدَةً مِّنِي إِذَا مَا حَبَوْتُ لَنَ بِقَرْقَرَةٍ وَ هَذِرِ
 ”جو مجھ سے زیادہ تیز حملہ کرنے والا ہو جب میں بلبلانے والے نراونٹوں کے ذریعے اس کے قریب پہنچوں۔“

بَيِّضُ كَالْأَسْنَةِ مُرْهَفَاتٍ كَانَ ظَبَاتِيْنِ جَحِيْمٍ جَبْرِ
 ”برچھیوں جیسے تیز دھار چمکیلے (تیروں) کے ذریعے سے (حملہ کرنے والا ہو) گویا ان کے پھل آگ کے شعلے ہیں۔“

وَ أَكْلَفَ مُحْنًا مِنْ جِلْدِ ثَوْرٍ وَ صَفْرَاءِ الْبَرَايَةِ ذَاتِ أَذْرٍ
 ”اور نیل کی کھال سے بنی ہوئی سیاہ پشت والی اور (تیر لگنے پر) زرد رنگ کے تراشے (نکالنے) والی تخت ڈھالوں کے ذریعے۔“

وَ أَبْيَضَ كَالْغَدِيرِ ثَوِي عَلَيْهِ عُمَيْرٌ بِالْمَدَاوِسِ نَصْفَ شَهْرٍ
 ”اور تالاب کی طرح سفید تلواروں کے ذریعے جن پر عمیر (صیقل گر) نے آلاتِ صیقل کے ساتھ نصف ماہ کام کیا تھا۔“

أَرْقِلُ فِي حِمَائِلِهِ وَ أَمْشِي كَيْشِيَّةَ خَادِرٍ لَيْثٍ سِبْطَرٍ
 ”میں اس تلوار کو اس کے مائل میں لمبائی میں رکھ کر اس طرح چلتا ہوں جس طرح ایک شیر

شاعر کا قول ہے: بَقْرَقَرَةٍ وَ هَذِرٍ۔ قرقرہ ایسی شدید آواز کو کہتے ہیں جس میں انقطاع ہو۔ عامر الداء کی صفات میں آیا ہے: كَانَ قَرَأَقِرِي الصَّوْتِ۔ ”وہ بھاری بھر کم آواز والا تھا۔“ جب وہ بوڑھا ہوا تو اس کی آواز کمزور رہ گئی۔ اس نے کہا:

وَ أَحْسَنَ صَوْتٍ عَمِرٍ صَبًا أَبْكَمَ لَا يُكَلِّمُ الْمَطْيَا
 ”اور عامر بن آدم (چونڈوں کی پیوں پیوں کی طرح) اتنی باریک اور گونگی ہوئی کہ وہ اپنی سواری کے جانور سے بھی بات نہیں کر سکتا۔“

یہ عامر بن ربیعہ الداء تغلیسی ہے۔ غی الداء اس کی طرف منسوب ہیں۔ اہل لغت نے ذکر کیا ہے کہ اونٹ نے بلبلانے کی پہلی آواز کو لکشیہ کہتے ہیں پھر انعمیت پھر المدرہ پھر القرقرة اور پھر الزغذغہ کا درجہ ہے۔ کہا جاتا ہے: زَغَذَغَ بَوَّغْدَ (اونٹ کا بہت بیانا) پھر القنآن یا القنن یا التلغیغ کا درجہ ہے۔ آخری لہجہ سیویہ سے مری ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اتنا بلبلائے گویا وہ اپنی جلد سے اکھڑ رہا ہو۔
 شاعر کا قول ہے: مُحْنًا اس سے مراد ڈھال ہے۔ یہ أَجْنَاتُ الشَّيْءِ فَهُوَ مُجْنَأٌ سے مشتق

جست لگاتا ہوا کچھار میں داخل ہوتا ہے۔

يَقُولُ لِي الْفَتَى سَعْدٌ هَدِيًّا فَقُلْتُ لَعَلَّهُ تَقْرِيْبٌ غَدِرٌ
”مجھ سے نو جوان سعد کہتا ہے قربانی کا جانور (یعنی قیدی) بھیجو۔ میں نے کہا شاید یہ کسی بے وفائی کی تمہید ہے۔“

وَ قُلْتُ اَبَا عَدِيٍّ لَا تَطْرَهُمْ وَ ذَلِكَ اِنْ اطَّعْتَ الْيَوْمَ اَمْرِي
”اور میں نے کہا اے ابوعدی تو ان لوگوں کے قریب نہ جا اور آج میرا تجھ پر یہی حکم ہے اگر تو میری اطاعت کرے۔“

كَذَّابِهِمْ بِفَرَوَةَ اِذْ اَتَاهُمْ فَظَلَّ يُقَادُ مَكْتُوْفًا بِضَفْرِ
”ان کا برتاؤ ان کے فروہ کے ساتھ برتاؤ جیسا ہے جب وہ ان کے پاس آیا تو بی ہوئی رسی کے ساتھ اس کی مشکیں کس کر اسے لے جایا گیا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابو بکر زخلف الاحمر نے مجھے یہ شعر بھی سنایا:

نَصَدُّ عَنِ الطَّرِيقِ وَ اَدْرَكُوْنَا كَانَّ سِرَاعَهُمْ تَيَّارُ بَحْرِ
”ہم راستے سے پٹے جا رہے تھے کہ انہوں نے ہمیں پالیا گویا ان کی تیزی سمندر کے سیلاب کا ریل تھی۔“

اور شاعر کا قول مُدِلٌّ عَنَسٌ فِي الْفَيْلِ مُجَرِيٌّ غَيْرِ ابْنِ اسْحَاقٍ سے مروی ہے۔

ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی چیز پر اوندھے ہو جائیں اور صفراء البرایۃ سے مراد تیرکمان ہے اور برایۃ سے مراد اس سے دکھائی دینے والی چمک ہے۔ اس کی زردی اس کی جدت اور قوت کی علامت ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَاَبْيَضُ كَالْغَدِيرِ اس سے مراد تلوار ہے اور عمیر ایک کاریگر کا نام ہے اور المداوس مدوس کی جمع ہے، یہ وہ آلہ ہے جس کے ساتھ لوہار اور صیقل گرتلوار کو صیقل کرتا ہے اور پتھر کا وصف مگر کے ساتھ بیان کیا۔ مگر امغر کی جمع ہے جس کا معنی ہے سرخ۔ اور الخادر کا معنی ہے جھاڑی میں داخل ہونے والا۔ اور مُسْبَطٌ کا معنی ہے غیر منقبض یعنی لمبی جست لگانے والا۔ شاعر کا قول ہے: يَقُولُ لِي الْفَتَى سَعْدٌ هَدِيًّا۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو بیت اللہ شریف کی طرف لے جایا جائے اور دلہن کو بھی ہدی کہتے ہیں کیونکہ اسے بھی اس کے خاوند کی طرف لے جایا جاتا ہے اور یہاں ہدیٰ فعل کے اضمار پر منصوب ہے گویا مراد اِهْدِ هَدِيًّا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا ابواسامہ نے یہ اشعار بھی کہے:

الْأَمِنْ مُبْلَغٌ عَنِّي رَسُولًا مُّغْلَغَلَةً يَثْبِتُهَا لَطِيفٌ
ارے کون ہے جو قاصد بن کر میرا یہ پیغام پہنچا دے جس کی تحقیق ایک محتاط آدمی کرتا ہے۔
أَلَمْ تَعْلَمْ مَرَدِّيْ يَوْمَ بَدْرٍ وَ قَدْ بَرَقَتْ بِجَنَبِكَ الْكَفُوفُ
”کیا بدر کے روز میری مدافعت کا تجھے علم نہیں جبکہ تیرے دونوں جانب ہتھیلیاں
(تلواریں) چمک رہی تھیں۔“

وَ قَدْ تَرَكْتُ سَرَاةَ الْقَوْمِ صَرْعِيْ كَانَ رُؤُوسَهُمْ حَدَجٌ نَّقِيفٌ
”اور قوم کے سردار اس حالت میں بچھاڑے پڑے تھے گویا ان کے سر ایسے حنظل کے پھل
ہیں جن کا بیج نکال دیا گیا ہو۔“

وَ قَدْ مَالَتْ عَلَيْكَ بِيْطْنِ بَدْرٍ خِلَافَ الْقَوْمِ دَاهِيَةً خَصِيفٌ
”اور قوم کی مخالفت کی وجہ سے وادی بدر میں تجھ پر مختلف قسم کی آفتیں آپڑی تھیں۔“
فَنَجَّاهُ مِنَ الْغَرَابِ عَزَمِيْ وَ عَوْنُ اللَّهِ وَالْأَمْرُ الْحَصِيفُ
”پھر میرے عزم، اللہ تعالیٰ کی امداد اور مستحکم تدبیر نے اسے ان آفتوں سے نجات بخشی۔“
وَ مُنْقَلَبِيْ مِنَ الْآبَاءِ وَحْدِيْ وَ دُونَكَ جَمْعُ أَعْدَاءٍ وَ قُوفُ
”اور اس بات نے (نجات بخشی) کہ میں مقام ابواء سے اکیلا واپس آ گیا جبکہ تیرے
سامنے دشمنوں کی جماعت کھڑی تھی۔“

ابواسامہ کے قصیدہ فاویہ کی تشریح

فاء کے قافیہ والے اشعار میں ابواسامہ کا قول ہے:

كَانَ رُؤُوسَهُمْ حَدَجٌ نَّقِيفٌ حَدَجٌ حَدَجَةٌ كِي جَمْعٍ هِيَ اَوْرَاسُ كَا مَعْنٰی حَنْظَلُ هِيَ اَوْرَاسُ
النَّقِيفُ بِمَعْنٰی النَّقُوفُ هِيَ جَيَا كِهْ اَمْرُو الْقَيْسِ نَعَبَا:

كَانِيْ غَدَاةَ الْبَيْنِ يَوْمَ تَحَنَّلُوا لَدَى سَرَاتِ الْحَيِّ نَاتِفٌ حَنْظَلُ
”جس روز وہ لوگ سوار ہو کر چلے گئے تو اس فراق کی صبح کو محلے کی گندم گوں عورتوں کے پاس گویا
میں حنظل کے بیج نکالنے والا تھا۔“

نَاتِفٌ حَنْظَلُ حَنْظَلُ كِي بِيْجُ نَكَالْنِيْ دَالِيْ كُو كِهْتِيْ هِيْ۔

شاعر کا قول ہے: دَاهِيَةٌ خَصِيفٌ يَعْنِيْ پَر پَر مَصَابِ۔ يِهْ خَصِفْتُ النُّعْلُ يَا خَصِفْتُ

وَ اَنْتَ لِمَنْ اَرَادَكَ مُسْتَكِينٌ بِجَنْبِ كُرَاشٍ مَكْلُومٍ نَزِيفُ
 ”اور جس نے تجھ (پر حملہ کرنے) کا ارادہ کیا تھا تو اس کے سامنے عاجز تھا اور تمام کراش
 کے کنارے زخمی اور خون بہتا پڑا تھا۔“

وَ كُنْتُ اِذَا دَعَانِي يَوْمَ كَرْبٍ مِنْ الْاَصْحَابِ دَاعٍ مُسْتَضِيفُ
 ”اور میری شان یہ تھی کہ جب کسی مصیبت کے دن میرے دوستوں میں سے کوئی مجبور
 دوست مجھے پکارتا

فَاسْتَعْنِي وَ لَوْ اَحْبَبْتُ نَفْسِي اَخٌ فِيْ مِثْلِ ذَلِكَ اَوْ حَلِيفُ
 اور ایسے وقت میں کوئی بھائی یا حلیف مجھے اپنی آواز سنا تا تو اگرچہ مجھے اپنی جان پیاری ہے

الْلَيْفَ سے مشتق ہے۔ یعنی میں نے جوتے کو یا کھجور کی چھال کو سیا اور کبھی کہا جاتا ہے کَتِيبَةٌ خَصِيفُ
 یعنی ایسا لشکر جس کا بعض بعض کے ساتھ بٹا ہوا ہو اور وہ کثیف ہو اور کتاب سیبویہ میں ہے کہ کَتِيبَةٌ
 خصیف کا معنی سیاہ لشکر ہے۔

شاعر کا قول ہے وَ مُنْقَلَبِيْ مِنَ الْاَبْوَاءِ۔ الابواء وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کی والدہ
 ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔ اس جگہ کو ابواء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سیلاب کے
 ریلے یہاں آ کر ٹھہرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام ابواء میں ایسے
 ہزار آدمیوں کی معیت میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کی زیارت کی جنہوں نے اپنے سر ڈھانپے
 ہوئے تھے۔ حضور ﷺ خود بھی رو پڑے اور دوسروں کو بھی رلا دیا اور سابقہ جس شعر میں حَدَجُ
 نَقِيفُ کا لفظ آیا ہے اس پر میں نے شیخ کے حاشیہ میں یہ وضاحت دیکھی ہے کہ حضرت ابو حنیفہ نے کہا
 حنظل ان پھلوں میں سے ہے جو بغیر چناؤ اور عادت کے کھائے جاتے ہیں۔ یہ اندرائن کے اوپر لگتا
 ہے، جیسے گکڑی کا پھل لگتا ہے اور اندرائن اس کا درخت ہے۔ پھر اس میں ایک پھول نکلتا ہے پھر پھول
 میں سے تربوز کے خوشوں کی مانند خوشے نکلتے ہیں پھر جب وہ بڑا ہو جاتا ہے اور اس کے بیج موٹے ہو
 جاتے ہیں تو اسے حدج کہتے ہیں اس کا واحد حدجۃ ہے، پھر جب اس میں زردی آ جاتی ہے تو اسے
 خطبان کہتے ہیں۔ حضرت ابو حنیفہ نے مزید کہا کہ حنظل جب سبزی کے بعد سیاہ ہو جاتا ہے تو اسے قہقرہ
 کہتے ہیں اور انہوں نے حنظل کی طرح گکڑی میں بھی حدج اور جراء کے نام ذکر کئے ہیں۔ اسی طرح ان
 دونوں درختوں کا نام شریہ ہے اور گکڑی کا نام تربوز کی طرح موٹا ہوئے سے پہلے اُن سے اور خ سے
 پہلے اسے خصف کہتے ہیں اور اس سے بھی جب چھوٹی ہو تو اسے قشعر، شعرہ اور خفوس کہتے ہیں۔

أَرَدْتُ فَانْكَشِفُ الْغَمِّي وَ أَرْمِي إِذَا كَلَحَ الْمَشَافِرُ وَالْأَنْوْفُ
 ”لیکن میں (اس کی آواز کا) جواب دیتا ہوں اور سختی کا حل نکالتا ہوں اور (خود کو اس میں)
 اس وقت ڈال دیتا ہوں جب (دوسرے لوگوں کے) ہونٹ اور ناک سکر جاتے ہیں۔“
 وَ قَرْنٍ قَدْ تَرَكَتْ عَلَى يَدَيْهِ يَنْوُوءُ كَأَنَّهُ غُصْنٌ قَصِيفُ
 ”اور کتنے ہی مد مقابل ہیں جنہیں میں نے اپنے سامنے اس طرح کر دیا کہ وہ بمشکل اٹھ
 سکتے ہیں گویا وہ ٹوٹی ہوئی ٹہنی ہیں۔“

دَلَفْتُ لَهُ إِذَا اخْتَلَطُوا بِحَرِّيْ مُسْحَسَحَةٍ لِّعَانِدِهَا حَفِيفُ
 ”جب لوگ باہم مل گئے تو میں نیزے کے ایک ایسے خون بہا دینے والے وار کے ساتھ اس
 کے قریب ہوا کہ اس کی رگ سے خراٹے کے ساتھ خون بہہ رہا تھا۔“

فَذَلِكَ كَانَ صُنْعِيْ يَوْمَ بَدْرِ وَ قَبْلُ أَخُوْ مُدَارَاةٍ عَزُوفُ
 ”تو بدر کے روز میرا یہ کارنامہ تھا اور اس سے پہلے (میں ہر ایک سے) مدارات کرنے والا

اور نقیف کا معنی ہے ٹوٹا ہوا کیونکہ کہا جاتا ہے نَقِفْتُ رَأْسَهُ عَنْ دِمَاعِهِ۔ یعنی میں نے اس کا
 سردماغ تک توڑ دیا۔

شاعر کا قول ہے: أَخْوَصُ الصَّرَةِ الْحَمَاءِ۔ الصَّرَةُ کا معنی جماعت، چیخ و یکار اور سخت سردی
 ہے اور یہاں سخت سردی مراد ہے کیونکہ شاعر نے شعر کے آخر میں الشفیف کا لفظ ذکر کیا ہے جس کا
 معنی ٹھنڈک اور ہوا ہے۔ اسے الشفان بھی کہا جاتا ہے۔ ابن انباری نے یہ اشعار کہے:

قُلْ لِّلشَّمَالِ الَّتِي هَبَتْ مَرْغَرَةً تَذَرِيْ مَعَ النَّاسِ شِفَانٌ بِصُرَادِ
 ”اس باد شمالی کو کہہ دو جو رات کو پتے بادلوں کے ساتھ ٹھنڈی پتہ بارواڑاتے ہوئے طوفانی
 صورت میں چلی

إِقْرِى السَّلَامَ عَلَى نَجْدٍ وَ سَاكِنِهِ وَ حَاضِرٍ بِالْبُيُوتِ إِنْ كَانَ أَوْبَادِ
 کہ نجد اور اس کے رہنے والے اور اس شخص کو سلام کہنا جو وادی کے موز پر حاضر ہے یا کسی ویرانے
 میں نکل گیا ہے۔“

سَلَامٌ مُّغْتَرِبٍ فَقْدَانٍ مَّنْزِلِهِ إِنْ أَنْجَدَ النَّاسَ لَهُ يَهْمُهُ بِنَجَادِ
 ”ایک غریب الوطن مسافر کا سلام (کہنا) جو اپنے گھر کو کھو چکا ہے اگر لوگ نجد جائیں تو وہ نجد
 جانے کا ارادہ نہیں کرے گا۔“

اور گھٹیا کاموں سے اعراض کرنے والا تھا۔“

”اَخُوْكُم فِى السِّنِيْنَ كَمَا عَلِمْتُمْ وَ حَرْبٌ لَا يَزَالُ لَهَا صَرِيْفٌ
 ”(میں) قحط سالیوں میں تو تمہارا بھائی ہوں جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور ایسا (سراپا) جنگ
 ہوں جس کی (حرکت کی) آواز ہمیشہ آتی رہتی ہے۔“

وَ مِقْدَامٌ لَّكُمْ لَا يَزِدُّهِيْنِى جَنَانُ اللَّيْلِ وَالْآنَسُ اللَّفِيْفُ
 ”اور تمہاری خاطر ہر ایک پر سبقت لے جانے والا ہوں۔ رات کے اندھیرے اور لوگوں کی
 بھیڑ بھاڑ مجھے خوفزدہ نہیں کرتی۔“

اَخْوَضُ الصَّرَّةِ الْحَمَاءِ خَوْضًا اِذَا مَا الْكَلْبُ الْجَاهُ الشَّفِيْفُ
 ”میں انتہائی سخت سردی میں اس وقت غوطے لگاتا ہوں جب کتے کو بارش کی سردی پناہ لینے
 پر مجبور کر دیتی ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: میں نے طوالت کے خوف سے ابواسامہ کا قصیدہ لامیہ چھوڑ دیا ہے
 جس میں پہلے اور دوسرے شعر کے سوا بدر کا کچھ ذکر نہیں۔

ہند بنت عتبہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ نے بدر کے روز اپنے باپ کا یہ مرثیہ کہا:
 اَعْيَنِيْ جُوْدًا بِدَمْعٍ سَرَبٍ عَلَى خَيْرِ خَنْدِفٍ لَّمْ يَنْقَلِبْ
 ”اے میری آنکھ! بنی خندف کے بہترین شخص پر بہتے ہوئے آنسوؤں سے سخاوت کر جو پلٹا
 نہیں۔“

تَدَاغَى لَهُ رَهْطُهُ غُدُوَّةَ بَنُو هَاشِمٍ وَ بَنُو الْمُطَلِبِ
 ”اس کی جماعت بنی ہاشم اور بنی مطلب نے اسے صبح کے وقت بلایا۔“

يُذِيقُوْنَهُ حَدَّ اَسْيَافِهِمْ يَعْلُوْنَهُ بَعْدَ مَا قَدْ عَطِبُ
 ”تا کہ اسے اپنی تلواروں کی دھار کا مزہ چکھائیں اور اس کے ہلاک ہونے کے بعد دوبارہ

ہند کے اشعار

ہند کے اشعار میں ہے: جَبِيْلَ الْمَرَاةِ۔ الْمَرَاةِ سے مراد مَرَاةُ الْعَيْنِ (آنکھوں دیکھا منظر)
 ہے۔ ہمزہ کی حرکت ماقبل ساکن کی طرف منتقل کر کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔ جب ہمزہ کی حرکت

اسے اس کا گھونٹ پلائیں۔“

يَجْرُونَهُ وَ عَفِيرُ الثَّرَابِ عَلَى وَجْهِهِ عَارِيًا قَدْ سَلِبَ
”وہ اسے اس حالت میں کھینچ رہے تھے کہ منی کا غبار اس کے ننگے چہرے پر تھا (جس کا سارا سامان) چھین لیا گیا تھا۔“

وَ كَانَ لَنَا جَبَلًا رَاسِيًا جَمِيلَ الْمَرَاةِ كَثِيرَ الْعُشْبِ
”حالانکہ وہ ہمارے لئے ایک مضبوط، خوش منظر اور سبزہ زار پہاڑ تھا۔“

وَ اَمَّا بُرَيْثُ فَلَمْ اَعْنِهِ فَاَوْتِيَ مِنْ خَيْرِ مَا يَحْتَسِبُ
”البتہ بری (نامی شخص) کا کیا حال ہے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اسے اس قدر بھلائی حاصل ہوگئی جو حساب کے لئے کافی ہے۔“

ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

يَرِيبُ عَلَيْنَا دَهْرُنَا فَيَسُوْنَا وَ يَأْبَىٰ فَمَا نَأْتِي بِشَيْءٍ يُغَالِبُهُ
”ہمارا زمانہ ہم پر ناگفتہ بہ حالات ڈالتا ہے تو ہمیں برا معلوم ہوتا ہے اور وہ (اچھے حالات کا) انکار کرتا ہے تو ہم کوئی ایسا اقدام نہیں کر سکتے جو اس پر غالب آجائے۔“

اَبْعَدَ قَتِيلٍ مِّنْ لُّوَيْ بْنِ غَالِبٍ يُّرَاعُ اَمْرُوْهُ اَنْ مَاتَ اَوْ مَاتَ صَاحِبُهُ
”کیا بنی لوی بن غالب کے اس مقتول کے بعد بھی کسی شخص کو ڈرایا جائے گا کہ وہ مر جائے گا یا اس کا ساتھی مر جائے گا۔“

اَلَا رُبَّ يَوْمٍ قَدْ رَزْنَتْ مُرَدًّا تَرُوْخُ وَ تَفْدُوْ بِالْجَزِيلِ مَوَاهِبُهُ
”خبردار! ایک دن ایسا بھی آیا کہ ایک ایسا نخی میرے پاس سے کم کر دیا گیا جس کی بخششیں صبح و شام کثرت سے جاری تھیں۔“

فَابْلَغْ اَبَا سُفْيَانَ عَنِّيْ مَا لَنَا فَاِنَّ الْقَهَّ يَوْمًا فَسَوْفَ اَعَاتِبُهُ
”ابو سفیان کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو اور اگر کسی دن میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں خود بھی اس سے شکایت کروں گی۔“

مختل ہو جائے تو وہ حذف ہو جاتا ہے کیونکہ وہ الف ساکن کی تقدیر پر باقی رہتا ہے اور اس کا ماقبل کن حرف سکون کے حکم پر باقی رہتا ہے کیونکہ اس کی طرف مختل ہونے والی حرکت عارضی ہوتی ہے تو بالوں دو ساکن جمع ہو گئے اس لئے الف کو حذف کر دیا گیا۔ ابن جنی کے کلام کا یہی مفہوم ہے۔

فَقَدْ كَانَ حَرْبٌ يَسْعَرُ الْحَرْبَ إِنَّهُ لِكُلِّ أَمْرٍ فِي النَّاسِ مَوْلَى يُطَالِبُهُ
 ”کیونکہ حرب ایسا شخص تھا جو جنگ کو بھڑکاتا تھا۔ بے شک لوگوں میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی
 سرپرست ہوتا ہے جس کے پاس وہ شخص مطالبے پیش کرتا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔
 علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

لِلّٰهِ عَيْنًا مَنْ رَأَى هَلَكًا كَهَلِكِ رَجَالِيَّةٍ
 ”اللہ ہی کے لئے ہے اس شخص کی دونوں آنکھوں کی خوبی جس نے میرے لوگوں کی ہلاکت
 کی طرح ہلاکت دیکھی۔“

يَا رَبِّ بَالِي لِيْ غَدَا فِي النَّائِبَاتِ وَ بَاكِئَةٍ
 ”اے وہ مرد و اور عورتو جو کل آفتوں میں پھنس کر میرے لئے روؤ گے۔“

كَمْ غَادَرُوا يَوْمَ الْقَلْبِ غَدَاةً تِلْكَ الْوَاعِيَةِ
 ”اس چنچ و پکار کی صبح کنویں (کے بھرنے) کے دن کتنے لوگوں نے (مجھ سے) جدائی اختیار
 کی۔“

مِنْ كُلِّ غَيْثٍ فِي السِّنِينَ إِذَا الْكَوَاكِبُ خَاوِيَةٌ
 ”جو قحط سالیوں میں ابر باراں ہوتے تھے جب ستارے بغیر بارش کے ڈوب جاتے۔“

قَدْ كُنْتُ أَحْذَرُ مَا أَرَى فَالْيَوْمَ حَقَّ حِذَارِيَّةٌ
 مجھے اسی واقعہ کا خوف رہتا تھا جو میں دیکھ رہی ہوں تو آج میرا خوف حقیقت بن گیا ہے۔

قَدْ كُنْتُ أَحْذَرُ مَا أَرَى فَالْيَوْمَ حَقَّ حِذَارِيَّةٌ
 ”مجھے اسی واقعہ کا خوف رہتا تھا جو میں دیکھ رہی ہوں تو آج میرا خوف حقیقت بن گیا ہے۔“

يَا رَبِّ قَبْلَةَ غَدَا يَا وَيْهَ أَمْ مُعَاوِيَةَ
 ”اے وہ بہت سی عورتو! جو کل یہ کہنے والی ہو جائے افسوس معاویہ بن مالک پر (کنو)۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

ہند کا قول ہے: فَاَمَّا بُرَيْقٌ فَلَمْ اَعْنِهِ۔ بُرَيْقُ الْبَرَاءُ کی تصغیر ہے۔ یہ ایک آدمی کا نام ہے۔

ہند کا قول ہے: فَانَا الْغَدَاةُ مُوَامِيَةً۔ موامیۃ کا معنی ہے ذلیل اور یہ ہمزہ کے ساتھ موامیۃ

ہے لیکن اسے تخفیف کے طور پر واؤ سے بدل دیا گیا۔ یہ لفظ الأمة سے ماخوذ ہے۔ آپ کا قول ہے

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

يَا عَيْنٌ بَكِيٌّ عَتَبَةٌ شَيْخًا شَدِيدَ الرَّقَبَةِ
”اے آنکھ! مضبوط گردن والے بوڑھے عتبہ پر رو۔“

يُطْعِمُ يَوْمَ الْمَسْعَةِ يَذْفَعُ يَوْمَ الْمَغْلَبَةِ
”جو بھوک اور قحط سالی کے دن کھانا کھلاتا تھا اور غلبے کے دن مدافعت کرتا تھا۔“

إِنِّي عَلَيْهِ حَرِبَةٌ مَلْهُوفَةٌ مُسْتَلَبَةٌ
”میں اس پر بہت غمگین، رنجیدہ اور دیوانی ہو گئی ہوں۔“

لَنَهْبِطَنَّ يَثْرِبَةَ بَغَارَةَ مُنْتَعِبَةٌ
”ہم یثرب پر ضرور ایک بہہ پڑنے والے حملے کے ساتھ اتریں گے۔“

فِيهَا الْخَيُْولُ مُقَرَّبَةٌ كُلُّ جَوَادٍ سَلْهَبَةٌ
”جس حملہ میں گھروں کے قریب رکھ کر پالے ہوئے گھوڑے ہوں گے (جن میں سے) ہر گھوڑا طویل القامت ہوگا۔“

صفیہ کے اشعار

صفیہ بنت مسافر بن ابو عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف نے بدر کے روز کنویں میں

تَأَمَّيْتُ أَمَةً۔ میں نے لونڈی بنائی۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ لفظ التَّوَاءَمَةُ سے مقلوب کیا گیا ہو جس کا معنی موافقت ہے۔ اس بناء پر اس کی اصل مُوَانِمَةٌ ہوگی پھر اس میں قلب کیا گیا تو یہ مُفَاعِلَةٌ کے وزن پر مُوَامِيَّةٌ بن گیا۔ ہند کی مراد یہ ہے کہ وہ ذلیل ہو گئی ہے۔ وہ اپنی ذلت کا انکار نہیں کرتی بلکہ چار و ناچار اپنے دشمن کی موافقت کرتی ہے۔ اسی سے التَّوَاءَمُ کا لفظ مشتق ہے کیونکہ اس کا وزن فَوْعَلٌ ہے جیسے التَّوَلَّجَ ان دونوں میں تاء و او کا بدل ہے۔ یہ صاحب العین کا قول ہے۔

ہند کا قول ہے: مَلْهُوفَةٌ مُسْتَلَبَةٌ۔ مُسْتَلَبَةٌ میں ”مہ ترین قول یہ ہے کہ یہ السلاب سے ماخوذ ہے اور لام کے کسرہ کے ساتھ ہے اور السلاب وہ سیاہ کپڑا ہے جو نوحہ کرنے والی عورت اوڑھتی ہے۔ اسی سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے جو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو اس وقت فرمایا جب ان کے خاوند حضرت جعفر کی وفات ہوئی کہ تَسْلَبِي ثَلَاثًا ثُمَّ اصْنَعِي مَا شِئْتِ“ تم تین دن سیاہ لباس پہنو پھر جو چاہو کرو۔“ یہ حدیث اعداد کے ساتھ منسوخ ہے اور قابل تاویل ہے۔ اسے طبری نے ذکر کیا ہے۔

ڈالے جانے والے قریش کے مقتولوں کا یہ مرثیہ کہا جس میں وہ ان کی مصیبت کو یاد کرتی ہے:

يَا مَنْ لِعَيْنٍ قَدَّاهَا عَايِرُ الرَّمَدِ حَدَّ النَّهَارِ وَ قَرْنُ الشَّمْسِ لَمْ يَقْدِرْ
 ”ہے کوئی فریادرس اس آنکھ کا جس کا خاشاک دن کے آخری حصے میں بھی آشوب بن گیا ہے اور وہ سورج کے آخری کنارے کی بھی تاب نہیں لاسکتی۔“

أَخْبَرْتُ أَنْ سَرَاةَ الْأَكْرَمِينَ مَعًا قَدْ أَحْرَزَتْهُمْ مَنَایَا هُمْ إِلَى أَمَدٍ
 ”مجھے خبر دی گئی ہے کہ شرفاء کے سب سرداروں کو ان کی موتوں نے ایک خاص وقت پر ایک ساتھ جمع کر دیا ہے۔“

وَفَرَّ بِالْقَوْمِ أَصْحَابُ الرِّكَابِ وَلَمْ تَعْطِفْ غَدَاتِنِذِ أُمِّ عَلِيٍّ وَلَدٍ
 ”اور سواریوں والے لوگ قوم کو لے کر بھاگ گئے اور اس صبح کو کسی ماں نے بچے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔“

قَوْمِي صَفِيٍّ وَلَا تَنْسَى قَرَابَتَهُمْ وَإِنْ بَكَيْتِ فَمَا تَبْكِينَ مِنْ بَعْدِ
 ”اے صفیہ! اٹھ اور اس کی رشتہ داری کو نہ بھلا اور اگر تو رونا چاہے تو دور سے نہ رو۔“

كَانُوا سُقُوبَ سَمَاءِ الْبَيْتِ فَانْقَصَفَتْ فَاصْبَحَ الشَّمْسُ مِنْهَا غَيْرَ ذِي عُمَدٍ
 وہ گھر کی چھت کے ستون تھے، وہ ٹوٹ گئے تو گھر کا اوپر کا حصہ بغیر ستونوں کے ہو کر رہ گیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا اس کا شعر کانوا سُقُوبَ مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: صفیہ بنت مسافر نے یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا يَا مَنْ لِعَيْنٍ لِلتَّبَكِّيِّ دَمْعُهَا فَانْ

ارے ہے کوئی اس آنکھ کا فریادرس جس کے آنسو رونے کی وجہ سے ختم ہوتے جا رہے ہیں۔

كَغَرَبِي دَالِجٍ يَسْقِي خِلَالَ الْغَيْثِ الدَّانُ

”(اس آنکھ کی حالت) کنویں سے حوض تک پانی لے جانے والے ان دو ڈولوں کی طرح

ہے جو بارش سے اگی ہوئی قریبی گھاٹ کے درمیان بھی پانی بہا رہے ہیں۔“

وَمَا لَيْتُ غَرِيفَ ذُو أَظْفِيرٍ وَ

”اور پنچوں اور دانتوں والے جھاڑی کے شیر کی کیا شان ہے؟“

أَبُو شَبْلِينَ وَثَابُ شَدِيدُ الْبَطْشِ غَوَّثَانُ

”جو دو کم سن شیروں کا باپ ہے، خوب حملہ کرنے والا، مضبوط گرفت والا اور بھوکا ہے۔“

كَحَبِيٍّ إِذَا تَوَلَّى وَ وَجُوهُ الْقَوْمِ الْوَوَانُ
 ”(وہ شیر) میرے دوست کی مانند ہے جس کے لوٹنے سے لوگوں کے چہروں کے رنگ اڑنے لگے۔“

وَ بِالْكَفِّ حُسَامٌ صَارِمٌ أَبْيَضُ ذُكْرَانُ
 ”اور (اس کے) ہاتھ میں سفید فولاد کی تیز کاٹنے والی تلوار ہے۔“

وَ أَنْتَ الطَّاعِنُ النَّجْلَا ءَ مِنْهَا مُزْبِدٌ أَنْ
 ”(اے میرے دوست!) تو نیزے سے کشادہ زخم لگانے والا ہے جس سے جھاگ والا گرم خون (بہہ پڑتا ہے)۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: لوگ اس کے اشعار ”و مالیث غریف تا آخر“ سابقہ دونوں اشعار سے علیحدہ کر کے بھی روایت کرتے ہیں۔

ہند بنت اثاثہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے عبید بن حارث بن مطلب کا یہ مرثیہ کہا:

لَقَدْ ضَيَّنَ الصَّفْرَاءَ مَجْدًا وَ سُودَدًا وَ حِلْمًا أَصِيلًا وَافِرَ اللَّبِّ وَالْعَقْلِ
 ”مقام صفراء میں بزرگی، سرداری، پختہ عقل اور ذہانت و دانش کی بڑی مقدار رکھ دی گئی۔“
 عُبَيْدَةَ فَابْكِيهِ لِأَضْيَافِ غُرَبَاءِ وَ أَرْمَلَةٍ تَهْوِي لِأَشْعَثِ كَالْجَدُلِ
 ”یعنی عبیدہ (کو وہاں رکھ دیا گیا) اس لئے اس پر سفر کے مہمانوں اور ان بیواؤں کے لئے روجو پریشانی میں اس کے پاس آیا کرتی تھیں۔ وہ شخص درخت کے تنے کی طرح تھا۔“

وَ بَكِّيهِ لِلْأَقْوَامِ فِي كُلِّ شَتْوَةٍ إِذَا احْمَرَّتْ أَفَاقُ السَّمَاءِ مِنَ الْمَحْلِ
 ”اور اسی پر ان لوگوں کے لئے روجو ہر موسم سرما میں اس وقت (اس کے پاس آیا کرتے) جب قحط سالی کی وجہ سے آسمان کے کنارے سرخ ہو جاتے۔“

وَ بَكِّيهِ لِلْأَيْتَامِ وَالرِّيحُ زَفَزَفَ وَ تَشْيِيبُ قَدَرٍ طَالَمَا أَرَبَدَتْ تَغْلِي
 ”اور اس پر یتیموں کے لئے رو (جنہیں اس کے پاس اس وقت پناہ ملتی) جب سخت ہوا کے تیز جھونکے آتے اور ان دیگوں کے نیچے آگ روشن کرنے کے لئے روجو لمبی مدت تک اٹکتے ہوئے جھاگ چھوڑتی رہتی تھیں۔“

فَإِنْ تُصْبِحَ النَّيْرَانُ قَدْ مَاتَ ضَوْوُهَا فَقَدْ كَانَ يُذَكِّهِنَّ بِالْحَطَبِ الْجَزْلِ
”پھر اگر آگوں کی روشنی بجھ جاتی تو وہ انہیں موٹی لکڑیوں کے ایندھن سے سلگایا کرتا تھا۔“

لِطَارِقٍ لَيْلٍ أَوْ لِبَلْتَمِيسِ الْقِرَى وَ مُسْتَبِیحِ أَضْحَى لَدَيْهِ عَلَى رَسْلِ
” (وہ دیکھیں) رات کو کسی آنے والے مہمان کے لئے یا ضیافت کے طالب اور اس گم کردہ
راہ مسافر کے لئے (پکائی جاتیں) جو کتے کی آواز سن کر آہستہ آہستہ اس کے قریب آتا۔“
علامہ ابن ہشام نے کہا اکثر علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

قتیلہ بنت حارث کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: قتیلہ بنت حارث نے اپنے بھائی نصر بن حارث کا یہ مرثیہ کہا:
يَا رَاكِبًا إِنَّ الْأَثِيلَ مِظْنَةٌ مِنْ صُبْحِ خَامِسَةٍ وَأَنْتَ مُوَفَّقٌ
”اے سوار! مقام اٹیل کے متعلق مجھے پانچویں روز کی صبح سے بدگمانی ہے اور تو بڑے ٹھیک
وقت پر آیا ہے (جب تیری ضرورت تھی)۔“

أَبْلَغُ بِهَا مَيِّتًا بَانَ تَحِيَّةٌ مَا إِنْ تَزَالَ بِهَا النَّجَائِبُ تَخْفِقُ
”وہاں کی ایک میت کو پیغام پہنچا دینا کہ اے سلام ہو جب تک شریف اونٹنیاں وہاں تیزی
سے آتی جاتی رہیں۔“

هَلْ يَسْمَعُنِي النَّضْرُ إِنْ نَادَيْتُهُ أَمْ كَيْفَ يَسْمَعُ مَيِّتٌ لَا يَنْطِقُ
”اگر میں پکاروں تو کیا نصر میری پکار سنے گا یا وہ مردہ کیسے سن سکتا ہے جو بول نہیں سکتا؟“
أَ مُحَمَّدٌ يَا خَيْرَ ضَنْءٍ كَرِيمَةٍ فِي قَوْمِهَا وَالْفَحْلُ فَحْلٌ مَغْرَقُ

قتیلہ کے اشعار

علامہ ابن ہشام نے قتیلہ بنت حارث کے اشعار کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے بھائی نصر بن حارث کا
مرثیہ کہتی ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ نصر کی بیٹی ہے بہن نہیں۔ زہیر وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے اور
کتاب الدلائل میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ یہ قتیلہ ابوامیہ کے چھوٹے بیٹے حارث کی بیوی تھی اور یہ
ثریا بنت عبد اللہ بن حارث کی دادی ہے جس کے متعلق عمر بن ابی ربیعہ نے درج ذیل اشعار اس وقت
کہے جب سہیل بن عبد الرحمن بن عوف نے اس کا رشتہ طلب کیا:

أَيُّهَا الْمُنْكَحُ الثَّرِيَا سَهَيْلَا عَمْرَكَ اللَّهُ كَيْفَ يَلْتَقِيَانِ
اے ثریا کا نکاح سہیل سے کرنے والے! اللہ تیری عمر دراز کرے، یہ ایک دوسرے سے کیسے ملیں گے؟

”اے محمد (ﷺ) اے اپنی قوم کی شریف عورت کی بہترین اولاد! اور شریف تو وہی ہوتا ہے جو نسلاً شریف ہو۔“

مَا كَانَ ضَرْكَ لَوْ مَنَّتَ وَ رَبَّأَ مَنِ الْفَتَى وَ هُوَ الْبَغِیْظُ الْمُحْنَقُ
”اگر آپ احسان کرتے (اور اسے چھوڑ دیتے) تو آپ کا کیا نقصان ہوتا اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ نو جوان ایسی حالت میں احسان کرے جبکہ وہ غصہ سے بھرا کینہ ور ہو۔“

أَوْ كُنْتُ قَابِلَ فِدْيَةٍ فَلْيَنْفَقَنَّ بِاعْزَ مَا يَغْلُوْبُهُ مَا يُنْفِقُ
”یا آپ فدیہ قبول کر لیتے تو مصارف جتنے زیادہ سے زیادہ دشوار ترین ہوتے وہ ضرور خرچ کیے جاتے۔“

فَالنَّضْرُ أَقْرَبُ مَنْ أَسْرَتْ قَرَابَةً وَ أَحَقُّهُمْ إِنْ كَانَ عِتْقُ يُعْتَقُ
”کیونکہ نضر ان تمام لوگوں میں زیادہ قریبی رشتہ دار ہے جن کو آپ نے اسیر کیا اور ان سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اگر آزادی ممکن ہو تو آزاد کر دیا جائے۔“

ظَلْتُ سُمُوفَ بَنِي أَبِيهِ تَتَوَشَّهْ لِلَّهِ أَرْحَامُ هُنَاكَ تُشَقِّقُ
”اس کے بھائیوں کی تلواریں اسے ٹکڑے ٹکڑے کرتی رہیں۔ ہائے خدایا وہاں قراہتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے رہے۔“

صَبْرًا يُقَادُ إِلَى الْمَنِيَّةِ مُتَعَبًا رَسَفَ الْمُقَيَّدِ وَهُوَ عَانٍ مُوْتَقٍ
”اسے موت کی جانب اس حالت میں کھینچا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہیں، تھکا ماندہ ہے، بیڑیوں میں بمشکل پاؤں اٹھا رہا ہے اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب ان اشعار کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: لَوْ بَلَغَنِي هَذَا قَبْلَ قَتْلِهِ لَمَنْتُ عَلَيْهِ ”اگر اس کے قتل سے پہلے میرے پاس یہ خبر پہنچتی تو میں ضرور اس پر احسان کرتا۔“

غزوة بدر سے فراغت کی تاریخ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ غزوة بدر سے ماہ رمضان کے آخر میں یا شوال میں فارغ ہوئے۔

هِيَ شَامِيَّةٌ إِذَا مَا اسْتَقَلَّتْ وَ سَهْلٌ إِذَا اسْتَقَلَّ يَمَانٍ
”جب شام منفرد ہو تو وہ ملک شام سے تعلق رکھتی ہے اور جب سہیل منفرد ہو تو وہ یمنی ہے۔“

چشمہ کدر پر غزوہ بنی سلیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ آپ ﷺ بنی سلیم کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری یا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ان کے چشموں میں سے ایک کدر نامی چشمے پر جلوہ افروز ہوئے۔ تین راتیں وہاں قیام فرمانے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس سفر میں کوئی جنگ درپیش نہ ہوئی۔ اس کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذی قعدہ کا پورا مہینہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز رہے۔ اس عرصہ میں قریش کے جنگی قیدیوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے اور انہیں رہا کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔

غزوہ قرقرۃ الکدر

غزوہ بنی سلیم کا دوسرا نام غزوہ قرقرۃ الکدر ہے۔ قرقرہ نرم اور نشیبی زمین کو کہتے ہیں اور کدر سے مراد مٹیالے دھبوں والے پرندوں کو کہتے ہیں جن کی وجہ سے وہ زمین مشہور تھی۔ ایک دفعہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کئے جانے والے سفر کا حال بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمران بن سوادہ نے آپ سے کہا: آپ کی رعایا آپ کی سختی اور جبر و تشدد کی شکایت کرتی ہے۔ آپ نے فوراً اپنا درہ تھاما اور اس کی رسیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: میں غزوہ قرقرہ الکدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، میں خوش حال زندگی بسر کرتا اور سیر ہو کر کھاتا، لوگوں کو بھی پلاتا اور خود بھی سیراب ہوتا تھا۔ اب میں لوگوں کو ڈانٹتا زیادہ ہوں، مارتا کم ہوں، سرکشوں کا مقابلہ کرتا ہوں اور بے قابو ہو جانے والے لوگوں کو جھڑکتا ہوں اور سخت مزاج لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہوں۔ میں اپنی لاشی سونت کر بلند تو کرتا ہوں لیکن مارتا ہاتھ کے ساتھ ہوں۔ اگر میں ایسا بھی نہ کرتا تو سب کچھ ضائع کر دیتا۔ اس طرح آپ نے اپنے حسن سیاست کا تذکرہ فرمایا۔

غزوہٴ سولق

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب ابوسفیان بھاگ کر مکہ پہنچا اور لشکر قریش بدر سے واپس لوٹا تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے جنگ کر کے انتقام نہیں لے گا اس وقت تک وہ غسل جنابت نہیں کرے گا۔ اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لئے ماہ ذوالحجہ میں وہ قریش کے دو سو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا، اس نے عام راستہ کے بجائے نجد کا لمبا راستہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ وہ وادی قناتہ سے گزرتا ہوا شیب نامی پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ یہ پہاڑ مدینہ طیبہ سے تقریباً ایک برید (بارہ میل) کی مسافت پر واقع ہے۔ پھر رات کی تاریکی میں چھپتا چھپاتا بنی نصیر کے محلہ میں آیا اور ان کے ایک رئیس حیی بن اخطب کے دروازے پر آ کر دستک دی لیکن اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گیا پھر وہ وہاں سے لوٹ کر سلام بن مشکم کے دروازے پر آیا۔ یہ سلام اپنے زمانے میں یہودیوں کا سردار اور ان کے خزانے کا نگران تھا۔ ابوسفیان نے اس سے ملاقات کا اذن طلب کیا۔ اس نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور اس کی پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس نے ابوسفیان کو مسلمانوں کے خفیہ حالات سے آگاہ کیا۔ نصف شب کے بعد ابوسفیان وہاں سے نکلا اور اپنے سپاہیوں کے پاس واپس آ گیا اور قریش کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ کی طرف بھیج دیا۔ یہ لوگ مدینہ کے ایک علاقہ میں آئے جس کا نام عریض تھا یہاں کھجور کے چھوٹے پودوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ انہوں نے اسے نذر آتش کیا۔ وہاں ایک انصاری اور اس کے ایک ساتھی کو اپنی کھیتی میں تنہا پایا اور انہیں شہید کر دیا پھر وہ سب وہاں سے بھاگ گئے، لوگ ان سے باخبر ہو کر چوکے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ ان کے تعاقب

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے جنگ کر کے انتقام نہ لے لے گا اس وقت تک غسل جنابت نہ کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دور جاہلیت میں بھی دین ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے مطابق غسل جنابت کیا جاتا تھا جیسا کہ ان لوگوں میں حج اور نکاح کے افعال باقی تھے۔ جب کا معنی ہے ایک طرف ہونا، دور ہونا، چونکہ ناپاکی کی حالت میں اہل عرب مسجد حرام اور دیگر مقدس مقامات سے پہلو تہی کرتے اور ان سے دور رہتے تھے، اس لئے وہ اسے غسل جنابت کا نام دیتے تھے اور کہتے تھے دَجُلٌ جُنُبٌ وَ قَوْمٌ جُنُبٌ (یعنی جنبی آدمی اور جنبی قوم)۔ اسی وجہ سے اس کلمہ کا یہی معنی قرآن کریم میں معروف ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا (المائدہ: ۶) (اور اگر ہو تم جنبی تو (سارے بدن) پاک کر لو)۔ پس حدیث اکبر اسی نام

میں نکلے، مدینہ طیبہ میں حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالممنذ رکوا پنا نائب مقرر فرمایا اور بڑھتے ہوئے قرقرۃ الکدر تک جا پہنچے پھر حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ ابوسفیان اور اس کے لشکر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ستو کی کثیر التعداد بوریاں راستے میں گری ہوئی دیکھیں جو انہوں نے کھیتوں میں پھینک دی تھیں تاکہ اپنے بوجھ کو ہلکا کر کے تیزی سے بھاگ سکیں۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا حضور ﷺ امید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ سفر جہاد شمار ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ غزوہ غزوہ سویق اس لئے کہلاتا ہے کہ کفار نے بھاگتے ہوئے ستو کی بہت سی بوریاں پھینک دی تھیں جن پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ چونکہ عرب میں ستو کو سویق کہتے ہیں اس لئے یہ غزوہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب سلام بن مشکم یہودی نے ابوسفیان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور اس کی ضیافت کی تو واپس لوٹتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

وَ اِنِّیْ تَخَيَّرْتُ الْمَدِیْنَةَ وَ اِحْدَا لِجَلْفٍ فَلَمْ اَنْدَمْ وَ لَمْ اَتَلَوْمْ
”اور میں نے مدینہ میں ایک شخص کو عہد و پیمان کے لئے منتخب کیا تو نہ میں پچھتایا اور نہ قابل ملامت ہوا۔“

سَقَانِیْ فَرَوَانِیْ کُمِیْتًا مَّدَامَةً عَلٰی عَجَلٍ مِّنِّیْ سَلَامٌ بِّنْ مُّشْکَمٍ
”سلام بن مشکم نے میری جلدی کے باوجود مجھے ایسی شراب پلا کر سیراب کیا جو سر کو چکرا

سے معروف تھا اس لئے انہیں اس کی تفسیر کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ حدیث اصغر جو کہ وضو کا موجب ہے، اسلام سے قبل معروف نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس کے متعلق یہ نہ فرمایا: وَ اِنْ کُنْتُمْ مُّحَدِّثِیْنَ فَتَوَضَّؤْا کہ اگر تمہیں حدیث لاحق ہو تو وضو کر لو جس طرح یہ فرمایا تھا وَ اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا بلکہ فرمایا: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَ اَیْدِیْکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَ اَسْرِجُلْکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ۚ۔ (تو پہلے) دھو لو اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دھو لو اپنے پاؤں ٹخنوں تک۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وضو، اس کے اعضاء، اس کا طریقہ اور وہ اسباب بیان فرمائے جو وضو کو لازم کرتے ہیں۔ جیسے نیند سے بیدار ہونا، قضائے حاجت کے بعد آنا اور عورتوں سے صحبت کرنا لیکن جنابت کے معاملہ میں نماز و جوہ طہارت کے ذکر سے زیادہ کسی بیان کی محتاج نہیں۔

دینے والی تھی۔“

وَلَمَّا تَوَلَّى الْجَمَشُ قُلْتُ وَ لَمْ أَكُنْ لِأَفْرِحَهُ أَبَشِيرُ بَعِزٍّ وَ . مَغْنَمٍ
”اور جب لشکر واپس ہوا تو میں نے ان سے کہا تمہیں غلبہ اور غنیمت کی بشارت ہو اور میں
ان پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔“

تَأْمَلْ فَإِنَّ الْقَوْمَ سِرٌّ وَ إِنَّهُمْ صَرِيحٌ لَّوِي لَا شَطِيطٌ جُرْهُمُ
”دیکھو یہ قوم خالص نسب والے ہیں اور یہ لوی کی خالص اولاد ہیں نہ کہ جرہم کے ملے جلے
لوگ۔“

وَ مَا كَانَ إِلَّا بَعْضُ لَيْلَةٍ دَاكِبٍ أَلَى سَاعِيًا مِّنْ غَيْرِ حَلَةٍ مُّغْدِمٍ
”اور یہ ملاقات صرف اتنی دیر تھی جتنی دیر ایک سوار رات کے تھوڑے سے حصے میں ٹھہرتا
ہے جو ناداری کی احتیاج کے بغیر صرف کھانے کے لئے آیا ہو۔“

سلام بن مشکم

حضرت ابن اسحاق نے سلام بن مشکم کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شعشاء نامی عورت کا بیٹا ہے
جس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لِشُعْثَاءَ الَّتِي قَدْ تَمِثَّتْ فَلَيْسَ لِعَقْلِهَا مِنْهَا شِفَاءٌ
”اس شعشاء کے لئے جس نے اس کا ارادہ کر لیا تھا لیکن شعشاء سے اس کی عقل کے لئے کوئی تسکین
نہ تھی۔“

ابوسفیان کا قول ہے: شَطِيطٌ جُرْهُمُ۔ شَطِيطٌ مختلف قسم کے گھوڑوں کو کہتے ہیں اور مختلف
نسلوں کے ملے جلے لوگوں کو بھی شَطِيطٌ کہا جاتا ہے۔ یہ اصل میں شیط سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے
روشنی کے ساتھ تاریکی کا اختلاط۔ اسی سے ایک لفظ شَطِيطٌ مشتق ہے جو سر کے سیاہ و سفید بالوں کو کہتے ہیں۔
ابوسفیان کا قول ہے: وَ لَمْ أَكُنْ لِأَفْرِحَهُ۔ الْمَقْرَحُ اس شخص کو کہتے ہیں جسے قرض نے بوجھل
کر دیا ہو۔ اس کی تشریح پہلے ہو چکی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجاز میں فرع گاؤں کے کنارے پر واقع
ایک مقام بحران میں تشریف لائے اور ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ کے دو مہینے وہاں قیام پذیر رہے۔
فرع گاؤں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہ پہلا گاؤں ہے جس کے لوگوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام
اور ان کی والدہ کے لئے مکہ مکرمہ میں کھجوریں مہیا کیں۔ یہ گاؤں مدینہ طیبہ کے قریب واقع ہے۔ اس

غزوہ ذی امر

جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سولق سے مراجعت فرما ہوئے تو ذوالحجہ کا بقیہ مہینہ مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا پھر نجد کی طرف بنی غطفان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ کا نام غزوہ ذی امر ہے۔ اس غزوہ کے موقع پر بقول ابن ہشام آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضور ﷺ نے صفر کا پورا مہینہ نجد میں قیام فرمایا پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ اس سفر میں بھی کوئی جنگ درپیش نہ ہوئی پھر آپ ﷺ ربیع الاول کا پورا مہینہ یا اس سے کچھ کم دن مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔

میں دو چشمے ہیں جنہیں ربض اور نجف کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں چشمے حضرت حمزہ بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے بیس ہزار کھجور کے درختوں کو سیراب کرتے تھے۔ ربض ریت میں پہلو کے درختوں کے اگنے کے مقام کو کہتے ہیں اور فرع جب دو فتحوں کے ساتھ ہو تو یہ کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ سوید بن ابی کاہل نے کہا:

حَلَّ أَهْلِي حَيْثُ لَا أَطْلُبُهَا جَانِبَ الْحَضَرِ وَ حَلَّتْ بِالْفَرَعِ
”میرے اہل خانہ حضر کے پہلو میں وہاں اترے جہاں میں نہیں چاہتا تھا اور وہ فرع کے مقام پر اترے۔“

پھر حضور ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے اَقَامَ شَهْرَ رَجَبٍ وَ جُمَادَى (حضرت ابن اسحاق نے اس قول میں ربیع سے پہلے لفظ شہر ذکر کیا ہے لیکن جمادی سے پہلے ذکر نہیں کیا) کیونکہ لفظ ربیع مہینہ کے نام اور موسم بہار کے نام کے درمیان مشترک ہے اس لئے انہوں نے ربیع سے پہلے شہر کا لفظ ذکر کر کے واضح کر دیا ہے کہ یہاں ربیع سے مراد مہینہ ہے نہ کہ موسم بہار اور جمادی صرف مہینہ کا علم ہے جس میں کوئی اشتراک نہیں۔ اس لئے اس سے پہلے لفظ شہر ذکر نہیں کیا۔ اس سے قبل ہم نے سیبویہ کا قول بھی ذکر کیا ہے کہ لفظ شہر صرف ربیع الاول سے پہلے ہی ذکر کیا جاتا ہے باقی مہینوں کے صرف نام ذکر کئے جاتے ہیں۔ محرم، صفر وغیرہ اور جن صورتوں میں کوئی کام ان کے اندر ہوتا ہے یعنی محرم و صفر کے تمام مہینوں میں اور تمام ایام میں تو ان میں اس طرح نہیں کہا جاتا: سِرْتُ الْخَمِيسَ وَ مَشَيْتُ الْارْبَعَاءَ بلکہ یوں کہا جاتا ہے یوم الاربعاء، یوم الخميس اور مہینوں میں کہا جاتا ہے شہر کذاب پس اس صورت میں لفظ یوم ظرف ہوگا جو ان تمام میں عمل کے وقوع پر دلالت نہیں کرتا۔

غزوہ بحر ان

پھر رسول اللہ ﷺ نے قریش کی سرکوبی کا ارادہ فرمایا اور بقول ابن ہشام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حتیٰ کہ آپ ﷺ بحران کے مقام پر پہنچے جو حجاز میں فرع کے کنارے پر ایک کان ہے۔ وہاں آپ ﷺ ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ دو مہینے قیام پذیر رہے پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

غزوہ بنی قینقاع

بنی قینقاع کو حضور ﷺ کی نصیحت اور ان کا جواب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیانی غزوات میں سے ایک غزوہ بنی قینقاع ہے۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اور انہیں اکٹھا کر کے ارشاد فرمایا: اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو، کہیں تم پر بھی وہ ایسا عذاب نازل نہ کر دے جیسا عذاب اس نے قریش مکہ پر

واقعہ بنی قینقاع

بنی قینقاع کا کچھ واقعہ غزوہ بدر سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اس واقعہ میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ غصہ کے آثار کے لئے شیخ کے نسخہ میں ظَلَاکَ کا لفظ مذکور ہے جبکہ دیگر نسخوں میں ظَلَلَا مذکور ہے جو کہ ظُلَّة کی جمع ہے لیکن فُعْلَہ کے وزن کی جمع فِعْلٌ کے وزن پر بھی آتی ہے جیسے دُمَّة سے دَامٌ اور جُفْرَہ سے جَفَار۔ لہذا ان دونوں روایتوں کا ایک ہی معنی ہے۔ ظُلَّة ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سورج کی روشنی اور آسمان کی صفائی کے سامنے حجاب بن جائے۔ رسول کریم ﷺ کا چہرہ اقدس روشن اور دلربا تھا جس پر ہر وقت مسکراہٹ کے آثار عیاں رہتے تھے لیکن جب حضور ﷺ غضبناک ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی رنگت بدل جاتی۔ اس طرح وہ رنگت چہرہ مبارک کی چمک، کشادگی اور مسکراہٹ کی نورانیت کے سامنے حجاب بن جاتی۔ روایت ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ مسکراتے یا کلام فرماتے تو آپ ﷺ کے دانتوں سے ظاہر ہونے والا نور دیوار پر پھیل جاتا۔ یہ بات شامل ترمذی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

نازل کیا ہے۔ اسلام قبول کر لو، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی ہوں۔ یہ بات تم اپنی کتاب تورات میں لکھی ہوئی پاتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم سے مجھ پر ایمان لانے کا عہد لیا ہے۔ ان یہودیوں نے حضور ﷺ کے اس محبت آمیز اور جذبہ خیر اندیشی سے معمور گفتگو کا بڑا کرخت جواب دیا۔ کہنے لگے: ”اے محمد (ﷺ) تم ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح خیال کرتے ہو۔ اس قوم کو شکست دے کر جنہیں فن حرب کا کوئی علم نہ تھا، آپ مغرور نہ ہو جائیں، اگر ہم نے تم سے جنگ کی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں۔“

بنی قینقاع کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے آل زید بن ثابت کے مولیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت سعید بن جبیر سے یا حضرت عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: یہ آیات ان بنی قینقاع کے متعلق ہی نازل ہوئیں:

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سِتْرٌ وَأَسْتَغْلِبُونَ وَتُخْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۖ وَيُؤْتَسَّرُونَ إِلَيْهَا ۖ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَهُمْ رَأَىٰ الْعَدُوَّ ۖ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝ (آل عمران)

” (اے میرے رسول) فرما دو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک تھا تمہارے لئے (عبرت کا) نشان (ان) دو گروہوں میں۔ جو ملے تھے (میدانِ بدر میں)۔ ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں اور دوسرا کافر تھا۔ دیکھ رہے تھے (مسلمان) انہیں اپنے سے دو چند (اپنی) آنکھوں سے اور اللہ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے۔ یقیناً اس واقعہ (بدر) میں بہت بڑا سبق ہے آنکھ والوں کے لئے۔“

۱۔ یعنی اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے اصحابِ بدر اور قریش۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ یہ آیت کریمہ بنی قینقاع کے متعلق نازل ہوئی: قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا..... (آل عمران: ۱۳) فِئَةٌ كَالْفِئَةِ کے وزن پر ہے۔ یہ فَاوَتْ بِرَأْسِهِ بِالْعَصَا (میں نے لٹھی سے اس کا سر پھوڑ دیا) سے ماخوذ ہے یا الْفَاوْ (گھنے بادلوں کے درمیان شکاف) سے مشتق ہے۔ پس فِئَةٌ کا حقیقی معنی فرقت اور جدائی ہے یعنی پہلے دو چیزیں باہم مجتمع تھیں پھر ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔

اولین عہد شکن لوگ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ بنی قینقاع سب سے پہلے یہود تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑا اور غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیان جنگ لڑی۔

بنی قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا سبب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: غزوہ بنی قینقاع کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک نواحی گاؤں کی ایک مسلم خاتون اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کے لئے بنی قینقاع کے بازار میں آئی۔ اس نے اپنا سامان بیچا اور ایک زرگر کی دکان پر آ کر بیٹھ گئی۔ یہود نے باتوں باتوں میں بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دے لیکن اس خاتون نے انکار کر دیا۔ وہ زرگر چپکے سے اٹھا اور اس کی تہبند کا ایک گوشہ پکڑ کر اس کی پیٹھ کے ساتھ گرہ لگا دی۔ جب وہ اٹھی تو اس کا سترنگا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ یہودی قہقہہ لگانے لگے۔ اس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ایک مسلمان اس یہودی زرگر پر جھپٹا اور چشم زدن میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس بازار کے سارے یہودی جمع ہو گئے اور اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس پر اس مسلمان کے اقرباء نے یہودیوں کے خلاف فریاد کی اور سب مسلمان غضبناک ہو گئے اور بنی قینقاع کے ساتھ جنگ کا بازار گرم ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ابن ابی کی گستاخی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے متعلق فیصلہ کے لئے حضور کریم ﷺ کو اپنا حکم تسلیم کر لیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو ان پر قادر و غالب فرمادیا تو اس وقت عبد اللہ بن ابی بن سلول رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے، یہ سب قبیلہ خزرج کے حلفاء تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے لیکن آپ ﷺ نے پھر چہرہ اقدس دوسری طرف پھیر لیا۔ اس نے آپ کی زرہ کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس زرہ کا نام ذات الفضول تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا مجھے چھوڑ دو اور اس کے ساتھ ہی

آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے پھر فرمایا: تیرا برا ہو مجھے چھوڑ دے۔ وہ کہنے لگا: نہیں قسم بخدا! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ آپ میرے موالیٰ پر احسان کریں، ان میں سے چار سو غیر زرہ پوش اور تین سو زرہ پوش ایسے ہیں جنہوں نے ہر سرخ اور سیاہ انسان سے ٹیرا دفاع کیا مگر آپ ایک دن میں ہی ان سب کی گردنیں اڑا دیں گے۔ قسم بخدا! میں ایسا انسان ہوں جو حوادثِ زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جا میں نے ان کو تیری خاطر بخش دیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع کے اس محاصرے کے دوران حضرت بشیر بن عبدالمذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا تھا اور یہ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا۔

بنی قینقاع کے حلف سے حضرت ابن الصامت کی براءت

اور اس کے متعلق نزولِ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے والد حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ بن الصامت سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب بنی قینقاع نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو عبد اللہ بن ابی بن سلول ان کی چارہ جوی کے لئے کھڑا ہو گیا جبکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آپ بھی عبد اللہ بن ابی کی طرح بنی قینقاع کے حلیف تھے لیکن آپ نے انہیں چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا اور ان سے دیرینہ تعلقات منقطع کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنین کو اپنا دوست بنانے کا اعلان کرتا ہوں اور ان کفار کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ راوی فرماتے ہیں سورہ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیات حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَاقَهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ لَدِينًا ۚ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَلْهَوْا الَّذِينَ ذَلِكُمْ ۖ قَاتِلُوا جَاهِلِيَّةَ الَّذِينَ ذَلِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ يَكُفُّوا عَنَّا فَوَاقَهُمْ ۚ حَبَطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَمَا صِبْحُوا حَسِرِينَ ﴿٥٢﴾ (المائدہ)

”اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو (اپنا) دوست (اور مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جس نے دوست بنالیا انہیں تم میں سے سودہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے (یعنی عبد اللہ بن ابی اور اس کا یہ قول کہ میں گردشِ زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ ابن اسحاق) کہ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں یہود و نصاریٰ کی طرف، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آجائے، وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ (تمہیں) دے دے فتح کامل یا (ظاہر کر دے کامیابی کی) کوئی بات اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے اس پر جو انہوں نے چھپا رکھا تھا اپنے دلوں میں نادم، اور (اس وقت) کہیں گے ایمان والے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں اٹھائی تھیں اللہ کی سخت سے سخت کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، اکارت گئے ان کے اعمال اور ہو گئے وہ (سراسر) نقصان اٹھانے والے۔“

پھر یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک چلتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ مُكْفُونَ ۝ (المائدہ)

”تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہِ الہی میں جھکنے والے ہیں۔“ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنین کو دوست بنانے اور بنی قینقاع کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرنے کا ذکر فرمایا:

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (المائدہ)

”اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ کو اور رسول کریم ﷺ کو اور ایمان والوں کو (تو وہ اللہ کے گروہ سے ہیں اور) بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔“

چشمہ قرودہ کی طرف سریہ زید بن حارثہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا سریہ زید بن حارثہ وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قافلہ قریش کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب تھا۔ آپ نے اس قافلہ کو نجد کے ایک قرودہ نامی چشمے کے قریب گھیرے میں لے لیا۔ اس سریہ کا واقعہ یوں ہے کہ جب غزوہ بدر کے بعد قریش کے لئے شام کی طرف جانے والی تجارتی شاہراہ خطرناک ہو گئی تو انہوں نے عراق کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ قریش کے بہت سے تاجر جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا بہت سامان تجارت جس میں بہت سی چاندی تھی، لے کر عراق کے راستہ پر روانہ ہوئے۔ انہوں نے راستے کی رہنمائی کے لئے بنی بکر بن وائل کے ایک

سریہ زید بن حارثہ

حضرت ابن اسحاق نے اس غزوہ میں فرات بن حیان عجل کا ذکر کیا ہے جو عجل بن لجم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کی طرف منسوب ہے۔ لجم لجم کی تصغیر ہے اور یہ ایک منحوس جانور ہے جس سے اہل عرب فال بد پکڑتے تھے۔ ان کا شعر ہے:

لَهَا ذَنْبٌ مِّثْلُ ذَيْلِ الْعَرُوسِ إِلَى سَبِيَّةٍ مِّثْلِ حُجْرِ اللَّجَمِ
”اس کی دھن کے دامن کی مانند دم ہے جو ایسی مقعد پر لگی ہوئی ہے جو لجم کے بل کی طرح ہے۔“

فرات قریش کا جاسوس اور ابوسفیان کا رہنما تھا۔ یہ بعد میں اسلام لے آیا اور بحسن و خوبی اس پر کاربند رہا۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں ہم ان کے اسلام کے سپرد کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرات ہیں“ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسلمانہ کذاب کے ارتداد کے معاملہ میں شامہ بن اہل کے پاس بھیجا تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے درآں حالینہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رجال بن عوفہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم تینوں میں سے ایک شخص جہنم میں احد کی مثل ایک پہاڑ پر چڑھے گا۔“ اس کے بعد حضرت فرات اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بہت زیادہ خوفزدہ رہتے تھے یہاں تک کہ جب فتنہ ارتداد برپا ہوا اور انہیں رجال بن عوفہ کے مرتد ہو کر مسلمانہ کذاب پر ایمان لانے کا علم ہوا تو وہ دونوں بارگاہ الہی میں سجدہ شکر بجالائے۔ رجال کا نام نہار بن عوفہ تھا۔ عوفہ ایک پودے کا نام ہے جسے صلیان کہا جاتا ہے۔

فرات بن حیان نامی شخص کو اجرت پر لیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فرات بن حیان کا تعلق بنی عجل سے تھا اور یہ بنی سہم کا حلیف تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس قافلہ کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ آپ نے اس قافلہ کو قرودہ چشمہ کے قریب گھیرے میں لے لیا۔ قافلہ والے سب بھاگ گئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قافلہ کے سارے سامان پر قبضہ کر لیا اور اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ قریش کی ملامت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے بعد غزوہ بدر ثانی کے بارے میں چند اشعار کہے جن میں آپ عراق کا راستہ اختیار کرنے پر قریش کو ملامت کرتے ہیں:

دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُونَهَا جِلَادٌ كَأَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْآوْرَاكِ
”(اے قریش) شام کے جاری چشموں کو چھوڑ دو، ان کے سامنے ایسی تیز تلواریں حائل ہو چکی ہیں جو پیلو کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کی طرح (خون ناک) ہیں۔“

بَايِدِي رَجَالٍ هَاجَرُوا نَحْوَ رَبِّهِمْ وَ أَنْصَارِهِ حَقًّا وَ أَيْدِي الْمَلَائِكِ
”(یہ تلواریں) ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُونَهَا

فلجات فلجہ کی جمع ہے۔ یہ جاری چشمے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ماء فلج، عَيْنُ فَلَجٍ (جاری پانی، جاری چشمہ) اسے حضرت ابو حنیفہ نے ماء مہملہ کے ساتھ فَلَحَاتِ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ فَلَحَةٌ کھیتی کو کہتے ہیں۔

مخاض اور اوارک

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

جِلَادٌ كَأَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْآوْرَاكِ

یعنی وہ اونٹنیاں جو پیلو کے درخت کھاتی ہیں جس سے ان کے منہ خون کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں اور مَخَاضِ جمع ہے اس کا واحد مَخْلِفَةٌ ہے جو جمع کے الفاظ پر نہیں۔ اس کا معنی ہے حاملہ اونٹنی۔ ایک

اور اس کے حقیقی انصار کے ہاتھوں میں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔“

إِذَا سَلَكَتُ لِلْغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَلِيجٍ فَقَوْلًا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيقُ هُنَالِكَ
بطن صالح کے نشیب کی طرف جب کوئی (قافلہ) چلے تو اسے کہہ دینا کہ ادھر راستہ نہیں۔

قول یہ ہے کہ اس کا واحد مَخِض ہے۔ اسی سے طائی کا قول ہے:

وَ أَخْرَجْتَهَا عَنْ وَقْتِهَا وَ هِيَ مَخِضٌ

میرے نزدیک مخاض درحقیقت جمع نہیں بلکہ مصدر ہے۔ اسی وجہ سے یہ تمام اسماء کی صفت بن سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ (مریم: 23) ”پس لے آیا انہیں دردِ روزہ“۔ اور اہل عرب کا قول ہے: نَاقَةٌ مَخِضٌ جس طرح ان کا قول ہے: نَاقَةٌ حَامِلٌ أَيْ ذَاتُ مَخَاضٍ وَ ذَاتُ حَمْلٍ۔ یعنی حاملہ اونٹنی۔ کبھی کبھی مرد اپنی عورتوں کو کہتا ہے اَنْتِ الْطَّلَاقُ (تم سب کو طلاق) اس جملہ میں لفظ طلاق جمع نہیں بلکہ مصدر ہے جس کا معنی ہے ذَوَاتُ طَلَّاقٍ۔ اسی طرح مخاض کا معنی ہے ذَاتُ مَخَاضٍ۔ البتہ واحد کے لئے مَخِض آتا ہے اور نَاقَةٌ مَخَاضٌ نہیں کہا جاتا بلکہ نَاقَةٌ مَخِضٌ کہا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے اِمْرَأَةٌ زَوْرٌ يَأْمُرُهَا صَوْمٌ کیونکہ جب مصدر کو کسی اسم کی صفت بنایا جائے تو اس سے مراد کثیر افراد ہوتے ہیں لیکن ایک کے حمل میں تکثیر نہیں ہو سکتی۔ غور کریں کہ کہا جاتا ہے هِيَ اَصُومُ النَّاسِ وَ مَا اَصُومَهَا (یعنی وہ عورت سب لوگوں سے زیادہ روزہ دار ہے اور وہ کیسی ہی روزہ دار ہے) لیکن حاملہ عورت کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ مَا اَحْبَلَهَا (وہ کیسی ہی حاملہ ہے) کیونکہ حمل ایک ہی چیز ہے اس میں کثرت نہیں۔ اسی طرح موت کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا مَا اَمَوْتَهَا۔ لہذا جب کثرت اور مبالغہ کا مفہوم موجود نہ ہو تو مصدر کو صفت نہیں بنایا جاسکتا۔ لہذا جب اونٹنیاں کثیر ہوں جن سے کثرت کا مفہوم حاصل ہو جائے تو ان کی صفت مخاض آ سکتی ہے۔ اس اصول کی وجہ سے مخاض مصدر ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اَنْتِ الطَّلَاقُ اور اَنْتِ الْفِرَاقُ کیوں کہا جاتا ہے حالانکہ اس جملہ میں طلاق مصدر ہے اور واحد کی صفت بن رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کثرت اور مبالغہ کا مفہوم موجود ہے کیونکہ طلاق ایسی چیز ہے جس میں تعداد اور دوام پایا جاتا ہے خصوصاً جب طلاق سے اَلطَّلَاقُ كُلُّهُ (یعنی پوری تین طلاقیں) مراد لیا جائے نہ کہ ایک طلاق۔ لیکن مخاض اور حمل میں ایسا نہیں کیونکہ اس کی مدت اور مقدار دونوں معلوم ہوتی ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے بِأَيْدِي الْمَلَائِكَةِ۔ یہ مَلَائِكَةُ کی جمع غیر لفظی ہے کیونکہ اگر یہ جمع لفظی ہوتی تو اَمْلَاكٌ ہوتی لیکن مَلَائِكَةُ میں میم زائد ہے اور یہ اصل میں مَأْلِكٌ ہے اور اَلْأَلْوَاكُ

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کا ابو سفیان بن حرث بن عبدالمطلب نے جواب دیا۔ ہم ان شاء اللہ ان اشعار کو اور ان کے جوابی مشتق ہے جس کا معنی ہے پیغام رسانی۔ اگر مَلِک کی اصل مَالِک ہو تو اس کی تعلیل یوں ہوگی کہ پہلے ہمزہ اور لام میں قلب کیا گیا تو مَلِک ہو پھر تخفیف کے لئے ہمزہ کو حذف کر کے اسکی حرکت ماقبل لام کو دے دی گئی تو مَلِک بن گیا۔ اگر ہم قلب کیے بغیر مَالِک میں تخفیف کرنا چاہیں تو ہمزہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ ہمزہ اس وقت ساقط ہوتا ہے جب اس کا ماقبل ساکن ہو پھر جب مَلِک کی جمع بنائی گئی تو ہمزہ واپس لوٹ آیا لیکن وہ اپنے اصلی مقام پر واپس نہیں لوٹا بلکہ لام کے بعد آیا۔ اس مادہ اشتقاق کی بنا پر مَلِک کا معنی پیغام رساں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ لفظ مَلِک مَلِکُوت سے ماخوذ ہے اسی وجہ سے اس میں ہمزہ نہیں کیونکہ اکثر فرشتے پیغام رساں نہیں۔ اگر پیغام رسانی کا معنی مراد ہوتا تو اہل عرب مَوَلِک کہتے جس طرح وہ مَوَسِّل کہتے ہیں اور واحد میں میم کو ضمہ دیا جاتا، اس صورت میں اس کی جمع میں ہمزہ زائد ہوگا، جس طرح شَمَال میں ہمزہ زائد ہے حالانکہ یہ شَمَلَتِ الرِّيحُ (بادِ شمالی چلی) سے مشتق ہے، تو یہ اچھی توجیہ ہوگی اور شَمَال میں ہمزہ کی زیادتی میں بھی یہی راز مخفی ہے حالانکہ یہ شَمَلَتِ الرِّيحُ سے مشتق ہے۔ اسی وجہ سے الف کے اوپر ہمزہ (ء) لکھا گیا ہے کیونکہ کبھی کبھی اس کے ساتھ یہ گمان بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ عَنْ شَمَالِ الْبَيْت سے مشتق ہے اور اس سے مراد بیت اللہ کی وہ سمت ہے جو ملک شام کی جانب ہے۔ اسی طرح ملائکہ بھی اللہ تعالیٰ کے ملکوت میں سے ہیں جن میں کچھ پیغام رساں ہیں اور ان میں سے کچھ فرشتے صرف ملکوت اللہ میں سے ہیں کیونکہ وہ اپنے مقام سے جدا نہیں ہوتے جس طرح کہ ان میں سے بعض اپنے مقام سے جدا ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک شاعر کے اس قول کا تعلق ہے:

فَلَسْتُ لِأَنْسِي وَ لَكِنْ لِمَالِكٍ تَنْزَلُ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ يَصُوبُ
”میں کسی انسان کے لئے نہیں ہوں بلکہ ایک ایسے فرشتے کے لئے ہوں جو آسمان کی فضا سے نیچے اترے۔“

تو اس شعر میں شاعر نے مَالِک کو ہمزہ کے ساتھ لکھا ہے حالانکہ یہ واحد ہے۔ اس شعر کا شاعر مجہول ہے۔ ابن سیدہ نے اسے علقمہ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اس بات کا انکار کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں شاعر نے مَلِک کو رسالت کے وصف سے موصوف کیا ہے کیونکہ اس نے کہا ہے: تَنْزَلُ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ يَصُوبُ۔ یہاں ہمزہ لگانا بہتر ہے کیونکہ اس میں الوک کے معنی پائے جاتے ہیں جس طرح

اشعار کو اپنے مقام پر ذکر کریں گے۔

کعب بن اشرف کا قتل

حضور ﷺ کے قاصدوں کی خبر پر کعب بن اشرف کا انکار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: کعب بن اشرف کا واقعہ یوں ہے کہ جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ میں فتح و نصرت الہی کی خوشخبری دینے کے لئے روانہ کیا اور انہوں نے اہل مدینہ کو خوشخبری سنائی تو کعب بن اشرف جس کا تعلق بنی طی کی شاخ بنی نہمان سے تھا اور اس کی ماں بنی نضیر سے تھی، کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو وہ کہنے لگا کیا یہ خبر سچ ہے کہ محمد (ﷺ) نے فلاں فلاں لوگوں کو قتل کر دیا ہے جن کے نام یہ دونوں شخص (حضرت زید اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما) لے رہے ہیں۔ وہ لوگ تو عرب کے اشراف اور لوگوں

تمام ملائکہ میں اس کا استعمال بہتر ہے کیونکہ ان میں کچھ پیغام رساں بھی ہیں اور تمام کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ملکوت سے بھی ہے۔ واحد میں صرف ملکوتیت کا معنی ہی پایا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ پیغام رسانی کے ساتھ مختص ہو جائے، جس طرح کہ اس شعر میں مذکور ہے۔ اس وقت وہ دونوں معنوں کا متحمل ہوگا اور ہمزہ کو لفظ لکھا جائے گا کیونکہ اس کے ضمن میں الوک کا معنی ہوگا اور اس کا معنی پیغام رسانی ہے۔

کعب بن اشرف کا قتل

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ کعب بن اشرف صحابہ کرام کی عصمت شعار بیویوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں ان کا ذکر کیا کرتا تھا اور اس طرح مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اس نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کا نام لے کر یہ شعر کہا تھا:

أَرَا حِلُّ أَنْتَ لَمْ تَحِلْ لِمَنْعَبِيهِ وَ تَارِكُ أَنْتَ أُمَّ الْفَضْلِ بِالْحَرَمِ
”کیا تو کوچ کرنے والا ہے اور تو نے پہاڑی راستے کی طرف کوچ نہ کیا اور تو ام فضل کو حرم میں چھوڑنے والا ہے۔“

یہ شعر اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے جنہیں حضرت یونس نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔

کے سردار تھے۔ قسم بخدا! اگر محمد (ﷺ) نے ان لوگوں کو قتل کر دیا ہے تو روئے زمین پر زندہ رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ہمیں زمین کے بطن میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن مغیث بن ابی بردہ ظفیری، حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت صالح بن ابی امامہ بن سہل نے بیان کیا۔ ان سب نے اس واقعہ کا کچھ حصہ بیان کیا۔

حضور ﷺ کے خلاف انگلیخت میں اس کے اشعار

جب اس دشمن خدا کو اس واقعہ کا پورا یقین ہو گیا تو وہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آیا اور عبدالمطلب بن ابی وداعہ بن ضیرہ سہمی کے ہاں ٹھہرا۔ اس کی بیوی مائکہ بنت ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بھی اپنے خاوند کے پاس موجود تھی۔ اس نے کعب کی بڑی خاطر تواضع کی۔ وہاں اثنائے قیام اس نے قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف برا بیچتے کرنا اور بجویہ اشعار سنانا شروع کر دیے۔ وہ اصحابِ قلب بدر پر روتا تھا جو بدر میں قتل ہوئے تھے اور کہتا تھا:

طَحَنَتْ رَحَى بَذْرِ لِهْلِكَ أَهْلِهِ وَ لِيِشَلْ بَذْرٍ تَسْتَهْلُ وَ تَدْمَعُ
”بدر کی چکی اپنے ہی لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے چلی اور بدر کے سے واقعات پر ہی
(آنکھیں) روتی اور آنسو بہاتی ہیں۔“

قَتَلْتُ سَرَاةَ النَّاسِ حَوْلَ حِيَاضِهِمْ لَا تَبْعُدُوا إِنَّ الْمُلُوكَ تُصَرِّعُ
”لوگوں کے سردار اپنے ہی حوضوں کے ارد گرد قتل کر دیے گئے، اسے بعید از حقیقت نہ سمجھو
کیونکہ بادشاہ بھی بچھاڑ دیے جاتے ہیں۔“

كَمْ قَدْ أَصِيبَ بِهِ مِنْ أَبْيَضَ مَا جِدَ ذِي بَهْجَةٍ تَأْوِي إِلَيْهِ الضَّيْعُ
”کتنے ہی ایسے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوئے جو گورے چہرے والے، رونق والے اور
بزرگ تھے جن کے پاس نادار لوگ پناہ لیتے تھے۔“

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ذکر کیا: مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَقَدْ أَذَى اللَّهَ وَ رَسُولَهُ ”ہمیں کعب بن اشرف کے شر سے کون بچائے گا، بے شک اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔“ اس سے ایک فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی معاہدہ ہو لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کے مسئلہ میں

طَلَقَ الْيَدَيْنِ إِذَا الْكَوَاكِبُ أَخْلَفَتْ حَمَالٍ أَثْقَالٍ يَسُودُ وَ يَرْبَعُ
 ”جو اس وقت بھی دونوں ہاتھوں سے خرچ کرنے والے تھے جب ستارے اپنی بارش روک
 لیتے۔ جو دوسروں کے بوجھ اٹھانے والے تھے، سردار اور شفقت و مہربانی کرنے والے تھے۔“
 وَ يَقُولُ أَقْوَامٌ أَسْرُ بِسُخْطِهِمْ إِنَّ ابْنَ الْأَشْرَفِ ظَلٌّ كَعَبًا يَجْزَعُ
 ”اور کچھ لوگ کہتے ہیں میں ان کی ناراضگی سے خوش ہوتا ہوں (یہ غلط ہے بلکہ) کعب بن
 اشرف تو جزع فزع کر رہا ہے۔“

صَدَقُوا فَلَيْتَ الْأَرْضَ سَاعَةً قَتَلُوا ظَلَّتْ تَسُوخُ بِأَهْلِهَا وَ تَصَدَّعُ
 ”انہوں نے تو سچ کہا لیکن کاش جس وقت وہ قتل کئے گئے زمین اپنے لوگوں کو دھنسا لیتی اور
 پھٹ جاتی۔“

صَارَ الَّذِي آثَرَ الْحَدِيثَ بِطَعْنَةٍ أَوْ عَاشَ أَعْمَى مُرْعَشًا لَا يَسْمَعُ
 ”جس نے اس بات کا چرچا کیا کاش وہ اپنے نیزے کا نشانہ بن گیا ہوتا یا اندھا ہو کر زلزلہ
 رہتا اور کانپتا رہتا اور اسے کچھ سنائی نہ دیتا۔“

نَبِئْتُ أَنَّ بَنِي الْبَغِيرَةِ كُلَّهُمْ خَشَعُوا الْقَتْلَ أَبِي الْحَكِيمِ وَ جَذَعُوا
 ”مجھے خبر ملی ہے کہ ابوالحکم (ابو جہل) کے قتل کی وجہ سے تمام بنی مغیرہ کی ناک کٹ گئی اور وہ
 ذلیل و خوار ہو گئے۔“

وَأَبْنَا رِبِيعَةَ عِنْدَهُ وَ مُنَبَّهَ مَا نَالَ مِثْلَ الْهَلَكَيْنِ وَ تَبَعُ
 ”اور ربیعہ کے دونوں بیٹے بھی اسی کے پاس (چلے گئے) اور منبہ بھی۔ یہ لوگ ایسے تھے کہ
 کسی نے بھی ان مقتولین جیسے رتبے حاصل نہ کئے اور نہ تبع نہ۔“

نَبِئْتُ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامِهِمْ فِي النَّاسِ يَبْنِي الصَّالِحَاتِ وَ يَجْمَعُ
 ”مجھے خبر ملی ہے کہ ان کا ایک فرد حارث بن ہشام لوگوں میں نیک کام کر رہا ہے اور ان کو جمع

ذمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کتاب شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جن اصحاب نے کعب بن اشرف کو قتل
 کیا وہ اس کے سر کو ایک تو برے میں ڈال کر مدینہ منورہ لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلا سر تھا جو دور
 اسلام میں اٹھایا گیا جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: مومن ایک بل سے دو بار نہیں ڈسا
 جاتا۔ اسے قتل کر دیا گیا اور اس کا سر نیزے پر اٹھا کر مدینہ طیبہ کی طرف لایا گیا۔ البتہ وہ پہلا مسلمان
 جس کا سر دور اسلام میں اٹھایا گیا وہ حضرت عمرو بن حتم ہیں۔ انہیں صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

کر رہا ہے۔

لِيَزُودَ يَثْرِبَ بِالْجُوعِ وَ إِنَّمَا يَخِينُ عَلَى الْحَسَبِ الْكَرِيمِ الْأَرْوَغُ
”تاکہ وہ لشکر لے کر یثرب والوں سے مقابلہ کرے اور آبائی شرافت کی حفاظت ایک
شریف اور شان و شوکت والا شخص ہی کرتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس کا قول تَبِعُ اور أُسَرُ بِسُخْطِهِمْ غیر ابن اسحاق سے
مردی ہے۔

اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ
عنہ نے دیا، فرمایا:

أَبْكَاكَ كَعْبٌ ثُمَّ عَلٌّ بِعَبْرَةٍ مِنْهُ وَ عَاشَ مُجَدَّعًا لَا يَسْمَعُ
”کعب نے اس کا مرثیہ کہا پھر اسے آنسوؤں کے گھونٹ دوبارہ پلائے گئے اور اس نے
ذلت میں ایسی زندگی بسر کی کہ وہ سنتا ہی نہیں۔“

وَ لَقَدْ رَأَيْتُ بِيْطْنَ بَدْرٍ مِنْهُمْ قَتَلَى تَسْخُ لَهَا الْعُيُونُ وَ تَدْمَعُ
”اور میں نے وادی بدر میں ان کے ایسے مقتول دیکھے جن کے لئے آنکھیں رو رہی ہیں اور
آنسو بہا رہی ہیں۔“

اس واقعہ میں کعب کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

أَبْكَاكَ كَعْبٌ ثُمَّ عَلٌّ بِعَبْرَةٍ

اس میں ایک زحاف پر دوسرے زحاف کا دخول ہے۔ وہ اس طرح کہ پہلا جزء سبب ثقیل اور
سبب خفیف ہے۔ جب اس میں وہ زحاف داخل ہو جسے اضمار (دوسرے حرف کا اسکان) کہا جاتا ہے تو
دو سبب خفیف بن جاتے ہیں اور مُتَفَاعِلُنْ کا وزن مُسْتَفْعِلُنْ کے وزن کی طرف لوٹ جاتا ہے اور
مُسْتَفْعِلُنْ پر خبن اور طی داخل ہوتے ہیں اور اس سے مراد اس کے چوتھے حرف کا حذف ہے۔ پس
حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کامل میں مُتَفَاعِلَانْ کو مُسْتَفْعِلُنْ کے مشابہ کیا ہے کیونکہ اس کا یہی
وزن بن گیا ہے۔ اس طرح چوتھا حرف حذف کر دیا گیا جو کہ مُتَفَاعِلُنْ سے چوتھا حرف ہے تو مُفْتَعِلُنْ
بن گیا۔ یہ زحاف کی ایک نادر صورت ہے کیونکہ یہ ایسا زحاف ہے جس نے ایک اور زحاف کی تسہیل کر
دی۔ اگر وہ زحاف جو اضمار کہلاتا ہے نہ ہوتا تو مُتَفَاعِلُنْ سے چوتھے حرف کو حذف کرنا بہر حال جائز نہ

فَابْكِي فَقَدْ أَبَكَيْتَ عَبْدًا رَاضِعًا شَبَّهُ الْكَلْبَ إِلَى الْكَلْبِيَّةِ يَتَّبِعُ
 ”تو نے کیسے غلام کو بہت رلایا۔ اب تو اس طرح رو جس طرح کم عمر کتا کم عمر کتیا کے بعد
 آواز نکالتا ہے۔“

وَلَقَدْ شَفَى الرَّحْمَنُ مِنَّا سَيِّدًا وَ أَهَانَ قَوْمًا قَاتَلُوهُ وَ صَرَعُوا
 ”اور خداوند رحمن نے ہمارے آقا کے دل کو مطمئن کر دیا اور ان لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیا
 جنہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور وہ بچاڑے گئے۔“

وَ نَجَا وَ أَفَلَتَ مِنْهُمْ مَنْ قَلْبُهُ شَغَفَ يَظِلُّ لِخَوْفِهِ يَتَصَدَّعُ
 اور ان میں سے جو شخص بھاگ کر بچ نکلا اس کے دل میں آگ بھڑک رہی ہے اور اس
 (ہمارے آقا) کے خوف سے پھٹا جا رہا ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اکثر علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان
 رضی اللہ عنہ کے ہیں اور آپ کا قول أَبْكَاہُ كَعْبٌ غَيْرَ ابْنِ إِسْحَاقَ سے مروی ہے۔

کعب کے جواب میں حضرت میمونہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: کعب کے جواب میں مسلمانوں کی ایک عورت نے جو قبیلہ
 بلی کی شاخ بنی مرید سے تھی، یہ اشعار کہے۔ یہ لوگ بنی امیہ بن زید کے حلفاء تھے جنہیں جعادہ
 کہا جاتا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس عورت کا نام میمونہ بنت عبد اللہ ہے اور اکثر علمائے
 شعر اس کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔ نیز ان کے جواب میں کعب بن اشرف
 کی طرف منسوب اشعار کا بھی انکار کرتے ہیں:

تَحَنَّنْ هَذَا الْعَبْدُ كُلَّ تَحَنُّنٍ يُبْكِي عَلَى قَتْلِي وَ لَيْسَ بِنَاصِبٍ
 ”اس غلام نے مقتولوں پر بتکلف بہت زیادہ آہ و زاری کی تاکہ وہ دوسروں کو رلائے
 حالانکہ وہ حقیقت میں غمزدہ نہیں ہے۔“

بَكَتْ عَيْنٌ مِّنْ يُبْكِي لِبَدْرِ وَ أَهْلِهِ وَ عُلَّتْ بِبِثْلَيْهَا لُؤْيُ بْنُ غَالِبٍ
 ”بدر اور اہل بدر پر ان لوگوں کی آنکھیں تو روئیں جنہیں اس نے رلایا اور لؤی بن غالب کو

ہوتا۔

جن لوگوں نے کعب کو قتل کیا ان میں حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابو عبس بن جبر کا ذکر کیا ہے۔

ان کا نام عبد الرحمن ہے اور حضرت سلکان بن سلامہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام سعد ہے۔

اس کے آنسوؤں کے دوہرے گھونٹ پلائے گئے۔“

فَلَيْتَ الَّذِينَ ضَرَّجُوا بِدِمَائِهِمْ يَرَى مَا بِهِمْ مَنْ كَانَ بَيْنَ الْأَخَاشِبِ
”کاش جو لوگ اپنے خونوں میں لتھر گئے، ان لوگوں کی حالت دیکھتے جو مکہ کے پہاڑوں
کے درمیان ہیں۔“

فَيَعْلَمَ حَقًّا عَنْ يَقِينٍ وَ يُبْصِرُوا مَجْرَهُمْ فَوْقَ الدَّحَى وَالْحَوَاجِبِ
”تو انہیں حقیقی اور یقینی علم ہوتا اور ان کی ڈاڑھیوں اور بھوؤں کے بال گھسیٹے جانے کو دیکھ
لیتے۔“

حضرت میمونہ کے جواب میں کعب کے اشعار

حضرت میمونہ کا جواب کعب بن اشرف نے یہ دیا:

أَلَا فَازْجُرُوا مِنْكُمْ سَفِيهَا لَتَسْلُوا عَنْ الْقَوْلِ يَأْتِي مِنْهُ غَيْرَ مُقَارِبِ
سنو اپنے نادان کرڈانو تا کہ ایسی بات سے محفوظ رہو جو نامناسب حالات پیدا کرتی ہے۔

أَتَشْتَنِي أَنْ كُنْتُ أَبْكِي بِعَبْرَةٍ لِقَوْمٍ أَتَانِي وَدْهَمٌ غَيْرَ كَذِبِ
”کیا وہ عورت مجھے اس بات پر برا بھلا کہتی ہے کہ میں اس قوم کے لئے آنسو بہا رہا ہوں
جن کی سچی محبت مجھے حاصل ہوئی۔“

فَأِنِّي لَبَالٍ مَا بَقِيْتُ وَ ذَاكِرٌ مَثَرِ قَوْمٍ مَجْدُهُمْ بِالْجَبَابِ
”میں تو جب تک زندہ رہوں گا روتا رہوں گا اور اس قوم کے اچھے آثار کو یاد کرتا رہوں گا
جن کی شان و شوکت منازل مکہ میں ظاہر ہیں۔“

لَعَبْرِي لَقَدْ كَانَتْ مُرِيدَ بَعْزٍ عَنْ الشَّرِّ فَاحْتَالَتْ وَجُوهَ الثَّعَالِبِ
”مجھے اپنی عمر کی قسم! قبیلہ مرید برائی سے الگ تھلگ تھا لیکن اب ان کے چہرے لومڑیوں
کے چہروں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔“

فَحَقُّ مُرِيدٍ أَنْ تُجَدَّ أَنْوَفُهُمْ بِشَتِيهِمْ حَتَّى لَوْيَ بْنِ غَالِبِ
”قبیلہ لوی بن غالب کو برا بھلا کہنے کے سبب قبیلہ مرید اس بات کا حقدار ہے کہ ان کی
ٹاکیں کٹ جائیں (اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں)۔“

وَهَبْتُ نَصِيْبِي مِنْ مُرِيدٍ لِيَجْعَدَ وَ فَاءٌ وَ بَيْتُ اللَّهِ بَيْنَ الْأَخَاشِبِ
”اللہ کے گھر کی قسم جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ہے: میں نے قبیلہ مرید سے اپنی

وفاداری کا حق بنی جعدر کو دے دیا ہے۔“

کعب کا مسلمانوں کی دل آزاری کرنا اور اس کے قتل کی تدبیر

اس کے بعد کعب بن اشرف مدینہ واپس لوٹ آیا یہاں آ کر اس نے مسلمان عورتوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں ان کا ذکر شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس سے مسلمانوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ جب صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمیں اشرف کے بیٹے کعب کے شر سے کون بچائے گا۔“ حضرت محمد بن مسلمہ اشہلی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس خبیث کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”پھر کر گزرو اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو۔“ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور تین دن تک آپ نے نہ کچھ کھایا نہ پیاسوائے اتنی غذا کے جس سے آپ کی زندگی برقرار رہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ سے ایسی بات کا اقرار کیا ہے جس کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ میں اسے پورا کر سکوں گا یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ذمہ صرف کوشش کرنا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے اس معاملہ میں مشورہ کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا تم جو چاہو مشورہ کر لو، تمہیں اس بات کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرات محمد بن مسلمہ، ابونا نملہ سلکان بن سلامہ بن وقش اشہلی جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے، عباد بن بشر بن وقش اشہلی، حارث بن اوس بن معاذ اشہلی اور ابو عبس بن جبر حارثی رضی اللہ عنہم کعب بن اشرف کے قتل پر متفق ہو گئے۔ پھر ان چاروں نے پہلے حضرت ابونا نملہ سلکان بن سلامہ رضی اللہ عنہ کو کعب بن اشرف کے پاس بھیجا۔ حضرت ابونا نملہ نے اس کے پاس جا کر پہلے تو ادھر ادھر کی باتیں کیں اور کچھ اشعار بھی سنائے کیونکہ حضرت ابونا نملہ شاعر بھی تھے۔ پھر اسے کہا اے ابن اشرف! سدا خوش رہو، میں ایک ضرورت کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں اس شرط پر اس ضرورت کا ذکر تم سے کروں گا کہ تم وعدہ کرو کہ یہ راز افشا نہیں کرو گے۔ اس نے کہا میں یہ راز افشا نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابونا نملہ یوں گویا ہوئے کہ اس شخص (حضور ﷺ) کی آمد ہمارے لئے وبال جان ثابت ہوئی ہے۔ سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے اور سب ہمارے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ ہمارے تجارتی قافلوں کے لئے سارے راستے بند ہو گئے ہیں، حتیٰ کہ ہمارے اہل و عیال بھوکوں مر رہے ہیں

اور فاقوں کے مارے ہم میں بھی دم نہیں رہا اور ہماری حالت بڑی قابل رحم ہو گئی ہے۔ یہ بات سن کر کعب نے کہا: میں اشرف کا بیٹا ہوں، اے ابن سلامہ! قسم بخدا! میں تو تمہیں پہلے بھی بتایا کرتا تھا کہ تمہارا یہ حال ہونے والا ہے۔ حضرت سلکان نے کہا میں آج اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم کچھ غلہ ہمیں قیمتاً دے دو اور اس کے بدلے ہماری کچھ چیزیں بطور رہن اپنے پاس رکھ لو۔ اس نیکی پر ہم تمہارے بہت احسان مند ہوں گے۔ ان کی بات سن کر کعب نے کہا کیا تم اپنی اولاد میرے پاس رہن رکھنے کے لئے تیار ہو؟ انہوں نے کہا: اس سے تو ہماری بڑی رسوائی ہوگی، میرے کئی اور ساتھی بھی اس مقصد کے لئے تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو بھی اپنے ہمراہ تمہارے پاس لے آؤں تاکہ تم ان کو بھی اپنا غلہ بیچ کر ان پر احسان کرو۔ ہم اپنا اسلحہ تمہارے پاس بطور رہن رکھ سکتے ہیں۔ حضرت سلکان نے یہ وعدہ اس لئے کیا تاکہ جب وہ مسلح ہو کر آئیں تو وہ ان پر اعتراض نہ کر سکے۔ کعب نے یہ تجویز منظور کر لی اور کہا کہ اسلحہ رہن رکھنے میں وفاداری کا ثبوت ہے۔ پھر حضرت سلکان نے اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر انہیں اس کارروائی سے آگاہ کیا اور انہیں کہا کہ وہ اسلحہ لے کر میرے پاس آئیں۔ پھر سب اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کعب نے کہا تھا کیا تم اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھ سکتے ہو؟ حضرت سلکان نے کہا: ہمارے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنی عورتیں تیرے پاس رہن رکھیں جبکہ تم اہل یثرب میں سب سے زیادہ جوان اور بلا کے حسین ہو۔ اس پر اس نے کہا تھا: کیا تم اپنے بیٹوں کو میرے پاس گروی رکھ سکتے ہو؟

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت ثور بن زید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ان چاروں صحابہ کو الوداع کہنے کے لئے بقیع الغرقہ تک ان کے ساتھ تشریف لائے۔ پھر انہیں روانہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ اے اللہ! ان کی مدد فرماتا۔ پھر آپ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس پر واپس تشریف لے آئے۔ چاندنی رات تھی، وہ چاروں کعب کے قلعہ پر پہنچے، سب سے پہلے حضرت ابوناٹکہ نے آواز دی۔ کعب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، لحاف پرے پھینک کر وہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کی دلہن نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا تم ایسے شخص ہو جو لوگوں سے جنگ آزارہتے ہیں، ایسے آدمی کو اس وقت باہر نہیں جانا چاہیے۔ اس نے

اسے کہا یہ ابونا نکلہ ہے، اگر وہ مجھے سہا ہوا پاتا تو نہ جگاتا۔ دہن نے کہا: قسم بخدا! مجھے اس آواز سے شرکی بو آ رہی ہے۔ کعب نے کہا: نہیں، فکر نہ کرو، وہ ایسا شخص ہے کہ اگر کوئی آدمی مجھے طعنہ دے تو یہ شخص میری طرف سے اس کا جواب دے گا۔ چنانچہ وہ نیچے چلا آیا۔ کچھ دیر آپس میں گپ شپ ہوتی رہی۔ آخر میں انہوں نے کہا اے ابن اشرف! کیا تم پسند کرو گے کہ ہم شعب العجوز (ایک جگہ کا نام) تک چلیں اور بقیہ رات وہاں بیٹھ کر باتیں کریں؟ اس نے کہا: اگر تمہاری یہ مرضی ہے تو میں تیار ہوں۔ پھر یہ لوگ کچھ دیر چلتے رہے، راستہ میں حضرت ابونا نکلہ نے اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ ڈالا، پھر نکال کر سونگھا اور کہا میں نے آج تک ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا۔ انہوں نے راستہ میں چلتے ہوئے دو تین بار ایسا ہی کیا یہاں تک کہ کعب کو اطمینان ہو گیا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔ آخر میں انہوں نے پھر کعب کے بالوں میں ہاتھ ڈالا تو انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا دشمن خدا کو پرزے پرزے کر دو۔ سب نے یکبارگی اپنی تلواروں سے اس پر حملہ کر دیا لیکن تلواریں ایک دوسرے پر پڑیں اور اس پر پورا اثر نہ کیا۔ اللہ کے دشمن نے بڑی خوفناک چیخ ماری، چشم زدن میں ان کے ارد گرد سب قلعوں پر آگ روشن کر دی گئی۔ حضرت محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں: جب میں نے دیکھا کہ ہماری تلواریں اس پر کام نہیں کر رہیں تو میں نے اپنی تلوار کو لمبائی کے رخ کیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر ایسا زور لگایا کہ وہ اس کی پشت سے نکل گئی اور دشمن خدا ہلاک ہو گیا۔ ہم میں سے کسی کی تلوار حضرت حارث بن اوس بن معاذ کو لگی تھی جس سے ان کا سر یا پاؤں زخمی ہو گیا تھا پھر ہم وہاں سے نکلے اور بنی امیہ بن زید، بنی قریظہ اور بعاث کی بستیوں سے گزرتے ہوئے حرۃ العریض کے مقام پر پہنچ گئے۔ ہمارے ساتھی حضرت حارث بن اوس زخمی ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے، وہاں ہم ان کو ساتھ ملانے کے لئے رک گئے، تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی ہمارے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم سے آئے، ہم نے انہیں اپنے اوپر اٹھا لیا اور لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آخر شب کا وقت تھا، رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ ہم نے سلام عرض کیا، آپ باہر تشریف لائے۔ ہم نے آپ ﷺ کو دشمن خدا کے قتل اور اپنے ساتھی کے زخمی ہونے کی خبر دی پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور ہم نے بھی اپنے اپنے گھروں کا رخ کیا۔ اس روز دشمن خدا کے اس عبرت ناک انجام کو دیکھ کر تمام یہودی خوفزدہ ہو گئے اور اس کے بعد ہر یہودی کے دل میں مسلمانوں کا خوف رہتا۔

ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس بارے میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ
اشعار کہے:

فَقَوِّدَ مِنْهُمْ كَعْبٌ صَرِيحًا فَذَلَّتْ بَعْدَ مَضَرَعِهِ النَّصِيرُ
”پس ان میں سے کعب کو بچھاڑ کر رکھ دیا گیا اور اسکے پچھڑنے کے بعد بنی نصیر ذلیل و خوار
ہو گئے۔“

عَلَى الْكَفَّيْنِ ثُمَّ وَ قَدْ عَلَتْهُ بَايِدِينَا مُشْهَرَّةٌ ذُكُورُ
”وہ وہاں ہتھیلیوں کے بل گرا پڑا تھا درآں حالیکہ ہمارے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی برہنہ تیز
تلواریں اس پر چھائی ہوئی تھیں۔“

بِأَمْرِ مُحَمَّدٍ إِذْ دَسَّ لَيْلًا إِلَى كَعْبٍ أَخَا كَعْبٍ يَسِيرُ
”(یاد کرو) جب محمد (رسول اللہ ﷺ) کے حکم سے بنی کعب کا ایک شخص رات کے وقت
خفیہ طور پر کعب (بن اشرف) کی طرف چلا جا رہا تھا۔“

فَمَا كَرَّهَ فَأَنْزَلَهُ بِمَكِّيٍّ وَ مَحْمُودٌ أَخُو ثِقَةٍ جَسُورُ
”پس اس نے اس کے ساتھ خفیہ چال چلی اور خفیہ تدبیر سے اسے اتارا اور اپنی ذلت پر
بھروسہ کرنے والا جرأت مند شخص قابل تعریف ہوتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ اشعار ان اشعار کا حصہ ہیں جو آپ نے غزوہ بنی نصیر کے
متعلق کہے۔ ہم ان شاء اللہ اس غزوہ کے واقعات میں ان اشعار کا ذکر کریں گے۔

ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف اور
سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لِلَّهِ دَرُّ عَصَابَةٍ لَأَقِيَّتَهُمْ يَا ابْنَ الْحَقِيقِ وَ أَنْتَ يَا ابْنَ الْأَشْرَفِ
”اس جماعت کا کیا کہنا جس سے اے ابن ابی الحقیق تم دو چار ہوئے اور اے ابن اشرف تم بھی۔“

يَسْرُونَ بِالْبَيْضِ الْخِفَافِ إِلَيْكُمْ مَرَحًا كَأَسَدٍ فِي عَوْنٍ مَغْرَفِ
”جبکہ وہ لوگ ہلکی پھلکی تلواریں لے کر تمہاری طرف اس طرح اکڑتے ہوئے چلے جس
طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔“

حَتَّى أَتَوْكُمْ فِي مَحَلِّ بِلَادِكُمْ فَسَقَوْكُمْ حَتْفًا بَيِّضٌ ذُفْفٌ
 ”یہاں تک کہ وہ تمہارے شہر میں تمہاری قیام گاہ میں تمہارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار
 تلواروں سے تمہیں موت کا ٹھام پلا دیا۔“

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدہ فاویہ کے چند اشعار ذکر کیے، ان
 اشعار میں ہے: بَيِّضٌ ذُفْفٌ، ذُفْفٌ ذَفِيفٌ کی جمع ہے جس کا معنی ہے ہلکا اور تیز۔ یہ جمع خلاف
 قیاس ہے کیونکہ فُعْلٌ تَوْفَاعِلٌ کی جمع ہے لیکن ذَفِيفٌ جب تلوار کی صفت ہو تو یہ تیز کاٹنے والی تلوار کے
 معنی میں ہوتا ہے۔

ان اشعار میں ہے فِی عَرَيْنٍ مُّغْرَفٍ۔ عَرَيْنٌ شیر کی جھاڑی کو کہتے ہیں، اسے غریف بھی کہتے
 ہیں اور غریف کا معنی کثیر بھی ہے۔ لہذا یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ مغروف سے مراد شیروں کی کثرت ہو
 اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں غریف کے معنی کی تاکید مراد ہو، جیسے کہا جاتا ہے: حَبِيبٌ مُّخْبِثٌ
 (پر لے درجے کا خبیث)۔

حضرت ابن اسحاق نے کعب کی دہن کا یہ قول ذکر کیا: وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا عَرِفُ فِیْ صَوْتِهِ الشَّرَّ۔
 صحیح بخاری میں یہ قول اس طرح مذکور ہے: اِنِّیْ لَا سَمْعَ صَوْتًا یَّقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ۔ ”بے شک میں
 ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔“

اس واقعہ میں مذکور ہے: مَا رَأَيْتُ عَطْرًا کَالْیَوْمِ۔ سینویہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ مَا
 رَأَيْتُ کَعَطْرِ اَدَاہِ الْیَوْمِ عَطْرًا۔ یعنی میں نے ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا جیسا آج دیکھ رہا
 ہوں۔ اسی طرح اہل عرب کا محاورہ ہے: لَمْ اَرَ کَالْیَوْمِ رَجُلًا۔ اس کا معنی ہے لَمْ اَرَ کَرَجُلٍ اَدَاہِ
 الْیَوْمِ رَجُلًا۔ یعنی میں نے ایسا آدمی نہیں دیکھا جیسا آج دیکھ رہا ہوں۔ اس محاورہ میں کاف کے مجرور
 (رجل)، فعل اَدَاہِ اور اس کے فاعل اور مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ حذف کثیر ہے بلکہ کبھی صرف
 اتنا کہا جاتا ہے مَا رَأَيْتُ کَالْیَوْمِ اور اظہار تعجب کے لئے اس کے بعد کچھ بھی ذکر نہیں کیا جاتا۔ اس
 سے معلوم ہوا کہ اہل عرب نے یہ حذف کثیر نہیں کیا بلکہ انہوں نے الیوم پر تعجب کو داخل کیا ہے کیونکہ ایام
 میں عجیب و غریب واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جن کی اہل عرب اپنے کلام کی نظم و نثر میں تعریف یا
 مذمت کرتے ہیں اور مخاطب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ بذات خود یوم کی مذمت نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی
 بذات خود یوم کوئی قابل تعجب چیز ہے۔ لہذا وہ اس چیز کی تفسیر اور بیان طلب کرتا ہے جس پر اظہار تعجب
 مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے بعد میں تمیز ذکر کی جاتی ہے تاکہ باعث تعجب چیز واضح ہو جائے۔ پس عَطْرًا

مُسْتَضَرِّينَ لِنَصْرِ دِينِ نَبِيِّهِمْ مُسْتَضْعِرِينَ لِكُلِّ أَمْرٍ مُجْجِفٍ
 ”دراں حالیکہ ان کے پیش نظر اپنے نبی کے دین کی نصرت تھی اور وہ ہر ہلاک کر دینے والی مصیبت کو حقیر سمجھ رہے تھے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا واقعہ میں ان شاء اللہ اپنے مقام

کا لفظ تمیز کے طور پر منصوب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسے مین کے ساتھ مجرور ذکر کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے کیونکہ اس پر اظہار تعجب کیا گیا ہے جیسے لَمْ أَدْ كَالْهَوَمِ مِنْ دَجُلٍ۔

حضرت ابن اسحاق سے مروی حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابو نائلہ اور ان کے ساتھی رات کے وقت کعب کو لے کر چل رہے تھے تو کعب یہ اشعار کہنے لگا:

دُبٌّ عَالٍ لِي لَوْ أَبْصَرْتَهُ سَبَطَ الْبِشْيَةِ أَبَاءِ أَنْفٍ
 ”میرے کتنے ہی ایسے دوست ہیں کہ اگر تم انہیں دیکھتے تو (تمہیں معلوم ہوتا کہ) وہ سیدھی چال والے، خوددار اور غیرت مند ہیں۔“

لَيْنِ الْجَانِبِ فِي أَقْرَبِهِ وَ عَلَى الْأَعْدَاءِ كَالسُّمِّ الدُّعْفِ
 ”جو اپنے اقرباء میں نرم پہلو ہیں اور اپنے دشمنوں پر سم قاتل کی مانند ہیں۔“

وَ كِرَامٍ لَمْ يَشْنَهُمْ حَسَبٌ أَهْلِ عِزٍّ وَ حِفَاطٍ وَ شَرَفٍ
 ”اور وہ ایسے شریف النسل ہیں کہ کوئی حسب انہیں عیب دار نہیں کر سکتا، وہ عزت، حفاظت اور شرف کے مالک ہیں۔“

يَكُونُونَ الْمَالَ فِيمَا نَابَهُمْ لِحُقُوقِ تَعْتَرِيهِمْ وَ عُرْفِ
 ”وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے حقوق اور اپنی چودہراہٹ کی وجہ سے ان مصائب میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں جو ان پر آئیں۔“

وَ لُيُوثٍ حِمْنٍ يَشْتَدُّ الْوَعْيُ غَيْرَ أَنْكَسٍ وَ لَا مِيلٍ كُشْفِ
 ”اور جب جنگ کا بازار گرم ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ شیروں کی مانند ہوتے ہیں جو نہ سر جھکاتے ہیں اور نہ شکست خوردہ ہو کر جھکتے ہیں۔“

فَهُمْ أَهْلُ سَنَاحٍ وَ قِرَى وَ حِفَاطٍ لَمْ يُعَانُوا بِصَلَفٍ
 ”پس وہ سخاوت، مہمان نوازی اور حفاظت کے مالک ہیں جنہوں نے کسی ڈیک کو کبھی برداشت نہیں کیا۔“

پر ذکر کروں گا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ”دُفِّ“ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

محیصہ اور حویصہ کا واقعہ

حویصہ کا ایک یہودی کے قتل پر اپنے بھائی محیصہ کو ملامت کرنا پھر اسلام قبول کرنا حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حکم دے دیا کہ جب کوئی یہودی

سَكَنُوا مِنْ يَثْرِبَ كُلُّ رَبِّي وَ سُهُولٍ حَيْثُ حَلُّوا فِيْ اَنْفٍ
”انہوں نے یثرب کے ہر اس نشیب و فراز میں سکونت اختیار کی جہاں وہ سبزہ زار میں اترے۔“
وَهُمْ اَهْلُ مَشَارِيبَ بِهَا وَ حُصُونٍ وَ نَحِيْلٍ وَ غُرَفٍ
”اور وہ اس مقام پر ہمیشہ سبز و شاداب رہنے والی زمینوں، قلعوں، نخلستانوں اور بالا خانوں کے مالک ہیں۔“

وَ لَهَا بَنُو زَوَاءَ جَمَّةٌ مَنْ يُّرِدُّهَا يِنَاءٍ يَغْتَرِفُ
”اور اس مقام پر ایک میٹھے اور کثیر پانی والا کنواں ہے جو بھی اس پر برتن لے کر وارد ہو تو وہ اپنا برتن بھر لیتا ہے۔“

وَ نَحِيْلٍ فِيْ تِلَاعِ جَمَّةٍ تُخْرِجُ التَّمْرَ كَأَمْثَالِ الْاَكْفِ
اور وہاں نشیبی زمین میں ایسا گھنا نخلستان ہے جو ہتھیلیوں کے برابر لمبی لمبی کھجوریں پیدا کرتا ہے۔
وَ صَرِيْرٌ مِّنْ مَّحَالٍ خِلَّتْهُ اِحْرَ اللَّيْلِ مَهَارِيْجٌ نُّدْفُ
”اور وہاں رہٹوں کی ایسی آواز ہے جسے سن کر یوں لگتا ہے جیسے آخر شب تیز دوڑنے والے گھوڑوں کو ہانکا جا رہا ہے۔“

تَذَلُّجُ الْجَوْنِ عَلَى اَكْتَاْفِهَا بِدِلَاءٍ ذَاتِ اَرْدَكَايَ صُدْفُ
”سیاہ اونٹ اپنے کندھوں پر ایسے ڈولوں کے ساتھ کنوؤں سے پانی نکالتے ہیں جو بہت سے کونوں اور کناروں والے ہیں۔“

كُلُّ حَاجَاتِيْ قَدْ قَضَيْتُهَا غَيْرَ حَاجَاتِيْ فِيْ بَطْنِ الْجُرُفِ
”وادی جرف کی حاجات کے علاوہ میں نے اپنی تمام حاجات پوری کر لی ہیں۔“

حضرت محیصہ اور یہودی کا قتل

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حویصہ سے چھوٹے تھے لیکن ان سے پہلے اسلام لائے۔

تمہارے قابو میں آئے تو اسے زندہ نہ چھوڑنا۔ یہ فرمان سنتے ہی حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی تاجر ابن شنینہ کو تہ تیغ کر دیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ یہ محیصہ بن مسعود بن کعب بن عامر بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ہیں اور اس یہودی کو ابن سبینہ بھی کہا جاتا ہے۔ (حضرت ابن اسحاق نے فرمایا) وہ یہودی تاجر کپڑے کا کاروبار کرتا تھا۔ حضرت محیصہ کا بڑا بھائی حویصہ ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا۔ جب حضرت محیصہ نے اس یہودی تاجر کو قتل کیا تو حویصہ نے انہیں مارنا شروع کر دیا اور کہنے لگا اے دشمن خدا! تو نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ تیرے پیٹ میں جو چربی ہے بخدا وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔ یہ سن کر حضرت محیصہ نے جواب دیا: قسم بخدا! اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا ہے جو اگر مجھے تمہیں بھی قتل کرنے کا حکم دیں تو میں اسی وقت تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ حویصہ نے کہا اگر محمد (ﷺ) مجھے قتل کرنے کا تمہیں حکم دیں تو کیا واقعی تم مجھے قتل کر دو گے؟ انہوں نے کہا: بے شک ذرا تا مل نہ کروں گا اور تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ یہ سن کر حویصہ نے کہا: ”یہ دین تمہارے اندر اس حد تک سرایت کر چکا ہے، بڑی حیران کن بات ہے۔“ پھر حویصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے یہ واقعہ بنی حارثہ کے ایک آزاد کردہ غلام نے بیان کیا، اس نے حضرت محیصہ کی بیٹی سے اس نے اپنے باپ حضرت محیصہ سے روایت کیا۔ حضرت محیصہ نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے:

آپ نے غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں حصہ لیا اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے اہل فدک کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا۔ آپ ہی نے رسول اللہ ﷺ سے حجام کی اجرت کے متعلق سوال کیا تھا۔ جب آپ نے سوال میں اصرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: ”اس سے چارہ خرید کر اپنے پانی لانے والے اونٹ کو کھلا دو اور اسے اپنے تھیلے میں رکھ لو۔“ (جامع ترمذی: 1277، سنن ابن ماجہ 2166، مسند احمد 307/3، مؤطا امام مالک: 974)

حضرت محیصہ کا قول ہے: مَا بَيْنَ وَمَا رِبِّ۔ بھری شام میں ہے اور مارب یمن میں ہے جہاں قوم سبا کا ڈیم تھا۔ مارب قوم سبا کے ایک محل کا نام ہے۔ حضرت مسعودی نے کہا مارب قوم سبا کے بادشاہوں کا لقب تھا جیسے ترکوں کے بادشاہ کا لقب خاقان، ایران کا کسریٰ، روم کا قیصر اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی تھا۔

يَلُومُ ابْنَ اُمَيٍّ لَوْ اُمِرْتُ بِقَتْلِهِ لَطَبَّقْتُ ذِفْرَاهُ بِابْيَضٍ قَاصِبٍ
 ”میری ماں کا بیٹا (میرا بھائی) مجھے (ابن سنینہ کے قتل پر) ملامت کرتا ہے حالانکہ اگر مجھے
 خود اس کے قتل کا بھی حکم دیا جاتا تو میں اس کے کانوں کی پچھلی دونوں ہڈیوں کو تیز کاٹنے والی تلوار
 کے ساتھ کاٹ دیتا۔“

حُسَامٌ كَلَوْنِ الْبِلَحِ اُخْلِصَ صَقْلُهُ مَتْنِي مَا اُصَوَّبَهُ فَلَيْسَ بِكَاذِبٍ
 ”ایسی تلوار کے ساتھ جو نمک کے رنگ کی طرح ہوتی اور اسے اچھی طرح صیقل کیا گیا ہوتا،
 جب میں اس کے ساتھ وار کرتا تو وہ خطانہ کرتی۔“

وَ مَا سَرْنِيْ اَبِيْ قَتَلْتُكَ طَانِعًا وَ اَنَّ لَنَا مَا بَيْنَ بُصْرَى وَ مَارِبَ
 ”(اے میرے بھائی!) مجھے کیا خوشی ہوگی کہ میں تجھے رضا مندی سے قتل کر دوں اور ہم
 دونوں کے درمیان بصری اور مارب جتنی دوری ہو جائے۔“

حویصہ کے قبولِ اسلام کی دوسری روایت

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے حضرت ابو عبیدہ نے بیان کیا انہوں نے
 حضرت ابو عمرو مدنی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ پر فتح
 یاب ہوئے تو ان میں سے تقریباً چار سو یہودیوں کو گرفتار کر لیا جو قبیلہ خزرج کے خلاف قبیلہ اوس
 کے حلفاء تھے۔ آپ ﷺ نے ان سب کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ بنو خزرج ان کی
 گردنیں اڑا کر خوش ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ بنی خزرج کے چہرے تو خوشی
 سے لبریز ہیں لیکن بنی اوس کی یہ صورت حال نہیں۔ آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ اس کی وجہ یہ
 ہے کہ قبیلہ اوس اور قریظہ کے درمیان معاہدہ دوستی ہے اور بنی قریظہ کے صرف بارہ آدمی باقی رہ
 گئے ہیں۔ آپ نے ان بارہ آدمیوں کو اوس کے حوالے کر دیا اور قریظہ کا ایک آدمی اوس کے دو
 آدمیوں کے حوالے کر کے حکم دیا کہ ایک اس پر تلوار چلائے اور دوسرا اسے جان سے مار

حَوَيْصَه حَوْصَه کی تصغیر ہے جو کہ حَصَتْ الْقَوْبَ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے میں نے
 کپڑا سیا۔

محیصہ اور حویصہ کے واقعہ میں ابن سنینہ کا ذکر آیا ہے جسے قتل کیا گیا۔ سنینہ گویا سن کی تصغیر ہے۔
 حضرت ابن ہشام نے اس کا نام باء کے ساتھ سنینہ ذکر کیا ہے۔ یہ گویا سنینہ کی ترخیم کر کے اس سے
 تصغیر بنائی گئی ہے۔ صاحب العین نے کہا السنینہ ایک پودے کا نام ہے اور سنینہ شین منقوطہ کے

ڈالے۔ ان بارہ یہودیوں میں ایک بنی قریظہ کا سردار کعب بن یہوذابھی تھا۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت محیصہ بن مسعود اور حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہما کے حوالے کیا۔ یہ وہی ابو بردہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ میں چھ ماہ کا بکرا ذبح کرنے کی اجازت دی تھی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا پہلے محیصہ اس پر تلوار کا وار کرے پھر ابو بردہ اس زخمی کو جان سے مار ڈالے۔ چنانچہ حضرت محیصہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور حضرت ابو بردہ نے دوسرا وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ حویصہ جو اس وقت کافر تھا، اس نے اپنے بھائی محیصہ سے کہا: کیا تم نے کعب بن یہوذاب کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک۔ حویصہ کہنے لگا: بخدا تیرے پیٹ میں جو چربی ہے وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔ اے محیصہ بے شک تو بڑا کمینہ شخص ہے۔ یہ سن کر حضرت محیصہ نے جواب دیا: اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا جو اگر مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیں تو میں تمہیں بھی فوراً قتل کر دوں گا۔ حویصہ ان کی اس بات پر متعجب ہوا اور گھر جا کر رات بھر اسی فکر میں جاگتا رہا، یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو کہنے لگا قسم بخدا! بلاشبہ یہ سچا دین ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

حضور ﷺ کی بحران تشریف آوری اور غزوہ احد کی درمیانی مدت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ غزوہ بحران سے واپس تشریف لا کر جمادی الاخریٰ، رجب، شعبان اور رمضان کے چار مہینے مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد شوال 3ھ میں قریش کے ساتھ غزوہ احد پیش آیا۔

ساتھ یہ صقلاب بن شنینہ کے والد کا نام ہے جنہوں نے حضرت نافع بن ابی نعیم کے پاس قراءت پڑھی۔ ان کا کہنا ہے کہ مجھے حضرت نافع نے فرمایا: حاء، خاء، عین، غین، هاء اور الف کے پاس نون میں اظہار کیا کرو۔

غزوہ احد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد کا واقعہ یوں ہے جیسا کہ میرے سامنے حضرت محمد بن مسلم زہری، حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ، حضرت حصین بن عبد الرحمن بن عمرو بن سعد بن معاذ اور ہمارے دیگر علماء نے بیان کیا۔ ان سب نے غزوہ احد کے واقعہ کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا۔ غزوہ احد کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے یہ ان سب کے بیانات کا مجموعہ ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا:

حضور ﷺ سے جنگ کی انگلیخت

جب کفار قریش کو غزوہ بدر میں شکست فاش ہوئی اور وہ اس مصیبت سے دوچار ہوئے کہ ان کے کثیر لوگوں کو قتل کر کے کنویں میں پھینک دیا گیا اور ان کا لشکر مکہ کی طرف لوٹا۔ نیز ابوسفیان بن حرب بھی اپنا تجارتی قافلہ لے کر مکہ پہنچ گیا تو ایک روز عبد اللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی

غزوہ احد

جبل احد کی فضیلت

احد مدینہ منورہ کا مشہور و معروف پہاڑ ہے، اسے احد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسرے پہاڑوں سے ہٹ کر ایک الگ تھلگ مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں (هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ) اس حدیث کے معنی میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: بعض کا قول ہے کہ پہاڑ سے مراد پہاڑ والے ہیں اور وہ انصار ہیں۔ بعض کا قول ہے آپ کی مراد یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ پہاڑ آپ کو اس بات کی خوشخبری دیتا کہ آپ اپنے گھر والوں کے قریب آگئے ہیں اور عنقریب ان سے ملاقات کریں گے اور یہ ایک محبت کا فعل ہے۔ اس اعتبار سے آپ نے فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے یعنی اس میں محبت کا فعل پایا جاتا ہے۔ لیکن بعض علماء نے فرمایا جبل احد کی محبت سے مراد حقیقی محبت ہے اور ایک پہاڑ میں محبت کا وجود ایسے ہی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھنے والے پہاڑوں میں تسبیح کا وجود تھا یا جیسے ان پتھروں میں خشیت الہی کا وجود ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے

جہل، صفوان بن امیہ اور قریش کے چند دیگر افراد جن کے باپ، بیٹے یا بھائی بدر میں قتل ہوئے تھے، ابوسفیان اور ان لوگوں کے پاس گئے جن کا اس تجارتی قافلہ میں حصہ تھا اور انہیں کہا: ”اے گروہ قریش! بے شک محمد (ﷺ) نے تمہیں تباہ کر دیا ہے اور تمہارے چوٹی کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اس لئے اس (حضور ﷺ) کے ساتھ جنگ کے اخراجات کے لئے ہمارے ساتھ اس تجارتی قافلہ کے مال کے ذریعے تعاون کرو تا کہ ہم ان لوگوں سے اپنے خون کا بدلہ لے سکیں جنہوں نے ہمیں یہ ہزیمت دی۔“ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کے متعلق نازل کردہ آیت کریمہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جیسا کہ میرے سامنے بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٨١﴾ (الانفال)

”بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لئے باعث حسرت و افسوس۔ پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔“

فرمایا: وَإِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَنْهَضُونَ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۖ (بقرہ: 74) ”اور کئی پتھر ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں خوف الہی سے۔“ اور آثار مسندہ میں ہے کہ قیامت کے دن جبل احد جنت کے دروازے کے پاس اندر کی جانب ہوگا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ یہ باب جنت کا رکن ہوگا اسے حضرت ابن سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ اور المسند میں حضرت ابو عبس بن جبر کے طریق سے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا أَحَدٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ وَهُوَ عَلَىٰ بَابِ الْجَنَّةِ، قَالَ وَعَمْرُو يَبْغِضُنَا وَنَبْغِضُهُ وَهُوَ عَلَىٰ بَابِ أَبْوَابِ النَّارِ ”احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ جنت کے دروازے کے پاس ہوگا اور فرمایا: عمیر ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور وہ دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے پاس ہوگا۔“ جبل احد کے باب جنت کے پاس ہونے کی تائید حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ”انسان کا انجام اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی“ اور جبل احد کے بارے

قریش کا جنگ پر اتفاق

جب ابوسفیان بن حرب اور تجارتی قافلہ کے شرکاء نے مال تجارت کو جنگ کی تیاری میں خرچ کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو سارے قریش قبائل کنانہ اور اہل تہامہ وغیرہ میں سے اپنے حلفاء سمیت رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے معاملہ میں متفق ہو گئے۔ ابو عذرہ عمرو بن عبد اللہ جمحی وہ شخص تھا جس پر بدر کے روز رسول اللہ ﷺ نے احسان فرمایا تھا۔ وہ بہت غریب اور کئی بچوں کا باپ تھا۔ جب وہ بدر کے قیدیوں میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو کہنے لگا میں بہت تنگدست ہوں اور کئی بچوں کا باپ ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے مال کی بہت سخت ضرورت ہے اس لئے آپ مجھ پر احسان فرمائیے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فدیہ لیے بغیر رہا فرما دیا تھا۔ اس ابو عذرہ کو صفوان بن امیہ نے کہا اے ابو عذرہ! تم ایک شاعر آدمی ہو، اپنی زبان کے ساتھ لوگوں کو جنگ پر آمادہ کر کے ہماری مدد کرو۔ اس نے کہا مجھ پر محمد (ﷺ) نے احسان کیا تھا اس لئے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ صفوان کہنے لگا اچھا پھر اپنی جان کے ساتھ ہماری مدد کرو اور صرف خود جنگ میں شرکت کرو، میں وعدہ کرتا ہوں اگر تم صحیح و سلامت واپس آ گئے تو تمہیں غنی کر دوں گا اور اگر تم مارے گئے تو تمہاری اولاد کی اپنی اولاد کے ساتھ پرورش کروں گا، جو تنگی اور آسانی میری اولاد کو ہوگی وہی تیری اولاد کو ہوگی۔ یہ سن کر ابو عذرہ آمادہ ہو گیا اور تہامہ میں جا کر بنی کنانہ کو جنگ پر برا بیختہ کرنے لگا اور ان کے سامنے یہ اشعار کہنے لگا:

إِنِّهَا بَنِي عَبْدِ مَنَاةَ الرِّزَامِ أَنْتُمْ حُمَاةٌ وَ أَبُوكُمْ حَامٍ
میدانِ رزام میں جم کر لڑنے والے بنی عبد مناتہ! تم بڑے محافظ ہو اور تمہارا باپ بھی محافظ تھا۔

میں حضور ﷺ نے فرمایا یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہُ۔ اس لئے اس کا جنت میں ہونا بعید از امکان نہیں۔ یہ سب آثار ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

اسمِ جبل احد کی اغراضِ توحید کے ساتھ موافقت

حضور نبی کریم ﷺ کو ہر اچھا نام پسند تھا۔ جو نام احدیت سے مشتق ہو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی نام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کا نام احد جو احدیت سے مشتق ہے اس لئے رکھا تا کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے نام (اَحَد) کے ساتھ مشابہت ہو جائے کیونکہ اس پہاڑ پر رہنے والوں نے یعنی انصارِ مدینہ

لَا تَعِدُونَنِي نَصْرَكُمْ بَعْدَ الْعَامِ لَا تُسْلِمُونَنِي لَا يَجِلُّ إِسْلَامُ
 ”اس سال کے بعد تم میرے ساتھ اپنی مدد و نصرت کا وعدہ نہ کرنا، اب ہمیں دشمن کے
 حوالے مت کرو کیونکہ ایسا کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔“

اور مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جحج نے بنی مالک بن کنانہ کے پاس جا کر
 انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر برا بھلا بھینٹا کیا اور اس کی دعوت دی۔ اس نے انہیں یہ
 اشعار کہے:

يَا مَالِ مَالِ الْحَسَبِ الْمُقَدَّمِ أَنْشُدْ ذَا الْقُرْبَىٰ وَ ذَا التَّدْمِ
 ”اے بنی مالک! اس پہلی شرافت و غیرت کو کیا ہو گیا ہے کہ میں کبھی اس قرابت دار کو اور کبھی
 اس ذمہ دار آدمی کو تلاش کرتا ہوں۔“

مَنْ كَانَ ذَا رَحِمٍ وَ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ الْحِلْفَ وَسَطَ الْبَلَدِ الْمُحَرَّمِ
 عِنْدَ حَاطِيمِ الْكَعْبَةِ الْمُعْظَمِ
 ”(مجھے بتاؤ) رحم اور ہمدردی کرنے والے کون تھے؟ اور کعبہ معظمہ کے مقام حطیم کے
 نزدیک حرمت والے شہر (مکہ) کے درمیان کس نے ہمدردی نہیں کی تھی؟ (تمہیں لوگوں نے کی
 تھی، اب کیا ہو گیا ہے؟)“

جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا جس کا نام وحشی تھا۔ یہ چھوٹے نیزے سے وار کرنے میں
 بہت ماہر تھا، اس کا نشانہ خطا نہیں ہوتا تھا۔ جبیر نے اسے بلا کر کہا لوگوں کے ساتھ جنگ کی طرف
 نکل، اگر تو نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو
 موت کے گھاٹ اتار دیا تو تو آزاد ہوگا۔

نے توحید اور رسول توحید کی مدد کرنی تھی جو رسول توحید اپنی ظاہری اور باطنی حیات میں اس پہاڑ کے
 قریب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ہر چیز طاق استعمال فرماتے اور اپنے
 ہر معاملہ میں اسے پسند فرماتے تاکہ احادیث کا احساس اجاگر ہو۔ جبل احد کا نام بھی آپ ﷺ کے
 ان اغراض و مقاصد کے موافق تھا اور آپ ﷺ نے بہت سے مقامات اور بے شمار انسانوں کے نام
 ناپسند کرتے ہوئے ان کو بدل ڈالا اور جو نام آپ نے ان کے لئے پسند فرمائے ان کے ساتھ جبل احد کا
 نام بہت موافقت رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ احادیث سے بھی مشتق ہے اور اُحُد کے حروف کی
 حرکات رفع کے ساتھ ہیں جو کہ دین توحید کی عظمت اور رفعت شان کا شعور دلاتی ہیں۔ لہذا جبل احد

لشکر قریش کی روانگی اور خواتین کی معیت

کفار قریش جنگ کی پوری تیاری کے ساتھ آہنی اسلحہ سے لیس ہو کر اپنے سوراؤں کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ بنی کنانہ اور اہل تہامہ سے ان کے حلیف بھی شریک تھے۔ وہ اپنی بیویوں کو بھی ہمراہ لے گئے تاکہ ان کی حفاظت کی خاطر میدان جنگ سے بھاگنے کا کوئی تصور بھی نہ کر سکے۔ چنانچہ قائد لُحَیْش ابوسفیان بن حرب اپنی بیوی ہند بنت عتبہ کو، عکرمہ بن ابی جہل، ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ کو، حارث بن ہشام بن مغیرہ، فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ کو، صفوان بن امیہ، برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفیہ کو جو عبد اللہ بن صفوان بن امیہ کی ماں تھی، عمرو بن عاص ریطہ بنت منبہ بن حجاج کو جو عبد اللہ بن عمرو کی ماں تھی اور طلحہ بن ابی طلحہ عبد اللہ بن عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار، سلافہ بنت سعد بن شہید انصاریہ کو جو طلحہ کے تین بیٹوں مسافع، جلاس اور کلاب کی ماں تھی جو اپنے باپ کے ساتھ کٹ کر مر گئے تھے، اپنے ہمراہ لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ بنی مالک بن حسل کی ایک عورت خناس بنت مالک بن مضرب اپنے بیٹے ابو عزیز بن عمیر کے ہمراہ نکلی۔ یہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ماں تھی اور بنی حارث بن عبد مناة بن کنانہ کی ایک عورت عمرہ بنت علقمہ بھی جنگ کی طرف نکلی۔ ہند بنت عتبہ جب بھی وحشی کے پاس سے گزرتی یا وہ اس کے پاس سے گزرتا تو وہ اسے یہ کہہ کر ششکار تیتی: ”واہ واہ، اے ابودسمہ! ہمیں بھی شفا دو اور خود بھی شفا

کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت اسم اور مسمی دونوں کے لحاظ سے ہے، اس لئے آپ ﷺ نے تمام پہاڑوں میں سے اسی کو مخصوص فرمایا کہ وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوگا جبکہ دیگر پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر غبار بن کر بکھر جائیں گے۔ نیز جبل احد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر انور ہے۔ اسی پہاڑ پر آپ کا وصال ہوا اور اسی پر آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دفن کیا۔ یہ دونوں پیغمبر حج یا عمرہ کے سفر میں اس پہاڑ سے گزرے تھے۔ کتاب فضائل المدینہ میں اسی معنی کی ایک حدیث بھی مذکور ہے جسے حضرت زبیر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے حفیظہ کی تلاش میں قریش کے ظعن میں چلنے کا ذکر کیا ہے۔ حفیظہ کا مسمی ہے غیرت کی وجہ سے آنے والا غصہ۔ کہا جاتا ہے اُحْفِظُ الرَّجُلُ۔ یعنی آدمی کو غیرت کا غصہ دلالت کیا۔

پاؤ۔“ ابودسمہ وحشی کی کنیت تھی۔ لشکر کفار مدینہ منورہ کی طرف بڑھتا چلا آیا یہاں تک کہ وہ مدینہ طیبہ کے سامنے وادی قناتہ کے وسط میں ایک پہاڑ کے قریب دو چشموں کے پاس خیمہ زن ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو لشکر کفار کی چڑھائی کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: ”میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا، میں نے ایک گائے دیکھی ہے اور اپنی تلوار کے دندائے دیکھے ہیں، میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں ڈالا ہے، میرے نزدیک زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے ایک گائے کو دیکھا جس کو ذبح کیا گیا۔ گائے سے مراد تو میرے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور جو دندائے میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دیکھے ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص قتل کیا جائے گا۔“

رسول اللہ ﷺ کا خواب

حضرت ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے خواب کا ذکر کیا ہے جب آپ ﷺ نے ایک گائے دیکھی جسے آپ ﷺ کے پاس ذبح کیا گیا اور آپ نے اپنی تلوار کی دھار میں دندائے دیکھے۔ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ قَدْ رَأَيْتُ وَاللّٰهُ عَصْرًا رَأَيْتُ بَقْرًا۔ جبکہ دیگر کتب میں یوں مذکور ہے: رَأَيْتُ بَقْرًا تُنَحِّرُ وَاللّٰهُ عَصْرًا۔ اس میں عصر کی وضاحت یوں کی گئی ہے: مَا جَاءَ اللّٰهُ بِہِ مِنْ الْخَيْرِ یَوْمَ بَذَرٍ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز عطا فرمائی، اگرچہ غزوہ بدر غزوہ احد سے پہلے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی خیر کے ساتھ مسلمانوں کو نفع پہنچایا جو بدر کے روز عطا فرمائی کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لئے تسلی اور حوصلہ افزائی کا سامان تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس خواب کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا: اَوَلَمْ نَأْتِکُمْ مُّصِیْبَةً قَدْ اَصَبْتُمْ وَتَلٰیکُمْ (آل عمران: 165) ”کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی“۔ صحیح بخاری میں اس خیر کا یہ مفہوم مذکور ہے مَا جَاءَ اللّٰهُ بِہِ مِنْ الْخَيْرِ بَعْدَ بَذَرٍ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے بعد عطا فرمائی۔ اور صحیح مسلم میں ہے وَ اِذَا الْخَمْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِہِ بَعْدَ وَ قَوَابِ الْعَصْدِ الَّذِیْ اَقْنٰ اللّٰهُ بِہِ یَوْمَ بَذَرٍ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے عطا فرمائی ارسالی کا اجر جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بدر کے روز عطا فرمایا۔ اس روایت میں سب سے کم اشکال ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام سے مشاورت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر ٹھہرو اور کفار کو اسی جگہ رہنے دو جہاں انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ اگر وہ باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی جرأت کی تو ہم شہر کے اندر ہی ان سے لڑائی کریں گے۔“ عبد اللہ بن ابی بن سلول کی رائے بھی رسول اللہ ﷺ کی رائے کے موافق تھی اور یہی چاہتا تھا کہ مسلمان باہر نکل کر نہ لڑیں اور رسول اللہ ﷺ بھی شہر سے باہر نکلنے کو ناپسند فرما رہے تھے لیکن مسلمانوں کی ایک جماعت جو کسی وجہ سے بدر میں شریک نہیں ہو سکی تھی اور جنہیں غزوہ احد وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے شرف شہادت بخشا تھا، انہوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں لے کر دشمنانِ حق کے سامنے چلے، وہ یہ نہ خیال کریں کہ ہم بزدل اور کمزور ہیں۔“ عبد اللہ بن ابی بولا یا رسول اللہ ﷺ! شہر ہی میں ٹھہریے باہر نہ نکلے، قسم بخدا! جب بھی شہر سے باہر نکل کر ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا ہے ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے اور جب بھی دشمن نے شہر میں داخل ہو کر ہم سے جنگ کی ہے تو انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس لئے یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کو چھوڑیے، اگر کفار باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو ہمارے مردوں جو ان اپنی تلواروں کے ساتھ ان کے چہروں کو زخمی کر دیں گے اور ہماری عورتیں اور بچے ان پر چھتوں سے پتھر برسائیں گے اور اگر وہ پیٹھ پھیر گئے تو ویسے ہی

مؤلف کتاب حضرت ابوالقاسم سہلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جہاں تک گائے کا تعلق ہے تو اس سے مراد وہ اصحاب ہیں جو مسلح ہو کر دشمن سے باہر نکل کر مقابلہ کے خواہش مند تھے۔ اس طرح کا خواب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی دیکھا تھا۔ اس کی تاویل یہ تھی کہ جنگ جمل میں آپ کے ساتھ بہت سے اصحاب قتل ہوئے۔

حضور کریم ﷺ کا ارشاد ہے: وَاللّٰهُ خَيْرٌ۔ اس کا معنی ہے رَآیْتُ بَقْرًا تَنَحَّرُ وَ رَآیْتُ هٰذَا الْكَلَامَ۔ یعنی میں نے ایک گائے دیکھی جسے ذبح کیا جا رہا ہے اور اس کلام وَاللّٰهُ خَيْرٌ کو دیکھا، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کے دل میں کلام کا ایک نمونہ آتا ہے جسے وہ اپنی قوتِ وہمیہ کے ساتھ اس طرح دیکھتا ہے جیسے اشیاء کی صورت دیکھی جاتی ہے۔ قوتِ بصارت کے ذریعے تو چیزیں ذہن اور خارج دونوں میں پہچانی جاسکتی ہیں لیکن نیند میں دکھائی دینے والی اشیاء اکثر خیالی اور

نا کام و نامراد واپس لوٹیں گے جیسے آئے تھے۔ مگر وہ لوگ جنہیں باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا شوق تھا، اسی بات پر رسول اللہ ﷺ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ کے مطابق جنگی لباس زیب تن فرمایا۔ یہ جمعہ کا دن تھا، آپ ﷺ نے نماز جمعہ ادا فرمائی، اس روز انصار کے قبیلہ بنی نجار کے ایک شخص کا وصال ہو گیا جس کا نام مالک بن عمرو تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی پھر مسلمانوں کے پاس تشریف لے گئے۔ لوگ اپنی رائے دینے پر شرمندہ تھے، انہوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے، ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے حالانکہ ہمیں ایسا مناسب نہیں تھا۔ اس لئے اگر آپ چاہیں تو شہر کے اندر ہی تشریف فرما رہیں۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی نبی کو یہ زیبا نہیں کہ ہتھیار پہننے کے بعد پھر اتار دے جب تک دشمن کے ساتھ جنگ آزمانہ ہو جائے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز باجماعت پڑھانے کے لئے مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

منافقین کی واپسی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جب لشکر اسلام مدینہ منورہ اور احد کے درمیان شوط کے مقام پر پہنچا تو عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے ایک تہائی حواریوں کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو کر واپس جانے لگا۔ اس وقت وہ بڑ بڑایا تھا کہ ”انہوں نے نادان لوگوں کا کہنا مانا ہے اور میرے

مثالی ہوتی ہیں اور کبھی کبھی اپنے ظاہر پر بھی ہوتی ہیں لیکن دل میں کھٹکنے والا کلام جسے انسان قوت و ہمیہ کی سماعت کے ساتھ سنتا ہے وہ اپنے ظاہر پر ہی ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص یہ سنے اَنْتَ سَالِمٌ اَوْ اللّٰهُ عَصَمَ لَکَ یا اس کے مشابہ کلام تو اس کے ظاہری معنی کے سوا اس کا اور کوئی معنی نہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا: اَنْ فَرَسًا ذَبَبَ بِذَیْلِهِ فَاصَابَ کُلَّابَ سَیْفٍ فَاسْتَلَّہُ (ایک گھوڑے نے اپنی دم زور سے ہلائی، وہ ایک تلوار کے کلاب پر لگی تو اسے برہنہ کر دیا)۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کلاب السیف اس لوہے کو کہتے ہیں جس کا کنارہ مڑا ہوا ہو اور یہ وہ لوہا ہوتا ہے جو نعام کے ساتھ ملا ہوتا ہے اور کتاب العین میں ہے کہ کلاب تلوار کے دستے کے کیل کو کہتے ہیں۔

مشورے کو مسترد کر دیا ہے۔ اے لوگو! ہم بلا وجہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں کیوں پھینکیں۔ چنانچہ وہ اپنے منافق حواریوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ بنی سلمہ کے ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام ان کے پیچھے آئے اور کہا ”اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی قوم اور اپنے نبی کو ایسے ہنازک وقت میں نہ چھوڑو جبکہ ان کا دشمن میدان میں آ موجود ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: ”اگر جنگ ہونے کا امکان ہوتا تو ہم ہرگز واپس نہ جاتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔“ جب منافقین نے آپ کی بات نہ مانی اور واپس جانے پر مصر رہے تو آپ نے فرمایا: ”اے اللہ کے دشمنو! جاؤ خدا تمہیں برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: زیاد نے ذکر کیا کہ حضرت محمد بن اسحاق نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ انصار نے احد کے روز رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو ہم اپنے یہود حلفاء سے مدد طلب کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک واقعہ سے نیک شگون لینا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی حارثہ کے پتھر یلے میدان میں چل رہے تھے تو ایک گھوڑے نے اپنی دم ہلائی جو ایک تلوار کے قبضے کی میخ کو لگی، اس تلوار کا تسمہ کھل گیا جس سے تلوار برہنہ ہو گئی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کَلْدَبَ سَيْفِ کے بجائے کَلْدَبَ سَيْفِ بھی کہا گیا ہے۔

الْفَالُ وَالطَّيْرَةُ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْفَالَ وَلَا يَغْتَفُ (رسول اللہ ﷺ فال نیک کو پسند فرمائے اور فال بد کو نا پسند فرماتے)۔ يَغْتَفُ الْغِيَاةُ (فال پکڑنا) سے مشتق ہے۔ مذکورہ کلام کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ الغيابة صرف فال بد کے لئے بولا جاتا ہے اور الفال فال نیک کے لئے، لیکن کبھی کبھی فال بد کے لئے بھی الفال کا لفظ آتا ہے اور الطيرة کا لفظ پسندیدہ اور نا پسندیدہ دونوں فالوں کے لئے آتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طیرہ سے منع فرمایا اور فرمایا بہتر طیرہ فال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طیرہ کی کئی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ فال نیک لینے کو پسند فرماتے اور فال بد کو نا پسند فرماتے تھے: ”اپنی تلوار کو نیام میں رکھ لو، میرا خیال ہے آج تلواریں ضرور سونتی جائیں گی۔“

مسلمانوں کا مربع کے مکان سے گزرا اور اس کی بدسلوکی

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”کون شخص ہے جو ہمیں ٹیلے کی ایسی جانب سے لے جائے کہ ہمیں کافر نہ دیکھ سکیں۔“ حضرت ابو حنیفہ جن کا تعلق بنی حارث بن حارث سے تھا، نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔“ چنانچہ وہ آپ ﷺ کو بنی حارثہ کے پتھر یلے میدان اور ان کے کھیتوں کے درمیان سے لے کر گزرے یہاں تک کہ مربع بن قیظی کے چشمہ پر پہنچے۔ یہ بد باطن منافق تھا۔ اسے جب رسول اللہ ﷺ کے مسلمانوں کی معیت میں وہاں سے گزرنے کا پتہ چلا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے چہروں پر پھینکنے لگا اور بولا: ”اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ آپ میرے مکانوں کے درمیان سے گزریں۔“ اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ میں مٹی بھر مٹی اٹھائی اور کہا: ”اے محمد (ﷺ) قسم بخدا! اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ مٹی آپ کے سوا کسی دوسرے شخص پر نہیں پڑے گی تو میں اسے آپ کے چہرے پر پھینک دیتا۔“ اس پر لوگ دوڑے کہ اس گستاخ کو قتل کر دیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے قتل نہ کرو (یہ معذور

صورتیں ہیں اور سب سے بہترین صورت فال ہے اور لفظ طیرہ نیک فگونی اور بد فگونی دونوں کا حامل ہے کیونکہ یہ الطیر سے مشتق ہے اور اہل عرب کا قول ہے: جَرَى لَهُ الظَّيْرُ بِحَيْرٍ وَ جَرَى لَهُ بِسُوءٍ یعنی فلاں کی نیک فال لگی اور فلاں کی بد۔ اہل قرآن کریم میں ہے: وَكُلُّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَبْعَهُ فِئَئِئَهُمْ (اسراء: 13) ”اور ہر انسان کی (قسمت کا) نوشتہ اس کے گلے میں ہم نے لٹکار رکھا ہے۔“

اس واقعہ میں حضور کریم ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے فَيَأْتِي أَرَى السُّهُوفَ سَتَسُلُّ الْيَوْمَ۔ (میرا خیال ہے کہ آج تلواریں ضرور سونتی جائیں گی)۔ یہ ارشاد اس بات کی تائید کرتا ہے کہ فراست سے کوئی چیز معلوم کرنا اور فال پکڑنا ایک جائز امر ہے مکر وہ نہیں ہے، لیکن فال سے حاصل ہونے والا علم قطعی نہیں سوائے اس کے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کا کلام ہو۔ اس کے متعلق ہم نے چاہ زمزم اور سفید کوڑے کے چوٹیں مارنے کے واقعہ میں بحث کی ہے۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور اس حکمت کی پہچان کے لئے غور و فکر کرنا عبادت ہے۔

ہے) اس کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں، اس کا دل بھی اندھا ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے منع فرمانے سے پہلے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ آپ نے اپنی کمان مار کر اس کا سر پھوڑ دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: وہاں سے گزر کر رسول اللہ ﷺ نے جبل احد کے قریب وادی کے کنارے ایک گھاٹی میں پڑاؤ کیا اور اپنے لشکر کی پشت احد کی طرف کر کے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی بھی لڑائی کا آغاز نہ کرے جب تک میں حکم نہ دوں۔“ قریش نے مسلمانوں کے لشکر کے قریب صمغہ کے مقام پر موجود کھیتوں میں اپنے اونٹ اور گائیں چرانے کے لئے چھوڑ دیے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ کا آغاز کرنے سے منع فرمایا تو قریش کی اس

غزوہ احد کے روز کم سن مجاہدین

حضرت ابن ہشام نے غزوہ احد میں شرکت کے خواہش مند کم عمر مجاہدین کا ذکر کیا ہے جن میں سے بعض کو رسول اللہ ﷺ نے واپس لوٹا دیا، مثلاً حضرات براء بن عازب، اسید بن ظہیر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ لیکن ان میں سے حضرت عرابہ بن اوس بن قینطی کا ذکر نہیں کیا جبکہ ایک طائفہ نے انہیں بھی ان میں شامل کیا ہے جیسے قتیبہ نے کتاب المعارف میں انہی عرابہ کے متعلق شامخ کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

إِذَا مَا رَأَيْتَ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ تَلَقَّاهَا عَرَابَةٌ بِالْيَمِينِ

جب بھی بزرگی کا کوئی جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھام لیتا ہے۔

”حضرت عرابہ کا ایک بھائی ہے جن کا نام کباشہ ہے۔ انہیں بھی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

غزوہ احد کے روز واپس بھیجے جانے والے کم سن مجاہدین میں سے ایک حضرت سعد بن حبہ ہیں۔ یہ اپنی ماں کے نام سے مشہور ہیں جن کا پورا نام حبہ بنت مالک انصاریہ ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے باپ کا نام بجیر ہے جن کا تعلق قبیلہ بجیلہ سے ہے۔ حضرت سعد کو بھی رسول اللہ ﷺ نے صغر سنی کی وجہ سے واپس بھیج دیا لیکن خندق کے روز آپ ﷺ نے انہیں خوب دادِ شجاعت دیتے ہوئے دیکھا تو اپنے پاس بلا کر ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور ان کے لئے ان کی اولاد اور نسل میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ آپ چالیس بھتیجوں کے چچا، چالیس بھائیوں کے بھائی اور بیس بیٹوں کے باپ بنے۔ انہی کی اولاد سے حضرت امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن حبیش بن سعد بن حبہ پیدا ہوئے۔

حرکت کو دیکھ کر ایک انصاری نوجوان نے عرض کی: ”قریش تو بنی قیلہ کی کھیتیاں چرا رہے ہیں اور ہم نے ابھی تک مدافعت نہیں کی۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے لئے لشکر کی صف بندی کی۔ لشکر اسلام کی تعداد سات سو تھی جن میں سے پچاس تیر انداز نوجوان تھے، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیر اندازوں کا قائد مقرر فرمایا جو اس روز سفید لباس میں ملبوس تھے، آپ ﷺ نے انہیں یہ ہدایت فرمائی ”اگر گھڑ سوار ہم پر حملہ کریں تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنا تاکہ ہمارے پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں اور ہم خواہ فتح یاب ہوں یا شکست سے دوچار ہوں تم اپنے مورچے پر ڈٹے رہنا،

کچھ ہند بنت عتبہ کے اشعار کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق نے ہند بنت عتبہ کا یہ قول ذکر کیا ہے:

وَيْهًا نَيْنَى عَبْدِ الدَّارِ

وَيْهًا کا کلمہ کسی کام پر برا بھختہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ کسی راجز کا قول ہے:

وَ هُوَ إِذَا قِيلَ لَهُ وَيَهًا فَلْ فَلَانَهُ مُوَاشِكُ مُسْتَعْجِلُ

”اور جب اسے کہا جائے واہ وا! دشمن کو شکست سے دوچار کر دو تو وہ بہت تیزی اور جلدی سے دشمن پر ٹوٹ پڑتا ہے۔“

اور رہا وَاَهَا کا کلمہ تو اس کا مفہوم تعجب ہے اور اِيَهَا کا معنی ہے معاملہ اپنے ہاتھ میں ہونا۔

ہند کا قول ہے اِنْ تَقْبَلُوا نَعَانِي۔ کہا جاتا ہے کہ ہند نے یہ رجز بطور مثال ذکر کیا تھا۔ اصل میں

یہ رجز ہند بنت طارق بن بياضہ ایادیہ کا ہے۔ اس نے یہ رجز ایاد کے لئے حرب فرس میں کہا تھا۔ اسی بناء

پر اس نے کہا تَهَابَنَاتِ طَارِقٍ۔ یہ اختصاص کے طریقے پر منصوب ہے جیسے کسی شاعر نے کہا:

نَحْنُ نَيْنَى ضِبَّةَ أَصْحَابِ الْجَحَلِ

”ہم خصوصاً بنی ضبہ اونٹوں والے ہیں۔“

اور اگر طارق سے اس کی مراد ستارہ ہو تو بنات مرفوع ہوگا کیونکہ وہ مبتدا کی خبر ہے۔ اس صورت

میں معنی یہ ہوگا کہ ہم ستاروں کی مانند بلند مرتبہ اور شریف زادیاں ہیں۔ میرے نزدیک یہ تاویل بعید از

حقیقت ہے کیونکہ ستارے کو طارق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ رات کو طلوع ہوتا ہے اور اس معنی میں

بلندی اور علو کا کوئی مفہوم نہیں۔ نیز اگر اس کی مراد ستارہ ہی ہوتا تو وہ بنات الطارق معرف باللام ذکر

کرتی۔ میں نے کتاب زبیر بن ابی بکر میں ملاحظہ کیا ہے کہ ہند نے احد کے روز پہلے یہ رجز پڑھا:

تمہاری طرف سے دشمن ہم پر حملہ نہ کرنے پائے۔“ نبی کریم ﷺ نے اس روز دوزر ہیں زیب تن فرمائیں اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جن کا تعلق بنی عبدالدار سے تھا، پرچم اسلام عطا فرمایا۔

کم سن مجاہدین میں سے پندرہ سالہ مجاہدین کو جہاد کی اجازت

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: غزوہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت سرہ بن جندب فرازی اور حضرت رافع بن خدیج حارثی رضی اللہ عنہما کو جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی حالانکہ ان دونوں کی عمر پندرہ پندرہ سال تھی۔ پہلے آپ ﷺ نے ان کو واپس لوٹا دیا تھا لیکن آپ ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! رافع ماہر تیر انداز ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔ جب حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی تو آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! کشتی کے مقابلہ میں سرہ رافع کو بچھاڑ سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کو بھی اجازت فرمادی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرات اسامہ بن زید، عبداللہ بن عمر بن خطاب، زید بن ثابت، براء بن عازب، عمرو بن حزم اور اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہم کو واپس بھیج دیا حالانکہ ان کی عمریں پندرہ پندرہ سال تھیں۔ پھر غزوہ خندق میں ان سب کو جہاد کی اجازت مرحمت فرمادی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش نے بھی اپنی صفیں درست کر لیں۔ ان کا لشکر تین ہزار

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ تَسْمِي عَلَى النَّارِ مَنَسَى الْقَطَا النَّوَابِقِ
ہم طارق کی بیٹیاں ہیں، ہم نرم اور گداز قالینوں پر موٹے تازے بھٹ تیتروں کی مانند چلتی ہیں۔
الی آخر الرحمہ۔ انہوں نے کہا میرے سامنے یحییٰ بن عبدالملک ہدیری نے بیان کیا کہ میں ایک رات مسجد نبوی میں حضرت ضحاک بن عثمان جذامی کے پیچھے چادر اوڑھ کر بیٹھا تھا۔ حضرت ضحاک اور ان کے ساتھیوں نے احد کے روز کہے جانے والے ہند کے اس رجز کا ذکر کیا نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ۔ انہوں نے کہا طارق سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا ستارہ۔ حضرت ضحاک میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابو زکریا! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۚ النَّجْمُ الظَّالِقُ ۚ (الطارق) ”قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی اور آپ کو کیا معلوم یہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ ایک تارا نہایت نمایاں“۔ گویا ہند نے کہا ہم ستارے کی بیٹیاں ہیں۔ حضرت ضحاک کہنے لگے: اس نے ابھی تمثیل دی۔

جنگجوؤں پر مشتمل تھا، ان کے ساتھ دو سو گھڑ سوار تھے جنہیں انہوں نے ایک طرف ٹھہرایا ہوا تھا۔ انہوں نے سواروں کے میمنہ کی کمان خالد بن ولید کے سپرد کی اور میسرہ کی قیادت عکرمہ بن ابی جہل کے حوالے کی۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی دادِ شجاعت

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کرے؟ یہ سن کر کئی صحابہ کرام اٹھ کھڑے ہوئے لیکن آپ ﷺ نے تلوار پیچھے کھینچ لی۔ آخر کار بنی ساعدہ کے ایک نوجوان حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا ”اس کا حق یہ ہے کہ اس سے تو دشمن پر پے درپے وار کرے یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے“۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں اس شرط پر یہ تلوار لینے کے لئے تیار ہوں“۔ حضور انور ﷺ نے وہ تلوار انہیں عطا فرمادی حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بہت بہادر شخص تھے، جب جنگ کا موقع آتا

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور ان کے نمایاں کر کے باندھے جانے والے دو سہ بٹے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابودجانہ ساعدی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے احد کے روز نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا، آپ پر جھک گئے اور اپنے آقا کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ کی ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی۔ آپ نے جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا جبکہ آپ نے پہلے مسلمانوں کے قتل میں شرکت کی تھی۔ اسے آپ نے، وحشی اور عبد اللہ بن زید قینوں نے قتل کر لیا تھا۔ سیف بن عمر نے مسلمانوں کے قاتل کے متعلق جو اشعار کہے ان کا ذکر ہم ان شاء اللہ باب کے آخر میں کریں گے۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابودجانہ کا یہ قول ذکر کیا:

إِنِّي أَمْرٌ غَاهَدَنِي عَحْلِيلِي

عحلیلی سے حضرت ابودجانہ کی مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی جب کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے حَدَّثَنِي عَحْلِيلِي یعنی میرے خلیل نے مجھ سے فرمایا۔

تو آپ اتراتے تھے، آپ کا ایک سرخ دوپٹہ تھا، جب آپ اس کو سر پر باندھ لیتے تھے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔ چنانچہ جب آپ نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس سے تلوار پکڑی تو اپنا وہ سرخ دوپٹہ نکالا، اسے سر پر باندھا اور دو صفوں کے درمیان بڑے فخریہ انداز میں اتر کر ٹہلنے لگے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے حضرت جعفر بن عبید اللہ بن اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے بنی سلمہ کے ایک انصاری سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ابو دجانہ کو اس طرح اتر کر ٹہلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ ایسی چال ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے سوائے اس قسم کے موقع پر۔

ابو عامر فاسق کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا میرے سامنے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ ابو عامر عبد عمرو بن صفی بن مالک بن نعمان بنی ضبیعہ کا ایک شخص تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر

بعض صحابہ کرام نے آپ کے اس قول کو ناپسند کرتے ہوئے آپ سے کہا: حضور ﷺ تمہارے خلیل کیسے ہو گئے؟ ناپسند کرنے والے صحابی نے آپ کے اس قول کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے ناپسند کیا کہ ”اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام میں اخوت ہے۔“ لیکن اس حدیث میں آپ ﷺ کو خلیل کہنے کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ صحابہ کرام خلیل کے لفظ سے حبیب کا معنی مراد لیتے تھے، بلکہ اس حدیث میں تو صرف یہ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نہ کسی صحابی کو خلیل کہا اور نہ کسی صحابی کے لئے خاص فرمایا کہ فلاں تو مجھے خلیل کہہ سکتا ہے کوئی اور نہیں کہہ سکتا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کو خلیل یا اس سے بھی کسی اعلیٰ و ارفع لقب سے پکاریں، جب تک اس میں غلو یا کوئی ناپسندیدہ بات نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میری تعریف میں اس قدر غلو نہ کرو جس قدر عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں کہا (کہ انہیں خدا کا بیٹا بنا دیا) بلکہ میں تو اللہ کا بلندہ اور اس کا رسول ہوں“ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کی: ”آپ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے اعلیٰ مرتبہ والے ہیں، آپ کی مثال ایک خوبصورت بڑے پیالے کی مانند ہے۔“ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ”اپنی بات کہو اور شیطان تمہیں اپنا ضامن اور وکیل ہرگز نہ بنالے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اہل دین اور اہل ملت کی مثل میری تعریف کرو۔ خطاب نے اس کی یہی

مکہ چلا گیا تھا اور اس کے ساتھ قبیلہ اوس کے پچاس حواری بھی تھے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ وہ پندرہ آدمی تھے۔ یہ قریش سے کہا کرتا تھا کہ جب اس کی ملاقات اپنی قوم سے ہوگی تو ساری قوم اس کے ساتھ مل جائے گی۔ چنانچہ اب جس وقت لشکر کفار اور لشکر اسلام کا آمنا سامنا ہوا تو سب سے پہلے ابو عامر مختلف لوگوں کے گروہ اور اہل مکہ کے غلاموں کو ساتھ لے کر میدان جنگ میں نکلا اور بلند آواز سے کہا: اے گروہ اوس! مجھے پہچانا؟ میں ابو عامر ہوں۔ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ نے جواب دیا: ”اے فاسق! خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے“۔ زمانہ جاہلیت میں ابو عامر کو راہب کہا جاتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے فاسق کا نام دیا تھا۔ جب اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ جواب سنا تو کہنے لگا: ”میرے چلے جانے کے بعد میری قوم فتنہ و شر کا شکار ہوگئی ہے“۔ پھر اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور خوب تیر برسائے، جب ترکش خالی ہو گیا تو اس نے پتھروں کی بارش شروع کر دی۔

قریش کی انگلیخت کے لئے ابوسفیان کا اسلوب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابوسفیان نے بنی عبدالدار کے علمبرداروں کو جنگ پر مشتعل کرتے ہوئے کہا: ”اے بنی عبدالدار! بدر کے روز ہمارا پرچم تمہارے سپرد کیا گیا لیکن اس روز ہمیں جو نقصان اٹھانا پڑا وہ تمہارے سامنے ہے، یاد رکھو! لشکر کی فتح و شکست کا دار و مدار اس کے جھنڈوں پر ہوتا ہے، جب جھنڈا گر جائے تو لشکر کے پاؤں بھی اکھڑ جاتے ہیں، لہذا یا تو اسے آج ثابت قدمی سے اٹھائے رکھنا یا ہمارے حوالے کر دو، ہم اسے خود سنبھال لیں گے“۔ ابوسفیان کی اس بات نے انہیں بے چین کر دیا اور انہوں نے اسے دھمکی خیال کیا اور کہا: ”ہم تمہارا جھنڈا تمہارے حوالے کرتے ہیں، کل مقابلہ کے وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم کس طرح مقابلہ کرتے ہیں“۔ ابوسفیان بھی یہی چاہتا تھا (کہ ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہو)۔

وضاحت کی ہے اور میرے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی بات کہو اور شیطان کی بات نہ کہو، کیونکہ شیطان تمہیں اپنا وکیل اور ضامن بنانا چاہتا ہے اور جب تم اس کے ضامن اور وکیل بن جاؤ گے اور گفتگو میں غلو سے کام لو گے جس پر شیطان خوش ہوگا تو گویا تم نے شیطان کی بات کہی۔ ایک اور شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی: ”آپ ہم میں سب سے اچھے حسبِ دالے اور سب سے زیادہ کریم ماں باپ دالے ہیں“۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا تیری زبان کے سامنے کتنے پردے ہیں؟ اس نے عرض کی: ”چار پردے ہیں“۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”کیا ان میں سے کوئی بھی ایسا پردہ نہیں جو تیری

ہند اور اس کے ساتھ دوسری عورتوں کی اشتعال انگیزی

پھر جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ہند بنت عتبہ اپنے ساتھ دوسری عورتوں کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ انہوں نے جنگجوؤں کے پیچھے دف بجانے شروع کر دیئے اور انہیں جنگ پر مشتعل کرنے لگیں۔ ہند اس طرح رجز پڑھ رہی تھی:

وَيَهَانِي عَبْدُ الدَّارِ وَيَهَا حُمَاةَ الْآدْبَارِ ضَرْبًا بِكُلِّ بَتَّارٍ

واہ وا، اے عبدالدار کے بیٹو! واہ وا! اے پشتوں کی حفاظت کرنے والو، ہر کاٹنے والی تلوار کے ساتھ دشمن پر کاری ضرب لگاتے چلو۔
اور کبھی یوں کہتی تھی۔

إِنْ تَقْبِلُوا نَعَانِقُ وَ نَفْرِشِ النَّمَارِقِ

أَوْ تَذْبِرُوا نَفَارِقُ فِرَاقٍ غَيْرِ وَامِقِ

”اگر تم آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں سینے سے لگائیں گی اور تمہارے لئے نرم و گداز قالینیں بچھائیں گی، اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو ہم تم سے جدائی اختیار کر لیں گی، ایسی جدائی جس پر ہمیں کوئی افسوس نہیں ہوگا۔“

مسلمانوں کا شعار

بقول ابن ہشام احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا شعار اَمْتُ اَمْتُ تھا یعنی اے اللہ! کفار و مشرکین کو ہلاک کر دے۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کارن پڑا اور جنگ کی آگ خوب بھڑک اٹھی۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے خوب دادِ شجاعت دی، حتیٰ کہ لڑتے لڑتے لشکر کفار کے قلب تک پہنچ گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے ایک سے زائد اہل علم نے بیان کیا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بات کا بہت رنج تھا جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلوار مانگی تھی تو آپ ﷺ نے میرے بجائے وہ تلوار حضرت ابودجانہ کو مرحمت فرمادی تھی۔

زبان کی دھار کو مجھ سے روک سکے۔“ اے حضرت ابن وہب نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔

میں نے سوچا کہ میں حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ کا بیٹا ہوں اور میرا تعلق قریش سے ہے، یہ تلوار مجھے ملنی چاہیے اس لئے میں اٹھ کر گیا اور ابودجانہ سے پہلے آپ ﷺ سے تلوار مانگی لیکن آپ ﷺ نے وہ تلوار ابودجانہ کو عطا فرمادی اور مجھے نظر انداز کر دیا۔ میں نے سوچا اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس جنگ میں کون سے کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سرخ دوپٹہ سر پر باندھا اور میدانِ کارزار میں گھس گئے۔ انصار کہنے لگے: ”ابودجانہ عصابتِ الموت یعنی موت کا دوپٹہ لے کر میدانِ کارزار کی طرف نکل پڑے ہیں۔ جب بھی وہ سرخ دوپٹہ سر پر باندھ کر میدانِ جنگ میں نکلتے تھے تو انصار یہی کہتے تھے۔ چنانچہ ابودجانہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں گھس گئے:

أَنَا الَّذِي عَاهَدَنِي خَلِيلِي وَ نَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّخِيلِ
 إِلَّا أَقْوَمَ الذَّهْرَ فِي الْكَيْوَلِ أَضْرِبُ بِسَيْفِ اللَّهِ وَالرَّسُولِ
 ”میں وہ شخص ہوں جس کے ساتھ میرے خلیل نے یہ اس وقت معاہدہ کیا جب ہم کھجوروں کے پاس دامنِ کوہ میں تھے کہ میں ساری عمر کچھلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوں گا، اللہ اور اس کے

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: إِلَّا أَقْوَمَ الذَّهْرَ فِي الْكَيْوَلِ۔

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کیول کا معنی ہے کچھلی صفیں اور یہ لفظ صرف اس واقعہ میں ہی آیا ہے۔ ہروی نے بھی ابو عبیدہ کی مثل کہا اور اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا: یہ كَيْوَلُ الزَّئِد (چقماق سے جھڑنے والی چنگاری) سے ماخوذ ہے۔ چقماق سے جب آگ نکالنے کا ارادہ کیا جائے لیکن اس سے آگ نہ نکلے بلکہ دھواں اور سیاہی گرے تو اس دھوئیں اور سیاہی کو کیول الزند کہتے ہیں۔ اس سیاہی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی سے کہا جاتا ہے كَالِ الزَّئِدِ يَكُوْلُ۔ یعنی چقماق سے آگ نہ نکلی۔ پس الكيول اسی سے فَيَعُوْلُ کے وزن پر ماخوذ ہے۔ جس طرح چقماق سے نکلنے والی سیاہی اور دھواں بے فائدہ ہوتے ہیں اسی طرح لشکر کی آخری صفوں میں نہ جنگ کی آگ بھڑکتی ہے اور نہ وہ صفیں زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے انہیں بھی کیول کہا جاتا ہے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی معنی ہے۔ حضرت ابو حنیفہ نے بھی اس کی یہی تشریح کی ہے، البتہ انہوں نے کہا ہے کہ كَالِ الزَّئِدِ يَكْمِلُ کہا جاتا ہے یعنی یہ اجوف یا آبی ہے اور باب ضرب۔ بضر ب سے ہے۔

رسول کی تلوار کو چلاتا رہوں گا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فی الکُبُول بھی مروی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ کہہ کر وہ گھمسان میں گھس گئے، جو سامنے آتا اس کو ڈھیر کر دیتے۔ مشرکین میں ایک کافر تھا، اس کی راہ میں جو ہمارا زخمی مسلمان آتا وہ اس کا کام تمام کر دیتا۔ حضرت ابودجانہ اور وہ کافر ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جمع کر دے۔ چنانچہ کچھ دیر بعد وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے اور ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ آخر اس مشرک نے ایک بھر پور وار کیا جسے حضرت ابودجانہ نے اپنی ڈھال پر روک لیا۔ اس سے اس کی تلوار ٹوٹ گئی، پھر حضرت ابودجانہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کو دو لخت کر کے رکھ دیا۔ پھر میں نے حضرت ابودجانہ کو دیکھا کہ آپ نے ہند بنت عتبہ کے سر کی مانگ پر تلوار اٹھائی لیکن پھر تلوار پیچھے ہٹالی۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے ایک انسان کو دیکھا کہ وہ نہایت تیزی سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا ہے، میں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب میں نے اس پر تلوار اٹھائی تو دیکھا کہ وہ عورت ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی شان کے خلاف سمجھا کہ میں اس کے ساتھ ایک عورت کو قتل کروں۔“

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے رَأَيْتُ رَجُلًا يَحْيِشُ النَّاسَ حَشًّا شَدِيدًا۔ ”میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نہایت تیزی سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا ہے۔“ يَحْيِشُ سِين اور شَيْن دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ سِين غیر معجمہ کے ساتھ اس مقام پر اس کا معنی شدت ہے۔ گویا آپ نے فرمایا وہ شخص بڑی شدت سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا تھا کیونکہ کہا جاتا ہے رَجُلٌ أَحْمَسُ۔ یعنی انتہائی بہادر آدمی، اور شَيْن معجمہ کے ساتھ اس کا معنی اِيقَاد اور اِغْصَاب ہے یعنی جلانا اور غضبناک کرنا، کیونکہ کہا جاتا ہے أَحْمَشْتُ النَّارَ میں نے آگ جلائی۔ حَمَشْتُ الرَّجُلَ وَأَحْمَشْتُهُ۔ میں نے آدمی کو غضبناک کیا۔ پس اس فعل کا باب افعال اِيقَاد اور اِغْصَاب دونوں کے لئے اور مجرد صرف اِغْصَاب کے لئے آتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے لشکر کفار کے ایک علمبردار ارطاة بن عبد بن شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کو تیغ کر دیا۔ پھر آپ کا سامنا ایک اور مشرک ابونیار سباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی سے ہوا۔ آپ نے اسے للکارا اور فرمایا: اے لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ اور میرا مقابلہ کر، اس کی ماں ام انمار تھی جو شریق بن عمرو بن وہب ثقفی کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شریق بن اخنس بن شریق ہے اور ام انمار مکہ میں لڑکیوں کا ختنہ کرتی تھی۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور سباع کا آ مناسا منا ہوا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔

جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کا بیان ہے کہ قسم بخدا! میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے مست اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے، جو سامنے آتا اس کو لتاڑتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ سامنے آ نکلا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے للکارتے ہوئے کہا: اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آمیری طرف، دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا جو سیدھا اس کے سر پر لگا اور وہ آن واحد میں موت کے گھاٹ اتر گیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پوری قوت سے لہرایا۔ جب مجھے تسلی ہو گئی تو میں نے تاک کر وہ نیزہ آپ کی طرف پھینک دیا جو سیدھا آپ کے شکم پر ناف کے نیچے سے اندر گھس گیا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے پار نکل گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا آپ اٹھ نہ سکے۔ میں نے آپ کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزہ اٹھالایا، پھر میں اپنے خیمہ میں آ کر بیٹھ گیا کیونکہ میری اور کچھ ضرورت نہ تھی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق وحشی سے مروی

ضممری اور ابن خیاری کی روایت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے حضرت عبداللہ بن فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث نے بیان کیا انہوں نے حضرت سلیمان بن یسار سے انہوں نے حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضممری سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں اور عبید اللہ بن عدی بن خیاری جو بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک فرد تھے، خلافت معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں گھر سے نکلے اور دیگر لوگوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر سے واپسی پر ہمارا گزر شہر حمص سے ہوا جہاں جبیر بن مطعم کا آزاد کردہ غلام وحشی رہتا تھا۔ مجھ سے عبید اللہ بن عدی نے کہا: چلو وحشی کے پاس چلتے ہیں اور اس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنتے ہیں کہ اس نے آپ کو کیسے شہید کیا۔ میں نے ان سے کہا آؤ چلیں۔ ہم دونوں شہر حمص میں وحشی کے گھر کی تلاش میں نکلے اور لوگوں سے اس کا پتہ پوچھنا شروع کیا حتیٰ کہ ایک شخص نے ہمیں کہا تم اسے اپنے گھر کے صحن میں پاؤ گے۔ وہ شراب بہت پیتا ہے، اگر تم اسے ہوش میں پاؤ تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور اس سے جو بات کرنی ہو کر لینا لیکن اگر دیکھو کہ وہ نشے میں ہے تو واپس چلے آنا، اسے کچھ نہ کہنا۔ حضرت ضممری فرماتے ہیں ہم وحشی کے گھر پہنچے اور دیکھا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں ایک چٹائی پر بیٹھا ہے، وہ بغاث (گدھ) کی طرح ایک بوڑھا شخص معلوم ہو رہا تھا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بغاث سیاہ پرندوں کی ایک قسم ہے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ ہوشیار ہے نشے میں نہیں ہے۔ ہم نے جا کر اسے سلام کیا، اس نے سر

وحشی کی روایت

وحشی نے اس روایت میں کہا: فَإِذَا شِئْنُهُ كَبِيرٌ كَالْبَغَاثِ۔ حضرت ابو عبید نے کہا بغاث ان پرندوں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ شکار نہیں کیا جاتا جیسے گدھ اور چیل وغیرہ۔ اس کا واحد بغاثۃ ہے اور بغاثی بھی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع بغاث اور بغاثان آتی ہے۔ یونس کی روایت میں بغاث کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بغاث زسیاہ گدھ کو کہتے ہیں جب وہ بوڑھی ہو جائے۔

اٹھا کر عبید اللہ بن عدی کی طرف دیکھا اور کہا کیا تو عدی بن خیبار کا بیٹا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وحشی نے کہا میں نے تجھے اس وقت دیکھا تھا جب تیری ماں سعدیہ مقام ذی طوی میں تجھے دودھ پلا رہی تھیں۔ میں نے تجھے اور تیری ماں کو اونٹ پر سوار کیا تھا اور تجھے پہلوؤں سے پکڑ کر اونٹ پر بٹھایا تھا اور اس وقت تیرے پاؤں کو غور سے دیکھا تھا۔ آج انہی پاؤں کو دیکھ کر میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ ضمری کہتے ہیں پھر ہم اس کے پاس بیٹھ گئے اور اسے کہا کہ تم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سناؤ کہ تم نے انہیں کیسے قتل کیا؟ وحشی نے کہا ہاں یہ واقعہ میں تم سے اسی طرح بیان کروں گا جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے پر آپ سے بیان کیا تھا۔ میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ اس کے چچا طعیمہ بن عدی کو بدر کے روز قتل کر دیا گیا تھا۔ جب قریش جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے تو جبیر نے مجھ سے کہا اگر تم میرے چچا کے عوض محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ چنانچہ میں بھی لشکر کفار میں شامل ہو کر روانہ ہوا۔ میں حبشی الاصل تھا اور حربہ (چھوٹا نیزہ) مارنے میں حبشیوں کی طرح کمال مہارت رکھتا تھا۔ شاذ و نادار ہی میرا وار خطا جاتا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو گئے تو میں صرف حمزہ کی سرگرمیوں کو تاڑتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنی تلوار اٹھائے مست خاکستری اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دندناتے پھرتے ہیں، آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ یہ دیکھ کر میں ان پر ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگا۔ میں درختوں اور پتھروں کی اوٹ میں چھپتا رہا تا کہ وہ

وحشی نے حضرت عبید اللہ سے کہا تھا میں نے تجھے تیری ماں سعدیہ کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس نے ان کی ماں کی بنو سعد قبیلہ کی طرف نسبت تو ذکر کی لیکن اس کا نام ذکر نہ کیا۔ عبید اللہ بن عدی کی ماں کا نام ام قتال بنت ابی العیس بن امیہ ہے۔ اسے امام بخاری نے اس واقعہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے سعدیہ نہیں کہا بلکہ روایت بخاری کے مطابق اس کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی امیہ سے ہے نہ کہ بنی سعد سے۔ لیکن اگر وہ سعدیہ ہو تو وحشی کی مراد عبید اللہ کی رضائی ماں ہوگی۔ عبید اللہ بن عدی رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں پیدا ہوئے اور ولید بن عبد الملک کے دور خلافت میں وفات پائی۔ مدینہ طیبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب ان کا گھر تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب سے احادیث روایت کیں۔ مؤطا امام مالک کی کتاب الصلاۃ میں ان کی ایک روایت کردہ حدیث مذکور ہے۔

میرے نزدیک ہو جائیں۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ سامنے آ نکلا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو اسے للکار تے ہوئے کہا: اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آمیری طرف دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ کہہ کر آپ نے تلوار سے اس کے سر پر وار کیا اور آن واحد میں اسے موت کی آغوش میں سلا دیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو ہوا میں لہرایا، جب مجھے تسلی ہو گئی تو تاک کر اسے آپ کی طرف پھینکا، وہ ناف کے نیچے سے آپ کے اندر گھسا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے باہر نکل گیا۔ آپ نے مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا، آپ اٹھ نہ سکے پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ جب آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزہ اٹھالایا۔ پھر میں واپس آ کر اپنے خیمے میں بیٹھ گیا۔ مجھے اس سے زیادہ جنگ سے کوئی

وحشی کا قول ہے: بِذِي طَوًى۔ یہ مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ ہم نے اس سے قبل ذی طوی، ذی طواء اور طوی میں فرق بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ وحشی کا قول ہے: يَهْدُ النَّاسَ بِسَمْفِهِ مَا يَلْبِقُ شَيْئًا مِّثْلَ الْجَحْلِ الْاَوْدَقِ (میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے مست خاکستری اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے)۔ الْاَوْدَقِ سے وحشی کی مراد۔۔ واللہ اعلم۔۔ خاکستری رنگ کا گرد و غبار ہے۔ اس نے یہ لفظ اس لئے استعمال کیا کہ خاکستری اونٹ زیادہ طاقتور تو نہیں ہوتا لیکن اس کا گوشت بڑا پاکیزہ اور لذیذ ہوتا ہے جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے۔

وحشی کا قول ہے يَهْدُ النَّاسَ۔ يَهْدُ ذال منقوطہ کے ساتھ ہے، اسے صاحب الدلائل نے ذکر کیا ہے اور اس کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ یہ الْهَدَّ سے مشتق ہے جس کا معنی سرعت ہے۔ جہاں تک میم کے ساتھ الْهَدُّم کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہے کاٹنے میں تیزی کرنا۔ کہا جاتا ہے سَمْفٌ مِهْدَمٌ (تیز کاٹنے والی تلوار) اور الْهَيْدَامُ پیڑ کو کہتے ہیں اور اس کا معنی بہادر آدمی بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اَكْثَرُ مَا مِنْ ذِكْرِهَا ذِمَّ اللَّذَاتِ۔ یہ ذال منقوطہ کے ساتھ مروی ہے کہ لذاتِ نفس کو کاٹنے والے کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے وحشی کے واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا: جب میرے سردار نے میرے ساتھ حمزہ کے قتل پر مجھے آزاد کر دینے کا وعدہ کیا تو میں جنگ کی طرف نکلا۔ میں نے ایک نوجوان دیکھا جس نے بہت تنگ حلقوں والی زرہ پہن رکھی تھی، وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے سوچا یہ میرے مطلوب نہیں۔ پھر میں نے ایک بہت بہادر اور دلیر آدمی کو دیکھا جو مست خاکستری اونٹ کی طرح دندناتا پھرتا

دلچسپی نہ تھی۔ میں نے اپنی آزادی کا راستہ ہموار کرنے کے لئے آپ کو قتل کیا تھا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو میں مکہ واپس آیا، میرے مالک نے حسب وعدہ مجھے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد میں مکہ ہی میں رہائش پذیر رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو میں بھاگ کر طائف آ گیا اور وہاں اقامت پذیر رہا لیکن جب اہل طائف کا وفد قبول اسلام کے لئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جانے لگا تو مجھ پر سب راستے بند ہو گئے اور میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ میں کیوں نہ یمن، شام یا کسی اور ملک میں چلا جاؤں۔ قسم بخدا! میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا تیری خیر ہو، بخدا! نبی کریم ﷺ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو دین اسلام قبول کر لے اور آپ کی رسالت کی گواہی دے دے۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں وحشی کا قبول اسلام

اس شخص نے مجھے جب یہ بات کہی تو میں طائف سے روانہ ہوا اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور آپ کے پس پشت بالکل قریب کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول

اور اس کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ میں اس پر حملہ کرنے کے لئے ایک خیمے کی مانند بنی ہوئی چٹان کے پیچھے چھپ گیا اور کہا یہی میرا مطلوب ہے۔ میں نے اپنا لچکدار چھوٹا نیزہ ہوا میں لہرایا اور تاک کر اس کی طرف پھینک دیا، وہ اس کی ناف کے نیچے لگا۔ باقی واقعہ اسی طرح ہے۔

الْعَبْعَبُ کا معنی ہے نوجوان، الدرع القضاء کا معنی ہے مضبوط حلقوں والی زرہ اور آلا یھم اس شخص کو کہتے ہیں جسے کوئی چیز پیچھے نہ ہٹا سکتی ہو۔ حدیث شریف میں ہے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الْاَيُّهَمَيْنِ۔ میں اہمین یعنی سیلاب اور آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور الْعَدَاَصَةُ اس چیز کو کہتے ہیں جو نرمی کے باعث لچکدار ہو۔

مسئلہ کے قتل میں وحشی کا قول ہے: ایک انصاری اس پر حملہ کرنے میں مجھ پر سبقت لے گیا۔ مسئلہ اور اس کے نسب کا ذکر اور اس کے واقعہ کا کچھ حصہ کتاب کے آخر میں آئے گا۔ جہاں تک اس انصاری کا تعلق ہے جس کا ذکر وحشی نے کیا اور حضرت ابن اسحاق نے اس کا نام ذکر نہیں کیا تو اس کے متعلق حضرت محمد بن عمرو اقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الردۃ میں بیان کیا ہے کہ مسئلہ کے قتل میں جو شخص وحشی کے ساتھ شریک تھا وہ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی انصاری ہیں جبکہ حضرت سیف بن عمر نے کتاب الفتوح میں ذکر کیا کہ وہ حضرت عدی بن ہبل ہیں۔ انہوں نے ان کے یہ اشعار بھی

اللہ ﷺ! فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے سناؤ کہ تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا؟ میں نے سارا واقعہ سنایا جیسے تم دونوں کو سنایا ہے۔ جب فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیری خیر ہو، اپنے چہرہ کو مجھ سے چھپائے رکھنا اور مجھے نظر نہ آنا“۔ اس کے بعد جب بھی میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتا تو کندھا موڑ کر بیٹھتا تا کہ حضور ﷺ مجھے نہ دیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک میری یہی حالت رہی۔

وحشی کے ہاتھوں مسلمانہ کا قتل

(وحشی کا بیان ہے) جب مسلمان مسلمانہ کذاب صاحب یمامہ کی سرکوبی کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنا وہی چھوٹا نیزہ ساتھ لے گیا جس کے ساتھ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ جب جنگ میں گھمسان کارن پڑا تو میں نے دیکھا کہ مسلمانہ ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا ہے۔ میں اس پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا اور ایک انصاری دوسری جانب سے اس پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ ہم دونوں اس کی تاڑ میں تھے، میں نے اپنا نیزہ ہوا میں لہرایا، جب میں مطمئن ہو گیا تو اپنا حربہ اس پر کھینچ مارا، وہ سیدھا عین نشانے پر لگا۔ اسی لمحہ میرے انصاری بھائی نے اس پر اپنی تلوار کا وار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے کس نے اسے جہنم رسید کیا۔ اگر میں نے ہی اسے قتل کیا تھا تو اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی کو شہید کیا تھا تو میں نے ہی سب سے زیادہ شریر آدمی کو قتل کرنے کا بھی شرف ذکر کئے ہیں:

أَلَمْ تَرَ أَنِّي وَ وَحْشِيهِمْ قَتَلْتُ مُسْلِمَةً الْفُتْنِ
وَ يَسْأَلُنِي النَّاسُ عَنْ قَتْلِهِ فَقُلْتُ ضَرَبْتُ وَ هَذَا طَعَنُ
”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں اور وحشی نے مل کر سب سے بڑے فتنہ باز مسلمانہ کو قتل کیا۔ لوگ مجھ سے اس کے قتل کے متعلق پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا اور وحشی نے اسے نیزہ مارا۔“

یہ دونوں شعرا ان کے ایک قصیدے کا حصہ ہیں۔ ہم نے اس بیان سے تھوڑا سا پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمانہ کے قتل میں شریک تھے۔ ان کا حضرت ابو عمر نمری نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، ”ان کی مراد یہ ہے کہ ان تینوں نے مل کر اسے جہنم رسید کیا۔ تیسرے شخص سے آپ کی مراد وحشی ہے۔“

حاصل کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن فضل نے بیان کیا انہوں نے حضرت سلیمان بن یسار سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور آپ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اس روز ایک شخص کو چلاتے ہوئے سنا کہ میلہ کذاب کو حبشی غلام نے قتل کیا ہے۔

دیوان سے وحشی کے نام کا خروج

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وحشی پر اس قدر شراب کی حدیں جاری ہوئیں کہ آخر کار دیوان سے اس کا نام خارج کر دیا گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ”میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔“

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا غزوہ احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا اور جس مشرک نے آپ کو شہید کیا تھا اس کا نام ابن قمرہ تھا۔ وہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ خیال کر رہا تھا۔ ان کو قتل کرنے کے بعد وہ لشکر قریش میں گیا اور کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) کو شہید کر دیا ہے۔ جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نہایت گرجوشی سے قتال کرنا شروع کر دیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے حضرت مسلمہ بن علقمہ مازنی نے بیان کیا کہ جب احد کے روز گھمسان کا رن پڑا تو رسول اللہ ﷺ انصار کے جھنڈے تلے تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ جھنڈا اٹھالیں،

حضرت ابن اسحاق سے مروی حضرت یونس کی روایت میں وحشی کے اسلام لانے کے واقعہ میں یہ اضافہ بھی مذکور ہے کہ جب وحشی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ وحشی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے رہنے دو، کچھ نہ کہو کیونکہ ایک آدمی کا مشرف باسلام ہونا مجھے اس بات سے زیادہ عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کفار کو تیغ کر دوں۔“

چنانچہ آپ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا اور نعرہ لگایا اَنَا أَبُو الْقُصَمِ ”میں باطل کی کمر توڑنے والا ہوں“۔ بقول ابن ہشام أَبُو الْقُصَمِ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی اثناء میں کفار کے علمبردار ابوسعید بن طلحہ نے آپ کو للکار کر کہا: ”اے ابوالقُصَم! کیا تم میں میرے ساتھ پنچہ آزمائی کی طاقت ہے؟“ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ یہ کہہ کر آپ میدان میں نکل آئے، لشکر اسلام اور لشکر کفار کی صفوں کے درمیان ان کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بجلی کی تیزی سے اس پر وار کیا، دوسرے ہی لمحہ وہ زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا، پھر آپ واپس لوٹ آئے اور اس پر دوسرا وار نہ کیا۔ صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا آپ نے اس پر دوسرا وار کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوسعید بن ابی طلحہ کا یہ قول ذکر کیا ہے: اَنَا قَاصِمٌ مِّنْ يُبَارِذُنِي (میں اس شخص کی کمر توڑنے والا ہوں جو میرے ساتھ پنچہ آزمائی کرے)۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ کرمہ اللہ وجہہ الکریم اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئے اور فرمایا اَنَا أَبُو الْقُصَمِ (میں کمر توڑنے والا ہوں)۔ یہ حضرت ابن ہشام کا قول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اَنَا أَبُو الْقُصَمِ ابوسعید کے اس قول کی وجہ سے کہا تھا کہ اَنَا قَاصِمٌ مِّنْ يُبَارِذُنِي۔ پس الْقُصَمُ قُصَّةٌ کی جمع ہے۔ یہ اس پٹھے کو کہتے ہیں جس کے ٹوٹنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قُصَمٰی کی جمع ہو اور قُصَمٰی اس سخت مصیبت کو کہتے ہیں جو انسان کی کمر توڑ کے رکھ دے۔ یہی معنی زیادہ صحیح ہے کیونکہ ایسا کوئی ہتھ معروف نہیں جس کے ٹوٹنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہو لیکن جب ابوسعید نے کہا اَنَا قَاصِمٌ میں توڑنے والا ہوں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یوں نہ فرمایا اَنَا قَاصِمٌ مِنْكَ ”میں تجھ سے بڑھ کر توڑنے والا ہوں“۔ بلکہ فرمایا اَنَا أَبُو الْقُصَمِ۔ یعنی مجھے انسان کو ہلاک کرنے والے تمام پٹھوں اور بڑی بڑی مصیبتوں پر گرفت حاصل ہے۔ الْقُصَمُ کا معنی ہے توڑ کر جدا کر دینا اور فاء کے ساتھ الْقُصَمُ کا معنی ہے ایسا توڑنا جس سے توڑا ہوا حصہ دوسرے حصے سے جدا نہ ہو جیسے تر ٹہنی کو توڑا جائے تو وہ جدا نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں ہے وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ لَهَا (الانبیاء: 11) ”اور کتنی بستیاں ہم نے برباد کر دیں“۔ ایک اور آیت کریمہ میں ہے لَا تَقْصِمَ لَهَا (بقرہ: 256) ”جو ٹوٹنے والا نہیں“۔ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے کہ ابوسعید بن ابی طلحہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ الکشی نے اپنی تفسیر میں حضرت سعد سے اسی طرح روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس کے حلق پر نیزہ مار کر پیچھے ہٹے تو اس نے کتے کی طرح اپنی زبان باہر نکال لی اور پھر ہلاک ہو گیا۔

اس بے شرم نے اپنی شرمگاہ نگلی کر دی تھی تو میں مروت کی وجہ سے اس سے دور ہٹ گیا اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی وار سے اسے جہنم رسید کر دیا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوسعید بن ابی طلحہ فریقین کی صفوں کے درمیان نکلا اور للکار کر کہا: ”میں اس شخص کی کمر توڑنے والا ہوں جو میرے ساتھ پنجہ آزمائی کرے۔“ لیکن کوئی شخص اس کے مقابلہ میں نہ نکلا۔ وہ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) تمہارا خیال تو یہ ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں اور ہمارے مقتول دوزخ میں ہیں۔ لات کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو، اگر تم اسے سچ یقین کرتے تو تم میں سے کوئی تو میرے مقابلہ کے لئے نکلتا۔ اس کافر کی اس ڈینگ پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میدان میں نکل آئے، ان دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار سے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا ابوسعید بن ابی طلحہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ

غزوہ احد میں حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اقلح رضی اللہ عنہ نے بھی قتال میں حصہ لیا۔

حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں بھی حضرت ابن اسحاق نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”جب ابوسعید تلوار کا زخم کھا کر گرا تو اس نے اپنی شرمگاہ سے پردہ ہٹا دیا۔ میں مروت اور حیاء کی وجہ سے دور ہٹ گیا اور اس پر وار کرنے سے باز رہا لیکن پہلے وار نے ہی اس کا کام تمام کر دیا تھا۔“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جنگ صفین میں بھی ایسا ہی کیا تھا۔ آپ نے بشر بن ارطاة پر اپنی تلوار اٹھائی، جب اسے اپنی موت سامنے نظر آئی تو اس نے اپنی شرمگاہ سے پردہ ہٹا دیا۔ آپ نے اپنی تلوار نیچے کر لی اور اس سے رخ انور پھیر لیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ جنگ صفین میں عمرو بن عاصی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایسا ہی معاملہ ہوا۔ اسی کے بارے میں حارث بن نصر سہمی نے یہ شعر کہے جنہیں کلبی وغیرہ نے روایت کیا:

أَفِي كُلِّ يَوْمٍ فَارِسٌ غَمْرٌ مُنْتَوٍ وَ عَوْدَتُهُ وَسَطُ الْعَبَاجَةِ بَاوِيَةٍ

”کیا ہر روز جنگ کے غبار میں اس کی شرمگاہ ظاہر ہو جاتی ہے اور ایک تیز رفتار گھڑ سوار

نکلتا تھا عنہ علی سنانہ وَ يَضْحَكُ مِنْهُ فِي الْخَلَاءِ مُعَاوِيَةُ

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کو نیزہ مارنے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اور حضرت معاویہ تمہاری میں اس پر ہنستے ہیں۔“

انہوں نے مسامح بن طلحہ اور اس کے بھائی جلاس بن طلحہ دونوں کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جلاس کی ماں سلافہ دوڑی ہوئی آئی اور جاں بلب بیٹے کا سراپنی گود میں رکھ کر پوچھا: بیٹے! تمہیں کس نے نشانہ بنایا ہے؟ اس نے کہا مجھے اتنا یاد ہے کہ جس نے مجھے تیر مارا اس وقت اس کی زباں سے یہ فقرہ نکلا جو میں نے سنا: ”اس تیر کو سنبھالو اور یاد رکھو میں ابن ابی قلیح ہوں۔“ سلافہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عاصم کا سر میرے قبضہ میں دے دیا تو میں اس میں شراب بھر کر پیوں گی۔ حضرت عاصم نے بھی اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ نہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک انہیں چھو سکے گا۔ مشرکین کے علمبردار عثمان بن ابی طلحہ نے احد کے روز یہ شعر پڑھا:

إِنَّ عَلَى أَهْلِ اللّٰوَاءِ حَقًّا أَنْ يَخْضِبُوا الصُّعْدَةَ أَوْ تَنْدَقًا
”بے شک علمبرداروں پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے تیروں کو دشمن کے خون سے رنگتے رہیں یہاں تک کہ وہ (تیر) ٹوٹ جائیں۔“

اس وقت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

احد کے روز غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی مڈ بھیڑ ہوئی۔ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ اس پر غالب آنے ہی والے تھے کہ انہیں شداد بن اسود نے دیکھ لیا کہ آپ ابوسفیان کا کام تمام کرنے والے ہیں تو اس نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت کی خبر سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے ساتھی حنظلہ کو

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق

حضرت ابن اسحاق نے غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کے باپ ابو عامر کا نام عمرو ہے اور عبد عمرو بن صفی بھی کہا گیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے شداد بن اسود بن شعوب کا بھی ذکر کیا ہے جس نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اس کے بعد کہ آپ ابوسفیان کو قتل کرنے کے لئے اس پر غالب آنے والے تھے۔ حضرت حمیدی نے اپنی تفسیر میں شداد کے بجائے جعونہ بن شعوب لیشی کا ذکر کیا ہے۔ یہ نافع بن ابی نعیم القاری کا آزاد کردہ غلام ہے۔

فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے بارے میں ان کے اہل خانہ سے پوچھو۔ جب ان کی بیوہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ”جب آپ جہاد کا اعلان سن کر گھر سے نکلے تو آپ جنابت کی حالت میں تھے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اَلْهَاتِفَةُ (اعلان جنگ) کے بجائے اَلْهَاتِفَةُ بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے سب سے بہتر اور افضل وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو راہِ خدا یعنی جہاد میں تھامے رکھتا ہے، جو نبی جہاد کے لئے نکلنے کی آواز اس کے کانوں میں پڑتی ہے تو وہ اڑ کر اس کی طرف نکل پڑتا ہے۔ طرماح بن حکیم طائی کا یہ شعر ہے، طرماح دراز قد آدمی کو کہتے ہیں: اَنَا ابْنُ حُمَاةِ الْمَجْدِ مِنْ آلِ مَالِكٍ إِذَا جَعَلْتُ خُودَ الرِّجَالِ تَهْيَعُ ”میں آل مالک سے بزرگی کی حفاظت کرنے والے لوگوں کا بیٹا ہوں جبکہ بزدل لوگ گھبرا کر چلانے لگتے ہیں۔“

الهیعة ایسی آواز کو کہتے ہیں جس میں جزع فزع ہو۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حنظلہ کی بیوہ کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسی وجہ سے فرشتوں نے انہیں غسل دیا۔“

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق ابن اسود اور ابوسفیان کے اشعار حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق شداد بن اسود نے یہ شعر کہا:

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ذکر کیا ہے کہ ”بے شک تمہارے ساتھی یعنی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔“ دیگر کتب میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”میں نے دیکھا کہ فرشتے زمین و آسمان کے درمیان بارش کے تازہ پانی سے چاندی کے تھالوں میں انہیں غسل دے رہے ہیں۔“ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جب ان کی زوجہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ”جب انہوں نے جہاد کا اعلان سنا تو جنابت کی حالت میں ہی گھر سے نکل پڑے۔“ ان کی زوجہ کا نام جمیلہ بنت ابی بن سلول ہے۔ یہ عبد اللہ بن ابی (منافق) کی بہن تھیں اور وہ رات حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شب زفاف تھی۔ اسی رات آپ کی زوجہ نے خواب دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ کھل گیا ہے اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس دروازے میں داخل ہو گئے ہیں، پھر آسمان کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

لَا حَيِّينَ صَاحِبِي وَ نَفْسِي بِطَعْنَةٍ مِّثْلِ شُعَاعِ الشَّمْسِ
 ”بے شک میں ضرور ایک سورج کی شعاع کی طرح چمکتے ہوئے نیزے کے ساتھ اپنی اور
 اپنے ساتھی کی حفاظت کروں گا۔“

اور ابوسفیان بن حرب نے اس روز اپنی ثابت قدمی اور حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ کے خلاف
 ابن شعوب کی معاونت کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

وَلَوْ شِئْتُ نَجَّيْتُ كُمَيْتَ طِبْرَةَ وَ لَمْ أَحْيِلِ النَّعْمَاءَ لِابْنِ شَعُوبٍ
 ”اگر میں چاہتا تو میرا تیز رفتار کیت گھوڑا مجھے بچالے جاتا اور مجھے ابن شعوب کا احسان نہ
 اٹھانا پڑتا۔“

وَمَا زَالَ مُهْرِي مَزَجَرَ الْكَلْبِ مِنْهُمْ لَدُنْ غُدْوَةٍ حَتَّى دَنَتْ لِيْغْرُوبٍ
 ”میرا یہ گھوڑا صبح سے غروب آفتاب تک ان سے (مسلمانوں سے) صرف اتنے فاصلے پر
 برابر چمار ہا جتنے فاصلے سے کتوں کو دھتکارا جاتا ہے۔“

اس سے وہ سمجھ گئیں کہ حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ کل شہید ہو جائیں گے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے
 خاندان کے چار آدمیوں کو بلا کر اس بات کا گواہ بنالیا کہ ان کے خاوند نے آج رات ان سے ہم بستری کی
 ہے تاکہ کل کوئی جھگڑا و فساد نہ ہو۔ جہاں تک میری معلومات ہیں یہ بات واقعی نے ذکر کی ہے۔ دیگر
 لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ کو دوسرے شہداء کے درمیان تلاش کیا گیا تو لوگوں
 نے دیکھا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، حالانکہ ان کے قریب کہیں بھی پانی نہ تھا۔ یہ
 رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تصدیق تھی۔ اس واقعہ سے بعض فقہاء یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ شہید جب
 جنبی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا، جبکہ دیگر فقہاء کہتے ہیں کہ اسے بھی عام شہداء کی طرح غسل نہیں دیا
 جائے گا کیونکہ موت کی وجہ سے وہ مکلف نہیں رہا اور اس سے غسل جنابت کا حکم ساقط ہو چکا ہے۔

ابوسفیان کے اشعار

ابوسفیان کا شعر ہے:

وَمَا زَالَ مُهْرِي مَزَجَرَ الْكَلْبِ مِنْهُمْ لَدُنْ غُدْوَةٍ حَتَّى دَنَتْ لِيْغْرُوبٍ
 اس شعر میں لفظ غُدْوَةٍ جر اور نصب دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ جر کے ساتھ اس کا اعراب تو
 واضح ہے کیونکہ لَدُنْ عِنْدَ کے قائم مقام ہے اور عِنْدَ کا مابعد ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔ البتہ نصب کے ساتھ
 اس کا اعراب شاذ ہے اور اس طرح کا اعراب اہل عرب میں صرف لفظ غُدْوَةٍ کے ساتھ خاص ہے جو

أَقَاتِلَهُمْ وَ ادَّعَى. يَالَ غَالِبٍ وَ ادْفَعُهُمْ عَنِّي بِرُكْنٍ صَلِيبٍ
”میں ان سے مسلسل لڑتا رہا اور بنی غالب کو پکارتا رہا اور ایک محکم قوت سے اپنی مدافعت کرتا رہا۔“

فَبِكُنِّي وَ لَا تَرَعَى مَقَالَةَ عَادِلٍ وَ لَا تَسَامِيْ مِنْ عِبْرَةٍ وَ نَحِيبٍ
”پس گریہ وزاری کر لو اور ملامت کرنے والے کی بات کا لحاظ نہ رکھو اور آنسو اور شدید آہ و بکا سے ہرگز نہ اکتانا۔“

أَبَاكَ وَ إِخْوَانًا لَهُ قَدْ تَنَابَعُوا وَ حَقَّ لَهُمْ مِنْ عِبْرَةٍ بِنَصِيبٍ
”ارے اپنے باپ اور اس کے بھائیوں پر خوب روؤ جو یکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے اور یہ لوگ تمہارے آنسو کے کچھ نہ کچھ حقدار تھے ہی۔“

وَ سَلَى الَّذِي قَدْ كَانَ فِي النَّفْسِ أَنَّنِي قَتَلْتُ مِنَ النَّجَارِ كُلِّ نَحِيبٍ
”اور اس آدمی کو تسلی دو جس کے دل میں یہ بات ہے کہ میں نے بنی نجار کے ہر شریف آدمی کو قتل کر ڈالا ہے۔“

وَ مِنْ هَاشِمٍ قَرَمًا كَرِيمًا وَ مُصْعَبًا وَ كَانَ لَدَى الْهَيْجَاءِ غَيْرُ هَيُوبٍ
”اور بنی ہاشم کے ایک باعزت سردار (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا گیا جو نہایت تشدد تھا اور میدان جنگ میں بے خوف ہو کر لڑنے والا تھا۔“

کہ خلاف قیاس ہے۔ سیبویہ اس اعراب کو کثرت سے ذکر کرتے ہیں اور اس پر قیاس کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لَدُنْ میں دو لغتیں ہیں۔ لَدُنْ اور لَدُ یعنی کبھی یہ منون ہوتا ہے اور کبھی غیر منون۔ جب یہ منون ہو تو اہل عرب اسے اسم فاعل کے مشابہہ کرتے ہوئے اس کے بعد غَدْوَةٌ کو مفعول کے مشابہہ ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ غَدْوَةٌ نکرہ ہونے کی صورت میں منون ہے اور معرفہ ہونے کی صورت میں ضرورۃً منون ہے تو اس کی نصب معروف نہ ہوتی کیونکہ یہ ایسا اسم ہے جو علمیت اور تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہے، اس لئے اس کی جر اور نصب دونوں برابر ہیں۔ پس جب یہ ضرورت کی بناء پر منون ہو جیسا کہ ابوسفیان کے شعر میں ہے یا اس طرح مذکور ہو غَدْوَةٌ مِنَ الْغَدَوَاتِ تو اس وقت واضح ہوگا کہ اہل عرب نے اس میں نصب اور مفعول کے ساتھ تشبیہ کا قصد کیا ہے۔ اس بیان کی ایک اور صورت بھی ہے، وہ یہ ہے کہ اہل عرب نے اسے رفع دیا ہے اور کہا ہے لَدُنْ غَدْوَةٌ اور رفع کے ساتھ ساتھ اسے غیر منصرف بھی رکھا ہے جس طرح اسم فاعل کے

وَلَوْ أَنِّي لَمْ أَشْفِ نَفْسِي مِنْهُمْ لَكَانَتْ شَجَا فِي الْقَلْبِ ذَاتَ نُدُوبٍ
 ”اور اگر میں انہیں قتل کر کے اپنے دل کو تسکین نہ دیتا تو میرے دل میں ایسے زخم ہو جاتے
 جن کے نشانات مٹنے والے نہ تھے۔“

فَاكْبُوا وَ قَدْ اَوْدَى الْجَلَابِيبُ مِنْهُمْ بِهِمْ خَدَبٌ مِّنْ مُّغْطَبٍ وَ كَثِيبٌ
 ”پس وہ (مسلمان) ایسی حالت میں واپس لوٹے کہ ان کے بڑے بڑے سخت جان لوگ
 ہلاک ہو چکے تھے، بعض کے جسموں سے خون بہہ رہا تھا اور بعض غم و اندوہ کی تصویر بنے ہوئے
 تھے۔“

اَصَابَهُمْ مِّنْ لَّمْ يَكُنْ لِّدِمَائِهِمْ كِفَاءٌ وَ لَا فِي خُطَاةٍ بِضَرِيبٍ
 ”مسلمانوں کو اس شخص (یعنی ابوسفیان) نے مصیبت میں مبتلا کر دیا جو ان سب کے خونوں
 کے برابر بھی نہیں ہو سکتا تھا اور نہ اس کے کردار میں اس کا کوئی ہم مثل تھا۔“

ابوسفیان کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
 حضرت ابن ہشام کے بیان کے مطابق ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی
 اللہ عنہ نے دیا۔ آپ نے فرمایا:

ذَكَرْتَ الْقُرُومَ الصَّمِدَ مِنْ آلِ هَاشِمٍ وَ لَسْتُ لِزُودٍ قُلَّتَهُ بِمُصِيبٍ
 ”تو نے آل ہاشم کے سردار شکاریوں کا ذکر کیا ہے۔ تو نے یہ جھوٹ نہیں بولا (سچ بولا) لیکن

بعد آنے والے اسم کو رفع دیا جاتا ہے جب وہ فاعل بن رہا ہو اور نصب دی جاتی ہے جب وہ مفعول
 واقع ہو رہا ہو بشرطیکہ اسم فاعل منون ہو۔ یہی حالت لَدُنَّ کے بعد غُدْوَةٍ کی ہے، اس کی یہ حالت اس
 وقت ہوگی جب لَدُنَّ منون ہو اور اگر آپ لَدُنَّ غُدْوَةٍ کہیں تو صرف جر جائز ہوگی اگر آپ غُدْوَةٍ کو
 تنوین دیں اور اگر معرفہ ہونے کی وجہ سے اس کو غیر منصرف رکھیں تو اس صورت میں فتحہ اس کی جر کی
 علامت ہوگی اور غُدْوَةٍ علم صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب آپ اس سے کسی معین دن کا وقت مراد
 لیں اور لفظ بُكْرَةٍ بھی علمیت میں غُدْوَةٍ کی مثل ہے لیکن لَدُنَّ کے ساتھ صورت حال میں اس کی مثل
 نہیں۔ اور ضَحْوَةٍ اور عَشِيَّةٌ دونوں منصرف ہیں اگر آپ ان سے کسی معین دن کا وقت مراد لیں۔ ہم
 نے نتائج الفکر میں اس باب کے اسرار و رموز مکمل طور پر کھول کر بیان کر دیے ہیں اور وہاں ہم نے ایسے
 بدائع اور عجائب کی وضاحت کی ہے جنہیں کسی نے بھی بیان نہیں کیا سوائے سیبویہ کے کہ ان کے کلام
 کے ضمن میں اور ان کے مقرر کردہ قواعد سے یہ چیزیں عیاں ہوتی ہیں۔

تیری بات ٹھیک نہیں ہو سکتی۔“

اَتَعَجَبُ اَنْ اَقْصَدْتَ حَمْرَةً مِنْهُمْ نَجِيًّا وَ قَدْ سَمِيَتْهُ بِنَجِيبٍ
”کیا تو اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ تو نے آلِ ہاشم میں سے حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے نجیب کو قتل
کیا ہے حالانکہ تو نے خود انہیں نجیب کا نام دیا ہے۔“

اَلَمْ يَقْتُلُوا عَمْرًا وَ عُتْبَةَ وَابْنَهُ وَ شَيْبَةَ وَ الْحَجَّاجَ وَ ابْنَ حَبِيبٍ
”کیا مسلمانوں نے عمرو، عتبہ، اس کے بیٹے شیبہ، حجاج اور ابن حبیب کو موت کے گھاٹ
نہیں اتارا تھا؟“

غَدَاةَ دَعَا الْعَاصِي عُلْيَا فَرَاغَهُ بِضَرْبَةٍ عَضِبَ بَلَّهُ بِخَضِيبٍ
”اس صبح کو جب عاصی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت دی تھی تو حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے اسے ایسی تلوار کی ضرب کے ساتھ مبہوت کر دیا تھا جسے اس نے رنگین خون کے
ساتھ تر کر دیا تھا۔“

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابن شعوب نے ابوسفیان کا جو دفاع کیا تھا اس کے متعلق اس
پر کیے گئے اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

وَلَوْ لَا دَفَاعِي يَا ابْنَ حَرْبٍ وَ مَشْهَدِي لَأَلْفَيْتَ يَوْمَ النَّعْفِ غَيْرَ مُجِيبٍ
”اے ابن حرب! اگر میرا دفاع اور میری موجودگی نہ ہوتی تو جبلِ احد کے موقع پر تو ایسی
حالت میں پایا جاتا کہ تیری آواز سننے والا بھی کوئی نہ ہوتا۔“

وَلَوْ لَا مَكْرِي النَّهْرَ بِالنَّعْفِ قَرَقَرَتْ ضِبَاعٌ عَلَيْهِ أَوْ ضِرَاءُ كَلِيبٍ
”اور اگر جبلِ احد کے پاس میرا اپنے گھوڑے کے ساتھ حملہ نہ ہوتا تو اس (ابوسفیان) پر بجو

ان اشعار میں ابوسفیان کا قول ہے بِهَمْ حَذَبٌ۔ حَذَب کا معنی کشادگی ہے۔ جب پیٹ پر حملہ
کیا جائے تو اس میں بہت بڑا کشادہ زخم ہو جاتا ہے۔ حَذَب سے ابوسفیان کی یہی مراد ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

إِذَا عَضَلُ سِيَقَتْ إِلَيْنَا كَأَنهَا جَدَايَةُ شُرُكٍ مُّغْلَبَاتٍ الْحَوَاجِبِ
شُرُكِ شَرَكَاتٍ کی جمع ہے اور جَدَايَةُ سے مراد زین کے نیچے کی گدی ہے، اس میں معروف
لغت جَدِيَّةُ الشَّرْجِ ہے نہ کہ جَدَايَةُ الشَّرْجِ۔ اس سے بھی قریب تر معنی یہ ہے کہ جَدَايَةُ سے
مراد ہرن کا بچہ ہے اور الشُّرُك سے مراد اسے شکار کرنے کے لئے لگائے جانے والے پھندے اور

اور شکاری باؤ لے کتے ٹوٹے پڑتے اور اسے کھا جاتے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کا یہ قول عَلَیْہِ اَوْ ضِرَاءُ غَیْرِ ابْنِ اسْحٰق سے مروی ہے۔

ابوسفیان کے جواب میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابوسفیان کا جواب دیتے ہوئے حضرت حارث بن ہشام

رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

جَزَّيْتَهُمْ يَوْمًا بَيِّدًا كَيْثْلَهُ عَلَى سَابِحِ ذِي مِيعَةٍ وَ شَبِيبِ
”ایک سبک رفتار، خوش و خرم اور جوان گھوڑے پر سوار ہو کر میں نے کفار کو ایک ایسی جنگ کا

بدلہ چکایا جیسی

لَدَى صَحْنٍ بَدْرٍ أَوْ أَقْمَتُ فَوَائِحًا عَلَيْكَ وَ لَمْ تَحْفِلْ مُصَابَ حَبِيبِ
میدانِ بدر میں ہوئی یا (یوں سمجھ لو کہ) میں نے تجھ پر نوحہ کرنے والیوں کو مقرر کر دیا حالانکہ وہ کسی دوست کی مصیبت پر بھی جمع ہونے والی نہ تھیں۔“

وَ إِنَّكَ لَوْ عَايَنْتَ مَا كَانَ مِنْهُمْ لَأَبْتَ بِقَلْبٍ مَا بَقِيتَ نَحِيبِ
”اور اگر تو اپنی آنکھوں سے وہ حالت دیکھتا جو مسلمانوں نے برپا کی تھی تو تو ایسے دل کے ساتھ واپس آتا جو مرتے دم تک خوفزدہ اور بزدل رہتا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حارث بن ہشام نے ابوسفیان کے جواب میں یہ اشعار اس لئے کہے تھے کہ انہیں گمان ہوا تھا کہ ابوسفیان نے اپنے درج ذیل شعر کے ساتھ بدر کے روزان کے فرار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے:

جال ہیں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا دَامِيَاتُ الْخَوَاجِبِ۔ یہ اس کے معنی میں صحیح ترین قول ہے۔ حضرت ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ لفظ جَدَايَہ واحد، جمع، مذکر اور مؤنث ہرن کی سب اولاد کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور یہ بات بعید از حقیقت ہے کہ جَدَايَہ جَدِيَّة کی جمع ہو جس کا معنی زین اور پالان کے نیچے رکھی جانے والی گدی ہے اگرچہ جمع میں فِعَالٌ اور فِعَالَةٌ کہا جاتا ہے جیسے جِمَالٌ اور جِمَالَةٌ لیکن یہاں یہ بات معنی کے لحاظ سے بعید از حقیقت ہے۔ واللہ اعلم

لفظ شَرَك شین کے کسرہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس شعر کا جو قریب ترین معنی بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جَدَايَہ سے جنگلی جانور مراد لیے جو کہ ہرن اور اس طرح کے دوسرے جانوروں کے بچے ہیں۔ حضرت ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ لفظ جَدَايَہ واحد، جمع، مذکر اور

وَمَا ذَالَ مُهْرِي مَزَجَرَ الْكَلْبِ مِنْهُمْ

ہزیمت کے اسباب کے متعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی فتح و نصرت نازل فرمائی اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ مسلمانوں نے کفار کو تلواروں سے مار مار کر بھگانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے لشکر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور انہیں ایسی ہزیمت اٹھانا پڑی جو شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ عباد سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت زبیر سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: قسم بخدا! میں دیکھ رہا تھا کہ ہند بنت عتبہ اور اس کے ساتھ دیگر عورتیں پنڈلیاں ننگی کیے ہوئے بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔ اس شکست کو دیکھ کر تیرا فکن دستہ جلد بازی کرتے ہوئے لشکر کی طرف چلا آیا اور ہماری پشتیں دشمن کے گھڑسواروں کے لئے خالی کر دیں۔ دشمن کے گھڑسوار دستہ نے ہماری پشت کی طرف سے ہم پر ہلہ بول دیا۔ اسی وقت کسی نے با آواز بلند کہا خبردار! محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی کفار ہم پر ٹوٹ پڑے اور مسلمان منتشر ہو گئے حتیٰ کہ کوئی مسلمان حضور (ﷺ) کے قریب نہ رہا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضور (ﷺ) کی شہادت کی جھوٹی خبر کے ساتھ با آواز بلند پکارنے والا شخص ازب العقبہ یعنی شیطان تھا۔

مؤنث سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس بنا پر لفظ الشریک ان پھندوں کے معنی میں ہوگا جو ہرن کے بچوں کو شکار کرنے کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شرک ایک جگہ کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔ اور عَضَلُ بنی خزیمہ کے ایک ذیلی قبیلے کا نام ہے جو غدار تھے۔ بنی عضل اور قارہ کی غداری کا ذکر آگے آئے گا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: مُعَلَّمَاتِ الْحَوَاجِبِ یعنی ان کے بھنوؤں پر خون کے نشانات لگے ہوئے تھے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد بھنوؤں کی سیاہی ہو جو ہرنوں کی آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔ جس طرح سیبویہ نے اشی کا یہ شعر پڑھا ہے:

كَانَتْ لَهَقُ السَّرَاةِ كَانَتْ مَا حَاجِبِيهِ مُعَيَّنٌ بِسَوَادٍ
”اور گویا وہ پہاڑ کی چوٹی کی سفیدی ہے اور گویا جو حصہ اس کے بھنوؤں کے درمیان ہے وہ سیاہی

صواب کی شجاعت اور اس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ مشرکین کا جھنڈا گرا پڑا تھا کہ اتنے
میں ایک عورت عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے اسے اٹھا لیا پھر اس کے ہاتھ سے قریش نے لے لیا
یہاں تک کہ وہ جھنڈا بنی طلحہ کے حبشی غلام صواب کے پاس پہنچ گیا۔ یہ ان کا آخری علمبردار تھا،
اس نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا، وہ جھنڈے کو تھام کر لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ
کٹ گئے پھر وہ نیچے بیٹھ گیا اور جھنڈے کو اپنے سینے اور گردن کے ذریعے دبوج لیا تا کہ گرنے نہ
پائے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا گیا۔ آخری وقت میں اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ”اے اللہ!
کیا میں نے اپنی قوم کی لاج رکھ لی ہے؟“ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
نے یہ اشعار کہے:

فَخَرَّتُمْ بِاللَّوَاءِ وَ شَرُّ فَخْرٍ لِّوَاءٍ حِينِ رُدِّ إِلَى صَوَابٍ
”تم نے اپنے جھنڈے پر فخر کیا ہے حالانکہ اس جھنڈے پر فخر بدتر ہے جب اسے صواب
غلام کے پاس لوٹا دیا گیا ہے۔“

جَعَلْتُمْ فَخْرَكُمْ فِيهِ لِعَبْدٍ وَالْآثَمُ مَنْ يَطَأُ عَفْرَ الثَّرَابِ
”جھنڈے کے بارے میں تم نے یہ فخر ایک غلام کے بل بوتے پر کیا ہے حالانکہ اس کی ماں
ایسی عورت ہے جسے ایک بھورے رنگ والا شخص روند کرتا ہے۔“

ظَنَنْتُمْ وَ السَّفِيَهُ لَهُ ظُنُونٌ وَ مَا إِنْ ذَاكَ مِنْ أَمْرِ الصَّوَابِ
”تم نے گمان کر لیا اور احمق کا گزارا گمانوں پر ہی ہوتا ہے حالانکہ یہ گمان کوئی درست کام
سے نہیں ہوتا:

کے ساتھ معین ہے۔

غزوہ احد میں چلانے والا

حضرت ابن اسحاق نے احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے قتل کی جھوٹی خبر کے ساتھ چلانے
والے کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن ہشام کا قول ہے کہ چلانے والا شخص اِذْبُ الْعَقْبَةِ تھا۔ اس مقام پر
اذب کا لفظ اسی طرح ہمزہ کے کسرہ اور زاء کے سکون کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ہم نے بیعت عقبہ کے
ضمن میں ام کرز بنت اکرب بن عمرو بن بکیل کے بارے میں ابن ماکولا کا قول ذکر کیا ہے کہ وہ کہتے
ہیں: لغت عرب میں اِذْب صرف اس نام میں اور اِذْب الْعَقْبَةِ میں وارد ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے

بَانَ جِلَادُنَا يَوْمَ التَّقِيْنَا بِمَكَّةَ بَيْعُكُمْ حُرَّ الْعِيَابِ
کہ جس روز ہمارا اور تمہارا (غزوہ احد میں) مقابلہ ہوا تو (تمہارا یہ گمان تھا کہ) تم ہماری
کھالیں مکہ میں سرخ تھیلے بنا کر بیچ رہے ہو۔

أَقْرَّ الْعَيْنَ أَنْ عُصِبَتْ يَدَاهُ وَ مَا إِنْ تُعْصَبَانِ عَلَى خِضَابِ
”اس کے ہاتھ سرخ دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور اس کے ہاتھ رنگ کی سرخی کے
باعث سرخ نہ تھے (بلکہ خون کے باعث سرخ تھے)۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کا آخری شعر ابو خراش ہذلی سے مروی ہے اور یہ شعر مجھے
خلف الاحمر نے سنایا:

أَقْرَّ الْعَيْنَ أَنْ عُصِبَتْ يَدَاهَا وَ مَا إِنْ تُعْصَبَانِ عَلَى خِضَابِ
یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے جس میں وہ اپنی بیوی مراد لیتا ہے اور اس کا تعلق
غزوہ احد کے علاوہ کسی اور واقعہ کے ساتھ ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ اشعار معقل بن خویلد ہذلی
کے ہیں۔

عمرہ حارثیہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عمرہ بنت علقمہ حارثیہ کے واقعہ اور اس کے جھنڈا اٹھانے کے
بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

إِذَا عَضَلُ سِيقَتِ إِلَيْنَا كَأَنَّهَا جَدَايَةُ شُرُكٍ مُّغْلَمَاتِ الْحَوَاجِبِ
”جب بنی عضل ہماری طرف مقام شرک کے ہر نیوں کے بچوں کی طرح بڑھ کر آئے جن
کے ابروؤں پر نشان لگے ہوں

أَقْنَا لَهُمْ طَعْنًا مُّبِيرًا مُنْكَلًا وَ حَزْنَاهُمْ بِالضُّرْبِ مِنْ كُلِّ جَانِبِ

ابن زبیر کا واقعہ بھی بیان کیا ہے جسے قتیبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے
کجاوے کے عرق گیر پر ایک آدمی کو دیکھا جس کا قد صرف دو بالشت تھا۔ آپ نے اسے نیچے گرا دیا
لیکن وہ پھر وہیں لوٹ آیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے پوچھا تو کیا ہے؟ اس نے کہا میں اُزب (پست قد)
ہوں۔ آپ نے پوچھا اُزب کون ہے؟ اس نے کہا ایک جن۔ الخ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ لفظ
اُزب ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حضرت یعقوب کا قول ہے: الْأُزْبُ الرَّجُلُ الْقَصِيرُ یعنی اُزب
پست قد آدمی کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آیا اُزب اور اُزب ایک ہی شیطان ہے یا دو۔

تو ہم نے ان کے لئے نہایت تباہ کن اور عبرتناک نیزہ بازی قائم کر دی اور اور ہر طرف سے ان پر شمشیر زنی کر کے ان کی لاشوں کا انبار لگا دیا۔“

فَلَوْ لَا لَوَاءُ الْحَارِثِيَّةِ أَصْبَحُوا يَبَاعُونَ فِي الْأَسْوَاقِ بَيْعَ الْجَلَانِبِ
”اگر عمرہ حارثیہ کا جھنڈا نہ ہوتا تو انہیں بازاروں میں سامان تجارت کی طرح فروخت کر دیا جاتا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے چند دیگر اشعار کا حصہ ہیں۔

احد کے روز حضور ﷺ کو لگنے والے زخم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مسلمانوں کا لشکر منتشر ہو گیا اور دشمن ان کی صفوں میں گھس آیا۔ وہ دن مسلمانوں کے لئے بڑی آزمائش اور امتحان کا دن تھا۔ اس روز بہت سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے شرف شہادت سے نوازا یہاں تک کہ دشمن نے رسول اللہ ﷺ پر ہلہ بول دیا۔ آپ کے چہرہ اقدس پر ایک پتھر کی چوٹ لگی جس سے آپ کے سامنے والے دواؤ پر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور نیچے والا ہونٹ مبارک بھی زخمی ہو گیا۔ جس بد بخت نے آپ ﷺ کو پتھر مارا تھا وہ عتبہ بن ابی وقاص تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حمید الطویل نے بیان کیا انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: احد کے روز نبی کریم ﷺ کے سامنے والے دواؤ پر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک ٹوٹ گئے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا، چہرہ اقدس پر خون بہنے لگا۔ حضور ﷺ یہ فرماتے ہوئے خون صاف کرنے لگے: ”وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا حالانکہ وہ انہیں ان کے رب کی طرف بلاتا ہے۔“ اس بارے میں اللہ تعالیٰ عز و جل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَلَا تَهُمُ ظَالِمُونَ ﴿٢٨﴾ (آل عمران) ”نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو عذاب دے

کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ جہاں سے شیطان نے آواز لگائی تھی وہ جبل عینین ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا آپ عینین کے روز (غزوہ احد کے روز) بھاگے تھے؟ عینین حمرہ کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اسی شہر کا ایک شاعر خلید عینین کے نام سے مشہور ہے۔

انہیں، پس بے شک وہ ظالم ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ریح بن عبد الرحمن بن ابی سعید خدری نے ذکر کیا، انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا جس سے آپ کا سامنے والا دائیں طرف سے نیچے کا دانت مبارک ٹوٹ گیا اور نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا اور عبد اللہ بن شہاب زہری نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کو زخمی کیا اور ابن قمرہ نے آپ کے رخسار گلگوں کو زخمی کیا، خود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں۔ حضور ﷺ ایک گڑھے میں بھی گرے۔ یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے ایک تھا جو ابو عامر فاسق نے کھود رکھے تھے تاکہ مسلمان بے خبری سے ان میں

نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں کا حال

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں میں ابن قمرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کا نام عبد اللہ ہے۔ یہ وہی بد بخت ہے جس نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کو زخمی کیا۔ ان بد بختوں میں سے ایک عتبہ بن ابی وقاص ہے جو حضرت سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کا بھائی ہے، اسی نے رسول اللہ ﷺ کے چار دانت مبارک شہید کئے تھے۔ اس کے بعد اس کی نسل سے جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اور سن بلوغ کو پہنچتا ہے تو اس کے سامنے والے چار دانت ناپید ہوتے ہیں اور اس کے منہ سے سخت بد بو آتی ہے۔ یہ بات اس کی نسل میں مشہور و معروف ہے۔

جن لوگوں نے احد کے روز حضور ﷺ کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا ان میں سے ایک عبد اللہ بن شہاب ہے۔ یہ امام مالک کے شیخ محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب کا دادا ہے۔ ابن شہاب سے پوچھا گیا کیا تمہارا دادا عبد اللہ بن شہاب غزوہ بدر میں شریک ہوا؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن کفار کی طرف سے۔ یہ عبد اللہ بن شہاب عبد اللہ الاصغر ہے اور جو عبد اللہ بن شہاب عبد اللہ الاکبر کہلاتے ہیں وہ ان مہاجرین حبشہ میں سے ہیں جو ہجرت مدینہ سے قبل ہی مکہ مکرمہ میں وفات پا گئے تھے۔ ان دونوں میں اختلاف ہے کہ سرزمین حبشہ کی طرف کس نے ہجرت کی؟ ایک قول یہ ہے کہ عبد اللہ الاکبر نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ عبد اللہ الاصغر نے کی۔ ان دونوں میں سے ایک امام زہری کا دادا ہے اور دوسرا نانا۔ جو عبد اللہ بن شہاب غزوہ احد میں کفار کے ساتھ شریک ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی مدد کی اور وہ بعد میں مشرف باسلام ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اسلام کو اس کے لئے نفع بخش بنائے۔

گر جائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے نیچے اتر کر سہارا دیا۔ اس طرح حضور ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس سے خون چوس کر نگل لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے خون کو میرا خون چھوئے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عبدالعزیز بن محمد دروردی نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔“

حضرت عبدالعزیز دروردی نے ذکر کیا، انہوں نے حضرت اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عیسیٰ بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس سے خود کا ایک حلقہ اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا لیکن اس کوشش میں ان کے اپنے سامنے والے دو دانت گر گئے، پھر دوسرا حلقہ بھی اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا تو آپ کے سامنے والے دو اور دانت بھی اکھڑ گئے۔ اس طرح آپ کے چار دانت نکل

رات کے اجزاء کے نام

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق بنی خدرہ سے ہے۔ لغت عرب میں خدرہ رات کے پانچ اجزاء میں سے ایک جزء کا نام ہے۔ سب سے پہلے جزء کا نام ہزلیع، دوسرے کا خدرہ، تیسرے کا یعفرور، چوتھے کا جہمہ اور پانچویں جزء کا نام سدرہ ہے۔ یہ نام کتاب کراع سے نقل کیے گئے ہیں۔

حضور ﷺ کا خون مبارک اور بول مبارک

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک دفعہ ایسا ہی کیا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے کچھنوں سے نکلے والا خون دیا تھا تا کہ اسے دفن کر دیں لیکن آپ اس خون کو پی گئے۔ اس وقت آپ ایک طاقتور نوخیز لڑکے تھے، آپ کو بھی حضور ﷺ نے وہی خوشخبری سنائی جو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو اپنے زخم کا خون پینے پر سنائی تھی کہ ”جس کا خون میرے خون کو

گئے اور آپ ساقط الشنیتین ہو گئے۔

عتبہ اور جو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی، کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ابی وقاص کو فرمایا:

إِذَا اللَّهُ جَاذَى مَعْشَرًا بِفِعَالِهِمْ وَ ضَرَّهُمُ الرُّحْنُ رَبُّ الْمَشَارِقِ
”جب اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا اور سارے مشرقوں کے رب رحمن نے انہیں عذاب دیا:

فَاعْزَاكَ رَبِّي يَا عَتِيبَ بْنَ مَالِكٍ وَ لَقَّكَ قَبْلَ الْمَوْتِ إِحْدَى الصَّوَاعِقِ
تو اے عتیب بن مالک! تجھے بھی میرے رب نے ذلیل و رسوا کر دیا اور موت سے پہلے تجھے ایک کڑک نے آلیا۔“

بَسَطْتَ يَمِينًا لِلنَّبِيِّ تَعْتِدًا فَادَمَمْتَ فَاهُ قُطِعَتْ بِالْبَوَارِقِ
”تو نے جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان کے چہرہ اقدس کو خون آلود کر دیا، تیرا ہاتھ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔“

فَهَلَّا ذَكَرْتَ اللَّهَ وَالْمَنْزِلَ الَّذِي تَصِيرُ إِلَيْهِ عِنْدَ إِحْدَى الْبَوَائِقِ
”کیا تجھے اللہ تعالیٰ اور اس مقام کی یاد نہ آئی جس کی طرف تو ایک بڑی مصیبت (موت) کے وقت لوٹ کر جانے والا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا ہم نے ان میں سے دو شعر چھوڑ دیے ہیں جن میں آپ نے اسے برا بھلا کہا۔

چھو لے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ بھی فرمایا: ”لوگوں کی طرف سے تیرے لئے ہلاکت ہے اور تیری طرف سے لوگوں کے لئے ہلاکت ہے۔“ اسے دارقطنی نے سنن میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں یہ فقہی مسئلہ ہے کہ حرمت میں رسول اللہ ﷺ کا خون مبارک دیگر لوگوں کے خون سے جدا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی چار پائی کے نیچے پڑے ہوئے لکڑی کے برتن میں آپ ﷺ کا بول مبارک دیکھا تو اسے پی لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند نہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

حضرت ابن سکین اور غزوہ احد میں ان کی آزمائش

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب دشمنوں نے اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر دیا اور آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”کون مرد ہے جو ہمارے لئے اپنی جان کا سودا کرے؟“ یہ سن کر حضرت زیاد بن سکین پانچ انصاری نو جوانوں کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ حضرت عمار بن یزید بن سکین تھے۔ وہ سب ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لڑتے گئے اور شہید ہوتے گئے یہاں تک کہ آخر میں حضرت زیاد یا عمار رہ گئے۔ وہ دشمن سے لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو گئے، پھر مسلمانوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گیا اور دشمن کے زرعے کو توڑ کر اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ جب دشمن بھاگ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”زیاد کو میرے قریب لاؤ“۔ صحابہ کرام انہیں اپنے آقا کے قریب لائے تو انہوں نے حضور ﷺ کے قدموں پر اپنے رخسار رکھ دیے اور اسی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

غزوہ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ نے بھی غزوہ احد میں دشمن سے جنگ کی۔ چنانچہ حضرت سعید بن ابی زید انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ام سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: میں حضرت ام عمارہ کے پاس گئی اور انہیں کہا خالہ جان! مجھے غزوہ احد میں اپنی جنگ کا واقعہ سنائیے۔ انہوں نے فرمایا: میں صبح کے وقت یہ دیکھنے کے لئے نکلی کہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میرے پاس ایک پانی کی بھری ہوئی مشک تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچی، اس وقت مسلمانوں کا غلبہ تھا اور جنگ کی ہوا کا رخ مسلمانوں کے حق میں تھا، پھر جب لشکر اسلام میں افراتفری پھیل گئی اور لوگ ادھر ادھر منتشر ہو

اس کی وجہ وہی ہے جو ہم نے اس حدیث میں بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ پر دو فرشتے نازل ہوئے، انہوں نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو چاک کر کے قلب اطہر کو ایک سونے کے طشت میں رکھا اور اسے برف کے پانی سے دھویا۔ اس طرح آپ ﷺ مطہرین میں شامل ہو گئے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک تمام آلائشوں سے پاک ہو گیا۔ ہم نے وہاں یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ صرف حقیقی نجاستوں سے ہی پاک نہیں بلکہ احداث (حکمی نجاستوں) سے بھی پاک اور منزہ ہیں۔ الحمد للہ۔

گئے تو میں رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچی اور شمشیر بکف دشمنانِ اسلام سے برسرِ پیکار ہو گئی۔ میں نے اپنی کمان سے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی، یہاں تک کہ زخموں نے مجھے نڈھال کر دیا۔ حضرت ام سعد فرماتی ہیں میں نے ام عمارہ کے شانے پر زخم کا نشان دیکھا جس کا گڑھا ابھی تک باقی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ زخم تمہیں کس نے لگایا؟ انہوں نے فرمایا: ابنِ قمرہ نے، اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کرے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے مسلمان منتشر ہو گئے تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے۔ اسے آگے بڑھتا دیکھ کر میں، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما اور چند دیگر مسلمانوں نے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم تھے، آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا، اس نے مجھ پر تلوار کا وار کیا جس سے مجھے یہ گہرا زخم آیا۔ اس کے مقابلے میں میں نے اس بد بخت پر پے در پے کئی وار کیے مگر اس دشمن خدا نے دوزر ہیں پہن رکھی تھیں اس لئے میرے وار موثر ثابت نہ ہوئے۔

حضرت ابودجانہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما

حضور ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے اور آنے والے سارے تیر آپ کی پشت میں پیوست ہوتے رہے یہاں تک کہ ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی لیکن آپ سر مو بھی آگے پیچھے نہ سرکے۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے حملوں سے بچانے کے لئے تیروں کی بارش کر دی۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے تیر پکڑاتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے اسے پھینکو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ مجھے ایسا تیز بھی دیتے جس میں پھل بھی نہ ہوتا اور فرماتے اسے بھی پھینک دو۔

لیکن ابو عمر نمری نے کتاب الاستیعاب میں جو یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ایک صحابی نے جن کا نام سالم تھا، رسول اللہ ﷺ کو پچھنے لگائے پھر آپ کا خون پی لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہر خون حرام ہے؟“ اس حدیث کی کوئی سند نہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن زبیر کی وہ حدیث جس کا ذکر پہلے ہوا ہے اس کی مثل حضرت زبیر بن ابی بکر نے ایسی حدیث روایت کی ہے جس سے اس پہلی حدیث کی تائید ہوتی ہے اور اس کے مفہوم کی تکمیل ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنی ایک سند

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش اور ان کی آنکھ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ اس روز رسول اللہ ﷺ خود بھی اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ کمان کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اسے حضور ﷺ سے مانگ لیا اور اپنے پاس بطور تبرک حفاظت سے رکھ لیا۔ اس روز حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر ایسی چوٹ لگی جس سے آنکھ نکل کر رخسار پر لٹکنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست اقدس سے آنکھ کو پکڑ کر دوبارہ حلقہ میں رکھ دیا۔ اسی وقت آنکھ درست ہو گئی اور دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور تیز نظر والی ہو گئی۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت قاسم بن عبد الرحمن بن رافع جو بنی عدی بن نجار کے ایک فرد ہیں، کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا گزر ایسی جگہ سے ہوا جہاں چند مہاجرین و انصار جن میں حضرت عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، مایوسی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے پوچھا اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں، اب ہم کیا کریں۔ آپ نے انہیں کہا: حضور ﷺ کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے؟ اٹھو اور اس مقصد کے لئے جان دے دو جس مقصد کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جان دی۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور دشمن سے مصروف پیکار ہو گئے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر لیا۔ انہی کے نام پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام رکھا گیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حمید الطویل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا ہم نے اس روز حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستر ضربیں دیکھیں، ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کے ایک پورے سے ان کو بمشکل پہچانا۔

حدیث میں فرمایا جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ بچہ ایسا ایسا ہوگا۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر آپ کی والدہ حضرت اسماء نے آپ کو دودھ پلانا چھوڑ دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کی پرورش کرو خواہ اپنی آنکھوں کے

حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کو لگنے والے زخم

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے منہ پر زخم آیا جس سے آپ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے، آپ کو بیس سے زیادہ زخم لگے اور نائنگ زخمی ہونے کی وجہ سے آپ لنگڑے ہو گئے۔

ہزیمت کے بعد حضور ﷺ کو سب سے پہلے پہچاننے والا شخص

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مسلمانوں کی ہزیمت اور رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیلنے کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ جیسا کہ مجھے حضرت ابن شہاب زہری نے بتایا۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی آنکھوں سے آپ کو پہچانا جو خود کے نیچے چمک رہی تھیں، میں نے بلند آواز سے اعلان کیا ”اے گروہِ مسلمین! مبارک باد!! یہ ہیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ“۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا تو آپ کی طرف اڑتے چلے آئے۔ آپ ﷺ انہیں ساتھ لے کر ایک گھاٹی میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور ﷺ کے ہمراہ یہ حضرات تھے: ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، حارث بن الصمہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت۔ رضی اللہ عنہم۔

پانی ہے۔ اس بچے کی مثال ایسے ہے جیسے بھیڑیوں کے درمیان مینڈھا ہو اور ان بھیڑیوں پر کپڑے ہوں۔ یہ بچہ بیت اللہ شریف کا دفاع کرے گا یا اس کی حفاظت کرتے کرتے قتل کر دیا جائے گا۔

حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی میں تشریف فرما ہوئے تو اچانک ابی بن خلف ادھر آدھمکا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے۔ مسلمان مجاہدین نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ایک مجاہد آگے بڑھ کر اسے سبق نہ سکھا دے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے آگے آنے دو“۔ جب وہ قریب ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھوٹا نیزہ پکڑا اور بڑے جوش سے جھرجھری لی۔ ہم سب آپ کے پاس سے اس طرح دور ہٹ گئے جیسے اونٹ

حضور ﷺ کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ابی کے قتل کا ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ میں مذکور ہے: تَطَايَرْنَا عَنْهُ تَطَايَرَ الشَّعْرَاءِ عَنْ ظَهْرِ الْبَعِيرِ (ہم سب آپ کے پاس سے اس طرح دور ہٹ گئے جیسے اونٹ کی پشت سے مکھیاں اڑ جاتی ہیں)۔ شعراء ایک چھوٹی سی ڈنگ والی مکھی کو کہتے ہیں۔ اہل عرب اپنی امثال میں کہتے ہیں: بھیڑیے سے پوچھا گیا تو اس غنیمت کے بارے میں کیا کہتا ہے جو ایک لونڈی کی حفاظت میں ہو؟ اس نے کہا وہ میرے حلق میں ایک جربلی کا ٹکڑا ہے، پھر اس سے پوچھا گیا تو اس غنیمت کے بارے میں کیا کہتا ہے جو ایک غلام کی حفاظت میں ہو؟ اس نے کہا شعراءُ فِيْ اِبْطِيْ اَنْحَشَى خُطْوَاتِهِ یعنی وہ میری بغل میں ایک مکھی کی مانند ہے جس کے ڈنگوں کا مجھے خوف ہے۔ خطوات نرم لکڑی کے تیروں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ بچے تیر اندازی سیکھتے ہیں اور بے پھل تیروں کو بھی خطوات کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

أَصَابَتْ حَبَّةَ الْقَلْبِ بِسَهْمٍ غَيْرِ جُنَاحِ
”اس نے دل کے سیاہ نکتے پر ایسا تیر مارا جس کا پھل نہیں ہوتا۔“

یہ شعر کتاب ابی حنیفہ سے ماخوذ ہے۔ قتیبی نے تَطَايَرَ الشَّعْرَاءِ کے بجائے تَطَايَرَ الشَّعْرِ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شعراء کی جمع ہے اور یہ ایک مکھی ہوتی ہے جو قمع مکھی (1) سے چھوٹی ہوتی ہے۔

1۔ لعم لعمہ کی جمع ہے۔ یہ وہ مکھی ہے جو سخت گرمی کے موسم میں اونٹ اور ہرن پر پٹھتی ہے اور انہیں کاٹتی ہے۔

کی پشت سے کھیاں اڑ جاتی ہیں، پھر حضور ﷺ اکیلے اس کی طرف بڑھے اور اس نیزے سے اس کی گردن پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ گھوڑے کی پشت سے نیچے لڑھکنے لگا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جیسا کہ حضرت صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ ابی بن خلف جب مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملتا تو کہا کرتا: اے محمد (ﷺ) میرے پاس ایک عود نامی گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرق (تین صاع) مکئی کے دانے کھلاتا ہوں، میں اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا۔ اس کی یہ بڑن کر رسول اللہ ﷺ فرماتے تو نہیں بلکہ میں تجھے موٹ کے گھاٹ اتاروں گا ان شاء اللہ۔ چنانچہ اب یہ بد بخت زخمی ہو کر قریش کی طرف لوٹا تو بظاہر اس کی گردن پر ایک معمولی سی خراش آئی تھی جس کا خون بھی رک گیا تھا لیکن اس نے قریش سے کہا قسم بخدا! مجھے محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا ہے۔ لوگ اسے کہنے لگے ”بخدا! تم نے ہمت ہار دی ہے، تجھے کوئی زخم تو لگا نہیں، معمولی سی خراش آئی ہے۔“ وہ کہنے لگا: ”انہوں نے مجھے مکہ میں کہا تھا، میں تجھے قتل کروں گا۔ اس لئے خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو وہ تھوک ہی مجھے ہلاک کر دیتی۔“ چنانچہ جب کفار قریش کا لشکر مکہ واپس آ رہا تھا تو سرف کے مقام پر اس دشمن خدا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ابی بن خلف کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

لَقَدْ وَرِثَ الضَّلَالَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي يَوْمَ بَارِزَةَ الرَّسُولُ
”ابی اس روز اپنے باپ سے ملی ہوئی گمراہی کا وارث بن گیا جس روز رسول اللہ ﷺ نے اس سے مقابلہ کیا۔“

أَتَيْتُ إِلَيْهِ تَحِيلُ رِمَّ عَظْمٍ وَ تُوْعِدُهُ وَ أَنْتَ بِهِ جَهُولُ
”تو ایک بوسیدہ ہڈی اٹھائے آپ کی طرف بڑھا اور آپ کو دھمکی دینے لگا حالانکہ تو آپ سے بالکل جاہل تھا۔“

وَ قَدْ قَتَلْتُ بَنُو النَّجَارِ مِنْكُمْ أُمِّيَّةَ إِذْ يُغَوِّثُ يَا عَقِيلُ
”اور بنی نجار نے تم میں سے امیہ کو اس حالت میں قتل کیا تھا کہ وہ چار رہا تھا اے عقیل! (میری مدد کے لئے آؤ)۔“

وَتَبَّ ابْنَا رَبِيعَةَ إِذْ أَطَاعَا أَبَا جَهْلٍ لِأُمَمِهِمَا الْهُوْلُ
”اور ربیعہ کے دونوں بیٹے اس وقت ہلاک ہو گئے جب انہوں نے ابو جہل کی اطاعت کی،
ان کی ماں ان دونوں سے محروم ہو گئی۔“

وَأَفْلَتَ حَارِثٌ لَّمَّا شُغِلْنَا بِأَسْرِ الْقَوْمِ أَسْرَتُهُ قَلِيلٌ
”اور حارث بھی اس وقت روپوش ہو گیا جب ہم سب قیدی گرفتار کرنے میں مشغول تھے،
اس کا قبیلہ زک اٹھا چکا تھا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: أَسْرَتُهُ سے مراد اس کا قبیلہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا مَنْ مَّيْلَغٌ عَنِّي أَبْنَا لَقَدْ أَلْقَيْتَ فِي سُحْقِ السَّعِيرِ
”ارے کون ہے جو میری طرف سے ابی کو یہ خبر پہنچا دے کہ تو جہنم کی گہرائیوں میں پھینک
دیا گیا ہے۔“

تَمَنَّى بِالضَّلَالَةِ مِنْ بَعِيدٍ وَ تَقْسِمُ أَنْ قَدَرْتَ مَعَ النُّدُورِ
”تو مدت دراز تک گمراہی کی تمنا کرتا رہا اور قسمیں اٹھاتا رہا کہ تو اپنی نذریں پوری کرنے پر
قادر ہے۔“

تَمَنَّىكَ الْآمَانِيَّ مِنْ بَعِيدٍ وَ قَوْلُ الْكُفْرِ يَرْجِعُ فِي غُرُورِ
”تو جھوٹی آرزوئیں کرتا رہا حالانکہ کفر یہ بات کا نتیجہ خود فریبی ہی ہوا کرتا ہے۔“

فَقَدْ لَأَقَتَكَ طَعْنَةُ دِي حِفَاطٍ كَرِيمِ الْبَيْتِ لَيْسَ بِدِي فُجُورِ
”تجھے ایک انتہائی باحمیت ہستی کا نیزہ لگا جو شریف خاندان والی ہے اور فسق و فجور سے دور
رہنے والی ہے۔“

لَهُ فَضْلٌ عَلَى الْأَحْيَاءِ طَرًا إِذَا نَابَتْ مُلَمَّاتُ الْأُمُورِ
”انہیں تمام قبیلوں پر اس وقت بھی فضیلت حاصل ہوتی ہے جب بڑے بڑے حوادثِ زمانہ
یکے بعد دیگرے لگاتار پیش آتے ہیں۔“

پہاڑ کی گھاٹی میں حضور ﷺ کا ورود مسعود

پھر جب رسول اللہ ﷺ احد کی گھاٹی کے دہانے پر تشریف لائے تو حضرت علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ مہر اس کے چشمہ پر تشریف لے گئے اور اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لے آئے تاکہ

رسول اللہ ﷺ نوش جان فرمائیں لیکن اس پانی سے ایک قسم کی بدبو آ رہی تھی جس سے آپ ﷺ نے کراہت محسوس کی اور اسے پینا گوارا نہ کیا۔ آپ ﷺ نے ربخ انور پر لگے ہوئے خون کو صاف کیا اور سر مبارک پر پانی ڈالا اور فرمایا: ”اس شخص پر سخت غضب الہی نازل ہو گا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا ہے۔“

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عتبہ کو قتل کرنے کی خواہش

حضرت صالح بن کیسان نے بیان کیا انہوں نے اس شخص سے روایت کیا جس نے ان سے بیان کیا، اس شخص نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ فرمایا کرتے تھے: قسم بخدا! مجھے کبھی کسی آدمی کو قتل کرنے کی اتنی خواہش نہ ہوئی جتنی اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کرنے کی خواہش تھی۔ اگرچہ میں نہیں جانتا کہ وہ اپنی قوم میں بد اخلاق اور مبغوض شخص تھا لیکن میرے لئے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کافی تھا کہ ”اس شخص پر سخت غضب الہی نازل ہو گا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا۔“

قریش کا پہاڑ پر چڑھنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ کرنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ احد کی گھاٹی میں تشریف فرما تھے تو لشکر کفار کا ایک دستہ پہاڑ پر چڑھ آیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا ان میں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت قتادہ بن نعمان بن زید کا ذکر کیا۔ یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اخیانی بھائی ہیں۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بار بار سورۃ اخلاص پڑھتے دیکھا تو فرمایا: واجب ہو گئی۔ آپ کا واقعہ موطا شریف میں مذکور ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ احد کے روز ان کی آنکھ زخمی ہو گئی تھی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا احد کے روز ہمارے ایک ساتھی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہو گئی حتیٰ کہ آنکھ کا ڈھیلا آپ کے رخسار پر لٹکنے لگا۔ ہم آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے عرض کی مجھے اپنی زوجہ سے محبت ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ جب وہ مجھے ایک آنکھ کے بغیر دیکھے گی تو نفرت کرے گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے آنکھ کا ڈھیلا اپنے دست اقدس سے پکڑ کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے حسن و جمال عطا فرما۔ (آپ کی اس دعا کی برکت سے) وہ آنکھ

خالد بن ولید بھی تھے۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر دعا کی اے اللہ! یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چند مہاجرین کے ہمراہ ان کے مقابلہ میں نکلے اور انہیں مار مار کر پہاڑ سے نیچے اتار بھگایا۔

حضور ﷺ کی اٹھنے سے کمزوری اور حضرت طلحہ کی معاونت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ پہاڑ کی ایک چٹان پر چڑھنے کے لئے اٹھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دوزر ہیں پہن رکھی تھیں۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کا جسم مبارک

دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ روشن تھی۔ جب دوسری آنکھ کو آشوب چشم ہوتا تو یہ تندرست رہتی آپ کی اولاد سے ایک شخص چند لوگوں کی معیت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواباً یہ شعر کہے:

أَنَا ابْنُ الذِّیْ سَأَلَتْ عَلَى الْخَدِّ عَيْنُهُ فَرَدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفَى آيْمًا دَوَّ
”میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہہ گئی پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کے دست اقدس کے ذریعے اسے اپنے اصلی مقام پر لوٹا دیا گیا۔“

فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ لِأَوَّلِ أَمْرِهَا فَيَا حُسْنَ مَا عَيْنٍ وَ يَا حُسْنَ مَا عَدَدِ
”جب وہ آنکھ اپنے مقام پر واپس آئی تو پہلے کی طرح صحیح و سالم تھی اور کیا ہی اس حسن و جمال کی شان تھی جو آپ کی آنکھ اور رخسار پر ظاہر ہو گیا۔“

یہ شعر سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر کہا:

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قَعْبَانَ مِنْ لَبَنِ شَيْبًا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدَ آبَا لَا
”وہ خوبیاں کوئی ایسی نہ تھیں کہ دودھ کے دو بڑے پیالے ہوں جن میں پانی ملا ہوا ہو پھر وہ بعد میں پیشابوں کی شکل اختیار کر جائیں۔“

پھر حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اور گراں قدر انعام سے نوازا۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں باہر نکل آئی تھیں اور نبی کریم ﷺ نے دونوں کو واپس اپنی جگہ پر رکھ کر درست فرمادیا تھا۔ اسے حضرت محمد بن ابی عثمان (ابو مروان الاموی) نے حضرت مالک بن انس سے، انہوں نے حضرت محمد بن عبد اللہ بن ابی صعبہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابوسعید سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا احد کے روز میری دونوں آنکھیں زخمی ہو گئیں اور میرے رخسار پر لٹکنے لگیں، میں اسی

بھاری ہو گیا تھا اس لئے آپ چڑھ نہ سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اس چٹان کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک ان کی پیٹھ پر رکھا پھر بلندی پر چڑھ گئے۔ جیسا کہ مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے اس روز رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”طلحہ نے یہ خدمت بجالا کر اپنے آپ کو جنت کا مستحق ٹھہرا لیا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے حضرت عکرمہ کی یہ روایت پہنچی، انہوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ احد کی گھاٹی کے بنے ہوئے پائپوں پر نہ چڑھ سکے۔

حضور ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے احد کے روز لگنے والے زخموں کی وجہ سے ظہر کی نماز بیٹھ کر ادا فرمائی اور آپ کی اقتدا میں مسلمانوں نے بھی بیٹھ کر نماز ادا کی۔

حضرت یمان اور حضرت ابن وقش رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض مسلمان بھاگ کر اعوص گاؤں کے قریب منقی پہاڑ کے پاس جا پہنچے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا انہوں نے

حالت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے مقام پر رکھا اور ان پر لعاب دہن لگایا تو دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دارقطنی نے فرمایا امام مالک سے مروی یہ حدیث غریب ہے، اسے حضرت عمار بن نصر نے اکیلے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ راوی ہے اور دارقطنی نے اس حدیث کو عن ابراہیم حربی عن عمار بن نصر (سعدی ابویاسر مروزی) روایت کیا ہے۔

حضرت حذیفہ یمانی کا نسب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ثابت بن وقش کا ذکر کیا ہے۔ وقش کا معنی حرکت ہے اور حسیل بن جابر حذیفہ بن یمان کے والد ہیں اور انہیں حسیل بن جابر یمانی بھی کہا گیا ہے کیونکہ یہ جرودہ بن مازن بن قطیعہ بن عبسی کی اولاد سے ہیں اور جرودہ طویل عرصہ تک اپنے اہل خانہ سے دور یمن میں رہائش

حضرت محمود بن لبید سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا حضرت حسیل بن جابر جن کا نام یمان تھا اور جو حضرت حذیفہ بن یمان کے باپ تھے اور حضرت ثابت بن قش رضی اللہ عنہم دونوں کافی عمر رسیدہ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ احد کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے ان دونوں حضرات کو مسلم خواتین اور بچوں کے ہمراہ چند گڑھیوں میں منتقل کر دیا تھا۔ ایک روز دونوں بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ارے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہماری زندگی سے گنتی کے چند دن باقی رہ گئے ہیں، کیوں نہ ہم اپنی تلواریں بے نیام کر کے نکلیں اور میدان جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو جائیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ کرتے ہوئے شرف شہادت سے بہرہ ور فرمادے۔ چنانچہ دونوں تلواریں لہراتے ہوئے احد روانہ ہو گئے اور لشکر کفار میں گھس گئے۔ لشکر اسلام کو ان کی آمد کا قطعاً علم نہ ہوا۔ حضرت ثابت بن قش رضی اللہ عنہ کو تو مشرکین نے قتل کر دیا لیکن حضرت حسیل بن جابر رضی اللہ عنہ پر ناواقفیت میں مسلمانوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ یہ دیکھ کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے: میرا باپ! مسلمانوں نے کہا قسم بخدا! ہم نے نہیں پہچانا۔ مسلمان سچ کہہ رہے تھے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری اس غلطی کو معاف فرمادے جو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی دیت دینا چاہی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی دیت بھی مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دی۔ اس سے ان کی قدر و منزلت رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں بہت بلند ہو گئی۔

حضرت ابن حاطب کی شہادت اور ان کے باپ کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں میں

پذیر رہا۔ جب وہ اپنے گھر لوٹا تو لوگوں نے اسے یمانی کہنا شروع کر دیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، یہ بنی عبد الاشہل کے حلیف تھے اور ان کی ماں رباب بنت کعب تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا فَاخْتَلَفَتْ عَلَيْهِ: یعنی حضرت حسیل بن جابر یمانی پر مسلمانوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ تفسیر ابن عباس میں ہے کہ انہیں غلطی سے قتل کرنے والے حضرت عتبہ بن مسعود تھے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی اور حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود الفقیہ کے دادا تھے۔ اسے حضرت عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ الجامع میں ابن وہب کی روایت کے مطابق یہ عتبہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو مصحف کا نام دیا۔

ایک حاطب بن امیہ بن رافع نامی شخص تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام یزید بن حاطب تھا۔ وہ غزوہ احد میں سخت زخمی ہوا، اسے نزع کی حالت میں اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔ سب اہل خانہ اس کے پاس جمع ہو گئے، مسلمان مرد اور عورتیں اسے کہنے لگے: اے ابن حاطب! تجھے جنت کی بشارت ہو۔ اس کا باپ حاطب منافق تھا جو گمراہی اور ضلالت میں بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس روز اس کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ وہ کہنے لگا تم اسے کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہو، کیا ایسی جنت کی جس میں حئل (1) کے پودے ہیں؟ قسم بخدا! تم نے اس لڑکے کو اس کی جان کے بارے میں دھوکا دیا ہے۔

قرمان منافق کی ہلاکت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ ہمارے درمیان ایک اجنبی شخص رہتا تھا جس کی اصلیت کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا، اس کا نام قرمان تھا۔

الْهَامَةُ وَالظَّلْمُ

حضرت ثابت بن وقش اور حضرت حسیل رضی اللہ عنہما کا قول ہے: إِنَّمَا نَحْنُ هَامَةٌ الْيَوْمَ أَوْ غَدًا (ہم آج یا کل کے الو ہیں)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہماری موت کا وقت قریب آچکا ہے۔ میت کے بارے میں اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ اس کی روح الو بن جاتی ہے، اسی وجہ سے کسی شاعر نے کہا:

وَ كَيْفَ حِمَاةٌ أَصْدَاءُ وَ هَامِ

”کنز و جسم والے آدمی اور الوؤں کی کیا زندگی ہے۔“

ان کا قول ہے: لَمْ يَبْقَ مِنْ عُيُونِنَا إِلَّا ظِلٌّ، یعنی ہماری زندگیاں صرف گدھے کے ایک گھونٹ کے برابر باقی رہ گئی ہیں۔ انہوں نے یہ اس لئے کہا کہ گدھے کا گھونٹ سب جانوروں سے چھوٹا اور اونٹ کا گھونٹ سب سے بڑا ہوتا ہے (مراد یہ ہے کہ زندگی بہت کم رہ گئی ہے)۔

بعض اصحاب احد کے متعلق

حضرت ابن اسحاق نے قرمان کا ذکر کیا ہے۔ یہ اسم القزَم سے ماخوذ ہے اور قزم ردی مال کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے ہر ردی چیز کو قرمان کہتے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے اصیرم کا ذکر کیا ہے، اس کا نام عمرو بن ثابت بن وقش ہے اور قاف کی

1۔ حئل ایک جنگلی پودا ہے جسے اسپند یا کالا دانہ کہتے ہیں۔ اس سے نہایت بد بو آتی ہے۔ اس سے اس منافق کا مقصود جنت کی حقیر کرنا تھا۔ مترجم

جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کا تذکرہ کیا جاتا تو حضور ﷺ فرماتے ”وہ جہنمی ہے۔“ جب احد کی جنگ ہوئی تو اس نے اس جنگ میں اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے، اس نے اکیلے سات یا آٹھ مشرکین کو قتل کر ڈالا۔ اس اثناء میں وہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا، اسے اٹھا کر بنی ظفر کے محلہ میں لایا گیا۔ مسلمان اسے کہنے لگے اے قزمان! تو نے آج بہت کارنامے سرانجام دیے ہیں، تجھے مبارک ہو۔ وہ کہنے لگا: ”مجھے کس چیز کی مبارک دیتے ہو، قسم بخدا! میں نے تو صرف قومی غیرت و حمیت کے باعث یہ جنگ لڑی ہے، اگر یہ غرض نہ ہوتی تو میں جنگ میں حصہ نہ لیتا۔“ چنانچہ جب زخموں کی تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور خود کشی کر لی۔

مخیرق کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد کے مقتولوں میں سے ایک مخیرق تھا، یہ بنی ثعلبہ بن فطیون کا ایک فرد تھا۔ جس روز معرکہ احد وقوع پذیر ہوا اس نے اپنی قوم کو کہا اے گروہ یہود! بخدا تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کی امداد تم پر لازم ہے۔ وہ کہنے لگے آج تو ہفتہ کا دن ہے۔ اس نے کہا تمہارے لئے کوئی ہفتہ کا دن نہیں (یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں)۔ پھر اس نے تلوار اٹھائی اور جنگ کی تیاری کی، اس نے وصیت کی کہ اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو میرا سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا، حضور ﷺ جیسے چاہیں اسے خرچ کریں، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہو گیا اور آپ کے ساتھ مل کر لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ ہماری معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا مخیرق سب سے بہتر یہودی ہے۔

حارث بن سوید کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حارث بن سوید بن صامت منافق تھا، وہ احد کے روز مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گیا، جب جنگ کا آغاز ہوا تو اس نے حضرت مجذربن زیاد بلوی اور حضرت قیس بن زید ضبعی پر اچانک حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا، پھر مکہ میں قریش سے جا ملا۔ رسول حرکت کے ساتھ وقش بھی کہا جاتا ہے۔

حاطب منافق کا قول ہے: الْجَنَّةُ مِنْ حَرَمٍ یعنی وہ جنت جس میں حرم کے پودے ہیں۔ اس سے اس کی مراد وہ سرزمین تھی جہاں اس کے بیٹے کو دفن کیا گیا۔ وہاں حرم کے پودے اگتے تھے، اس لئے اس نے کہا کہ اس کے لئے تو حرم کے پودوں کی جنت ہے۔

اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر تمہیں حارث مل جائے تو اسے قتل کر دینا لیکن وہ آپ کو نہ ملا، وہ مکہ میں تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے اپنے بھائی جلاس بن سوید کے ہاتھ تو بہ کا پیغام بھیجا تا کہ وہ اپنی قوم میں واپس آجائے۔ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرُّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

”کیسے ہو سکتا ہے کہ ہدایت دے اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ایمان لے آنے کے بعد اور وہ (پہلے خود) گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور آچکی تھیں ان کے پاس کھلی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔“

حضرت مجذر کے قاتل کے متعلق ابن ہشام کی تحقیق

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اہل علم میں سے ایک باوثوق شخص کا بیان ہے کہ حارث بن سوید نے صرف حضرت مجذر بن زیاد کو شہید کیا تھا، حضرت قیس بن زید کو شہید نہیں کیا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد میں حضرت قیس بن زید کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت مجذر کو حارث نے اس عداوت کی وجہ سے قتل کیا تھا کہ حضرت مجذر بن زیاد نے اس کے باپ سوید کو کسی جنگ میں قتل کیا تھا جو دور اسلام سے پہلے اوس و خزرج کے درمیان ہوئی تھی۔ اس کتاب میں اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

پھر ایک روز رسول اللہ ﷺ چند صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حارث بن سوید مدینہ طیبہ کے ایک باغ سے نکلا، اس نے دو پرانی چادروں میں اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ آپ نے اس کی گردن اڑادی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے کسی انصاری نے قتل کیا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: سوید بن صامت کو حضرت معاذ بن عفراء نے جنگ بعاث سے پہلے کسی موقع پر دھوکے سے قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت اصیرم کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت حصین بن عبدالرحمن بن عمرو بن سعد بن معاذ

نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ مجھے ایسے جنتی کا نام بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی۔ جب لوگ نہ بتا سکتے تو وہ آپ سے پوچھتے وہ کون ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے وہ اصیرم عمرو بن ثابت بن قش ہے جو بنی عبدالاشہل کا فرد ہے۔ حضرت حصین (راوی) کہتے ہیں میں نے حضرت محمود بن اسد سے پوچھا اصیرم کا واقعہ کیونکر ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ اصیرم اپنی قوم کے اسلام لانے کے سخت مخالف تھا۔ جس روز رسول اللہ ﷺ غزوہ احد کے لیے تشریف لے گئے تو اس کا دل قبول اسلام کے لئے کشادہ ہو گیا، چنانچہ اس نے اسلام قبول کیا اور اپنی تلوار اٹھا کر جلدی سے میدان احد کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں مجاہدین کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ بنی عبدالاشہل کے چند آدمی میدان جنگ میں اپنے مقتولوں کو تلاش کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے اصیرم کو ایک جگہ گرا ہوا پایا۔ وہ کہنے لگے: بخدا! یہ تو اصیرم ہے، یہ یہاں کیسے آیا؟ ہم نے تو اسے اس حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ منکر اسلام تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا اے عمرو! تم یہاں کیسے آئے ہو؟ کیا اپنی قومی غیرت تمہیں یہاں لائی ہے یا اسلام کی محبت؟ اس نے کہا محض اسلام کی محبت۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا اور اسلام قبول کیا، پھر اپنی تلوار تھامی اور رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کے لئے روانہ ہو گیا، پھر میں نے دشمن سے جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گیا۔ یہ کہنے کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جب ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ بے شک اصیرم اہل جنت سے ہے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے باپ حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا انہوں نے بنی سلمہ کے چند شیوخ سے روایت کیا کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بہت زیادہ

حضرت ابن جموح

حضرت ابن اسحاق نے حضرت عمرو بن جموح کا واقعہ ذکر کیا ہے جب ان کے بیٹوں نے آپ کو جہاد پر روانہ ہونے سے روکنا چاہا۔ الخ۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سفر جہاد پر روانہ ہونے لگے تو یہ دعا کی اللہم لا ترونی۔

لنگڑے تھے۔ آپ کے چار بیٹے تھے اور چاروں شیروں کی طرح بہادر تھے اور ہر جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ جب غزوہ احد کا موقع آیا تو ان کے بیٹوں نے آپ کو جہاد میں شرکت کرنے سے روکا اور کہا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔“ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ”میرے بیٹے اس جہاد میں مجھے حضور ﷺ کے ساتھ جانے سے روک رہے ہیں اور میری تمنا یہ ہے کہ میں جنت کی سرزمین کو اپنے اس لنگڑے پاؤں سے روندوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں معذور قرار دیا ہے، جہاد میں شمولیت تم پر لازم نہیں۔“ آپ نے اپنے بیٹوں سے کہا ”اگر تم مجھے نہ روکو تو تمہیں کیا تکلیف ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے نعمت شہادت سے نواز دے۔“ چنانچہ آپ حضور ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد پر روانہ ہو گئے اور غزوہ احد میں جام شہادت نوش کیا۔

ہند اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ ہند بنت عتبہ چند عورتوں کو ساتھ لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں کے پاس آئی اور ان کے ناک اور کان کاٹنے شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ ہند نے ان اعضاء کی پازیب اور ہار بنا لیے۔ اس نے اپنے سارے پازیب، ہار اور بالیاں اتار کر جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو بطور انعام دے دیے۔ پھر اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر کے آپ کا کلیجہ نکالا اور اسے چبا کر نگلنے لگی لیکن تھوک دیا اور نگل نہ سکی، پھر وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئی اور بلند آواز سے یہ شعر کہے:

نَحْنُ جَزَيْنَاكُمْ بِيَوْمٍ بَذِرٍ وَالْحَرْبُ بَعْدَ الْحَرْبِ ذَاتُ سَعْرِ
 ”(اے مسلمانو!) ہم نے یوم بدر کا بدلہ چکا دیا اور جنگ کے بعد جنگ آگ کے شعلوں کی طرح بھڑکتی ہے۔“

مَا كَانَ عَنْ عُتْبَةَ لِي مِنْ صَبْرٍ وَلَا أَحْيَىٰ وَ عَيْتِهِ وَ بَكْرِي

”اے اللہ! مجھے واپس نہ لو نا۔“ چنانچہ آپ شہید ہو گئے۔ آپ کے بیٹوں نے جب آپ کی لاش کو اونٹ پر سوار کیا تا کہ مدینہ طیبہ لے جائیں تو ان کے لئے اونٹ کو چلانا دشوار ہو گیا۔ جب وہ اس کا رخ کسی اور طرف کرتے تو وہ بھاگ اٹھتا لیکن مدینہ طیبہ کی طرف جانے کا نام بھی نہ لیتا تھا۔ کوشش بسیار کے باوجود جب وہ اس پر قابو نہ پاسکے تو انہیں آپ کی دعا یاد آئی کہ اے اللہ! مجھے مدینہ واپس نہ لو نا، چنانچہ انہوں نے آپ کو آپ کے قتل ہی میں دفن کر دیا۔

”مجھے (اپنے باپ) عتبہ، اپنے بھائی (ولید بن عتبہ)، اس کے چچا (شیبہ بن ربیعہ) اور اپنے پہلے بیٹے (حظلمہ بن ابی سفیان) سے صبر نہیں آتا تھا۔“

شَفِيتُ نَفْسِي وَ قَضَيْتُ نَذْرِي شَفِيتُ وَحْشِي غَلِيلَ صَدْرِي
”میں نے اپنا دل ٹھنڈا کر لیا اور اپنی نذر پور کر لی۔ اے وحشی! تو نے میرے سینے کی جلن کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔“

فَشْكُرُ وَحْشِي عَلَى عُمْرِي حَتَّى تَرِمَ اعْظَمِي فِي قَبْرِي
”پس مجھ پر ساری زندگی وحشی کا شکر یہ ادا کرنا لازم ہے یہاں تک کہ میری ہڈیاں میری قبر میں بوسیدہ ہو جائیں۔“

ہند بنت عتبہ کے جواب میں ہند بنت اثاثہ کے اشعار
ہند بنت عتبہ کے ان اشعار کے جواب میں ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے یہ اشعار کہے:

خَزَيْتَ فِي بَذْرِ وَ بَعْدَ بَذْرِ يَا بِنْتَ وَقَاعٍ عَظِيمِ الْكُفْرِ
”اے انتہائی گھٹیا اور پرلے درجے کے کافر کی بیٹی! تو بدر میں بھی رسوا ہوئی اور بدر کے بعد بھی۔“

صَبَّحَكَ اللَّهُ غَدَاةَ الْفَجْرِ مِلْهَا شَيْمِنَ الطَّوَالِ الزُّهْرِ
”اللہ تعالیٰ علی الصبح دراز قد اور خوش اخلاق ہاشموں کو تیرے پاس لے آیا۔“
بِكُلِّ قِطَاعٍ حُسَامٍ يُفْرِي حَزْزَةً لَيْثِي وَ عَلَى صَقْرِي
”میرے شیر حضرت حمزہ اور میرے شاہین حضرت علی رضی اللہ عنہم ہر تیز کاٹنے والی تلوار کے ساتھ تمہارے سر قلم کر رہے تھے۔“

مِنْ اور اس کے بعد ساکن کا حکم

ہند بنت اثاثہ کا قول ہے:

مِلْهَا شَيْمِنَ الطَّوَالِ الزُّهْرِ

یہ اصل میں مِنْ الْهَاشِمِيَّينَ ہے۔ اجتماع ساکنین (مِنْ کا نون اور لام تعریف) کی وجہ سے مِنْ کے نون کو حذف کر دیا گیا۔ یہ حذف صرف حرف من میں اس کی کثرت استعمال کی وجہ سے جائز ہے جس طرح اس کا نون فتح کے ساتھ خاص ہے جب اس کے ساتھ لام تعریف مل جائے۔ کسی اور حرف

إِذَا رَامَ شَيْبٌ وَ أَبُوكَ غَدِرِي فَخَضْبًا مِنْهُ ضَوَّاحِي النَّحْرِ
وَ نَذْرُكَ السَّوَاءَ فَشَرُّ نَذْرٍ

”جب شیبہ اور تیرے باپ (عتبہ) نے میرے ساتھ بد عہدی کا ارادہ کیا تو ان دونوں نے (حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے) اس کے سینے کے کھلے اطراف کو لہو لہان کر دیا اور تیرا بدی کی نذر ماننا بہت بری نذر ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے ان میں سے تین اشعار چھوڑ دیے ہیں جن میں ہند بنت اثاثہ نے ہند بنت عتبہ کو گالی دی۔

ہند بنت عتبہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ہند بنت عتبہ نے یہ اشعار بھی کہے:

شَفِيتُ مِنْ حَمْزَةٍ نَفْسِي بِأَحَدٍ حَتَّى بَقَرْتُ بَطْنَهُ عَنِ الْكَبَدِ
”میں نے میدانِ احد میں حمزہ سے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ میں نے اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا کلیجہ نکالا۔“

أَذْهَبَ عَنِّي ذَاكَ مَا كُنْتُ أَجِدُ مِنْ لَدَعَةِ الْحُزْنِ الشَّدِيدِ الْمُعْتَمِدِ
”اس عمل نے مجھ سے انتہائی تکلیف دہ اور شدید غم و اوندہ کی جلن کو دور کر دیا جو میں اپنے دل میں محسوس کرتی تھی۔“

وَالْحَرْبُ تَعْلُوكُمْ بِشُؤْبُوبٍ بَرْدٌ تَقْدِمُ إِقْدَامًا عَلَيْكُمْ كَالْأَسَدِ
”جنگ تم پر سخت ڈالہ باری کی بوچھاڑ کے ساتھ چھا جاتی ہے جو شیروں کی طرح دلیری کرتے ہوئے تمہاری طرف بڑھتی ہے۔“

ہند بنت عتبہ کی ہجو پر حضرت عمر کی حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو انگخت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ انہیں یہ واقعہ سنایا گیا

ساکن کو فتح دینا جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب نے اس کی کثرت استعمال کی وجہ سے اس پر دو کسروں کو ناپسند کیا ہے، لیکن اگر یہ لام تعریف کے علاوہ کسی اور ساکن کے ساتھ مل جائے جیسے مین اینک اور مین اسٹیک تو اسے اصل اور صحیح قیاس کے مطابق کسرہ دیا جاتا ہے لیکن سیبویہ کا کہنا ہے کہ نساء کی ایک قوم نے غیر لام تعریف کی صورت میں بھی اس کے نون کو فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے فریجہ کے بیٹے۔۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ فریجہ بنت خالد بن خنیس بن حارثہ بن کوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج ہے۔۔ تم سن رہے ہو کہ ہند چٹان پر چڑھ کر غرور و تکبر کے ساتھ کیا کہہ رہی ہے؟ وہ ہماری بھوکھ رہی ہے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ کی گئی بے حرمتیوں کے گیت گارہی ہے۔“ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”بخدا! میں ایک بلند ٹیلے کی چوٹی پر کھڑا وحشی کے چھوٹے نیزے کو اوپر سے نیچے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف آتے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا بخدا! یہ ایسا ہتھیار ہے جو عربوں کے ہتھیاروں سے نہیں۔ میں تو ہند کے بھوہ اشعار کو نہیں جانتا لیکن تم مجھے اس کا کوئی شعر سناؤ، میں تمہاری طرف سے اس کا جواب دینے کے لئے کافی ہوں۔“ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہند کا ایک شعر سنایا جس کے جواب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

أَشْرَتْ لَكَاعَ وَ كَانَ عَادَتُهَا لَوْمًا إِذَا أَشْرَتْ مَعَ الْكُفْرِ
 ”ایک کمینہ عورت نے غرور و تکبر کیا اور جب وہ کفر کے ساتھ تکبر کرتی ہے تو یہ کمینگی اس کی عادت ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے چند اشعار میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اس کے جواب میں دال اور ذال کے قافیہ پر بھی اشعار کہے جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان میں آپ نے اسے گالیاں دیں۔

لکاع اور لکع

ہند کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے أَشْرَتْ لَكَاع۔ لکاع عموماً حرفِ ندا کے بعد استعمال ہوتا ہے لیکن اس شعر میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسے غیر نداء میں بطور اسم استعمال کیا ہے اور یہ جائز ہے۔ اگرچہ اس کا اکثر استعمال نداء میں ہی ہوتا ہے جیسے يَا غَدَّادِ، يَا فَسَّاقِ۔ اسی طرح لُكْعُ (لکاع کا مذکر) بھی کبھی کبھی غیر نداء میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خوش طبعی فرماتے ہوئے ان کے متعلق فرمایا اَيْنَ لُكْعُ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ خوش طبعی کرتے ہوئے بھی حق بات فرماتے تھے تو آپ نے یہ کیونکر فرمایا اَيْنَ لُكْعُ (کمینہ کہاں ہے) حالانکہ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے

ابوسفیان کے حضرت حمزہ کا مثلہ کرنے پر حلیس کا اظہار ناپسندیدگی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حلیس بن زبان بنی حارث بن عبدمناة کا ایک فرد تھا جو کہ احد کے روز قریش کے حامی قبائل کا سردار تھا۔ وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا، اس نے دیکھا کہ ابوسفیان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے جڑے میں نیزے کی اُنی کے ساتھ کچو کے لگا رہا ہے اور کہہ رہا ہے: ”اے نافرمان! اب مزہ چکھو“۔ یہ منظر دیکھ کر حلیس پکار اٹھا: ”اے بنی کنانہ! یہ دیکھو قریش کا سردار اپنے چچا زاد کی لاش کی بے حرمتی کر رہا ہے“۔ ابوسفیان نے اسے کہا: ”تیرا برا ہو! اس بات کو ظاہر نہ کر، یہ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔“

احد کے بعد ابوسفیان کا مسلمانوں کی مصیبت پر اظہارِ مسرت اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی گفتگو

پھر جب ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر با آواز بلند پکارا: اَنْعَمْتَ فَعَالٍ: ”تم نے ہمیں نعمت سے نوازا، تم ہماری ملامت سے دور رہو۔ بے شک جنگ

انہیں سید فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں لُکَمَ بمعنی پچھیرا کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے آئین لُکَمَ فرمایا کیونکہ آپ اس وقت بچے تھے اور جب کلام میں تشبیہ کا ارادہ کیا جائے تو وہ کذب نہیں ہوتا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ اسْعَدَ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا لُكَمُ بْنُ لُكَمٍ یعنی قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں سب لوگوں سے بڑھ کر سعادت مند شخص کینے کا بیٹا کمینہ ہوگا۔ لغت میں لُکَمَ ختنہ کے وقت کاٹی گئی کھال سے نکلنے والی میل کچیل کو کہتے ہیں اور چھوٹے پچھیرے کو بھی لُکَمَ کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث شریف بھی اس بات کی دلیل ہے کہ لفظ لُکَمَ کو غیر نداء میں استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت پر یہ معدول نہیں ہے جس طرح خبیث سے محبت اور فاسق سے فسق معدول ہے۔ ابن انباری نے الزاہر میں کہا لُکَمَ الْمَلَائِكَةُ سے مشتق ہے اور مَلَائِكَةُ بچے کی ولادت کے وقت رحم سے نکلنے والے پانی اور خون وغیرہ کو کہتے ہیں۔ انہوں نے یہ شعر بطور استشہاد پیش کیا:

رَمَتِ الْفَلَائَةَ بِمُغْجَلٍ مُتَسَرِّبِلٍ غُرْسَ السَّلَى وَ مَلَائِكَةَ الْأَمْشَاحِ
”اوٹنی نے وسیع بیابان میں قبل از وقت بچہ جن دیا جو جیلی اور رحم سے نکلنے والے مخلوط پانی اور خون کی قیص پہنے ہوئے تھا۔“

کنویں کے ڈول کی مانند ہے۔ یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ اَعْلٰی هَبْلُ یعنی اے ہبل! اپنے دین کو بلند کر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اٹھو اس کے جواب میں نعرہ لگاؤ: اَللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَجَلٌ لَا سَوَاءَ قَتَلْنَا فِي الْجَنَّةِ وَ قَتَلَاكُمْ فِي النَّارِ اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے، معاملہ برابر نہیں، ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن ہیں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہا: ”اے عمر! ذرا میری طرف آؤ“۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جاؤ سنو کیا کہتا ہے“۔ آپ گئے تو ابوسفیان نے آپ سے کہا: اے عمر! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا ہم نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! ہرگز نہیں، حضور ﷺ اب بھی تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا: ”ابن قثمہ کا تو کہنا ہے کہ میں نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے لیکن میرے نزدیک تم اس سے زیادہ سچے اور حق گو ہو“۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابن قثمہ کا نام عبد اللہ ہے۔

مسلمانوں کو ابوسفیان کی دھمکی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر ابوسفیان نے بلند آواز سے پکارا: ”تمہارے مقتولوں کا مثلہ کیا گیا ہے، بخدا نہ میں اس حرکت پر خوش ہوں اور نہ ناراض، میں نے ایسا کرنے سے نہ منع کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔“

ابن انباری نے کہا واحد میں یَا لَکُم، تشبیہ میں یَا ذَوٰی لَکِیْعَہ وَ لَکَاْعَہ کہا جاتا ہے۔ لَکِیْعَہ غیر منصرف اور لَکَاْعَہ منصرف ہے کیونکہ یہ مصدر ہے اور جمع میں یَا ذَوٰی لَکِیْعَہ وَ لَکَاْعَہ کہا جاتا ہے اور مؤنث میں بھی یہ لفظ اسی قیاس پر آتا ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا یَا لَکَاْعَانِ اور یَا فُسَقَانِ نہیں کہا جاتا۔ اس کی وجہ ہم نے کسی اور کتاب میں بیان کر دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل عرب جب نداء میں ایسا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے عِلْم مراد ہوتا ہے کیونکہ عِلْم مسمیٰ کو اس وصف کی بہ نسبت زیادہ لازم ہوتا ہے جو فعل سے مشتق ہوتا ہے مثلاً فاسیق اور غلور۔ جیسا کہ انہوں نے عَلِیْمٌ سے عدول کر کے عمر کہا ہے کیونکہ عامر کی بہ نسبت عمر میں زیادہ علمیت ہے، پھر علم ہونے کی حالت میں علم سے تشبیہ اور جمع نہیں بنائے جاتے کیونکہ جب اس کا تشبیہ بنایا جائے تو اس سے علمیت کی خصوصیت زائل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب یَا فاسِقُ اور یَا غُدْرُ کے الفاظ سے تشبیہ نہیں بناتے کیونکہ اس طرح ان الفاظ کو عِلْم کے قائم مقام

پھر جب ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر واپس جانے لگا تو اس نے بلند آواز سے پکارا: ”آئندہ ہمارا تمہارا مقابلہ پورے ایک سال بعد بدر کے مقام پر ہوگا۔“ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: ”اسے جواب دو ہمیں تمہارا چیلنج منظور ہے، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان پختہ وعدہ ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرکین کے تعاقب میں

پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا: ”کفار کے تعاقب میں نکلو اور دیکھو وہ کیا کرتے ہیں اور کس سمت کا قصد کرتے ہیں؟ اگر وہ گھوڑوں کو قتل میں لے کر چلے اور اونٹوں پر سوار ہوئے تو اس سے معلوم ہوگا کہ وہ واپس مکہ جانے کا ارادہ کر رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اونٹوں کو یوں ہی ساتھ لے لیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر انہوں نے ایسا ارادہ کیا تو میں فوراً ان کے تعاقب میں جاؤں گا اور انہیں جنگ کا چیلنج دوں گا۔“ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: میں ان کے تعاقب میں نکلا تاکہ ان کی نقل و حرکت دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑوں کو قتل میں لے کر چلے اور اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ کا رخ کر لیا۔

رکھنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، وہ مقصد یہ ہے کہ فلاں شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اس نام سے پکارا جائے۔ پس یَا فَاسِقُ کی نسبت یَا فَسِقُ زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وصف فعل کے قاسم مقام ہوتا ہے اور فعل غیر لازم ہوتا ہے جبکہ علم اس سے زیادہ مسکمی کو لازم ہوتا ہے اور تشبیہ اور جمع علیت کو باطل کر دیتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے فافہم۔ مؤطا امام مالک میں حضرت یحییٰ سے مروی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی ایک آزاد کردہ لونڈی سے فرمایا: اَقْعِدِي يَا لَكُمُ (اے لکع بیٹھ جا)۔ حضرت یحییٰ پر اس روایت کی بنا پر اعتراض کیا گیا ہے کیونکہ عورت کے لئے لِكَاع بولتے ہیں۔ میں نے حضرت یحییٰ سے مروی اس حدیث کی مثل کو کتاب الدار قطنی میں بھی دیکھا ہے۔ لغت عربی میں اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ منقول ہے معدول نہیں اس لئے لونڈی کو يَا لَكُمُ کہنا جائز ہے جس طرح لونڈی کو گالی دیتے ہوئے کہا جاتا ہے: يَا ذَبْلُ، يَا وَسْخُ (اے میل کچیل) اور چونکہ لکع بھی ایک قسم کی میل کچیل کو کہتے ہیں اس لئے اس میں بھی یہ صورت جائز ہے جیسا کہ ہم نے پہلے کر کیا ہے اور یہ کتاب الحین میں مذکور ہے۔

میدانِ احد میں مقتولین کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قبیلہ بنی نجار کے فرد حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ المازنی کا بیان ہے کہ جب مسلمان اپنے شہداء کی خبر گیری سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لائے گا کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟ ایک انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں دیکھ کر آتا ہوں کہ سعد کا کیا بنا؟ چنانچہ وہ شخص ان کی تلاش میں پھرتا رہا۔ آخر کار اس نے دیکھا کہ وہ شہداء کے درمیان زخمی حالت میں پڑے ہیں اور ان پر نزع کی کیفیت طاری ہے۔ انصاری کہتے ہیں: میں نے حضرت سعد سے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری خبر گیری کا حکم دیا ہے کہ تم زندہ ہو یا وفات پا چکے ہو؟ حضرت سعد نے فرمایا: میں آخری سانس لے رہا ہوں، میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرنا اور عرض کرنا: سعد بن ربیع آپ سے عرض کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے جو جزاء اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہے اور اپنی قوم کو میری طرف سے سلام پہنچانا اور انہیں کہنا سعد بن ربیع تمہیں یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی دشمن تمہارے پیارے نبی ﷺ تک رسائی حاصل کر لے اور تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہو، آنکھیں جھپک رہا ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی عذر پیش نہیں کر سکو گے۔ یہ الفاظ کہنے کے

حضرت ابن ربیع کے متعلق حضور ﷺ کا استفسار

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا کہ تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لائے گا؟ ایک انصاری نے عرض کی میں حاضر ہوں آگے سارے واقعہ ذکر کیا۔ یہ انصاری حضرت محمد بن مسلمہ ہیں۔ واقدی نے ان کا نام ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے شہداء کے درمیان کھڑے ہو کر بار بار بلند آواز سے پکارا: اے سعد بن ربیع! لیکن کسی نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ نے یوں کہا: ”اے سعد! رسول اللہ ﷺ نے مجھے تیری خبر گیری کے لئے بھیجا ہے۔“ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دھیمی سی آواز میں انہیں جواب دیا۔ اس کے بعد واقدی نے سارا واقعہ بیان کیا ہے۔ واقدی کا یہ قول اس قول کے خلاف ہے جو حضرت ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصحابة میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ربیع بن عبد الرحمن بن ابی سعید الخدری عن ابیہ عن جدہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ شہداء کے درمیان سے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے والے شخص حضرت ابی بن کعب تھے۔

بعد انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ انصاری فرماتے ہیں پھر میں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سارا ماجرا عرض کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابو بکر زبیری کا بیان ہے کہ ایک روز ایک شخص سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور دیکھا کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی ایک کم سن بیٹی آپ کے سینہ پر بیٹھی ہے اور آپ اس سے پیار کر رہے ہیں۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا یہ بچی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ایسے شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، آپ بیعت عقبہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے نقباء میں شامل تھے، غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں جامِ شہادت نوش کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا غم و اندوہ اور مشرکین کو مشلہ کی دھمکی حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے، کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے دادی کے وسط میں آپ کا جسد اطہر دیکھا کہ آپ کا پیٹ چاک ہے، جگر باہر نکلا پڑا ہے اور ناک اور کان پھوڑ دیے گئے ہیں۔

حضرت محمد بن جعفر بن زبیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ”اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ صفیہ غمزہ ہوگی اور میرے بعد یہ معاملہ سنت بن

حمید الطویل اور طلحہ الطلحات

حضرت ابن اسحاق نے حمید الطویل از حسن از سرہ از نبی کریم ﷺ کے واسطے سے مشلہ کی ممانعت کے بارے میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ حمید الطویل یہ حمید بن تیرد یہ ہے اور آپ کو ابن تیری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو حمیدہ ہے اور آپ طلحہ الطلحات کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مشلہ کی ممانعت کے بارے میں یہ حدیث صحیح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی تو قبیلہ عرینہ کے لوگوں کا مشلہ کیا تھا، آپ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور انہیں سخت گرمی میں چھوڑ دیا گیا۔ ہم کہیں گے کہ اس کے دو جواب ہیں: (1) آپ ﷺ نے بطور قصاص ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کیونکہ انہوں نے مسلمان چرواہوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے تھے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے۔ (2) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قبیلہ عرینہ کے لوگوں کے ساتھ یہ سلوک تحریم مشلہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں پیاسا چھوڑ دیا، وہ پانی مانگتے رہے لیکن انہیں پانی نہ

جائے گا تو میں ان کی لاش کو یوں ہی چھوڑ دیتا تا کہ وہ درندوں کے شکموں اور پرندوں کی پوٹوں میں چلے جاتے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی جنگ میں کفار قریش پر فتح عطا فرمائی تو میں اس کے عوض ان کے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ جب مسلمانوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بے حرمتی پر رسول اللہ ﷺ کا اس قدر غم و اندوہ دیکھا تو کہنے لگے: ”قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی دن ان پر غلبہ عطا فرمایا تو ہم ان کے مقتولوں کا ایسا مثلہ کریں گے کہ اہل عرب میں کسی نے ایسا مثلہ نہ کیا ہوگا۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ ان کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تو آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”تمہارے وصال کا۔! دکھ مجھے کبھی نہ پہنچے گا، میں کبھی کسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں مجھے اس سے زیادہ غیظ و غضب ہوا ہو۔“ پھر فرمایا: ”حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا نام ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں میں یوں لکھا گیا ہے: حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَسَدُ اللَّهِ وَ أَسَدُ رَسُولِهِ۔“ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کے شیر اور رسول اللہ کے شیر۔“

رسول اللہ ﷺ، حضرت حمزہ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہما تینوں آپس میں رضاعی بھائی تھے، انہیں ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی نے دودھ پلایا تھا۔

مثلہ کی ممانعت کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت بریدہ بن سفیان بن قروہ اسلمی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا اور مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اس غم و غصہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غیظ و غضب کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

دیا گیا یہاں تک کہ وہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔ ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اس لئے پیاسا رکھا تھا کہ ان بد بختوں نے اس رات آپ ﷺ کے اہل بیت کو پیاسا رکھا تھا۔ حدیث مرفوعہ میں مروی ہے کہ اس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت کے پاس تھوڑے سے دودھ کے سوا پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی اَللّٰهُمَّ عَطِّشْ مَنْ عَطِّشَ اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ۔ ”اے اللہ! ایسے شخص کو پیاسا رکھ جس نے تیرے نبی کے اہل بیت کو پیاسا رکھا۔“ یہ روایت شرح ابن بطلال میں مذکور ہے اور علامہ نسوی نے اس کی تخریج کی ہے۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿٣٦﴾ وَاصْبِرُوا
مَعَ صَبْرِكُمْ ۖ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ (النحل)

”اور اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم (ان کی ستم رانیوں پر) صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔ اور آپ صبر فرمائیے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور رنجیدہ نہ ہوا کریں ان (کی ہٹ دھرمی) پر اور نہ غمزدہ ہوا کریں ان کی فریب کاریوں سے۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے معاف فرمادیا، صبر اختیار فرمایا اور مسئلہ کرنے سے منع فرمادیا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حمید الطویل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے انہوں نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جس مقام پر بھی وعظ فرمایا تو آپ اس مقام سے اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ہمیں صدقہ کرنے کا حکم نہ دے لیتے اور مسئلہ کرنے سے منع نہ فرما لیتے۔“

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نمازِ جنازہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت مقسم مولیٰ عبد اللہ بن حارث سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں لپیٹنے کا حکم دیا، پھر آپ کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور سات تکبیریں کہیں، پھر دوسرے شہداء یکے بعد دیگرے لائے گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھے گئے۔ آپ ﷺ نے ان سب کی نمازِ جنازہ پڑھائی

شہداء کی نمازِ جنازہ

حضرت ابن اسحاق نے ایک غیر متہم شخص سے عن مقسم عن ابن عباس روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ فقہائے حجاز اور امام اوزاعی رحمہم اللہ نے دو وجہوں سے اس حدیث کو لائق استدلال نہیں سمجھا:

(1) اس حدیث کی سند میں ضعف ہے کیونکہ حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھ سے یہ حدیث ایک غیر متہم شخص نے بیان کی۔ اب وہ شخص یا تو حسن بن عمارہ ہے اور محمد ثنین کے نزدیک حسن بن عمارہ کے ضعف میں کوئی اختلاف نہیں، اکثر محدثین اس سے روایت نہیں لیتے اور اگر حسن بن عمارہ کے علاوہ کوئی اور شخص مراد ہے تو وہ مجہول ہے اور یہ جہالت اسے غیر مقبول بنا دیتی ہے۔

اور ان کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ پر بہتر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

حضرت صفیہ اور ان کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما پر غم و اندوہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھے جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی نعش دیکھنے کے لئے آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بیٹے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: اٹھو، اپنی والدہ سے ملو اور انہیں واپس لے جاؤ تاکہ وہ اپنے بھائی کی یہ حالت نہ دیکھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے عرض کی: امی جان! رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں، انہوں نے پوچھا: ”کیوں؟ حالانکہ مجھے علم ہوا ہے کہ میرے بھائی کا مسئلہ کیا

(2) اس حدیث پر کسی نے بھی عمل نہیں کیا اور غزوہ احد کی اس روایت کے علاوہ کہیں بھی مروی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوہ میں یا حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دور خلافت میں کسی شہید کی نماز جنازہ پڑھی ہو سوائے اس شہید کے جو میدان جنگ میں مرتد ہو گیا ہو (1)۔

جہاں تک شہید کو غسل نہ دینے کا تعلق ہے تو اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے سوائے ایک شاذ روایت کے جو بعض تابعین سے مروی ہے، اگرچہ انہوں نے نماز جنازہ میں اختلاف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ شہداء کی حیات برحق ہے، اس کی تصدیق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا (آل عمران: 169) ”اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں“۔ اس کے علاوہ شہید کو غسل نہ دینے میں ایک اور حکمت بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس کا خون ایک عبادت کی علامت ہے، شہید قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا جس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔ لہذا اسے خون سے پاک کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا خون پہلے ہی پاک اور عبادت کی علامت ہے۔ اسی اصل سے بعض علماء نے یہ مسئلہ مستحب کیا ہے کہ چہرے سے وضو کا پانی خشک کرنا مکروہ ہے۔

1۔ احناف کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے: عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَوَتَهُ عَلَى النَّبِيِّتِ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن باہر تشریف لے گئے اور شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی (صحیح بخاری 179/1، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)۔ مترجم

گیا ہے لیکن یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوا ہے، جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پر راضی رہنے کی توفیق بخشی، میں ان شاء اللہ ضبط سے کام لوں گی اور صبر کروں گی۔“ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے جواب کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”انہیں آنے دو“۔ چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں، ان کی لغزش کو دیکھا، نماز جنازہ پڑھی، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حضرت حمزہ کی معیت میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کی تدفین

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا بھی مثلہ کیا گیا۔ البتہ ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نہیں نکالا گیا تھا۔ آل عبداللہ بن جحش کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا۔ یہ

یہی امام زہری کا قول ہے۔ آپ فرماتے ہیں میرے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ میزانِ عمل میں وضو کے پانی کا بھی وزن کیا جائے گا۔ نیز اسی اصل سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دن کے پچھلے حصے میں مسواک کرنا مکروہ ہے تاکہ اس کے منہ کی بو ختم نہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی عبادت کا اثر ہے اور شہید کے خون کی طرح اس کے متعلق بھی مروی ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ قیامت کے روز کستوری کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ ان دونوں روایتوں کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔ ان کا معنی ایک ہی ہے۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دن کے پچھلے حصے میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن جحش المجدع رضی اللہ عنہ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا بھی مثلہ کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ المجدع فی اللہ (اللہ کی راہ میں ناک کان کٹوانے والا) کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ احد کے روزانہ کی ناک اور دونوں کان کاٹ دیے گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے

روایت میں نے صرف آپ کے اہل خانہ سے سنی ہے۔

شہداء کی تدفین

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض مسلمانوں نے اپنے شہداء کو مدینہ طیبہ لا کر دفن کر دیا تھا لیکن پھر رسول اللہ نے اس سے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ انہیں وہاں دفن کرو جہاں انہوں نے جام شہادت نوش کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم زہری نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری حلیف بنی زہرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب شہدائے احد کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: ”میں ان لوگوں پر گواہ ہوں، بے شک جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا، اس کا رنگ خون جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی، دیکھو ان لوگوں میں سے جو شخص زیادہ حافظ قرآن ہو اسے دفن میں اپنے ساتھیوں سے مقدم رکھنا۔“ مسلمان اس روز دو دوتین تین شہداء کو ایا، ہی قبر میں دفن کرتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے چچا حضرت موسیٰ بن یسار نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ ابوالقاسم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے

کہ احد کے روز صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تنہائی میں ان سے ملے۔ حضرت عبداللہ نے انہیں کہا: اے سعد! آؤ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگیں، ہم میں سے ایک دعا میں اپنی حاجت کا ذکر کرے اور دوسرا اس پر آمین کہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں: میں نے یہ دعا مانگی کہ میں مشرکین کے ایک طاقتور اور ماہر جنگجو گھڑسوار سے جنگ کروں، اسے قتل کروں اور اس کا جنگی سامان چھین لوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا آمین۔ پھر حضرت عبداللہ نے قبلہ شریف کی طرف رخ کیا اور آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی اے اللہ! میرے مقابلہ میں ایک ایسا کافر بھیج جو طاقتور اور تنومند ہو اور فن حرب کا ماہر ہو، وہ مجھے قتل کرے اور میری ناک اور میرے کان کاٹ دے اور جب میں کل (بروز قیامت) تجھ سے ملاقات کروں تو تو فرمائے: یا عبیدی فیہم جُدِعَ اَنْفُکَ وَ اَذُنُکَ ”اے میرے بندے! کس جرم میں تیری ناک اور تیرے کان کاٹے گئے۔“ تو میں عرض کروں فِیْکَ یَا رَبِّ وَ فِیْ رَسُوْلَکَ ”اے میرے پروردگار! تیری محبت اور تیرے رسول ﷺ کے عشق کے جرم میں۔“ تو تو فرمائے تم سچ کہہ رہے ہو۔ اے سعد! کہو آمین۔ حضرت سعد فرماتے ہیں میں نے

فرمایا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ تو خون جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے باپ حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا انہوں نے بنی سلمہ کے چند شیوخ سے روایت کیا کہ احد کے روز جب رسول اللہ ﷺ نے شہداء کی تدفین کا حکم دیا تو فرمایا: عمرو بن جموح اور عبد اللہ بن عمرو بن حرام کو دیکھو، وہ دونوں دنیا میں ایک دوسرے کے مخلص دوست تھے اس لئے انہیں ایک قبر میں دفن کرنا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حمنہ کا غم و اندوہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے، راستے میں آپ کی ملاقات حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ جب وہ لوگوں سے ملیں تو انہیں ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، پھر انہیں ان کے ماموں حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو انہوں نے

آمین کہا، پھر میں پچھلے پہر ان کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے اور ان کی ناک اور کان کاٹے جا چکے ہیں، ان کی ناک اور کان ایک رسی کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ میرا مقابلہ بھی ایک مشرک سے ہوا، میں نے اسے قتل کیا اور اس کا جنگی سامان چھین لیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔ وہ آپ کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار میں تبدیل ہو گئی، پھر آپ نے اسی کے ذریعے جنگ کی۔ اس تلوار کو ”العرجون“ کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار نسل در نسل منتقل ہوتی آئی یہاں تک کہ بغاء ترکی (خلیفہ معتمد باللہ کا ایک امیر سلطنت) کے ہاتھ دو سو دینار کے بدلے بیچ دی گئی۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن ان کی ہتھیار ”العون“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ واقعہ بدر کے روز پیش آیا۔ جس مشرک نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا وہ ابو الجحکم بن اخنس بن شریق تھا۔ شہادت کے وقت حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔ آپ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، پھر انہیں ان کے خاوند حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ چیخ اٹھیں اور واویلا کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کے دل میں اپنے خاوند کا ایک خاص مقام ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ کو دیکھا کہ بھائی اور ماموں کی شہادت کی خبر پر حوصلے میں رہیں اور اپنے خاوند کی شہادت کی خبر پر چیخ اٹھیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر خواتین انصار کی آہ و بکا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ انصار بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے ایک گھر کے پاس سے گزرے، آپ نے انہیں اپنے شہداء پر آہ و بکا اور نوحہ خوانی کرتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کچھ دیر آپ ﷺ روتے رہے پھر فرمایا: لیکن حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، چنانچہ جب حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما بنی عبدالاشہل کے گھروں میں پہنچے تو اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی کمریں کس لیں اور جا کر رسول اللہ ﷺ کے چچا پر روئیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف نے بیان کیا انہوں نے بنی عبدالاشہل کے کسی شخص سے روایت کیا کہ اس نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو

اس غزوہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو کا ذکر آیا ہے کہ ابوسفیان نے کہا: اَعْلُ هَبْلُ اس کا معنی ہے اے ہبل تیری شان اور اونچی ہو، پھر اس نے کہا اَنْعَمْتَ فَعَلِ۔ یعنی تم نے ہمیں نعمت سے نوازا، تم ہماری ملامت سے دور رہو۔ لوگوں نے کہا ہے کہ اس قول میں اَنْعَمْتَ سے اس کی مراد اِزْلاَم یعنی وہ تیر ہیں جن کے ساتھ فال نکالی جاتی تھی۔ ابوسفیان جب احد کی طرف روانہ ہونے لگا تو اس نے ان تیروں سے فال نکالی تھی جو اس کی مرضی کے مطابق نکلی تھی۔ اس کا قول فَعَالٍ فَعَلِ امر ہے یعنی تو ان تیروں سے دور رہ اور ان کی ملامت کو چھوڑ دے۔ اہل عرب کہتے ہیں اَعْلِ عَنِّي وَ عَالِ عَنِّي یعنی مجھ سے دور رہ اور مجھے چھوڑ دے۔ مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے روز ابوسفیان سے کہا: تمہاری وہ بات کہاں ہے اَنْعَمْتَ فَعَالِ؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے بہتر کیا اور امور جاہلیت کو ختم کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ان عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، وہ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِدْجَعْنَ يَوْحٰىكُنَّ اللّٰهُ فَقَدْ اَسْمِتُنَّ بِاَنْفُسِكُنَّ ”واپس چلی جاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، تم نے اپنی طرف سے تسلی کا حق ادا کر دیا ہے۔“ حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس روز نوحہ کرنے سے منع کر دیا گیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا: ”اللہ تعالیٰ انصار پر رحم فرمائے، یہ غمگساری کا اظہار ان میں زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے، ان عورتوں سے کہو کہ واپس چلی جائیں۔“

بنی دینار کی ایک عورت کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبد اللہ بن ابی عون نے بیان کیا انہوں نے حضرت اسماعیل بن محمد سے انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بنی دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کے غزوہ احد میں خاوند، بھائی اور باپ تینوں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شہید ہو گئے تھے۔ جب لوگوں نے اسے ان کی شہادت سے آگاہ کیا تو اس نے کہا مجھے بتاؤ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے لَا سَوَاءَ اَيُّ لَا نَحْنُ سَوَاءَ یعنی ہم اس معاملہ میں برابر نہیں۔ ابتدائے کلام میں معرفہ پر لا کا دخول صرف اس صورت میں جائز ہے جب لا کا تکرار ہو جیسے لَا ذَهْدَ قَلِيمٍ وَلَا عَمْرُو عَجَارِج۔ لیکن اس مقام پر تکرار کے بغیر بھی لا کا دخول جائز ہے کیونکہ کلام میں مقصود فعل کی نفی ہے یعنی لَا يَسْتَوِي جیسے یوں کہنا جائز ہے لَا نَوْلَكَ یعنی لَا يَنْبَغِي لَكَ۔ کتاب کے آغاز میں ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے جہاں ہم نے شاعر کے اس قول پر گفتگو کی ہے:

فَسَتْنَا سَعْدٌ فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدٍ

مخترق کا واقعہ اور دور اسلام میں پہلی وقف

اس غزوہ کے جو امور قابل ذکر ہیں ان میں سے ایک مخترق کا واقعہ ہے۔ یہ بنی نضیر کا ایک فرد ہے، اس نے کہا تھا اگر میں مارا جاؤں تو میرا مال محمد (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر دینا، حضور ﷺ کے چاہیں اسے خرچ کریں۔ چنانچہ وہ احد کے روز قتل کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ جب واپس تشریف لے تو آپ ﷺ نے اس کا مال اوقاف بنا دیا۔ یہ پہلی وقف ہے جو دور اسلام میں مقرر کی گئی۔ یہ

ہے؟ لوگوں نے بتایا خیراً یا اُمّ فُلَانٍ هُوَ بِحَمْدِ اللّٰهِ كَمَا تُحِبِّينَ ”الحمد للہ حضور بالکل خیر و عافیت سے ہیں جیسے تو چاہتی ہے۔“ وہ کہنے لگی میرے آقا کہاں ہیں تاکہ میں روئے زیبا دیکھ لوں۔ اشارہ کر کے بتایا گیا کہ حضور ﷺ وہ کھڑے ہیں۔ حضور ﷺ کو بخیریت دیکھ کر اس کی زبان سے نکلا کُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ ”حضور سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: لفظ جلال و کثیر دونوں کے لئے آتا ہے۔ یہاں یہ قلیل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قلیل کے معنی میں امرؤ القیس نے اس شعر میں استعمال کیا ہے:

لِقَتْلِ بَنِي اَسَدٍ دَبَّهْمُ اِلَّا كُلُّ شَيْءٍ سِوَاهُ جَلَلٌ
”بنی اسد کا اپنے رب کو قتل کرنا خبردار اس کے بعد ہر چیز قلیل ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: شاعر کے اس قول میں لفظ جلال کثیر کے معنی میں ہے۔ یہ شاعر حارث بن وعلہ جرمی ہے:

وَ لَئِنْ عَفَوْتُ لَا عَفْوَنَ جَلَلًا وَ لَئِنْ سَطَوْتُ لَا وَهْنَنَ عَظِيمَ
”اگر میں نے معاف کر دیا تو کثرت سے معاف کروں گا اور اگر میں ناراض ہو گیا تو اپنی ہڈیاں بھی کمزور کر دوں گا۔“

تلواروں کی صفائی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر جب رسول اللہ ﷺ اپنے کا شانہ اقدس میں تشریف لائے تو اپنی تلوار اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی اور فرمایا بیٹی! اس سے خون دھو ڈالو۔ پھر فرمایا وَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقْنِي الْيَوْمَ ”بخدا آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔“ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی اور فرمایا: اس سے بھی خون دھو ڈالو۔ پھر آپ نے بھی فرمایا: فَوَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقْنِي الْيَوْمَ ”بخدا! آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَئِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ الْقِتَالَ لَقَدْ صَدَقَ مَعَكَ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ وَ اَبُو دُجَانَةَ

بات حضرت محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے۔ امام زہری نے فرمایا: وہ سات باغات تھے جن کے اسماء یہ ہیں: اعراف، اعواف، صافیہ، دلال، برقہ، صہنی اور مشربہ ام ابراہیم۔ مؤخر الذکر کا نام مشربہ ام ابراہیم اس لئے تھا کہ ام ابراہیم اس میں رہتی تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے مخیرق کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ہم نے مذکورہ امور اس کے مکملہ اور مزید افادیت کے طور پر ذکر کر دیے ہیں۔

”(اے علی!) اگر آج تم نے دشمن سے جنگ کرنے کا حق ادا کیا ہے تو تمہارے ساتھ بہل بن حنیف اور ابودجانہ نے بھی حق ادا کر دیا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو ذوالفقار کہا جاتا تھا۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ حضرت ابن ابی شیح نے کہا احد کے روز کسی نے با آواز بلند یہ شعر پڑھا:

لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَ لَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ
”تلوار تو صرف ذوالفقار ہے اور نو جوان تو صرف علی ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اب مشرکین ہم کو اس طرح کی مصیبت نہیں پہنچائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم کو فتح عطا فرمادے گا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد پندرہ شوال بروز ہفتہ پیش آیا۔
دشمن کو بھگانے کے لئے اس کا تعاقب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: سولہ شوال بروز اتوار رسول اللہ ﷺ کے ایک منادی نے دشمن کا تعاقب کرنے کا اعلان کیا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ نکلیں گے جو کل کی جنگ میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے باپ نے مجھے میری سات بہنوں کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑا تھا اور کہا تھا میرے اور تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم ان خواتین کو اس حالت میں چھوڑ دیں کہ ان کے پاس کوئی مرد نہ ہو اور تیری حیثیت اتنی بھی نہیں ہے کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کے معاملہ میں اپنی ذات پر ترجیح دے سکوں۔ اس لئے تو اپنی بہنوں کے پاس ٹھہر جا۔ چنانچہ میں ان کے پاس ٹھہر گیا (اس لئے غزوہ احد میں شریک نہ ہو سکا)۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ آپ ﷺ کے ہمراہ جہاد پر روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی روانگی کا مقصد دشمن کو خوفزدہ کرنا تھا تا کہ ان تک یہ خبر پہنچ

حضرت ابن ہشام نے یہ شعر ذکر کیا ہے لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ۔ یہ فاء کے فتح کے ساتھ ہے اور فَقَارَہ کی جمع ہے اور اگر کسرہ کے ساتھ ذُو الْفَقَارِ کہا جائے تو اس صورت میں یہ فقرۃ کی جمع ہے۔ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اس روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ احد کے روز

جائے کہ آپ ﷺ ان کے تعاقب میں نکل پڑے ہیں اور مسلمانوں میں اب بھی مقابلہ کی قوت موجود ہے اور غزوہ احد میں انہیں جن ناگفتہ بہ حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے ان کی وجہ سے وہ دشمن سے غافل نہیں ہو گئے۔

حضور ﷺ کی مدد کے لئے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی ایک مثال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن خاریجہ بن زید بن ثابت نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوسائب مولیٰ عائشہ بنت عثمان سے روایت کیا کہ بنی عبدالاشہل کے ایک صحابی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک بھائی دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ ہم زخمی حالت میں واپس آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے منادی نے دشمن کے تعاقب میں نکلنے کا اعلان کیا تو میں نے اپنے بھائی سے یا اس نے مجھے کہا: ”کیا ہم اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکیں گے؟ قسم بخدا! ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں جس پر ہم سوار ہو سکیں اور ہم شدید زخمی بھی ہیں۔“ آخر ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکل پڑے، میں قدرے کم زخمی تھا، جب میرا بھائی نڈھال ہو جاتا تو میں اسے اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتا یہاں تک کہ ہم بھی اس مقام تک پہنچے جہاں تک مسلمان گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا تقرر بطور عامل مدینہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے حمراء الاسد تک کفار کا تعاقب کیا۔ یہ مدینہ طیبہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ بقول ابن ہشام اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: آپ ﷺ نے پیر، منگل اور بدھ تین دن وہاں قیام فرمایا پھر مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

ایک ہوا چلی تو لوگوں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَلَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ

یہ شعر ان اشعار میں سے ایک ہے جو اس نے ذکر کئے۔ حضرت ابن اسحاق نے بکائی کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ

معبد الخزاعی کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ معبد بن ابی معبد الخزاعی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ بنی خزاعہ کے مسلمان اور مشرک تہامہ کے علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کے راز دان تھے۔ ان کا آپ ﷺ کے ساتھ اتفاق و اتحاد تھا، وہ آپ ﷺ سے کوئی واقعہ بھی چھپاتے نہیں تھے جو ان کے ہاں پیش آتا، معبد ابھی تک مشرک تھا۔ اس نے عرض کی اے محمد (ﷺ) قسم بخدا! آپ کے جو صحابہ شہید ہوئے ہیں ہمیں اس پر بہت دکھ ہوا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے صحابہ کے درمیان بخیر و عافیت رکھے۔ رسول اللہ ﷺ ابھی حمراء الاسد کے مقام پر ہی تھے کہ معبد نے واپس جا کر روحاء کے مقام پر ابوسفیان سے ملاقات کی۔ مشرکین واپس پلٹ کر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے چند طاقتور اور ذی اثر اصحاب کو قتل کر دیا ہے۔ ہم پھر ان کی طرف لوٹیں گے تاکہ ان کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ ہم ان کے باقی ماندہ افراد پر حملہ کر کے ان کا قصہ تمام کر دیں گے۔ اسی اثناء میں ابوسفیان نے معبد کو دیکھا۔ اس نے پوچھا مَا وَدَّاءُكَ يَا مَعْبُدُ ”اے معبد! سناؤ کیا خبر لائے ہو؟“ معبد نے کہا ”محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کا اتنا بڑا لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں دوڑے چلے آ رہے ہیں کہ ایسا لشکر میں نے آج تک نہیں دیکھا، وہ غصے سے تم پر پل پڑیں گے جو مسلمان جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ بھی آپ (ﷺ) کے ساتھ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ وہ سخت نادم ہیں کہ انہوں نے پہلا موقع ضائع کر دیا۔ وہ تم پر اس قدر غضبناک ہیں کہ ایسا غصہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔“ ابوسفیان نے کہا تم پر ہلاکت ہو، بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ معبد نے کہا ”قسم بخدا! میری رائے تو یہی ہے کہ اس سے بیشتر کہ تم ان کے گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھو، تم کوچ کر جاؤ۔“ ابوسفیان نے کہا ”قسم بخدا! ہم نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ پلٹ کر ان پر حملہ کریں اور ان کے باقی ماندہ افراد کی جڑ بھی کاٹ دیں۔“ معبد نے کہا: ”اس غلطی سے میں تمہیں روکتا ہوں، قسم بخدا! مسلمانوں کا عزم و ارادہ دیکھ کر میں ان کے متعلق چند اشعار کہنے پر مجبور ہو گیا۔“ ابوسفیان نے کہا ”تو نے کیا اشعار

رضی اللہ عنہ کی تلوار سے خون دھونے لگیں تو آپ نے یہ شعر کہا:

أَقْلَطُمُ هَاتِي السَّيْفَ غَيْرَ ذَمِيمٍ فَلَسْتُ بِرَعْدِيدٍ وَلَا بِلَيْثِمٍ
 ”اے فاطمہ! اس بے عیب تلوار کو لے لے اور میں بھی نہ بزدل ہوں اور نہ لیسیم۔“

کہے: اس نے کہا میں نے یہ اشعار کہے:

كَادَتْ تُهْذُ مِنَ الْأَصْوَاتِ رَاحِلَتِي إِذْ سَالَتْ الْأَرْضُ بِالْجُرْدِ الْآبَابِيلِ
”قریب تھا کہ میری سواری کا جانور لشکروں کے شور و غل کی ہولناکی کی وجہ سے گر پڑتا جب
زمین پر جوق در جوق کم موگھوڑوں کا سیلاب آگیا۔“

تَرَوِي بِأَسَدٍ كِرَامٍ لَا تَنَابِلَةَ عِنْدَ الْإِلْقَاءِ وَ لَا مِئِيلٍ مَعَاذِيلِ
”جو ایسے ذی شان شیروں کو اٹھائے دوڑ رہے تھے جو مقابلہ کے وقت نہ ست اور بزدل
ہوں گے اور نہ ہتھیاروں سے خالی ہوں گے۔“

فَظَلْتُ عَدُوًّا أَظُنُّ الْأَرْضَ مَائِلَةً لِّمَا سَمَوَا بِرَيْنِيسٍ غَيْرِ مَخْدُولِ
”جب وہ گھوڑے ایک ایسے سردار کے ساتھ بلند ہوئے جو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا گیا تھا
تو میں تیز دوڑنے لگا، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے زمین جھکی جا رہی ہے۔“

فَقُلْتُ وَيْلَ ابْنِ حَرْبٍ مِّنْ لِّقَائِكُمْ إِذَا تَغَطَّطَتِ الْبَطْحَاءُ بِالْخَيْلِ
”میں نے کہا تمہاری ملاقات سے ابوسفیان بن حرب کے لئے ہلاکت ہے جب وادی

غزوة حمراء الاسد

شرح قصیدہ معبد الخزاعی

حضرت ابن اسحاق نے معبد الخزاعی کے اشعار ذکر کئے ہیں۔ ان اشعار میں ہے:

إِذَا تَغَطَّطَتِ الْبَطْحَاءُ بِالْخَيْلِ

لفظ تَغَطَّطَتِ غِطَّة سے مستعار ہے اور غِطَّة ہنڈیا کے ابلنے کی آواز کو کہتے ہیں۔

معبد کا قول ہے بِالْخَيْلِ۔ یہاں اس نے حرف لین کو ردیف بنایا ہے حالانکہ بقیہ تمام اشعار میں
روی (قافیہ کے حرف) سے پہلے حرف مد و لین کو ردیف بنایا گیا ہے۔ یہ وہی ساد (روی سے پہلے
ردیف کا عیب) ہے جسے ہم نے کتاب کے آغاز میں حضرت ابن اسحاق کے اس قول فَسُوْنِدًا بَيْنَ
الْقَبَائِلِ کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اس کی مثال عمرو بن کلثوم کا یہ شعر ہے:

أَلَا هَبْنِي بِصَحْنِكَ فَاصْبِحِينَا

پھر اس نے کہا:

تُصَفِّقُهَا الرِّيحُ إِذَا جَرَيْنَا

اس ساد کا نام سادِ عربی ہے نہ کہ سادِ صناعی۔ عد بن بن رقاہ نے کہا:

بطحاء گھوڑوں سے تھر تھرا اٹھے گی۔“

إِنِّي نَذِيرٌ لِلْأَهْلِ الْبَسَلِ ضَلْحِيَّةٌ لِّكُلِّ ذِي إِرْبَةٍ مِنْهُمْ وَ مَعْقُولٌ
”بے شک میں سورج کی دھوپ میں چپکنے والی سرزمین کے رہنے والوں (یعنی قریش مکہ) میں سے ہر صاحب عقل و دانش کو ڈرانے والا ہوں۔“

مِنْ جَهْمِشٍ أَحْمَدَ لَا وَخَشٍ تَنَابُلَةٍ وَ لَيْسَ يُوصَفُ مَا أَنْذَرْتُ بِالْقِيلِ
”(سیدنا) احمد (مجتبیٰ علیہ السلام) کے لشکر سے جوست اور کوتاہ قد نہیں ہیں اور جس بات سے میں نے ڈرایا ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔“

اس طرح اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو واپس لوٹا دیا۔
حضور ﷺ کو ابوسفیان کا پیغام

پھر ابوسفیان کے پاس سے قبیلہ عبدالقیس کے سواروں کا ایک قافلہ گزرا۔ اس نے ان سے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم مدینہ جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کس لئے؟ انہوں نے کہا ہمیں کچھ غلہ خریدنا ہے۔ اس نے کہا کیا تم محمد (ﷺ) کو میرا پیغام پہنچا دو گے جو میں تمہارے ہاتھوں ان کی طرف بھیج رہا ہوں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں عکاظ کی منڈی میں زبیب (کشمش) کا لدا ہوا ایک اونٹ دون گا۔ انہوں نے کہا ہم تیرا پیغام پہنچا دیں گے۔ اس نے کہا ”پھر تم انہیں بتانا کہ ہم نے دوبارہ ان پر اوزان کے اصحاب پر حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے تاکہ ہم ان کے باقی ماندہ لوگوں کی جڑیں بھی کاٹ کر رکھ دیں۔“ اس قافلہ کی ملاقات حمراء الاسد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوئی۔ قافلہ والوں نے آپ ﷺ کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ پیغام سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حَسْبُنَا اللَّهُ وَ نِعْمَ

وَ قَصِيدَةٌ قَدْ بَثَّ أَجْمَعُ بَيْنَهَا حَتَّى أَقْوَمَ مِثْلَهَا وَ سِنَادَهَا
نَظَرَ الْمُتَّقِفِ فِي كُؤُوبِ قَنَاتِهِ كَيْمَا يُقِيمَ لِقَافَهُ مُنْكَدَهَا

”کتنے ہی ایسے قصیدے ہیں جنہیں جمع کرتے ہوئے میں نے راتیں بسر کیں یہاں تک کہ میں نے ان کی کجی اور سناد کو اس شخص کی مانند سیدھا کر دیا جو اپنے نیزے کی گرہوں کو اس طرح سیدھا کرتا ہے کہ اس کا ثقاف (نیزہ سیدھا کرنے والا ہتھیار) کہیں نیزے کے جھکاؤ کو بھی سیدھا نہ کر دے۔“

معبد کا قول ہے لَا تَنَابُلَةٍ یعنی وہ کوتاہ قد نہیں ہیں۔ تَنَابُلٌ تَنَابُل کی جمع ہے جو النَّبَل سے بفعل کا وزن ہے اور تَنَابُل چھوٹی کنکریوں کو کہتے ہیں۔

الْوَكِيلُ ” ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

صفوان کا ابوسفیان کو دوبارہ حملہ کرنے سے روکنا

حضرت ابن ہشام نے فرمایا ”حضرت ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ ابوسفیان بن حرب جب احد کے روز واپس لوٹا تو اس نے دوبارہ مدینہ طیبہ کی طرف پلٹنے کا ارادہ کیا تا کہ باقی ماندہ اصحاب رسول ﷺ کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ اس پر صفوان بن امیہ بن خلف نے انہیں کہا: ایسا نہ کرنا کیونکہ وہ لوگ ابھی ایک جنگ کر چکے ہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں دوسری جنگ کا نتیجہ برعکس نہ نکلے، اس لئے واپس چلو۔ چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔ ادھر جب حمراء الاسد میں رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے واپس پلٹ کر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کے پروگرام کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ سَوِّمْتُ لَهُمْ حِجَارَةً لَوْ صَبَحُوا بِهَا لَكَانُوا كَأَمْسِ الدَّاهِبِ ”اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! ان کے لئے پتھروں کو نشان زدہ کر دیا گیا ہے۔ اگر انہوں نے پلٹ کر ہم پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو وہ پتھران پر برسائے جائیں گے اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔“

ابوعزہ اور معاویہ بن مغیرہ کا قتل

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہونے سے پہلے معاویہ بن مغیرہ بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اور ابوعزہ جمحی کو گرفتار کر لیا تھا۔ معاویہ عبد الملک بن مروان کا نانا اور ان کی ماں عائشہ بنت معاویہ کا باپ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں بھی اسے قید کر لیا تھا لیکن پھر اس پر احسان کرتے ہوئے اسے رہا کر دیا تھا۔ اب پھر اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری غلطی سے درگزر فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وَاللّٰهِ لَا تَمْسَحُ عَارِضِيْكَ بِمَكَّةَ بَعْدَهَا وَ تَقُوْلُ خَدَعْتُ مُحَبَّدًا مَّرَّتَيْنِ اِضْرِبْ

ابوعزہ جمحی

حضرت ابن ہشام نے ابوعزہ کا ذکر کیا ہے اسے حضرت عمیر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔ بعض علماء نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بنی خدارہ کے فرد عبد اللہ بن عمیر تھے یا عبد اللہ بن عمیر خطمی تھے۔ حضرت زبیر نے ابن جعد یہ اور ضحاک بن عثمان سے روایت کرتے ہوئے ابو عزہ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ جعدہ لغت میں جَعَادِب کا واحد ہے اور جَعَادِب پانی میں اٹھنے والے

عُنُقَهُ يَا ذُبِيرٌ" قسم بخدا! (اب تمہیں معافی نہیں مل سکتی تاکہ) مکہ جا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ازراہِ تعلیٰ تم یہ نہ کہو کہ میں نے محمد (ﷺ) کو دوبارہ دھوکہ دیا ہے۔ اے ذبیر! اٹھو اس کی گردن اڑادو۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑادی۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مجھے حضرت سعد بن مسیب سے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُلْدَغُ مِنْ جُحْرِ مَرَّتَيْنِ، اِضْرِبْ عُنُقَهُ يَا عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ "بے شک مومن ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا، اے عاصم بن ثابت! اٹھو اس کی گردن اڑادو۔ چنانچہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑادی۔

معاویہ بن مغیرہ کا قتل

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ غزوہ حراء الاسد کے بعد حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے معاویہ بن مغیرہ کو قتل کر دیا۔ اس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پناہ طلب کی تھی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے لئے پناہ کی بلبلوں کو کہتے ہیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ابو عزرہ جحی برص کا مریض تھا۔ قریش نے اس کے ساتھ مل کر کھاتے اور نہ اس کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ اس نے کہا اس تکلیف سے تو موت بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے لوہے کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور مکہ کی کسی گھاٹی میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس نے وہ لوہے کا ٹکڑا اپنے پہلو میں مارا۔ ابن جعدہ کہتے ہیں کہ اس سے خون بہنے لگا اور ضحاک کا بیان ہے کہ اسے صرف چمڑے اور اس کے نیچے دالی جھلی کے درمیان زخم آیا جس سے پیپ بہنے لگی۔ اس طرح اسے برص کے مرض سے نجات مل گئی۔ اس پر اس نے یہ اشعار کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ وَاَيْلٍ وَ نَهْدٍ وَالتَّهْمَاتِ وَالجِبَالِ وَالجُرُودِ
 "اے اللہ! اے گھاٹیوں، ٹیلوں، وادیوں اور بے آب و گیاہ پہاڑوں کے رب!"

وَ رَبِّ مَنْ يُّرْعَى بِاَرْضِ نَجْدٍ اَصْبَحْتُ عَبْدًا لَّكَ وَابْنٌ عَبْدٍ
 "اور ان جانوروں کے رب جو سرزمین نجد میں چرتے ہیں، میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا بن گیا ہوں۔"

اَبْرَأَتْنِيْ مِنْ وَضَحٍ بِجِلْدٍ مِنْ بَعْدِ مَا طَعَنْتُ فِيْ مَعْدِيْ
 "تو نے مجھے جلد پر پڑے ہوئے برص کے داغوں سے نجات بخشی ہے بعد اس کے کہ میں نے اپنے پہلو میں نیزہ گھونپ دیا تھا۔"

درخواست کی تو آپ ﷺ نے اسے اس شرط پر پناہ دی کہ وہ تین دن کے بعد یہاں پایا گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا لیکن تین دن کے بعد بھی وہ وہیں قیام پذیر رہا اور چھپا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے دو صحابیوں کو بھیجا اور فرمایا: وہ فلاں جگہ چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے وہاں سے گرفتار کر کے اس کا سر قلم کر دیا۔

غزوہ احد کے بعد عبد اللہ بن ابی کا کردار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کو اپنی قوم میں ایک مقام اور شرف حاصل تھا جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ جمعہ کے روز جب رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھنے کے بعد منبر شریف پر تشریف فرما ہوتے تو وہ کھڑا ہوتا اور کہتا لوگو! یہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے ذریعے عزت و اکرام سے نوازا ہے لہذا ان کی امداد اور تعظیم کرو اور ان کے ارشادات سنو اور ان کی اطاعت کرو، پھر وہ بیٹھ جاتا لیکن جب اس نے احد کے روز غلط روش اختیار کی اور اپنے منافقین کو لے کر واپس لوٹ آیا تو اس دفعہ جب وہ کھڑا ہو کر وہی کچھ کہنے لگا جو پہلے کہا کرتا تھا تو مسلمانوں نے چاروں طرف سے اسے کپڑوں سے پکڑ لیا اور کہا اے دشمن خدا! بیٹھ جا تو اس کام کا اہل نہیں ہے جبکہ تو نے ایسا غلط اقدام کیا۔ اس پر وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا: قسم بخدا! ”میں نے کوئی بری بات تو نہیں کہی، میں تو انہی کے کام کی پختگی کے لئے کھڑا ہوا تھا“۔ مسجد کے دروازے پر اس کی ملاقات ایک انصاری سے ہوئی،

ابوسفیان کا پیغام پہنچانے والا قافلہ

حضرت ابن اسحاق نے ایک قافلہ کے ذریعے ابوسفیان کی دھمکی کا پیغام پہنچانے کا ذکر کیا ہے۔ جس شخص نے اس کا پیغام مسلمانوں تک پہنچایا تھا وہ نعیم بن مسعود ہے۔ اس دھمکی آمیز پیغام کو سن کر مسلمانوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ ”ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے“۔ تفسیر میں اسی طرح آیا ہے۔

عبد اللہ بن ابی کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی کا یہ قول ذکر کیا ہے جو اس نے مسجد سے نکلنے وقت کہا تھا: لَكَائِمًا قُلْتُ بَجْرًا (گویا میں نے کوئی بری بات کہہ دی ہو) بجز امر عظیم کو کہتے ہیں اور بجدی

انہوں نے پوچھا بد بخت تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا ”میں تو کھڑا ہو کر انہی کے کام کی پختگی چاہتا تھا لیکن ان کے چند اصحاب مجھ پر جھپٹ پڑے، میرے کپڑے کھینچنے لگے اور مجھے جھڑکنے لگے، گویا میں نے ان کے کام کی پختگی کا ارادہ کر کے کوئی برا کام کیا ہو“۔ انصاری کہنے لگے ”بد بخت! واپس چلا جا، رسول اللہ ﷺ تیرے لئے بخشش کی دعا کریں گے۔ اس نے کہا قسم بخدا! مجھے ان کی دعائے مغفرت کی ضرورت نہیں۔

یوم احد مسلمانوں کی آزمائش کا دن

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یوم احد آزمائش، مصیبت اور امتحان کا دن تھا، اس روز اللہ تعالیٰ نے مومنین کو آزمایا اور ان منافقین کا پردہ چاک کر دیا جو زبان سے تو ایمان کا اظہار کرتے تھے لیکن اپنے دلوں میں کفر چھپائے رکھتے تھے۔ اس روز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شہادت و کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا۔

مصائب کو کہتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت میں مذکور ہے یا ہادی الطریق حُرَّتْ اِنَّمَا هُوَ الْفَجْرُ وَالْبَجْرُ ”اے رہنما! تو راستے سے ہٹ گیا ہے، وہ فجر ہے یا بجر ہے“۔ خطاب نے کہا: اس کا معنی مصیبت ہے۔

اس روایت کے علاوہ حضرت ابن اسحاق نے ایک اور روایت میں شہدائے احد کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے: يَا لَمَتَيْنِ غَوْدَتُ مَعَ اَصْحَابِ نَحْصِ الْجَبَلِ ”کاش مجھے پہاڑ کے دامن میں تیرا قلن دستے کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا“۔ نَحْصُ الْجَبَلِ پہاڑ کے سب سے نچلے حصے کو کہتے ہیں۔ یہ صاحب العین کا قول ہے۔

غزوہ احد کے متعلق نازل کردہ آیات

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ہم سے حضرت ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبد اللہ بکائی نے بیان کیا انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطہلی سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے غزوہ احد کے متعلق سورہ آل عمران کی ساٹھ آیات نازل فرمائیں جن میں اس غزوہ کے واقعات کا بیان اور بعض مسلمانوں پر عتاب کا ذکر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۱﴾

(آل عمران)

”اور یاد کرو (اے محبوب ﷺ) جب صبح سویرے رخصت ہوئے آپ اپنے گھروں سے (اور میدان احد میں) بٹھا رہے تھے مومنوں کو مورچوں پر جنگ کے لئے لے لے اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے“ ۱

۱۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا تَبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ کا معنی ہے آپ مومنوں کو جنگ کے لئے مورچوں اور منازل میں بٹھا رہے تھے۔ کیت بن زید کا شعر ہے:

لَيْتَنِي كُنْتُ قَبْلَهُ قَدْ تَبَوَّاتُ مَضْجَعًا

”کاش میں اس سے پہلے کسی بستر پر بیٹھ چکا ہوتا۔“

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا ہے جو تم کہہ رہے تھے اور جاننے والا ہے جو تم چھپا رہے تھے۔

إِذْ هَبَّتْ طَائِفَتَيْنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۖ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾

(آل عمران)

غزوہ احد کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر

حضرت ابن اسحاق نے ان آیات کی صرف وہ تفسیر ذکر کی ہے جس کی ایک قاری سیرت کو ضرورت پڑتی ہے۔ انہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۚ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ (آل عمران: 128)

”جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا۔ (اس لئے اس نے اس لغزش سے بچالیا) اور صرف اللہ پر توکل کرنا چاہیے مومنوں کو۔“

۱۔ یعنی ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دیں۔ طانفتان سے مراد بنی سلمہ بن جشم بن خزرج اور بنی حارثہ بن النہیت بن اوس ہیں۔ یہ دونوں قبیلے لشکر اسلام کے میمنہ اور میسرہ پر تھے۔

۲۔ یعنی حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے دور کرنے والا تھا جو انہوں نے بزدلی اور ہمت ہارنے کا ارادہ کیا تھا۔ ان کی یہ کم ہمتی محض جسمانی کمزوری کی وجہ سے تھی ورنہ ان کے دین اور ایمان میں کوئی شک نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے ان کی بشری کمزوری کو دور فرما دیا یہاں تک کہ وہ قوی القلب ہو کر اپنے پیارے نبی ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گئے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا بنی اسد کے ایک عالم کا بیان ہے کہ ان دونوں جماعتوں نے کہا: ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم اس ارادے کا انکار کر دیں جو ہم نے کیا تھا۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی۔

۳۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۰﴾ یعنی جس مومن کو بھی کوئی کمزوری لاحق ہو اسے صرف مجھ پر توکل کرنا چاہیے اور مجھ سے مدد مانگنی چاہیے، میں اس کے معاملہ میں اس کی مدد کروں گا اور اس سے وہ کمزوری دور کر دوں گا یہاں تک کہ اسے اس کے مقصد تک پہنچا دوں گا، اس کا دفاع کروں گا اور اس کے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اسے قوت و طاقت عطا فرماؤں گا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ ﴿۱۰۱﴾ (آل عمران)

”اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے۔ پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم (اس بروقت امداد کا) شکر ادا کر سکو۔“

۱۔ یعنی تمہاری تعداد بھی کم تھی اور تم قوت و طاقت کے لحاظ سے بھی کمزور تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے اس کی اتنی ہی تفسیر ذکر کی ہے جو ان کی کتاب میں موجود ہے، جبکہ تفسیر ترمذی میں ایک مرفوع حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابو سفیان، حارث بن ہشام، عمرو بن العاصی کے حق میں بدو عافرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۚ أَوْ يَشُوبُ عَلَيْهِمْ (آل عمران: 128) چنانچہ انہوں نے توبہ کی اور اسلام لے آئے

۲۔ یعنی مجھ سے ڈرتے رہا کرو کیونکہ یہی میری نعمتوں کا شکر ہے۔

اِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ اَنْ يُبَدِّلَكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ ﴿١٠﴾ بَلَىٰ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا وَيَاْلُوْكُمْ مِّنْ فَوْرٍ اِهْمَ هَذَا يُبَدِّلُكُمْ رَّابِعُكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١١﴾ (آل عمران)

”(عجب سہانی گھڑی تھی) جب آپ فرما رہے تھے مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور (اگر) آدھمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں۔“

یعنی اگر تم میرے دشمنوں کے سامنے ڈٹ جاؤ اور میرے حکم کی پیروی کرو اور کفار تیزی سے اسی وقت تم پر آدھمکیں تو میں پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔

بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مُسَوِّمِينَ کا معنی ہے نشان لگائے گئے۔ حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فرشتوں نے اپنے گھوڑوں کی دموں اور گردن کے بالوں پر سفید اون کے نشان لگا رکھے تھے۔ البتہ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بدر کے روز فرشتوں کے نشان سے مراد ان کے سفید عمامے ہیں۔ اس کا ذکر واقعہ بدر میں گزر چکا ہے۔ اَلْسِيْمَا کا معنی علامت ہے۔ کتاب اللہ عز وجل میں ہے: سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح: ۲۹) ”ان (کے ایمان و عبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔“ حَجَارَاتٍ مِّنْ سَبْجٍ مُّنْضُوْدٍ ﴿١١﴾ مُّسَوَّمَةٌ (ہود) ”پتھر آگ میں پکے ہوئے پے در پے جو نشان زدہ تھے۔“ ہمیں حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”(اس آیت کا معنی یہ ہے کہ) ان پر ایسا نشان تھا کہ وہ دنیا کے پتھر نہیں بلکہ عذاب کے پتھر ہیں۔“

اور اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ ابوسفیان کے حسن اسلام کے متعلق یہی حدیث ثابت ہے بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے کوئی اور دعویٰ کیا ہے اور حارث بن ہشام کے حسن اسلام اور شام میں شہادت پانے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور عمرو بن العاصی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَسْلَمَ النَّاسُ وَ اٰمَنَ عَمْرُو ”دیگر لوگ اسلام لائے اور عمرو ایمان لایا۔“ ایک روایت میں ان کا اپنا

روہ بن عجاج نے کہا:

فَلَا نَ تَبْلَى بِي الْجِيَادُ السُّهُمُ وَ لَا تُجَارِيَنِي إِذَا مَا سُومُوا
وَ شَخَصَتْ أَبْصَارُهُمْ وَ أَجْذَمُوا
”پس اب میرے ساتھ تیز رفتار دو غلے گھوڑے ظاہر کیے جائیں گے اور تو میرے ساتھ اس وقت نہ چلنا جب گھوڑوں کو نشان زدہ کیا جائے اور ان لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور وہ تیزی سے بھاگ جائیں۔“

ذال معجمہ کے ساتھ أَجْذَمُوا کا معنی ہے انہوں نے جلدی کی اور دال مہملہ کے ساتھ أَجْذَمُوا کا معنی ہے انہوں نے کاٹا۔

یہ ان کے ایک ارجوزہ کے اشعار ہیں۔ مُسَوَّمَةٌ چرائے جانے والے گھوڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ کتاب اللہ تعالیٰ میں ہے: وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ (آل عمران: ۱۴) (اور گھوڑے چرائے ہوئے) شَجَرًا فِيهِ تُسِيمُونَ ⑩ (النحل) (اور اس سے سبزہ اگتا ہے جس میں تم موسیٰ چراتے ہو)۔ اہل عرب کا قول ہے: سَوَّمَ حِمْلَهُ وَ اِبِلَهُ وَ اَسَامَهَا ”اس نے اپنے گھوڑے اور اونٹ چرائے۔ کیت بن زید نے کہا:

دَاعِيَا كَبَانَ مُسَجِحًا فَفَقَدْنَاهُ وَ فَقَدُ الْمُسِيمِ هُلُكُ السَّوَامِ
”وہ شخص چرانے والا اور نرم اخلاق تھا، ہم نے اسے کھو دیا اور چرواہے کی عدم موجودگی موسیوں کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مُسَجِحًا کا معنی ہے نرمی سے سرداری کرنے والا اور بکریوں پر احسان کرنے والا۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بَشَرًا لَّكُمْ وَلِتُظْمِنَ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۖ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ
الْحَكِيمِ (آل عمران)

”اور نہیں بنایا فرشتوں کے اترنے کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لئے اور تاکہ مطمئن ہو

فرمان ہے: میری ہجرت کا مقصد مال و دولت کا حصول نہ تھا بلکہ میری ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی رضا کے لئے تھی۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا: نَبِيعًا بِالْمَلِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ”مرد صالح کے لئے اچھا مال کیا ہی خوب ہے۔“ اس حدیث میں آپ ﷺ نے انہیں مرد صالح فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے انہیں فرمایا: اِنِّی

جائیں تمہارے دل اس سے اور (حقیقت تو یہ ہے) کہ نہیں ہے فتح و نصرت مگر اللہ کی طرف سے جو سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے۔“

یعنی میں نے اپنے فرشتوں کے لشکروں کو صرف تمہاری خوشخبری کے لئے نشان زدہ کیا اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں کیونکہ میں تمہاری بشری کمزوری کو جانتا ہوں اور فتح و نصرت میری بادشاہت اور قدرت کی وجہ سے صرف میری طرف سے ہے کیونکہ حقیقی غلبہ اور حکمت مجھے ہی حاصل ہے، میری مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔ پھر فرمایا:

لَيَقْطَعَنَّ طَرَفَايِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٣٠﴾ (آل عمران)
 ”(یہ مدد اس لئے تھی) تاکہ کاٹ دے ایک حصہ کافروں سے یا ذلیل کر دے ان کو۔ پس لوٹ جائیں نامراد ہو کر۔“

یعنی تاکہ قتل کے ذریعے انتقام لے کر مشرکین سے ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ناکام و نامراد واپس لوٹا دے یعنی ان کے باقی ماندہ لوگ ناکام اور ذلیل و خوار ہو کر واپس لوٹ جائیں اور ان کی کوئی امید پوری نہ ہونے پائے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یكبتہم کا معنی ہے انہیں شدید غم میں مبتلا کر لے اور انہیں اپنے ارادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے روک دے۔ ذوالرمہ نے کہا:
 مَا آتَسَ مِنْ شَجْنٍ لَا آتَسَ مَوْقِفَنَا فِي حَيْرَةٍ بَيْنَ مَسْرُورٍ وَ مَكْبُوتٍ
 ”میں اس غم کو نہیں بھول سکتا اور میں اپنی قوم کی خوشی اور غم کے درمیان حیرانگی کی حالت میں کھڑا ہونے کے مقام کو نہیں بھول سکتا۔“

اور یكبتہم کا معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں منہ کے بل گرا کر ہلاک کر دے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

أَرِيدُ أَنْ أَبْعَثَكَ وَجْهًا يُسَلِّمُكَ اللَّهُ فِيهِ وَ يُغْنِيكَ وَ أَزْعَبَ لَكَ زَعْبَةً مِنَ الْمَالِ: ”بے شک میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایسے چہرے کے ساتھ آگے بھیجوں جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ تم پر سلامتی نازل فرمائے اور تجھے تیرے حصہ سے زائد اجر و ثواب عطا فرمائے اور (میں چاہتا ہوں کہ) تجھے مال کا ایک بڑا حصہ عطا کروں۔“ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ حارث اور ابوسفیان کی اخبار کے متعلق چند نکات اور خاص امور کا ذکر آئے گا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿٣٨﴾ (آل عمران)

”نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل، چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو عذاب دے انہیں۔ پس بے شک وہ ظالم ہیں۔“

۱۔ یعنی میرے بندوں کے معاملہ میں آپ کا کوئی دخل نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کے بارے میں میں آپ کو کوئی حکم دوں یا اپنی رحمت کے صدقے ان کی توبہ قبول کر لوں۔ اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں یا ان کے گناہوں کے باعث انہیں عذاب دوں تو یہ بھی میرا حق ہے۔

۲۔ یعنی وہ میری حکم عدولی کر کے اس عذاب کے حق دار بن گئے ہیں۔

وَاللَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٩﴾ (آل عمران)

”اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

سود کی ممانعت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَاْكُلُوْا اَمْۤوَالَكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَقْلِبُوْنَ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٠﴾ (آل عمران)

”اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود و گنا چو گنا کر کے اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ اور بچو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔“

۱۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت اسلام عطا فرمائی تو اسلام میں وہ سود نہ کھاؤ جو تم اس وقت کھاتے تھے جب تم غیر مسلم تھے، جس کا کھانا تمہارے لئے تمہارے دین میں حلال نہیں۔

اِتَّخَذَ كَامَعْنٰی

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: وَ يَتَّخِذُ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ (اور بنا لے تم میں سے کچھ شہید)۔ اس آیت کریمہ میں شہداء کی فضیلت اور ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار ہے کیونکہ اِتَّخَذْتُ يَاتَّخِذُ صرف اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو چنا ہوا ہو اور محبوب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو تا کہ تم اس عذاب سے نجات پا جاؤ جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ڈرایا ہے اور وہ ثواب پا لو جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ترغیب دی ہے۔
 ۳۔ یعنی جو آگ ان لوگوں کا گھر بنائی گئی ہے جنہوں نے میرے احکام کا انکار کیا۔

اطاعت کی ترغیب

پھر فرمایا:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۳۱﴾ (آل عمران)

”اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (کریم ﷺ) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عتاب فرمایا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی جو آپ ﷺ نے انہیں غزوہ احد وغیرہ میں فرمایا تھا۔ اس کے بعد فرمایا:

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۲﴾ (آل عمران)

”اور دوڑو بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور (دوڑو) جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے۔“
 یعنی جو گھر ہے ان خوش نصیبوں کا جنہوں نے میری اطاعت کی اور میرے رسول ﷺ کی اطاعت کی۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ وَالْكُلُوبِ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۳﴾ (آل عمران)

”وہ (پرہیزگار) جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگدستی میں اور ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے۔“
 یہی اعمال احسان ہیں اور میں ان اعمال پر عمل کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ (المومنون: ۹۱) ”نہیں بنایا اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا“ اور فرمایا: وَلَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ”اور نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا“۔ پس اتحاد کا معنی ہے اپنے لئے خاص کر لینا اور جن لینا۔ یہ آخذ سے باب افتعال ہے۔ جب کوئی کہے اِتَّخَذْتُ كَذَا تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ میں نے اسے اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے اور اختیار کر لیا ہے۔ اس لفظ

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهَ ۚ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

”اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کر بیٹھیں کوئی برا کام یا ظلم کریں اپنے آپ پر (تو فوراً) ذکر کرنے لگتے ہیں اللہ کا اور معافی مانگنے لگتے ہیں اپنے گناہوں کی اور کون بخشتا ہے گناہوں کو اللہ کے سوا اور نہیں اصرار کرتے اس پر جو ان سے سرزد ہو، اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں“ ۱۔

۱۔ یعنی اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھیں یا کسی مصیبت کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کریں تو فوراً یاد کرنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے روکا تھا اور ان پر یہ کام حرام فرمایا تھا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

۲۔ یعنی وہ میری نافرمانی پر مشرکین کی طرح قائم نہیں رہتے جو اپنے کفر میں حد سے بڑھ گئے ہیں، درآں حالیکہ وہ جانتے ہیں کہ میں نے ان پر اپنے سوا سب کی عبادت حرام کر دی ہے۔
أُولَٰئِكَ جَزَاءُ مَا كَفَرُوا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٥١﴾ (آل عمران)

”یہ وہ (نیک بخت) ہیں جن کا بدلہ بخشش ہے اپنے رب کی طرف سے اور جنات رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے، ان میں کیا ہی اچھا بدلہ ہے کام کرنے والوں کا۔“
یعنی اطاعت کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔

مسلمانوں کی مصیبت کا ذکر اور ان کی دلجوئی

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نازل ہونے والی مصیبت اور بلاء، انہیں نکھارنے اور ان میں سے کچھ کو شہید بنانے کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ان کی دلجوئی کرتے ہوئے اور ان کے کارناموں کی اور اپنی شانِ بندہ نوازی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿٥٢﴾

(آل عمران)

”گزر چکے تم سے پہلے (قوموں کے عروج و زوال کے) قاعدے پس سیر کرو زمین میں

کی پہلی تاء یا م کا بدل ہے اور وہ یا م آخِذ کے ہمزہ کا بدل ہے۔ پس وہ یا م تاء میں بدل گئی کیونکہ ایسے مقام پر واؤ بھی تاء میں بدل جاتی ہے جیسے اِئْتَدِ اور اِئْتَدِ اور یا م بھی واؤ کی مثل ہے لہذا ایسے مقام پر یا م بھی تاء میں بدل جائے گی۔ لغت عرب میں یہ کلمہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے کہ اہل عرب نے اس کی ایک تاء پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اسے قَدْ خَلَتْ بنا دیا ہے لیکن تاء کا یہ حذف صرف صیغہ ماضی

اور (اپنی آنکھوں سے) دیکھو کہ کیسا انجام ہوا (دعوتِ حق کو) جھٹلانے والوں کا۔
یعنی ان لوگوں سے میرے انتقام لینے کے واقعات گزر چکے ہیں جنہوں نے میرے رسول ﷺ کی تکذیب کی اور میرے شریک بنائے جیسے عاد، ثمود، قوم لوط اور اصحابِ مدین۔
پس تم وہ عبرتناک انجام دیکھو جو میری طرف سے ان میں گزر چکے ہیں۔ ان انجاموں میں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو انہی کی مثل معاملہ کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں اس لئے مہلت نہیں دے رکھی کہ وہ یہ خیال کریں کہ چونکہ میں نے انہیں تم پر غلبہ دے رکھا ہے اس لئے میں تمہارے اور اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لوں گا بلکہ اس مہلت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائے اور تمہاری اعلیٰ صفات کا اظہار فرمائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (آل عمران)

”یہ ایک بیان ہے لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے واسطے۔“

یعنی اگر لوگ ہدایت کو قبول کریں تو یہ ان کے سمجھانے کے لئے ایک تفسیر ہے اور ان لوگوں کے لئے نورِ ہدایت اور نصیحت ہے جو میری اطاعت کریں اور میرے حکم کو پہچانیں۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران)

”اور نہ (تو) ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تمہیں سر بلند ہو گے اگر تم سچے مومن ہو۔“

یعنی نہ تو کمزور بنو اور نہ اس مصیبت پر غم کرو جو تمہیں پہنچی ہے اور تمہارے لئے ہی اچھا انجام اور غلبہ ہے بشرطیکہ تم نے میرے نبی ﷺ کی ان باتوں میں تصدیق کی جو وہ میری طرف سے تمہارے پاس لے کر تشریف لائے ہیں۔

إِنْ يَسْأَلْكُمْ قَوْمٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْصٌ مِّثْلُهُ ۖ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَّٰوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَ
لِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (آل عمران)

کے ساتھ خاص ہے اور تَتَّخِذُ نہیں بولا جاتا جس طرح تَتَّخِذُ بولا جاتا ہے کیونکہ فعل مضارع میں ہمزہ وصلی نہیں آتا جبکہ انہوں نے فعل ماضی کے شروع میں ہمزہ ثقیل ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا ہے کیونکہ تاء کی حرکت کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ رہی اور تَتَّخِذْتُ کی خام کو کسرہ دے دیا کیونکہ تاء کے حذف کے ساتھ اس کا مضارع نہیں آتا لہذا عین کلمہ کو وہی حرکت دی جو فعل مضارع میں عین کی

”(احد میں) اگر لگی ہے تمہیں چوٹ تو (بدر میں) لگ چکی ہے (تمہاری دشمن) قوم کو بھی چوٹ ایسی ہی ۱۔ اور یہ (ہار جیت کے) دن ہم پھراتے رہتے ہیں انہیں لوگوں میں ۲۔ اور یہ اس لئے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور بنائے تم میں سے کچھ شہید ۳۔ اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو“ ۴۔

۱۔ یعنی (تمہاری دشمن) قوم کو ایسا ہی زخم لگ چکا ہے۔

۲۔ یعنی ہم ابتلاء و آزمائش کے لئے ان دنوں کو لوگوں میں پھراتے رہتے ہیں۔

۳۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں اور منافقوں کو ممتاز کر دے اور اہل ایمان میں سے جن کو چاہے شرف شہادت عطا فرمائے۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان منافقین کو دوست نہیں رکھتا جو اپنی زبانوں سے تو اطاعت کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دل معصیت پر مصر ہیں۔

وَلِيُمَخِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴﴾ (آل عمران)

”اور اس لئے کہ نکھار دے اللہ تعالیٰ انہیں جو ایمان لائے ۱۔ اور مٹا دے کافروں کو“ ۲۔

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو آزمائے یہاں تک کہ انہیں اس نازل کردہ آزمائش کے ذریعے نکھار دے کہ ان کا صبر و یقین کتنا بلند ہے۔

۲۔ یعنی منافقین اپنی زبانوں سے جو ایمان کا ایسا اظہار کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اس کو باطل کر دے یہاں تک کہ ان کے اس کفر کو ظاہر کر دے جو وہ چھپاتے ہیں۔

مجاہدین کو جنت کی دعوت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵﴾ (آل عمران)

”کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں (آزمائش میں) صبر کرنے والوں کو“۔

حرکت تھی۔ ہمارا یہ کلام اس کلمہ کی مشہور لغت پر ہے ورنہ ایک ضعیف لغت میں يَتَّخِذُ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اسے حضرت ابو عبید نے اور نحاس نے اعراب القرآن میں ذکر کیا ہے۔

یعنی کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور میرے ثواب کے اعلیٰ درجات کو پا لو گے، حالانکہ میں نے ابھی تمہیں شدت اور مصائب کے ساتھ آزمایا ہی نہیں تاکہ اپنی ذات کے اوپر تمہارے ایمان کی سچائی کو اور میری راہ میں پیش آنے والے مصائب پر تمہارے صبر کو دیکھ لوں اور تم تو اسی دین حق پر شہادت کی تمنا کرتے تھے جس پر تم قائم ہو، اس سے پہلے کہ تم اپنے دشمنوں سے ملاقات کرو۔ یہاں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی تھی کہ آپ انہیں ساتھ لے کر دشمن کی طرف نکلیں تاکہ اس سے پہلے غزوہ بدر میں ان کی غیر حاضری کا تذکرہ ہو سکے اور انہیں شرف شہادت حاصل ہو سکے جو وہ پہلے حاصل نہیں کر سکے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَسْتَوُونَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُلْقَوُا فَقَدِمَا آيَتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿١٠﴾

(آل عمران)

”اور تم آرزو کرتے تھے موت کی اس سے پہلے کہ تم اس سے ملاقات کرو، سو اب دیکھ لیا تم نے اس کو اور تم (آنکھوں سے) مشاہدہ کر رہے ہو۔“

یعنی اب تم نے لوگوں کے ہاتھوں میں موجود تلواروں کے سائے میں موت کو دیکھ لیا ہے۔ اب تمہارے اور دشمن کے درمیان تمام رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں اور تم (اپنی آنکھوں سے) دشمن کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم سے دشمن کو دور کر دیا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَلَا يَنْفَكُ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْفَلِتْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُدَّ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١١﴾

(آل عمران)

اور نہیں محمد (ﷺ) مگر (اللہ کے) رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول لے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) الٹے اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی سچ اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر

خلافت صدیق اکبر کے دلائل

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: أَفَلَا يَنْفَكُ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْفَلِتْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُدَّ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١١﴾ (آل عمران) اس آیت کریمہ کی تفسیر اس وقت ظاہر ہوئی جب مرتدین الٹے پاؤں پھر گئے اور اللہ تعالیٰ کے

کرنے والوں کو“

۱۔ جب لوگوں میں یہ افواہ پھیلی کہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے تو مسلمان شکست سے دو چار ہوئے اور دشمن کے سامنے سے پسپا ہو گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد کے ساتھ انہیں تنبیہ فرمائی۔

۲۔ یعنی تم پہلے کی طرح پھر کافر ہو کر اپنے دین سے پھر جاؤ گے اور اپنے دشمن کے خلاف جہاد اور کتاب اللہ اور اس دین کو ترک کر دو گے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ نے تمہارے پاس چھوڑا ہے، حالانکہ جو قرآن وہ تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس میں تمہارے لئے بیان کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ ایک روز اس جہانِ فانی سے پردہ فرمانے والے ہیں اور تم سے جدا ہونے والے ہیں؟

۳۔ یعنی جو اپنے دین سے پھرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عزت، عظمت، بادشاہت اور قدرت میں کچھ کمی نہیں آئے گی۔

دین اور اس کے پیارے نبی ﷺ کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ اسی وجہ سے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ”امیر المومنین“ کہا جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں آپ کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ آپ ہی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے دین سے لٹے پاؤں پھر جانے والوں کے ساتھ جہاد کیا اور انہیں ایک دفعہ پھر اسی دین کی طرف لوٹا دیا جس سے وہ نکل گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشُّكْرِينَ ﴿١٦﴾۔ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مرتدین پر غالب آئیں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت مکمل ہوگی جس کا وہ شکر ادا کریں گے اور چونکہ شکر نعمت ملنے پر ہی ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا انہیں شکر کی ترغیب دلانا اس بات کی دلیل ہے کہ فتنہ ارتداد طول نہیں پکڑے گا اور مسلمانوں کو ان پر جلد غلبہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ الْفَتْحُ (۱۶) (فرمادیجئے ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں کو) اس آیت کریمہ میں بھی حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بدوی عربوں کو نئی حنیفہ کے خلاف جہاد کی دعوت دی جو کہ بڑے سخت جنگجو تھے۔ مسلمانوں نے ان کے ساتھ جزیہ کے حصول کے لئے لڑائی نہیں کی تھی بلکہ اس لئے ان سے جنگ کی گئی تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور ان کے ساتھ یہ جنگ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اور آپ کے دور اقتدار میں ہوئی، پھر

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جلدی اجر دے گا جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور اس کے حکم کی تعمیل کی۔

اس حقیقت کا بیان کہ موت اللہ کے اذن سے آتی ہے پھر فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبَ مُوَجَّلَاتٍ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَجَّزَى الشَّاكِرِينَ ﴿٥﴾ (آل عمران)

”اور نہیں ممکن کہ کوئی شخص مرے بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے، لکھا ہوا ہے (موت کا) مقررہ وقت۔ اور جو شخص چاہتا ہے دنیا کا فائدہ ہم دیتے ہیں اس کو اس سے اور جو شخص چاہتا ہے آخرت کا فائدہ ہم دیتے ہیں اسے اس میں سے اور ہم جلدی اجر دیں گے (اپنے) شکر گزار بندوں کو“ ۲

۱۔ یعنی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کا مقررہ وقت لکھا ہوا ہے جس تک آپ ﷺ پہنچیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ عز و جل اس کے بارے میں اجازت دے گا تب آپ کا وصال ہوگا۔
۲۔ یعنی تم میں سے جو شخص صرف دنیا کا طالب ہے اور آخرت میں اس کی کوئی رغبت نہیں،

فرمایا: فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا (الفتح: ۱۶) (پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا)۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان بدوی عربوں پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت لازم کر دی۔ گویا یہ آیت کریمہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿٥﴾ (التوبہ) ”اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ“۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورہ حشر میں کھول کر بیان کر دیا ہے کہ صادقین کون ہیں۔ فرمایا: أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿٦﴾ (الحشر) ”یہی راست باز لوگ ہیں“۔ یہاں صادقون سے مراد مہاجرین ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام کو جو دارِ ہجرت میں مقیم تھے اور ایمان میں ثابت قدم تھے (یعنی انصار کو)، حکم دیا کہ وہ مہاجرین کے ساتھ ہو جائیں، یعنی ان کے تابع ہو جائیں۔ لہذا اس آیت کریمہ کی رو سے خلافت صادقین میں ثابت ہو گئی اور اس نام کے ساتھ وہ اس کے مستحق ٹھہرے اور صادقین میں سے صرف حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو اللہ تعالیٰ نے صدیق فرمایا۔ لہذا خلافت آپ کے ساتھ ہی خاص ہو گئی، پھر دیگر صادقین کے لئے آپ کے بعد ثابت ہوئی۔

ہم اس کو اس دنیا سے اتنا ہی رزق دیتے ہیں جو اس کے مقدر میں ہو، وہ اس میں اضافہ نہیں کر سکتا اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور جو شخص آخرت کا فائدہ چاہتا ہے تو ہم اسے دنیا کے مقررہ رزق کے ساتھ ساتھ آخرت کا حصہ بھی دیتے ہیں جس کا اس کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ یہی شاکرین یعنی پرہیزگاروں کی جزاء ہے۔

سابقہ انبیاء کی معیت میں جہاد کرنے والوں کی شجاعت کا بیان پھر فرمایا:

وَكَايُنْ مِنْ نَبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۖ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ (آل عمران)

”اور کتنے ہی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے سونہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچیں انہیں اللہ کی راہ میں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ انہوں نے ہار مانی اور اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے (تکلیفوں میں) صبر کرنے والوں سے ۱ اور نہیں تھی ان کی گفتگو بغیر اس کے کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں کیں ہم نے اپنے کام میں، اور ثابت قدم رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر ۲

۱۔ یعنی کتنے ہی نبی گزرے ہیں کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور ان کے ہمراہ اللہ والوں کی کثیر

رِبِّيُّونَ اور آیت کریمہ میں اس کی حالت رفعی

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: وَكَأَيُنْ مِنْ نَبِيِّ قُتِلَ (۱) مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ۔ تفسیر ابن اسحاق کے مطابق رِبِّيُّونَ مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور یہ جملہ قُتِلَ میں ضمیر مستتر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ یہ صحیح ترین تفسیر ہے کیونکہ انہوں نے کہا اللہ والوں نے ان تکلیفوں کی وجہ سے ہمت نہ ہاری جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں۔ اگرچہ قتل ہونے والے وہی رِبِّيُّونَ ہی تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ (آل عمران: ۱۳۶) ایک اور مفسر کی یہ تفسیر بھی بیان کی جاتی ہے کہ رِبِّيُّونَ قُتِلَ کا نائب فاعل ہے۔ اس بناء پر معنی یہ ہوگا کہ ان میں سے باقی ماندہ لوگوں نے اپنے بھائیوں کے قتل کی مصیبت پر ہمت نہ ہاری۔ یہ بھی ایک توجیہ ہے لیکن آیت کا شان نزول پہلی تفسیر کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ یہ قرأت شاذ ہے۔ مصحف عثمانی میں قُتِلَ ہے۔

جماعت تھی لیکن انہوں نے اپنے نبی کے وصال کی وجہ سے ہمت نہ ہاری، نہ اپنے دشمن کے سامنے کمزور ہوئے اور نہ ان تکلیفوں کی وجہ سے ہار مانی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اپنے دین کی راہ میں پہنچیں۔ یہی صبر ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا رِبِّيُّونَ کا واحد رَبِّيُّ ہے اور رباب کا معنی ہے بہت سے گروہ۔ اہل عرب عبد مناة بن ادبن طابخہ بن الیاس کی اولاد کو اور بنی ضبہ کو رباب کہتے ہیں کیونکہ وہ سب یکجا ہو گئے تھے اور انہوں نے باہم حلف اٹھا لیے تھے۔ رباب کا واحد رِبَابَہ اور رِبَابَہ ہے۔ اس کا معنی جوئے کے تیروں یا لائٹیوں کا گٹھا ہے۔ گروہ کو اس گٹھے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اسے رِبَابَہ کہا جاتا ہے۔ ابو ذویب ہذلی نے کہا:

وَ كَانَهُنَّ رِبَابَةٌ وَ كَانَهُ يَسْرُ يَفِيضُ عَلَى الْقِدَاحِ وَ يَصْدَعُ
”گویا کہ وہ عورتیں جوئے کے تیروں کا گٹھا ہیں اور وہ شخص گویا جو اکھیلنے والا ہے جو ان تیروں کے ساتھ ضربیں لگا رہا ہے اور انہیں منتشر کر رہا ہے۔“

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے اور امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

حَوْلَ شِمَاطِنِهِمْ آبَابِلُ رِبِّيُّونَ شَدُّوا سَنُودًا مَدَسُودًا
”ان کے شیطانوں کے ارد گرد اللہ والوں کے گروہ ہیں جنہوں نے میخوں والی زر ہیں پہن رکھی ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رِبَابَہ اس کیڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں جوئے کے تیر باندھے جاتے ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سَنُود سے مراد زر ہیں اور الدُّسُر ان میخوں کو کہتے ہیں جو زرہ کے حلقوں میں لگائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَ حَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْاَوْاسِ وَ دُسُرًا (القمر) ”اور ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر“۔ بنی تمیم کے ایک شاعر نے جس کا نام ابوالاخرزرجانی ہے، کہا:

دُسْرًا بِأَطْرَافِ الْقَنَا الْمُقَوِّمِ

اہل لغت کے قول میں رِبِّيُّونَ کا معنی جماعت ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رِبِّيُّونَ کا معنی ہے ہزاروں لوگ۔ اور ابان بن تغلب نے کہا: رَبِّي دس ہزار کی جماعت کو کہتے ہیں۔

”مضبوط نیزوں کی اطراف میں نیزے۔“

۲۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ تم بھی اسی کی مثل گفتگو کرو جیسی انہوں نے کی اور یقین رکھو کہ یہ سب کچھ تمہارے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہے اور اسی طرح مغفرت طلب کرو جیسے انہوں نے طلب کی اور اپنے دین پر قائم رہو جیسے وہ قائم رہے اور اگلے پاؤں نہ پھر جانا اور اللہ تعالیٰ سے وہی کچھ مانگو جو انہوں نے مانگا کہ وہ تمہیں ثابت قدم رکھے اور اسی سے قوم کفار کے مقابلہ میں مدد طلب کرو جیسے انہوں نے مدد طلب کی۔ ان کے نبی کو بھی شہید کر دیا گیا، انہوں نے یہی کچھ کیا اور ایسا نہیں کیا جیسے تم نے کیا۔

فَاَتَتْهُمْ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ (آل عمران)

”تو دے دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ثواب (یعنی کامیابی) ۱۔ اور عمدہ ثواب آخرت کا (یعنی نعیم جنت اور لذت وصل) ۲۔ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکوں کا روں سے۔“

۱۔ ان کو ان کے دشمن پر فتح و غلبہ دے کر دنیا کی کامیابی دے دی۔

۲۔ اور جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جنت میں وعدہ فرمایا تھا وہ بھی دے دیں۔

اہل ایمان کو کفار کی اطاعت کی ممانعت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَزِدُّوْكُمْ عَلَىٰ عِقَابِكُمْ فَتَثْقَلُوْا ۚ خَسِرْتُمْ ۖ بَلَىٰ ۖ إِنَّ اللّٰهَ مُوَلِّوْكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ (آل عمران)

”اے ایمان والو! اگر پیروی کرو گے تم کافروں کی تو وہ پھیر دیں گے تمہیں اگلے پاؤں (کفر کی طرف) تو تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے بلکہ اللہ حامی ہے تمہارا اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے“ ۲۔

چند آیات اخذ کی کچھ تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاَتَتْهُمْ غَمًّا بِغَمِّ (آل عمران)، (پس اللہ نے پہنچایا تمہیں غم کے بدلے غم)۔ تفسیر ابن اسحاق کے مطابق باء محذوف شبہ فعل کے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: غَمٌّ مُّقْرُونٌ بِغَمٍّ (غم کے ساتھ ملا ہوا غم)۔ ایک اور تفسیر کے مطابق باء حرف جار اقْبَلْکُمْ کے متعلق ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس غم کے بدلے غم پہنچایا جو تم نے اپنے نبی ﷺ کی حکم عدولی کر کے آپ ﷺ کو پہنچایا۔

۱۔ یعنی وہ تمہیں تمہارے دشمن سے لئے پاؤں پھیر دیں گے تو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔

۲۔ پس اگر تمہارے دل تمہاری زبان سے نکلی ہوئی بات کے سچا ہونے کی گواہی دے رہے ہیں تو اسی بات کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کرو اور اس کے دین سے مرتد ہو کر لئے پاؤں (کفر کی طرف) نہ لوٹ جانا۔

سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَهُمْ يَنْتَزِلُ بِهِ سُلْطَانٌ وَمَا لَهُمُ الْثَّامِرُ ۖ وَيُسْئِرُ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

”ابھی ہم ڈال دیں گے کافروں کے دلوں میں رعب! اس لئے کہ انہوں نے شریک بنالیا اللہ کے ساتھ اس کو جس کے لئے نہیں اتاری اللہ نے کوئی دلیل اور ان کا ٹھکانا آتش (جہنم) ہے اور بہت بری جگہ ہے ظالموں کی۔“

۱۔ جس رعب کے ذریعے میں تمہیں ان پر غلبہ دوں گا اس لئے کہ انہوں نے میرے ساتھ اس کو شریک بنالیا جس کے لئے میں نے کوئی دلیل نہیں بنائی۔ اس لئے تم یہ خیال نہ کرو کہ انہیں تم پر فتح اور غلبہ حاصل ہوگا بشرطیکہ تم نے میرے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھا اور میرے حکم کی پیروی کی۔ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے یہ تو تمہاری ان غلطیوں کی وجہ سے تھی جو تم نے اپنے لئے آگے بھیجیں کہ تم نے میرے حکم کی مخالفت کی اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کی۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمُودِ عَصَيْتُمْ مَن بَعْدَ مَا آتَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ ۚ مِنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥١﴾ (آل عمران)

”اور بے شک سچ کر دکھایا تم سے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے اسیہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول ﷺ کے) حکم کے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ (آل عمران: 152) (اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ ہیں جو تیرا قلعہ دستہ کے امیر تھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ اپنی جگہوں پر ثابت قدم رہیں اور اپنے نبی کی حکم عدولی نہ کریں۔ چنانچہ آپ کے ساتھ ایک گروہ ثابت قدم رہا۔ آپ خود بھی شہید ہو گئے اور آپ کے ساتھی بھی۔ یہی وہ خوش نصیب تھے جنہوں نے آخرت کو طلب کیا، لیکن ایک گروہ مال

بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ نے دکھایا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے ۲ بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے ۳ اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے ۴ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بے شک اس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر“ ۵

۱۔ یعنی میں نے تم سے تمہارے دشمن پر غلبہ اور نصرت کا وعدہ اس وقت پورا کر دیا جب تم میرے اذن، میرے عطا کردہ تسلط اور طاقت کے ساتھ ان کو تلواروں سے قتل کر رہے تھے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: الحس کا معنی ہے جڑ سے اکھاڑنا۔ کہا جاتا ہے حَسَسْتُ الشَّيْءَ یعنی میں نے تلوار وغیرہ سے اس چیز کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ جریر نے کہا:

تَحْسَهُمُ السُّيُوفُ كَمَا تَسَامِي حَرِيقُ النَّارِ فِي الْأَجَمِ الْحَصِيدِ
”تلواریں انہیں جڑوں سے اکھاڑ پھینک رہی ہیں جس طرح کٹے ہوئے گھنے درختوں میں آگ کا شعلہ بند ہوتا ہے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ربیع بن عجاج نے کہا:

إِذَا شَكُونَا سَنَةً حَسُونَا تَأْكُلُ بَعْدَ الْأَخْضَرِ الْيَبِيسَا
”جب ہم اموال کو جڑوں سے اکھاڑ دینے والے ایسے سال کی شکایت کرتے ہیں جو ہزرے کے بعد خشک گھاس کو بھی کھا رہا ہے۔“

یہ اس کے ایک اور جوڑہ کا شعر ہے۔

۲۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یعنی جب تم نے ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دی اور میرے حکم کے بارے میں اختلاف کیا یعنی اپنے نبی کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور جو تم سے عہد لیا گیا تھا یعنی تیرا اندازوں سے، اس کو ترک کر دیا اور نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھا

غنیمت کی طرف لپکا اور دشمن نے ان پر حملہ کر دیا۔ غزوہ احد میں یہی مصیبت تھی۔ ایک روایت میں ہے: لَقَدْ رَأَيْتُ عَدَمَ هِنْدٍ وَصَوَاحِبَهَا وَهُنَّ مُشِيرَاتٌ فِي الْحَرْبِ ”بے شک میں نے ہند کے پازیب دیکھے اور اس کی سہیلیوں کو دیکھا کہ وہ جنگ میں اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں“ عَدَم کا معنی پازیب ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے اس موقع پر اسی طرح کہا ہے جب انہوں نے ہند کا ذکر کیا اور اس بات کا ذکر کیا کہ اس نے شہداء کے کانوں اور ناکوں کے پازیب اور ہار بنائے اور اپنے پازیب، ہار اور بالیاں وحشی کو دے دیں۔

دیا تھا جو تم پسند کرتے تھے یعنی فتح و نصرت جس میں کوئی شک نہ تھا اور کفار کا اپنی عورتوں اور اموال کو چھوڑ کر بھاگنا۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کے مال غنیمت کا ارادہ کیا اور اطاعت کے اس حکم کو ترک کرنے کا ارادہ کیا جس پر آخرت کے ثواب کی بنیاد تھی۔

۴۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور دنیا میں رغبت کرتے ہوئے اس نہی کی مخالفت نہ کی جو انہیں کی گئی تھی بلکہ آخرت میں اس عمدہ ثواب کی امید کی جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جنہوں نے دین کی خاطر جہاد کیا اور دنیاوی لالچ میں اللہ تعالیٰ کی نہی کی مخالفت نہ کی۔

۵۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے تعاقب سے پیچھے ہٹا دیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے اور یہ آزمائش تمہاری غلطیوں کی وجہ سے تھی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیا تاکہ تمہیں تمہارے نبی کی نافرمانی کی پاداش میں ہلاکت میں نہ ڈال دے، بلکہ اس نے تم پر اپنے فضل کا وعدہ کیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ادب و نصیحت کے طور پر بعض گناہوں کے بدلے دنیا کی عارضی سزا دے دی اور انہیں مکمل طور پر نیست و نابود نہ کیا۔ یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی اس لئے تھی کہ ان میں ایمان موجود تھا۔

نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ فرمائی کہ انہیں پکارا جا رہا تھا لیکن انہوں نے حضور ﷺ کی پکار کی طرف توجہ نہ دی۔ فرمایا:

إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَكُونُ عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَاجِكُمْ فَأَتَابَكُمْ عَمَّا بَغِمْتِكُمْ لَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا آصَابَكُمْ ۖ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

”یاد کرو جب تم دور بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے اور رسول (کریم ﷺ) بلا رہے تھے تمہیں پیچھے سے پس اللہ نے پہنچایا تمہیں غم کے بدلے غم تاکہ تم نہ غمگین ہو اس چیز پر جو کھو گئی ہے تم سے اور نہ اس مصیبت پر جو پہنچی ہے تمہیں اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس طرح رنج کے بعد رنج پہنچایا کہ تمہارے بھائی قتل ہو گئے، تم پر

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَهُنَا (آل عمران) (اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں) (اس بے دردی سے)۔ صحیح التفسیر میں ہے کہ یہ بات عتاب بن قشیر نے کہی تھی۔ وہ انتہائی کٹر منافق تھا۔

دشمن غالب آگیا اور تمہارے دلوں میں اس شخص کی بات اثر کر گئی جس نے کہا کہ تمہارے نبی کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ لگا تا غم پر غم تمہیں اس لئے پہنچایا تا کہ تم نہ اس چیز پر غمگین ہو جو تم سے کھو گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے دشمن پر فتح اور غلبہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اسے کھو بیٹھے اور نہ تم اپنے بھائیوں کے قتل کی مصیبت پر غمگین ہو یہاں تک کہ میں نے تم سے اس رنج و غم کو دور کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے رنج و غم اس طرح دور کیا کہ نبی کریم ﷺ کی شہادت کی جھوٹی افواہ جو شیطان نے پھیلانی تھی اسے ختم کر دیا، چنانچہ جب مسلمانوں نے اپنے درمیان رسول اللہ ﷺ کو زندہ دیکھا تو ان کے لئے اپنے دشمن سے شکست کھانے اور اپنے بھائیوں کے قتل ہونے کی مصیبت آسان ہو گئی۔

لَمْ أَنْزَلْ عَلَيْكُم مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً نَّعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً مِّنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِمَّنْ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (آل عمران)

”پھر اتاری اللہ تعالیٰ نے تم پر غم و اندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو چھارہ ہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے اور ایک جماعت ایسی تھی جسے فکر پڑا ہوا تھا (صرف) اپنی جانوں کا، بدگمانی کر رہے تھے اللہ کے ساتھ بلا وجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی۔ کہتے کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے۔ آپ فرمائیے اختیار تو سارا اللہ کا ہے، چھپائے ہوئے ہیں اپنے دلوں میں جو ظاہر نہیں کرتے آپ پر، کہتے ہیں (اپنے دلوں میں) اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں (اس بے دردی سے) آپ فرمائیے کہ اگر تم (بیٹھے) ہوتے اپنے گھروں میں تو ضرور نکل آتے (وہاں سے) وہ لوگ لکھا جا چکا تھا جن کا قتل ہونا اپنی قتل گاہوں کی طرف ۲ (یہ سارے مصائب اس لئے تھے) تا کہ آزمائے اللہ تعالیٰ جو کچھ تمہارے سینوں میں (چھپا) تھا اور صاف کر دے جو (میل کچیل) تمہارے دلوں میں تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے سینوں کے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَظُنُّونَ بِاللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ (آل عمران: 154) یعنی وہ گمان کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔

رازوں کا ۳۔

۱۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے قتل کی افواہ کو ختم کر دیا تو اہل یقین پر اپنی طرف سے راحت نازل فرمائی، پس وہ بلا خوف و خطر سو گئے جبکہ منافقین کو اپنی جانوں کا فکر پڑا ہوا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا وجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی کر رہے تھے کہ ان پر قتل کا خوف طاری تھا کیونکہ وہ حسن عاقبت کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک دوسرے کو ملامت اور مصیبت پر حسرت کے اظہار کا ذکر فرمایا۔

۲۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ فرمائیے اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے اور اس مقام پر حاضر نہ ہوتے جہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارے پوشیدہ راز ظاہر کر دیے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن کا قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اس مقام کی طرف ضرور نکال دیتا جہاں انہوں نے قتل ہونا تھا۔

۳۔ (یہ سارے مصائب اس لئے تھے) تاکہ اللہ تعالیٰ آزمائے جو کچھ تمہارے سینوں میں چھپا تھا اور صاف کر دے جو میل کچیل تمہارے دلوں میں تھا اور اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اس پر منافقین کے وہ راز مخفی نہیں جو انہوں نے تم سے چھپا رکھے تھے۔ مسلمانوں کو تنبیہ کہ اللہ کی راہ میں موت سے نہ ڈریں پھر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا الْإِخْوَانُ هُمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ
أَوْ كَانُوا غُزًى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكُمْ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۖ
وَاللَّهُ يُخَيِّ وَيُؤَيِّتُ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٤﴾ (آل عمران)

”اے ایمان والو! نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کفر اختیار کیا اور جو کہتے تھے اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کرتے تھے کسی علاقہ میں یا ہوتے تھے جہاد کرنے والے کہ اگر وہ ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ بنائے اللہ تعالیٰ اس (خیال باطل) کو حسرت (کا باعث) ان کے دلوں میں ۲ اور درحقیقت اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ۳ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ظُلَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ (آل عمران: 154) یعنی اہل جاہلیت کی بدگمانی جیسے ابوسفیان اور اس کے ساتھی۔

۱۔ یعنی ان منافقین کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے بھائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت میں سفر کرنے سے روکتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے یہ اطاعت گزار فوت ہو جاتے ہیں یا مارے جاتے ہیں تو کہتے ہیں اگر وہ ہماری اطاعت کرتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

۲۔ کیونکہ وہ اپنے رب پر بہت کم یقین رکھتے ہیں۔

۳۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ ان میں سے جسے چاہتا ہے جلدی موت دے دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تاخیر کر دیتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمَّا قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٩﴾

(آل عمران)

”اور واقعی اگر تم قتل کیے جاؤ یا خدا میں یا تم مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت (جو تمہیں نصیب ہوگی) بہت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔“

یعنی موت تو ہر حال میں آتی ہے، اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں لیکن اگر ان کے پاس یقین کی دولت ہوتی تو راہِ خدا میں موت یا قتل اس دنیا سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور جس کی خاطر جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ انہیں موت اور قتل کا خوف اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے دنیا کی زیب و زینت کو جمع کیا اور آخرت کی طرف رغبت نہ کی۔

وَلَمَّا قُتِلْتُمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَا إِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿٦٠﴾ (آل عمران)

”اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو اللہ کے حضور جمع کیے جاؤ گے۔“

یعنی موت یا قتل جو بھی ہو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹایا جائے گا۔ اس لئے نہ دنیا تمہیں دھوکے میں ڈالے اور نہ تم خود اس سے دھوکہ کھاؤ بلکہ جہاد اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ثواب کی امید دلائی ہے وہی تمہارے نزدیک اہمیت کی حامل ہونی چاہئے۔

مسلمانوں پر حضور ﷺ کی مہربانی اور شفقت کا ذکر

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: وَشَاوَرَهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران: 159)
(اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں) اور اس کی تفسیر بیان کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ؕ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ؕ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ؕ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ؕ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿٥٩﴾ (آل عمران)

”پس (صرف) اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لئے اور اگر ہوتے آپ تند مزاج، سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے تو آپ درگزر فرمائیے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان کے لئے اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں! اور جب آپ ارادہ کر لیں (کسی بات کا) تو پھر توکل کرو اللہ پر، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے۔“

۱۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اپنے پیارے رسول ﷺ کی نرمی اور ان کی کمزوری پر آپ ﷺ کے صبر کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنے ہر اس حکم کی مخالفت پر مسلمانوں کے ساتھ تند مزاجی سے پیش آتے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کی تو یہ مسلمان بہت کم صبر کرتے اور آپ ﷺ کو چھوڑ دیتے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: تو آپ ان سے درگزر فرمائیے اور اہل ایمان میں سے جو بھی کسی گناہ میں آلودہ ہو اس کے لئے اس کے گناہ کی بخشش طلب کیجئے اور ان سے اس کام میں صلاح مشورہ کیجئے تاکہ آپ انہیں یہ باور کرا سکیں کہ آپ ان کی بات سنتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں اگرچہ آپ ان سے مستغنی ہیں۔ اس اقدام سے ان کے دین کے معاملہ میں ان کی دلجوئی ہوگی۔

۲۔ اور جب آپ اس حکم کا ارادہ کر لیں جو میری طرف سے آپ کے پاس آئے یا اپنے دشمن کے خلاف جہاد کے معاملہ میں کسی بات کا ارادہ کر لیں جس کے بغیر آپ کے درمیان اور آپ کے دشمن کے درمیان اصلاح ممکن نہ ہو تو وہ کام کر گزریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہو اور اس شخص کی مخالفت کیجئے جو آپ کی مخالفت کرے اور اس شخص کی موافقت کیجئے جو آپ کے ساتھ اتفاق کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے یعنی تمام بندوں کو چھوڑ کر صرف اسی پر انحصار کیجئے، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

إِنَّ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ؕ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرْكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ؕ وَعَلَىٰ

سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ کو ان دونوں حضرات سے مشاورت کرنے کا حکم دیا گیا۔

اللّٰهُ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

”اگر مدد فرمائے تمہاری اللہ تعالیٰ تو کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر اور اگر وہ (ساتھ) چھوڑ دے تمہارا تو کون ہے جو مدد کرے گا تمہاری اس کے بعد اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو۔“

اس لئے آپ لوگوں کی خاطر میرا حکم نہ چھوڑیں بلکہ میرے حکم کی طرف لوگوں کی بات کو چھوڑ دیں اور ایمان والوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے نہ کہ لوگوں پر۔

خیانت کے متعلق نازہ کردہ آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۖ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥١﴾ (آل عمران)

”اور نہیں ہے کسی نبی کی یہ شان کہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا تو لے آئے گا (اپنے ہمراہ) خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن پھر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔“

یعنی کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ لوگوں سے ڈر کر یا ان میں رغبت کی وجہ سے ان سے وہ حکم چھپائے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کی طرف بھیجا اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس خیانت کو ساتھ لائے گا پھر اسے اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، نہ اس پر ظلم کیا جائے گا اور نہ زیادتی۔

أَلَمْ يَنْتَهِبْكُمْ رِضْوَانُ اللَّهِ كَمَا بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٥٢﴾

(آل عمران)

خیانت کا حکم

حضرت ابن اسحاق نے یہ ارشاد باری تعالیٰ ذکر کیا ہے: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۖ (آل عمران: 161) (اور نہیں ہے کسی نبی کی یہ شان کہ خیانت کرے)۔ اور اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ اس حکم کو چھپائے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت خیانت کے بارے میں نازل ہوئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں سے ایک چادر نہ ملی۔ کسی نے کہہ دیا شاید نبی کریم ﷺ نے وہ چادر لے لی ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ

”تو کیا جس نے پیروی کی رضائے الہی کی اس کی طرح ہو سکتا ہے جو حقدار بن گیا ہے اللہ کی ناراضگی کا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔“

یعنی کیا جس نے رضائے الہی کی ہر حال میں پیروی کی خواہ لوگ اس سے محبت کریں یا اس پر ناراض ہوں، اس کی طرح ہو سکتا ہے جو لوگوں کی رضایا ان کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا جو شخص میری اطاعت پر ثابت قدم ہو اور اس کا ثواب جنت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا ہے اور اس کے غضب کا مستحق ٹھہرا اور اس کا ٹھکانہ جہنم بن گیا اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے؟ غور کرو کیا یہ دونوں مثالیں برابر ہیں؟

هُم دَرَجَتٌ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۳۰﴾ (آل عمران)

”لوگ درجہ بدرجہ ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

جنت اور دوزخ میں تمام لوگوں کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات موجود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر اہل طاعت اور اہل معصیت مخفی نہیں ہیں۔

رسولوں کی بعثت لوگوں پر اللہ کا فضل ہے

پھر فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۱﴾ (آل عمران)

”یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول، انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“

یعنی اے اہل ایمان! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان فرمایا جب اس نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہارے درمیان رونما ہونے والے واقعات اور تمہارے اعمال کے متعلق

نازل فرمائی۔ جس شخص نے اسے یُغَلِّیْ یاء کے ضمہ اور غین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے تو اس کی قراءت کی صورت میں یہ معنی ہوگا کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اسے خیانت کرنے والا پایا جائے۔ کہا جاتا ہے اَجَبْنْتُ الرَّجُلُ یعنی میں نے اس شخص کو بزدل پایا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے اَغْلَلْتُهُ یعنی میں نے اسے خبانت کرنے والا پایا۔ عمرو بن معدیکرب نے بنی سلیم سے کہا: قَاتَلْنَاكُمْ فَمَا اَجَبْنَاكُمْ وَ سَأَلْنَاكُمْ فَمَا

اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھتا ہے جن کے ذریعے تمہیں خیر اور شر سکھاتا ہے تاکہ تم خیر کو پہچان کر اس پر عمل کرو اور شر کو پہچان کر اس سے بچو، وہ تمہیں آگاہ کرتا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو گے تو وہ تم پر راضی ہو گا تاکہ تم کثرت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور گناہوں سے اجتناب کرو جن میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے تاکہ تم اس کے انتقام سے نجات پا جاؤ اور اس کی اطاعت کے باعث اس کی جنت کی ابدی نعمتوں کے مستحق بن جاؤ۔ اگرچہ تم اس سے پہلے جاہلیت کے اندھے پن میں مبتلا تھے، تم نہ اچھائی کو جانتے تھے اور نہ برائی سے مغفرت مانگتے تھے بلکہ تم خیر سے بہرے، حق سے گونگے اور ہدایت سے اندھے تھے۔

مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کا بیان

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کا ذکر فرمایا جو مسلمانوں کو پہنچی۔ فرمایا:

أَوَلَمَّا أَصَابَكُمْ مَصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٥﴾ (آل عمران)

”کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی تو تم کہہ اٹھے کہاں سے آپڑی مصیبت؟ فرمائیے! یہ تمہاری طرف سے ہی آئی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

یعنی اگر تمہارے گناہوں کے بدلے تمہارے بھائیوں کو کچھ مصیبت پہنچی ہے تو تم اس سے پہلے میدانِ بدر میں اپنے دشمن کو اس سے دگنی مصیبت پہنچا چکے ہو، تم نے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا۔ تم اپنی مصیبت کو اور اپنے نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کو بھول گئے ہو۔ یہ مصیبت تم نے خود ہی اپنے آپ پر ڈالی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس ارادے پر قادر ہے کہ اپنے بندوں سے انتقام لے یا انہیں معاف فرمادے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ (آل عمران)

”اور وہ مصیبت جو پہنچی تھی تمہیں اس روز جب مقابلہ کو نکلے تھے دونوں لشکر تو وہ اللہ کے حکم

ابنِ اسحاق کی تفسیر بھی لغوی معنی سے خارج نہیں کیونکہ جس نے کسی بات کو چھپایا تو اس نے خیانت ہی کی۔ اسی طرح جس نے کسی چیز میں خیانت کی اور اسے چپکے سے لے لیا تو گویا اس نے اسے چھپایا اور پوشیدہ رکھا۔

سے پہنچی تھی اور (مقصد یہ تھا کہ) دیکھ لے اللہ تعالیٰ مومنوں کو۔

یعنی وہ مصیبت جو تمہیں اس روز پہنچی تھی جب تم اور تمہارے دشمن مقابلہ کو نکلے تھے تو وہ میرے حکم سے پہنچی تھی۔ یہ مصیبت اس وقت پہنچی جب تم نے کیا جو کیا اس کے بعد کہ تمہارے پاس میری نصرت پہنچ گئی اور میں نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اس مصیبت کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنین اور منافقین کو ممتاز کر دے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُدْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ اقْبَرُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦﴾ (آل عمران)

”اور دیکھ لے جو نفاق کرتے تھے اور کہا گیا ان سے آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا بچاؤ کرو (اپنے شہر کا) بولے اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے ۲ وہ کفر سے اس روز زیادہ قریب تھے نسبت ایمان کے، کہتے ہیں اپنے منہ سے (ایسی باتیں) جو نہیں ہیں ان کے دلوں میں ۳ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔“

۱۔ تم میں سے یعنی ظاہر کر دے جو کچھ ان کے اندر چھپا ہے۔

۲۔ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے اس وقت جدا ہو کر واپس چلے گئے جب آپ ﷺ اپنے مشرک دشمنوں کی طرف میدانِ احد میں نکلے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر ہم جانتے کہ تم جنگ کرو گے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے اور ضرور تمہارا دفاع کرتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔ ان کے اس قول کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔

۳۔ یعنی آپ کے سامنے ایمان ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل اس سے خالی ہیں۔

الَّذِينَ قَالُوا لِلْإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قَاتَلُوا قُلْ فَادْرَأُوْا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ (آل عمران)

اس لفظ کا اصل معنی ستر اور خفاء ہے۔ اسی سے الْعِلَالَةُ اور الْعَلَلُ ماخوذ ہے۔ یہ اس پانی کو کہتے ہیں جسے درختوں اور نباتات نے ڈھانپ رکھا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے کسی غزوہ میں خائن کے مال کو جلادینے کا حکم فرمایا تھا۔ فقہاء کے ایک طائفہ نے اس سے استدلال کیا ہے۔ انہی میں سے امام احمد اور حضرت اسحاق ہیں۔

”جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کے بارے میں اِ حالانکہ وہ خود (گھر) بیٹھے تھے کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے۔ آپ فرمائیے ذرا دور تو کر دکھاؤ اپنے آپ سے موت کو اگر تم بچے ہو۔“

۱۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنی قوم کے ان لوگوں کے بارے میں جن کو تمہارے ساتھ مصیبت پہنچی۔

۲۔ یعنی موت سے تو کسی کو مفر نہیں، البتہ اگر تم میں طاقت ہے تو اپنے آپ سے موت کو دور کر کے تو دکھاؤ۔ ان کے اس قول کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نفاق کیا اور دنیا میں بقاء کے لالچ میں اور موت سے فرار کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیا۔

جہاد کی ترغیب

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے اور ان کے لئے قتل کو آسان بناتے ہوئے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا:

وَلَا تَحْصِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۱۶۹﴾
فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۚ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۷۰﴾ (آل عمران)

”اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیے جاتے ہیں، شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک

شہادت اور شہداء

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: وَلَا تَحْصِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (آل عمران: 169) آیات (اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں الخ) یہی وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں شہداء کا نام دیا: وَيَتَّخِذُ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ (آل عمران: 140) ”اور بنا لیے تم میں سے کچھ شہداء“۔ یہ اسم شہادت یا مشاہدہ سے ماخوذ ہے۔ اگر یہ شہادت سے ماخوذ ہو تو شہید بمعنی مشہود ہوگا یعنی مشہود علیہ (وہ شخص جس پر گواہی دی گئی ہو) اور مشہود لہ بالجنۃ (وہ شخص جس کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہو)۔ اس کا معنی مشہود علیہ اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ جب شہدائے احد کے پاس کھڑے ہوئے تو فرمایا ھُوَلَاءِ الَّذِينَ أَشْفَعُوا۔

نہیں آئے ان سے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ ہرگز خیال نہ کرو بلکہ میں نے ان کو زندہ کر دیا ہے۔ وہ میرے پاس ہیں اور جنت کے آرام اور اس کے فضل میں رزق دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بدلے اپنے فضل و کرم سے انہیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان سے وہ شاد ہیں اور ان پیچھے رہ جانے والے لوگوں کے سبب خوش ہو رہے ہیں جو ابھی تک ان سے نہیں آئے، یعنی وہ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ ان سے بعد والے لوگ انہی کے نقش

عَلَيْهِمْ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کی وفاداری کی میں گواہی دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے عَلَيْهِمْ فرمایا لَہُمْ نہ فرمایا کیونکہ معنی یہ ہے کہ میں قیامت کے روز ان پر شہید بن کر آؤں یعنی ان کا والی اور قائد بن کر آؤں گا۔ اسی لئے اس کا صلہ علی آیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شہادت سے ماخوذ ہو اور فعل بمعنی فاعل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرة: 143) ”تا کہ تم گواہ بنو لوگوں پر“ اگرچہ یہ آیت کریمہ تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے لیکن شہداء اس اسم کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ انبیاء اور صدیقین کے مابعد ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ (النساء: 69) ”تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین“۔ لفظ شہید کے یہ دو معانی اس صورت میں ہوں گے جب یہ شہادت سے مشتق ہو اور اگر یہ مشاہدہ سے ماخوذ ہو تو پھر بھی فعل بمعنی فاعل ہوگا کیونکہ شہید ملکوت الہیہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے جنہیں اور کوئی نہیں دیکھتا۔ مشاہدہ سے ماخوذ ہونے کی صورت میں یہ فعل بمعنی مفعول بھی ہو سکتا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ فرشتے اس کی روح کے قبض ہونے اور اس کے عروج وغیرہ کا مشاہدہ کرتے ہیں لہذا یہ فعل بمعنی مفعول ہوگا۔ ان تمام معانی میں صحیح ترین معنی یہ ہے کہ یہ فعل بمعنی مفعول ہو اور اس کا مفہوم یہ ہو کہ جس کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہے یا جس پر نبی کریم ﷺ گواہی دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: هُوَلَاءِ أَنَا شَهِيدٌ عَلَيْهِمْ أَيْ قِيمٌ عَلَيْهِمْ بِالشَّهَادَةِ لَهُمْ یعنی میں ان لوگوں کے لئے گواہی دینے کا با اختیار متولی ہوں۔ جب شہداء آپ ﷺ کے لوائے حمد کے نیچے جمع ہوں گے تو آپ ﷺ ان پر والی ہوں گے اور ان کے لئے گواہ ہوں گے۔ اسی وجہ سے اس فعل کا صلہ علی آتا ہے پس یہ معنی حدیث کے اعتبار سے بھی قوی ہے اور

قدم پر چلتے ہوئے جہاد کا راستہ اختیار کر کے ان کے ساتھ مل جائیں تاکہ وہ بھی اسی ثواب میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے خوف اور غم کو دور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفُضِّلُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠﴾

(آل عمران)

”خوش ہو رہے ہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل پر اور (اس پر) کہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا

عربی کے ایک معنی کے اعتبار سے بھی صحیح ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے جب شہداء کا ذکر کیا تو فرمایا: وَالْمَرَاةُ تَمُوتُ بِجَمْعٍ شَهِيدَ۔ یعنی جو عورت مدتِ حمل کے دوران مر جائے وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے شہیدۃ منہیں فرمایا اور ایک روایت میں فرمایا: وَالنَّفْسَاءُ شَهِيدٌ يَجْرُهَا جَنِينُهَا بِسَرْدِهِ إِلَى الْجَنَّةِ ”نفاس والی عورت شہید ہے، اس کا بچہ اسے اپنی ناز کے ساتھ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا“۔ یہاں بھی آپ ﷺ نے شہیدۃ منہیں فرمایا اور جب فعلیل بمعنی مفعول ہو اور مؤنث کی صفت بن رہا ہو تو تاء تانیث کے بغیر آتا ہے جیسے اِمْرَاةٌ قَتِيلٌ اور اِمْرَاةٌ جَرِيحٌ۔ اور اگر فعلیل بمعنی فاعل ہو تو تاء تانیث کے ساتھ آتا ہے جیسے اہل عرب کا قول ہے: اِمْرَاةٌ عَلِيْمَةٌ وَ رَحِيْمَةٌ وغیرہ۔ اس اصول کے مطابق یہ دونوں روایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ شہید بمعنی مشہود لہ اور مشہود علیہ ہے۔ یہ لغت عرب سے صحیح استقراء اور حدیث شریف سے ایک عمدہ استنباط ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ دیا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہمارے سامنے ذکر کیا گیا کہ ہم شہداء کی ارواح سفید پرندوں کے قالب میں سدرة المنتہی کے پاس باہم تعارف کرتی ہیں۔ ایک قوم نے اس روایت کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک جسم میں دو روہیں نہیں ہو سکتیں۔ یہ امر محال ہے، یہ حقائق سے جہالت ہے۔ کلام کا معنی تو واضح ہے کیونکہ شہید کی وہ روح جو دنیا میں اس کے جسم میں تھی اسی روح کو دوسرے جسم میں رکھ دیا جاتا ہے جو کہ پرندے کی شکل میں ہوتا ہے۔ لہذا وہ روح اس دوسرے جسم میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح پہلے جسم میں تھی۔ حتیٰ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے پھر اسی حالت میں لوٹا دے گا جس پر تخلیق کیا تھا۔ یہ روایت اس روایت کے متعارض نہیں ہے جسے محدثین نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: فِي صُورٍ طَيِّرٍ مُّحْضَرٍ وَالشَّهَدَاءُ طَيِّرٌ مُّحْضَرٌ۔ بلکہ ان تمام روایات کا ایک ہی معنی ہے۔ عقلاً جو چیز

اجرایمان والوں کا۔“

وہ اس وجہ سے خوش ہو رہے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وفائے عہد کو اور جنت کے عظیم ثواب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

شہدائے احد کا بہترین ٹھکانہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت اسماعیل بن امیہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو زبیر سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے بھائی میدانِ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان

محال ہے وہ یہ ہے کہ جو ہر واحد میں دو زندگیاں قائم ہوں اور ایک جوہر ان دو زندگیوں کے ساتھ زندہ رہے لیکن ایک جسم میں دو روحوں کا موجود ہونا محال نہیں کیونکہ ہم متداخل اجسام کے قائل ہی نہیں۔ یہ بچہ جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کی روح ماں کی روح کا غیر ہے حالانکہ ایک ہی جسم ان دونوں روحوں کو شامل ہے۔ یہ بات تو اس صورت میں ہوتی جب انہیں کہا جاتا کہ پرندے کی روح اور ہے اور شہید کی روح اور ہے اور وہ دونوں ایک جسم میں ہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: فِیْ اَجْوَافِ طَعْرِ غُضْرِ یعنی سبز پرندوں کے پیٹوں میں۔ جیسے اہل عرب کہتے ہیں رَأَيْتُ مَلَكًا فِیْ صُورَةِ اِنْسَانٍ یعنی میں نے انسانی شکل میں ایک فرشتہ دیکھا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ یَّعْلُقُ فِیْ قَبْرِ الْجَنَّةِ ”بے شک مومن کی روح پرندے کی شکل میں جنت کے میوؤں کے ساتھ چمٹی رہتی ہے“۔ بعض نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ شہید کے ساتھ خاص ہے۔ بعض نے کہا شہید جنت میں سے جہاں سے چاہتا ہے کھاتا ہے پھر ان قدیلوں میں چلا جاتا ہے جو عرشِ الہی کے ساتھ آویزاں ہیں اور غیر شہید مومن کی روح پرندہ ہوتی ہے نہ یہ کہ اس کی روح کو پرندے کے قالب میں رکھا جاتا ہے تاکہ وہ کھائے پیے جیسا کہ شہید کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ روح بذاتِ خود ایک پرندہ ہوتی ہے جو جنت کے درختوں کے ساتھ معلق رہتی ہے۔ یَعْلُقُ جب لام کے فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے چمٹنا اور کسی جگہ پر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنا اور جس نے یَعْلُقُ لام کے ضمہ کے ساتھ روایت کیا ہے تو اس صورت میں معنی ہوگا یَصِیْبُ الْعُلُقَةَ یعنی غیر شہید مومن کی روح درخت کے اس مقام کے نیچے سے کھاتی ہے جہاں سے شہید کھاتا ہے۔ علقہ کو بطور مثال ذکر کیا کیونکہ جو شخص کھانے یا پانی سے علقہ کو پائے تو وہ اس شخص سے کم پاتا ہے جس نے کھانے کی کثیر مقدار حاصل کر لی ہو لہذا یہ ایک مثال ہے جس سے یہی معنی سمجھ میں آتا ہے۔

کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ دیا، وہ جنت کی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، اس کے میوے کھاتے ہیں، عرش کے سائے میں معلق طلائی قندیلوں میں رہتے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا: کاش ہمارے بھائی جان لیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم فرمایا تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں: وَلَا تَحْصِبَنَّ الَّذِينَ..... الخ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حارث بن فضیل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمود بن لبید انصاری سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ

اور اگر یَعْلُقُ سے مراد یہ ہو کہ وہ بذات خود کھاتا ہے تو یہ شہید کے ساتھ خاص ہے اور ضمہ والی روایت شہداء کے لئے ہوگی اور فتح والی روایت ان سے کم مرتبہ لوگوں کے لئے ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے پیارے رسول ﷺ کی اس لفظ سے کیا مراد ہے؟

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ثُمَّ تَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ (پھر وہ قندیلوں میں چلے جاتے ہیں) اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَتُؤْتَاهُمْ (الحديد: 19) ”وہ شہید ہیں اپنے رب کی جناب میں ان کے (خصوصی) اجر اور ان کا (مخصوص) نور ہے“۔ وہ رات کو ان قندیلوں کی طرف جاتے ہیں اور دن کو سیر کے لئے نکل آتے ہیں انہی قندیلوں کے ذریعے انہیں رات اور دن کی پہچان ہوتی ہے۔ آخرت میں جنت میں داخل ہونے کے بعد وہ ان قندیلوں کی طرف نہیں جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ ان کا یہ معمول برزخ کی مدت میں ہے جیسا کہ حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے۔ مجاہد نے کہا: شہداء جنت کے پھل تو کھاتے ہیں لیکن وہ جنت میں نہیں ہیں۔

ابو عمر نے مجاہد کے اس قول کا انکار کیا اور اس کو رد کیا۔ میرے نزدیک یہ بات قابل انکار نہیں کیونکہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے حضرت ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الشَّهَدَاءُ بِنَهْرٍ أَوْ عَلَى نَهْرٍ يُقَالُ لَهُ بَارِقٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فِي قَبَابٍ عَصُفٍ يَأْتِيهِمْ رِزْقُهُمْ مِنْهَا بَكْرَةً وَغَشِيًّا ”شہداء سبز گنبدوں میں جنت کے دروازوں پر ایک نہر میں یا ایک نہر پر ہیں جسے باریق کہا جاتا ہے، جنت سے ان کا رزق ان کے پاس صبح و شام آتا ہے“۔ یہ حدیث مجاہد کے قول کو واضح کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الشَّهَدَاءُ عَلَى بَارِقٍ نَهْرٍ بِنَابِ الْجَنَّةِ فِي قُبَّةٍ خَضِرَاءَ يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَعَشِيًّا ”شہداء“ رگنبدوں میں جنت کے دروازے پر موجود نہر باریق پر رہتے ہیں۔ ان کا رزق صبح و شام جنت سے ان کے پاس لایا جاتا ہے۔“

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ سے ان آیات کے متعلق پوچھا گیا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۴۰﴾ (آل عمران) آپ نے فرمایا ہم نے بھی ان کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ جب تمہارے بھائیوں نے میدانِ احد میں شہادت پائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر سیاحت کے لئے آتے ہیں اور جنت کے باغات سے پھل کھاتے ہیں، پھر سونے کی قندیلوں میں چلے جاتے ہیں جو عرشِ الہی کے سائے میں آویزاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل (اپنی شایانِ شان) ان پر جھانکتا ہے اور ان سے پوچھتا ہے: اے

جو روایات سیرت میں واقع ہوئی ہیں لیکن حضرت ابن ہشام نے ان کا ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے حضرت ابن اسحاق نے روایت کیا، آپ نے فرمایا مجھ سے حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہداء کی تین قسمیں ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے کم مرتبہ شہید وہ شخص ہے جو اپنا جانور لے کر نکلا۔ اس کا ارادہ یہ نہ تھا کہ کسی کو قتل کرے یا اسے قتل کیا جائے لیکن اچانک تیز تیرا سے آگاہ جس نے اس کا کام تمام کر دیا لیکن جو نبی اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے اس کے لئے ایک جسم اتارتا ہے اور اس کی روح کو اس میں رکھ دیتا ہے۔ پھر وہ جسم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔ جب وہ آسمانوں سے گزرتا ہے تو فرشتے اسے سلام کہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو سجدہ میں گر جاتا ہے پھر اس کے لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اسے استبرق (موٹے ریشمی کپڑے) کے ستر جوڑے پہنا دیے جائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ فرماتے: اس گل لالہ سے بھی زیادہ حسین جسے تم نے دیکھا ہو۔ حضرت کعب الاحبار نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو بیان کیا اور فرمایا: ہاں اس گل لالہ سے بھی زیادہ حسین جو تم نے دیکھا ہو، پھر اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے)

میرے بندو! تم کیا پسند کرتے ہو تا کہ میں اور اضافہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر ان پر (اپنی شایانِ شان) جھانکتا ہے اور پوچھتا ہے: اے میرے بندو! تم کیا چاہتے ہو تا کہ میں اور اضافہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر ان پر (اپنی شایانِ شان) جھانکتا ہے اور پوچھتا ہے: اے میرے بندو! تم کیا خواہش رکھتے ہو تا کہ میں اور زیادہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا کیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں مگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحمیں ہمارے اجسام میں دوبارہ لوٹا دی جائیں، ہم پھر دنیا میں لوٹ جائیں اور تیری راہ میں جہاد کریں، حتیٰ کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر شہید کر دیا جائے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جابر! کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ! ضرور ارشاد فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تیرا باپ جب میدانِ احد میں شہید ہوا تو اللہ عز و جل نے

فرماتا ہے اسے اس کے دوسرے شہید بھائیوں کے پاس لے جاؤ اور اسے بھی ان کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ اسے بھی جنت کے دروازے کے پاس سبز باغ میں موجود سبز گنبد میں دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے۔ صبح کے وقت ان شہداء کے پاس جنت سے ایک مچھلی اور ایک بیل نکلتے ہیں۔ وہ ان کے سامنے کھیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب یہ کھیل دیکھ کر وہ خوشی سے لبریز ہو جاتے ہیں تو بیل مچھلی کو اپنا سینگ مارتا ہے اور اسے ان کے سامنے پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس طرح وہ کھیل ختم ہو جاتا ہے، پھر ایک مچھلی اور بیل شام کے وقت نکلتے ہیں، وہ شہداء کے سامنے کھیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ خوشی سے لبریز ہو جاتے ہیں تو مچھلی بیل کو اپنی دم مارتی ہے اور اسے پھاڑ کر رکھ دیتی ہے، اس طرح وہ کھیل ختم ہو جاتا ہے، جب وہ شہید اپنے بھائیوں کے پاس پہنچتا ہے تو وہ کہتے ہیں اس سوار سے سوال کرو جو تمہارے وطن سے تمہارے پاس آیا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ

اسے زندہ فرما دیا۔ پھر اس سے پوچھا اے عبد اللہ بن عمر تو کیا چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس نے عرض کی اے میرے رب! میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں تیری راہ میں پھر جہاد کروں اور دوبارہ شہید کر دیا جاؤں۔

حضرت ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا: مجھ سے حضرت عمرو بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی ایسا مومن نہیں جو دنیا سے جدا ہو اور پسند کرے کہ وہ دن کے کسی لمحے دنیا کی طرف لوٹ جائے اور دنیا و مافیہا اس کے لئے ہو جائے مگر شہید یہ پسند کرتا ہے کہ اسے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور دوبارہ شہید کر دیا جائے۔

حضور ﷺ کی معیت میں حمراء الاسد کی طرف نکلنے والوں کا ذکر

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ احْسَنُوا مِنْهُمْ وَ
اتَّقُوا اَجْرَ عَظِيمٍ (آل عمران)

”جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور رسول کی دعوت پر اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں (گہرا) زخم ان کے لئے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے۔“

یہ وہ مومنین ہیں جو غزوہ احد سے اگلے روز زخموں کی تکلیف کے باوجود رسول اللہ ﷺ

مفلس ہو گیا ہے۔ شہداء پوچھتے ہیں اس کا مال کیسے ضائع ہوا؟ قسم بخدا! وہ تو بڑا سلیقہ مند، دولت مند اور تاجر تھا۔ انہیں کہا جاتا ہے ہم اس چیز کو مفلسی شمار نہیں کرتے جسے تم شمار کر رہے ہو بلکہ ہم اعمال کی مفلسی شمار کرتے ہیں، پھر وہ پوچھتے ہیں فلاں اور اس کی فلاں بیوی کا کیا حال ہے؟ وہ انہیں بتاتا ہے کہ اس نے اسے طلاق دے دی۔ وہ پوچھتے ہیں ان کے درمیان کیا جھگڑا ہوا جس کے باعث اس نے اسے طلاق دی؟ قسم بخدا! اس عورت پر بہت تعجب ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے وہ تو کچھ عرصہ پہلے کا مرچکا ہے۔ وہ کہتے ہیں تعجب ہے وہ مرا لیکن ہم نے اس کا کوئی ذکر نہ سنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے دور استے ہیں: ایک ہمارے اوپر سے گزرتا ہے اور دوسرا ہم سے دور رکھا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ہمارے پاس سے گزرتا ہے، ہم اسے پہچان لیتے ہیں اور یہ بھی جان لیتے ہیں کہ وہ کب مرا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے شر کا ارادہ

کے ہمراہ حمرہ الاسد کی طرف چل پڑے۔

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٠﴾ (آل عمران)

”یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے کہ بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو ان سے تو (اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے (جوش) ایمان کو اور انہوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

جن لوگوں نے صحابہ کرام کو یہ بات کہی تھی وہ بنی عبد القیس کا ایک وفد تھا، انہیں ابوسفیان نے یہ بات کہنے کو کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی تمہاری طرف پلٹنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاتَّقِلُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِ وَفَضْلِهِ لَمْ يَسْسُ لَهُمْ سُوءُ مَا اتَّبَعُوا رِضْوَانِ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١١﴾ (آل عمران)

”(ان کے عزم و توکل کا نتیجہ یہ نکلا کہ) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ، نہ چھو ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الہی کی اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔“

ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہوا کہ اس نے انہیں دشمن کا سامنا کرنے سے بچا لیا۔

إِنَّمَا إِلَهُكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ ۚ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٢﴾

(آل عمران)

”یہ تو شیطان ہے جو ڈراتا ہے (تمہیں) اپنے دوستوں سے پس نہ ڈرو ان سے بلکہ مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو۔“

فرماتا ہے، اسے ہم سے دور رکھا جاتا ہے، ہم اس کا ذکر نہیں سنتے، قسم بخدا! فلاں تو ہلاک ہو گیا۔ یہ اس شہید کا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے کم مرتبہ ہے۔

دوسرا شہید وہ ہے کہ ایک شخص اپنا جانور لے کر نکلتا ہے، وہ یہ تو چاہتا ہے کہ دشمن کو قتل کرے لیکن خود قتل نہیں ہونا چاہتا۔ اچانک اس کی طرف ایک تیز تیر آتا ہے جو اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ یہ شہید قیامت کے روز حضرت سیدنا ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کا ساتھی ہوگا۔ وہ اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھے گا۔

ذَٰلَکُمْ کا اشارہ اس گروہ (صحابہ) کی طرف اور اس بات کی طرف ہے جو شیطان نے ان کے مونہوں میں ڈال دی تھی۔

وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنُيْضِرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ يُرِيدُ اللَّهُ آلَا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْأَخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٥﴾ (آل عمران)

”اور (اے جانِ عالم!) نہ غمزدہ کریں آپ کو جو جلدی سے کفر میں داخل ہوئے ہیں۔ بے شک یہ لوگ نہیں نقصان پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی۔ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ نہ رکھے ان کے لئے ذرا حصہ آخرت (کی نعمتوں) سے اور ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔“

کفر میں جلدی سے داخل ہونے والوں سے مراد منافقین ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ اسْتَرَوْا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنُيْضِرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦﴾

(آل عمران)

”بے شک جنہوں نے خرید لیا کفر کو ایمان کے عوض میں ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

وَلَا يَحْصِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا الْكُفْرَ لَهُمْ خَيْرٌ لَّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نَسْلُكُ لَهُمُ الْبُزْءَ دَاوُدَ وَالْإِسْمَاعِيلَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٧﴾ (آل عمران)

”اور نہ خیال کریں جو کفر کر رہے ہیں کہ ہم جو مہلت دے رہے ہیں انہیں یہ بہتر ہے ان کے لئے صرف اس لئے ہم تو انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ کر لیں گناہ اور ان کے لئے عذاب ہے ذلیل و خوار کرنے والا۔“

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُذْهِبَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ سَلَّمَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْكَ حَتَّىٰ يَبْزُغَ الْخَبِيثُ مِنَ الْقَلْبِ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ ثَرَسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ قَاوِمُوا بِاللَّوَدِ

سب سے افضل شہید وہ ہے کہ ایک شخص اپنی سواری لے کر نکلا، وہ یہ چاہتا ہے کہ قتل کرے اور قتل کیا جائے۔ چنانچہ اس نے جہاد کیا یہاں تک کہ موقع پر ہی قتل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ اپنی تلوار سونت کر بلند کیے ہوئے ہوگا۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے تمنا کرے گا، وہ جو کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دے گا اس حدیث میں مچھلی کا اور نیل کے ساتھ اس کے کھیلنے کا ذکر آیا ہے (۱)۔ اس حدیث کو حضرت ہناد بن سری نے کتاب الرقاق میں سند حسن کے ساتھ

۱۔ اس نل کا قصہ جو زمین کو اٹھاتا ہے موضوع ہے۔ اسی طرح اس کا مچھلی کے ساتھ کھیلنے کا قصہ بھی موضوع ہے۔

رُسُلِهِ ؕ وَإِنْ تُوْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٥٠﴾ (آل عمران)

”نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو، جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے۔ اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر ۲ البتہ اللہ (غیب کے علم کے لئے) جن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے ۳ تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے ۴۔“

۱۔ یعنی جب تک منافقین کو مومنین سے الگ الگ نہ کر دے۔

۲۔ یعنی ان امور کے غیب پر جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمانا چاہتا ہے تاکہ تم اس آزمائش سے محتاط رہو جو تم پر داخل ہو۔

۳۔ یعنی اسے غیب کا علم عطا فرمادیتا ہے۔

۴۔ یعنی اگر تم لوٹ آئے اور توبہ کر لی تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

غزوہ احد کے مہاجر شہداء کا بیان

بنی ہاشم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم بن عبد مناف میں سے حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ آپ کو جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے شہید کیا۔

بنی امیہ

بنی امیہ بن عبد شمس سے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ آپ بنی اسد بن خزیمہ سے

روایت کیا ہے۔ اس میں مذکورہ روایت سے زیادہ تفصیل ہے۔ انہی سے صحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ اہل جنت سب سے پہلے کلبی کھائیں گے پھر ان کے لئے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا۔ اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ جب مچھلی پر زمین کا دار و مدار ہے جو کہ ایک تیرنے والا جانور ہے تو یہ اس بات کا شعور دلانا ہے کہ اہل دنیا یہ خیال کریں کہ وہ ایک قائم نہ رہنے والے گھر میں رہ رہے ہیں۔ جب جنت میں ان کے داخل ہونے سے پہلے اسے ذبح کر دیا جائے گا اور وہ اس کی کلبی کھائیں گے تو یہ اس بات کا شعور دلانا ہوگا کہ اب وہ دار و زوال سے راحت و آرام کی طرف منتقل ہو رہے ہیں اور وہ دائرہ قرار

ان کے حلیف تھے۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، آپ کو ابن قمرہ لیشی نے قتل کیا۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ سے حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ۔

یہ چار صحابہ کرام مہاجرین میں سے شہید ہوئے۔

انصار شہداء

بنی عبدالاشہل

انصار کے قبیلہ بنی عبدالاشہل سے حضرات عمرو بن معاذ بن نعمان، جارت بن انس بن رافع اور عمارہ بن زیاد بن سکن رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ سکن بن رافع بن عمرو القیس ہیں انہیں سکن بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اور حضرت سلمہ بن ثابت بن قش اور حضرت عمرو بن ثابت

بن قش بھی شہید ہوئے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بتایا کہ ان دونوں کے

باپ ثابت بھی اسی روز شہید ہوئے۔ نیز حضرات رافع بن قش، حسیل بن جابر، ابو حذیفہ یمان

بھی شہید ہوئے۔ حضرت ابو حذیفہ کو مسلمانوں نے میدان جنگ میں لائے سے شہید کر دیا تھا

لیکن ان کے بیٹے حضرت حذیفہ نے ان کے قاتل پر دیت صدقہ کر دی۔ اس کے علاوہ حضرات

صلی بن قنیطی، حباب بن قنیطی، عباد بن سہل اور جارت بن اوس بن معاذ بھی شہید ہوئے۔ یہ بارہ

افراد قبیلہ بنی عبدالاشہل سے غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

میں آگئے ہیں جیسا کہ پل صراط پر موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی صورت میں ذبح کر دیا جائے گا

تاکہ یہ احساس ہو کہ اب موت نہیں آئے گی اور بیل کھیتی باڑی کا ذریعہ ہے۔ اہل دنیا دو کھیتیوں سے

خالی نہیں ہو سکتے: ایک ان کی دنیاوی کھیتی اور ایک آخرت کی کھیتی۔ اہل جنت کے سامنے وہاں بیل کو

ذبح کر کے اس بات کا شعور دلایا جائے گا کہ اب انہیں ان دونوں مشقتوں سے آرام مل گیا ہے اور

دونوں کھیتیوں کی تکلیف سے مستغنی ہو چکے ہیں۔ فَأَعْمِرُوا وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ۔

اہل رائج

اہل رائج میں سے حضرات ایاس بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن زعوراء بن جشم بن عبدالاشہل اور عبید بن تیہان شہید ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا عتیک بن تیہان بھی کہا جاتا ہے۔

نیز حبیب بن یزید بن تیم بھی شہید ہوئے۔ اس قبیلہ سے تین افراد شہید ہوئے۔

بنی ظفر

بنی ظفر سے ایک شخص حضرت یزید بن حاطب بن امیہ بن رافع شہید ہوئے۔

بنی ضبیعہ

بنی عمرو بن عوف کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید سے دو شخص حضرت ابوسفیان بن حارث بن قیس بن زید اور حضرت حنظلہ بن ابی عامر بن صلی بن نعمان بن مالک بن امہ شہید ہوئے۔ یہی حنظلہ غسیل الملائکہ ہیں۔ آپ کو شداد بن اسود بن شعوب لیثی نے شہید کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قیس بن زید بن ضبیعہ اور مالک بن امہ بن ضبیعہ۔

بنی عبید

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبید بن زید سے ایک شخص حضرت انیس بن قتادہ۔

بنی ثعلبہ

بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے دو شخص: حضرت ابو حبیہ۔ یہ سعد بن خثیمہ کے اخیاں بھائی

عبید بن تیہان کے نسب سے حضرت ابن اسحاق کی غفلت

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد کے ضمن میں عبید بن تیہان کا ذکر کیا ہے۔ تیہان کا نام مالک ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ اسی طرح کتاب میں جہاں بھی یہ نام آیا ہے انہوں نے ان کا نسب ذکر نہیں کیا۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے۔ ہم نے ابوالہیثم کے ذکر میں ان کا نسب بیان کیا ہے اور اس میں اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک کا قول ہے:

وَلَا مِثْلَ أَضْغَافِ الْأَدَاشِيِّ مَعْشَرًا

”اراشی کے مہمانوں کی مثل کوئی گروہ نہیں۔“

ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ ابو حنیہ بن عمرو بن ثابت ہیں۔
 حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: دوسرے شخص حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان ہیں۔ یہ تیر
 اگلے دستہ کے امیر تھے۔

بنی سلیم

بنی سلیم بن عمرو القیس بن مالک بن اوس سے ایک شخص حضرت ابوسعید خثیمہ بن خثیمہ۔

بنی عجلان

بنی سلیم کے حلفاء بنی عجلان سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن سلمہ۔

بنی معاویہ

بنی معاویہ بن مالک سے ایک شخص حضرت سبیح بن حاطب بن حارث بن قیس بن ہشہ۔
 حضرت ابن ہشام نے فرمایا: انہیں سوہیق بن حارث بن حاطب بن ہشہ بھی کہا جاتا ہے۔

بنی نجار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نجار کی شاخ بنی سواد بن مالک بن غنی سے چار افراد شہید
 ہوئے: حضرت عمرو بن قیس، ان کے بیٹے حضرت قیس بن عمرو۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عمرو بن قیس بن زید بن سواد ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت ثابت بن عمرو بن زید اور حضرت عامر بن مغلدہ۔

بنی مہذول

بنی مہذول سے دو شخص: حضرت ابو ہبیرہ بن حارث بن علقمہ بن عمرو بن ثقف بن مالک
 بن مہذول اور حضرت عمرو بن مطرف بن علقمہ بن عمرو۔

اس قول میں اراشی سے مراد ابو الہیثم ہے۔ حضرت کعب بن مالک نے اس کو اراشی کہا ہے حالانکہ
 ارشہ انصار میں سے نہیں۔ اس کا نسب موسیٰ بن عقبہ نے ایک پوری جماعت کے ساتھ ملی تک بیان کیا
 ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ انصار کا حلیف تھا، انصاری نہیں تھا۔ حضرت ابن اسحاق اور واقدی نے
 شہدائے احد کے ضمن میں عبید بن تیہان ذکر کیا ہے جبکہ ابن عقبہ، ابو معشر اور ابن عمارہ نے کہا یہ قطیف
 بن تیہان ہیں۔

بنی عمرو

بنی عمرو بن مالک سے ایک شخص حضرت اوس بن ثابت بن منذر۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت اوس بن ثابت حضرت حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

بنی عدی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عدی بن نجار سے ایک شخص حضرت انس بن نضر بن ضمضم
بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت انس بن نضر، حضرت انس بن مالک خادم رسول کے
چچا ہیں۔

بنی مازن

بنی مازن بن نجار سے دو شخص حضرت قیس بن مخلد اور ان کے غلام حضرت کیسان۔

بنی دینار

بنی دینار بن نجار سے دو شخص حضرت سلیم بن حارث اور حضرت نعمان بن عبد عمرو۔

بنی حارث

بنی حارث بن خزرج سے تین افراد: حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر، حضرت سعد بن
ربیع بن عمرو بن ابی زہیر۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا اور حضرت اوس بن ارقم بن زید
بن قیس بن نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن کعب۔

ابوحنہ یا حنبہ

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد میں حضرت ابوحنہ انصاری بدری کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن
ہشام نے فرمایا: یہ نون کے ساتھ ابوحنہ بن ثابت ہیں۔ واقدی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور بتایا ہے
کہ شرکائے بدر میں باء کے ساتھ ابوحنہ نامی کوئی شخص نہیں۔ اسی طرح موسیٰ بن عقبہ نے حضرت ابن
اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ابوحنہ (نون کے ساتھ) غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں
شہید ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے۔ ان کا نام ثابت ہے اور عمرو بن ثابت بھی کہا گیا ہے۔ ان
کے نام اور کنیت میں بہت اختلاف ہے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے ابوحنہ کا نام ابوحنہ (باء کے

بنی ابجر

اس قبیلہ کو بنی خدرہ بھی کہتے ہیں۔ اس قبیلہ سے تین افراد شہید ہوئے: حضرت مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔ یہ حضرت ابوسعید خدری کے باپ ہیں۔
حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابوسعید خدری کا نام سنان ہے اور سعد بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سعید بن سوید بن قیس بن عامر بن عباد بن ابجر اور حضرت عقبہ بن ربیع بن رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔

بنی ساعدہ

بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج سے دو شخص: حضرت ثعلبہ بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ اور حضرت ثقف بن فروہ بن بدی۔

بنی طریف

بنی طریف جو حضرت سعد بن عبادہ کی قوم ہے، سے دو شخص: حضرت عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ بن اوش بن ثعلبہ بن طریف اور بنی جہینہ سے ان کے حلیف حضرت ضمہ۔

بنی عوف

بنی عوف بن خزرج کی شاخ بنی سالم پھر ان کی شاخ بنی مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم سے پانچ افراد شہید ہوئے: حضرت نوفل بن عبداللہ، حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان، حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن فہر بن غنم بن سالم، حضرت مجذر بن زیاد۔ یہ قبیلہ بلی سے ان کے حلیف ہیں اور حضرت عبادہ بن حساس۔
حضرات نعمان بن مالک، مجذر اور عبادہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

ساتھ (بن غزیہ ہے، اس میں صرف ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے جو حضرت ابن اسحاق کے اس قول کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ ان کا نام زید بن غزیہ بن عمرو ہے اور ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے اور اول الذکر کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے اور اول الذکر کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابو جہیہ یاء کے ساتھ ہے۔ واللہ اعلم۔

بنی جبلی

بنی جبلی سے ایک شخص حضرت رفاعہ بن عمرو۔

بنی سلمہ

بنی سلمہ کی شاخ بنی حرام سے چار افراد شہید ہوئے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام، حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت خلاد بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام اور حضرت ایمن مولیٰ عمرو بن جموح۔

بنی سواد

بنی سواد بن غنم سے تین افراد: حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ اور ان کے آزاد کردہ غلام حضرت عسزہ، اور حضرت ہبل بن قیس بن حدیدہ بن قین۔

بنی زریق

بنی زریق بن عامر سے دو شخص: حضرت ذکوان بن عبد قیس اور حضرت عبید بن معلیٰ بن ذکوان۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عبید بن معلیٰ بن حبیب سے ہیں۔

شہداء کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شہید ہونے والے پینسٹھ مہاجرین و انصار ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بنی معاویہ

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: وہ ستر شہداء جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے جن کا حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا وہ یہ ہیں: قبیلہ اوس کی شاخ بنی معاویہ بن مالک سے حضرت مالک بن نمیلہ۔ یہ قبیلہ مزینہ سے ان کے حلیف تھے۔

حنہ نون کے ساتھ دیر حنہ ہے جو ملک شام کا ایک مشہور کلیسا تھا اور حنہ حضرت مریم بنت عمران کی ماں تھیں اور حنہ خاء منقوطہ کے ساتھ قاضی یحییٰ بن اکثم کی بیٹی اور فقیہ محمد بن نصر مروزی کی ماں تھیں اور حنہ جیم

بنی خطمہ

خطمہ کا نام عبد اللہ بن جشم بن مالک بن اوس ہے۔ بنی خطمہ سے حضرت حارث بن عدی بن خرشہ بن امیہ بن عامر بن خطمہ۔

بنی خزرج

بنی خزرج کی شاخ بنی سواد بن مالک سے حضرت مالک بن ایاس۔

بنی عمرو

بنی عمرو بن مالک بن نجار سے حضرت ایاس بن عدی۔

بنی سالم

بنی سالم بن عوف سے حضرت عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہم۔
غزوہ احد میں مشرکین کے مقتول

بنی عبدالدار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد میں قریش کی شاخ بنی عبدالدار بن قصی جو اصحاب اللواء تھے، سے گیارہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) طلحہ بن ابی طلحہ۔ ابو طلحہ کا نام عبد اللہ بن عبد العزی بن عثمان بن عبدالدار ہے۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) ابوسعید بن ابو طلحہ۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عثمان بن ابی طلحہ۔ اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4-5) مسافع بن طلحہ اور جلاس بن طلحہ۔ ان دونوں کو حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاحقح رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

کے ساتھ غیر معروف ہے سوائے ابو جہنہ کے۔ یہ شاعر ذالرمۃ کا ماموں تھا، یہ ابن مالک کا قول ہے۔
حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد کے ضمن میں عبد اللہ بن سلمہ عجلانی کا ذکر کیا ہے۔ الاصل میں

(6-7) کلاب بن طلحہ اور حارث بن طلحہ۔ ان دونوں کو بنی ظفر کے حلیف حضرت قزمان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلاب کو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ارطاة بن عبد شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) ابویزید بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار، اسے قزمان نے قتل کیا۔

(10) ابویزید کا حبشی غلام صواب۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قاسط بن شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی سے ایک شخص عبداللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) ابوالحکم بن اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی۔ یہ بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) سباع بن عبدالعزی۔ عبدالعزی کا نام عمرو بن نضلہ بن غبشان بن سلیم بن ملکان بن اقصی ہے۔ یہ بنی خزاعہ سے ان کا حلیف تھا۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

اور الاصول الصحاح میں حضرت ابن ہشام کی روایت کے مطابق یہ لام کے فتح کے ساتھ سَلِمَہ ہے۔ جبکہ دارقطنی نے اسے لام کے کسرہ کے ساتھ سَلِیْمَہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت ابن اسحاق سے

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقطہ سے چار آدمی قتل ہوئے:

- (1) ہشام بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔
- (2) ولید بن عاص بن ہشام بن مغیرہ۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔
- (3) ابو امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔
- (4) خالد بن اعلم۔ یہ ان کا حلیف تھا، اسے قزمان نے قتل کیا۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے دو شخص قتل ہوئے:

- (1) عمرو بن عبد اللہ بن عمیر بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ یہ عذہ کا باپ تھا، اسے رسول اللہ ﷺ نے حالت اسیری میں قتل کیا۔
- (2) ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے دو شخص قتل ہوئے:

- (1) عبیدہ بن جابر۔
 - (2) شیبہ بن مالک بن مضرب۔ ان دونوں کو قزمان نے قتل کیا۔
- حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبیدہ بن جابر کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مشرکین کے مقتولوں کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوہ احد میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بائیس مشرک ہلاک کئے۔

حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت ہے۔ اسی طرح ابو عمر نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت ہے۔ واللہ اعلم

غزوہ احد کے متعلق کہے گئے اشعار

ہمیرہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احد کے روز کہے جانے والے اشعار میں سے ایک ہمیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عائد بن عبد بن عمران بن مخزوم کے اشعار ہیں۔ ابن ہشام نے عائد بن عمران بن مخزوم ذکر کیا ہے:

مَا بَالُ هَمْ عَيْدٍ بَاتَ يَطْرُقُنِي بِالْوَدِّ مِنْ هِنْدٍ إِذْ تَعْدُو عَوَادِيهَا
”اس پر از درد و الم غم کا کیا حال پوچھتے ہو جو ہند سے محبت کے سبب (پیدا ہوا اور) رات بھر مجھے اس وقت جگا تا رہا جب اس کی مصروفیات حد سے تجاوز کر رہی تھیں۔“

بَاتَتْ تُعَاتِبُنِي هِنْدٌ وَ تَعْدِلُنِي وَالْحَرْبُ قَدْ شَعِلَتْ عَنِّي مَوَالِيهَا
”ہند رات بھر مجھے عتاب اور ملامت کرتی رہی حالانکہ جنگ کے ذمہ دار میری طرف سے بالکل غافل رہے تھے۔“

مَهْلًا فَلَا تَعْدِلُنِي إِنَّ مِنْ خُلُقِي مَا قَدْ عَلِمْتَ وَ مَا إِنْ لَسْتُ أُخْفِيهَا
”(اے ہند!) ذرا ٹھہر، مجھے ملامت نہ کر بے شک میرا اخلاق وہی ہے جس کا تجھے علم ہے اور جسے میں چھپانا بھی نہیں چاہتا۔“

مُسَاعِفٌ لِّبْنِي كَعْبٍ بِمَا كَلِفُوا حَمَلُ عِبَاءٍ وَ أَثْقَالٍ أَعَانِيهَا
”بنی کعب جس چیز کے عادی ہیں اس میں میں ان کا فرمانبردار ہوں، میں بڑی بڑی مشکل ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والا اور ان کی مشقت برداشت کرنے والا ہوں۔“

وَ قَدْ حَمَلْتُ سِلَاحِي فَوْقَ مُشْتَرَفٍ سَاطِئِ سَبُوحٍ إِذَا تَجَرَّيْتُ يُبَارِيهَا
”اور میں نے اپنے ہتھیار ایک ایسے گھوڑے پر لاد رکھے ہیں جس کا حسن قابل ہے، لمبے قدم اٹھا کر چلنے والا ہے، تیراک ہے اور جب دوڑتا ہے تو آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔“

غزوہ احد کے متعلق اشعار کی تشریح

ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہم کفار اور ان لوگوں کے اشعار کی تشریح سے اعراض کریں گے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر فخر کرنے والے ہیں۔ سوائے ان شعراء کے جو ان میں سے

كَانَهُ إِذْ جَرَى عَيْرٌ بِفَدٍّ فَدَتْهُ مُكَدَّمٌ لَاحِقٌ بِالْعَوْنِ يَحْيِيهَا
 ”جب ہمارو وحشی کھلے جنگل میں دوڑتے ہیں تو (یوں لگتا ہے) گویا اسے دانتوں سے کاٹا گیا ہے اور ان کی جماعت کو آلیتا ہے اور انہیں آگے بڑھنے سے روک دیتا ہے۔“

مِنْ آلِ اَعُوَجَ يَرْتَاخُ النَّدَى لَهُ كَجُدْعٍ شَعْرَاءَ مُسْتَعْلٍ مَرَاقِيهَا
 ”(یہ گھوڑا عرب کے مشہور ترین گھوڑے) اعوج کی نسل سے ہے جسے دیکھ کر ساری مجلس خوشی سے جھومنے لگتی ہے گویا وہ گھنے کھجور کے درخت کا تنا ہے جس کی ٹہنیاں بہت اونچی ہوں۔“
 اَعْدَوْتُهُ وَ رُقَاقَ الْحَدِّ مُتَّخِلًا وَ مَارِنًا لِيُحْطُوبَ قَدْ اَلَا قِيهَا
 ”میں نے اس گھوڑے کو، ایک منتخب تیز دھار پتلی تلوار کو اور ایک لچکدار نیزے کو ان حوادث کے لئے تیار کر رکھا ہے جن سے میں کبھی دوچار ہو سکتا ہوں۔“

هَذَا وَ بَيْضَاءَ مِثْلَ النَّهْيِ مُحْكَمَةً نَيْطُتْ عَلَيَّ فَمَا تَبَدُّوْ مَسَاوِيهَا
 اس کے ساتھ ساتھ میں نے ایک نہایت مضبوط زرہ بھی (تیار کر رکھی ہے) جو حوض کی طرح ہے، میرے جسم پر چسپاں ہو جاتی ہے، اس میں بڑے بڑے سوراخوں کا نقص موجود نہیں۔

سُقْنَا كِنَانَةَ مِنْ اطْرَافِ ذِي يَمَنٍ غُرُضَ الْبِلَادِ عَلَى مَا كَانَ يُزْجِيهَا
 ”ہم بنی کنانہ کو اہل یمن کے گرد و نواح سے کھینچ کر ان بلاد کی وسعت میں لے آئے جو ان کو پہلے کھینچنے چلی آرہی تھی۔“

قَالَتْ كِنَانَةُ اَنْتِ تَذْهَبُوْنَ بِنَا قُلْنَا النَّحِيْلَ فَاَمُوْهَا وَ مَنْ فِيْهَا
 ”بنی کنانہ نے پوچھا: تم ہمیں کہاں لے جا رہو؟ ہم نے کہا ہم تمہیں نخیل (مدینہ طیبہ) لئے جا رہے ہیں پس تم وہاں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا قصد رکھو۔“

نَحْنُ الْفَوَارِسُ يَوْمَ الْجَرِّ مِنْ اَحَدٍ هَابَتْ مَعَدٌ فَقُلْنَا نَحْنُ نَاتِيْهَا
 ”احد پہاڑ کے دامن میں جنگ کے روز ہم ہی شہسوار تھے۔ ہم نے کہا ہم آتے ہیں تو قبیلہ معد تھرا گیا۔“

هَابُوا ضَرَابًا وَ طَعْنَا صَادِقًا عَدِيْمًا مِمَّا يَرَوْنَ وَ قَدْ ضُنْتُ قَوَاصِيهَا
 ”جب وہ ہماری شمشیر زنی اور نیزہ بازی دیکھ رہے تھے جس سے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے

ایمان لے آئے لیکن ہمیرہ کے اشعار میں دوا یے شعر ہیں جو اس کے مذکورہ اشعار اس وجہ سے میں نے ان کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں:

ہو رہے تھے تو وہ کانپ گئے حالانکہ ان کے دور و نزدیک کے بکھرے ہوئے لوگ اکٹھے ہو گئے۔
 قُتُّ دُخْنَا كَانَا عَارِضُ بَرْدٍ وَ قَامَ هَامُ بِنِي النَّجَارِ يَبْكِيهَا
 ”پھر ہم شام کے وقت حملہ آور ہوئے گویا ہم ایک ڈالہ بار بادل تھے اور حالت یہ تھی کہ بنی
 نجار کے طائر مرگ ان کا ماتم کر رہے تھے۔“

كَانَ هَامُهُمْ عِنْدَ الْوَعْيِ فَلَقَ مِنْ قَيْضِ دُبْدُ نَفْتُهُ عَنْ آدَاجِيهَا
 ”جنگ کے وقت ان کی کھوپڑیاں ایسی تھی گویا وہ شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے ہیں جنہیں
 شتر مرغ نے اپنے گھونسلوں سے باہر پھینک دیا ہو۔“

أَوْ حَظَلُ دَعْوَعَتِهِ الرِّيحُ فِي غُصْنٍ بَالٍ تَعَاوَدًا مِنْهَا سَوَافِيهَا
 ”یا (گویا وہ کھوپڑیاں) حظل (اندراؤن کے پھل) ہیں جنہیں ہوا ایک ایسی پرانی شاخ
 میں حرکت دے رہی ہو جس پر مسلسل گرد و غبار اڑانے والی ہوا چل رہی ہو۔“

قَدْ تَبَدَّلَ النَّالَ سَخَا لَا حِسَابَ لَهُ وَ نَطَعُنُ الْخَيْلَ شَرَدًا فِي مَاقِيهَا
 ”کبھی تو ہم اتنا مال و دولت بہا رہے ہوتے ہیں جس کا کوئی حساب نہیں اور کبھی دشمن کے
 گھوڑوں کی آنکھوں کے گوشوں میں دائیں بائیں سے نیزے مار رہے ہوتے ہیں۔“

وَ لَيْلَهُ يَضْطَلِي بِالْقَرَبِ حَاذِرُهَا يَخْتَصُّ بِالنَّقَرِ الْمُتَرِينَ دَاعِيهَا
 ”بہت سی ایسی راتیں ہیں جن میں ان گھوڑوں کو ذبح کرنے والے گوبر کی آگ تاپ رہے
 تھے اور آگ تاپنے کی دعوت دینے والا صرف دو تہندوں کو دعوت خاص دے رہا تھا۔“

وَ لَيْلَهُ مِنْ جُمَادَى ذَاتِ الْاُثَدِيِّ حَرَبًا جُمَادِيَّةً قَدْ بَثَّ اَسْرِيهَا
 ”اور بہت سی پانی جم جانے کے موسم کی بوند اہاندی والی ماہ جمادی کی راتیں بھی تھیں جن
 میں سخت تکلیف دہ کہروالی سردی پڑ رہی تھی ان راتوں کو میں نے سفر کرتے ہوئے بسر کیا۔“

وَ لَيْلَهُ يَضْطَلِي بِالْقَرَبِ حَاذِرُهَا يَخْتَصُّ بِالنَّقَرِ الْمُتَرِينَ دَاعِيهَا
 ”بہت سی ایسی راتیں ہیں جن میں ان گھوڑوں کو ذبح کرنے والے گوبر کی آگ تاپ رہے تھے
 اور آگ تاپنے کی دعوت دینے والا صرف دو تہندوں کو ہی دعوت خاص دے رہا تھا۔“

يُنِي لَيْلَهُ مِنْ جُمَادَى ذَاتِ الْاُثَدِيِّ حَرَبًا جُمَادِيَّةً قَدْ بَثَّ اَسْرِيهَا
 ”ان راتوں میں جو پانی جم جانے کے موسم کی بوند اہاندی والی ماہ جمادی کی راتیں تھیں جن میں
 سخت تکلیف دہ کہروالی سردی پڑ رہی تھی، ان راتوں کو میں نے سفر کرتے ہوئے بسر کیا۔“

لَا يَنْبَحُ الْكَلْبُ فِيهَا غَيْرَ وَاحِدَةٍ مِنَ الْقَرِيْسِ وَ لَا تَسْرِىْ اَفَاعِيْهَا
 ”ان راتوں میں برفانی سردی کی وجہ سے اکادکا کتے کے سوا کوئی کتا بھی نہیں بھونکتا تھا اور
 سانپ بھی (بلوں سے باہر نکل کر) نہیں چلتے تھے۔“

اَوْ قَدْتُ فِيْهَا لِذِي الضَّرَاءِ جَاحِمَةً كَالْبَرْقِ ذَاكِمَةً اَلْاَرْكَانِ اَحْيِيْهَا
 ”ایسی ہی راتوں میں میں نے تنگدستوں اور حاجتمندوں کے لئے بجلی کی طرح بھڑکتی ہوئی
 آگ روشن کی جو گرد و نواح کو روشن کر رہی تھی اور میں اس کی نگہبانی کر رہا تھا۔“

اَوْدَتْنِيْ ذَاكُمُ عَمْرُو وَ وَالِدُهُ مِنْ قَبْلِهِ كَانَ بِالْمَثْنٰى يُغَالِيْهَا
 ”یہ چیز مجھے عمرو نے ورثے میں دی ہے اور اس سے پہلے اس کا باپ اس آگ کو (لوگوں
 کے نفع کے لئے) بھڑکایا کرتا تھا۔“

كَانُوْا يُبَادِرُوْنَ اَنْوَاءَ النَّجُوْمِ فَمَا دَنَتْ عَنِ السُّوْدَةِ الْعُلْيَا مَسَاعِيْهَا
 ”وہ لوگ (عمرو اور اس کا قبیلہ) ہارش والے ستاروں کا مقابلہ کرتے تھے اور اعلیٰ مرتبہ کے
 حصول کے لئے ان کی کوشش میں کوتاہی نہیں ہوتی تھی۔“

ہمیرہ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کا جواب دیا فرمایا:
 سَقْتُمْ كِنَانَةَ جَهْلًا مِّنْ سَفَاهَتِكُمْ اِلَى الرَّسُوْلِ فَجُنْدُ اللّٰهِ مُخْزِيْهَا
 ”اپنی بے وقوفی کی وجہ سے حقیقت حال کو نہ جان کر تم بنی کنانہ کو رسول اللہ ﷺ کے

شاعر کے قول يَصْطَلِيْ بِالْفَرْثِ سے مراد یہ ہے کہ وہ سردی کی شدت سے بچنے کے لئے گوبر کی
 آگ کے ساتھ گرمی حاصل کر رہا تھا۔

ندی کی جمع اور مہینوں کے اسماء

شاعر کا قول ہے: يَخْتَصُّ بِالنَّقَرٰى الْمُفْرِيْنَ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اغنیاء کو دعوت
 دے رہا تھا تا کہ ان سے بدلہ کا مطالبہ کرے اور ان سے کھانا کھائے۔ شاعر زمانے کی ناگفتہ بہ حالت
 بیان کر رہا ہے۔ یہ معنی یعقوب نے الالفاظ میں بیان کیا ہے اور انہوں نے ان دونوں کو ہذلی کی طرف
 منسوب کیا ہے۔ اسی طرح ابن ہشام نے بھی کہا ہے کہ یہ دونوں شعر ہمیرہ کے نہیں ہیں۔ انہوں نے
 انہیں عمرو صاحب کلب ہذلی کی بہن جنوب کی طرف منسوب کیا ہے۔

مقابلہ میں لے آئے۔ آخر کار اللہ کا لشکر اسے ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔“

أَرَدْتُمُوهَا حِمَاضَ النَّوْتِ ضَاحِيَةً فَالنَّارُ مَوْعِدُهَا وَالْقَتْلُ لَاقِيَهَا
”تم نے انہیں لے کر صبح سویرے موت کے حوضوں کا قصد کیا۔ پس آتش جہنم ان کا مقامِ موعود بنی اور قتل ان کا استقبال کرنے والا تھا۔“

جَمَعْتُمُوهَا أَحَابِيْشًا بِلَا حَسَبٍ اِئِمَّةَ الْكُفْرِ غَرَّتْكُمْ طَوَاغِيْهَا
”تم نے مختلف قبیلوں کے بدکردار لوگ جمع کیے جو کفر کے امام ہیں جن کے سرکش لوگوں نے تمہیں دھوکا دیا۔“

اَلَا اَعْتَبَرْتُمْ بِخَيْلِ اللّٰهِ اِذَا قَتَلَتْ اَهْلَ الْقَلِيْبِ وَ مَنْ اَلْقَيْنَهُ فِيْهَا
”تمہیں اللہ کے شہسواروں سے عبرت کیوں نہ حاصل ہوئی جب انہوں نے اصحابِ قلیب بدر اور ان لوگوں کو قتل کیا تھا جنہیں انہوں نے اس کنویں میں پھینکا تھا۔“

كَمْ مِنْ اَسِيرٍ فَكَّنَا لَهُ بِلَا ثَمَنِ وَ جَزَ نَاصِيَةٍ كُنَّا مَوَالِيَهَا
”کتنے ہی قیدی تھے جنہیں ہم نے بغیر کسی قیمت کے اور بغیر اس کی پیشانی کے بال کاٹے رہا کر دیا تھا جس کے ہم احسان مند تھے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا یہ اشعار مجھے ابو زید انصاری نے کعب بن مالک کی طرف منسوب

شاعر کا قول ہے: ذَاتِ اَنْدِيَةِ۔ یہ خلاف قیاس ندی کی جمع ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جمع کی جمع ہے یا ندی کی جمع نداء ہے جیسے جَمَل کی جمع جَمَال ہے پھر جمع الجمع اَفْعَلَةٌ کے وزن پر ہے۔ یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ جمع کثرت کی جمع نہیں آتی اور فِعَال جمع کثرت کے اوزان میں سے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اندیہ ندی کی جمع ہے جس کا معنی مجلس ہے لیکن یہ قول شعر کے معنی کے موافق نہیں بلکہ یہ جمع اَفْعَلَةٌ کے وزن پر آئی ہے کیونکہ یہ اَلَا هَوِيَّة (ہوائیں) اور اَلَا شَيْمَةِ (موسم ہائے سرما) وغیرہ کے معنی میں ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ لفظ الرِّدَاد (پھوپھا) اور الرُّشْدَش (چھینٹا) کے معنی کے زیادہ قریب ہے اور ان دونوں کی جمع اَفْعَلَةٌ کے وزن پر ہی آتی ہے۔ جُمَادٰی سے مراد ماہِ جمادی ہے۔ اس مہینے کا یہ نام پانی کے جم جانے کے زمانہ میں رکھا گیا پھر یہ مہینہ چاندوں کے ساتھ اور موسم میں منتقل ہو گیا لیکن اس کا یہ نام باقی ہے اگرچہ یہ مہینہ موسمِ گرما اور سخت گرمی میں آئے۔ اسی طرح ان عربی مہینوں کے اکثر نام شمسی سال کے مختلف احوال سے ماخوذ کیے گئے ہیں پھر وہ نام ان کے ساتھ لازم ہو گئے ہیں اگرچہ وہ ان اوقات سے نکل بھی جائیں۔

کرتے ہوئے سنائے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہمیرہ بن ابی وہب اپنے جس شعر میں یہ کہتا ہے:
وَلَيْلَةٍ يَصْطَلِي بِالْفَرْثِ جَاذِرُهَا يَخْتَصُّ بِالنَّقَرَى الثَّوَيْنِ دَائِعِيهَا
اس کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ یہ عمرو صاحب کلب ہذلی کی بہن جنوب کے ان اشعار میں
سے ایک ہے جو اس نے یوم احد کے علاوہ کسی اور واقعہ کے بارے میں کہے۔

ہمیرہ کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی ہمیرہ بن ابی وہب کا
جواب دیتے ہوئے فرمایا:

آلَا هَلْ أَلَى غَسَّانَ عَنَّا وَ دُونَهُمْ مِنْ الْأَرْضِ عَرَقٌ سَمَرَةٌ مُتَنَعِّعٌ
”سنو! بے شک ہمارے اور بنی غسان کے درمیان اتنا وسیع جنگل حائل ہے جس میں ہوا
تیز چلتی ہے اور اس کا سفر بھٹکا دینے والا ہے۔“

صَحَارٍ وَ أَعْلَامٌ كَأَنَّ قَتَامَهَا مِنْ الْبُعْدِ نَقْعٌ هَامِدٌ مُتَقَطِعٌ
”ایسے صحرا اور بلند پہاڑ (حائل ہیں) جن کا سیاہی مائل رنگ دوری کی وجہ سے یوں معلوم
ہوتا ہے گویا جما ہوا سا کن گرد و غبار ہے۔“

تَظَلُّ بِهِ الْبَزْلُ الْعَرَا مِمَّنْ رُذِّعَا وَ يَخْلُو بِهِ غَيْثُ السَّيْنِ قَبِيْعٌ
”وہاں قوی سے قوی اونٹ بھی نڈھال ہو کر گر پڑتے ہیں اور ہارش وہاں سے ہر سال نکل
جاتی ہے کہ وہ انہیں سیراب کرے۔“

بِهِ حَيْفُ الْحَسْرَى يَلُوحُ صَلِيْبُهَا كَمَا لَاخُ كَثَانُ الْبَحَارِ الْوَضْعُ
”وہاں حسرت زدہ لوگوں کی متعفن لاشوں کی چربی اس طرح چمکتی ہے جس طرح تاجروں
کا منقش ریشمی کپڑا چمکتا ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کی تشریح

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا جن میں وہ ہمیرہ کا جواب دیتے ہیں۔ ان
میں پہلا شعر ہے: آلَا هَلْ أَلَى غَسَّانَ۔ آپ نے غزوہ بدر کے متعلق ایک قصیدہ کی ابتداء بھی انہی
الفاظ سے کی، فرمایا: آلَا هَلْ أَلَى غَسَّانَ فِي لَيْلٍ دَائِعِيهَا۔ آپ بنی غسان کا ذکر اس لئے کرتے ہیں

بِهِ الْعَيْنُ وَالْأَدَامُ يَمْشِينَ حِلْفَةً وَ بِيضُ نَعَامٍ قَيْضُهُ يَتَقَلَعُ
 ”وہاں نیل گائیں اور سفید ہرن قطار در قطار چلتے ہیں اور شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے
 ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھرے پڑے ہیں۔“

مَجَالِدُنَا عَنْ دِينِنَا كُلِّ فَخْجَةٍ مُدْرَبَةٍ فِيهَا الْقَوَائِسُ تَلْعَمُ
 ”ہمارے دین کے کوڑے (محافظ) ماہرین جنگ کا ہر لشکر عظیم ہے جس میں سفید خودوں کی
 چوٹیاں چمکتی ہیں۔“

وَ كُلُّ صَوْتٍ فِي الصَّوَانِ كَأَنَّهَا إِذَا لُبِسَتْ يَهْفَى مِنَ الْمَاءِ مُتَرَعٌ
 اور (جس میں ہر لشکری کے پاس) حفاظت کے لئے ایسی جھگ بنی ہوئی مضبوط زرہ ہے کہ
 جب وہ پہنی جاتی ہے تو (جسم پر اس طرح چسپاں ہو جاتی ہے) گویا پانی سے بھرا تالاب ہے۔
 وَ لَكِنْ يَبْذُرُ سَائِلُوا مَنْ لَقِيْتُمْ مِنَ النَّاسِ وَالْأَنْبَاءُ بِالْغَيْبِ تَنْفَعُ
 ”لیکن ذرا پوچھو تو سہی کہ بدر میں تم کو کن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا جبکہ غیب کی خبریں فائدہ
 پہنچا رہی تھیں۔“

وَ إِنَّا بِأَرْضِ الْخَوْفِ لَوْ كَانَتْ أَهْلُهَا سِوَانَا لَقَدْ أَجْلَوْا بَلَمَلٍ فَاقْشَعُوا
 ”اور ہم ایسے میدان خوف و خطر میں تھے کہ اگر ہمارے علاوہ دوسرے لوگ ہوتے تو ایک
 رات میں ہی جلا وطن ہو جاتے اور ذلیل و رسوا ہو کر بھاگ جاتے۔“

إِذَا حَمَاءُ مِنَّا رَاكِبٌ كَانَ قَوْلُهُ أَعِدُّوا لِمَا يُزْجِي ابْنُ حَرْبٍ وَ يَجْمَعُ
 ”جب ہمارا کوئی سوار آتا تو اس کا یہی قول ہوتا کہ ابوسفیان بن حرب جو سامان فراہم کر رہا
 ہے اور لشکر جمع کر رہا ہے اس کے مقابلہ میں خوب تیاری کرو۔“

فَقَهَّمَا بِهِمُ النَّاسَ مِنَّا يَكْمِدُنَا فَتَحْنُ لَهُ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ أَوْسَعُ
 ”تو جب بھی ابوسفیان ہمارے خلاف خفیہ تدبیروں سے لوگوں کی ہمت بڑھاتا تو ہم اس
 کے مقابلہ کے لئے تمام لوگوں سے زیادہ وسیع پیمانے پر تیاری کرتے۔“

قَلَّوْا غَمْرُنَا كَأَنَّ جَمِيعًا تَكْمِدُنَا الْبَرِيَّةُ قَدْ أَعْطَوْا يَدًا وَ تَرَدُّعُوا

کہ وہ انصار کے چھا زاد ہیں اور انصار حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور جو شام میں ہیں وہ عطلہ بن
 عمرو بن عامر کی اولاد ہیں۔ یہ سب طسان ہیں کیونکہ طسان ایک چشمہ ہے جس سے انہوں نے یمن
 سے کوچ کرتے وقت پانی پیا۔ اس سے ان کا نام طسان پڑ گیا۔

”جب ساری مخلوق اپنی تدابیر سے شکست دینے کے لئے اکٹھی ہو گئی تو اگر ہمارے سوا کوئی اور لوگ ہوتے تو وہ ہار مان جاتے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔“

نُجَالِدٌ لَا تَبْقَىٰ عَلَيْنَا قَبِيلَةٌ مِّنَ النَّاسِ إِلَّا أَنْ يُهَابُوا وَ يُفْطَعُوا
”ہم جب مقابلہ کرتے ہیں تو لوگوں کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں بچتا جو ہم سے ہیبت زدہ ہو کر بوکھلا نہ جائے۔“

وَلَمَّا ابْتَتَوْا بِالْعَرَضِ قَالَ سَرَاتْنَا عَلَامَ إِذَا لَمْ نَنْعِ الْعَرَضَ نَزَعُ
”اور جب ان لوگوں نے مقام عرض میں خیمے لگائے تو ہمارے سربراہ اور وہ لوگوں نے کہا کہ جب ہم اپنی عرض (عزت) کی حفاظت نہیں کریں گے تو کس طرح پھل پھول سکیں گے۔“

وَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ نَتَّبِعُ أَمْرَهُ إِذَا قَالَ فِينَا الْقَوْلَ لَا نَتَطَلَّعُ
”اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) موجود ہیں جن کے حکم کی ہم پیروی کرتے ہیں، جب وہ ہمارے بارے میں کوئی ارشاد فرماتے ہیں تو ہم احترام و اجلال سے نظر بھی نہیں اٹھاتے۔“

تَدَلَّىٰ عَلَيْهِ الرُّوحُ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ يُنْزِلُ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ وَ يُوَفِّعُ
”حضور پر آپ کے پروردگار کی طرف سے روح القدس اترتے ہیں جو فضا کے آسمانی سے اتارے پھر اوپر بلائے جاتے ہیں۔“

نُشَاوَرُهُ فِيمَا نُرِيدُ وَ قَصْرُنَا إِذَا مَا اشْتَهَىٰ أَنَا نُطِيعُ وَ نَسْعُ
”ہم جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس میں حضور ﷺ سے صلاح و مشورہ کرتے ہیں اور پھر ہمارے اس کام کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ جو آپ کی مرضی اور خواہش ہوتی ہے ہم اسے نہایت توجہ سے سن کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔“

وَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَمَّا بَدَّوْا لَنَا ذَرُّوْا عَنْكُمْ هَوَلَ الْمَنِيَّاتِ وَ اطْمَعُوا
”جب دشمن ہمارے سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موتوں کا خوف اپنے آپ سے دور کر دو اور موتوں کی خواہش کرو۔“

وَ كُونُوا كَمَنْ يُّشْرِي الْحَيَاةَ ثَقْرَبًا إِلَىٰ مَلِكٍ يُحْيَا لَدَيْهِ وَ يُرْجِعُ

شاعر کا قول ہے: سَمْرَةٌ مُّتَنَعِنُ اس کا معنی ہے کہ اس کا سفر اضطراب میں ڈالنے والا ہے اور الْعَرَامِسُ عَرْمِس کی جمع ہے، چلنے میں طاقتور اونٹنی کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَيْضُهُ يَتَفَلَّعُ۔ يتفلم کا معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور قَيْضُ انڈوں کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں اور الْقَوَانِسُ قَوْنِس کی جمع ہے جس کا معنی ہے خود۔

”اور اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو اپنی زندگی اس بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بیچ دیتا ہے جس کی بارگاہ میں انسان کو زندہ کر کے لوٹایا جائے گا۔“

وَلٰكِنْ خُذُواْ اَسِيَافَكُمْ وَ تَوَكَّلُواْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ الْاَمْرَ لِلّٰهِ اَجْمَعُ
”لیکن اپنی تلواروں کو سنبھال لو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، بے شک تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں۔“

فَسِرْنَا إِلَيْهِمْ جَهْرَةً فِي رِحَالِهِمْ ضَحِيًّا عَلَيْنَا الْبَيْضُ لَا نَتَخَشَّعُ
”چنانچہ ہم دن چڑھے اپنے خودوں میں لیس ان کے کجاو کا رخ کرتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ پر ان کی طرف چل دیے اور ہمیں کوئی خوف نہ تھا۔“

بَلَلُّوْمَةٍ فِيهَا السَّنُوْرُ وَالْقَنَا إِذَا ضَرَبُواْ أَقْدَامَهَا لَا تُورَعُ
”ایک ایسے مجمع لشکر کے ساتھ (چلے) جو ہتھیاروں اور نیزوں سے لیس تھا، جب وہ چلتا تھا تو اپنے قدموں کو بالکل نہیں روکتا تھا۔“

فَجِئْنَا إِلَى مَوْجٍ مِّنَ الْبَحْرِ وَسَطُهُ أَحَابِيْشٌ مِنْهُمْ حَاسِرٌ وَ مُقَنَّنٌ
”آخر کار ہم سمندر کی ایک موج (لشکر کفار) کے درمیان گھس گئے جن میں مختلف قبیلوں کے گھٹیا لوگ تھے جن میں سے کچھ بے خود دے زرہ تھے اور کچھ خود پہنے ہوئے تھے۔“

ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَ نَحْنُ نَصِيَّةٌ ثَلَاثُ مِائَةٍ اِنْ كَثُرْنَا فَارْبَعُ
”انکی تعداد تین ہزار تھی اور ہم اپنی قوم کے تین سو سربر آوردہ لوگ تھے، اگر زیادہ تھے تو چار سو تھے۔“
نُغَاوِرُهُمْ تَجْرِي النِّيَّةُ بَيْنَنَا نُشَارِعُهُمْ حَوْضَ الْمَنَآيَا وَ نَشْرَعُ
”ہم ان پر اس حالت میں حملہ کر رہے تھے کہ موت ہمارے درمیان دوڑنے لگی، ہم انہیں موتوں کے حوض کا پانی پلا رہے تھے اور خود بھی پی رہے تھے۔“

تَهَادَى قَيْسِي النَّبْعِ فِيمَنَا وَ فِيهِمْ وَ مَا هُوَ اِلَّا الْمَثَرِيُّ الْمُقَطَّعُ
”درخت نبج کی بنی ہوئی کمانیں ہمارے اندر بھی چل رہی تھیں اور ان کے اندر بھی اور وہ نہیں تھیں مگر یثرب کی بنی ہوئی جو ٹوٹ چکی تھیں۔“

شاعر کا قول ہے: وَ كُلُّ صَوْتٍ يَعْنِيْ وَهْ زَرْهْ جَسْ مَضْبُوْطٌ بِنَائِيْ اور پختہ کاری گیری کے ذریعے جو جمل بنا دیا جائے اور الْقَهْیُ اور الْقَهْیُ کا معنی تالاب ہے۔ اس نام کی وجہ ہے کہ زمین کی بلندی اس کا پانی بہنے سے مانع ہوتی ہے۔ چونکہ سیلاب اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اس لئے اسے غدیر کہا جاتا ہے اور زمین اسے روک لیتی ہے اس لئے اسے نہی کہا جاتا ہے۔

وَمَنْجُوفَةٌ جَرْمِيَّةٌ صَاعِدِيَّةٌ يُكَذِّرُ عَلَيْهَا السَّمُ سَاعَةً تُصْنَعُ
 ”اور حرم کے باشندے صاعد کے ہاتھ کے بنے ہوئے تیر بھی چل رہے تھے جن پر بناتے
 وقت زہر چھڑکا گیا تھا۔“

تَصُوبُ بِأَبْدَانِ الرِّجَالِ وَ قَارَةٌ تَرُّ بِأَعْرَاضِ الْبَصَارِ تَقَعَّقُ
 ”وہ تیر لوگوں کے جسموں میں پوست ہو رہے تھے اور کبھی چٹانوں کے پہلوؤں کے ساتھ
 لکرا کر آواز پیدا کر رہے تھے۔“

وَ عَحِيلٌ تَرَاهَا بِالْفَضَاءِ كَانَهَا جَرَادٌ صَبَا فِي قَوْلِهِ يَتَرَعُّ
 ”اور وہ گھوڑے بھی (گر رہے تھے) جو کھلے میدان میں ایسے دکھائی دے رہے تھے گویا وہ
 موسم سرما کی شرقی ہوا میں اڑنے والی ٹڈیاں ہیں جو آ جا رہی ہیں۔“

فَلَمَّا تَلَقَّيْنَا وَ دَارَتْ بِنَا الرُّحَى وَ لَيْسَ لِأَمْرِ حَمَّةِ اللَّهِ مَدْفَعٌ
 ”پس جب ہم باہم متصادم ہوئے اور جنگ کی چکی ہم پر خوب چلنے لگی اور جو بات اللہ تعالیٰ
 مقدر کر دے اس سے کوئی مفر نہیں

ضَرَبْنَاَهُمْ حَتَّى تَرَكَنَا سَرَائِهِمْ كَالْهَمِّ بِالْقَاعِ عُشْبٌ مُصْرَعٌ
 ”تو ہم نے ان پر شمشیر زنی کی یہاں تک کہ ہم نے ان کے سر کردہ لوگوں کو اس حالت میں
 چھوڑ دیا گویا وہ نشیبی زمین میں بچھاڑی ہوئی لکڑیاں ہیں۔“

لَذُنْ غُدُوَّةٍ حَتَّى اسْتَفَقْنَا عَشِيَّةً كَانْ ذَكَا حَرٌّ نَارٍ تَلْفَعُ
 ”(یہ شمشیر زنی) صبح کے وقت (شروع ہوئی) یہاں تک کہ ہم نے شام کو ہوش کیا تو ہماری
 جنگ کی آگ بھڑکتی ہوئی آگ کی حرارت کی مانند تھی۔“

وَ رَاحُوا سِرَاعًا مُوجِهِينَ كَالْهَمِّ جَهَامٌ هَرَأَتْ مَاءٌ هُ الرِّيحُ مُقْلِعٌ
 ”اور کفار بڑی تیزی سے بھاگنے لگے گویا وہ اکھڑا ہوا ہادل ہیں جسکے پانی کو ہوانے بہا ڈالا ہو۔“
 وَ رُحْنَا وَ أَعْرَانَا بِطَاءِ كَانَا أَسْوَدٌ عَلَى لَحْمٍ يَبْشَقُ ضُلْعٌ

شاعر کا قول ہے: وَ مَنْجُوفَةٌ، یہ نَجَفْتُ سے مَفْعُولَةٌ کا وزن ہے جس کا معنی ہے میں نے
 کھودا۔ یہ نَجَفْتُ الْعَدُوَّ سے بھی مشتق ہو سکتا ہے جس کا معنی ہے میں نے ہماری کونجاف یعنی رسی کے
 ساتھ ہاندھا۔ اگر اس لفظ سے شاعر کی مراد نیزوں کی لکڑیاں ہیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ مضبوط اور
 سیدھی لکڑیاں۔ اور اگر اس سے مراد نیزوں کے پھل ہوں تو پھر بھی مَنْجُوفَةٌ بمعنی کھودنا سے

”اور ہم شام کو اس شان سے واپس ہوئے کہ ہماری آخری صفوں کے لوگ بڑے اطمینان سے چل رہے تھے گویا ہم ایسے شیر تھے جو اپنی کچھار میں ٹہل ٹہل کر گوشت کھا رہے ہوں۔“

فَلِنَّا وَ نَالَ الْقَوْمُ مِنَّا وَ رَبَّنَا فَعَلْنَا وَ لَكِن مَّا لَدَى اللَّهِ أَوْسَعُ
پس ہم نے کفار کو اور کفار نے ہمیں عیب لگائے اور ہم نے بہت حد تک کارنامے سرانجام دیئے لیکن جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک طے ہے وہ اس سے وسیع تر ہے۔

وَ دَارَتْ رَحَانَا وَ اسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ وَ قَدْ جَعَلُوا كُلَّ مِّنَ الشَّرِّ يَنْشَعُ
اور ہماری چکی بھی خوب چلی اور ان کی چکی بھی چلی درآں حالیکہ ہم میں سے ہر ایک نے خوب سیر ہو کر مقابلہ کیا

وَ نَحْنُ أَنْسُ لَا نَرَى الْقَتْلَ سُبَّةً عَلَى كُلِّ مَن يَحْيِي الدِّمَارَ وَ يَنْعُ
اور ہم تو ایسے لوگ ہیں کہ ہر اس شخص کے قتل کو باعث عار نہیں سمجھتے جو اپنے حقوق کی حمایت کرے اور ان کا دفاع کرے۔

جِلَادٌ عَلَى رَيْبِ الْحَوَادِثِ لَا نَرَى عَلَى هَالِكٍ عَيْنًا لَّنَا الدَّهْرَ تَذْمَعُ
ہم لوگ حوادثِ زمانہ کی گردش پر اس قدر صابر ہیں کہ ہم اپنی کوئی ایسی آنکھ نہیں دیکھتے جو کسی ہلاک ہونے والے شخص پر کبھی آنسو بہاتی ہو۔

بَنُو الْحَرْبِ لَا نَعْيَا بِشَيْءٍ نَقُولُهُ وَ لَا نَحْنُ بِمَا جَرَّتِ الْحَرْبُ نَجْزَعُ
ہم لوگ ایسے جنگجو ہیں کہ جو بات کہہ دیتے ہیں اسے پورا کرنے میں ہرگز نہیں تھکتے اور نہ ان مصائب پر آہ و زاری کرتے ہیں جو جنگ لاتی ہے۔

بَنُو الْحَرْبِ إِنْ نَظَفَرْ فَلَسْنَا بِفُحْشٍ وَلَا نَحْنُ مِنْ إِظْفَارِهَا نَتَوَجَّعُ
”ہم لوگ ایسے جنگجو ہیں کہ اگر ہم فحش ہو جائیں تو بے حیائی کرنے والے نہیں اور نہ ہم شکست خوردہ ہونے کی وجہ سے آہ و فغاں کرتے ہیں۔“

وَ كُنَّا شَهَابًا يَتَّقِي النَّاسُ حَرَّهٗ وَ يَفْرُجُ عَنْهُ مَنْ يَلِيهِ وَ يَسْفَعُ
”اور ہم جنگ کا وہ شعلہ ہیں جس کی حرارت سے لوگ بچتے اور ڈرتے ہیں اور جو اس کے

مشتق ہوگا۔ چونکہ نیزے کی لکڑی کا ایک سرالو ہے میں داخل ہوتا ہے تو گویا نیزے کا پھل لکڑی کو اس میں داخل کرنے کے لئے کھودا گیا ہے اور اگر اس سے مراد تلواریں ہوں تو وہ بھی کھودی ہوئی چیز کی طرح ہوتی ہیں کیونکہ ان کی سطحیں بھی لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ کوئی اور صقل کی گئی ہوتی ہیں تو گویا یہ بھی کھودی ہوئی چیز کی مانند ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

قریب ہوتا ہے وہ اس سے دور ہوتے ہوتے بھی جل بھن جاتا ہے۔“

فَخَرَّتْ عَلَى ابْنِ الزَّبْعَرِيِّ وَ قَدْ سَرَى لَكُمْ طَلَبٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ مُتَّبِعٌ
”اے ابن الزبعری! تو نے مجھ پر فخر کیا حالانکہ (تم لوگ بری طرح فرار ہو گئے اور)

تمہارے تعاقب میں آخر شب تک ہماری تھکادینے والی تلاش جاری رہی۔“

فَسَلُّ عَنْكَ فِي عَلِيًّا مَعَدًى وَ غَيْرَهَا مِّنَ النَّاسِ مَنَ أَخْزَى مَقَامًا وَ أَشْنَعُ
”پس تو اپنے متعلق معد کی بلندیوں اور دیگر مقامات پر جا کر لوگوں سے دریافت کر کہ ہم

سے کون زیادہ ذلیل و خوار اور بد حال ہوا۔“

وَ مَنَ هُوَ لَمْ تَتْرُكْ لَهُ الْحَرْبُ مَفْخَرًا وَ مَنَ خَلَّاهُ يَوْمَ الْكُرَيْيَةِ أَضْرَعُ
”اور وہ کون ہے جس کے لئے جنگ نے کوئی قابلِ فخر بات نہیں چھوڑی اور کون ہے جس

کے رخسار جنگ کے روز (پٹ پٹ کر) خوب ذلیل ہوئے۔“

شَدَدْنَا بِحَوْلِ اللَّهِ وَالنَّصْرِ شَدَّةً عَلَيْنَا وَ أَطْرَافُ الْأَسِنَّةِ شُرْعُ
”اللہ تعالیٰ کی طاقت اور نصرت کے ساتھ ہم نے تم پر اس حال میں حملہ کیا کہ نیزوں کی

دھاریں تم پر جھکنے لگیں۔“

تَكْرُ الْقَنَا فِيكُمْ كَأَنَّ فُرُوعَهَا عَزَالَى مَزَادَ مَاوَهَا يَتَهَنَّعُ
”تم پر نیزوں کا اس طرح بار بار حملہ ہو رہا تھا کہ ان (نیزوں سے ہونے والے) چوڑے

زخم گویا توشہ دانوں کے منہ تھے جن کا پانی بہہ رہا ہو۔“

عَمَدْنَا إِلَى أَهْلِ الْيَوَاءِ وَ مَنَ يُطِرُ بِذِكْرِ الْيَوَاءِ فَهُوَ فِي الْحَمْدِ أَسْرَعُ
”ہم نے علمبرداروں اور ان لوگوں کا قصد کیا جو جھنڈے کا ذکر کر کے اکڑ رہے تھے تو جھنڈا

(گر کر ہماری) تعریف میں ان سے زیادہ جلدی کرنے لگا۔“

تَصَوُّبُ بِأَبْدَانِ الرِّجَالِ وَ تَارَةً تَرُّ بِأَعْرَاضِ الْبَصَارِ تَقَعَّقُ
شاعر کہتا ہے وہ تیر لوگوں کے جسموں کو پھاڑتے ہوئے چٹانوں کے ساتھ ٹکرا کر آواز پیدا کر

رہے تھے۔ الْبَصَارِ بَصْرَةَ کی جمع ہے جو نرم پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد

بَصِيرَةٌ کی جمع ہو جیسے کَرِيمَةٌ کی جمع کِرَامٌ ہے اور بَصِيرَةٌ کا معنی زرہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ

اس کا معنی ڈھال ہے اور زمین پر بہنے والے خون کے راستے کو بھی بصیرہ کہتے ہیں اور اگر وہ

جسم پر بہہ رہا ہو تو اس کے راستے کو جَدِيَّةٌ کہتے ہیں لیکن اس شعر میں یہ معنی مراد نہیں۔

فَخَاتُوا وَ قَدْ اَعْطُوا يَدًا وَ تَخَاذَلُوا اَبَى اللّٰهُ اِلَّا اَمْرًا وَ هُوَ اَصْنَعُ
 ”چنانچہ انہوں نے (جھنڈے سے) خیانت کرتے ہوئے اسے ہمارے قبضہ میں دے دیا
 اور ذلیل و رسوا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کے سوا ہر چیز کو رد کرتا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر کام
 سرانجام دینے والا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یوں کہا تھا:
 مُجَالِدُنَا عَنْ جَذَمِنَا كُلِّ فَخْمَةٍ لِّعِنِّي هَامِي جُرُودٍ كَ مَحَافِظِ مَا هَرِيْنِ جَنْكٍ كَا هَرِ لَشَكْرِ عَظِيْمٍ
 ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا یہ مناسب ہے کہ تم یوں کہو مَجَالِدُنَا عَنْ دِيْنِنَا؟ تو
 حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی بے شک۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو یہ زیادہ اچھا
 ہے۔ چنانچہ حضرت کعب نے کہا: مَجَالِدُنَا عَنْ دِيْنِنَا۔

ابن زبیری کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: عبد اللہ بن زبیری نے یوم احد کے متعلق یہ اشعار کہے:
 يَا غُرَابَ الْبَيْنِ اَسْمَعْتَ فَقُلْ اِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلَ
 ”اے جدائی کے کوئے! (1) تو نے اپنی آواز سنائی تو اپنی بات کہہ۔ تو جو کچھ زبان سے نکالتا
 ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔“

اِنَّ لِلْخَيْرِ وَ لِلْشَّرِّ مَدًى وَ كِلَا ذَلِكَ وَجْهٌ وَ قَبْلُ
 ”بے شک خیر اور شر کی ایک انتہاء ہے اور ان دونوں کا ایک انجام اور سمت ہے۔“

ابن زبیری کے اشعار کی تشریح

ابن زبیری کا قول ہے:

يَا غُرَابَ الْبَيْنِ اَسْمَعْتَ فَقُلْ اِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلَ
 دورِ جاہلیت میں تقدیر کا عقیدہ

شاعر کا قول ہے: قَدْ فُعِلَ یعنی پورا ہو کر رہتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں لوگ تقدیر کا اقرار کرتے
 تھے۔ لبید نے یہ اشعار ایامِ جاہلیت میں کہے:

اِنْ تَقْوَى رَبَّنَا عَمِيَ نَفْلٌ وَ يَإِذْنِ اللّٰهِ دَيْشِي وَالْعَجَلُ

۱۔ ایامِ جاہلیت میں اہل عرب خیال کرتے تھے کہ کسی گھر میں کوئے کا بولنا اس گھر کے افراد کی جدائی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔
 چنانچہ اس شعر میں بھی شاعر حسب دستور جدائی کی آواز لگانے والے کوئے کو مخاطب کر رہا ہے۔ مترجم

وَالْعَطِيَّاتُ خِسَاسٌ بَيْنَهُمْ وَ سَوَاءٌ قَبْرٌ مُّثَرٍ وَ مُقَلِّ
”اور لوگوں کو ملنے والے عطیات حقیر ہیں اور دولت مند اور فقیر سب کی قبریں برابر درجہ رکھتی ہیں۔“

كُلُّ عَمِيشٍ وَ نَعِيمٍ زَائِلٌ وَ بَنَاتُ الدَّهْرِ يَلْعَبْنَ بِكُلِّ
”ہر عیش و عشرت اور دولت و نعمت ختم ہونے والی ہے اور زمانے کی بیٹیاں (حوادثِ زمانہ) ہر ایک سے کھیل رہی ہیں۔“

أَبْلَغُنْ حَسَنَ عَنِّي آيَةً فَقَرِئُضُ الشَّعْرِ يَشْفِي ذَا الْغُلَلِ
”اے قاصد! حسان کو میری طرف سے یہ نشانی (شعر) پہنچا دے کیونکہ شعر کے ٹکڑے ہی پیاسوں کی پیاس بجھا سکتے ہیں۔“

كَمْ تَرَى بِالْبَحْرِ مِنْ جُنُجَبَةٍ وَ أَكْفٍ قَدْ أُتِرَتْ وَ رِجُلٌ
”تو نے پہاڑ کے دامن میں کتنی ہی کھوپڑیاں، کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں دیکھے ہوں گے۔“
وَ سَرَابِيلَ حَسَنٍ سُرِيَتْ عَنْ كَمَاةٍ أَهْلَكُوا فِي السَّنَنِ
”اور کتنی ہی زر ہیں (دیکھی ہوں گی) جنہیں ان بہادروں سے اتارا گیا جو میدانِ جنگ میں مار ڈالے گئے۔“

كَمْ قَتَلْنَا مِنْ كَرِيمٍ سَيِّدٍ مَّاجِدٍ الْجَدِّينِ مِقْدَامٍ بَطْلٍ
”ہم نے کتنے ہی شریف سرداروں کو مار ڈالا جو نجیب الطرفین، جنگ کی پرواہ کیے بغیر پیش

”اے ہمارے پروردگار! اگر تو ہمیں طاقت دے تو یہ تیری بہترین بخشش ہے اور میری تاخیر اور

جلدی اللہ کے اذن ہی سے ہے۔“

مَنْ هَدَاهُ سُبُلَ الْخَيْرِ اهْتَدَى نَاعِمَ الْبَالِ وَ مَنْ شَاءَ أَضَلَّ
”جسے اللہ تعالیٰ بھلائی کے راستے دکھائے تو وہ آسودہ دل ہو کر ہدایت پا جاتا ہے اور وہ جسے چاہے گمراہ کر دے۔“

اہل عرب کے ایک راجز نے کہا:

يَا أَيُّهَا اللَّائِمُ لُنِي أَوْ قَدَّرْ إِنْ كُنْتُ أَعْطَيْتُ فَمَا أَعْطَا الْقَدَّرُ
”اے ملامت کرنے والے! خواہ مجھے ملامت کر یا اس سے باز رہ۔ اگر میں نے خطا کی تھی تو تقدیر نے خطا نہیں کی۔“

شاعر کا قول ہے: غَيْرُ مُلْتَابٍ۔ یہ اللوۃ سے مُفْتَعَل کا وزن ہے جیسا کہ الفی نے کا قول ہے۔

پیش رہنے والے اور بہادر تھے۔

صَلَوِ النَّجْدَةَ قَرَمِ بَارِعِ غَيْرِ مُلْتَابِ لَدَى وَقِعِ الْآسَلِ
”سچے بہادر، جوانمرد اور ممتاز تھے اور تیروں کی بارش کے وقت کمزوری دکھانے والے نہ تھے۔“

فَسَلِ الْيَهْرَاسَ مَنْ سَاكِنُهُ بَيْنَ اقْحَافٍ وَ هَامِ كَالْحَبَلِ
”پس مہر اس چشمے سے پوچھو کہ اس کے پاس چکور پرندے کی مانند کھوپڑیوں اور سروں کے درمیان پڑے ہوئے کون لوگ ہیں؟“

لَيْتَ اَشْمَاعِي يَبْذِرُ شَهْدُوا جَزَعُ الْخَزَرْجِ مِنْ وَقِعِ الْآسَلِ
”کاش! میرے بزرگ میدان بدر میں تیروں کی بارش کے باعث خزر جیوں کی آہ و بکا رکھ دیکھتے۔“

جَمِنَ حَكْتُ بِقُبَاءِ بَرَكْهَا وَاسْتَحَرَّ الْقَتْلُ فِي عَبْدِ الْآسَلِ
”اس وقت جب قباء میں اونٹ اپنے سینے رگڑ رہے تھے (بیٹھ رہے تھے) اور بنی عبدالاشہل میں قتل کی آگ بھڑک رہی تھی۔“

ثُمَّ عَفُّوا عِنْدَ ذَاكُم رُقْصَا رَقَصَ الْحَفَّانِ يَغْلُو فِي الْجَبَلِ

عِنْدَ الْحَفِظَةِ اِنْ دِي لَوْثَةٍ لَنَا ”گنہگار کے وقت اگر کمزور آدمی نرم پڑ جائے۔“ اور الیہر اس گھڑے ہوئے پتھر کو کہتے ہیں جو اس پانی کو روکتا ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ اس پتھر کو مہر اس یعنی ہاون کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ مبرد کو وہم ہوا جو اس نے مہر اس کو اس چشمے کا علم قرار دیا ہے جو میدان احد کے ساتھ خاص ہے۔ یہ تو ہر اس گھڑے ہوئے پتھر کا نام ہے جو پانی کو روکنے کا کام دیتا ہے۔ ابن عبدوس نے حضرت امام مالک سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی جنگل میں مہر اس کے پاس سے گزرے تو وہ اس سے غسل کیسے کرے؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ غدیر (تالاب) کے پاس سے گزرے اور جنگل میں اس کے لئے مہر اس کون بنائے گا؟ اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ مہر اس کا لفظ صرف اس مہر اس کے ساتھ خاص نہیں جو مقام احد میں تھا۔ اسی طرح غریب الحدیث میں مذکور ہے: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يَتَجَادَوْنَ مِهْرَاسًا۔ یعنی نبی کریم ﷺ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو مہر اس اٹھا رہے تھے۔

”پھر اس وقت یہ لوگ تیزی سے بھاگتے ہوئے چھپ گئے جیسے چھوٹے شتر مرغ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے بھاگتے ہیں۔“

فَقَتَلْنَا الضَّعْفَ مِنْ أَشْرَافِهِمْ وَ عَدَلْنَا مَيْلَ بَدْرِ فَأَعْتَدَلْ
”پس ہم نے ان کے دو گنا اشراف کو قتل کر دیا اور بدر کے رجحان کو موڑ دیا پس وہ مڑ گیا۔“

لَا الْوَمُ النَّفْسَ إِلَّا أَنَّا لَوْ كَرَرْنَا لَفَعَلْنَا الْبُفْتَعْلَ
”میں اپنے آپ کو اس کے سوا کسی اور بات پر ملامت نہیں کرتا کہ اگر ہم دوبارہ حملہ کرتے تو ایک کار نمایاں سر انجام دیتے۔“

بِسُيُوفِ الْهِنْدِ تَعْلُو هَامَهُمْ عِلَلًا تَعْلُوهُمْ بَعْدَ نَهْلٍ
”ان ہندی تلواروں کے ساتھ جوان کی کھوپڑیوں پر اس طرح چڑھتیں کہ ایک بار پیاس بجھانے کے بعد دوبارہ پیاس بجھاتیں۔“

ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

ابن زبیری کو حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

ذَهَبَتْ يَا ابْنَ الزَّبَعْرِى وَقَعَةٌ كَانَ مِنَّا الْفَضْلُ هِنْمَهَا لَوْ عَدَلْ
”اے ابن زبیری! وہ جنگ گزر گئی جس کا رخ اگر پھرتا تو اس میں فتح و نصرت کی فضیلت ہمیں حاصل ہوتی۔“

وَلَقَدْ نِلْتُمْ وَ نِلْنَا مِنْكُمْ وَ كَذَاكَ الْحَرْبُ أَحْمَانًا دُولَ
”لیکن تم نے ہم سے اور ہم نے تم سے اپنا اپنا نصیب پالیا اور جنگ اسی طرح گاہے گاہے

ابن زبیری کے رد میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا جوابی قول ہے: هُرَبْنَا فِي الشَّعْبِ أَشْبَاةَ الرُّسُلِ۔ جب چرواہا

بکریوں کا ریوڑ چرنے کے لئے چھوڑتا ہے تو اس وقت اس ریوڑ کو الوسل کہا جاتا ہے۔

شاعر کا قول ہے: كَأَشْرَافِ الْمَلَا۔ الْآشْرَافُ شَرَفٌ كِي جَمْعُ هَيْ جَس كَا مَعْنَى مُخَصَّصٌ هَيْ اَوْر الْمَلَا

وسیع زمین کو کہتے ہیں۔ یہاں اشراف سے مراد درختوں کے تنے اور ان کی جڑیں ہیں۔

شاعر کا قول ہے: يُهَلُّ۔ اس سے شاعر کی مراد فِیْعَالُ تھی پھر اس نے شرط کی وجہ سے اس کو جزم

دی تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف حذف ہو گیا۔ یہ الھول سے مشتق ہے۔ کہا جاتا ہے: هَالَنِي

الْأَمْرُ يَهْوِلُنِي هَوْلًا یعنی اس معاملہ نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے۔

بدل بدل کر آتی ہے۔“

نَضَعُ الْأَسْمَافَ فِي أَكْتَافِكُمْ حَيْثُ نَهَوَى عَلَلًا بَعْدَ نَهَلٍ
”ہم تمہارے کندھوں پر اس طرح تلواریں چلا رہے تھے کہ ہم ایک مرتبہ خون کی پیاس
بجھانے کے بعد دوبارہ بجھا رہے تھے۔“

نُخْرِجُ الْأَصْبَحَ مِنْ أَسْتَاهِكُمْ كَسُلَاحِ النَّيْبِ يَأْكُلْنَ الْعَصَلَ
”ہم (تلواریں مار مار کر) تمہاری سرینوں سے سیاہی مائل سرخ (مواد) نکال رہے تھے جو
ان معمر اونٹنیوں کے پانچخانہ کی طرح تھا جو نبات عصل کھاتی ہیں۔“

إِذْ تُولَوْنَ عَلَى أَعْقَابِكُمْ هَرْبًا فِي الشَّعْبِ أَشْبَاهَ الرِّسَلِ
”(یہ اس وقت کی بات ہے) جب تم چرنے کے لئے بکھرنے والی بکریوں کی مانند پیٹھ پھیر
کرا لے پاؤں گھائی میں بھاگے جا رہے تھے۔“

إِذْ شَدَدْنَا شِدَّةً صَادِقَةً فَأَجَلْنَاكُمْ إِلَى سَفْحِ الْجَبَلِ
”جب ہم نے ایک سچا حملہ کیا تھا اور تمہیں پہاڑ کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔“

بِخَنَاطِطٍ كَشَدَافِ الْمَلَا مَنْ يُلَاقُوهُ مِنَ النَّاسِ يُهَلِّ
(یہ حملہ ہم نے) وسیع زمین میں پھیلے ہوئے درختوں کی مانند مختلف جماعتوں کے ساتھ کیا تھا

شاعر کا قول ہے: وَمَلَأْنَا الْفَرْطَ۔ یہ اصل میں الْفَرْطُ راء کی حرکت کے ساتھ ہے، ٹیلے اور
بلند زمین کو کہتے ہیں اور الرَّجْلُ رَجَلَةٍ کی جمع ہے، لُثْبِي ویران زمین کو کہتے ہیں اور الرَّجْلَةُ نڈی دل کو
بھی کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے: وَتَحْتَ نُحُودِ الْخَمَلِ حَرْشَفُ رَجَلَةٍ۔ حَرْشَف سے مراد چھوٹی
چھوٹی نڈیوں کا گروہ ہے۔ شاعر نے پیادہ سپاہیوں اور تیراندازوں کے لئے ان کو بطور تمثیل ذکر کیا ہے
اور الْفَرْطُ کی جمع أَفْرَاط ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَلَدَا سِتِيهَا۔ یہ کلمہ عرب گالی گلوچ کے وقت کہتے ہیں۔ کہتے ہیں: يَا بِنِي
اسْتِيهَا۔ ”اے سرین کی اولاد! اور الْوُلْدُ اولاد کے معنی میں ہے۔ اہل دمشق نے اہل مزہ کی طرف خط
لکھا جبکہ وہ دمشق سے ایک فرسخ دور تھے، انہوں نے ان سے پانی روک رکھا تھا چنانچہ انہوں نے ان
کی طرف یہ خط لکھا: مِنْ أَهْلِ دِمَشْقٍ إِلَى بِنِي اسْتِيهَا وَ بَعْدُ فَلَمَّا إِنَّ يُسَيِّنَا الْمَاءُ وَ إِلَّا
صَبَحْتُمْ الْخَمَلُ۔ ”اہل دمشق سے سرین کی اولاد کی طرف۔ اما بعد!“ یا تو شام کو ہم تک پانی پہنچ
جائے ورنہ ہمارے شہسوار صبح کو تم لوگوں تک پہنچ جائیں گے۔“ اے جا حظ نے ذکر کیا ہے۔

جو جن لوگوں کے ساتھ بھی متصادم ہوتیں تو وہ دہل جاتے تھے۔

ضَاقَ عَنَّا الشَّعْبُ إِذْ نَجَزَعُهُ وَ مَلَأْنَا الْفُرْطَ مِنْهُ وَالرَّجُلُ
”جب ہم گھائی کو عرضاً طے کر رہے تھے تو وہ ہم پر تنگ ہو گئی تھی اور ہم نے اس کی بلند اور
نشیبی زمینوں کو بھر دیا تھا۔“

بِرِّجَالٍ لَسْتُمْ أَمْثَالَهُمْ أَيْدُوا جَبْرِيلَ نَصْرًا فَنَزَلَ
”ایسے مردوں کے ساتھ جن کی مانند تم نہیں ہو سکتے، انہیں حضرت جبریل امین کی مدد کی
تائید حاصل تھی جو ان کے درمیان اترے تھے۔“

وَ عَلَوْنَا يَوْمَ بَذْرِ بِالتَّقَى طَاعَةَ اللَّهِ وَ تَصْدِيقَ الرُّسُلِ
”اور بدر کے روز ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسولوں کی تصدیق کی بنا پر تقویٰ و پرہیزگاری
کے ساتھ تم پر غالب آ گئے تھے۔“

وَ قَتَلْنَا كُلَّ دَاسٍ مِنْهُمْ وَ قَتَلْنَا كُلَّ جَحْجَاحٍ رِفْلٍ
”اور ہم نے ان کے ہر سر (سردار) کو قتل کر دیا اور تکبر سے لبا تہبند پہننے والے ہر سردار کو بھی
قتل کر ڈالا۔“

وَ تَرَكْنَا فِي قُرَيْشٍ عَوْدَةً يَوْمَ بَذْرِ وَ أَحَادِيثَ الْمَثَلِ
”اور ہم نے بدر کے دن قریش کے درمیان ندامت اور ضرب المثل بن کر رہ جانے والی

حرف جر کا حذف کب نقصان دہ ہوتا ہے؟

مومنین کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: أَيْدُوا جَبْرِيلَ یعنی ایدوا
بجبریل۔ حرف جار کو حذف کر دیا اور فعل کے متعدی ہونے کی بناء پر جبریل کو نصب دے دی۔
حرف جر کا یہ حذف صرف اس صورت میں نقصان دہ ہوتا ہے جب فعل حرف جر کے ساتھ متعدی ہو
اور اپنے ضمن میں ایک اور فعل کا معنی لئے ہوئے ہو جو مفعول کو نصب دے رہا ہو جیسے اہل عرب کا
قول ہے: أَمَرْتُكَ الْخَيْرَ یعنی كَلَفْتُكَ الْخَيْرَ وَ الزَّمَمْتُكَ۔ یعنی میں نے تجھے بھلائی کا مکلف
بنایا اور اسے تجھ پر لازم کر دیا لیکن نَهَيْتُكَ الشَّرَّ کہنا درست نہیں کیونکہ نَهَيْتُكَ کے معنی کے ضمن
میں کوئی نصب دینے والا فعل نہیں اور آپ کے قول اَيْدُوا جَبْرِيلَ کا معنی ہے کہ انہیں حضرت
جبریل علیہ السلام کا ساتھی بنا دیا گیا یا اسی طرح کا کوئی اور معنی بن سکتا ہے اس لئے یہاں باء کو حذف
کرنا اچھا ہے۔

باتیں چھوڑ دیں۔“

وَرَسُولُ اللَّهِ حَقًّا شَاهِدٌ يَوْمَ بَدْرٍ وَالتَّنَابُلُ الْهَبْلُ
”اور اللہ تعالیٰ کے برحق رسول جنگ بدر کا مشاہدہ فرما رہے تھے جبکہ حقیر اور کمینے بھاری بھر کم
لوگ

فِي قُوَيْشٍ مِّنْ جُوعٍ جَنَعُوا مِثْلَ مَا يُجْنَعُ فِي الْخِصْبِ الْهَبْلُ
قویش کے درمیان ایسے گروہوں کی صورت میں جمع تھے جس طرح سرسبز و شاداب
جہاں گاہوں میں اونٹ جمع کیے جاتے ہیں۔“

نَحْنُ لَا أَمَّا لَكُمْ وَلَدًا اسْتِهَا نَحْضُرُ الْبَاسَ إِذَا الْبَاسُ نَزَلَ
”ہم تمہاری طرح سرینوں سے پیدا ہونے والی اولاد نہیں، ہم تو جنگ میں اس وقت بھی
حاضر رہتے ہیں جب جنگ کی سختیاں آپڑتی ہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ اشعار مجھے ابوزید انصاری نے سنائے: وَأَحَادِيثُ الْمَثَلِ اور
اس سے پہلا شعر۔ اور یہ شعر فی قُوَيْشٍ مِّنْ جُوعٍ جَنَعُوا غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

حضرت حمزہ اور شہدائے احد کے مرہے میں

حضرت کعب رضی اللہ عنہم کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن
عبدالطلب رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے احد کا مرثیہ کہتے ہوئے یہ اشعار کہے:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی بقیہ وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: نُخْرِجُ الْأَصْبَحَ مِنْ أَسْفَاهِكُمْ۔ حضرت ابوحنیفہ نے
اسے یوں روایت کیا ہے: نُخْرِجُ الْأَصْبَاحَ اور الاضباح پانی طے دودھ کو کہتے ہیں اور یہ بھی
الاصبح کے معنی میں ہے کیونکہ الصُّبْحَةُ بھی غیر خالص سفیدی کو کہتے ہیں۔ تو شاعر نے اسے ان کے
ہاتھوں سے نکالے گئے پانی طے دودھ کا وصف بنایا ہے۔

شاعر کا قول ہے: تَسْلُجُ النَّيْبِ يَأْكُلْنَ الْعَصْلَ۔ الْعَصْلُ دفلین کی مثل ایک نبات ہے جو
اونٹوں کی اصلاح کرتی ہے جب وہ اسے کھاتے ہیں اور ان کے پانی پینے کی طلب میں اضافہ کرتی
ہے۔ اس کا لانا نقہ ترش اور تلخ ہوتا ہے۔ یہ دیران کھیتوں میں اگتی ہے۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔

نَشَجْتَ وَ هَلْ لَكَ مِنْ مَّنْشَجٍ وَ كُنْتَ مَتًى تَذَكِّرُ تَلَجَجٍ
 ”(اے نفس!) تو رو پڑا کیا تیرے لئے رونے کا کوئی موقع ہے اور تو وہ تھا کہ جب تو قوم کا
 ذکر کرتا تو ذکر کرتا چلا جاتا۔“

تَذَكَّرَ قَوْمٌ أَتَانِي لَهُمْ أَحَادِيثُ فِي الزَّمَنِ الْأَعْوَجِ
 ”اس قوم کا ذکر جن کی خبریں میرے پاس اس کج روزمانے میں پہنچی ہیں۔“

فَقَلْبُكَ . مِنْ ذِكْرِهِمْ خَافِقٌ مِنَ الشَّوْقِ وَالْحُزْنِ الْمُنْضِجِ
 ”تو تیرا دل ان کی یاد سے شوق اور پکا دینے والے غم کے باعث مضطرب ہو رہا ہے۔“

وَ قَتَلَاهُمْ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ كِرَامُ الْمَدَاحِلِ وَالْمَخْرَجِ
 اور ان لوگوں کے مقتول نعمتوں والے باغات میں ہیں جن کے داخل ہونے اور نکلنے کے
 دروازے بڑے عالی شان ہیں۔

بِمَا صَبَرُوا تَحْتَ ظِلِّ اللَّوَاءِ لِيَوَاءِ الرَّسُولِ بِيَذَى الْأَضْوَجِ
 اس کے باعث کہ انہوں نے وادی احد میں رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے سائے کے
 نیچے صبر کیا۔

غَدَاةَ أَجَابَتْ بِأَسْمَافِهَا جَمِيعًا بَنُو الْأَوْسِ وَالْخَزَرَجِ
 ”اس روز جب اوس و خزرج کے سب لوگوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ (کفار کا) جواب
 دیا۔“

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لِيَوَاءِ الرَّسُولِ بِيَذَى الْأَضْوَجِ - الْأَضْوَجِ
 ضَوْجِ کی جمع ہے جس کا معنی ہے وادی کی ایک جانب۔

آپ کا قول ہے: فِي الْقَسْطِ الْمُرْهِجِ - الْقَسْطِ کا معنی ہے گردوغبار۔ یہی معنی الْمُرْهِجِ کا
 بھی ہے۔ اور ہم نے السِّلَجِ کی وضاحت پہلے کر دی ہے اور الْجَحْلُ الْأَدْعَجُ سے مراد سیاہ اونٹ
 ہے۔ یہ لفظ حضور نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں ایک حدیث میں مذکور ہے: فِي
 عَمِيهِ دَعَجٌ وَ فِي أَشْفَارِهِ وَطْفٌ کہ حضور ﷺ کی آنکھوں میں سرخ دھڑے تھے اور آپ کی
 پلکیں مبارک گھنی تھیں۔

آپ کا قول ہے: وَ حَنْظَلَةُ الْخَمْرِ لَمْ يُحْتَجِبِ - یعنی آپ کو صراطِ مستقیم سے کوئی چیز پھیر نہ سکی۔

وَ أَشْبَاعُ أَحْمَدَ إِذْ شَايَعُوا عَلَى الْحَقِّ النُّورِ وَالْمَنْهَجِ
”اور احمد (ﷺ) کے دیگر اصحاب نے (جواب دیا) جبکہ یہ سب روشن حق اور واضح راستہ
کی پیروی کر رہے تھے۔“

فَمَا يَرْحُوا يَضْرِبُونَ الْكُمَةَ وَ يَمْضُونَ فِي الْقَسْطِ الْمُرْهَجِ
”یہ مسلمان اڑتے ہوئے بلند غبار میں چلتے ہوئے بڑے بڑے بہادروں کو مسلسل تلواریں
مارتے رہے۔“

كَذَلِكَ حَتَّى دَعَاهُمْ مَلِيكَ إِلَى جَنَّةِ دَوْحَةِ الْوَلَجِ
”یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ انہیں مالک الملک نے اس جنت کی طرف بلا لیا جس میں
داخل ہونے کی جگہ ایک نہایت شاداب گھنی شاخوں والا درخت ہے۔“

فَكَلَّمَهُمْ مَاتَ حُرٌّ الْبَلَاءِ عَلَى مِلَّةِ اللَّهِ لَمْ يَخْرُجْ
”پس ان سب نے بہت بڑے امتحان و آزمائش کی حالت میں اللہ کے دین پر اس حالت
میں جان دے دی کہ وہ تنگ دل نہ تھے۔“

كَحِزَّةٍ لَنَا وَفِي صَاحِبِ بَيْتِ هَبَّةٍ صَارِمٍ سَلَجَبِ
”مثلاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب انہوں نے ہڈیوں کو کاٹ دینے والی تیز تلوار کے ساتھ

کہا جاتا ہے: جَنَحْتُ الشَّيْءَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب تو کسی چیز کا رخ دوسری طرف پھیر
دے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: أَحْنَجْتُهُ فَهُوَ مُحْنَجٌ یعنی میں نے اس کا رخ پھیرا پس وہ پھرا ہوا ہے۔
چند سطور کے بعد اشعار میں ایسا لفظ آئے گا جو اس مفہوم پر دلالت کرے گا۔

آپ کا قول ہے: عَنِ الْحَقِّ حَتَّى غَدَتْ دُوحُهُ۔ آپ نے الروح کو مونث قرار دیا ہے
کیونکہ یہ النفس کے معنی میں ہے اور یہ مشہور و معروف لغت ہے۔ ذوالرمتہ نے اپنی موت کے وقت
حکم دیا کہ اس کی قبر پر یہ شعر لکھا جائے:

يَا نَارَ الرُّوحِ مِنْ جِسْمِي إِذَا قُبِضْتُ وَ فَارِجَ الْكَرْبِ أَنْقِذْنِي مِنَ النَّارِ
”اے بحق قبض کرنے کے وقت میرے جسم سے اسے نکالنے والے اور مشکل کشا! مجھے آگ
سے نجات دلا۔“

چنانچہ یہ شعر اس کی قبر پر لکھا ہوا ہے۔

آپ کا قول ہے: فَاجِرِ الزُّبُرِجِ۔ یعنی ایسا گھر جس کی زیب و زینت ظاہر ہو۔

وفاداری کو سچ کر دکھایا۔“

فَلَا قَاهُ عَبْدُ نَبِيِّ نَوْفَلٍ يَبْرَبُ كَالْجَحَلِ الْأَدْعَجِ
”تو بنی نوفل کا ایک غلام (وحشی) سیاہ اونٹ کی طرح بلبلا تا ہوا ان کے مقابل آگیا۔“

فَأَوْجَرَهُ حَرَبَةٌ كَالشَّهَابِ تَلَهَّبَ فِي اللَّهَبِ الْوُهِجِ
”اس نے ایسے شعلہ آتش کی مثل ایک چھوٹا نیزہ آپ کے سینے میں گھونپ دیا جو بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی بہت زیادہ مشتعل ہو رہا ہو۔“

وَنُعْمَانُ أَوْفَى بِبَيْتَاتِهِ وَ حَنْظَلَةُ الْخَمِيرِ لَمْ يُخْنَجِ
”اور حضرت نعمان نے بھی اپنا عہد پورا کر دکھایا اور بھلائی کرنے والے حنظلہ بھی نہ پھرے

عَنِ الْحَقِّ حَتَّى غَدَتْ رُوحُهُ إِلَى مَنْزِلِ فَاحِرِ الزَّبْرِجِ
حق سے یہاں تک کہ ان کی روح قابلِ فخر نقش و نگار والے گھر (جنت) میں پہنچ گئی۔“

أُولَئِكَ لَا مَنُ قَوِي مِنْكُمْ مِنَ النَّارِ فِي الدَّرَكِ الْمُرْتَجِ
”یہ لوگ تمہارے ان لوگوں کی طرح نہیں جنہوں نے جہنم کے اس نچلے حصے میں اپنا ٹھکانہ بنالیا جو چاروں طرف سے بند ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں ضرار کے اشعار

آپ کے ان اشعار کا جواب ضرار بن خطاب فہری نے یہ دیا:

أَلْجَزَعُ كَعْبُ لَا شِمَاعَهُ وَ يَبْكِي مِنَ الزَّمَنِ الْأَعْوَجِ
کیا کعب اپنے ہم مشربوں کے لئے داویلا کرتا ہے اور کج روزمانے کے باعث روتا ہے؟

آپ کا قول ہے: فِي الدَّرَكِ الْمُرْتَجِ۔ المرتج کا معنی ہے بند۔ کہا جاتا ہے: إِرْتَجَتْ الْبَابُ۔ یعنی میں نے دروازہ بند کیا۔ یہ الرِّقَاج سے مشتق ہے۔ ایک عرب لونڈی جس کی ماں کے مرنے کے بعد باپ نے دوسری شادی کر لی، نے کہا:

وَ لَكِنْ قَدْ أَتَى مِنْ دُونِ وَدَيٍّ وَ بَيْنَ فُؤَادِهِ غَلَقُ الرِّقَاجِ
”لیکن میری محبت کے سامنے اور اس کے دل کے درمیان بڑا دروازہ بند ہو چکا ہے۔“

وَ مَنْ لَمْ يُوَدِّهِ أَلَمْ يُوَأْسِ وَ مَا الرِّقْمَانُ إِلَّا بِالرِّقَاجِ
”اور کون ہے جسے میرے سر کے دکھ اور درد نے بے قرار نہ کیا ہو اور جانور کی اپنے بچے پر شفقت بچہ جننے کی تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ ہی ہوا کرتی ہے۔“

عَجِبْتَ الْمَذْنِي رَأَى إِلْفَهُ تَرَوَّحَ فِي صَادِرٍ مُخْتَبِرٍ
”اس بوڑھے اونٹ کی ہلبلاہٹ کی طرح جس نے دیکھا ہو کہ اس کا ساتھی اونٹ پانی پی کر
واپس جانے والے گلے کے ساتھ واپس چلا گیا ہے۔“

فَرَّاحَ الرِّوَايَا وَ غَادَرْنَهُ يُعْجَبُ قَسْرًا وَ لَمْ يُخْذَجْ
”پھر پانی لے جانے والے اونٹ شام کو نکلے اور اسے بری طرح ہلبلاتا ہوا چھوڑ دیا اور اس
پر پالان بھی نہ رکھا گیا۔“

فَقُولَا لِكَعْبِ يَتْنِي الْبَكَا وَ لِلْنِّيِّ مِنْ لَحِيهِ يَنْضَجُ
”پس (اے میرے دونوں دوستو!) کعب سے کہہ دو کہ دوبارہ روئے اور اس کے کچے
گوشت سے بھی کہہ دو کہ جل بھن کر پک جائے۔“

لِيَضْرَعَ إِخْوَانِهِ فِي مَكْرٍ مِنَ الْخَمْلِ ذِي قَسْطٍ مُرْهِجٍ
”اس میدان جنگ میں اپنے بھائیوں کے قتل پر (روئے) جہاں گھوڑے پلٹ پلٹ کر حملہ
کر رہے تھے اور غبار خوب اڑ رہا تھا۔“

فَمَالَيْتَ عَمْرًا وَ أَشْمَاعَهُ وَ عُتْبَةَ فِي جَنَعِنَا السُّورَجِ
اے کاش! عمرو، اس کے ہم مشرب اور عتبہ اس وقت ہمارے مشتعل لشکر میں موجود ہوتے۔
فَمَسْفُؤَا النُّفُوسِ بِأَوْتَارِهَا بِقَتْلَى أُصِيبَتْ مِنَ الْخَزَرَجِ
”اور اپنے دلوں کو اس بات سے ٹھنڈا کر لیتے کہ ان کے خون کا بدلہ قبیلہ خزرج کے ان
مقتولوں سے

وَ قَتْلَى مِنَ الْأَوْسِ فِي مَعْرَكٍ أُصِيبُوا جَمِيعًا بِذِي الْأَضُوجِ
اور قبیلہ اوس کے ان مقتولوں سے لے لیا گیا ہے جنہیں احد کے میدان جنگ میں قتل کر دیا گیا۔“
وَ مَقْتَلِ حَزْزَةَ تَحْتَ الْإِلْوَاءِ بِطَرْفِ مَا رَيْنَ مُخْلَجٍ
”اور حمزہ کے نیچے ایک متحرک باریک اور تیز نیزے کے ذریعے حمزہ کو قتل کر کے (ان
کے خون کا بدلہ لے لیا گیا)۔“

اسی سے کہا جاتا ہے: أَرَيْتَ عَلَى الْخَطِيبِ یعنی خطیب پر کلام کا دروازہ بند ہو گیا۔
ضرار کے اشعار میں ہے: جَنَعِنَا السُّورَجِ۔ السُّورَجِ السِّرَاجِ سے فَوْعَلٌ کا وزن ہے۔
اس سے مراد مشتعل اور روشن لشکر ہے۔

وَ حَيْثُ انْتَنَى مُصْعَبٌ ثَاوِيًا بِضَرْبَةِ ذِي هَبَةٍ سَلَجِبِ
”اور اس طرح بھی (بدلہ لے لیا گیا) کہ مصعب ایک ہڈیوں کو کاٹ دینے والی پتلی تیز
دھار تلوار کی کاٹ کے ساتھ قتل ہو کر دوہرا ہو کر گر پڑا۔“

بِأَحَدٍ وَ أَسْيَافُنَا فِيهِمْ تَلَهَّبُ كَاللَّهَبِ الْوُهِجِ
مقامِ احد میں جبکہ ان میں ہماری تلواres بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرح جھلملا رہی تھیں۔
غَدَاةَ لَقَبْنَاكُمْ فِي الْحَدِيدِ كَأَسَدِ الْبَرَّاحِ فَلَمْ نَعْنَجِ
”یہ اس سچ کی بات ہے جب ہم لوہے کی زرہوں میں ملبوس کھلے میدان کے شیروں کی
طرح تم سے ملے اور ہم سے کوئی بھی واپس نہ مڑا۔“

بِكُلِّ مُجْلَحَةٍ كَالْعُقَابِ وَ أَجْرَدَ ذِي مِيعَةٍ مُسْرَجِ
”ہر شکرے جیسے تیز رفتار اور کم مو، چست و چالاک، زین کسے ہوئے گھوڑے پر (سوار ہو کر
تم سے ملے)۔“

فَدَسَنَاهُمْ ثُمَّ حَتَّى انْتَوَا سِوَى ذَاهِقِ النَّفْسِ أَوْ مُخْرَجِ
”پھر ہم نے انہیں اسی جگہ روند کر رکھ دیا یہاں تک کہ ان کے لئے جان دینے یا عاجز آنے
کے سوا کوئی صورت نہ رہی۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعرا انکار کرتے ہیں کہ یہ ضرار کے اشعار ہیں۔ کعب
کے یہ الفاظ ذی النور والمنہج ابوزید انصاری سے مروی ہیں۔
یومِ احد کے متعلق ابن زبیری کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: عبد اللہ بن زبیری نے یومِ احد کے متعلق اپنے مقتولوں کا یہ مرثیہ کہا:
أَلَا ذَرَفْتُ مِنْ مَقْلَتِكَ دُمُوعٌ وَ قَدْ بَانَ مِنْ حَبْلِ الشَّابِ قُطُوعٌ
”(اے نفس!) کیا تیری آنکھوں سے آنسو نہیں بہے حالانکہ شباب کی رسی کا ٹوٹ جانا اب
بالکل ظاہر ہے۔“

وَ شَطَّ بَيْنَ تَهْوَى النَّزَادِ وَ فَرَّقَتْ نَوَى الْحَيِّ دَارُ بِالْحَبِيبِ فَجُوعٌ
”اور جس سے تو محبت کرتا ہے اس کی ملاقات اب دور کی بات ہے اور دوست کی یاد میں
واوٹلا کرنے والے گھرنے قبیلے کی جدائی کا اندیشہ پیدا کر دیا ہے۔“

وَ لَمْ يَسْ لِمَا وَلَّى عَلَى ذِي حَرَارَةٍ وَ إِنْ طَلَّ تَكَدَّرَافُ الدُّمُوعِ دُجُوعٌ

”اور جس چیز نے منہ موڑ لیا ہے اس کی صاحب درد و سوز کے پاس واپسی ناممکن ہے خواہ کتنے ہی آنسو بہا ڈالو۔“

فَلَا ذَا وَلَكِنْ هَلْ أَتَىٰ أُمَّ مَالِكٍ أَحَادِيثُ قَوْمِي وَالْحَدِيثُ يَشِيعُ
”اچھا اس بات کو چھوڑو۔ لیکن (یہ بتاؤ) کیا ام مالک کے پاس میری قوم کی خبریں پہنچ گئی ہیں جبکہ یہ خبر تمام اطراف میں پھیل رہی ہے۔“

وَمَجْنَبْنَا جُرْدًا إِلَىٰ أَهْلِ يَثْرِبٍ عَنَاجِيحَ مِنْهَا مُتَلَدٌ وَ نَزِيعٌ
”اور کیا اہل یثرب کی طرف گم مو اور دراز قامت گھوڑے لے کر ہمارے نکلنے کی خبر (پہنچی) جن گھوڑوں میں سے کچھ گھروں میں پیدا ہوئے تھے اور کچھ باہر کے تھے۔“

عَشِيَّةَ سِرْنَا فِي لَهَامٍ يَقُودُنَا ضُرُودُ الْأَعَادَى لِلصَّدِيقِ نَفُوعٌ
”اس شام کو جب ہم ایک ایسے لشکرِ عظیم کے ساتھ نکلے تھے جو ہمیں کھینچے لے جا رہا تھا (جس کے گھوڑے) دشمن کے لئے ضرر رساں اور دوست کے لئے نفع بخش تھے۔“

نَشُدُّ عَلَيْنَا كُلَّ ذَغَفٍ كَانَهَا غَدِيٌّ بِضَوْجِ الْوَادِعِينَ نَقِيعُ
”ہم اپنے اوپر ہر ایسی نرم زرہ باندھے ہوئے تھے گویا وہ دو وادیوں کے درمیان پانی سے بھرا تالاب ہے۔“

فَلَمَّا رَأَوْنَا عَالِطَتَهُمْ مَهَابَةً وَ عَايَنَهُمْ أَمْرَ هُنَاكَ فَظِيعُ
”پھر جب انہوں نے (مسلمانوں نے) ہمیں دیکھا تو ان (کے رگ و ریشہ میں) ہیبت سرايت کر گئی اور وہاں انہیں کسی ہیبت ناک چیز نے تاک لیا تھا۔“

وَوَدُّوا لَوْ أَنَّ الْأَرْضَ يَنْشَقُّ ظَهْرُهَا بِهِمْ وَ صَبُورُ الْقَوْمِ ثُمَّ حَزُوعُ
”اور وہ تمنا کرنے لگے کہ کاش زمین کی سطح ان کے لئے شق ہو جائے، حالت یہ تھی کہ ان لوگوں کا سب سے بڑا صابر اس موقع پر حد درجہ داویلا کرنے والا تھا۔“

وَ قَدْ غُرِيَتْ بَيْضُ كَانٍ وَ مِیْضَهَا حَرِيقُ تَرَقَّى فِي الْآبَاءِ سَرِيعُ
”اور ایسی سفید تلواریں برہنہ کر لی گئی تھیں جن کی چمک گویا ایسی تیز آگ تھی جو گھنی شاخوں میں بھی چڑھتی جا رہی تھی۔“

بِأَيَّامِنَا نَعْلُو بِهَا كُلَّ هَامَةٍ وَ مِنْهَا سِیَامٌ لِلْعَدُوِّ ذَرِيعُ
”(وہ تلواریں) ہمارے دائیں ہاتھوں میں تھیں جن کو لے کر ہم ہر (دشمن کے) سر پر

چڑھے جا رہے تھے۔ ان میں کچھ تلواریں زہر آلود تھیں جو دشمن کے لئے جان لیوا تھیں۔“

فَعَادَرْنَ قَتْلَى الْأَوْسِ عَاصِبَةً بِهِمْ ضِبَاعٌ وَ طَيْرٌ يَعْتَفِينَ وَقُوْعٌ
”پس ان تلواروں نے قبیلہ اوس کے مقتولوں کو اس حالت میں چھوڑا کہ ان سے بجو اور
پرندے چمٹ رہے تھے جو ان سے اپنی خوراک حاصل کر رہے تھے۔“

وَ جَمَحُ بَنِي النَّجَارِ فِي كُلِّ تَلْعَةٍ بِأَبْدَانِهِمْ مِّنْ وَقَعِينَ نَجِيمٌ
”اور بنی نجار کا لشکر بھی ہر قطعہ زمین میں اس حالت میں بکھرا پڑا تھا کہ ان کے جسموں پر ان
تلواروں کی ضرب سے خون جما ہوا تھا۔“

وَ لَوْ لَا غُلُوُ الشَّعْبِ غَادَرْنَ أَحَدًا وَ لَكِنْ عَلَاوَالسَّنَهْرَى شُرُوعٌ
”اور اگر (ان لوگوں کا) گھائی پر چڑھنا نہ ہوتا تو وہ تلواریں احمد (فداہ روجی علیہ السلام) کو اسی
حالت میں چھوڑ دیتیں لیکن وہ حرکت میں آئے ہوئے نیزوں کے سائے میں اوپر چڑھ گئے۔“
كَمَا غَادَرَتْ فِي الْكَرِّ حَمْزَةً قَاوِيًا وَ فِي صَدْرِهِ مَا ضَى الشَّبَابَ وَقِيمٌ
”جیسا کہ ان تلواروں نے دوسرے حملہ میں حمزہ کو پیوند خاک کر چھوڑا اور آں حالیکہ ان کے
سینے میں تیز دھار والا ہتھیار نفوذ کر گیا تھا۔“

وَ نَعْمَانٌ قَدْ غَادَرْنَ تَحْتَ لَوَائِهِ عَلَى لَحْوِهِ طَيْرٌ يَجْفَنُ وَقُوْعٌ
”اور نعمان کو بھی ان تلواروں نے اس کے جھنڈے تلے اس حالت میں چھوڑا کہ ان کے
گوشت پر پرندے گر کر اور ان کے پیٹ میں گھس گھس کر اپنا پیٹ بھر رہے تھے۔“

بِأَحَدٍ وَ أَرْمَاحُ الْكُمَاةِ يَوْدُنُهُمْ كَمَا غَالِ أَشْطَانُ الدِّلَاحِ نَزُوعٌ
”(یہ سب کچھ) میدانِ احد میں ہوا جبکہ بہادروں کے نیزے ان پر اس طرح واقع ہو
رہے تھے جس طرح ڈولوں کو کنویں سے نکالنے سے ان کی رسیاں ٹوٹ رہی ہوں۔“

ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اس کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

أَشَاقَكَ مِنْ أُمِّ الْوَلِيدِ دُبُوعٌ بَلَدِيعٌ مَا مِنْ أَهْلِيْنِ جَمِيعٌ
”(اے شاعر!) کیا ان کھنڈرات اور چٹیل میدانوں نے تجھے ام ولید کا شوق دلایا ہے جن
کے رہنے والوں میں سے اب وہاں کوئی بھی موجود نہیں۔“

عَفَاهُنْ صَفِيُّ الرِّيحِ وَ وَكِيفٌ مِنَ الدَّلْوِ رَحَافُ السَّحَابِ هَبُوعٌ

”جن کو موسم گرما کی تند و تیز ہواؤں اور برج دلو سے ہونے والی شدید کڑک والے تیز اور کثیر بہنے والے بادلوں والی موسلا دھار بارش نے اب بدل کر رکھ دیا ہے۔“

فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا مَوْقِدُ النَّارِ حَوْلَهُ دَوَاكِدُ أَمْثَالُ الْحِصَامِ كُنُوعٌ
”تو اب وہاں اس چولہے کے سوا کچھ بھی نہیں جس کے ارد گرد کبوتروں کی مانند چمٹے ہوئے ہنڈیاں رکھنے کے لئے لگائے ہوئے پتھر پڑے ہیں۔“

فَدَعِ ذَكَرَ دَارٍ بَدَّدَتْ بَيْنَ أَهْلِهَا نَوَى لِبَتَيْنَاتِ الْجِبَالِ قَطُوعُ
”اس لئے اب اس گھر کی یاد چھوڑ دے جس نے اپنے رہنے والوں کے درمیان ایسی جدائی ڈال دی ہے جو (محبت کی) انتہائی مضبوط رسیوں (رشتوں) کو توڑ کر رکھ دینے والی ہے۔“

وَقُلْ إِنْ يَكُنْ يَوْمًا بِأَحَدٍ يَعْذُهُ سَفِيهُةٌ فَإِنَّ الْحَقَّ سَوْفَ يَشْفِعُ
”اور کہہ دو کہ اگر کوئی بے وقوف یوم احد کو شمار میں لاتا ہے تو (لاتا رہے) بے شک حق عنقریب پھیل کر رہے گا۔“

فَقَدْ صَابَرَتْ فِيهِ بَنُو الْأَوْسِ كُلُّهُمْ وَكَانَ لَهُمْ ذَكَرٌ هُنَاكَ رَفِيعُ
”اس روز تمام کے تمام بنی اوس نے باہم صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس مقام پر ان کا عالی شان تذکرہ تھا۔“

وَحَامِي بَنُو النَّجَارِ فِيهِ وَصَابَرُوا وَ مَا كَانَ مِنْهُمْ فِي اللَّقَاءِ جَزُوعُ
”اور بنی نجار نے بھی وہاں ایک دوسرے کی حمایت کی اور صبر کا مظاہرہ کیا اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو دشمن سے مقابلہ کے وقت گھبرانے والا ہو۔“

أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ لَا يَخْذِلُونَهُ لَهُمْ نَاصِرٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَ شَفِيعُ
”رسول اللہ ﷺ کے سامنے (صبر کا مظاہرہ کیا) وہ آپ ﷺ کو رسوا کرنے والے نہ تھے، آپ ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے مددگار اور شفیع تھے۔“

وَقُوا إِذْ كَفَرْتُمْ يَا سَخِينِ بَرَبِكُمْ وَ لَا يَسْتَوِي عَبْدٌ وَفِي وَ مُضِيعُ
”انہوں نے اس وقت وفا کی جبکہ اے آٹے کا شربت پینے والو (قریش مکہ) تم نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اور ایک با وفا بندہ اور وفاداری کا جذبہ کھودینے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: وَقُوا إِذْ كَفَرْتُمْ يَا سَخِينِ بَرَبِكُمْ۔ سَخِينِ

بَايِدِيهِمْ بِيضٌ إِذَا حِشَّ الْوَعْيُ فَلَا بُدَّ أَنْ يَرْدَى لَهَنٌ صَرِيْعٌ
 ”ان کے ہاتھوں میں ایسی تلواریں ہیں کہ جب جنگ اپنے عروج پر ہوتی ہے تو لازم ہو جاتا ہے کہ ان کے سامنے بچھاڑا جانے والا خود ہلاک ہو جائے۔“

كَمَا غَادَرَتْ فِي النَّقْعِ عُتْبَةُ ثَاوِيًا وَ سَعْدًا صَرِيْعًا وَالْوَشِيْحُ شُرُوعُ
 ”جب کہ ان تلواروں نے عتبہ کو گردوغبار میں پیوند خاک کر چھوڑا اور سعد کو بچھاڑ کر رکھ دیا جبکہ نیزوں پر نیزے چل رہے تھے۔“

وَ قَدْ غَادَرَتْ تَحْتَ الْعَجَاخَةِ مُسْنَدًا أَبِيًا وَ قَدْ بَلَّ الْقَيْمِصُ نَجِيْعًا
 ”اور ان تلواروں نے ابی کو بھی لڑتے ہوئے گردوغبار کے نیچے گرا ہوا چھوڑ دیا جبکہ خون نے اس کی قمیص کو تر کر دیا تھا۔“

يَكْفِي رَسُولُ اللَّهِ حَيْثُ تَنَضَّيْتُ عَلَى الْقَوْمِ مِمَّا قَدْ يَثْرُنَ نَقُوعُ
 ”رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ بھی اس مقام پر گرد آلود تھے جہاں ان تلواروں کے گردوغبار اڑانے کی وجہ سے لوگوں پر غبار بلند ہو رہا تھا۔“

أُولَئِكَ قَوْمٌ سَادَةٌ مِّنْ فُرُوعِكُمْ وَ فِي كُلِّ قَوْمٍ سَادَةٌ وَ فُرُوعُ
 ”یہ لوگ (جنہیں ہم نے قتل کیا ہے) ایسی قوم تھے جو تمہاری شاخوں کے سردار تھے اور ہر قوم میں سردار بھی ہوتے ہیں اور شاخیں بھی۔“

سے مراد سَخِيْنَةٌ ہے۔ یہ منادی مرخم ہے اور اس سے مراد قبیلہ قریش ہے۔ سَخِيْنَةٌ ایک شربت ہے جو آٹے سے بنایا جاتا ہے۔ چونکہ قریش یہ شربت پینے کے عادی تھے اس لئے انہیں یہی لقب دیا جاتا تھا۔
 ضرار کے قصیدہ عینیہ میں ہے: أَمْرُهَا شَاعِيٌّ۔ اس سے مراد شائع ہے، اس میں قلب ہوا ہے (یعنی یاء کو پہلے اور عین کو آخر میں لے جایا گیا ہے) جیسا کہ ایک اور شاعر نے کہا لَا يَثْرُنَ بِهِنَّ الْأَشَاءُ وَالْعَبْرِيُّ (کھجور کے چھوٹے درخت اور بیری کے درخت اس مقام کو ڈھانکے ہوئے ہیں) اس سے مراد بھی لَا يَثْرُنَ ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے: لَا يَحْتَكِرُ الطَّعَامَ إِلَّا طَاغٍ أَوْ بَاغٍ أَوْ ذَاغٍ (سرکش، باغی یا کج رو کے سوا کوئی بھی غلہ ذخیرہ نہیں کرتا)۔ اس سے مراد بھی ذَانِعٌ ہے۔
 ضرار کے قصیدہ قافیہ میں ہے: رَشَاشُ الطَّعْنِ وَالْوَدَقِ۔ الودق جسے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ یہ ابن درید وغیرہ کا قول ہے۔ اس قصیدہ میں یہ بھی ہے: مَا بِهِ رَهَقٌ۔ رَهَقٌ کا معنی عیب ہے اور الْمَرْهَقُ عیب دار آدمی کو کہتے ہیں۔

بَيْنَ نِعْزِ اللَّهِ حَتَّى يُعْزَنَا وَ إِنْ كَانَ أَمْرُ يَاسِخِينَ فَظِيمٌ
 ”اے آئے کا شرب پینے والے قریشیو! ہم انہی تلواروں کے ساتھ اللہ کا نام بلند کرتے
 ہیں تاکہ وہ ہمیں عزت و غلبہ عطا فرمائے۔ اگرچہ معاملہ کتنا ہی ہولناک کیوں نہ ہو۔“

فَلَا تَذْكُرُوا قَتْلَى وَ حِزَّةً فِيهِمْ قَتِيلٌ قَوَى لِلَّهِ وَ هُوَ مُطِيعٌ
 ”اس لئے تم اور مقتولوں کا ذکر نہ کرو جبکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں مقتول ہو گئے
 جو اطاعت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جاں بحق ہوئے۔“

فَإِنَّ جَنَّاتِ الْخُلْدِ مَنْزِلَةٌ لَهُ وَ أَمْرُ الَّذِي يَقْضِي الْأُمُورَ سَرِيعٌ
 ”چنانچہ ابدی جنتیں ان کا گھر ہیں اور تمام امور کا فیصلہ کرنے والی ذات کا حکم بہت جلد چلنے
 والا ہے۔“

وَ قَتَلَاكُمْ فِي النَّارِ أَفْضَلُ رِزْقِهِمْ حَيْمٌ مَعًا فِي جَوْفِهَا وَ ضَرِيعٌ
 ”اور تمہارے مقتول جہنم میں ہیں، ان کی سب سے افضل روزی کھولتا ہوا پانی اور ضریع
 گھاس ہوگی جو ان کو جہنم کے درمیان اکٹھے ملے گی۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعرا انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ
 اور ابن زبیری کے اشعار ہیں۔ اور ابن زبیری کا قول ماضی الشبابة اور طهر يجفن غیر
 ابن اسحاق سے مروی ہے۔

یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص نے یہ اشعار کہے:

مَخْرَجَنَا مِنَ الْفَيْفَا عَلَيْهِمْ كَقَنَا مَعَ الصُّبْحِ مِنْ رَضْوَى الْحَبِيبِكَ الْمَنْطِقُ
 ”ہم چٹیل میدان سے نکل کر ان (مسلمانوں) پر (اس قدر تیز رفتاری سے) آدھمکے گویا ہم
 بھی صبح کے ساتھ مستحکم اور بے شمار راستوں والے رضوی پہاڑ سے طلوع ہونے والے ہیں۔“

تَمَنَّتْ بَنُو النَّجَّارِ جَهْلًا لِقَائَنَا لَدَى جَنْبِ سَلْعٍ وَالْأَمَانِيُّ تَصْدُقُ
 ”بنی نجار نے نادانی میں سلع پہاڑ کے دامن کے پاس ہم سے دو چار ہونے کی تمنا کی اور
 آرزوئیں کبھی سچ بھی ہو جاتی ہیں۔“

فَمَا دَاعَهُمْ بِالْشُّرِّ إِلَّا فُجَاءَةً كَرَادِيسُ حَمَلٍ فِي الْأَرِقَةِ تَمْرُقُ
 ”ان بنی نجار کو جنگ سے کوئی چیز نہیں ڈرا رہی تھی مگر پگڈنڈیوں سے تیزی سے نکلنے والے

گھوڑوں کے غولوں نے انہیں اچانک خوفزدہ کر دیا۔“

آرَادُوا لَكُمْ يَسْتَبِيحُوا قِبَابَنَا وَ دُونَ الْقِبَابِ الْيَوْمَ ضَرْبٌ مُّحَرِّقٌ
”انہوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ ہمارے خیموں کو لوٹ لیں حالانکہ اس روز خیموں کے
سامنے ایک جلا کر رکھ دینے والی شمشیر زنی حائل تھی۔“

وَ كَانَتْ قِبَابًا أَوْ مِنتَ قَبْلَ مَا تَرَى إِذَا رَامَهَا قَوْمٌ أُبِيحُوا وَ أُحْنِقُوا
”اور یہ وہی خیمے تھے جنہیں پہلے بھی لوٹنے کی کوشش کی گئی مگر جب ان لوگوں نے ان پر تیر
اندازی کی تو انہی کی بیخ کنی کر دی گئی اور انہیں سخت غیظ و غضب میں مبتلا کر دیا گیا۔“

كَانَ رَوْسَ الْخَزَرْجِيِّينَ غُدْوَةً وَ أَيْمَانَهُمْ بِالشَّرَفِيَّةِ بَرَّوَقٌ
”اس دن (جنگ احد میں) صبح کے وقت خزرجیوں کے سر مشرفی تلواروں کے سامنے گویا
بروق گھاس کی طرح (کمزور) تھے۔“

ابن العاصی کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

بقول ابن ہشام اس کا جواب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:
آلَا أَبْلَغَا فِهْرًا عَلَى نَائِي دَارَهَا وَ غِنْدَهُمْ مِنْ عِلِينَا الْيَوْمَ مَصْدَقٌ
”(میرے دونوں دوستو!) سنو میرا پیغام قبیلہ فہر کو ان کے گھر کی دوری کے باوجود پہنچا دو اور
آج انہی کے پاس ہمارے علم کی صداقت کا معیار موجود ہے۔“

بِأَنَّا غَدَاةَ الشَّفْحِ مِنْ بَطْنِ يَثْرِبَ صَبْرْنَا وَ رَايَاتِ النَّبِيَّةِ تَخْفِقُ
”(وہ پیغام یہ ہے) کہ ہم نے وادی یثرب کے دامن کوہ کے پاس اس وقت صبر سے کام لیا
جبکہ موت کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔“

صَبْرْنَا لَهُمُ وَالصَّبْرُ مِنَّا سَجِيَّةٌ إِذَا طَارَتِ الْآبِرَامُ نَسُو وَ نَزَّتْ
”ہم نے ان کے مقابلے میں صبر سے کام لیا اور صبر کرنا تو ہماری عادت ہے، جب کہینے اور
گھسیا لوگ اڑ کر آتے ہیں تو فائق ہو کر اپنا معاملہ ٹھیک ہی رکھتے ہیں۔“

عَلَى عَادَةٍ تِلْكَمُ جَرِينَا بِصَبْرِنَا وَ قَدَمًا لَدَى الْغَايَاتِ نَجْرِي فَتَسْبِقُ
ہم نے اپنی اسی عادت کے مطابق اپنے صبر و تحمل سے جدوجہد جاری رکھی اور حصول مقاصد
کے وقت ہم ہمیشہ سے اسی طرح جدوجہد جاری رکھتے اور سبقت لے جاتے رہے ہیں۔

لَنَا جَوْمَةٌ لَا تُسْتَطَاعُ يَقُودُهَا نَبِيٌّ آتَى بِالْحَقِّ عَفْ مُصَدِّقٌ

”ہماری ایک ایسی ناقابلِ تسخیر جماعت ہے جس کی قیادت نبی کریم ﷺ کر رہے ہیں جو حق لے کر آئے اور جو پاک دامن اور لائقِ تصدیق ہیں۔“

آلَا هَلْ أَتَى أَفْنَاءَ فِهْرِ بْنِ مَالِكٍ مُّقْطَعُ أَطْرَافٍ وَ هَامٌ مُّفْلَقٌ
”کیا ایسا نہیں ہوا کہ فہر بن مالک کے مختلف قبائل کے پاس کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں اور پھٹے ہوئے سر پہنچے ہیں؟“

یومِ احد کے متعلق ضرار کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ضرار بن خطاب نے یہ اشعار کہے:

إِنِّي وَجَدْتُ لَوْلَا مُقْدِمِي فَرَسِي إِذْ جَالَتْ الْخَيْلُ بَيْنَ الْجَزْعِ وَالْقَاعِ
”تیرے نصیب کی قسم! اگر میں اپنے گھوڑے کو اس وقت نہ بڑھا دیتا جب گھوڑے وادی کے موڑ اور نشیبی زمین کے درمیان جولانی کر رہے تھے۔“

مَا زَالَ مِنْكُمْ بِجَنْبِ الْجَزْعِ مِنْ أَحَدٍ أَصَوَاتُ هَامٍ تَزَافِي أَمْرَهَا شَاعِي
”تو احد پہاڑ کی وادی کے موڑ پر تمہارے سروں سے نکلنے والے پرندوں کی آوازیں گونجتی اور پھیلتی رہتیں۔“

وَفَارِسٌ قَدْ أَصَابَ السَّيْفُ مَفْرَقَهُ أَفْلَاقُ هَامَتٍ كَفَرَوَةٍ الرَّاعِي
”اور گھڑسوار کی مانگ پر ایسی تلوار لگتی کہ اس کے سر کے شکاف چرواہے کے توشہ دان کی طرح ہوتے۔“

إِنِّي وَ جَدْتُ لَا أَنْفَكَ مُنْتَطِقًا بَصَارِمٍ مِثْلِ لَوْنِ الْمِدْحِ قَطَاعِ
”تیرے مقدر کی قسم! میں نمک کے سفید رنگ کی مثل ایک کانٹے والی تیز تلوار کے ساتھ براجمان رہوں گا

عَلَى رِحَالِهِ مِلْوَا حِ مُثَابِرَةٍ نَحْوِ الصَّرِيخِ إِذَا مَا ثَوَّبَ الدَّاعِي
ایک مضبوط و جفاکش گھوڑے کی زین پر اس دعا و فریاد کرنے والے شخص کی طرح جو بار بار دعا کر رہا ہو۔“

وَمَا انْتَمَيْتُ إِلَى خَوْرٍ وَلَا كُشْفٍ وَلَا لِنَامِ غَدَاةِ الْبَاسِ أَوْدَاعِ
”اور میری نہ تو کمزور اور بزدل لوگوں سے نسبت ہے، نہ ہتھیاروں سے خالی لوگوں کے ساتھ اور نہ جنگ کے روزِ ذلیل، کمینے اور بزدل لوگوں کے ساتھ۔“

بَلْ ضَارِبِينَ حَبِيبِكَ الْبَيْضِ إِذْ لَحِقُوا شَمَّ الْعَرَانِينَ عِنْدَ النَّوْتِ لُدَّاعٍ
 ”بلکہ میری نسبت ایسے لوگوں سے ہے کہ جب وہ دشمن سے نبرد آزما ہوتے ہیں تو چمکیلی
 دھاروں والی تلواروں کے ساتھ شمشیر زنی کرنے والے ہیں، اونچی ناکوں والے ہیں (باعزت
 ہیں) اور موت کے وقت آگ لگا دینے والے ہیں۔“

شَمَّ بَهَائِلَ مُسْتَرَحِّ حَمَائِلُهُمْ يَسْعَوْنَ لِلْمَوْتِ سَعِيًّا غَيْرَ دَعْدَاعٍ
 ”معزز، بزرگ اور سردار ہیں، ان کی تلواروں کے پر تلے لمبے ہیں (یعنی وہ دراز قامت
 ہیں) اور موت کے لئے سست و کاہل ثابت ہوئے بغیر پھر پور جدوجہد کرتے ہیں۔“

ضرار بن خطاب نے یہ اشعار بھی کہے:

لَمَّا آتَتْ مِنْ يَنَى كَعْبٍ مُزَيَّنَةٌ وَالْخَزْرَجِيَّةُ فِيهَا الْبَيْضُ تَاتَلِقُ
 ”جب ہمارے پاس بنی کعب کی طرف سے ہر قسم کے اسلحہ سے مزین فوجیں اور وہ خزر جی
 فوجیں پہنچیں جن میں سفید تلواریں چمک رہی تھیں

وَ جَرَدُوا مَشْرِفِيَّاتٍ مُهَنَّدَةً وَ رَايَةَ كَجَنَاحِ النَّسْرِ تَخْتَفِقُ
 اور انہوں نے مشرفی اور ہندی تلواریں برہنہ کر لیں اور کرگس کے پروں کی طرح لہراتا ہوا
 جھنڈا نکالا

فَقُلْتُ يَوْمَ بَيَّامٍ وَ مَعْرَكَةٍ تَنْسِي لَنَا خَلْفَهَا مَا هُزِهَ الْوَدَقُ
 تو اس وقت میں نے کہا کہ سابقہ تمام جنگی ایام کے بدلے یہ ایسا دن اور ایسا معرکہ ہوگا جو
 بعد میں آنے والوں کو چاندی کے سکوں کی حرکت بھلا دے گا (یعنی حالات دگرگوں ہو جائیں
 گے)۔“

قَدْ عَوَّدُوا كُلَّ يَوْمٍ أَنْ تَكُونَ لَهُمْ رِيحُ الْقِتَالِ وَ أَسْلَابُ الَّذِينَ لَقُوا
 ”یہ لوگ اس بات کے عادی ہیں کہ ان کے لئے ہر روز جنگ کی ہوا چلتی رہے اور وہ اپنے
 مد مقابل آنے والے دشمنوں کا مال لوٹتے رہیں۔“

عَمِيَتْ نَفْسِي عَلَى مَا كَانَ مِنْ وَجَلٍ مِنْهَا وَ آيَقَنْتُ أَنَّ الْمَجْدَ مُسْتَبَقُ
 ”اس جنگ کا جو خوف ہو سکتا تھا اس کے لئے میں نے اپنے آپ کو تیار کر لیا ہے اور یقین کر
 لیا ہے کہ مجد و شرف سبقت لے جانے کا میدان ہے۔“

أَكْرَهْتُ مَهْرِي حَتَّى عَاصَ غَيْرَتَهُمْ وَ بَلَّهَ مِنْ نَجِيمٍ عَالِيهِ عُلُقُ

”میں نے اپنے گھوڑے کو مجبور کیا یہاں تک کہ وہ ان کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں جا گھسا اور سرخ خون نے اسے تر کر دیا۔“

فَظَلَّ مُهْرِي وَ سِرْبَالِي جَسِيدُهَا نَفَخَ الْعُرُوقُ رَشَاشُ الطَّعْنِ وَالْوَرَقِ
”چنانچہ میرے گھوڑے اور میری زرہ کا رنگ ایسے ہو گیا جیسے رگوں سے ابھرا ہوا خون، نیزہ بازی کے چھینٹے اور جما ہوا خون ہوتا ہے۔“

أَيَقْنْتُ أَنِّي مُقِيمٌ فِي دِيَارِهِمْ حَتَّى يُفَارِقَ مَا فِي جَوْفِهِ الْحَدَقُ
”میں نے عزم کر لیا کہ میں ان کے دیار میں اس وقت تک جمار ہوں گا یہاں تک کہ آنکھ کا سیاہ ڈھیلا اپنے حلقے کو چھوڑ دے (یعنی موت آ جائے)۔“

لَا تَجْزَعُوا يَا بَنِي مَخْزُومٍ إِنَّ لَكُمْ مِثْلَ الْمَغِيرَةِ فِيكُمْ مَا بِهِ زَهَقُ
”اے بنی مخزوم! گھبراؤ نہیں بے شک تمہارے لئے اپنے اندر مغیرہ کی مثال کافی ہے جس میں کوئی عیب نہیں۔“

صَبْرًا فِدَى لَكُمْ أُمِّي وَ مَا وَلَدْتُ تَعَاوَدُوا الضَّرْبَ حَتَّى يُذْبَرَ الشَّفَقُ
”تم پر میری ماں اور اس کی اولاد قربان ہو، صبر سے کام لو اور لگاتار شمشیر زنی کرتے رہو یہاں تک کہ شفق ڈوب جائے۔“

یومِ احد کے متعلق عمرو کے اشعار

عمرو بن العاص نے یہ اشعار کہے:

لَمَّا رَأَيْتُ الْحَرْبَ يَنْزُو شَرُّهَا بِالرُّضْفِ نَزَوَا
”جب میں نے دیکھا کہ جنگ کے شرارے گرم پتھر سے ٹکرا کر خوب مشتعل ہو رہے ہیں۔“

وَ تَنَازَلَتْ شَهْبَاءُ تَلْحُوا النَّاسَ بِالضَّرَاءِ لَحُوا
”اور بے شمار ہتھیاروں کے ساتھ مسلح افواج لوگوں کی کھالیں نہایت ضرر رساں انداز میں ادھیڑ رہی ہیں۔“

أَيَقْنْتُ أَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَالْحَيَاةَ تَكُونُ لَعْوَا
”تو مجھے یقین ہو گیا کہ موت برحق ہے اور زندگی لغو بے معنی ہوتی ہے۔“

حَمَلْتُ أَقْوَابِي عَلَى عَتِدِ يَبْدُ الْخَمَلِ رَهْوَا
”میں نے اپنے کپڑے ایک ایسے جفاکش گھوڑے پر رکھ لیے جو دوسرے گھوڑوں سے

با آسانی سبقت لے جا رہا تھا۔

سَلِسٍ إِذَا نَكَبْنَ فِي الْبَيْدَاءِ يَعْلَوْنَ الظَّرْفَ عُلُوًّا
”جونہایت آسانی سے اسے آگے بڑھاتا جا رہا تھا، جب دوسرے گھوڑے چٹیل میدان میں
اوندھے ہو کر گر رہے تھے تو وہ نجیب الطرفین گھوڑے سے بھی سبقت لے جا رہا تھا۔“

وَ إِذَا تَنَزَّلَ مَاءٌ هَ مِنْ عِطْفِهِ يَزْدَادُ زَهْوَ
”اور جب اس گھوڑے کے پہلو سے اس کا پسینہ بہتا تو اس کے غرور و نخوت میں اور اضافہ
ہو جاتا۔“

رَبِيٍّ كَيَّعْفُورٍ الصَّرِيَّةِ رَاعَهُ الرَّامُونَ دَحْوًا
”وہ گھوڑا ریت کے ٹیلے پر تیزی سے دوڑنے والے اس ہرن کے بچے کی طرح تیز رفتار تھا
جسے تیر اندازوں نے حد درجہ خوف زدہ کر دیا ہو۔“

شَنِجٍ نَسَاهُ ضَابِطٍ لِلْخَيْلِ إِرْحَاءٌ وَ عَدْوًا
”اس گھوڑے کی رانوں کی رگیں کھینچی ہوئی تھیں، نہایت تیزی سے دوڑ کر دوسرے گھوڑوں
کو قابو میں کر لینے والا تھا۔“

فَفِدَى لَهُمْ أُمِّيْ غَدَاةَ الرَّوْعِ إِذْ يَسْشُونَ قَطْوًا
”میری ماں ان لوگوں پر قربان ہو جب جنگ کے دن وہ بھٹ تیر کی طرح خراماں خراماں
چل کر

سَيْرًا إِلَى كَبْشِ الْكَتِيْبَةِ إِذْ جَلَّتْهُ الشَّمْسُ جَلَوْا
دشمن کی فوج کے مینڈھے جیسے سردار کی طرف اس وقت جا رہے تھے جب سورج نے اسے
خوب روشن کر دیا تھا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعرا انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار عمرو کے ہیں۔

عمرو بن العاص کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ضرار اور عمرو دونوں کے اشعار کا جواب حضرت کعب بن مالک

عمرو بن العاص کے اشعار

عمرو بن العاص کے اشعار میں ہے: يَسْشُونَ قَطْوًا۔ الْقَطْوُ اور الْآقِطِطَاءُ بھٹ تیر کی
چال کو کہتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

أَبْلَغُ قُرَيْشًا وَ خَيْرُ الْقَوْلِ أَصْدَقُهُ وَالصِّدْقُ عِنْدَ ذَوِي الْأَلْبَابِ مَقْبُولٌ
”قریش کو یہ پیغام پہنچا دو اور بہترین قول وہی ہے جو سب سے سچا ہو اور اہل عقل و دانش کے نزدیک سچائی ہی مقبول ہے۔“

أَنْ قَدْ قَتَلْنَا بِقَتْلَانَا سَرَاتَكُمْ أَهْلَ اللِّوَاءِ فَفِيمَا يَكْثُرُ الْقَيْلُ
”کہ ہم نے اپنے مقتولوں کے بدلے تمہارے سر کردہ علمبرداروں کو قتل کر دیا ہے لہذا کس معاملہ میں زیادہ تذکرہ رہتا ہے (یہی کہ تمہارے علمبردار مار دیے گئے)۔“

وَ يَوْمَ بَدْرٍ لَقِينَاكُمْ لَنَا مَدَدٌ فِيهِ مَعَ النَّصْرِ مِيكَالُ وَ جِبْرِيلُ
”اور بدر کے روز ہم تمہارے مقابلے اس حالت میں آئے کہ ہمیں ایسی کمک پہنچ رہی تھی جس میں میکائیل و جبرائیل فتح و نصرت ساتھ لیے موجود تھے۔“

إِنْ تَقْتُلُونَا فِدَيْنُ الْحَقِّ فِطْرَتَنَا وَالْقَتْلُ فِي الْحَقِّ عِنْدَ اللَّهِ تَفْضِيلُ
”اگر تم ہمیں قتل کر بھی دو گے تو (کوئی پرواہ نہیں کیونکہ) دین حق ہماری فطرت ہے اور حق کی راہ میں قتل ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی فضیلت کا باعث ہے۔“

وَ إِنْ تَرَوْا أَمْرًا فِي دَايِكُمْ سَفَهًا فَرَأَى مَنْ خَالَفَ الْإِسْلَامَ تَضْلِيلُ
”اور اگر تم اپنی رائے کے مطابق ہمارے معاملے کو بے وقوفی خیال کرتے ہو تو سمجھ لو کہ اسلام کے مخالف کی رائے گمراہی ہی ہے۔“

فَلَا تَمْنُوا لِقَاحَ الْحَرْبِ وَاقْتَعِدُوا إِنَّ أَخَا الْحَرْبِ أَصْدَى اللَّوْنِ مَشْغُولُ
”پس تم جنگ کی آگ بھڑکنے کی تمنا نہ کرو بلکہ بیٹھے رہو کیونکہ جنگجو آدمی کا رنگ سیاہی اور سرخی کے درمیان ہوتا ہے اور وہ بے حد مصروف جنگ ہوتا ہے۔“

إِنَّ لَكُمْ عِنْدَنَا ضَرْبًا تُرَاحُ لَهُ عُرْجُ الضِّبَاعِ لَهُ نَعْدَمٌ رَعَابِيلُ
”بے شک ہمارے پاس تمہارے لئے تلواریں کی ایسی ضرب ہے جس کی وجہ سے لنگڑے بچہ بھی خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں کیونکہ اس ضرب سے انہیں علیحدہ علیحدہ کٹے ہوئے گوشت کے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: نَعْدَمٌ رَعَابِيلُ۔ عَظْمٌ كَامَعْنَى ہے دانتوں کے ساتھ کاٹنا۔ اور رَعَابِيلُ پٹھے ہوئے ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے عِجْبَةٌ مُرْعَبِلٌ یعنی پھٹا ہوا خیمہ۔

نکڑے ملتے ہیں۔“

إِنَّا بَنُو الْحَرْبِ نَمْرِيهَا وَ نَنْتَجُهَا وَ عِنْدَنَا لِكُدْوَى الْأَضْغَانِ تَنْكِيلٌ
”بے شک ہم بڑے جنگجو لوگ ہیں ہم اسے (جنگ کو اونٹنی کی طرح) دوہتے ہیں اور اس
سے بچے پیدا کرتے ہیں اور ہمارے پاس کینہ پرور لوگوں کے لئے بڑی دردناک سزا ہے۔“

إِنْ يَنْبُجْ مِنْهَا ابْنُ حَرْبٍ بَعْدَ مَا بَلَغَتْ مِنْهُ التَّرَائِقُ وَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولٌ
”اگر جنگ ابوسفیان بن حرب کے سینے کی ہڈیوں تک پہنچنے کے بعد وہ اس سے کسی طرح
نجات پا بھی جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے

فَقَدْ أَفَادَتْ لَهُ حِلْمًا وَ مَوْعِظَةً لِّمَنْ يَكُونُ لَهُ لُبٌ وَ مَعْقُولٌ
تو یہ جنگ اسے بردباری کا فائدہ ضرور دے گی اور ان لوگوں کو عبرت و موعظت کا فائدہ
دے گی جو کچھ بھی عقل و فہم رکھتے ہیں۔“

وَ لَوْ هَبَطْتُمْ بَيْطَنَ الشَّيْلِ كَافَحَكُمْ ضَرْبٌ بِشَاكِلَةِ الْبَطْحَاءِ تَرَعِيلٌ
”اور اگر تم بطن سیل میں اترتے تو تمہیں بطحاء کے گوشے میں ایک بہت تیز شمشیر زنی کا
سامنا کرنا پڑتا۔“

تَلْقَاكُمْ عُصَبٌ حَوْلَ النَّبِيِّ لَهْمٌ مِمَّا يُعْدُونَ لِلْهَبَجَا سَرَابِيلٌ
”اور تمہیں نبی کریم ﷺ کے ارد گرد ایسی جماعتیں ملتیں جن کے پاس ایسی زرہیں ہیں
جنہیں انہوں نے جنگ کے لئے تیار کر رکھا ہے۔“

مِنْ جَدْمٍ غَسَّانٍ مُسْتَرَحٍ حَمَالِلُهُمْ لَا حُبْنَاءُ وَ لَا مِثْلٌ مَعَاذِلُ
”یہ جماعتیں قبیلہ غسان کی نسل سے ہیں جن کی تلواروں کے پر تلے لمبے ہیں (یعنی وہ دراز
قامت ہیں) نہ وہ بزدل ہیں اور نہ نتہے ہیں جن کے پاس ڈھالیں اور نیزے نہ ہوں۔“

يَسْشُونَ تَحْتَ عَمَائَاتِ الْقِتَالِ كَمَا تَمِشِي الْبَصَائِعُ الْأَدْمُ الرَّاسِمِلُ

شاعر کا قول ہے: إِنَّا بَنُو الْحَرْبِ نَمْرِيهَا وَ نَنْتَجُهَا۔ یہ مَرِيْتُ النَّاقَةِ سے مستعار ہے۔ یہ اس
وقت بولا جاتا ہے جب آپ اونٹنی میں دودھ کی زیادتی چاہیں اور نَنْتَجُهَا کا لفظ نَتَجَتْ النَّاقَةُ سے
مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اونٹنی سے بچہ پیدا ہونے کی خواہش کریں۔ کہا جاتا
ہے نَتَجَتْ النَّاقَةُ وَ نَتَجَهَا أَهْلُهَا یعنی اونٹنی کے مالک نے اس کے بچہ جننے میں اس کی خبر گیری کی
اور اَنْتَجَتْ تَنْجِي اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کے بچہ جننے کا وقت قریب آجائے۔

”یہ جماعتیں جنگ کی تاریکیوں میں اس طرح چلتی ہیں جس طرح گندمی رنگ والے نر اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے قطار در قطار چلتے ہیں۔“

اَوْ مِثْلَ مَشْيِ اُسُوْدِ الظِّلِّ الثَّقِيْهَا يَوْمَ رَدَاذٍ مِنَ الْجَوْزَاءِ مَشْمُوْلٌ
”یا ہلکی بارش کے نیچے چلنے والے ان شیروں کی چال چلتی ہیں جنہیں بارِ شمالی کے ساتھ جوزا ستارے سے ہونے والی بوند باندی نے ترک کر دیا ہو۔“

فِي كُلِّ سَابِغَةٍ كَالْنَهْيِ مُحْكَمَةٍ قِيَامُهَا فَلَجٌ كَالسَّيْفِ بُهْلُوْلٌ
”یہ جماعتیں نہایت مستحکم زرہوں میں ملبوس ہیں جو ایسے تالاب کی طرح ہیں جو تلوار کی طرح چمکدار نہرِ فلج کے قریب واقع ہوا ہو۔“

تَرُوْهُ حَذَّ قِرَامِ النَّبْلِ خَاسِنَةً وَ يَرْجِعُ السَّيْفُ عَنْهَا وَهُوَ مَفْلُوْلٌ
”یہ زرہیں موٹے تیروں کی دھاروں کو ناکام واپس لوٹا دیتی ہیں اور ان کے پاس سے تلوار اس حالت میں لوٹتی ہے کہ اس میں دندانے پڑ چکے ہوتے ہیں۔“

وَ لَوْ قَدْ خَفْتُمْ بِسَلْعٍ عَنْ ظُهُورِكُمْ وَلِلْحَيَاةِ وَ دَفْعِ النَّوْتِ قَاجِلٌ
”اور اگر تم اپنی پشتوں سے اٹھا کر سلع پہاڑ بھی پھینک مارتے درآں حالیکہ زندگی اور موت کے مقابلہ کے لئے ایک مدت مقرر ہے

مَا ذَالٌ فِي الْقَوْمِ وَتَرٌ مِنْكُمْ اَبَدًا تَعْفُو السِّلَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ مَطْلُوْلٌ
تو ہماری قوم کا وہ فرد بھی جس سے تم نے انتقام لینا ہوتا اس پر پتھر کوئی اثر نہ کرتے اور وہ خون

شاعر کا قول ہے: يَوْمَ رَدَاذٍ مِنَ الْجَوْزَاءِ مَشْمُوْلٌ۔ اس سے مراد جوزاء ستارے سے ہونے والی بارشوں کے دنوں میں سے ایک دن ہے اور یہ ہفتہ (چاند کی پانچویں منزل میں تین ستاروں کا نام) کی بارش ہے یا صعدہ (چاند کی چھٹی منزل میں پانچ ستاروں کا نام جو جوزا کی بائیں جانب واقع ہیں) کی بارش ہے۔ یہ موسم سرما میں دسمبر کے مہینے میں ہوتی ہے اور مشمول بارِ شمالی کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: الثَّقِيْهَا۔ یہ اللَّتْق سے مشتق ہے جس کا معنی ہے نمی اور نرم مٹی اور رَدَاذ کا معنی مشہور و معروف ہے (یعنی ہلکی بارش)۔ یہ الطُّش اور الْبَغْش (پھوار کی دو قسمیں) سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور الطُّل بھی اسی کی مثل ہے یا اس سے قدرے بڑھ کر ہے۔ کہا جاتا ہے: اَرْضٌ مَطْلُوْلَةٌ وَ مَبْغُوْشَةٌ لیکن یہ نہیں کہا جاتا اَرْضٌ مَرْدُوْذَةٌ۔ بلکہ یوں کہا جاتا ہے مَرْدُوْذَةٌ وَ مَرْدُوْذٌ عَلَیْهَا یعنی وہ زمین جس پر بوند باندی ہوئی ہو۔ یہ خطاب کا قول ہے۔

بہادیے بغیر یونہی بچار ہتا۔“

عَبْدٌ وَ حُرٌّ كَرِيمٌ مُّوْتِقٌ قَنَصًا شَطَرَ الْمَدِينَةِ مَأْسُورٌ وَ مَقْتُولٌ
”غلام ہو یا آزاد شریف آدمی جو شکار کو باندھ لینے والا ہو، مدینے کا رخ کرنے کی صورت
میں یا توقید کر لیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔“

كُنَّا نُؤْمِلُ أَخْرَاكُمُ فَأَعَجَلَكُمُ مِنَّا فَوَارِسُ لَا عَزْلٌ وَ لَا مِئْلُ
”ہم تمہاری آخری صفوں کو امید دلاتے تھے تو (تمہارے آگے بڑھنے پر) ہمارے شہسوار
جوڑ ھال اور ہتھیاروں سے خالی نہ تھے، تمہیں فوراً جکڑ لیتے۔“

إِذَا جَنَى فِيهِمُ الْجَانِي فَقَدْ عَلِمُوا حَقًّا بَانَ الَّذِي قَدْ جَرَّ مَحْضُولُ
”ان شہسواروں میں جب کوئی مجرم کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ یقیناً یہ جانتے ہیں کہ جو
بھی جرم کا مرتکب ہوگا اسے ضرور سزا بھگتنا پڑے گی۔“

مَا نَحْنُ لَا نَحْنُ مِنْ إِثْمٍ مُّبْجَاهَرَةً وَ لَا مَلُومٌ وَ لَا فِي الْغُرْمِ مَخْذُولُ
”ہم لوگ نہ تو کھلے بندوں گناہ کرنے والے ہیں، نہ ہمیں ملامت کی جاتی ہے اور نہ ہم سے
اس طرح تاوان لیا جاتا ہے کہ ہمارا کوئی مددگار نہ ہو۔“

علمبرداروں کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے احد کے روز علمبرداروں کی تعداد بیان کرتے
ہوئے یہ اشعار کہے:

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ سب سے بہترین اشعار ہیں۔

مَنْعَ النَّوْمِ بِالْعِشَاءِ الْهُوْمُ وَ عِيَالٌ إِذَا تَغَوَّرَ النُّجُومُ
”عشاء کے وقت جب ستارے غروب ہو رہے تھے تو اس حبیب کے فکر و خیال نے نیند

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے سب سے عمدہ اشعار

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا۔ قَالَ ابْنُ هِشَامٍ هَذِهِ أَحْسَنُ مَا قَالَ۔ ”علامہ
ابن ہشام نے کہا یہ آپ کے سب سے عمدہ اشعار ہیں۔ یہ وہ قصیدہ ہے جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ
نے رات کو کہا اور اپنی قوم کو ندادیتے ہوئے کہا کہ میں ابوالحسام ہوں، میں ابوالولید ہوں۔ یہ دونوں
آپ کی کنیتیں ہیں، پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ دن چڑھنے سے پہلے پہلے آپ سے اس قصیدہ

روک دی۔“

مِنْ حَبِيبٍ أَضَافَ قَلْبَكَ مِنْهُ سَقَمَ فَهُوَ دَاخِلٌ مَكْتُومٌ
”جس کی بیماری تیرے دل میں اتر گئی۔ پس وہ بیماری اس میں داخل ہے اور مخفی ہے۔“

يَا لَقَوْمِي هَلْ يَقْتُلُ الْمَرْءُ مِثْلِي وَاهِنُ الْبَطْشِ وَالْعِظَامِ سَوْوَمٌ
”اے میری قوم! کیا مجھ جیسے آدمی کو ایسا شخص قتل کر سکتا ہے جس کی گرفت اور ہڈیاں کمزور
ہوں اور وہ خود افسردہ ہو۔“

لَوْ يَدِبُّ الْحَوْلِيُّ مِنْ وَلَدِ الدِّ رَ عَلَيْهَا لَا نَذَبَتْهَا الْكُلُومُ
”اگر چیونٹی کا چھوٹا بچہ بھی ان پر ریگے تو اس سے بھی ان پر زخموں کے نشان بن جائیں۔“
شَانَهَا الْعِطْرُ وَالْفِرَاشُ وَ يَعْلُو هَا لُجَيْنٌ وَ لَوْ لَوْ مَنْظُومٌ
”میری محبوبہ کی عادت خوشبو لگانا اور بستر پر لیٹنا ہے اور اس پر چاندی اور موتیوں کے ہار
چڑھے ہوئے ہیں۔“

لَمْ تَفْتَحْ شَسُ النَّهَارِ بِشَيْءٍ غَيْرَ أَنَّ الشَّبَابَ لَيْسَ يَذُومُ
”دن کی دھوپ نے اس کی کسی چیز کو ضائع نہ کیا بجز اس کے کہ جوانی کو دوام حاصل نہیں۔“
إِنَّ عَالِي عَطِيبُ جَابِيَةِ الْجَوْلَانِ عِنْدَ النُّعْمَانِ حِينَ يَقُومُ
”بے شک میرا ماموں مقام جولان (شام میں ایک شہر) کے حوض پر قبیلہ نعمان کے پاس
کھڑا ہو کر خطابت کے جوہر دکھاتا ہے۔“

وَ أَنَا الصَّقْرُ عِنْدَ بَابِ ابْنِ سَلْمَى يَوْمَ نُعْمَانُ فِي الْكُبُولِ سَقِيمٌ
”اور میں ابن سلمی کے دروازے پر اس روز شکرے کی مانند تھا جب نعمان بیڑیوں میں کسا
ہوا بیمار ہو رہا تھا۔“

وَ أَبِي وَ وَقَدْ أَطْلَقَالِي يَوْمَ رَاحَا وَ كَبْلَهُمْ مَحْطُومٌ

کو روایت کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی روکنے والا اسے روک دے۔ اس قصیدہ میں آپ نے ابن
زبیری پر اپنے ان بلند مقامات کی وجہ سے فخر کیا ہے جو آپ کو ملوکِ شام کے درباروں میں حاصل تھے
جو ملوکِ شام ہفنہ کی اولاد میں سے تھے۔ شام سے آپ نے اپنی قوم کے چند قیدیوں کو رہا کر لیا تھا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آل ہفنہ میں سے نعمان بن غسانی کے پاس خالد کے مقام کا ذکر
کیا ہے۔ یہ نعمان بن منذر نہیں، آپ نے اس بارے میں فرمایا:

”اور ابی اور واقعہ کو میری خاطر اس روز رہا کر دیا گیا جب وہ وہاں گئے اور ان کی بیڑیاں توڑ دی گئی تھیں۔“

وَرَهْنَتُ الْيَدَيْنِ عَنْهُمْ جَمِيعًا كُلُّ كَفٍّ جُزْءٌ لَهَا مَقْسُومٌ
”اور ان سب کی جانب سے میں نے اپنے دونوں ہاتھ رہن رکھ دیے اور ہر ہاتھ کو اس کا حصہ تقسیم کر کے دے دیا گیا۔“

وَسَطْتُ نِسْبَتِي الدَّوَانِبَ مِنْهُمْ كُلُّ دَارٍ فِيهَا أَبٌ لِي عَظِيمٌ
”ان لوگوں میں تمام عالی مرتبہ لوگوں سے میری نسبت قائم ہے اور ان کے ہر گھر میں میرا کوئی نہ کوئی عظیم جدا مجد موجود ہے۔“

وَأَبِي فِي سُبْحَةِ الْقَائِلِ الْفَاصِلِ يَوْمَ التَّقَاتِ عَلَيْهِ الْخُصُومُ
”اور میرا باپ سمجھ کے مقام پر فیصلہ کن بات کہنے والا ہوتا جب اس کے پاس جھگڑے آتے تھے۔“

تِلْكَ أَفْعَالُنَا وَفِعْلُ الزُّبَعْرِى حَامِلٌ فِي صَدِيقِهِ مَذْمُومٌ
”یہ ہمارے کارنامے ہیں اور زبیری کا عمل بے قدر ہے اور اس کی مذمت اس کے دوستوں میں ہوتی ہے۔“

رُبَّ حِلْمٍ أَضَاعَهُ عَدَمُ الْمَالِ وَ جَهْلٍ غَطَا عَلَيْهِ النِّعَمُ
”بعض بردباریاں ایسی ہیں جنہیں مال کے فقدان نے ضائع کر دیا اور بعض جہالتیں ایسی ہیں جن پر خوش حالی نے پردہ ڈال دیا۔“

إِنَّ دَهْرًا يَبُورُ فِيهِ ذَوُو الْعِلْمِ لَدَهْرٌ هُوَ الْعَتُوُّ الزَّيْمُ
”بے شک جس زمانہ میں اصحابِ علم ہلاک ہو جائیں وہی زمانہ سرکش اور بد عمل ہے۔“

لَا تَسُبَّنِي فَلَسْتُ بِسَبِيٍّ إِنَّ سَبِيٍّ مِنَ الرِّجَالِ الْكَرِيمِ
رُبَّ حِلْمٍ أَضَاعَهُ عَدَمُ الْمَالِ وَ جَهْلٍ غَطَا عَلَيْهِ النِّعَمُ
یونس بن حبیب نے غطا کو طاء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ شیخ کے حاشیہ میں یونس کی روایت اسی طرح مذکور ہے۔ غطا کا معنی ہے بلند ہونا، چڑھنا۔ قتیبی کا شعر ہے:

وَمِنْ تَعَاجِبِ خَلْقِ اللَّهِ غَاطِيَةٌ يُعْصِي مِنْهَا مُلَاجِيٌّ وَ غَرِيبٌ
”اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے عجائبات میں سے ایک انگوڑی نیل ہے جس سے سفید لہے اور سیاہ انگوڑ

”(اے ابن زبیری) تو مجھے گالیاں نہ دے کیونکہ گالیاں دینے میں تو میرا مد مقابل نہیں، میرا مد مقابل تو وہ آدمی ہے جو (مجھ جیسا) شریف زادہ ہو۔“

مَا أَبَالِي أَنْتَ بِالْحَزَنِ تَيْسَ أَمْ لِحَائِي بِظَهْرِ غَيْبٍ لَيْمٍ
”مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ آیا ٹیلے پر بیٹھ کر کوئی مینڈھا چلایا یا کسی کینے نے پیٹھ پیچھے مجھے گالی دی۔“

وَلِيَ الْبَاسَ مِنْكُمْ إِذْ رَحَلْتُمْ أَسْرَةً مِنْ بَنِي قُصَيٍّ صَبِيحٍ
”جب تم نے (جنگ کے ارادے سے) کوچ کیا تو اسی وقت بنی قصی کے ایک خالص النسل خاندان نے تمہیں دشواری اور ہولناکی کا والی بنا دیا تھا۔“

تِسْعَةَ تَحِيلُ اللِّوَاءَ وَ طَارَتْ فِي رِعَاعٍ مِنَ الْقَنَا مَخْزُومٍ
”وہ نو علمبردار جو لہراتا ہوا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے انہیں چھوٹے نیزوں سے نکیل ڈال دی گئی تھی۔“

وَ أَقَامُوا حَتَّى أَبْنَحُوا جَمِيعًا فِي مَقَامٍ وَ كَلَّهَمُ مَذْمُومٍ
”اور وہ وہاں آ کر ٹھہرے ہی تھے کہ اسی مقام پر ان سب کو مباح بنا لیا گیا اور وہ سب کے سب قابلِ مذمت تھے۔“

بَدَمَ عَائِلِكَ وَ كَانَ حِفَاطًا أَنْ يُقِيمُوا إِنَّ الْكَرِيمَ كَرِيمٍ
”سرخ خون کے ساتھ (مباح بنا لیا گیا) اور ان کا وہاں آ کر ٹھہرنا باعثِ غیظ و غضب تھا، بے شک شریف شریف ہی ہوتا ہے۔“

وَ أَقَامُوا حَتَّى أَزْهَرُوا شَعُوبًا وَ الْقَنَا فِي نُحُورِهِمْ مَخْطُومٍ
”اور وہ وہاں آ کر ٹھہرے ہی تھے کہ انہیں موت کی زیارت کرادی گئی درآں حالیکہ نیزے ان کے سینوں میں توڑے جا رہے تھے۔“

نکلتے ہیں۔“

مُلَاجِي لَامٍ كِي تَخْفِيفٍ كِي سَاحِدٍ هِي اَوْر لَام كِي تَشْدِيدِ كِي سَاحِدٍ مُلَاجِي بِي كِي كِي هِي شَاعِر
کا قول ہے كَعَنْقُودٍ مُلَاجِيَةٍ حَمْنٍ نَوْرًا۔ ”سفید لہے انگوروں کی طرح جب وہ شگونے نکالے۔“

ابو حنیفہ نے کہا: جس نے تشدید کے ساتھ مُلَاجِيَةُ کہا ہے اس نے اسے الملاح کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور الملاح پہلو کے درخت کے پھل کو کہتے ہیں جو کہ نمکین ہوتا ہے اور کہا کہ الْعَرَبِيَّةُ انگوروں کی

وَقَرِيْشٌ تَفِرُّ مِنَّا لَوْ اِذَا اَنَّ يُقِيْمُوْا وَ خَفَّ مِنْهَا الْحُلُوْمُ
 ”اور قریش کی حالت یہ تھی کہ وہ پناہ گاہ ڈھونڈنے کے لئے ہم سے دور بھاگے جا رہے تھے
 تاکہ وہ اس میں ٹھہر سکیں اور وہ اس قدر بدحواس ہو چکے تھے۔

لَمْ تُطِقْ حَمَلَهُ الْعَوَاتِقُ مِنْهُمْ اِنَّمَا يَحْمِلُ اللِّوَاءَ النُّجُوْمُ
 کہ ان کی گردنوں میں اس جھنڈے کو اٹھانے کی طاقت ہی نہ رہی، اب جھنڈے کو تو
 ستارے (عورتیں) اٹھا رہے ہیں۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ قصیدہ منع النّوم بِالْعِشَاءِ
 الھووم رات کو کہا۔ پھر آپ نے اپنی قوم کو بلا کر ان سے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ صبح ہونے سے
 پہلے مجھے موت آجائے تو تم یہ قصیدہ مجھ سے روایت نہ کر سکو۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: مجھے ابو عبیدہ نے حجاج بن علاط السلمی کے مندرجہ ذیل اشعار
 سنائے جن میں وہ امیر المومنین حضرت ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتا ہے
 اور اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ آپ نے احد کے روز مشرکین کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ بن

ایک قسم کا نام ہے یہ صفت نہیں۔ حضرت مؤلف نے کہا جب یہ بات ثابت ہوگئی تو شاید اس سے آپ
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد وَعَرَابِيْبُ سُودٌ (فاطر) ”اور بعض حصے سخت سیاہ“ کا معنی سمجھ گئے
 ہوں گے کہ یہاں غرابیب (سیاہ) الجدد (پہاڑوں کے ٹکڑے) کی صفت بن رہا ہے اور سُودٌ
 میرے نزدیک اس کا بدل ہے نہ کہ صفت۔ اس آیت کی شرح اس شخص کو ہی مکمل سمجھ آ سکتی ہے جس نے
 اس کے مقام سے اسے ملاحظہ کیا ہو۔ تو ابو حنیفہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ الْعَرَابِيْبُ کا لفظ جب مطلق بولا
 جائے اور اس کے ساتھ کسی موصوف کو مقید نہ کیا گیا ہو تو اس سے مراد انگوروں کی وہ خاص قسم ہوتی ہے
 جسے یہ نام دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی صواب اور فہم کتاب کی توفیق دینے والا ہے۔

شاعر نے اس قصیدہ میں بنی عبدالدار کے علمبرداروں کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ انہیں
 جھنڈے کے ارد گرد بچھاڑ دیا گیا یہاں تک کہ اسے ان کی ایک عورت نے تھام لیا۔ وہ عورت عمرہ بنت
 علقمہ تھی۔ اسی وجہ سے شاعر نے کہا:

لَمْ تُطِقْ حَمَلَهُ الْعَوَاتِقُ مِنْهُمْ اِنَّمَا يَحْمِلُ اللِّوَاءَ النُّجُوْمُ
 ”ان کی گردنوں میں اس جھنڈے کو اٹھانے کی طاقت ہی نہ رہی، اب جھنڈے کو تو ستارے
 (عورتیں) اٹھا رہے ہیں۔“

عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار کو قتل کیا:

لِلّٰهِ اَيُّ مُذْتَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ اَعْنَى ابْنُ فَاطِمَةَ النُّعْمِ الْمُخَوَّلَا
 ”خدارا مجھے بتاؤ کہ عزت و حرمت کا دفاع کرنے والا کون ہے؟ میری مراد فاطمہ (بنت
 اسد) کے بیٹے (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) ہیں جو شریف چچاؤں اور شریف ماموؤں والے ہیں۔“

ابن علاط کے اشعار

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں حجاج بن علاط کے اشعار میں ہے:

لِلّٰهِ اَيُّ مُذْتَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ

اصل ابوالولید کے حاشیہ میں شیخ ابو بحر نے اس شعر پر جو حاشیہ تحریر کیا ہے اس میں میں نے دیکھا
 کہ ابراہیم نے کہا اُتی منصوب ہے کیونکہ اُتی ممدوح ہے اور ممدوح کو اُتی کی حالت میں نصب دی جاتی
 ہے لیکن ابن ہشام نے اُتی کو رفع دیا ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا: اُتی کو جو ممدوح ہونے کی بناء پر نصب کے ساتھ ذکر کیا گیا یہ تو اس
 صورت میں درست ہو سکتا ہے جب اس سے پہلے مبتدا محذوف کو مقدر مانا جائے۔ گویا شاعر نے یوں
 کہا لِلّٰهِ اَنْتَ کیونکہ اُتی کو مدح کی بناء نصب صرف جملہ تامہ کے بعد ہی دی جاسکتی ہے لیکن اُتی کو اس
 بناء پر رفع دینا کہ اس کی خبر لِلّٰهِ ہے تو یہ قبیح ہے کیونکہ اگر یہ خبر ہو تو اس کی اصل استفہام ہے جسے صدر
 کلام لازم ہے جیسا کہ گم میں ہوتا ہے خواہ وہ خبر یہ ہو یا استفہامیہ۔ تو اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہے
 لِلّٰهِ دَرَّةٌ اَيُّ مُذْتَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ هُوَ۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ یہ کہنا قبیح ہے: جَاءَ نَبِيٌّ اَيُّ فَتًى۔
 لیکن اگر آپ اسے ایسا وصف بنائیں جو اپنے ماقبل پر جاری ہو اور یوں کہیں جَاءَ نَبِيٌّ رَجُلٌ اَيُّ
 رَجُلٍ تو یہ جائز ہوگا کیونکہ جب یہ وصف ہو تو اس کے ساتھ لفظی عوامل لاحق نہیں ہوتے۔ گویا یہ اپنے
 اصل سے نہیں نکلا کیونکہ مبتدا کے ساتھ لفظی عوامل لاحق نہیں ہوتے۔

شاعر کا قول ہے: اَخْوَلٌ اَخْوَلًا یعنی متفرق طور پر۔ بعض نسخوں میں ابن ہشام کے قول سے اس
 کی تفسیر یہ واقع ہوئی کہ یہ لفظ اصل میں اَلْخَال سے ماخوذ ہے جس کا معنی خود پسندی اور تکبر ہے۔ آپ
 کہتے ہیں فُلَانٌ اَخْوَلٌ مِّنْ فُلَانٍ۔ یعنی تکبر اور خود پسندی میں فلاں فلاں سے بڑھ کر ہے اور عرب
 کے اس قول اِذَا جَاءَ الْقَوْمُ اَخْوَلٌ اَخْوَلًا کا یہ معنی ہے کہ ان میں سے ہر ایک بذاتِ خود انفرادی طور
 پر آیا اور تکبر کی وجہ سے اس کو یہ بات ناگوار گزری کہ وہ کسی غیر کا تابع بن کر آئے۔ تو جب بھی آپ نے
 ان میں ایک کو دیکھا تو آپ نے کہا هَذَا اَخْوَلٌ مِّنْ الْاُخَرِ کہ یہ دوسرے سے متکبر ہے، یہ اس کی

سَبَقْتُ يَدَاكَ لَهُ بِعَاجِلِ طَعْنَةٍ تَرَكْتُ طَلِيحَةَ لِلْجَبِينِ مُجَذَّلًا
 ”(اے علی!) آپ کے دونوں ہاتھ ایسی تیز نیزہ بازی کے ساتھ طلحہ سے سبقت لے گئے
 جس نے طلحہ کو پیشانی کے بل بچھاڑا ہوا چھوڑ دیا۔“

وَ شَدَدَتْ شِدَّةً بَاسِلٍ فَكَشَفْتَهُمْ بِالْجَرِّ إِذْ يَهُوُونَ أَخُولَ أَخُولًا
 ”اور آپ نے ایک بہادر اور جرأت مند آدمی کی طرح سخت حملہ کر کے کفار کو پہاڑ کے دامن
 میں اس طرح بکھیر کر رکھ دیا کہ وہ یکے بعد دیگرے گرتے ہی چلے گئے۔“

شہدائے احد کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں وہ
 حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول اللہ ﷺ جو غزوہ احد میں شہید
 ہوئے، کا مرثیہ کہتے ہیں:

يَا مَيِّ قَوْمِي فَأَنْدُ بِنِ بِسُحُورَةٍ شَجْوِ النَّوَاحِ
 ”اے میری ماں! اٹھ کھڑی ہو اور مقامِ سحیرہ پر نوحہ کرنے والیوں کے غم و اندوہ کی طرح
 فریادوں سے لبریز نوحہ کر۔“

كَالْحَامِلَاتِ الْوَقْرِ بِالثَّقْلِ الْمِلْحَاتِ الدَّوَالِحِ
 ”ان عورتوں کی طرح (نوحہ کر) جو بوجھ اور بہت بھاری بوجھ کو پوری ثابت قدمی کے ساتھ

اصل ہے پھر اس کا استعمال زیادہ ہوا یہاں تک کہ اسے یکے بعد دیگرے آنے میں ضرب المثل کے طور
 پر استعمال کیا جانے لگا اگرچہ وہاں تکبر اور خود پسندی نام کی کوئی چیز بھی نہ ہو اور اخول کے بارے میں
 یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تَخَوَّلْتُ بِالْمَوْعِظَةِ یا اس جیسے کسی جملہ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا
 ہے جب آپ کسی کو وقفے وقفے سے نصیحت کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا یعنی ”رسول اللہ ﷺ ہمیں
 وقفے وقفے سے پند و نصائح فرماتے تھے کہ کہیں ہم اکتانہ جائیں۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ حاسیہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ حاسی میں کہا:

كَالْحَامِلَاتِ الْوَقْرِ بِالثَّقْلِ الْمِلْحَاتِ الدَّوَالِحِ
 الدوالح دالحة کی جمع ہے، اس کا معنی ہے وزنی چیز۔ اسی طرح پانی سے لبریز بادلوں کو

اٹھائے ہوئے ہیں۔“

الْمَعُولَاتِ

”جو عورتیں اپنے آزاد اور شریف عورتوں والے چہروں کو نوج نوج کر با آواز بلند نوحہ کر رہی ہیں۔“

وَ كَانَ سَيْلَ دُمُوعِهَا الْآنْصَابُ تُخْضِبُ بِالذَّبَانِخِ
”اور ان کے آنسوؤں کا سیلاب گویا وہ سنگ انصاب ہے جسے ذبح کیے ہوئے جانوروں کے خون کے ساتھ رنگا جاتا ہے۔“

يَنْقُضْنَ أَشْعَارًا لَّهُنَّ هُنَاكَ بَادِيَّةَ الْمَسَانِخِ
وہ نوحہ کنایاں عورتیں وہاں اپنے بال کھولے ہوئے ہیں اور ان کی زلفیں صاف نظر آرہی ہیں
وَ كَانَهَا أَذْنَابُ عَحِيلٍ بِالضُّخَى شُسُيَ دَوَامِخِ
”وہ زلفیں دن کی روشنی میں ان گھوڑوں کی دموں کی مانند ہیں جو چاروں پاؤں چلا کر بدک رہے ہوں۔“

مِنْ بَيْنِ مَشْرُودٍ وَ مَجْزُودٍ يُدْعَدُّ بِالْبَوَارِخِ
”کچھ زلفیں بٹی ہوئی ہیں اور کچھ کٹی ہوئی ہیں جو شدید ہوا کے جھونکوں میں بکھر رہی ہیں۔“

يَبْكُنَّ شَجْوًا مُسَلِّبَاتٍ كَذَحْتَهُنَّ الْكَوَادِخِ
”وہ عورتیں ماتمی لباس پہنے غم و اندوہ سے رو رہی تھیں، انہیں حوادثِ زمانہ نے بالکل افسردہ

بھی الذلُّوح کہتے ہیں۔ اس قصیدہ میں یہ شعر ہے:

يَنْقُضْنَ أَشْعَارًا لَّهُنَّ هُنَاكَ بَادِيَّةَ الْمَسَانِخِ
المسانخ مسینحہ کی جمع ہے، یہ ان بالوں کو کہتے ہیں جن میں تیل یا کوئی اور چیز لگا کر کنگھی کی گئی ہو، اور چاندی کے ٹکڑے کو بھی مسینحہ کہتے ہیں اور مسینحہ کا معنی گھوڑا بھی ہے۔

شاعر کا قول ہے: مِنْ بَيْنِ مَشْرُودٍ مَشْرُودٍ کا معنی ہے بکھرا ہوا۔ کہا جاتا ہے: شَرَزْتُ الْمِلْحَ یعنی میں نے نمک کو بکھیر دیا اور الْمَجْلُ زخم کی طرح کا نشان ہے (یعنی آبلے)۔ آپ کہتے ہیں جِلَّتْ يَدَيَّ مِنَ الْعَمَلِ ”کام کرنے کی وجہ سے میرے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔“

شاعر کا قول ہے: نُسَابِيخُ یعنی ہم چوکس ہوتے ہیں جیسا کہ ایک اور شاعر کا قول ہے: وَ لَحْتَ قَبْلَ الْيَوْمِ إِنَّكَ شَيْخٌ تو آج سے قبل چوکس تھا، بے شک تو محتاط اور چوکس ہے۔“

کر دیا ہے۔

وَلَقَدْ أَصَابَ قُلُوبَهُمَا مَجْلٌ لَهُ جُلْبٌ قَوَارِخُ
”اور ان کے دلوں پر ایسے زخم لگے ہیڈ جن کے چھلکے بے حد تکلیف دہ ہیں۔

إِذْ قَصَدَ الْجِدْثَانُ مَنْ كُنَّا نُرْجِي إِذْ نُشَايِخُ
”یہ زخم اس وقت لگے جب حوادثِ زمانہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے جن سے ہم اس وقت
امید رکھتے تھے جب ہمیں خوف ہوتا۔“

أَصْحَابَ أَحَدٍ غَالَهُمْ دَهْرٌ، أَلَمْ لَهُ جَوَارِخُ
یعنی اصحابِ احد جنہیں اس زمانے نے ہلاک کر دیا جو اپنے سخت پنجوں کے ساتھ ان پر اترا
مَنْ كَانَ فَارِسُنَا وَ حَامِينَا إِذَا بُعِثَ الْمَسَالِخُ
(اس زمانے نے اس شخص کو ہلاک کر دیا) جو ہمارا شہسوار تھا اور ایسے نازک وقت میں ہمارا
محافظ تھا جب مسلح ہر اول دستوں کو بھیجا جاتا ہے۔

يَا حَمَزَ لَا وَاللَّهِ لَا أَنْسَاكَ مَا صُرَّ اللَّقَائِحُ
”اے حمزہ! نہیں، بخدا! میں تجھے اس وقت تک نہیں بھولوں گا جب تک دودھ والی اونٹنیوں
کے تھنوں (سے دودھ دوہنے کے لئے ان) کو باندھا جاتا رہے گا۔“

لِنَاخِ أَيْتَامٍ وَ أَضْيَافٍ وَ أَرْمَلَةٍ تَلَامِيخُ
”یتیموں، مہمانوں اور یتیمی نگاہوں سے دیکھنے والی بیوہ عورتوں کے مقام پر۔“

وَ لَنَا يَنْوُبُ الدَّهْرُ فِي حَرْبٍ لِحَرْبٍ وَهِيَ لَا قِحُ
”اور اس مصیبت کے لئے (یہ اونٹنیاں دوہی جاتی رہیں گی) جو زمانہ ایک جنگ میں دوسری
جنگ کے لئے لاتا ہے اور جنگ کے شرارے اڑتے ہی رہتے ہیں۔“

يَا فَارِسَا يَا مِذْرَهَا يَا حَمَزَ قَدْ كُنْتَ الْمَصَامِيحُ

شاعر کا قول ہے: قَدْ كُنْتَ الْمَصَامِيحُ۔ شیخ کے حاشیہ میں ایک اور روایت میں فاء کے ساتھ
الْمَصَافِحُ ہے۔ جہاں تک میم کے ساتھ الْمَصَامِيحُ کا تعلق ہے تو ممکن ہے یہ صَحْتُ الشَّيْءِ سے
مشتق ہو۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی چیز کو پگھلائیں۔ یہ صاحبِ العین کا قول ہے، انہوں
نے کہا الصَّخْمُ اس مرد کو کہتے ہیں جس کے پٹھے مضبوط ہوں اور اس کی عمر تیس اور چالیس سال کے
درمیان ہو۔ اور ابو حنیفہ کے قول کے مطابق الصَّاحُ بدبودار ہوا کو کہتے ہیں۔

”اے شہسوار! اے زبان اور ہاتھ سے قوم کی مدافعت کرنے والے، اے حمزہ! تم ہی تھے جو دفاع کرنے والے تھے

عَنَا شَدِيدَاتِ الْخُطُوبِ إِذَا يَنْوُبُ لَهْنٌ فَادُخْ
ہماری طرف سے سخت سے سخت مصائب کے مقابلے میں اس وقت جب ان مصائب میں سے بارگراں ڈالنے والی مصیبت پیش آتی ہے۔“

ذَكَرْتَنِي أَسَدَ الرُّسُوفِ لِي وَ ذَاكَ مِذْرَهَنَا الْمُنَافِقِ
”(اے شاعر!) تو نے مجھے رسول کریم ﷺ کے شیر کی یاد دلادی اور وہ ہر وقت دفاع کرنے والے تھے

عَنَا وَ كَانَ يُعَدُّ إِذْ عُدَّ الشَّرِيفُونَ الْجَحَاجِحُ
ہم سب کا اور اس وقت ان کا بھی شمار کیا جاتا جب بڑے بڑے شریف سرداروں کا شمار کیا جاتا۔“

يَعْلُو الْقِمَاقِمَ جَهْرَةً سَبَطَ الْمَدِينِ اغْرَ وَاضِحُ
”آپ ڈنکے کی چوٹ پر بڑے بڑے سرداروں پر غالب آ جاتے جبکہ آپ دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرنے والے، کشادہ اور روشن چہرے والے تھے۔“

لَا طَائِشَ رَعِشَ وَ لَا ذُو عِلَّةٍ بِالْحَمْلِ آفِحُ
”آپ نہ اونچے اور جلد باز تھے اور نہ آپ میں کوئی ایسی بیماری تھی کہ بوجھ اٹھاتے وقت سینے سے اونٹ کی طرح آواز نکلنے لگے۔“

بَحْرٌ فَلَيْسَ يُعْبُ جَارًا مِّنْهُ سَمِبٌ أَوْ مَنَاوِخُ
”آپ فیاضی کا ایک ایسا سمندر تھے کہ آپ کے پڑوسی کو آپ کی طرف سے ملنے والی عطاؤں اور سہولتوں میں ناغہ نہیں ہوتا تھا۔“

أَوْدَى شَبَابُ أُولَى الْحَفَا نِطِ وَالْثَقِيلُونَ الْمَرَاجِحُ
”غیرت و حمیت اور غیظ و غضب والوں کی جوانی ہلاک ہو گئی اور بھاری بھر کم اور دوسروں

شاعر کا قول ہے: سَمِبٌ أَوْ مَنَاوِخُ۔ ممکن ہے یہ مَنذُوحَہ کی جمع ہو جس کا معنی ہے السَّعَة (سہولت)۔ قیاس یہ تھا کہ یاء کے ساتھ مَنَاوِخُ ہوتا لیکن ضرورت کی بناء پر یاء کو حذف کر دیا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ میم کے ضمہ کے ساتھ مَفَاعِل کے وزن پر النَّدْح سے مشتق ہو، اس صورت

سے بڑھ کر بردباری کرنے والے لوگ بھی ہلاک ہو گئے۔“

الْمُطْعِمُونَ إِذَا الْمَشَا تَبَى مَا يُصَفِّقُهُنَّ نَاضِحٌ
”اور وہ لوگ (ہلاک ہو گئے) جو ایسے وقت میں کھلاتے تھے جب ایک بھوکا شخص اپنی

بکریوں سے دن میں ایک مرتبہ دودھ دوہتا تھا (جو اس کی ضرورت پوری نہ کرتا)

لَحْمَ الْجِلَادِ وَ فَوْقَهُ مِنْ شَخِيهِ شَطْبٌ شَرَانِ
طاقتور اونٹوں کا گوشت (کھلاتے تھے) جس کے اوپر ان کی کوہان کی چربی کے لمبے لمبے

ٹکڑے واضح نظر آتے تھے۔“

لِيَذَافِعُوا عَنْ جَارِهِمْ مَا رَامَ ذُو الضِّغْنِ الْمَكَاشِيحُ
”اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کا ان تکلیفوں سے دفاع کر سکیں جن کا

ٹیزھی نگاہ سے دیکھنے والے کینہ ور لوگ ارادہ کرتے تھے۔“

لَهْفَى لِسْبَانٍ رَزِ نَنَاهُمْ كَانَهُمُ النَّصَابِ
”مجھے ان نو جوانوں کا افسوس ہے جن سے ہم جدا ہوئے۔ وہ نو جوان ہمارے لئے چراغوں

کی مانند تھے۔“

شَمَّ بَطَارِقَةٍ غَطَارٍ فَهَ عَضَارِمَةٍ مَسَامِخٍ
”وہ نو جوان باعزت، سردار، رئیس، سخی اور حد درجہ فیاض تھے۔“

الْمُشْتَرُونَ الْحَمْدَ بِالْأَمْوَالِ إِنَّ الْحَمْدَ رَابِحٌ
”جو اپنے اموال کی بخشش کے ذریعے تعریف و توصیف خریدنے والے تھے، بے شک

میں معنی ہوگا: مُكَاثِر (کثرت میں غالب آنے والا)۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ النَّذْح سے میم کے فتح کے ساتھ مشتق ہو۔ اس صورت میں یہ مَنَذَحَةٌ کی جمع ہوگی۔ یہ مفعلة کے وزن پر (مصدر میمی) ہے جس کا معنی ہے کثرت اور سہولت۔ جہاں تک عربوں کے اس قول کا تعلق ہے اَنَا فِي مَنَذُوحَةٍ مِنْ هَذَا لَأَمْرٍ (میں اس معاملہ میں آزاد ہوں) تو یہ بھی النَّذْح سے اسم مفعول کا وزن ہے۔ ابو عبید کو وہم ہوا ہے جو انہوں نے اسے اِنْدَاخَ بَطْنُهُ سے مشتق مانا ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کا پیٹ پھول کر بڑا ہو جائے۔ حالانکہ مَنَذُوحَةٌ میں نون اصلی ہے اور اِنْدَاخَ میں زائد ہے کیونکہ وہ اِنْفَعَلَ کے وزن پر ہے اور اِنْدَاخَ میں الف اصلی ہے جو کہ داؤ کا بدل ہے، گویا وہ بڑے زخم والا ہے اور مندوحہ میں میم زائد ہے اور دال فعل کا عین کلمہ ہے جبکہ انداخ میں دال فعل کا فاء کلمہ ہے۔ اسی وجہ

تعریف کا سودا بڑا نفع بخش ہے۔“

وَالْجَازِ مُوْنٌ بَلَجِيهِمْ يَوْمًا إِذَا مَا صَاحَ صَائِحُ
”اور وہ اپنے گھوڑوں کی لگا میں پکڑ کر اس دن میدانِ جنگ میں کود جانے والے تھے جب کوئی پکارنے والا مدد کے لئے پکارے۔“

مَنْ كَانَ يَوْمِي بِالنَّوَا قِرٍ مِنْ زَمَانٍ غَيْرِ صَالِحِ
”غیر صالح زمانے کی طرف سے جس شخص پر حوادث کے تیر برسائے گئے

مَا إِنْ تَزَالُ رِكَابُهُ يَوْسِمَنَّ فِي غَيْرِ صَحَاصِحِ
اس کے اونٹ غبارِ آلود چٹیل میدان میں مسلسل تیز رفتاری سے چلتے رہتے۔“

رَاحَتْ تَبَارَى وَهُوَ فِي رَكْبٍ صُدُورُهُمْ دَوَاشِحِ
”وہ شخص ایسے اونٹوں کے درمیان ہوتا جن کے سینے پسینے میں شرابور ہوتے، ایسی حالت میں اس کے اونٹ مقابلہ میں لگے رہتے۔“

حَتَّى تَنْوَبَ لَهُ الْمَعَا لِي لَيْسَ مِنْ فَوْزِ الشَّفَائِحِ
”یہاں تک کہ اس کے حصے میں وہ بلند رہتے آجاتے جن کا سبب جوئے کے منحوس تیروں کی کامیابی نہیں ہوتی تھی۔“

يَا حَزْزَ قَدْ أَوْحَدَتْنِي كَالْعُودِ شَدْبَهُ الْكَوَا فِخِ
”اے حمزہ! تم نے مجھے اس لکڑی کی مانند اکیلا چھوڑ دیا ہے جس کی کاٹنے والوں نے شاخ تراشی کر دی ہو۔“

أَشْكُو إِلَيْكَ وَفَوْكَ التُّرْبُ الْمُكْوَرُ وَالصَّفَائِحِ
”میں تم سے شکوہ کر رہا ہوں حالانکہ تمہارے اوپر تہ بہ تہ مٹی اور چوڑے پتھر پڑے ہیں۔“
مِنْ جَنْدَلٍ نَلْقِيهِ فَوْ قَكَ إِذَا أَحَادَ الضَّرْحَ ضَارِحِ
”یعنی وہ پتھر پڑے ہیں جو ہم نے تمہارے اوپر اس وقت ڈالے تھے جب کھودنے والے

سے خطابي نے کہا: ابن قتیبہ پر تعجب ہے، وہ ابو عبیدہ کی ایسی فحش غلطیوں سے صرف نظر کر جاتے ہیں اور جو غلطیاں اتنے حرج کا باعث نہیں ہوتیں ان کا بڑی سختی سے رد کرتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: حَضَارِمَه۔ یہ حضرم کی جمع ہے جس کا معنی ہے کثیر العطاء شخص۔

شاعر کا قول ہے: يَوْسِمَنَّ فِي السُّورِ سے مشتق ہے یعنی تیز چلنا اور الصَّحَاصِحِ

نے عمدہ قبر کھودی۔“

فِيْ وَاسِعٍ يَّحْثُوْنَهُ بِالْتُّرْبِ سَوْتُهُ الْمَّاسِيْحُ
”اس وسیع قبر میں (تمہیں دفن کر دیا گیا) جس کے اوپر لوگ مٹی ڈال رہے ہیں جسے کیوں
نے برابر کر دیا۔“

فَعَزَّأُونَا اَنَا نَقُوْا لَ وَ قَوْلُنَا بَرِّحْ بَوَارِحْ
”پس ہماری تعزیت یہی ہے کہ ہم کہتے ہیں حالانکہ ہماری بات دلوں کو درد مند کر دینے والی

ہے
مَنْ كَانَ اَمْسَى وَهُوَ عَمَّا اَوْقَعَ الْجِدَثَانُ جَانِحْ
”کہ حادثات نے جو واقعات رونما کیے ہیں ان سے پہلو تہی کر کے جو شخص شام کے وقت

چلا گیا تھا

فَلْيَاتِنَا فَلْتَبْكِيْ عَيْنَاهُ لِهَلَكَاْنَا النَّوَافِحُ
اب وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی آنکھیں ہمارے ان مقتولین پر آنسو بہائیں جو ہمارا
دفاع کرنے والے تھے

الْقَائِلِيْنَ الْفَاعِلِيْنَ ذُوِي السَّحَابَةِ وَالْمَمَادِحِ
جو جو کچھ کہتے تھے پورا کر کے دکھاتے تھے اور جو جو دوسخا والے اور ہر قسم کی قابل تعریف
صفات کے مالک تھے۔“

مَنْ لَا يَزَالُ نَذَى يَدِيْهِ لَهٗ طَوَالَ الدَّهْرِ مَانِحْ
جن کے ہاتھوں کی سخاوت طویل زمانہ تک ضرورت مندوں کے دامن بھرتی رہی۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حسان رضی
اللہ عنہ کا قصیدہ ہے اور آپ کے یہ اشعار غیر ابن اسحاق سے مروی ہیں: اَلْبَطْعِيُّوْنَ اِذَا
الْمَشَاتِيْ، اَلْجَامِزُوْنَ بِلُجْهِهِمْ اور مَنْ كَانَ يُرْمَى بِالنَّوَاقِرِ۔

صَحْصَحْ کی جمع ہے، یہ ہموار اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: لَيْسَ مِنْ فَوْدِ السَّفَانِحِ۔ اَلْسَفَانِحُ سَفِيْحَةٌ کی جمع ہے۔ یہ حوالق
(اون یا بالوں کی گون) وغیرہ کی مثل ایک چیز ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

أَتَعْرِفُ الدَّارَ عَفَا رَسْمَهَا بَعْدَكَ صَوْبُ الْمُسْبِلِ الْهَاطِلِ
”کیا تم اس گھر کو پہچانتے ہو جس کے نشانات تمہارے بعد لگا تار اور موسلا دھار برسنے والی بارش نے مٹا دیے ہیں؟“

بَيْنَ السَّرَادِيحِ فَأَدْمَانَةٍ فَمَدْفَعِ الرُّوحَاءِ فِي حَائِلِ
”جو گھر مقام ادمانہ اور حائل پہاڑ میں مقام روحاء کے پانی کے جمع ہونے کی جگہ کے درمیان واقع وادیوں میں تھا۔“

سَأَلْتُهَا عَنْ ذَاكَ فَاسْتَعْجَلَتْ لَمْ تَذَرِ مَا مَرَّجُوعَةُ السَّائِلِ
”میں نے اس گھر سے اس کے (مٹ جانے) کا سبب پوچھا تو وہ گونگا بن گیا، اسے معلوم نہ تھا کہ سوال کرنے والے کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟“

دَعَّ عَنْكَ دَارًا قَدْ عَفَا رَسْمَهَا وَأَبْكَ عَلَى حَمْزَةٍ ذِي النَّائِلِ
”(اے مخاطب!) اس گھر کا ذکر چھوڑ جس کے نشانات مٹ گئے اور حمزہ پر آنسو بہا جو صاحب عطا تھے۔“

الْمَالِيَّ الشِّمْرِيَّ إِذَا أَعْصَفَتْ غَبْرَاءُ فِي ذِي الشَّبِيمِ النَّاحِلِ
”جو اس وقت بھی ضرورت مندوں کے کشکول بھرنے والے تھے جب ٹھنڈے پانی والے قحط زدہ موسم (سرما) میں گرد و غبار اڑانے والی ہوائیں تیز اور سخت ہو جاتیں۔“

وَالثَّارِكُ الْقِرْنُ لَدَى لِبْدَةٍ يَغْتَرُّ فِي ذِي الْخُرُوصِ الدَّابِلِ
”اور جو اپنے مد مقابل کو اس تہ بہ تہ غبار میں چھوڑ دیتے جو پتلے نوک دار نیزوں کے درمیان اڑتا۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ لامیہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ لامیہ میں فرمایا: ذِي الْخُرُوصِ الدَّابِلِ۔ اس سے مراد نیزے ہیں اور الْخُرُوصِ نیزے کے پھل کو کہتے ہیں، اس کی جمع خُرُوصَانِ آتی ہے۔

وَاللَّابِيسُ الْخَيْلَ إِذَا أَحْجَمَتْ كَاللَّيْنِ فِي غَايَةِ الْبَاسِلِ
”اور جب سوار ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے تو آپ نہیں اس شیر کی مانند ہکا بکا کر دیتے جو اپنی
خونناک کچھار میں ہو۔“

أَبْيَضُ فِي الدَّرْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَمْ يَمُودُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
”آپ خاندان بنی ہاشم کے وہ چوٹی کے آدمی تھے جو حق کو چھوڑ کر باطل کے لئے کبھی نہ
جھگڑے۔“

مَالٌ شَهِيدًا بَيْنَ أَسْيَافِكُمْ شَلَّتْ يَدَا وَحْشِي مِنْ قَاتِلِ
”(اے کفار!) آپ تمہاری تلواروں کے درمیان گر کر شہید ہو گئے، آپ کے قاتل وحشی
کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں۔“

أَيُّ أَمْرٍ غَادَرَ فِي آلِهِ مَطْرُودَةٌ مَارِنَةٌ الْعَامِلِ
”اس نے کس شخص کو اعلیٰ قسم کے باریک تیز اور لمبی نوک والے نیزے کا شکار بنایا۔“

أَظْلَمَتِ الْأَرْضُ لِفَقْدَانِهِ وَأَسْوَدَ نُورُ الْقَمَرِ النَّاصِلِ
”اس شخص (حمزہ) کے فقدان سے ساری زمین تاریک ہو گئی اور بادلوں سے نکلنے والے
چاند کے نور پر بھی سیاہی چھا گئی۔“

صَلَّى عَلَيْهِ اللَّهُ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ مَكْرَمَةٍ الدَّاحِلِ
”اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل فرما کر اس عالی شان جنت میں داخل فرمائے جس
میں داخل ہونے والے کو بہت اکرام و اعزاز بخشا جاتا ہے۔“

بوقت ضرورت علم کی تنوین کو ترک کرنا

اس قصیدہ میں شَلَّتْ يَدَا وَحْشِي مِنْ قَاتِلِ۔ آپ نے ضرورت کی بناء پر وحشی جو علم تھا کی
تنوین کو ترک کر دیا۔ علم اکثر غیر منصرف آتا ہے، یہ بصریوں کے نزدیک ہے لیکن کوفیوں کے نزدیک
علم کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ شاعر کبھی کبھی ایک یا دو حرف حذف کر دیتا
ہے جیسے علقمہ بن عبیدہ کا شعر ہے:

كَأَنَّ إِبْرِيْقَهُمْ ظَبْيٌ عَلَى شَرَفٍ مَقْدَمٌ بِسَبَا الْكُتَّانِ مَلْنُوْمٌ
”گویا ان کا چھاگل کسی بلند مکان پر ہرن ہے جو روئی کے بالوں کے کچھے کے ساتھ آگے کی طرف
باندھا ہوا ہے۔“

كُنَّا نَرَى حَزْرَةَ جِرْذَا لَنَا فِي كُلِّ أَمْرٍ نَابِتًا نَازِلٍ
 ”ہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر نازل ہونے والی ہر مصیبت میں اپنی حفاظت گاہ سمجھتے تھے۔“

وَ كَانَ فِي الْإِسْلَامِ ذَا تَذَرًا يَكْفِيكَ فَقَدْ الْقَاعِدِ الْخَادِلِ
 ”اور آپ اسلام میں بڑے حامی اور دفاع کرنے والے تھے جن کا دفاع پیچھے بیٹھ جانے والے اور مدد چھوڑ دینے والے شخص کی کمی کو پورا کر دیتا تھا۔“

لَا تَفَرِّجِي يَا هِنْدُ وَاسْتَجْلِبِي دَمْعًا وَ أَذْرِي عَبْرَةَ الثَّائِلِ
 ”اے ہند! تو خوشی نہ منا بلکہ آنسوؤں کا دودھ نکال اور بچے کھودینے والی ماں کی طرح بڑے بڑے آنسو گرا۔“

وَأَبْكِي عَلَى عُتْبَةَ إِذْ قَطَعَهُ بِالسَّيْفِ تَحْتَ الرَّهَجِ الْبَحَائِلِ
 ”اور عتبہ پر روؤ جسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اڑتے ہوئے غبار کے نیچے اپنی تلوار کے ساتھ دو ٹکڑے کر دیا تھا۔“

إِذْ عَثَرَ فِي مَشِيخَةِ مَنكُم مِّنْ كُلِّ عَابِ قَلْبُهُ جَاهِلٍ
 ”جب عتبہ تمہارے بڑے بڑے آدمیوں کے درمیان دھڑام سے گرا تھا جن میں ہر آدمی جاہل اور سرکش دل والا تھا۔“

أَرَدَاهُمْ حَزْرَةً فِي أَسْرَةٍ يَمْشُونَ تَحْتَ الْحَلْقِ الْفَاضِلِ
 ”حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان پر اس گروہ میں ہلاکت مسلط کر دی جو زمین سے رگڑتی ہوئی زرہوں میں چل رہے تھے۔“

غَدَاةَ جَبْرِئِيلَ وَذِيؤَ لَهُ نِعَمَ وَذِيؤَ الْفَارِسِ الْحَمِلِ

اس شعر میں لفظ سَبَابِہ اصل میں سَبَابِہ ہے اور لبید کا قول ہے:

كَالْحَمَالِیَجِ بِأَيْدِي الثَّلَامِ

”شاگردوں کے ہاتھوں میں سارا اور لوہار کے منافع کی طرح۔“

الثَّلَامِ اصل میں الثَّلَامِیْد ہے۔

ابن سراج نے کوفیوں کے جواب میں کہا ہے کہ تنوین کا اس حذف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ تنوین معنی میں زیادتی پیدا کرتی ہے اور جو چیز معنی میں زیادتی پیدا کرے اسے حذف نہیں کیا جاتا۔

”یہ اس روز ہوا جب حضرت جبریل علیہ السلام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے معاون تھے، اس حملہ آور شہسوار کے یہ کتنے اچھے معاون تھے۔“

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

طَرَقَتْ هُبُومُكَ فَالْرُقَادُ مُسَهَّدٌ وَ جَزَعْتَ أَنْ سُلِخَ الشَّبَابُ الْآغِيدُ
”تیرے غموں نے رات کو دستک دی اور نیند اچاٹ ہو گئی اور تو نے واویلا کیا کہ ناز و نعم والی جوانی چھین لی گئی۔“

وَدَعَتْ فُؤَادَكَ لِلْهَوَى ضَرِيَّةً فَهَوَاكَ غَوْرِيٌّ وَ صَحُوكَ مُنْجِدُ
”اور ضمیر یہ نے تیرے دل کو محبت کی دعوت دی۔ پس تیری محبت پست ہے جبکہ تیرا ہوش میں آ جانا تجھے بلندی تک پہنچانے والا ہے۔“

فَدَعَ التَّمَادِي فِي الْغَوَايَةِ سَادِرًا قَدْ كُنْتَ فِي طَلَبِ الْغَوَايَةِ تُفْنِدُ
”اس لئے اے گمراہی میں بھٹکنے والے! یہ غفلت چھوڑ دے تو بے راہ روی کے پیچھے پڑ کر بے وقوف بنایا جاتا رہا ہے۔“

وَلَقَدْ أَنَّى لَكَ أَنْ تَنَاهَى طَائِعًا أَوْ تَسْتَفِيقَ إِذَا نَهَاكَ الرُّشْدُ
”اور اب تیرے لئے وقت آ گیا کہ تو اطاعت کر کے باز آ جائے تاکہ تو اس وقت ہوش میں آ جائے جب تجھے ہادی و مرشد کسی بات سے روکیں۔“

وَلَقَدْ هِدَيَتْ لِفَقْدِ حَزْزَةِ هَذِهِ ظَلَمْتَ بَنَاتُ الْجَوْفِ مِنْهَا تُرْعَدُ
”اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کھو کر تو اس حد تک بوڑھا ہو گیا ہے کہ اس بڑھاپے کی وجہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: طَرَقَتْ هُبُومُكَ فَالْرُقَادُ مُسَهَّدُ۔ الرُقَادُ مُسَهَّدُ سے مراد سونے والا شخص ہے۔ مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا جو کہ ضمیر مجرور ہے (اصل عبارت یوں تھی الرُقَادُ مُسَهَّدُ صَاحِبَةُ)۔ اس طرح ضمیر نائب فاعل بن گئی اور مُسَهَّدُ میں مستتر ہو گئی۔

سے بنات شکم (قلب و جگر اور انتریاں) کا پنے لگی ہیں۔“

وَلَوْ أَنَّهُ فُجِعَتْ حِرَاءُ بَيْتِهِ لَرَأَيْتَ رَأْسِي صَخْرَهَا يَتَبَدَّدُ
”اور اگر بیل حراء کو بھی اس جیسے صدمے کا دکھ پہنچتا تو تو اس کی مضبوط ترین چٹانوں کو بھی
ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھتا۔“

قَوْمٌ تَمَكَّنَ فِي ذَوَابَةِ هَاشِمٍ حَيْثُ النُّبُوَّةُ وَالنَّذَى وَالسُّودْدُ
”حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایسے جوان مرد تھے جو بنی ہاشم کے چوٹی کے افراد میں بلند مرتبہ تھے
جن میں نبوت، فیاضی اور سرداری کی صفات موجود ہیں۔“

وَالْعَاقِرُ الْكُومِ الْجِلَادِ إِذَا غَدَتْ دِيحٌ يَنكَادُ الْمَاءُ مِنْهَا يَجْمُدُ
”اور آپ بڑے کوہان والے طاقتور اونٹوں کو ذبح کر کے اس وقت لوگوں کی مہمان نوازی
کرتے تھے جب ایسی سرد ہوا چلتی جس سے پانی جم کر منجمد ہو جاتا۔“

وَالثَّارِكُ الْقِرْنُ الْكَبِيُّ مُجَدَّلًا يَوْمَ الْكَرِيهَةِ وَالْقَنَا يَتَقَصَّدُ
”اور آپ جنگ کے روز ایسی حالت میں بڑے بڑے بہادر حریفوں کو زمین پر بچھاڑ کر رکھ
دیتے تھے جبکہ نیزوں پر نیزے ٹوٹ رہے ہوتے تھے۔“

وَتَرَاهُ يَوْقُلُ فِي الْحَدِيدِ كَأَنَّهُ دُوْ لِبْدَةٍ شَتْنُ الْبَرَانِ أَرْبَدُ
”اور تو دیکھتا تھا کہ آپ آہنی ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس طرح ناز و نخرے سے چلتے تھے
گویا آپ ایک ایسے بھورے رنگ والے شیر ہیں جس کی گردن پر بڑے بڑے بال ہوں اور اس
کے پنجے انتہائی سخت ہوں۔“

عَمَّ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ وَ صَفِيَّةُ وَرَدَّ الْحِمَامَ فَطَابَ ذَاكَ الْمَوْرِدُ
”آپ نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کے چچا اور ان کے چیدہ ہیں، آپ نے موت کے گھاٹ کا
پانی پی لیا اور یہ گھاٹ آپ کے لئے بہت اچھا ثابت ہوا۔“

وَ أَتَى النَّبِيَّةَ مُعَلَّنًا فِي أُسْرَةٍ نَصَرُوا النَّبِيَّ وَ مِنْهُمْ الْمُسْتَشْهِدُ
”اور آپ نشان جنگ لگائے ایک ایسے گروہ میں موت کے پاس آئے جنہوں نے نبی
کریم ﷺ کی مدد کی اور ان میں سے کچھ شہادت کے متمنی تھے۔“

انہی اشعار میں ہے: وَجِئْتُ أَنْ سُلَيْمَةَ الشُّبَّابِ الْأَعْمَدُ۔ یہ بھی اصل میں الْأَعْمَدُ
صَاحِبَةُ ہے۔ یعنی وہ جوانی جس کا صاحب ناز و نعم والا ہو۔

وَلَقَدْ إِخْلُ بِذَاكَ هِنْدًا بُشِّرَتْ لِتُيْتِ دَاخِلَ غُصَّةٍ لَا تَبْرُدُ
”اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہند کو یہ بشارت دی جائے تاکہ وہ اپنے اندرونی غصے کو ختم کر دے جو ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لیتا

مِمَّا صَبَحْنَا بِالْعَقَنْقَلِ قَوْمَهَا يَوْمًا تَغَيَّبَ فِيهِ عَنْهَا الْأَسْعَدُ
کہ ہم نے ریت کے ٹیلے پر اس کی قوم پر اس روز صبح کے وقت ہلہ بول دیا جس روز ان سے اسعد بھی غائب ہو گیا تھا۔“

وَبَيْنَمَا بَدْرٌ إِذْ يَرُدُّ وَجُوهَهُمْ جَبْرِيلُ تَحْتَ لَوَائِنَا وَ مُحَمَّدُ
”اور قلیب بدر میں (ہم نے اس کی قوم کو دفن کیا) جب ہمارے جھنڈے کے نیچے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے چہروں کو پھیر رہے تھے۔“

حَتَّى رَأَيْتُ لَدَى النَّبِيِّ سُرَاتَهُمْ قِسْمَيْنِ نَقُتْلُ مَنْ نَشَاءُ وَ نَطْرُدُ
”یہاں تک کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس ان کے سرداروں کی دو قسمیں دیکھیں کہ جسے ہم چاہتے قتل کر دیتے اور (جسے چاہتے) دھتکار کر قیدی بنا لیتے تھے۔“

فَأَقَامَ بِالْعَطَنِ الْمُعْطَنِ مِنْهُمْ سَبْعُونَ عَتَبَةً مِنْهُمْ وَالْأَسْوَدُ
”پس ان میں سے ستر آدمی پانی کے قریب اونٹوں کے بٹھانے کے لئے عادتہ بنائی گئی جگہ کے پاس ڈھیر ہو گئے جن میں سے عتبہ اور اسود بھی تھے۔“

وَأَبْنُ الْمُغِيرَةِ قَدْ ضَرَبْنَا ضَرْبَةً فَوْقَ الْوَرِيدِ لَهَا رَشَاشٌ مُزِيدُ
”اور ابن مغیرہ کی شہ رگ کے اوپر ہم نے تلوار کا ایسا وار کیا جس سے خون بہنے لگا اور اس خون سے جھاگ اٹھ رہا تھا۔“

وَ أُمِّيَةُ الْجُحَجِيِّ قَوْمَ مَيْلَةٍ عَضَبُ بَايِدَى الْمُؤْمِنِينَ مَهْنَدُ
”اور امیہ جمحی کی کچی کو بھی مؤمنین کے ہاتھوں میں تھامی ہوئی تیز کاٹنے والی ہندی تلوار نے سیدھا کر دیا۔“

فَاتَاكَ فُلُ الْمُشْرِكِينَ كَانَتْهُمْ وَالْخَيْلُ تَتَفَنَّهُمْ نَعَامٌ شَرْدُ

شاعر کا قول ہے: وَالْخَيْلُ تَتَفَنَّهُمْ۔ یعنی ہمارے گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔ یہ اصل میں فِئَاتُ الْبَعِيرِ سے مشتق ہے اور یہ اونٹ کے پاؤں کے ارد گرد کا وہ حصہ ہے جو زمین پر لگنے سے سخت ہو گیا ہو۔

”پس تیرے پاس مشرکین میں سے شکست خوردہ لوگ پہنچے، یوں معلوم ہو رہا تھا گویا وہ بد کے ہوئے شتر مرغ ہیں اور ہمارے گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔“

شَتَّانَ مَنْ هُوَ فِي جَهَنَّمَ قَاوِيَا أَبَدًا وَ مَنْ هُوَ فِي الْجَنَّةِ مَخْلَدٌ
”وہ شخص جس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے اور وہ شخص جو ہمیشہ کے لئے جنت میں رہے گا ان دونوں میں کس قدر بعد اور فرق ہے۔“

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار
صَفِيَّةٌ قَوْمِيٌّ وَ لَا تَعْجَزِي وَ بَيْتِي النِّسَاءُ عَلَى حَزَّةٍ
”اے صفیہ! اٹھ کر ہمت باندھ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر عورتوں کو رلا۔“

وَ لَا تَسْأَلِي أَنْ تُطِيلِي الْبُكَاءَ عَلَى أَسَدِ اللَّهِ فِي الْهَزَّةِ
”اور اس بات سے مت اکتانا کہ تو جنگ کے ہجوم میں اللہ تعالیٰ کے شیر پر طویل مدت تک روئے۔“

فَقَدْ كَانَ عِزًّا لِأَيْتَامِنَا وَ لَيْثَ الْمَلَا حِمٍ فِي الْبِزَّةِ
”کیونکہ آپ ہمارے یتیموں کی عزت اور اسلحہ جنگ میں ملبوس ہو کر بڑے بڑے معرکوں میں کود جانے والے شیر تھے۔“

يُرِيدُ بِذَلِكَ رِضًا أَحْمَدَ وَ رِضْوَانَ ذِي الْعَرْشِ وَالْعِزَّةِ
”اس سے آپ کا مقصد صرف احمد مصطفیٰ ﷺ کی رضا اور مالک عرش و عزت خدا کی خوشنودی کا حصول تھا۔“

غزوہ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ زاسیہ

قصیدہ زاسیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے وَلَيْثَ الْمَلَا حِمٍ فِي الْبِزَّةِ۔ الْبِزَّةُ کا معنی ہے حسن و جمال۔ اس کا معنی ہتھیار بھی ہے، یہ بِزَزْتُ الرَّجُلَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی شخص سے اس کے ہتھیار چھین لیں۔ کہا جاتا ہے مَنْ عَزَبَ يَعْنِي جَوَّالِبُ هُوَ اس نے چھین لیا۔ اور الْبِزَابِرُ طاقتور آدمی کو کہتے ہیں۔

إِنَّكَ عَمَّرَ أَبَيْكَ الْكَرِيمِ إِنَّ تَسْأَلِي عَنْكَ مَنْ يَجْتَدِينَا
 ”تیرے پدر بزرگوار کی قسم! اگر تو اپنی ضرورت کے لئے کسی ایسے شخص سے سوال کرے گی
 جو ہماری عطاء و بخشش کو طلب کرتا ہے۔“

فَإِنْ تَسْأَلِي نَمَّ لَا تُكَذِّبِي يُخْبِرُكَ مَنْ قَدْ سَأَلَتِ الْيَقِينَا
 ”اگر تو سوال کرے گی پھر تجھ سے جھوٹ نہ بولا جائے تو تجھے وہ شخص آگاہ کرے گا جس سے
 تو یقینی بات کا سوال کرے گی

بِأَنَّا لِيَالِي ذَاتِ الْعِظَا مِ كُنَّا ثَمَلًا لِّمَنْ يَّعْتَرِينَا
 کہ تنگی اور قحط کی سخت راتوں میں جن میں لوگ ہڈیاں پکا پکا کر ان سے چربی نکالنے پر مجبور ہو
 جاتے ہیں، ہم ان لوگوں کے فریاد رس ہوتے ہیں جو اپنی فریاد لے کر ہمارے پاس آتے ہیں۔“
 تَلَوْدُ الْبُجُودُ بِأَذْرَانَا مِنَ الضَّرِّ فِي أَزْمَاتِ السِّنِينَا
 ”قحط سالیوں کے شدائد میں نقصان سے بچنے کے لئے لوگوں کے گروہوں کے گروہ
 ہمارے ارد گرد پناہ لیتے ہیں۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ نونیہ

آپ نے قصیدہ نونیہ میں کہا ہے: تَلَوْدُ الْبُجُودِ بِأَذْرَانَا۔ الْبُجُودُ بجد کی جمع ہے، یہ
 لوگوں کے گروہ کو کہتے ہیں، یہ نون کے ساتھ الْبُجُودُ بھی مروی ہے۔ یہ مصیبت زدہ عورت کو کہتے ہیں
 اور النجود طاقتور اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے بِأَذْرَانَا۔ یہ ذراء کی جمع ہے اور عربوں
 کے اس قول سے ماخوذ ہے أَنَا فِي ذَرَا فُلَانٍ۔ یعنی میں فلاں کی پناہ میں ہوں۔ اہل عرب کہتے ہیں
 لَمَسَ فِي الشَّجَرِ أَذْرَى مِنَ السَّلَمِ۔ یعنی درختوں میں سے کوئی درخت سلم درخت (۱) سے
 زیادہ گرمی فراہم کرنے والا نہیں، کیونکہ کہا جاتا ہے کوئی شخص سلم درخت کی پناہ میں سردی سے ٹھہر کر
 کبھی نہیں مرا۔

شاعر کا قول ہے: جَلَمَاتُ الْحُرُوبِ۔ یہ اس قول سے ماخوذ ہے جَلَمْتُ الشَّيْءَ وَجَرَشْتُهُ۔ یہ
 اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کوئی چیز کاٹیں، اسی سے ایک لفظ الْجَلَمَانِ ہے (اون کاٹنے والی چیمچی)
 شاعر کا قول ہے: لَذُنْ أَنْ بُرِينَا یعنی جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے اور الْبَارِي کا معنی ہے خالق
 سبحانہ و تعالیٰ۔ یعنی جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے ہماری یہی حالت ہے۔

1۔ سلم ایک قسم کا درخت ہے جس کے پتے ہزار گنے کے کام آتے ہیں۔ مترجم

بِجَذْوَى فَضُولِ أُولَىٰ وَجُدْنَا وَ بِالصَّبْرِ وَالْبَدْلِ فِي الْمُعْدِمِينَ
 ”(یہ گروہ) ہمارے صاحب حیثیت لوگوں کے فاضل مال کی عطا کی (پناہ لیتے ہیں) اور
 ہمارے مفلس لوگوں کے صبر و تحمل اور جدوجہد کی (پناہ لیتے ہیں)۔“

وَ أَبَقْتُ لَنَا جَلَمَاتُ الْحُرُوبِ مِنْ نَوَازِي لَدُنْ أَنْ بُرِينَا
 ”اور جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے ہماری حالت یہ ہے کہ جنگوں کے ذریعے ہمارے
 حریفوں سے حاصل کیے گئے اموال نے ہمارے لیے بچا دی ہیں

مَعَاطِنَ تَهْوِي إِلَيْهَا الْحُقُوقُ يَحْسَبُهَا مَنْ رَأَاهَا الْفَتِينَا
 پانی کے گرد اونٹوں کے بٹھانے کی وہ جگہیں جن میں لوگوں کے حقوق ہیں اور جنہیں ہر
 دیکھنے والا سیاہ چٹانیں خیال کرتا ہے۔“

تُخَيِّسُ فِيهَا عِتَاقُ الْجِمَا لِي صُحْبًا دَوَاجِنَ حُمْرًا وَجُونَا
 ”ان حقوق کی ادائیگی میں بہترین سیاہ اونٹ جھکا کر ذبح کر دیے جاتے ہیں جو ذبح ہونے
 کے بعد سرخی مائل سیاہ ہو جاتے ہیں۔“

وَ دَفَاعَ رَجُلٍ كَمَوْجِ الْفُرَا تِ يَقْدُمُ جَاوَاءَ جُولًا طَحُونَا
 ”اور یہ اونٹ گویا دریائے فرات کے تلاطم کی مانند پیدل چلنے والوں کا سیلاب ہیں جو ہر چیز
 کو روندتے ہوئے ایک عظیم الشان لشکر کی طرح پیش قدمی کرتے معلوم ہوتے ہیں۔“

شاعر کا قول ہے: يَحْسَبُهَا مَنْ رَأَاهَا الْفَتِينَا۔ الْفَتِينَا سے مراد سیاہ چٹانیں ہیں۔ فتن کا معنی
 ہے جلانا۔ ان چٹانوں کو الفتینا اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ آگ میں جلائی گئی چیز کے مشابہ ہوتی
 ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ⑤ (الذاریات) ”وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔“ اور
 الفتن کا اصل معنی ہے آزمانا۔ کہا جاتا ہے فَتَنَتُ الْحَدِيدَةَ بِالنَّارِ ”میں نے لوہے کو آگ پر تپایا
 تاکہ گھٹیا لوہے سے عمدہ لوہے کو پرکھ سکوں۔“

شاعر کا قول ہے: دَوَاجِنَ حُمْرًا وَجُونَا۔ یعنی سرخ اور سیاہ۔ شاعر کا قول ہے جَاوَاءَ یعنی ایسا
 لشکر جس کا رنگ (ہتھیاروں کی کثرت کے باعث) لوہے کے رنگ کی مانند ہو۔ شاعر کا قول ہے
 جُولًا طَحُونَا۔ جول کنویں کے کنارے کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: إِنَّ قَلَصْتُ اس کا فاعل جنگ ہے یعنی اگر جنگ اپنے عروج پر آ جاتی۔ پھر
 جنگ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا عَضُوضًا حَجُونًا یہ الْعَضُّ (دانتوں سے کاٹنا) سے مشتق ہے

تَرَى لَوْنَهَا مِثْلَ لَوْنِ النُّجُومِ رَجْرَاجَةً تَبْرِقُ النَّاطِرِينَ
 ”تم دیکھتے ہو کہ ان کا رنگ موجیں مارتے ہوئے ستاروں کے رنگ کی طرح ہے جو ناظرین کی آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہوں۔“

فَإِنْ كُنْتَ عَنْ شَانِنَا جَاهِلًا فَسَلْ عَنْهُ ذَا الْعِلْمِ مِنْ يَلِينَا
 ”پھر اگر تو ہماری حالت سے ناواقف ہے تو جو لوگ ہمارے پڑوس میں رہتے ہیں ان میں سے کسی واقف کار سے پوچھ لے

بِنَا كَيْفَ نَفَعُ إِنْ قَلَصْتُ عَوَانًا ضَرُوسًا عَضُوضًا حَجُونًا
 ہمارے متعلق کہ اگر جنگ اپنے عروج پر آجائے درآں حالیکہ اس میں مسلسل قتل و غارت ہو رہی ہو اور جنگ کی اونٹنی شدت اختیار کر کے لوگوں کو کاٹنے دوڑ رہی ہو جس سے اس کے دانت میڑھے ہو جائیں تو اس وقت ہم اپنے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہیں۔“

الْسِّنَا نَشْدُ عَلَيْهَا الْعِصَابُ حَتَّى تَذَرَّ وَ حَتَّى تَلِينَا
 ”کیا ہم جنگ کی ایسی شدید اونٹنی کی کھیری کو پیوں سے باندھ نہیں دیتے یہاں تک کہ اس کی کھیری نرم پڑ جائے اور وہ دودھ دینے لگے۔“

اور حَجُونًا حَجَنْتُ الْعُودَ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ لکڑی کو میڑھا کر دیں۔ شاعر کا قول ہے:

الْسِّنَا نَشْدُ عَلَيْهَا الْعِصَابُ حَتَّى تَذَرَّ وَ حَتَّى تَلِينَا
 یہ سارا شعر جنگ کی صفت ہے۔ شاعر نے جنگ کو ایسی خوددار اونٹنی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو لمبی ٹانگوں والی نو جوان ہو، یعنی ہم اس اونٹنی کی خودداری کو ذلیل کرتے ہیں اور اس کی کھیری نرم پڑ جاتی ہے۔“

شاعر کا قول ہے: وَ يَوْمَ لَهُ رَهْبٌ یعنی ایسا دن جس کا گرد و غبار نہ ختم ہونے والا ہو۔
 شاعر کا قول ہے: شَدِيدُ التَّهَوُّلِ یہ تَهَوُّلِ کی جمع ہے اور التَّهَوُّلِ مختلف رنگوں کو کہتے ہیں۔
 شاعر عبدالمسیح بن عسلہ نے ایک باغ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا:

وَ عَازِبٌ قَدْ عَلَا التَّهَوُّلُ جَنْبَتَهُ لَا تَنْفَعُ النَّعْلُ فِي رَقَائِهِ الْحَافِي
 ”بعض چراگا ہیں ایسی ہیں جن کے پودوں پر رنگ برنگے پھول کھلے ہیں ان میں آنے جانے کے لئے ننگے پاؤں چلنے والے کو جو تلوں کی کوئی ضرورت نہیں۔“

وَّ يَوْمٍ لَهُ دَهَجٌ دَائِمٌ شَدِيدُ التَّهَوُّلِ حَامِي الْآرِينَا
”اور کتنے ہی ایسے دن ہیں جن میں ایک نہ ختم ہونے والی گرد و غبار والی جنگ ہو رہی تھی جو سخت ہولناک اور شعلہ بار تھی۔“

طَوِيلٌ شَدِيدٌ أَوَارِ الْقِتَالِ تَنْفِي قَوَاجِزُهُ الْمُقْرِفِينَا
”جو بہت طویل تھی جس میں قتل و غارت نہایت سرگرمی سے ہو رہی تھی اور اس کی سختیاں کہینے لوگوں کو ختم کر رہی تھیں۔“

تَحَالُ الْكُمَاةُ بِأَعْرَاضِهِ لِمَالًا عَلَى لَذَّةٍ مُتْرَفِينَا
”اس کے اطراف میں بڑے بڑے بہادر یوں معلوم ہوتے تھے کہ وہ شراب کے نشے میں لڑکھڑا رہے ہیں۔“

شاعر کا قول ہے: حَامِي الْآرِينَا۔ یہ اِرادۃ کی جمع ہے، آگ کے چولہے کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے اس کا وزن عِلَّةٌ ہو اور یہ آوَار سے مشتق ہو جس کا معنی ہے گرمی۔ ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور واؤ کو مکسور ہونے کی وجہ سے ہمزہ میں بدل دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا وزن فِعْلَةٌ ہو اور یہ تَارِئْتُ بِالْمَكَانِ (اقامت کرنا) سے ماخوذ ہو کیونکہ عرب چولہوں کے ارد گرد مقیم ہوتے تھے۔ یہی توجیہ صحیح ہے کیونکہ عربوں نے اس کی جمع اِدْرِئِنَ بروزنِ سنین بنائی ہے۔ اور ذوی العقول کی جمع کی طرح یہ جمع سالم (غیر ذوی العقول کے لئے) صرف اس وقت لائی جاتی ہے جب کسی لفظ کا لام کلمہ حذف ہو، وہ مَوْنُٹ ہو، لام کلمہ حرف علت ہو اور اس کا مذکر نہ آتا ہو جیسے الْآمَّةُ۔ جب کسی کلمہ میں یہ چار شرائط جمع ہو جائیں تو اس کی جمع حالت رفعی میں واؤ اور نون کے ساتھ اور حالت نفھی اور جری میں یاء اور نون کے ساتھ آتی ہے۔ جیسے سِنِينَ اور عِصْنَنَ۔ البتہ رِقَّة کی جمع بھی رِقِينِ آتی ہے، چاندی کے سکے کو کہتے ہیں، ہم نے اس جمع اور اَدِصْنِ کی جمع کے طریقہ پر نتائج الفکر (صفحہ 31) میں بڑی واضح اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ الحمد للہ۔

شاعر کا قول ہے كَنَارِ اَبِي حُبَابٍ وَالضَّبِينَا۔ کہا جاتا ہے ابو حباب ایک مکھی ہے جو رات کو چمکتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک کمینہ آدمی تھا جو مہمانوں کی آمد کے خوف سے آگ روشن نہیں کرتا تھا۔ اگر روشن کرتا بھی تھا تو بڑی تھوڑی سی۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے، اس لئے حالت جری میں اس کے آخر پر کسرہ نہیں آتا کیونکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی اسم وجوہ یا جوازا غیر منصرف ہو تو اس پر کسرہ داخل نہیں ہوتا جیسے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی تا کہ وہ کلمہ اس کلمہ کے مشابہ نہ ہو جائے جسے متکلم

تَعَاوَرُ اَيْمَانُهُمْ بَيْنَهُمْ كَوُوسَ النَّيَا بِحَدِّ الظُّبَيْنَا
 ”ان کے دائیں ہاتھ تلواروں کی دھاروں سے ایک دوسرے کو موت کے جام پیش کر رہے ہیں۔“

شَهْدَنَا فَكُنَّا اُولَىٰ بَاسِهِ وَ تَحْتَ الْعَمَايَةِ وَالْمُعَلِّمِنَا
 ”ہم اس جنگ میں شریک ہوئے، پس ہم ہی اس کے امنڈتے ہوئے بادلوں کے نیچے اس کی سختیاں جھیلنے والے اور نشانِ جنگ لگانے والے تھے۔“

اپنی ذات کی طرف مضاف کرتا ہے اور حضرت ابو حنیفہ نے کہا نہ میں یہ جانتا ہوں کہ صاحب کیا ہے اور نہ یہ کہ ابو صاحب کیا ہے اور نہ میرے پاس اس کے متعلق اہل عرب سے کوئی چیز پہنچی ہے۔ آپ نے اَلْاِرَادَةَ کے متعلق عربوں کا یہ قول حکایت کیا ہے کہ یہ اَرَيْتُ الشَّيْءَ سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے میں نے اس چیز کو جان لیا۔ آپ نے کہا: اَلَا رَىٰ شَهِدَ کی مکھی کا عمل اور اس کا فعل ہے۔ پھر اسی وجہ سے شہد کو بھی اَرَىٰ کہا جاتا ہے جیسا کہ شہد کو مَزَج بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے ابو ذؤیب الہذلی کا یہ شعر پڑھا:
 وَ جَاءَ وَ اَبَزَجَ لَمْ يَرَ النَّاسُ مِثْلَهُ هُوَ الضُّحْكُ اِلَّا اَنَّهُ عَمَلُ النَّحْلِ
 ”اور وہ ایسی شہد لائے جس کی مثل لوگوں نے نہ دیکھی۔ وہ سفید مکھن ہے مگر وہ شہد کی مکھی کا عمل ہے۔“

آپ نے کہا: الضُّحْكُ کا معنی سفید مکھن ہے۔ ایک قول ہے سفید دانت، ایک قول ہے کھجور کا شگوفہ اور ایک قول ہے تعجب۔

شاعر کا قول ہے: الظُّبَيْنَا۔ یہ ظُبَّة کی جمع ہے۔ اس کی جمع جمع مذکر سالم کے وزن پر ہے۔ اس کی علت وہی ہے جو ہم نے پہلے اَلْاَرِیْنَ اور اَلْسِنِیْنَ کے متعلق ذکر کی ہے۔ البتہ اس کا پہلا حرف مکسور نہیں ہے جس طرح سِنِیْنَ کا سین مکسور ہے تاکہ اس کے جمع ہونے کی طرف اشارہ ہو، کیونکہ ظُبِیْنَ واحد ہونے کے مشابہ نہیں کیونکہ اسماء میں فَعِیْل کا وزن نہیں جبکہ سِنِیْنَ کے پہلے حرف کو اس بات کا شعور دلانے کے لئے کسرہ دیا گیا ہے کہ یہ جمع ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ فَعُول کے وزن پر ہے کیونکہ اسماء میں فَعُول اور فَعِیْل کا وزن نہیں ہے۔ سیبویہ کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ ظُبَّة کی جمع ظُبِیْنَ آتی ہے حالانکہ یہ مذکورہ شعر میں اور دیگر اشعار میں بھی آئی ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَوَّاجِزَةً۔ یہ قَاجِز کی جمع ہے، یہ بہت کودنے والے اور بے چین ہونے والے شخص کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے قَحَزَ قَحَزَانَا وَ قَحَزَا وَ قَحُوزَا۔ یعنی کودنا، بے چین ہونا۔

بِخُرُسِ الْحَسَنِ رَوَاءِ وَ بَصْرِيَّةٍ قَدْ أَحْنَ الْجُفُونَا
”اور ہمارے پاس بغیر آواز کے دشمن کا گوشت کاٹ دینے والی خون آلود خوبصورت بصری
کی بنی ہوئی تلواریں تھیں جو نیاموں میں رہنے سے اکتا گئی تھیں۔“

فَمَا يَنْفِلُنَّ وَ مَا يَنْحَنِينَ وَ مَا يَنْتَهِنَ إِذَا مَا نُهِينَا
پس یہ تلواریں نہ کند ہوئیں، نہ ٹیڑھی ہوئیں اور جب انہیں روکا گیا تو وہ رکتی بھی نہیں تھیں۔
كَبْرُ الْخَرِيفِ بِأَيْدِي الْكُمَاةِ يُفَجِّعَنَّ بِالظِّلِّ هَامَا سُكُونَا
”وہ بہادروں کے ہاتھوں میں موسم خزاں کی بجلی کی طرح چمک کر اپنے سائے کے نیچے
کھوپڑیوں کو (کاٹ کر) بے حس و حرکت بنا رہی تھیں۔“

وَ عَلَّمْنَا الضَّرْبَ آبَاءُ نَا وَ سَوْفَ نَعْلَمُ أَيْضًا بَيْنَنَا
”اور یہ شمشیر زنی ہمیں ہمارے آباؤ اجداد نے سکھائی اور آئندہ ہم بھی اپنی اولاد کو سکھائیں
گے۔“

جِلَادَ الْكُمَاةِ وَ بَدَلَ التِّلَادِ عَنْ جُلِّ أَحْسَابِنَا مَا بَقِينَا
”بہادروں والی شمشیر زنی اور اپنے پرانے اموال کا ایک بڑا حصہ زندگی بھر خرچ کرنا
(سکھائیں گے)۔“

إِذَا مَرَّ قَرْنٌ كَفَى نَسْلُهُ وَ أَوْرَقَهُ بَعْدَهُ آخِرِينَا

شاعر کا قول ہے: بِخُرُسِ الْحَسَنِ (گوئی آواز والی) تلواروں کو گونگا اس لئے کہا کیونکہ
خون اور گوشت میں لگتے وقت ان میں آواز پیدا نہیں ہوتی۔

شاعر کا قول ہے: حَسَانِ رَوَاءِ یعنی خوبصورت اور خون سے آلودہ تلواریں۔ اور شاعر کا قول
ہے بَصْرِيَّةٌ یعنی وہ تلواریں جو ارضِ شام کے ایک شہر بصری کی طرف منسوب ہیں جس طرح
الْمَشْرِفِيَّةُ اَرْضِ شام کے شہر مشارف کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ تلواریں وہاں بنائی جاتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَدْ أَحْنَ الْجُفُونَا یعنی وہ تلواریں نیاموں میں رہنے سے اکتا گئی تھیں۔ اسی
سے ہشام کا یہ قول ہے جب آپ نے سالم بن عبد اللہ سے پوچھا تو کیا کھاتا ہے؟ اس نے کہا روغن
زیتون کے ساتھ روٹی۔ آپ نے پوچھا اَمَّا تَأْكُلُهَا؟ کیا تو ان سے اکتاتا نہیں؟ اس نے کہا إِذَا
أَحْتَمَمَا تَرَكَتُهُمَا حَتَّى أَشْتَمَمَهُمَا۔ جب میں ان سے اکتا جاتا ہوں تو انہیں چھوڑ دیتا ہوں یہاں
تک کہ مجھے پھر ان کی طلب محسوس ہوتی ہے۔

”جب ایک پشت گزر جائے گی تو اس کی نسل اس کی جگہ لے لے گی اور ہمارے بعد میں آنے والے لوگ اس کے وارث بنیں گے۔“

نَشِبٌ وَ تَهْلِكُ آبَاءُ نَا وَ بَيْنَا نُرَبِّي بَيْنَنَا فَهِيْنَا
”ہم جوان ہو رہے ہیں اور ہمارے آباء واجداد رخصت ہو رہے ہیں اور ہم اپنے بیٹوں کو فنونِ جنگ کی تربیت دے رہے ہیں تو اس دوران

سَأَلْتُ بِكَ ابْنَ الزَّبْعَرِي فَلَمْ أُنْبِكَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا هَجِينَا
اے ابنِ زبعری میں نے تیرے بارے میں سوال کیا تو بجز اس کے کچھ نہ بتایا گیا کہ تو اپنی قوم میں ایک گھٹیا انسان ہے۔“

غَبِيْنَا تُطِيفُ بِكَ الْمُنْدِيَاتُ مُقِيْنَا عَلَى الْقَوْمِ حِينَا فَحِينَا
”اور ایسا خبیث شخص ہے کہ رسوا کن باتیں تیرے ارد گرد گھومتی رہتی ہیں اور تو وقتاً فوقتاً کمینگی پر جم جاتا ہے۔“

تَبَجَّسْتَ تَهْجُو رَسُولَ الْمَلِكِ قَاتَلَكَ اللَّهُ جَلْفًا لَعِينَا
”انتہائی گنوار پن اور ملعونیت کی حالت میں تو مالک الملک کے رسول ﷺ کی کثرت سے ہجو کرتا رہا، اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے۔“

تَقُولُ الْخَنَا ثُمَّ تَرْمِي بِهِ نَقِي الْقِيَابَ تَقِيْنَا أَمِينَا
”تو فحش گوئی کرتا رہا پھر اس فحش گوئی کے تیرا ایک ایسی ہستی پر پھینکتا رہا جو پاکیزہ لباس والی، متقی اور امین ہے۔“

شاعر کا قول ہے: وَ تَحْتَ الْعَمَايَةِ وَالْمُعْلِيْمَيْنَا۔ یہ شعراصل اور حاشیہ میں مصرع کے شروع سے واؤ کے اسقاط کے ساتھ مذکور ہے اور تحت العمایۃ دونوں اصلوں میں واؤ عاطفہ کے ساتھ مذکور ہے۔ اس کے ساتھ ہی وزن مکمل ہوتا ہے اور اسے انخفش کے مذہب کے سوا کسی کے نزدیک ساقط کرنا جائز نہیں۔ وہ شعر کے دوسرے مصرع کے شروع میں فصل کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ شعر کی ابتداء میں علمائے عروض فصل کو جائز قرار دیتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: تُطِيفُ بِكَ الْمُنْدِيَاتُ۔ یعنی رسوا کن باتیں تیرے ارد گرد گھومتی رہتی ہیں۔
شاعر کا قول ہے: تَبَجَّسْتَ۔ یہ تَبَجَّسَ الْمَاءُ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پانی پکھل کر بہہ جائے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر بنا کَيْفَ نَفَعَلُ اور اس کے بعد کے تین اشعار اور آپ کا یہ شعر نَشَبُ وَ تَهْلِكُ آبَاءُ نَا اور اس کے بعد کے دو شعر مجھے ابوزید انصاری نے سنائے۔
 علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یوم احد کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

سَائِلُ قَرِيْشًا غَدَاةَ السَّفْحِ مِنْ أَحَدٍ مَاذَا لَقِينَا وَمَا لَا قُوَا مِنَ الْهَرَبِ
 ”قریش سے دامن احد میں پیش آنے والے واقعہ کے متعلق پوچھو کہ ہم نے کس چیز کا سامنا کیا اور وہ کس بھاگ دوڑ سے دوچار ہوئے۔“

كُنَّا الْاَسْوَدَ وَ كَانُوا النُّرَّ اِذَا زَحَفُوْا مَا اِنْ نُرَاقِبُ مِنْ اِلٍ وَ لَا نَسْبِ
 ”جب قریش ہماری طرف آئے تو ہماری مثال شیروں جیسی اور ان کی مثال چیتوں جیسی تھی، ہم تو کسی عہد اور نسب کا بھی لحاظ نہیں کر رہے تھے۔“

فَكَمْ قَرَكْنَا بِهَا مِنْ سَيِّدٍ بَطَلٍ حَامِي الدِّمَارِ كَرِيْمِ الْبَحْدِ وَالْحَسَبِ
 ”تو ہم نے کتنے ہی بہادر سرداروں کو وہاں مار کر چھوڑ دیا جو اپنے حقوق کے محافظ اور شریف حسب و نسب والے تھے۔“

فِيْنَا الرُّسُوْلُ شِهَابٌ ثُمَّ يَتَّبِعُهُ نُوْرٌ مُّضِيٌّ لَهُ فَضْلٌ عَلٰى الشُّهْبِ
 ”ہمارے درمیان ایسے رسول موجود تھے جو شہابیہ کی مانند تھے پھر اس کے پیچھے اسے روشن کرنے والا ایک نور ہوتا تھا اور اس شہابیہ کو دوسرے شہابیوں پر فضیلت حاصل تھی۔“

الْحَقُّ مَنْطِقُهُ وَالْعَدْلُ سِيْرَتُهُ فَمَنْ يُجِبُهُ اِلَيْهِ يَنْجُ مِنْ تَبِّ
 ”حق آپ کا کلام اور عدل و انصاف آپ کی سیرت ہے، پس جو شخص بھی آپ کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ خسارے اور ہلاکت سے نجات پا جائے گا۔“

نَجْدُ الْمَقْدَمِ مَاضِي الْهَمِّ مُعْتَزِمٌ حِيْنَ الْقُلُوْبُ عَلٰى رَجْفٍ مِنَ الرُّعْبِ
 ”آپ اس وقت بھی پیش قدمی کے رہنما، باہمت اور صاحب عزم ہوتے ہیں جب دوسرے لوگوں کے دل مارے خوف کے کانپ رہے ہوتے ہیں۔“

يَنْصِيْ وَ يَذْمُرُنَا عَنْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ كَاَنَّهُ الْبَذْرُ لَمْ يُطْبَعْ عَلٰى الْكَذِبِ
 ”حضور ﷺ خود بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ہمیں بھی معصیت سے دور کر کے پیش قدمی پر ابھارتے ہیں۔ آپ کو یا چودھویں کا چاند ہیں جن کی تخلیق جھوٹ پر نہیں ہوئی۔“

بَدَالَنَا فَاتَّبَعْنَاهُ نَصَدِّقُهُ وَ كَذَّبُوهُ فَكُنَّا أَسْعَدَ الْعَرَبِ
حضور ﷺ مبعوث ہو کر ہمارے سامنے جلوہ افروز ہوئے تو ہم نے تصدیق کر کے آپ کی
اتباع کی اور کفار نے آپ کی تکذیب کی لہذا ہم عرب میں سب سے زیادہ سعادت مند بن گئے۔

جَالُوا وَ جُلْنَا فَمَا فَاوُوا وَ مَا رَجَفُوا وَ نَحْنُ نَقْفُهُمْ لَمْ نَالُ فِي الطَّلَبِ
وہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرتے ہوئے) واپس پلٹے اور ہم (انہیں حکم الہی کی
طرف لانے کے لئے) ان کی طرف پلٹے لیکن انہیں (اللہ کے حکم کی طرف) نہ لوٹا تھا نہ لوٹے
اور ہم انہیں دھتکار رہے تھے اور ہم نے ان کے تعاقب میں کوئی کوتاہی نہ کی۔

لَيْسَ سَوَاءً وَ شَتَّى بَيْنَ أَمْرِيهَا حِزْبُ الْإِلَهِ وَ أَهْلُ الشِّرْكِ وَ النَّصَبِ
”اللہ تعالیٰ کا گروہ اور پتھروں کی پرستش کرنے والے اہل شرک دونوں برابر نہیں۔ ان
دونوں کے معاملے میں بڑا فرق ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: يَبْضِي وَ يَذْمُرُنَا سے آخر تک تمام اشعار مجھے ابوزید انصاری
نے سنائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت ابن رواحہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن
عبدالطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ اشعار مجھے ابو
زید انصاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے سنائے:

بَكَتْ عَيْنِي وَ حَقَّ لَهَا بُكَاءُهَا وَ مَا يُغْنِي الْبُكَاءُ وَ لَا الْعَوِيلُ
میری آنکھ رو پڑی اور رونا اس کا حق بنتا ہے لیکن رونے اور واویلا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔
عَلَى أَسَدِ الْإِلَهِ غَدَاةَ قَالُوا أَحْزَمَةُ ذَاكُمُ الرَّجُلُ الْقَتِيلُ
” (میری آنکھیں) شیر خدا پر اس روز (رو پڑیں) جب لوگوں نے کہا کیا یہ مقتول آدمی حمزہ

ہیں؟“

أَصِيبَ الْمُسْلِمُونَ بِهِ جَمِيعًا هُنَاكَ وَ قَدْ أَصِيبَ بِهِ الرَّسُولُ
آپ کے قتل سے سب مسلمانوں کو تکلیف پہنچی اور خود رسول اکرم ﷺ کو بھی تکلیف پہنچی۔

أَبَا يَعْلَى لَكَ الْآرْكَانُ هُذَّتْ وَ أَنْتَ الْمَاجِدُ الْبَرُّ الْوَصُولُ
”اے ابو یعلیٰ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت) آپ کے تمام اعضاء کاٹ دیے گئے

حالانکہ آپ ایک شریف، نیک اور ہر ایک سے تعلق رکھنے والے آدمی تھے۔

عَلَيْكَ سَلَامٌ رَبِّكَ فِي جَنَّاتٍ مُخَالِطُهَا نَعِيمٌ لَا يَزُولُ
”آپ پر آپ کے رب کی طرف سے ان جنتوں میں سلام پہنچے جن میں لازوال نعمتیں ملتی
رہیں گی۔“

أَلَا يَا هَاشِمَ الْأَخْيَارِ صَبْرًا فَكُلُّ فَعَالِكُمْ حَسَنٌ جَمِيلٌ
”اے قبیلہ ہاشم میں سب سے بہتر فرد صبر کر، تمہارا ہر کام نہایت حسین و جمیل ہے۔“
رَسُولُ اللَّهِ مُصْطَفًى كَرِيمٌ بِأَمْرِ اللَّهِ يَنْطِقُ إِذْ يَقُولُ
”اللہ کے رسول ﷺ صابر اور کریم ہیں، وہ جب بھی کچھ فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم
کے ساتھ ہی بولتے ہیں۔“

أَلَا مَنْ مَّبْلَغُ عَنِّي لَوْثًا فَبَعْدَ الْيَوْمِ دَالِلَةٌ تَذُولُ
”ارے کون شخص ہے جو میری طرف سے قبیلہ لوی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ آج کی جنگ کے
بعد ایک دوسری جنگ کی نوبت آکر رہے گی۔“

وَقَبْلَ الْيَوْمِ مَا عَرَفُوا وَذَاقُوا وَ قَالِعْنَا بِهَا يُشْفَى الْغَلِيلُ
”اور آج کی جنگ سے پہلے (غزوہ بدر میں) جو کفار نے ہمیں خوب پہچان لیا اور ہمارے
مقابلے کا مزہ چکھ لیا (وہ بھی پہنچا دے) اس جنگ میں ہمارے تصادم سے پیاسوں کی پیاس
بجھائی جاتی رہی۔“

نَسِيتُمْ ضُرَبَنَا بِقَلْبٍ هَذِرٍ غَدَاةَ آتَاكُمُ الْيَوْمَ الْعَجِيزُ
”قلیب بدر کے پاس تم ہماری شمشیر زنی کو بھول گئے ہو جس روز موت تمہارے پاس بڑی
تیزی سے آرہی تھی۔“

غَدَاةَ قَوِيٍّ أَبُو جَهْلٍ صَرِيحًا عَلَيْهِ الطَّمْرُ خَالِيَةٌ تَجُولُ
”جس روز ابو جہل دھڑام سے گر کر ہلاک ہو گیا اور اس کے اوپر پرندے گھوم گھوم کر آ جا
رہے تھے۔“

وَعُتْبَةُ وَآبَتُهُ عَرَا جَوِيْعًا وَ شَيْبَةُ عَظْمُهُ السِّنْفُ الصَّقِيلُ
”اور عتبہ اور اس کا بیٹا دونوں زمین پر گر پڑے اور شیبہ کو بھی میٹل کی ہوئی تلوار نے کاٹ کر
رکھ دیا۔“

وَمَتَرَكْنَا أُمِّيَّةَ مُجْلَعِبًا وَفِي حَيْزُومِهِ لَذَنُ نَبِيلٍ
 ”اور ہم نے امیہ کو بھی زمین پر دراز کر دیا درآں حالیکہ اس کے سینے کے نچلے حصے میں ایک
 بہت بڑا نیزہ داخل تھا۔“

وَهَامَ بَنِي رَبِيعَةَ سَائِلُوهَا فَفِي أَسْيَافِنَا مِنْهَا قُلُولُ
 ”اور بنی ربیعہ کی کھوپڑیوں سے پوچھو، ان کو کاٹنے کی وجہ سے ہماری تلواروں میں دنداں
 پڑے ہوئے ہیں۔“

أَلَا يَا هِنْدُ قَابِكِي لَا تَمْلِي فَانْتِ الْوَالِهُ الْعَبْرِي الْهَبُولُ
 ”ارے اے ہند! اب خوب روؤ اور رونے سے نہ اکتا کیونکہ تو ہی شدت غم کی وجہ سے
 بڑے بڑے آنسو بہانے والی اور اپنے عزیزوں کو کھودینے والی ہے۔“

أَلَا يَا هِنْدُ لَا تُبْدِي شِمَاتًا بِحَزَنَةٍ إِنَّ عِزَّكُمْ ذَلِيلُ
 ”ارے، اے ہند! تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی کا اظہار نہ کر کیونکہ تمہاری
 عزت خاک میں مل چکی ہے۔“

غزوة احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

أَبْلَغُ قُرَيْشًا عَلَى نَائِبَهَا أَتَفَخَّرُ مِنَّا بِمَا لَمْ تَلِي
 ”(اے مخاطب!) قریش کے دور ہونے کے باوجود ان کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ کیا تم ہم
 سے ان باتوں میں فخر کر سکتے ہو جن کے تم (کفر کی وجہ سے) قریب بھی نہیں گئے۔“

فَخَرَّتُمْ بِقَتْلِي أَصَابَتْهُمْ فَوَاضِلُ مِنْ نِعَمِ الْمُفْضِلِ
 ”تم نے ان شہداء پر فخر کیا جنہیں صاحب فضل و کرم پروردگار کی نعمتوں میں سے بہترین
 نعمتیں مل چکی ہیں۔“

فَحَلُّوا جَنَانًا وَ أَبْقُوا لَكُمْ أَسُودًا تُحَامِي عَنِ الْأَشْبُلِ
 ”یہ شہداء جنتوں میں پہنچ چکے ہیں اور تمہاری خاطر ایسے شیروں کو چھوڑ گئے ہیں جو اپنے
 بچوں کا پورا دفاع کرتے ہیں۔“

تُقَاتِلُ عَنْ دِينِهَا وَسُطْهَا نَبِيٌّ عَنِ الْحَقِّ لَمْ يَنْكُلِ
 ”جو اپنے دین کے دفاع میں لڑتے ہیں، ان کے درمیان وہ نبی موجود ہیں جو حق سے ایک

قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

رَمَتْهُ مَعْدُ بَعُورِ الْكَلَامِ وَ نَبِلِ الْعَدَاوَةِ لَا تَأْتِلِي
”قبیلہ معد کے لوگوں نے ان پر فحش کلامی اور عداوت کے تیر برسائے جنہوں نے ذرا
کو تا ہی نہ کی۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ شعر لَمْ تَلِيْ اور یہ شعر مِنْ نِعَمِ الْمُفْضِلِ مجھے ابوزید انصاری
نے سنائے۔

غزوہ احد کے متعلق ضرار کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یوم احد کے بارے میں ضرار بن خطاب نے یہ اشعار کہے:
مَا بَالُ عَيْنِكَ قَدْ أَزْدَى بِهَا الشَّهْدُ كَأَنَّمَا جَالَ فِي أَحْفَانِهَا الرَّمْدُ
”(اے شاعر!) تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ بے خوابی نے اسے عیب دار کر دیا ہے، یوں لگتا
ہے اس کے پوٹوں میں آشوب چشم حرکت کر رہا ہے۔“

أَمِنْ فِرَاقِ حَبِيبٍ كُنْتُ تَأَلَّفُهُ قَدْ حَالَ مِنْ دُونِهِ الْإِعْدَاءُ وَالْبَعْدُ
”کیا ایسا اس دوست کی جدائی کی وجہ سے ہوا جس سے تو الفت کرتا تھا اور اب جس سے
ملنے میں دشمن اور دوری حائل ہو گئی ہے؟“

أَمْ ذَاكَ مِنْ شَغَبِ قَوْمٍ لَا جَدَاءَ بِهِمْ إِذَا الْحُرُوبُ تَلَطَّطَتْ نَارُهَا تَقْدُ
یابہ اس قوم کے فتنہ و فساد کی وجہ سے ہے جن میں اس وقت کوئی منفعت نہ تھی جب جنگوں کی
آگ کے شعلے بھڑک کر مشتعل ہو رہے تھے۔“

مَا يَنْتَهَوْنَ عَنِ الْغَيِّ الَّذِي رَكِبُوا وَ مَا لَهُمْ مِنْ لُؤْيٍ وَيَحْتَمُّ عَضْدُ
”جس گمراہی کے یہ مسلمان مرتکب ہو چکے ہیں اس سے باز نہیں آئے حالانکہ ان کا براہو،
انہیں قبیلہ لوی کی امداد بھی حاصل نہیں۔“

وَ قَدْ نَشَدْنَاهُمْ بِاللَّهِ قَاطِبَةً فَمَا تَرُدُّهُمْ إِلَّا رَحَامُ وَالنِّشْدُ
ضرار کے اشعار

قصیدہ دالیہ میں ضرار کا قول ہے: يَكْبُوا فِي جَدِيَّتِهِ۔ جدیہ کا معنی ہے خون۔ اس کا قول
ہے تَعْلَبُ جَسِدُ۔ تعلب سے مراد نیزے کا وہ سرا ہے جو پھل میں لگایا جاتا ہے۔ اور جسد جساد سے
مشتق ہے اس کا معنی ہے خون آلود۔

”اور ہم نے ان سب کو اللہ تعالیٰ کی قسمیں بھی دلوائیں لیکن ان لوگوں کو نہ رشتہ داریاں واپس لاتی ہیں اور نہ قسمیں۔“

حَتَّىٰ إِذَا مَا آبَوْا إِلَّا مُحَارَبَةً وَاسْتَحْصَدَتْ بَيْنَنَا الْاَضْغَانُ وَالْحِقْدُ
”یہاں تک کہ جب انہوں نے باہمی لڑائی کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا اور ہمارے درمیان بغض اور کینے خوب پختہ ہو گئے۔“

سِرْنَا إِلَيْهِمْ بِجَمِيشٍ فِي جَوَانِبِهِ قَوَانِسُ الْبَيْضِ وَالْمَحْبُوكَةُ السُّرْدُ
”تو ہم ان کی طرف ایک ایسا لشکر لے کر چلے جس میں ہر طرف اونچے اونچے خود اور مضبوط بنی ہوئی زرہیں تھیں۔“

وَالْجُرْدُ تَرَفُّلٌ بِالْاَبْطَالِ شَاذِبَةٌ كَانَتْهَا جِدًّا فِي سَمْرِهَا تُودُّ
”اور ایسے کم مو بہترین گھوڑے تھے جو بہادروں کے لئے اس طرح ناز سے چل رہے تھے گویا وہ چیلیں ہیں جن کی چال میں سستی اور نرمی پائی جاتی ہو۔“

جَمِيشٌ يَقُودُهُمْ صَخْرٌ وَ يَرَأُسُهُمْ كَانَتْ لَيْثٌ غَابَ هَاصِرٌ خَرْدُ
”وہ ایسا لشکر تھا جس کی قیادت اور سرداری صخر (ابوسفیان) کر رہا تھا، گویا وہ ایسا شیر تھا جو اپنی کچھار میں غضبناک ہوتے ہوئے شکار کو چیر پھاڑ کر کھا رہا ہو۔“

فَآهَرَدَ الْحَمِينَ قَوْمًا مِّنْ مُّنَادِيهِمْ فَكَانَ مِنَّا وَ مِنْهُمْ مُّلتَقَىٰ أَحَدُ
”پس موت اس قوم کو ان کے گھروں سے نکال لائی اور جبل احد ہمارے اور ان کے درمیان میدان جنگ بن گیا۔“

فَقُودَرَتْ مِنْهُمْ قَتْلَىٰ مُجَدِّلَةٌ كَالْعُزْرِ اَصْرَدَةٌ بِالْصُرْدَحِ الْيُودُ
”پھر مسلمانوں کے مقتول آدمی زمین پر چھوڑ دیے گئے جو ان کہریوں کی مانند لگ رہے تھے جنہیں سخت سردی نے پتھریلی زمین پر انتہائی ٹھنڈا کر دیا ہو۔“

قَتْلَىٰ يَرَامُ هُوَ النَّجَارِ وَسُطُهُمْ وَ مُضْعَبٌ مِّنْ قَنَاقَا حَوْلَهُ يَصْدُ
”وہ مقتول شریف لوگ تھے جن کے درمیان بنی نجار بھی تھے اور مضعب بھی، جن کے ارد

شاعر کا قول ہے: الْاَضْغَانُ وَالْحِقْدُ۔ ضرورت کی بناء پر قاف کو کسرہ کے ساتھ حرکت دی۔ اگر دال پر سکون کے ساتھ وقف کی جاتی اور یہ اسم محل جر میں ہوتا تو وقف میں کسرہ زیادہ بہتر ہوتا، جیسا کہ کسی نے کہا وَاضْطَفَانَا بِالْوَجَلِ يَعْنِي الْوَجَلُ۔

گرد ہمارے ٹوٹے ہوئے نیزوں کے ٹکڑے پڑے تھے۔

وَ حَزَنَةُ الْقَرْمِ مَضْرُوعٌ تُطِيفُ بِهِ فُكْلِي وَ قَدْ حَزَّ مِنْهُ الْآنْفُ وَالْكَبْدُ
”اور حمزہ جیسے سردار بھی بچھاڑے پڑے تھے جن کے ارد گرد بچے کھودینے والی عورت چکر لگا رہی تھی درآں حالیکہ ان کی ناک اور کلیجہ کاٹ دیا گیا تھا۔“

كَأَنَّهُ جِئْنَ يَكْبُو فِي حَدِيثِهِ تَحْتَ الْعَبَاجِ وَ فِيهِ تَغَلَّبَ حَسِدُ
”جب حمزہ گردوغبار کے نیچے اپنے خون کے راستے میں اوندھے منہ گرے پڑے تھے اور ان کے جسم میں ایک نیزہ داخل تھا جس پر خون جما ہوا تھا تو اس وقت یوں معلوم ہوتا گویا
خَوَارِ ذَلَبٍ وَ قَدْ وَلِيَ صَحَابَتُهُ كَمَا تَوَلَّى النِّعَامُ الْهَارِبُ الشُّرُودُ
اوشنی کا بچہ ہے جس کے ساتھی اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ہیں جس طرح بد کے ہوئے شتر مرغ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں۔“

مُجْلِحِينَ وَ لَا يَلُودُونَ قَدْ مَلِنُوا رُعْبًا فَتَجَتَّهُمُ الْعَوَصَاءُ وَالْكُودُ
”بڑے عزم ممیم سے بھاگ رہے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے، ان پر رعب طاری ہو گیا پھر انہیں ایک پیچیدہ دشوار گزار گھائی نے نجات بخشی۔“

تَبَكَّى عَلَيْهِمْ يَسَاءَ لَا بُعُولَ لَهَا مِنْ كُلِّ سَالِبٍ آتَوَاهَا قِدْدُ
یوہ عورتیں ماتمی لباس پہنے ان پر رو رہی تھیں جنہوں نے اپنے کپڑے چاک کر رکھے تھے۔
وَ قَدْ تَرَكْنَاهُمْ لِلظَّمْرِ مَلْحَمَةً وَلِلضَّبَاعِ إِلَى أَحْسَادِهِمْ قَبْدُ
”اور ہم نے ان کو پرندوں اور بھجوں کے لئے مردے پھینکنے کی جگہ پر چھوڑ دیا جو ان کے جسموں کی طرف آکر ان کا گوشت لوچ رہے تھے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر ان اشعار کی ضرائح کی طرف بہت کالکار کرتے ہیں۔
احد کے روز ابو زعنہ کا رجز

علامہ ابن اسحاق نے کہا: بنی جشم بن خزرج کے فرد ابو زعنہ بن عبد اللہ بن عمرو بن عتبہ نے
احد کے روز یہ رجز پڑھا:

شاعر کا قول ہے: الْعَوَصَاءُ وَالْكُودُ۔ العوصاء سے مراد دشوار گزار زمین کی زمین ہے اور الکود عقبة کؤود کی جمع ہے، یہ پیچیدہ گھائی کو کہتے ہیں۔

أَنَا أَبُو زَعْنَةَ يَعْدُو بِي الْهَزْمُ لَمْ تُنْعِمِ الْمَخْزَاةُ إِلَّا بِأَلَا لَمْ
يَخْيِي الدِّمَارَ خَزَرَجِي مِّنْ جُشَمٍ

”میں ابو زعنہ ہوں، میرا ہزم نامی گھوڑا مجھے لیے دوڑا جا رہا ہے، تکلیف اٹھا کر شہداء کا مقابلہ کیے بغیر ذلت و رسوائی سے بچا نہیں جاسکتا۔ قبیلہ جشم کا ایک خزرجی آدمی اپنے حقوق کی پوری حفاظت کرتا ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یوم احد کا رجز

حضرت علامہ ابن اسحاق نے کہا: یہ رجز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا: احد کے روز یہ رجز کسی مسلمان نے کہا نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ جیسا کہ بعض علمائے شعر نے مجھے بتایا اور میں نے ان میں سے کوئی بھی نہیں دیکھا جو یہ کہتا ہو کہ یہ اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں:

لَا هُمْ إِنَّ الْحَارِثَ بْنَ الصِّتَّةِ كَانَ وَفِيًّا وَبَنًا ذَا ذِمَّةٍ
اے اللہ! بے شک حارث بن صمہ ایک وفادار شخص تھا اور ہماری ذمہ داری پوری کرنے والا تھا۔
أَقْبَلَ فِي مَهَامِهِ مُهِنَةٌ كَلِيلَةٌ ظُلْمَاءٌ مَذْلُومَةٌ
”وہ سخت تاریک راتوں کی مانند بڑے بڑے چٹیل میدان طے کر کے آیا۔“

بَيْنَ سُيُوفٍ وَرِمَاحٍ جَنَّةٌ يَبْغِي رَسُولَ اللَّهِ فِيمَا لَمَّةٌ
”بے شمار تلواروں اور نیزوں کے درمیان وہ رسول اللہ ﷺ کی جستجو میں وہاں پہنچا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا قول ”کليلة“ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

احد کے روز عکرمہ کا رجز

علامہ ابن اسحاق نے کہا: احد کے روز عکرمہ بن ابی جہل نے یہ رجز پڑھا:

كُلُّهُمْ يَزْجُرُهُ أَرْحَبُ هَلَا وَ لَنْ يَرَوْهُ الْيَوْمَ إِلَّا مُقْبِلًا
يَخِيلُ رُمَحًا وَ رَنْسًا جَحْفَلًا

”وہ سب اس گھوڑے کو اَرْحَبُ هَلَا (ادھر آ) کہہ کر جھڑک رہے تھے لیکن آج وہ اس کی

عکرمہ کا رجز

عکرمہ کا قول ہے اَرْحَبُ هَلَا۔ اس لفظ سے گھوڑوں کو جھڑکا جاتا ہے۔ اسی طرح حَقِطُ وَ

صرف یہی حالت دیکھیں گے کہ وہ اپنی پیٹھ پر ایک نیزہ اور ایک عظیم الشان سردار کو اٹھائے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

احد کے روز بنی عبدالدار کے مقتولوں کے مرثیہ میں اعشی تمیمی کے اشعار
اعشی بن زرارہ بن نباش تمیمی نے یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ بنی تمیم کی شاخ
بنی اسد بن عمرو بن تمیم کا ایک فرد ہے جو احد کے روز بنی عبدالدار کے قتل ہونے والے لوگوں کا
مرثیہ کہتا ہے:

حَتَّىٰ مِنْ حَتَّىٰ عَلَىٰ نَائِيهِمْ بَنُو أَبِي طَلْحَةَ لَا تُصْرِفُ
”ابو طلحہ کے بیٹوں کے دور ہونے کے باوجود انہیں قبیلے کی جانب سے سلام پہنچے جسے لوٹایا
نہیں جاسکتا۔“

يَمُرُّ سَاقِيَهُمْ عَلَيْنِهِمْ بِهَا وَ كُلُّ سَاقٍ لَهُمْ يُعْرِفُ
یہ سلام لے کر ان کا ساقی ان کے پاس سے گزرتا ہے اور ان کا ہر ساقی خوب جانا پہچانا ہے۔
لَا جَادُهُمْ يَشْكُو وَ لَا ضَيْفُهُمْ مِنْ دُونِهِ بَابٌ لَهُمْ يَصْرِفُ
”نہ ان کا کوئی پڑوسی شکایت کرتا ہے نہ ان کا کوئی مہمان اور نہ ان کا کوئی دروازہ اس کے
لئے بند کیا جاتا ہے۔“

اور عبد اللہ بن زبیری نے احد کے روز یہ اشعار کہے:

قَتَلْنَا ابْنَ جَحْشٍ فَاعْتَبَطْنَا بِقَتْلِهِ وَ حَمَزَةٌ فِي فُرْسَانِهِ وَابْنٌ قَوَّلٍ
”ہم نے ابن جحش کو قتل کیا اور اس کے قتل سے ہمیں بہت خوشی ہوئی اور حمزہ کو ہم نے اس
کے سواروں کے درمیان قتل کیا نیز ابن قوئل کو بھی قتل کیا۔“

وَ افْلَتْنَا مِنْهُمْ رِجَالٌ فَاسْرَعُوا فَلَمَّتْهُمْ عَاجُوا وَ لَمْ نَتَعَجَّلِ
”ان کے کچھ آدمی ہم سے بچ نکلے اور تیزی سے بھاگ گئے۔ کاش وہ ذرا اور ٹھہرتے اور ہم
جلد بازی سے کام نہ لیتے۔“

اقْلَمُوا لَنَا حَتَّىٰ تَعَصُّ سُمُوفُنَا سَرَاتَهُمْ وَ كُنَّا غَمْرُ غَزَلٍ
”وہ ہمارے سامنے ٹھہرے تاکہ ہماری تلواریں ان کے سرداروں کو کاٹ کر رکھ دیں اور ہم
سب مسلح تھے۔“

هَقَطَ اُورْهَبُ وَ سَقَبُ کے الفاظ سے بھی گھوڑوں کو جھڑکا جاتا ہے۔

وَحَتَّى يَكُونَ الْقَتْلُ فِينَا وَ فِيهِمْ وَ يَلْقَوُا صَبُوحًا شَرَّةً غَيْرُ مُنْجَلِيٍّ
 ”اور تا کہ ہمارے اور ان کے درمیان خوب قتل و غارت ہو اور وہ اس موت کا جام پی لیں
 جس کا شر واضح نہیں ہوتا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ شعر ”وکلنا“ اور یہ شعر ”ويلقوا صبوحا“ غیر ابن اسحاق سے
 مروی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اشعار
 علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی
 حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہتے ہوئے یہ اشعار کہے:

أَسْأَلُ أَصْحَابَ أَحَدٍ مَخَافَةً بَنَاتِ أَبِي مِنْ أَعْجَمٍ وَ عَجِيزٍ
 ”کیا میری بہنیں خوف کے مارے اصحاب احد میں سے ہر بے خبر اور باخبر آدمی سے پوچھ
 رہی ہیں؟“

فَقَالَ الْخَبِيرُ إِنَّ حَزَّةَ قَدْ قَوِي وَذَرُّ رَسُولِ اللَّهِ عَجِيزٌ وَذَرُّ
 ”تو (سنو) باخبر شخص نے بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین وزیر حضرت حمزہ رضی اللہ
 عنہ جاں بحق ہو گئے ہیں۔“

دَعَا إِلَهَ الْحَقِّ ذُو الْعَرْشِ دَعْوَةً إِلَى جَنَّةٍ يُحْيَا بِهَا وَ سُورِدِ
 عرش کے مالک معبود حقیقی نے انہیں سرور اور جنت کی طرف بلا لیا جہاں وہ زندہ رہیں گے۔
 قَدْ لِكَ مَا كُنَّا نَرْجِي وَ نَرْجِي لِحَزَّةٍ يَوْمَ الْحَشْرِ عَجِيزٌ مَصِيرٌ
 ”تو یہ وہ چیز ہے جس کی ہم سب لوگ اپنے لئے آرزو کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی آرزو
 دلاتے ہیں، حشر کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے بہترین ٹھکانہ ہوگا۔“

فَوَاللَّهِ لَا أَسَاكَ مَا هَبَّتِ الصُّبَا بُكَاءٌ وَ حُزْنًا مَخْطَرِيٍّ وَ مَسِيرِيٍّ
 ”پس قسم بخدا جب تک باد صبا چلتی رہے گی میں تمہیں نہ بھولوں گی، سفر و حضر میں غمزدہ رہ کر
 روتی رہوں گی۔“

عَلَى أَسَدِ اللَّهِ الْيَمِينِ تَنَانٌ مِذْرَاهَا يَكْدُودُ عَنِ الْإِسْلَامِ كُلُّ كَفُودٍ
 ”اللہ تعالیٰ کے اس شیر پر (روتی رہوں گی) جو اپنی زبان اور تلوار سے اپنی قوم کا دفاع
 کرنے والا تھا اور ہر کافر سے اسلام کی مدد لے کر لڑتا تھا۔“

قَالَتِ شَلَوِيْ عِنْدَ ذَاكَ وَ اَعْظِيْ لَدَى اَضْبَعٍ تَعْتَادُنِيْ وَ نُسُوْرُ
”ہائے کاش! میرا بقیہ جسم اور میری ہڈیاں بھی ان بجوؤں اور گدھوں کے پاس چلے جاتے
جو مڑ میرا گوشت کھاتے رہتے۔“

اَقُوْلُ وَ قَدْ اَعْلَى النَّعْيِ عَشِيْرَتِيْ جَزَى اللّٰهُ حَيْرًا مِنْ اَخٍ وَ نَصِيْرٍ
”میرے خاندان والوں نے آہ و بکا کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کیں جبکہ میں ایسی حالت
میں کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی اور مددگار کو جزائے خیر عطا فرمائے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ قول مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے: بُكَاءٌ وَ حُزْنًا
مَحْضَرِيٌّ وَ مَسِيْرِيٌّ۔

شمال کے مرثیہ میں نعم کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: احد کے روز شمال بن عثمان مارا گیا، اس کی بیوی نعم نے اس کا یہ
مرثیہ کہا:

يَا عَمَّنْ جُوْدِيْ بِفَيْضٍ غَيْرِ اِبْسَاسٍ عَلٰى كَرِيْمٍ مِّنَ الْفِتْيَانِ اَبَاسٍ
”اے آنکھ! بغیر کسی تکلیف کے اس شخص پر آنسوؤں کی سخاوت کر جو تمام نوجوانوں میں
نہایت شریف اور سخت جان تھا۔“

صَعْبُ الْبَدِيْهَةِ مَيُّوْنٌ نَّقِيْبَتُهُ حَمَالِ الْوَيْةِ رَغَابِ اَفْرَاسٍ
”جس کی پہلی رائے ہی مستحکم ہوتی اور جس کا ہر کام مسعود و بابرکت ہوتا، جو بہترین علمبردار
اور ماہر شہسوار تھا۔“

نعم کے اشعار

نعم کا قول ہے: يَا عَمَّنْ جُوْدِيْ بِفَيْضٍ غَيْرِ اِبْسَاسٍ۔ اِبْسَاس کا معنی ہے اونٹنی کا دودھ
زیادہ کرنے کے لئے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرنا۔ آپ اونٹنی کو (بلائے کے لئے) کہتے ہیں: بَسْ
بَسْ۔ پھر یہ معنی بلا تکلف بننے والے آنسوؤں کے لئے استعارۃ استعمال ہونے لگا۔

اس کا قول ہے: صَعْبُ الْبَدِيْهَةِ۔ یعنی اس کی فی البدیہہ کہی گئی بات کا بھی مقابلہ نہیں کیا جاسکتا
اور کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کی پورے غور و فکر اور سوچ بچار سے کہی ہوئی بات کا کوئی کیسے
مقابلہ کر سکتا ہے۔

”اَقُولُ لَنَا اَتَى النَّاعِي لَهُ جَزَعًا اَوْدَى الْجَوَادُ وَ اَوْدَى الْمَطْعَمُ الْكَاسِي“
 ”جب موت کی خبر لانے والے نے اس کی موت کی خبر دی تو میں گھبرا کر کہہ اٹھی بہت بڑا سختی
 ہلاک ہو گیا اور لوگوں کو کھلانے اور پہنانے والا ہلاک ہو گیا۔“

وَ قُلْتُ لَنَا خَلْتُ مِنْهُ مَجَالِسُهُ لَا يَبْعُدُ اللَّهُ عَنَا قُرْبَ شَتَائِسِ
 ”اور جب مجالس اس کے بغیر خالی ہو گئیں تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ شتاس کے قرب کو ہم سے
 دور نہ کرے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ لامیہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے:

بَكَتْ عَيْنِي وَ حَقَّ لَهَا بَكَاهَا وَ مَا يُغْنِي الْبُكَاءُ وَ لَا الْعَوِيلُ
 آپ نے مقصور کو اپنے مقام پر اور مدود کو اپنے مقام پر رکھا کیونکہ البکا مقصور غم اور دکھ کے معنی
 میں ہے اور اگر یہ مدود ہو تو آہ و زاری کے معنی میں ہے، آوازوں میں یہی قیاس ہے کہ وہ فَعَال کے
 وزن پر ہوں، چنانچہ آپ کے قول حَقَّ لَهَا بَكَاهَا کا معنی ہے ان کا غم اور دکھ ان کا حق ہے کیونکہ غم اور
 دکھ بغیر چیخ و پکار کے ہی متحقق ہوتا ہے۔ پھر کہا وَ مَا يُغْنِي الْبُكَاءُ وَ لَا الْعَوِيلُ یعنی نہ چیخ فائدہ دے
 سکتی ہے نہ پکار اور نہ کسی پر رونا نفع دے سکتا ہے۔ چنانچہ ہر کلمہ اپنے صحیح مقام پر واقع ہوا ہے۔

آپ کا قول ہے: حَقَّ لَهَا یعنی حَقَّ۔ یہ اصل میں فَعِل کے وزن پر حَقِيق ہے اور بَكَاهَا اس کا
 فاعل ہے نہ کہ مفعول اور جب آپ کسی فعل میں مبالغہ اور تعجب کا معنی پیدا کرنا چاہیں تو ضمہ فعل کے عین
 کلمہ سے فاء کلمہ کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ مثلاً آپ کہتے ہیں: حُسْنٌ زَيْدٌ یعنی حَسَنٌ جِدًّا زَيْدٌ
 بہت ہی خوبصورت ہے۔ اور اگر تعجب کے معنی کا ارادہ نہ ہو تو یا صرف ضمہ جائز ہوتا ہے یا صرف سکون
 جیسے کَبْرٌ زَيْدٌ وَ کَبْرٌ۔ لیکن کَبْرٌ صرف اس وقت کہتے ہیں جب تعجب کا ارادہ ہو۔ شاعر اخطل کا قول
 ہے:

فَقُلْتُ اقْتُلُوهَا عَنْكُمْ بِيْزَاجِهَا وَ حُبَّ بِهَا مَقْتُولَةٌ حِينَ تَقْتُلُ
 ”پس میں نے کہا اسے (یعنی شراب کو) اس کے مزاج کے ساتھ اپنے آپ سے قتل کر
 دو (یعنی دور کر دو) اور قتل کی جانے والی چیز سے اس وقت محبت کرنا کتنا حیران کن ہے جب اسے
 قتل کیا جا رہا ہو۔“

نعم کی تعزیت میں ابوالحکم کے اشعار

پھر اس کے بھائی ابوالحکم بن سعید بن ربیع نے اس کی تعزیت کرتے ہوئے یہ جوابی اشعار کہے:

إِقْنِي حَيَاءً لِّكَ فِي سِتْرٍ وَ فِي كَرِيمٍ فَإِنَّمَا كَانَ شَمْسٌ مِّنَ النَّاسِ
”پردے اور شرافت میں اپنی حیاء کی حفاظت کر، شمس آخر انسانوں میں سے ایک انسان ہی تھا۔“

لَا تَقْتُلِي النَّفْسَ إِذْ حَانَتْ مَنِيَّتُهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ يَوْمَ الرُّوْعِ وَالْبَاسِ
”تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر جبکہ گھبراہٹ اور سختی کے روز اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کی موت کا وقت قریب آگیا۔“

قَدْ كَانَ حَمْزَةً لِّثَلَاثَةِ فَاصْطَبِرِيْ فَذَا قَ يَوْمِنَا مِنْ كَأْسِ شَمْسِ
”حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تو اللہ کے شیر تھے، آخر انہوں نے بھی اس روز شمس والے جام کا مزہ چکھا تھا، اس لئے تو صبر و ضبط سے کام لے۔“

احد سے واپسی کے بعد ہند کے اشعار

جب مشرکین احد سے واپس لوٹے تو ہند بنت عتبہ نے یہ اشعار کہے:

ایک اور شاعر سہم بن حنظلہ الغنوی نے کہا:

لَمْ يَنْعَمِ الْقَوْمُ مِنِّيْ مَا أَرَدْتُ وَ لَمْ أُعْطِيْهِمْ مَا أَرَادُوا حُسْنَ ذَا أَدَبَا
”قوم نے مجھ سے اس کام کو نہ روکا جس کا میں نے ارادہ کیا اور میں نے انہیں وہ چیز نہ دی جو وہ چاہتے تھے۔ یہ کتنا اچھا ادب تھا۔“

یہ اصل میں حَسَن ہے۔ ایک اور شاعر نے کہا:

أَلَا حُبَّ بِالْبَيْتِ الَّذِي أَنْتَ زَائِرُهُ
”سنو! وہ گھر کتنا ہی پیارا ہے جس کی تو زیارت کرنے والا ہے۔“

شاعر نے بِالْبَيْتِ کہا اس میں اسی طرح تعجب کا معنی ہے جس طرح أَحِبُّ بِالْبَيْتِ میں ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

أَبَا يَعْلَى لَكَ الْآرْكَانُ هَذَتْ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یعلیٰ کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو یعلیٰ تھی۔ آپ کا اس کے سوا

رَجَعْتُ وَ فِي نَفْسِي بَلَابِلُ جَنَّةٍ وَ قَدْ فَاتَنِي بَعْضُ الَّذِي كَانَ مَطْلَبِي
 ”میں اس حالت میں واپس آئی کہ میرے دل میں بہت سے غم باقی رہ گئے اور میرے بعض
 وہ مقاصد پورے نہ ہو سکے

مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَ غَيْرِهِمْ نَبِيُّ هَاشِمٍ مِنْهُمْ وَ مِنْ أَهْلِ يَثْرِبِ
 جو میں ان اصحاب بدر سے پورے کرنا چاہتی تھی جن میں کچھ قریش، بنی ہاشم اور اہل یثرب
 شریک تھے۔

وَ لَكِنِّي قَدْ نِلْتُ شَيْئًا وَ لَمْ يَكُنْ كَمَا كُنْتُ أَرْجُو فِي مَسِيرِي وَ مَرَكَبِي
 ”لیکن میں نے اپنے کچھ مقاصد پورے کر لیے ہیں مگر اس قدر نہیں جس قدر میں اپنے سفر
 اور سواری پر چلتے ہوئے امید رکھتی تھی۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس کا یہ شعر مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے:
 وَ قَدْ فَاتَنِي بَعْضُ الَّذِي كَانَ مَطْلَبِي
 اور بعض علمائے شعر ان اشعار کی ہند کی طرف نسبت کا انکار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

کوئی بیٹا زندہ نہ رہا۔ یعلیٰ نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے چھوڑے پھر بقول مصعب ان کی نسل ختم ہو گئی۔
 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ بھی ہے۔ بعثت کے واقعات میں آپ کا ذکر اسی کنیت کے
 ساتھ پہلے گزر چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عمارہ آپ کی بیٹی تھی جس کی وجہ سے آپ کی یہ کنیت ہے۔ یہی وہ
 بیٹی ہے جس کے متعلق دارقطنی نے السنن میں ذکر کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایک آزاد کردہ
 غلام فوت ہو گیا۔ اس نے ایک بیٹی چھوڑی، اس کے نصف مال کی وہ وارث بنی اور بقیہ نصف مال کی
 وارث حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بنی۔ آپ نے سنن میں اس کا نام ذکر نہیں کیا، لیکن بکر بن
 علاء کی کتاب احکام القرآن میں اس کا نام ذکر ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ بھی مروی ہے کہ ولاء اس بیٹی کو
 حاصل تھی اور اس غلام کو آزاد کرنے والی وہی تھی نہ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

یومِ رجب کا بیان

۳ھ میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہم سے حضرت ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبد اللہ البکائی نے حضرت محمد بن اسحاق المطلبی کی روایت بیان کی، انہوں نے کہا مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا غزوہ احد کے بعد عضل اور قارہ کے چند آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

عضل اور قارہ کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا: عضل اور قارہ بنی ہون بن خزیمہ بن مدرکہ کی دو شاخیں ہیں اور ہاء کے ضمہ کے ساتھ ہون بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لوگوں میں اسلام کی رغبت پیدا ہو رہی ہے اس لئے ہمارے ساتھ اپنے اصحاب کا ایک گروہ بھیجے جو ہمیں دین سکھائیں، قرآن کریم پڑھائیں اور شرائع اسلامیہ سے آگاہ کریں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چھ اصحاب پر مشتمل ایک جماعت روانہ کی جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ۔

۲۔ بنی عدی بن کعب کے حلیف حضرت خالد بن بکیر اللیشی رضی اللہ عنہ۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت

علامہ ابن اسحاق نے عضل اور قارہ کے لوگوں کی غداری کا ذکر کیا۔ یہ دونوں بنی ہون کی شاخیں ہیں اور بنی ہون، ہون بن خزیمہ کے دو بیٹوں ریش اور شیع کی اولاد ہیں۔ قارہ کے معنی اور اس ضرب الشل کی وضاحت جو ان میں جاری ہوئی پہلے گزر چکی ہے اور قارہ حرہ (۱) ہے۔ ہم نے ان کی وجہ تسمیہ ذکر کر دی ہے۔

۱۔ حرہ ایک سیاہ پتھروں والی زمین ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ جلی ہوئی ہے۔

۳۔ بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے فرد حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاحق رضی اللہ عنہ۔

۴۔ بنی جحججی بن کلفہ بن عمرو بن عوف کے فرد حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ۔

۵۔ بنی بیاضہ بن عمرو بن زریق بن عبد حارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج کے فرد حضرت زید بن دثنہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ۔

۶۔ بنی ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس کے حلیف حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مرشد بن ابی مرشد الغنوی کو ان لوگوں کا امیر مقرر کیا۔ آپ ان لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب یہ لوگ حجاز کے اطراف میں ہدأة کے اوپر قبیلہ ہذیل کے ایک رجب نامی چشمے پر پہنچے تو ان لوگوں نے ان سے غداری کی۔ اور قبیلہ ہذیل کے لوگوں سے مسلمانوں کے خلاف خفیہ بات چیت کی۔ مسلمان اپنے خیموں میں بے فکر بیٹھے تھے، البتہ چند آدمیوں کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جو ان کا پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تلواریں تھام لیں۔ اس پر وہ کہنے لگے قسم بخدا! ہم تم کو قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے، بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہیں اہل مکہ کے حوالے کر کے ان سے کچھ رقم بٹور لیں۔ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کا عہد اور میثاق دیتے ہیں کہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کریں گے۔

حضرات مرشد، ابن بکیر اور عاصم رضی اللہ عنہم کی شہادت

حضرات مرشد بن ابی مرشد، خالد بن بکیر اور عاصم بن ثابت نے تو انہیں دو ٹوک جواب دیا: **وَاللّٰهِ لَا نَقْبَلُ مِنْ مُّشْرِكٍ عَهْدًا وَلَا عَقْدًا أَبَدًا۔** ”بخدا ہم کسی مشرک سے عہد و پیمان قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔“ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہے:

صاحب سیرت نے ذکر کیا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اصحاب چھ تھے اور جامع صحیح بخاری میں ہے کہ وہ دس تھے۔ یہی اصح ہے۔ واللہ اعلم۔

صاحب سیرت نے ان چھ کے اسماء بھی ذکر کیے ہیں اور گزشتہ صفحات میں ان کے نسب بھی بیان کر دیے ہیں۔ جہاں تک حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ بنی جحججی بن کلفہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے فرد ہیں اور زید بن دثنہ بن معاویہ (کے والد کا نام) دثنہ سے مقلوب ہے اور دثن کا معنی ہے گوشت کا ڈھیلا پڑ جانا۔

مَا عَلَيَّ وَ اَنَا جَلْدُ نَابِلٍ وَالْقَوْسُ فِيهَا وَتَرَّ عُنَابِلُ
”میرے لئے کیا عذر ہے جب میں طاقتور ہوں اور میرا ترکش تیروں سے پر ہے، کمان مضبوط اور اس کا چلہ صحیح و سلامت ہے۔“

تَزِلُّ عَنْ صَفْحَتِهَا الْمَعَابِلُ الْمَوْتُ حَقٌّ وَالْحَيَاةُ بَاطِلُ
تیروں کے پھل اس کے پہلوؤں سے پھسل رہے ہیں۔ موت حق ہے اور زندگی باطل ہے۔
وَ كُلُّ مَا حَمَّ الْاِلَٰهُ نَازِلٌ بِالْمَرِّ وَالْمَرُّ اِلَيْهِ اَنِلُ
اِنْ لَمْ اَقَاتِلْكُمْ فَاَمَيُّ هَابِلُ

”اور اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کر دیا ہے وہ انسان پر ہو کر رہے گا اور ہر انسان کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔ (اے مشرک!) اگر میں تم سے جنگ نہ کروں تو میری ماں کا پتہ مرے۔“
علامہ ابن ہشام نے کہا: ہَابِلُ کا معنی ہے بیٹے کی وفات پر رونے والی ماں۔
حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر بھی کہے:

اَبُو سُلَيْمَانَ وَ رِيشُ الْمُقْعَدِ وَ ضَالَّةٌ مِثْلُ الْبَحِيْمِ الْمَوْقِدِ
”میں ابو سلیمان ہوں اور مقعد نامی شخص کے بنائے ہوئے تیر کی نوک ہوں اور ضالہ درخت

صاحب سیرت نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اور آپ کا یہ شعر ذکر کیا:

مَا عَلَيَّ وَ اَنَا جَلْدُ نَابِلٍ وَالْقَوْسُ فِيهَا وَتَرَّ عُنَابِلُ
عنابل کا معنی ہے مضبوط، گویا یہ عبالہ سے مشتق ہے جس کا معنی قوت ہے۔ اس میں نون زائدہ ہے۔ ایک سخت درخت کو بھی عبالہ کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک عبالہ درخت کا تھا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کا عصا جنت کے درخت مورد کی عمدہ ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا (1) اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ دو اصلوں سے مرکب ہو۔ یعنی الْعَنَنْ (سامنے آنے والی شے) اور النَّبْلُ (تیر) ہے۔ گویا اس کی کمان اپنا تیر اس نشانے کو بھی سیدھا مارتی ہے جو ایک جانب ہو جائے۔

صاحب سیرت نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا: اَبُو سُلَيْمَانَ وَ رِيشُ الْمُقْعَدِ۔

آپ کا قول ہے ”ابو سلیمان“ یعنی میں ابو سلیمان ہوں جو جنگوں میں مشہور و معروف ہوں اور

1۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے عصا، اس کی کیفیت، اس کے طول اور وصف کے متعلق بحث علم غیر نافع اور جہل غیر مضر ہے۔ اگر اس مسئلہ میں کوئی فائدہ ہوتا تو اس کا وصف اور شکل و صورت وغیرہ قرآن کریم میں یا نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس پر سنت صحیحہ میں بیان کی جاتی لیکن کتب تفسیر میں کہیں بھی اس کا بیان نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کو چھوڑ دیں۔

سے بنائی گئی کمان ہوں جو بھڑکتے ہوئے جہنم کی مانند ہوتی ہے۔“

إِذَا النَّوَاجِیْ افْتُرِشَتْ لَمْ أُرْعَدْ وَ مُجَنَّا مِنْ جِلْدٍ قَوْدٍ أَجْرَدٍ
وَ مُؤْمِنٌ بِمَا عَلَى مُحَمَّدٍ

”جب تیز رفتار اونٹنیوں پر سواری کی جاتی ہے تو میں خوفزدہ نہیں ہوتا اور میں بیل کی چکنی

میرے پاس ایک ایسا تیر ہے جس میں مقعد نامی شخص نے پر لگایا ہے۔ یہ شخص تیر بناتا تھا اور ان میں پر لگاتا تھا۔ اور ریش اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پر قابل تعریف ہو۔ اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک پر کا بطن دوسرے پر کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اور اللعاب اس کے برعکس ہوتا ہے کہ اس میں ایک پر کی پیٹھ دوسرے پر کی پیٹھ کی طرف ہوتی ہے۔ اسے ظہار بھی کہتے ہیں۔ یہ وہی لوام ہے جو لوم سے ماخوذ ہے اور لوم پر دار تیر کو کہتے ہیں۔ امرؤ القیس نے کہا:

كَرَّكَ لِأَمِينٍ عَلَى نَابِلٍ

روہ سے اس مصرع کا معنی پوچھا گیا۔ اس نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میری پھوپھی نے بیان کیا درآں حالیکہ وہ بنی دارم میں تھیں، انہوں نے کہا ایک مرتبہ امرؤ القیس علقمہ بن عبدہ کے ساتھ مل کر شراب پی رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تیرے اس شعر کا کیا معنی ہے: كَرَّكَ لِأَمِينٍ عَلَى نَابِلٍ اس نے کہا میں نابیل کے پاس سے گزرا درآں حالیکہ اس کا ایک ساتھی ایسا پر دار تیر پکڑا رہا تھا جس پر لوم اور ظہار کے پر لگے ہوئے تھے۔ میں نے اس سے زیادہ تیز چیز کبھی نہ دیکھی اور نہ اس سے زیادہ خوبصورت۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ تشبیہ دے دی۔ یہ حضرت ابو حنیفہ نے ذکر کیا ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا قول ہے وَضَالَةٌ یعنی وہ تیر جن کے دستے ضال درخت سے بنائے گئے ہوں اور ضال بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ شاعر ذوالرمہ کا قول ہے:

قَطَعْتُ إِذَا تَخَوَّفَتِ الْعَوَاطِيْ ضُرُوبَ السِّدْرِ عُبْرِيَا وَ ضَالًا

العُبری بیری کے وہ درخت ہیں جو دریاؤں کے کناروں پر اگتے ہیں اور ضال وہ درخت ہیں جو جنگل میں ہوتے ہیں اور العواطی ان مویشیوں کو کہتے ہیں جو موسم گرما میں گھوم کر درختوں کے پتے کھاتے ہیں۔ تو شعر کا معنی یہ ہوگا کہ میں نے ایسے وقت میں اس صحراء کو عبور کیا جب عواطی مویشی دریاؤں کے کنارے اگے ہوئے بیری اور ضال کے درختوں کی شاخوں کو کم کرنے لگے اور تَخَوَّفَتِ کا

کھال کی بنی ہوئی مجسم ڈھال ہوں اور (سیدنا) محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو وحی نازل

معنی ہے تَنَقَّضَتْ یعنی آہستہ آہستہ کسی چیز کا گھٹتے چلے جانا۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے: اَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ (النحل: 47) ”یا پکڑ لے انہیں (عذاب الہی) جبکہ وہ لاغر و نحیف ہو چکے ہوں“۔ صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ حجر بن ابی احباب وہ شخص ہے جس نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خریدا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حجر کے اخیانی بھائی حارث بن نوفل کو قتل کیا تھا اور معمر بن راشد نے کہا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا تھا کیونکہ آپ نے بدر کے روز ان کے باپ کو قتل کیا تھا۔ ان روایات کا مفہوم علامہ ابن اسحاق کے ذکر کردہ قول کے قریب قریب ہے۔

راوی کا قول ہے: ماویہ بنت حجر۔ اس میں ماویہ داؤد کے ساتھ ہے۔ اسے یونس بن بکر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اور آپ کے علاوہ دیگر رواۃ نے ابن اسحاق سے یہ لفظ راہ کے ساتھ ماریہ روایت کیا ہے۔ اور ابن ہشام کی روایت کے پرانے نسخوں میں یہ لفظ داؤد کے ساتھ مذکور ہے جس طرح ابن بکر نے روایت کیا ہے۔ اس اسم کے مادۂ اشتقاق کے بارے میں ہم نے اس کتاب کے شروع میں گفتگو کی ہے۔ لہذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ الْمَارِيَّة جب تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی گائے ہے اور جب یاء کی تشدید کے ساتھ ہو تو یہ نرم پروں والے بھٹ تیز کو کہتے ہیں۔ جس لڑکے کو اس نے چھری دی تھی، کہا گیا ہے کہ وہ ابو عیسیٰ بن حارث بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے۔ زبیر نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین کا دادا ہے جن سے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے الموطا میں روایت کی ہے۔

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ ابو میسرہ وہ شخص ہے جس نے پھانسی کے تختے پر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا تھا۔ یہ ابو میسرہ، عوف بن سباق بن عبدالدار کا بیٹا ہے۔ جس شخص نے اس کے ساتھ مل کر آپ کو نیزہ مارا وہ عقبہ بن حارث ہے جس کی کنیت ابوسرودہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوسرودہ اور عقبہ دونوں بھائی تھے جو اکٹھے مسلمان ہوئے اور عقبہ بن حارث کی صرف ایک حدیث ہے جو رضاعت اور اس میں ایک عورت کی گواہی کے متعلق ہے۔ اس کی یہ حدیث صحاح میں مشہور ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے کہا میں نے ابو احباب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ایک سیاہ فام عورت آئی اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پھر ساری حدیث ذکر فرمائی۔ اس میں دارقطنی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے کہا پھر ایک سیاہ فام عورت ہم سے کچھ مانگنے کے لئے آئی لیکن ہم نے اسے کچھ نہ دیا۔ وہ

ہوتی ہے اس پر ایمان بھی رکھتا ہوں۔“

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر بھی کہا:

أَبُو سُلَيْمَانَ وَ مِثْلِي دَامِي وَ كَانَ قَوْمِي مَعْشَرًا كِرَامًا

میں ابوسلیمان ہوں اور مجھ جیسا تیرا انداز کون ہے؟ اور میری قوم شریف لوگوں کا گروہ ہے۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسلیمان تھی۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے

جنگ کی یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے اور آپ کے دو ساتھی بھی شہید ہو گئے۔

شہد کی مکھیوں کے ایک غول کا حضرت عاصم کی نعش کی حفاظت کرنا

جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ آپ کا

سر کاٹ کر اسے سلافہ بنت سعد بن شہید کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ احد کے روز جب حضرت

عاصم رضی اللہ عنہ نے سلافہ کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا تھا تو اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ عاصم کا سر

حاصل کر سکی تو اس کی کھوپڑی کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پیے گی۔ لیکن جب شہد کی مکھیوں کا ایک

غول حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش اور ان کے درمیان حائل ہو گیا تو وہ کہنے لگے اس کی نعش کو

شام تک چھوڑ دو۔ جب شام کو مکھیاں اسے چھوڑ کر چلی جائیں گی تو ہم اس کا سر لے لیں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وادی میں سیلاب بھیج دیا جو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو بہا کر لے گیا۔

کہنے لگی قسم بخدا میں نے تم دونوں کو دودھ پلا رکھا ہے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس بات کا

تذکرہ کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ جھوٹی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے پوچھا وہ

کیسے؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس عورت کو طلاق دے دی اور اس نے ضریب بن حارث سے نکاح

کر لیا جس سے ام قتال پیدا ہوئی۔ یہ حضرت جبیر بن مطعم کی زوجہ اور ان کے بیٹوں محمد اور نافع بن جابر کی

ماں تھی۔ اور جس عورت کو حضرت عقبہ نے طلاق دی تھی اس کا نام غنیمۃ اور کنیت ام یحییٰ ہے۔ اس کا نام ابو

الحسن دارقطنی نے الموتلف والمختلف میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ابو عمر نے کتاب النساء میں اس کا ذکر نہیں کیا

اور جن لوگوں نے حدیث میں تالیفات کیں ان میں سے کثیر نے بھی اس کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔

صاحب سیرت نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا جب الذبیر نے آپ کی حفاظت کی۔

یہاں الذبیر سے مراد بھڑوں کا غول ہے اور الذبیر چھوٹی مکڑیوں کو کہتے ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے ماء

ذبیر (مکڑی کا پانی)۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے، انہوں نے کہا کبھی کبھی شہد کی مکھیوں کو دال کے فتحہ کے

ساتھ ذبیر کہا جاتا ہے اس کا واحد دبرۃ ہے۔ آپ نے کہا شہد کی مکھیوں کو محشر م بھی کہا جاتا ہے اس کا

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا تھا کہ نہ کوئی مشرک آپ کو ہاتھ لگائے گا اور نہ کبھی آپ کسی مشرک کے ناپاک جسم کو ہاتھ لگائیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ شہد کی مکھیوں کے ایک غول نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لغش کا دفاع کیا تو آپ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ بندہ مومن کی حفاظت فرماتا ہے، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ نہ کوئی مشرک آپ کو ہاتھ لگائے اور نہ آپ اپنی زندگی میں کبھی کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی حفاظت کی جس طرح آپ نے اپنی زندگی میں اپنی حفاظت کی۔

حضرات خبیب، ابن طارق اور ابن دثنہ کی قتل گاہ

جہاں تک حضرات زید بن دثنہ، خبیب بن عدی اور عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو یہ حضرات نرم اور کمزور پڑ گئے اور زندگی میں رغبت کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے آپ کو کفار کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے ان حضرات کو گرفتار کر لیا اور لے کر مکہ چلے گئے تاکہ انہیں وہاں فروخت کریں۔ جب یہ لوگ ظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ

اس لفظ سے کوئی واحد نہیں۔ یہ ابو عبید کی اصمعی سے روایت ہے اور اصمعی سے دیگر لوگوں کی روایت یہ ہے کہ اس کا واحد عَشْرَمَہ ہے اور شہد کی مکھیوں کے غول کو الْقَوْلُ بھی کہا جاتا ہے، اس کا کوئی واحد نہیں۔ اسی طرح الثُّوبُ اور اللُّوبُ بھی شہد کی مکھیوں کے نام ہیں۔ اللوب کے متعلق زبان بن قسور کی ایک حدیث ہے۔ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو وادی شوط میں اترتے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپ سے گفتگو کی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اِنَّمَا مَعَنَا لُوبًا لَنَا۔ یعنی ہمارے ہاں شہد کی مکھیوں کا ایک گروہ تھا جس کا چھتہ اور موم ہمارے ایک کنویں میں تھا۔ ایک آدمی آیا، اس نے دو پتھر ایک دوسرے کے ساتھ رگڑے، ان سے آگ نکالی اور اسے ایک چھڑی کے ساتھ سلگا دیا، پھر اس سے دھواں پیدا کیا اور اسے مکھیوں کی طرف اڑایا، ساری مکھیاں اڑ کر بھاگ گئیں۔ اس شخص نے اپنا مشوار (شہد نکالنے کا آلہ) کنویں میں لٹکایا۔ اس طرح اس نے شہد حاصل کی اور لے کر چلا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ سَرَقَ شِرًّا وَقَوْمٌ فَاضَرُّ بِهِمْ أَفَلَا تَبْعَثُمُ اثْرَةً وَ عَرَفْتُمُ خَبْرَةَ۔ وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جس نے کسی قوم کی شہد چوری کر کے انہیں نقصان پہنچایا، کیا تم نے اس کا تعاقب نہ کیا اور اس کی خبر نہ پہنچی؟ راوی فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک ایسی قوم سے جا ملا جن میں دفاع کی قوت تھی اور وہ ہمارے پڑوسی بنی ہذیل ہیں۔

عنہ نے رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا پھر اپنی تلوار بے نیام کر لی۔ یہ دیکھ کر کفار آپ سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کا مزار ظہران میں ہے، رحمہ اللہ۔ وہ لوگ حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دھنہ رضی اللہ عنہما کو مکہ لے آئے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: انہوں نے ان دونوں کو قریش کے ہاتھ بیچ دیا اور ان کے بدلے اپنے دو ہذلی قیدی رہا کر لیے جو پہلے سے مکہ میں اسیر تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بنی نوفل کے حلیف حمیر بن ابی اہاب تمیمی نے عقبہ بن حارث بن عامر بن نوفل کے لئے خرید لیا۔ ابو اہاب حارث بن عامر کا اخیانی بھائی تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت خبیب کو اپنے باپ کے بدلے قتل کرے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حارث بن عامر ابو اہاب کا ماموں ہے اور ابو اہاب بنی اسید بن عمرو بن تمیم کا فرد ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بنی تمیم کی شاخ بنی عدس بن زید بن عبد اللہ بن

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صَبْرَكَ صَبْرَكَ تَرِدُ نَهْرَ الْجَنَّةِ وَإِنْ سَعَتْهُ كَمَا بَيْنَ اللَّيْقَةِ وَالسَّحِيْقَةِ يَتَسَبَّبُ حَرًّا بِعَسَلٍ صَافٍ مِنْ قَدَاةٍ مَا تَقِيَا لُؤْبٌ وَلَا مَجْهٌ لُؤْبٌ "صبر کرو صبر کرو تم جنت کی نہر پر وارد ہو گے، بے شک اس کی چوڑائی اتنی ہے جتنا لقیقہ اور سحیقہ کے درمیان فاصلہ ہے، اس میں تنگوں سے صاف ستھرا شہد لگا تا رہ رہا ہے، کوئی شہد کی مکھی نہ اسے قے کرائے گی اور نہ منہ سے باہر لکھوائے گی۔ العیلم کنویں کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد شہد کی مکھیوں کا قبہ یا جھاڑی ہے جب شہد کی مکھیوں کی جگہ کسی پہاڑ کی دراڑ میں ہو تو اسے شقیقہ کہتے ہیں، اس کی جمع شقیقان آتی ہے اور ہر دھویں کو نحاس کہا جاتا ہے لیکن ایام صرف شہد کی مکھیوں کو دیے جانے والے دھویں کو کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے آمَهَا يَنْوُمُهَا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص شہد کی مکھیوں کو دھواں دے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

حضرت حمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شہادت کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے کا طریقہ رائج کیا۔ راوی کا قول ہے کہ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ دو نفل سنت جاریہ ہیں۔ حضرت حمیر بن عدی بن ادبر نے بھی اسی طرح کیا تھا جب انہیں حضرت معاویہ رحمہ اللہ نے قتل کیا تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ زیاد نے مصرہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک

دارم کافر دہے۔

رسول کریم ﷺ کے لئے ابن دھنہ کی وفاداری کی مثال

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت زید بن دھنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تاکہ آپ کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کرے۔ اس نے آپ کو اپنے ایک نسطاس نامی آزاد کردہ غلام کے ساتھ مقام تنعیم بھیج دیا۔ وہ آپ کو قتل کرنے کے لئے حدود حرم سے باہر نکال لائے۔ وہاں قریش کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔ جب حضرت زید کو قتل کرنے کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے آپ سے پوچھا:

اَتَشُدُّكَ اللّٰهَ يَا زَيْدُ، اَتُحِبُّ اَنْ مُحَمَّدًا عِنْدَنَا الْاَنَ فِي مَكَانِكَ نَضْرِبُ عَنْقَهُ وَ اَنْتَ فِيْ اَهْلِكَ؟

”اے زید! اللہ کے واسطے مجھے صحیح صحیح بتاؤ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت تیری جگہ محمد (فداہ روتی الف الف مرۃ) ہوتے، ہم ان کی گردن مار دیتے اور تم بخیر و عافیت اپنے اہل و عیال میں ہوتے۔“

آپ نے جواب دیا:

وَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنْ مُحَمَّدًا الْاَنَ فِيْ مَكَانِيْهِ الَّذِيْ هُوَ فِيْهِ تُصِيبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيْهِ وَ اَنْتَ جَالِسٌ فِيْ اَهْلِيْ۔

”بخدا میرے لئے تو یہ امر بھی ناقابل برداشت ہے کہ میرے آقا جہاں اس وقت تشریف

خط لکھا جس میں ذکر کیا کہ حضرت حجر اور آپ کے ساتھیوں نے بادشاہ کے خلاف خروج کر دیا ہے اور انہوں نے مسلمانوں کی لاشیں توڑ دی ہے۔ اس نے اس خط کے ساتھ ایک اقرار نامہ بھی بھیجا جس میں ستر آدمیوں کی گواہی تھی، جن میں حضرات حسن بن ابی حسن بھری، ابن سیرین، ربیع بن زیاد اور اکابر تابعین کی ایک جماعت شامل تھی جن کا ذکر علامہ طبری نے کیا ہے وہ زیاد کے اس دعویٰ کی گواہی دے رہے تھے کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے اس کے خلاف خروج کیا ہے۔ حضرت حجر رحمہ اللہ ظلم کے شدید مخالف تھے اور امراء پر بہت غضبناک تھے۔ آپ نے زیاد کے چند ظالمانہ اقدامات کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے خلاف خروج کیا، لیکن آپ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کا ارادہ نہ تھا۔ چنانچہ جب حضرت حجر رحمہ اللہ کو آپ کے پانچ ساتھیوں کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے کہا: السلام علیک یا امیر المؤمنین۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ

فرما ہیں، میرے آقا کے پاؤں کے تلوے میں کاٹنا چھو اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔“
راوی فرماتے ہیں ابوسفیان کہنے لگا:

”مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَدًا يُحِبُّ أَحَدًا كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا۔“
”میں نے کسی آدمی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (ﷺ) کے صحابہ کو محمد (ﷺ) سے محبت کرتے دیکھا ہے۔“

پھر نسطاس نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کی دعا کا بیان

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی نوح نے بیان کیا کہ انہیں حجر بن ابی اہاب کی آزاد کردہ لونڈی ماویہ جو اسلام لا چکی تھی، کے متعلق بتایا گیا کہ اس نے کہا: حضرت خبیب میرے پاس میرے گھر میں قید تھے۔ ایک روز میں ان کے پاس گئی، ان کے ہاتھ میں آدمی کے سر کی مثل انگوروں کا ایک بہت بڑا گچھا تھا، وہ اس کو کھا رہے تھے حالانکہ میں نہیں جانتی تھی کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی زمین میں کہیں انگور ہوں جنہیں کھایا جا رہا ہو۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبداللہ بن ابی نوح دونوں نے بیان کیا کہ ماویہ نے کہا: جب آپ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے فرمایا میری طرف ایک استرا بھیج دینا تاکہ شہادت کے لئے میں اس کے ساتھ (موئے زیر ناف کی) صفائی کر لوں۔ ماویہ کہتی ہیں میں نے محلے کے ایک لڑکے کو استرا دیا اور اسے کہا یہ استرا گھر میں

سے کہا: کیا میں مومنین کا امیر ہوں؟ پھر آپ نے انہیں قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اس وقت حضرت حجر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نفل ادا کیے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: اے معاویہ! کیا تم حضرت حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق اللہ سے نہ ڈرے؟ آپ نے کہا کیا میں نے انہیں قتل کیا ہے؟ انہیں ان لوگوں نے قتل کیا جنہوں نے ان کے خلاف گواہی دی۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے زیادہ گفتگو کی تو آپ نے ان سے کہا: تم میرے اور حجر کے معاملہ کو چھوڑ دو، میں کل قیامت کے روز اس سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تجھ سے ابوسفیان کا حکم کہاں غائب ہو گیا؟ آپ نے جواب دیا: وہ اس وقت سے غائب ہو گیا ہے جب سے آپ جیسے لوگ میری قوم سے غائب ہو گئے ہیں۔

اس شخص کو دے آؤ۔ آپ کہتی ہیں میرا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ لڑکا استرا دے کر واپس آ جائے لیکن پھر میں نے سوچا یہ میں نے کیا کیا، خدا کی قسم اب وہ شخص اس لڑکے کو قتل کر کے اپنا بدلہ لے لے گا اور یوں آدمی کے بدلے آدمی کا حساب ہو جائے گا۔ پھر جب لڑکے نے انہیں استرا دیا تو آپ نے وہ اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا پھر کہا: تیری جان کی قسم! جب تیری ماں نے تجھے میری طرف یہ استرا دے کر بھیجا تو کیا اسے میری غداری کا خوف نہ ہوا؟ پھر اسے جانے دیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ وہ لڑکا مادیہ کا بیٹا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عاصم نے بیان کیا: پھر کفار حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مقام تنعیم میں لائے تاکہ آپ کو وہاں پھانسی پر لٹکائیں۔ اس وقت آپ نے کفار سے کہا:

”إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تَدْعُونِي حَتَّى أَرْكَعَ رَكَعَتَيْنِ فَافْعَلُوا۔“

”اگر تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نفل پڑھ لوں تو تمہاری مہربانی ہوگی۔“

انہوں نے کہا تمہیں اجازت ہے نفل پڑھ لو۔ آپ نے دو رکعت نماز نفل بڑی خوبصورتی اور اطمینان سے ادا کی۔ پھر آپ نے قوم کفار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بخدا! اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم یہ گمان کرو گے کہ میں نے موت کے ڈر سے لمبی نماز ادا کی ہے تو میں ضرور لمبی نماز ادا کرتا۔ راوی فرماتے ہیں پھر انہوں نے آپ کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا۔ جب وہ آپ کے ہاتھ پاؤں باندھ چکے تو آپ نے عرض کی:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی نماز سنت کیوں بنی؟

سنت تو نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر کو کہتے ہیں تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا یہ نفل سنت حسنہ اس لئے بنا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات طیبہ میں اسے سرانجام دیا۔ آپ کے اس نفل کو مستحسن جانا گیا۔ معلمین نے اسے اچھا سمجھا، نیز نماز وہ بہترین عمل ہے جس کے ساتھ بندے کے اعمال ختم ہوتے ہیں۔ یہ دو رکعتیں تو نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی ادا کی تھیں۔ یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات طیبہ ہی کا واقعہ ہے۔ ہم سے حضرت ابوبکر بن طاہر بن طاہر اہلبیلی نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت ابوعلی غسانی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو عمر نمری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو القاسم عبدالوارث بن سفیان بن جبرون نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو قاسم بن اصغ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابوبکر بن ابی خیثمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابن معین نے خبر

اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ بَلَّغْنَا رِسَالَةَ رَسُوْلِكَ فَبَلِّغْهُ الْغَدَاةَ مَا يُصْنَعُ بِنَا۔

”یا اللہ! بے شک ہم نے تیرے رسول مکرم ﷺ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اے اللہ! جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کی اطلاع کل اپنے حبیب کو پہنچا دے۔“

پھر آپ نے عرض کی:

اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَّ لَا تُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔

”اے اللہ! ان کی تعداد کو کم کر دے، ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو

زندہ نہ چھوڑ۔“

پھر ان لوگوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان کہا کرتے تھے کہ اس روز میں بھی حضرت خبیب کے پاس ان لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا جو ابوسفیان کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ حضرت خبیب کی بددعا کے خوف سے مجھے زمین پر لٹا رہے تھے۔ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جب کسی آدمی کو بددعا دی جائے اور وہ پہلو کے بل لیٹ جائے تو اس سے بددعا کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ عباد سے، انہوں نے حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کیا، آپ نے فرمایا میں نے

دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر مصری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت لیث بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا میرے پاس یہ خبر پہنچی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے طائف کے ایک آدمی سے ایک فخر کرائے پر لیا۔ کرایہ دار نے یہ شرط رکھی کہ وہ آپ کو وہاں اتار دے گا جہاں وہ چاہے گا۔ اس نے آپ کو ایک دیران جگہ لے جا کر کہا اتر جاؤ۔ آپ اتر گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ اس دیرانے میں بہت سی لاشیں پڑی ہیں۔ جب اس شخص نے آپ کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اسے کہا مجھے مہلت دو تا کہ میں دو رکعت نفل ادا کر لوں، اس نے کہا پڑھ لو۔ تم سے پہلے یہ لوگ بھی نفل ادا کر چکے ہیں لیکن ان کی نماز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ آپ فرماتے ہیں: جب میں نماز ادا کر چکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ میں نے عرض کی: یا ارحم الراحمین اس پر اس نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کرنا۔ اس سے وہ ڈر گیا، وہ آواز دینے والے کی تلاش میں نکلا لیکن اسے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر وہ میری طرف لوٹا، میں نے پھر ندا دی یا ارحم الراحمین ایہ واقعہ تین بار پیش آیا، تو اچانک میں نے

حضرت عقبہ کو یہ فرماتے سنا بخدا! میں نے حضرت خبیب کو قتل نہیں کیا کیونکہ میں ان سے چھوٹا تھا بلکہ بنی عبدالدار کے ایک فرد ابو میسرہ نے ایک چھوٹا نیزہ لے کر میرے ہاتھ دیا پھر میرے ہاتھ اور نیزے کو پکڑ کر حضرت خبیب کو مارا، اس سے آپ قتل ہو گئے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی کو شام کے کسی علاقے کا عامل مقرر فرمایا۔ وہاں لوگوں کی موجودگی میں ان پر غشی کا دورہ طاری ہو جاتا تھا۔ اس کا ذکر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ آدمی تو ماؤف ہے۔ حضرت سعید ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا: اے سعید! یہ کیا تکلیف ہے جو تمہیں پہنچتی ہے؟ آپ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین بخدا! مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن میں ان لوگوں کے ساتھ موجود تھا جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کے موقع پر موجود تھے۔ میں نے آپ کی بددعائی۔ بخدا! جب کبھی کسی مجلس میں میرے دل میں اس بددعا کا خیال گزرتا ہے تو مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی آپ پر غشی کا دورہ پڑ گیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اشہر حرام کے اختتام تک کفار کے ہاتھوں میں قید رہے۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔

واقعہ رجب کے متعلق نزولِ قرآنِ کریم

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اس واقعہ کے متعلق قرآنِ کریم کی جو آیات نازل ہوئیں وہ یہ ہیں۔ جیسا کہ مجھ سے آل زید بن ثابت کے مولیٰ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابن عباس دیکھا کہ میرے سامنے ایک گھڑ سوار ہے جس کے ہاتھ میں ایک لوہے کا نیزہ ہے جس کے سرے پر آگ کا شعلہ جل رہا ہے۔ اس نے وہ نیزہ اس شخص کو گھونپ دیا، وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گیا۔ اس پر وہ مر گیا، پھر اس گھڑ سوار نے کہا: جب تو نے پہلی بار یا ارحم الراحمین پکارا تو میں نے سنا تو میں آسمان پر تھا، جب تو نے دوسری مرتبہ یا ارحم الراحمین پکارا تو میں آسمان دنیا پر تھا اور جب تو نے تیسری دفعہ یا ارحم الراحمین پکارا تو میں تیرے پاس پہنچ گیا۔

حضرت خبیب اور آپ کے رفقاء کے متعلق نزولِ قرآنِ کریم

فصل: علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے متعلق منافقین کے قول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: وَ مِنَ الثَّائِبِينَ مَنْ يُعْجِبُكَ

رضی اللہ عنہما کے مولیٰ عکرمہ سے یا حضرت سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رجب میں اس جماعت پر مصیبت نازل ہوئی جس میں حضرات مرثد اور عاصم رضی اللہ عنہما تھے تو بعض منافقین نے کہا: افسوس ہے ان پاگلوں پر جو اس طرح ہلاک ہو گئے۔ نہ وہ اپنے اہل و عیال میں رہ سکے اور نہ اپنے صاحب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا پیغام پہنچا سکے۔ چنانچہ منافقین کے اس قول کے متعلق اور اس گروہ کو اس مصیبت کے بدلے جو بھلائی حاصل ہوئی، کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ ۚ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾ (بقرہ)

قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ (البقرہ: 204) اکثر مفسرین آپ کے اس قول کے خلاف ہیں کہ یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے حق میں نازل ہوئی۔ اسے ابو مالک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن کلبی نے کہا: میں مکہ میں تھا، مجھ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے کہا: یہ آیت اخنس بن شریق کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کی اولاد سے ایک آدمی نے میری بات سنی تو مجھ سے کہا: اے شخص! قرآن کریم اہل مکہ پر نازل ہوا ہے اس لئے تم جب تک مکہ میں موجود ہو کسی کا نام نہ لو۔ اسی طرح لوگوں کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (البقرہ: 207) (اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جان (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے) حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب آپ نے ہجرت فرمائی اور اپنا سارا مال قریش کے حوالے کر دیا تا کہ وہ آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے چھوڑ دیں۔ علامہ ابن ہشام نے اللذ کی تفسیر پر مہلہل کے قول سے استشہاد کیا ہے۔ آپ نے کہا مہلہل کا نام امرؤ القیس ہے اور ان کا نام عدی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ مہلہل نے اس شعر میں اپنے نام کی تصریح کی ہے جس سے ابن ہشام نے استشہاد کیا ہے۔ اس نے کہا:

ضَرَبْتُ صَدْرَهَا إِلَيَّ وَ قَالَتْ يَا عَدِيًّا لَقَدْ وَقَّتْكَ الْوَأْفَى
”اس عورت نے اپنا سینہ میری طرف جھکایا اور کہا اے عدی! بے شک تجھے اوائی نے بچا لیا ہے۔“

”اور (اے سننے والے) لوگوں سے وہ بھی ہے کہ پسند آتی ہے تجھے اس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں (یعنی جو وہ اپنی زبان سے اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہے) اور وہ گواہ بناتا رہتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے (حالانکہ اس کے دل کا حال اس دعویٰ کے مخالف ہے جو وہ زبان سے کرتا ہے) حالانکہ وہ (حق کا) سخت ترین دشمن ہے (یعنی جب وہ تیرے ساتھ گفتگو اور تبادلہ خیال کرتا ہے تو بڑا جھگڑالو ہے)۔“

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: **الْأَلْدُ** وہ شخص ہوتا ہے جو فتنہ و فساد برپا کرتا ہے اور اس کا جھگڑا بڑا شدید ہوتا ہے۔ اس کی جمع **لُذْ** آتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے **وَتُذْنِرُ بِهِ قَوْمًا لُّذًا** (مریم) (اور ڈرائیں اس کے ذریعہ اس قوم کو جو بڑی جھگڑالو ہے) اور مہلبیل بن ربیعہ تغلیسی جس کا نام **امرو القیس** ہے اور اسے غدی بن ربیعہ بھی کہا جاتا ہے، اس نے کہا:

إِنْ تَحْتَ الْأَحْجَارِ حَدًّا وَلَيْنًا وَ خَصِيمًا أَلْدَ ذَا مِغْلَاقٍ
”بے شک پتھروں کے نیچے سختی اور نرمی ہے اور ایک زبان دراز جھگڑالو مد مقابل ہے۔“

اور بقول ابن ہشام **ذَا مِغْلَاقٍ** بھی مروی ہے، یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور یہ لفظ **الْأَلْدُ** ہے یعنی سخت جھگڑالو۔ طرماح بن حکیم الطائی نے ایک گرگٹ کے وصف میں کہا:

يُوفِي عَلَى جَدِّمِ الْجُدُولِ كَأَنَّهُ خَصْمٌ أَبْرَ عَلَى الْخُصُومِ أَلْدُ
”وہ درخت کے تنے کے اوپر سے جھانکتا ہے، گویا وہ ایسا جھگڑالو مد مقابل ہے جو اپنے مخالفین پر غالب آگیا ہو۔“

اسی میں ایک شعر ہے جسے ابن ہشام نے ذکر کیا ہے:

إِنْ تَحْتَ الْأَحْجَارِ حَدًّا وَلَيْنًا وَ خَصِيمًا أَلْدَ ذَا مِغْلَاقٍ
یہ غین معجمہ کے ساتھ **مِغْلَاقٍ** بھی مروی ہے۔ **مِغْلَاقٍ** کا معنی زبان ہے اور اگر غین معجمہ کے ساتھ **مِغْلَاقٍ** ہو تو اس سے مراد وہ بات ہے جو مد مقابل کا منہ بند کر دے اور اسے خاموش کر دے۔ اس کے بعد ہے:

حَيَّةٌ فِي الْوَجَارِ أَرَبْدٌ لَا يَنْفَعُ مِنْهَا السَّلِيمُ نَفْتُ الرَّاقِي
”ٹوکری میں ایک ایسا خاکستری سانپ ہے جس سے دم کرنے والے کا دم صحت مند آدمی کو کوئی نفع نہیں دے سکتا۔“

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
الْفُسَادَ ۝ (البقرہ)

”اور جب وہ حاکم بن جاتا ہے (ابن اسحاق نے معنی کیا ہے: جب وہ آپ کے پاس سے پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے) تو سر توڑ کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد برپا کر دے اور تباہ کر دے کھیتوں کو اور نسل انسانی کو۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نہ اس کے عمل کو پسند کرتا ہے اور نہ اس پر راضی ہوتا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۚ وَلَيْسَ إِلَهَآدُ ۝ (البقرہ)

”اور جب کہا جائے اسے کہ (میاں) خدا سے تو ڈر تو اور اکساتا ہے اسے غرور گناہ پر۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔“

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرہ)

”اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جان (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر۔“

یعنی ان لوگوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے حقوق

اور عدی کا نام مہلہل اس کے اس شعر کی وجہ سے رکھا گیا:

لَمَّا تَوَقَّلَ فِي الْكُرَاعِ هَجِينَهُمْ هَلَهَلْتُ أَقَارُ جَابِرًا أَوْ صَنِيلًا
جب ان کا کمینہ شخص نیند کی حالت میں پہاڑی پر چڑھا تو میں جابر اور صنیل کو برا بیخودہ کرنے لگا۔
هَلَهَلْتُ کا معنی ہے قریب ہونا یعنی قریب تھا کہ میں۔ اور آل لَدِ اللَّيْذَيْنِ سے مشتق ہے۔
یہ گردن کی دونوں جانبوں کو کہتے ہیں اور آل د وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے مکر و فریب سے کبھی ایک جانب لے جاتا ہے تو کبھی دوسری جانب۔ کہا جاتا ہے تَرَكَتُهُ يَتَلَدَّدُ میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا کہ وہ حیران ہو کر دائیں بائیں دیکھنے لگا اور زجاج نے کہا اس آیت کریمہ میں خصام جمع ہے اور اس کا معنی خاصہ کرنا درست نہیں کیونکہ اسم تفضیل کا صیغہ جو أَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے وہ اپنے مضاف الیہ کا بعض ہوتا ہے۔ آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ زَيْدٌ أَفْصَحُ النَّاسِ کہ زید سب سے زیادہ فصیح ہے لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زَيْدٌ أَفْصَحُ الْكَلَامِ۔

کے قیام کے بدلے بیچ ڈالیں یہاں تک کہ وہ اس جہاد یعنی اسی واقعہ رجب میں شہید ہو گئے۔
بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: یَشْرِي نَفْسَهُ کا معنی ہے وہ اپنی جان کو بیچ ڈالتا ہے اور شَرَوَا کا معنی ہے انہوں نے بیچا۔ یزید بن ربیعہ بن مفرغ حمیری نے کہا:

وَشَرَيْتُ بُرْدًا لِيَتَنِي مِنْ بَعْدِ بُرْدِ كُنْتُ هَامَهُ
”اور میں نے برد کو بیچ دیا۔ کاش میں برد کے بعد سردار ہوتا۔“

برد اس کا ایک غلام تھا جسے اس نے بیچ دیا۔ یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور شَرِي کا معنی خریدنا بھی ہوتا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

فَقُلْتُ لَهَا لَا تَجْزَعِي أُمَّ مَالِكٍ عَلَى ابْنِكَ إِنْ عَبْدٌ لَنِيْمٌ شَرَاهَا
”میں نے اسے کہا: اے ام مالک! اپنے دونوں بیٹوں پر جزع فزع نہ کرو، بے شک ایک کمینے غلام نے انہیں خرید لیا ہے۔“

پھانسی کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: واقعہ رجب کے بارے میں کہے گئے اشعار میں سے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار بھی ہیں جو آپ نے اس وقت کہے جب کفار آپ کو سولی پر چڑھانے کے لئے اکٹھے ہو گئے:

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر آپ کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

لَقَدْ جَمَعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَالْبُؤَا قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجَمَعُوا كُلَّ مَجْمَعٍ
”کفار کے سارے گروہ میرے ارد گرد جمع ہو گئے ہیں، انہوں نے اپنے سارے قبائل کو یہاں اکٹھا کر لیا ہے اور وہ سب کے سب یہاں جمع ہو گئے ہیں۔“

شیخ حافظ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر لفظ آذ اس باب تفصیل سے ہو جس کی مؤنث فُعْلٰی کے وزن پر آتی ہے تو یہ سابقہ تشریح حضرت حسن کا قول ہے۔ اور اگر یہ لفظ أَفْعَلُ کے اس باب سے ہو جس کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر آتی ہے جیسے أَخْرَسُ اور خَرَسَاءُ (گونگا اور گونگی) تو اس صورت میں الْإِحْصَامُ باب مفاعله کا مصدر ہوگا۔ مفسرین کا ظاہر قول یہی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا معنی سخت

وَ كُلُّهُمْ مَبْدَى الْعَدَاوَةِ جَاهِدْ عَلَى لِائِي فِي وَثَاقٍ بِمَضْبَعٍ
”اور وہ سب کے سب میرے ساتھ دشمنی ظاہر کرنے والے اور اس میں مجھ پر پوری کوشش
کرنے والے ہیں کیونکہ میں ایک رسی میں بندھا ہوا ہوں۔“

وَ قَدْ جَمَعُوا أَبْنَانَهُمْ وَ نِسَاءَهُمْ وَ قَرَّبْتُ مِنْ جِدْعٍ طَوِيلٍ مُنْتَعٍ
”اور انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی یہاں جمع کر لیا ہے اور پھانسی دینے کے لئے
انہوں نے مجھے ایک لمبے مضبوط تنے کے قریب لاکھڑا کیا ہے۔“

إِلَى اللَّهِ اشْكُوا غُرْبَتِي ثُمَّ كُرْبَتِي وَ مَا أَرُضِدُ الْآخِرَابَ لِيْ عِنْدَ مَضْرَعِيْ
”میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا اور اس بات کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا
ہوں جو میری غمش کے گرتے وقت یہ گروہ اس کے ساتھ سلوک کریں گے۔“

فَإِذَا الْعَرْشُ صَبَرَنِيْ عَلَى مَا يَرَادُنِيْ فَقَدْ بَضَعُوا نَحْيِيْ وَ قَدْ يَاسَ مَطْعَمِيْ
”اے عرش کے مالک! ان اذیتوں پر مجھے صبر عطا فرما جو مجھے دینے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔
انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور میری امید یاس میں بدل گئی ہے۔“

وَ ذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَ إِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْ صَالٍ شَلَوْ مُنْعَ
”اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے اور اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے
اعضاء پر اپنی برکتیں نازل فرمادے۔“

وَ قَدْ خَيَّرُونِي الْكَفْرَ وَالنُّوْتَ دُونَهُ وَ قَدْ هَمَلْتُ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَجْزَعٍ
”اور انہوں نے مجھے کفر اختیار کرنے کو کہا ہے حالانکہ اس کے سامنے موت ہے اور میری
آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں لیکن یہ جزع فزع نہیں (بلکہ خشیت الہی کے آنسو ہیں)۔“

وَ مَا بِيْ جِدَارُ النُّوْتِ إِنِّي لَبَيْتٌ وَلَكِنْ جِدَارِيْ جَحْمُ نَارٍ مُلْفَعٍ
”اور مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں، میں تو مرنے والا ہوں لیکن مجھے لپیٹ میں لے لینے والے
جہنم کی آگ کے شعلوں کا خوف ہے۔“

جھگڑا لیا ہے۔ پس اس صورت میں الذدذ مختص کی صفت سے ہوگا۔ اگرچہ اسے مجازی طور پر آدمی
کی صفت بنایا جاتا ہے۔ اس کی تائید شاعر کے اس قول سے ہوتی ہے وَ خَصِيْمًا الذَّ لَعْنِي سَخْتِ جَهْغَرَا لُو
مد مقابل۔ شاعر نے نہ اسے مضاف کیا اور نہ یوں کہا: الذَّ مِنْ كَذَا۔ بلکہ شاعر نے اسے اصم اور
اشم وغیرہ کے باب سے ذکر کیا ہے (یعنی صفت مشبہ کے طور پر ذکر کیا ہے)۔ اس کی تائید اس کی جمع

قَالَ اللَّهُ مَا أَزْجُو إِذَا مِتُّ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ حَنْبٍ كَانَ فِي اللَّهِ مَضْرُوعِي
 ”قسم بخدا! جب میں مسلمان ہو کر مر رہا ہوں تو مجھے اس کا ذرا خوف نہیں کہ جب میری لاش
 صلیب سے گرے تو وہ کس پہلو پر گرے۔“

فَلَسْتُ بِبَيٍّ لِلْعَذْوِ تَحْشَعَا وَلَا جَزَعًا إِنِّي إِلَى اللَّهِ مَرْجِعِي
 ”میں دشمن کے سامنے جزع و فزع کا اظہار نہیں کروں گا، مجھے گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اللہ
 تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں۔“

حضرت خبیب کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار
 کہے:

مَا بَالُ عَيْنَيْكَ لَا تَرَقَا مَدَامِغَهَا سَخَا عَنِّي الصَّدْرُ مِثْلَ الثُّنُوثِ الْقَلْبُ
 ”تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کے آنسوڑھکتے ہوئے موتیوں کی طرح سینے پر گرتے
 گرتے رکتے ہی نہیں۔“

عَلَى خَبِيبٍ فَتَى الْفِتْيَانِ قَدْ عَلِمُوا لَا فَسِلَ حِمْنٌ تَلْقَاهُ وَلَا نَزِقِ
 ”یہ آنسو نو جوانوں کے نو جوان خبیب پر بہہ رہے ہیں، لوگوں کو معلوم ہے کہ مقابلہ کے
 وقت نہ وہ بزدل ثابت ہوتا اور نہ وہ بدخلق تھا۔“

فَاذْهَبْ خَبِيبُ جَزَانَتْ اللَّهُ طَيِّبَةً وَ جَنَّةَ الْخُلْدِ عِنْدَ الْخَوْرِ فِي الرَّفَقِ
 ”اے خبیب! جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں پاکیزہ اشیاء اور جنت الخلد کی جزاء عطا فرمائے اور رفقاء
 کی مجالس میں حوروں سے سنگت عطا فرمائے۔“

مَاذَا تَقُولُونَ إِنْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ حِمْنُ الْمَلَائِكَةِ الْآبِرَادُ فِي الْآفَقِ
 ”جب ملائکہ ابرار افق پر حاضر ہوں گے تو اس وقت تم کیا جواب دو گے، اگر نبی کریم ﷺ
 تم سے پوچھیں

فِيهِمْ قَتَلْتُمْ شَهِيدَ اللَّهِ فِي رَجُلٍ طَاعَ قَدْ أَوْعَتْ فِي الْبُلْدَانِ وَالرَّفَقِ

میں عربوں کے اس قول سے بھی ہوتی ہے قَوْمٌ لَذَّ۔ یعنی جھگڑا لڑا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
 عنہا نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: أَبْغِضُ الْخُلُقِ إِلَى اللَّهِ الْخَصِمُ الْآلُذُّ
 ”اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ ناراضگی کا مستحق وہ شخص ہے جو بہت زیادہ جھگڑا لڑے۔“

کہ تم نے اللہ کے اس شہید کو کس جرم میں قتل کیا، کیا اس سرکش آدمی کے جرم میں جس نے تمام شہروں اور رفقاء کی جماعتوں میں فساد برپا کر دیا؟“

علامہ ابن ہشام نے کہا: الطرق بھی مروی ہے۔ ہم نے ان میں سے کچھ اشعار چھوڑ دیے ہیں کیونکہ ان میں آپ نے گالی دی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار بھی کہے:

يَا عَيْنُ جُودِي بِدَمْعٍ مِنْكَ مُنْسَكِبٍ وَأَبْكِيْ خُبَيْبًا مَعَ الْفَتَيَانِ لَمْ يُوْبِ
”اے آنکھ! اپنے مسلسل جاری ہونے والے آنسوؤں کی سخاوت کر اور اس خبیب پر روجو
نوجوانوں کے ساتھ واپس نہیں آیا۔“

صَفَرًا تَوَسَّطَ فِي الْأَنْصَارِ مَنَصِبُهُ سَمَحَ السَّجِيَّةَ مَخْضًا غَيْرَ مُؤْتَشِبِ
”اس شکرے پر روجس کے منصب نے انصار میں درمیانی مقام حاصل کر لیا تھا، جو نرم
طبیعت کا مالک تھا اور ایسا خالص نسب والا تھا جس میں کوئی آمیزش نہ تھی۔“

قَدْ هَاجَ عَيْنِي عَلَى عِلَاتِ عَبْرَتِهَا إِذْ قِيلَ نَصٌّ إِلَى جِدْعٍ مِنَ الْخَشَبِ
”آنسوؤں کی تکالیف کے باوجود میری آنکھیں اس وقت جوش میں آگئیں جب بتایا گیا
کہ خبیب کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا۔“

يَا أَيُّهَا الرَّائِبُ الْغَادِي لِطَيْبَتِهِ أَبْلَغُ لَدَيْكَ وَعَيْدًا لَيْسَ بِالْكَذِبِ
”اے صبح کے وقت اپنے مطلوبہ سفر پر روانہ ہونے والے سوار! اپنی طرف سے میری اس
دھمکی کا پیغام پہنچا دینا جو جھوٹی نہ ہوگی۔“

بَنِي كُهَيْبَةَ إِنَّ الْحَرْبَ قَدْ لَقِحتْ مَحْلُوبَهَا الصَّابُ إِذْ تَوْرَى لِمُحْتَلِبِ
ذیل ماں کے بیٹوں کو کہ جنگ کی اونٹنی حاملہ ہو چکی ہے، دودھ دوہنے والے کے لئے اس کا
دودھ حنظل کی طرح کڑوا ہوگا جب دودھ دوہنے کے لئے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا جائے گا۔

فِيهَا أَسْوَدُ بَنِي النَّجَارِ تَقْدُمُهُمْ شَهْبُ الْأَسِنَّةِ فِي مَغْصُوصِ لَجِبِ
”اس جنگ میں بنی نجار کے شیر ہوں گے جن کے آگے آگے شہابیوں کی طرح چمکدار تیرو

ابن محیسن نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے وَيَشْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ۔ یاء اور ہاء کے فتح اور اسم
جلالت کی ہاء کے رفع کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اس کے دل میں ہے۔

سنان ایک شور برپا کرنے والے لشکر عظیم کے ساتھ ہوں گے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ قصیدہ سابقہ قصیدے کی مثل ہے اور بعض علمائے شعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف ان دونوں قصیدوں کی نسبت کا انکار کرتے ہیں اور ہم نے حضرت خبیب کے اس واقعہ کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار اسی سبب کی وجہ سے ترک کر دیے ہیں جو میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

لَوْ كُنَّا فِي الدَّارِ قَوْمٌ مَّاجِدٌ بَطْلٌ أَلَوِي مِنَ الْقَوْمِ صَقْرٌ مَحَالَةٌ أَنَسُ
”اگر اس گھر میں جو انمرد، صاحب مجد و شرف، بہادر، تمام قوم سے بڑھ کر مقابلہ کرنے والا اور شکرے کی طرح ٹوٹ کر حملہ کرنے والا شخص ہوتا جس کا ماموں انس ہے

إِذَنْ وَحَدَّثَ حُبَيْبًا مَجْلِسًا فَيْسَحًا وَ لَمْ يُشَدَّ عَلَيْكَ السِّجْنُ وَالْحَرَسُ
تو اے خبیب! پھر تو ایک کشادہ مجلس پاتا اور تجھ پر قید و بند کی حراست کی سختی نہ ہوتی۔“

وَ لَمْ تَسْقُكْ إِلَى التَّنْعِيمِ ذِغِفَةً مِنْ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ مَنْ نَفَتْ عُدَسُ
اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے قبائل کے مخلوط گروہ تجھے تنعمیم کی طرف نہ لے جاتے جن میں سے بعض لوگ وہ بھی ہیں جن کے بارے میں قبیلہ عدس نے اپنی نسبت کا انکار کر دیا ہے۔
دَلُوكَ غَدْرًا وَهُمْ فِيهَا أُولُو حُلْفٍ وَ أَنْتَ ضَمَمَ لَهَا فِي الدَّارِ مُحْتَبَسُ
”ان بد بختوں نے تمہیں غداری اور دھوکے سے نیچے گرا دیا حالانکہ ان قبائل میں یہ وعدہ خلافی کرنے والے لوگ ہیں اور تو گھر میں محبوس ہو کر ان کے سامنے مغلوب ہو گیا تھا۔“

حضرت خبیب کے متعلق حضرت حسان کے اشعار میں عدس کا ذکر

صاحب سیرت نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قصہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جو اشعار ذکر کیے ہیں ان میں آپ کا قول ہے:

مِنْ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ مَنْ نَفَتْ عُدَسُ

آپ کے قول مَنْ نَفَتْ عُدَسُ سے مراد حمیر بن ابی اہاب بن مرین ہے۔ اسے بنی عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حظلہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے بلکہ یہ بنی ربیعہ بن مالک بن حظلہ کا ایک فرد ہے۔ اس کے نسب میں اسی اختلاف کی وجہ سے یہاں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت کے لئے بنی عدس کا انکار ذکر کیا ہے اور عدس اگر دال کے ضمہ کے

علامہ ابن ہشام نے کہا: انس سے مراد اصم سلمیٰ ہیں جو مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے ماموں ہیں اور آپ کے قول مِنْ نَفْثِ عُذْسٍ سے مراد حجر بن ابی اہاب ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد ایشی بن زرارہ بن نباش اسدی ہے۔ وہ بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جمع ہونے والے لوگ
 علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت قریش کے جو لوگ آپ کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے وہ یہ ہیں: عکرمہ بن ابی جہل، سعید بن عبد اللہ بن ابی قیس بن عبدود، بنی زہرہ کا حلیف اخنس بن شریق ثقفی، بنی امیہ بن عبد شمس کا حلیف عبیدہ بن حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سلمیٰ، امیہ بن ابی عتبہ اور بنو حضرمی۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہذیل کی ہجو میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

کفار نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ پر جو ظلم کیا اس کی مذمت کرتے ہوئے اور ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

أَبْلَغُ نَبِيٍّ عَمِرُوا بِأَنْ أَحَاهُمْ شَرَاهُ أَمْرُو قَدْ كَانَ لِلْعَذْرِ لَازِمًا
 ”(اے مخاطب!) بنی عمرو کو یہ خبر پہنچا دو کہ ان کے بھائی (خبیب) کو ایک ایسے انسان نے بیچ ڈالا ہے جو غداری کے ساتھ ہر وقت لازم رہتا ہے۔“

شَرَاهُ ذَهَيْرُ بْنُ الْأَغْرِ وَ جَامِعٌ وَ كَانَ جَمِيعًا يَرْكَبَانِ الْمَحَارِمَا
 ”اسے زہیر بن اغر اور جامع نے بیچ ڈالا ہے اور یہ دونوں حرام کاموں کا ارتکاب کرتے

ساتھ ہو تو وہ قبیلہ تمیم میں ہے اور وہ یہی شخص ہے۔ اس کے علاوہ عرب میں ہر عدس دال کے فتح کے ساتھ ہے۔ یہ عَدَسٌ فِي الْأَرْضِ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی زمین میں جائے، واللہ اعلم۔ دال کے فتح کے ساتھ ایک عدس انصار کے قبیلہ بنی نجار میں ہے اور وہ عدس بن عبیدہ ہے۔ یہ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ کا دادا ہے۔ بعض علمائے نسب نے کہا ہے کہ عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، یہ دال کے فتح کے ساتھ عَدَسٌ ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور و معروف ہے۔

رہتے ہیں۔“

أَجْرْتُمْ فَلَمَّا أَنْ أَجْرْتُمْ غَدَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ بِاِكْتِفِ الرَّجِيعِ لَهْدَمًا
”تم نے پناہ دی لیکن جب پناہ دی تو غداری کی اور تم نے مقامِ رجیع کے اطراف میں اس پر
بڑی بہادری کا اظہار کیا۔“

فَلَيْتَ خُبَيْبًا لَمْ تَخْنَهُ أَمَانَةً وَ لَيْتَ خُبَيْبًا كَانَ بِالْقَوْمِ عَالِمًا
”کاش! خبیب سے امانت خیانت نہ کرتی اور کاش! خبیب اس قوم سے واقف ہوتا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: زہیر بن اغر اور جامع دونوں وہ ہذلی ہیں جنہوں نے حضرت خبیب
رضی اللہ عنہ کو بیچا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

إِنْ سَوَّكَ الْعَدُوُّ صِرْفًا لَا مِزَاجَ لَهُ فَأَتِ الرَّجِيعَ فَسِنْ عَنْ دَارِ لَحْيَانٍ
”اگر تجھے صرف وہ غداری ہی خوش کرتی ہے جس میں کوئی آمیزش نہیں تو مقامِ رجیع پر آ اور
لحیان کا گھر پوچھ لے۔“

قَوْمٌ تَوَاصَوْا بِأَكْلِ الْجَارِ بَيْنَهُمْ فَالْكَلْبُ وَالْقِرْدُ وَالْإِنْسَانُ مِثْلَانِ
”وہ ایسی قوم ہے جنہوں نے پڑوسی کو کھالینے کی باہم وصیت کر رکھی ہے، پس کتے، بندر اور
یہ انسان سب برابر ہیں۔“

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتلین کے لئے بددعا

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ جب کفار نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی کے تختے پر
چڑھایا تو آپ نے یہ بددعا کی: اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاَقْتُلْهُمْ بَدَدًا (اے اللہ! ان کی تعداد کو کم کر
دے اور ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے)۔ جس شخص نے اسے باء کے کسرہ کے ساتھ بَدَدًا روایت کیا
ہے تو اس کے مطابق یہ مصدر ہے جو اَلْتَبَدُّ (بکھرنا، متفرق ہونا) کے معنی میں ہے یعنی وَاَقْتُلْهُمْ ذَوِي
بَدَدٍ۔ انہیں اس حالت میں ہلاک کر دے کہ وہ بکھرنے والے ہوں۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیا حضرت
خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا ان کے حق میں قبول ہوئی اور آیا اس طرح کے بندے کی ایسی حالت میں دعا
قبول ہوتی ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ ان میں اس شخص کے حق میں یہ بددعا قبول ہوئی جس کا اللہ تعالیٰ کو
پہلے علم تھا کہ وہ کافر ہو کر مرے گا اور جو ان میں سے اسلام لے آئے وہ نہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی
مراد تھے اور نہ آپ نے اپنی دعا میں ان کا قصد کیا۔ اور ان میں سے جو اس بددعا کے بعد حالت کفر میں

لَوْ يَنْطِقُ النَّاسُ يَوْمًا قَامَ يَخْطُبُهُمْ وَ كَانَ ذَا شَرَفٍ فِيهِمْ وَ ذَا شَانٍ
 ”اگر کسی روز مینڈھے کو قوت گویائی حاصل ہوتی تو وہ انہیں خطاب کرنے لگتا اور ان میں
 زیادہ عزت و شرف والا ہوتا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر مجھے ابو زید بن انصاری نے سنایا:
 لَوْ يَنْطِقُ النَّاسُ يَوْمًا قَامَ يَخْطُبُهُمْ وَ كَانَ ذَا شَرَفٍ فِيهِمْ وَ ذَا شَانٍ
 علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ہذیل کی ہجو کرتے
 ہوئے یہ اشعار بھی کہے:

سَأَلْتُ هَذَيْلَ رَسُولَ اللَّهِ فَاجِئَةً ضَلَّتْ هَذَيْلَ بِمَا سَأَلَتْ وَ لَمْ تُصِيبِ
 ”قبیلہ ہذیل نے رسول اللہ ﷺ سے ایک فحش چیز کی درخواست کی، بنی ہذیل اپنی اس
 درخواست میں گمراہ ہو گئے اور صحیح بات نہ کی۔“

سَأَلُوا رَسُولَهُمْ مَا لَيْسَ مُعْطِيَهُمْ حَتَّى الْمَنَاتِ وَ كَانُوا سُبَّةَ الْعَرَبِ
 ”انہوں نے اپنے رسول سے ایسی چیز کی درخواست کی ہے جو آپ کسی صورت میں انہیں
 نہیں دے سکتے خواہ موت واقع ہو جائے اور یہ لوگ عربوں کے لئے باعث عار ہیں۔“

وَ لَنْ تَرَى لِهَذَيْلٍ دَاعِيًا أَبَدًا يَدْعُو لِمَكْرُمَةٍ عَنْ مَثُولِ الْحَرْبِ
 ”اور تو بنی ہذیل کے لیے کبھی ایسا داعی نہ دیکھے گا جو لوٹ مار کے مقام پر کسی شرافت کی
 دعوت دیتا ہو۔“

لَقَدْ أَرَادُوا يَحْلُلَ الْفُحْشُ وَيَحْهُمْ وَ أَنْ يُحْلُوا حَرَامًا كَانَ فِي الْكُتُبِ
 ”ان کا براہو، انہوں نے فحش عادات کا ارادہ کیا اور اس بات کا ارادہ کیا کہ وہ ایسی چیز کو
 حلال کریں جو پہلی کتابوں میں بھی حرام تھی۔“

قتل ہوئے تو وہی ایسے لوگ ہیں جو منتشر ہو کر ہلاک ہوئے نہ وہ کسی لشکر میں شامل تھے اور نہ اس طرح
 جمع تھے جیسے میدان احد میں اور اس سے پہلے میدان بدر میں ان کا اجتماع تھا۔ اگرچہ غزوہ خندق حضرت
 خبیب رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے بعد پیش آیا لیکن اس میں بھی جو کفار ہلاک ہوئے وہ اکیلے اکیلے منتشر
 ہو کر ہی ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد کسی غزوہ میں بھی ان کا اجتماع اور لشکر نہیں تھا۔ اس طرح حضرت
 خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ بددعا اپنی حقیقی صورت میں ان لوگوں کے حق میں مقبول ہوئی جن کا آپ نے
 ارادہ فرمایا تھا لیکن حاشا وکلا ایسی بات نہیں کہ آپ نے ان کے اسلام اور ایمان کو ناپسند کیا ہو۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی کہے:

لَعَبْرِي لَقَدْ شَانَتْ هَذِيلَ بَنَ مُذَرِجٍ
أَحَادِيثُ كَانَتْ فِي حُبَيْبٍ وَ عَاصِمٍ
”مجھے اپنی جان کی قسم! ہذیل بن مدرک کو ان باتوں نے معیوب بنا دیا ہے جو خبیث اور عاصم کے بارے میں ہوئی ہیں۔“

أَحَادِيثُ لَحِيَانٍ صَلُّوا بِقَبِيحِهَا
وَ لَحِيَانٍ حَرَامُونَ شَرُّ الْبَرَائِمِ
”لحیان کی باتوں نے (انہیں معیوب بنا دیا ہے) جنہوں نے قبیح باتوں کی آگ تاپی اور لحيان برے سے برے جرائم کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔“

أَنَاسُ هُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ فِي صِيبِهِمْ
بِسَنَائِلِ الرِّمَعَانِ دُبُرُ الْقَوَادِمِ
”یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی قوم سے خالص النسب ہونے کے باوجود ان بالوں کے مرتبے پر ہیں جو کسی چوپائے کے اگلے پاؤں کی کلائیوں کی پچھلی سمت ہوتے ہیں۔“

هُمْ غَدَرُوا يَوْمَ الرُّجْمِ وَ أَسْلَمَتْ
أَمَانَتُهُمْ ذَا عِفَّةٍ وَ مَكَارِمِ
”ان لوگوں نے ہی رجم کے روز غداری کی اور ان کی امانت کا یہ حال تھا کہ ایک پاکدامن اور نیک سیرت انسان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔“

رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ غَدَرًا وَ لَمْ تَكُنْ
هَذِيلُ تَوَلَّى مُنْكَرَاتِ الْمَحَارِمِ
”رسول اللہ ﷺ کے قاصد سے غداری کی اور بنی ہذیل نے بدترین حرام کاموں سے بھی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ابن کھبیبہ کا ذکر

صاحب سیرت نے حضرت خبیث اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا۔ ان اشعار میں نہ کوئی معنی مخفی ہے اور نہ کوئی لفظ اجنبی اور غریب ہے جس کی وضاحت کی ضرورت ہو، لیکن ایک قصیدہ میں یہ شعر ہے:

بَنِي كُھَيْبَةَ أَنْ الْحَرْبَ قَدْ لَقِحتْ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں کھیبہ کا ذکر اس طرح کیا ہے گویا یہ ان کی ماں کا علم ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے بنی ضوطری، بنی القبراء اور بنی دزدۃ۔ شاعر کا قول ہے:

أَوْلَادُ دَرْدَاةٍ أَسْلَوُكَ وَ طَارُوا

”دردۃ کی اولاد تیرے سامنے جھک گئی اور وہ تیری طرف اڑ کر آئے۔“

اجتناب نہ کیا۔

فَسَوْفَ يَرَوْنَ النَّصْرَ يَوْمًا عَلَيْهِمْ بِقَتْلِ الَّذِي تَحْبِيهِ دُونَ الْحَرَائِمِ
”یہ لوگ عنقریب دیکھیں گے کہ کسی دن اس شخص کے قتل کے انتقام میں ان پر غلبہ پالیا جائے گا جسے کفار کی آڑ سے بچا رہے تھے۔“

أَبَابِيلُ دَبَّرَ شُسُي دُونَ لَحِيهِ حَتَّى لَحِمَ شَهَادَ عِظَامِ الْمَلَا حِمِ
شہد کی مکھیوں کے جتھے جو اس (کی لاش) کے گوشت کی مدافعت کر رہے تھے، ان مکھیوں نے بڑے بڑے معرکوں میں حاضر رہنے والے لوگوں (کی لاشوں کے) گوشت کی حفاظت کی۔
لَعَلَّ هَذَا يَلَا أَنْ يَرَوْا بِبُصَابِهِ مَصَارِعَ قَتْلَى أَوْ مَقَامًا لِمَاتِمِ
”شاید بنی ہذیل بھی اپنی ایذا رسانی کے بدلے اپنے مقتولوں کا مقتل یا ماتم کرنے والی عورتوں کے گروہ کی جگہ دیکھ لیں۔“

وَنُوقِعَ فِيهِمْ وَقْعَةً ذَاتَ صَوْلَةٍ يُوَافِي بِهَا الرُّكْبَانُ أَهْلَ الْمَوَاسِمِ
”اور ہم ان میں ایک ایسے حملے والی جنگ برپا کر دیں جس میں نشان زدہ اونٹوں کے سوار شریک ہوں۔“

بِأَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ إِنَّ رَسُولَهُ دَأَى دَأَى ذِي حَزْمٍ بِلَحْيَانِ عَالِمِ
”اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم کے ساتھ (شریک ہوں) بے شک رسول اللہ ﷺ نے لحيان کے متعلق یہ ایک دانا اور عالم انسان والی رائے قائم کی ہے۔“

قَبِيلَةَ لَيْسَ الْوَفَاءُ يَهْتُمُّ وَ إِنْ ظَلَمُوا لَمْ يَذْفَعُوا كَفَّ ظَالِمِ
”وہ ایسا چھوٹا سا معمولی قبیلہ ہے جنہیں وفاداری کا جذبہ ابھار نہیں سکتا اور اگر ان پر ظلم کیا جائے تو وہ ظالم کا ہاتھ روک کر اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے۔“

یہ تمام ان لوگوں کے نام ہیں جنہیں سب و شتم کیا جاتا ہے اور ان سے مراد گھٹیا اور کم مرتبہ لوگ ہیں اور کھیبۃ الکھبۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے نیا لارنگ، یہ اسی طرح ہے جس طرح اہل عرب کا یہ قول ہے: بَنِي الْغُبَاءِ یعنی نیا لے رنگ والی عورت کی اولاد۔ اس قصہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اکثر اشعار بنی ہذیل کی ہجو میں ہیں کیونکہ وہ قارہ کے بھائی تھے اور حضرت خبیب اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ غداری میں ان کے ساتھ شریک تھے۔ ہذیل اور خزیمہ مدرکہ بن الیاس کی اولاد ہیں اور عضل اور قارہ بنی خزیمہ کے افراد ہیں۔

إِذَا النَّاسُ حَلُّوا بِالْفَضَاءِ رَأَيْتَهُمْ بِمَجْرَى مَسِيلِ الْمَاءِ بَيْنَ الْمَخَارِمِ
”جب لوگ میدان میں اترے تو تم بنی لحيان کو دیکھتے تھے کہ وہ نشیبی زمینوں کے درمیان پانی
کا ریل گاڑنے کی جگہ پر پڑے ہیں۔“

مَحَلُّهُمْ دَارُ الْبَوَارِ وَرَأَيْتَهُمْ إِذَا نَابَهُمْ أَمْرٌ كَرَأَى الْبَهَائِمِ
”ان کا ٹھکانہ ہلاکت کا گھر ہے اور جب ان پر کوئی سخت معاملہ آ پڑے تو ان کی رائے
چوپائیوں کی رائے کی طرح ہوتی ہے۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو میں یہ اشعار بھی کہے:
لَحَى اللَّهُ لَحْمَانَا فَلَيْسَتْ دِمَاؤُهُمْ لَنَا مِنْ قَتِيلِي غَدَرَةٍ بَوَفَاءِ
”اللہ تعالیٰ لحيان پر لعنت کرے، ان سب کے خون بھی ہمارے دھوکے کے ساتھ قتل کیے
گئے لوگوں کا بدلہ نہیں بن سکتے۔“

هُوَ قَتَلُوا يَوْمَ الرَّجِيعِ ابْنَ حُرَّةٍ أَخَائِقَةٍ فِي وَدَّةٍ وَ صَفَاءِ
”انہی لوگوں نے رجیع کے دن ایک آزاد عورت کے بیٹے کو قتل کر ڈالا جو اپنی محبت اور خلوص
میں ایک قابل اعتماد شخص تھا۔“

فَلَوْ قَتَلُوا يَوْمَ الرَّجِيعِ بِأَسْرِهِمْ بِيَذَى الذَّبْرِ مَا كَانُوا لَهُ بِكَفَاءِ
”اس لئے اگر یہ سب کے سب رجیع کے روز اس شخص کے بدلے قتل کر دیے جاتے جس کی
لاش کی مکھوں نے حفاظت کی (عاصم بن اقلح) تو یہ سب اس کی طرف سے کافی نہ تھے۔“

قَتِيلٌ حَمَتُهُ الذَّبْرِ بَيْنَ بَيُوتِهِمْ لَدَى أَهْلِ كُفْرِ ظَاهِرٍ وَ جَفَاءِ
”وہ ایسے مقتول تھے کہ شہد کی مکھوں نے ان جفاکش اور کھلے کافروں کے سامنے ان کے
گھروں کے درمیان ان کی لاش کی حفاظت کی۔“

فَقَدْ قَتَلْتُ لَحْيَانَ أَكْرَمَ مِنْهُمْ وَ بَاعُوا خُبَيْبًا وَيْلَهُمْ بِلَفَاءِ
”پس لحيان نے اپنے سب سے بلند مرتبہ انسان کو قتل کر دیا، ان کے لئے ہلاکت ہوا انہوں
نے ایک حقیر چیز کے بدلے خبیب کو بیچ ڈالا۔“

فَأَقِ لِلْحَيَّانِ عَلَى كُلِّ حَالَةٍ عَلَى ذِكْرِهِمْ فِي الذِّكْرِ كُلِّ عَفَاءِ
”تو تف ہے لحيان پر ہر حالت میں، دوسرے لوگوں کے ذکر میں ان کے ذکر پر مٹی پڑی
ہوئی ہے۔“

قَبِيلَةً بِاللُّؤْمِ وَالْغَدْرِ تَفْتَرِي فَلَمْ تُسِرْ بِخَطِيئِ لَوْمَهَا بِخَفَاءِ
 ”وہ ایسا چھوٹا سا معمولی قبیلہ ہے جو ایک دوسرے کو کمینگی اور غداری کی ترغیب دلاتے ہیں
 لیکن انکی کمینگی کسی طرح چھپائے نہیں چھپتی۔“

فَلَوْ قُتِلُوا لَمْ تُؤَفِّ مِنْهُ دِمَاءُ هُمْ بَلَىٰ إِنْ قَتَلَ الْقَاتِلِيهِ شِفَاؤِي
 ”اگر یہ سب قتل کر دیے جاتے تو بھی ان سب کے خون اس (عاصم) کے خون کا بدلہ پورا نہ
 کر سکتے۔ البتہ اس کے قاتلوں کو قتل کر دینا میرے لئے تسکین کا باعث ہوگا۔“

فَإِلَّا أَمْتُ أَذْعَرُ هَذِيلًا بَعَادَةً كَغَاوَى الْجَهَامِ الْمُغْتَدِي بِإِفَاءِ
 ”اگر میں زندہ رہا تو میں بنی ہذیل کو ایک غارت گری کے ساتھ صبح کے وقت چھا جانے
 والے بادل کی طرح دہشت زدہ کردوں گا اور مال غنیمت لے کر لوٹ آؤں گا۔“

بِأَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ وَالْأَمْرُ أَمْرُهُ يَبِيتُ لِلْخِيَانِ الْخَنَا بِفَنَاءِ
 ”یہ سب کچھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کروں گا اور حکم تو دراصل آپ کا حکم ہے۔
 لہذا ان کے بد معاش لوگ کھلے میدان میں رات بسر کر رہے تھے۔“

مُصْبِحُ قَوْمًا بِالرُّجُمِ كَانَهُمْ جَذَاءُ شَتَائِنَ غَمَرٍ وَفَاءِ
 ”صبح ہوتے ہی مقام رجم میں ایک قوم سے لڑنے لگے گویا وہ بکری کے بچے ہیں جو حرارت
 کے بغیر سردی کی رات بسر کر رہے ہیں۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو میں یہ اشعار بھی کہے:

فَلَا وَاللَّهِ مَا تَذَرِي هَذِيلُ أَصَابَ مَاءَ ذَمَزَمَ أَمْ مَشُوبُ
 قسم بخدا قبیلہ ہذیل کے لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ آیا بئر زمزم کا پانی صاف ہے یا گدلا۔
 وَلَا لَهُمْ إِذَا اعْتَمَرُوا وَحَجُّوا مِنَ الْجَبَرَيْنِ وَالْمَسْغَى نَصِيبُ
 ”اور یہ لوگ جب عمرہ یا حج کرتے ہیں تو حجر اسود اور مقام ابراہیم اور صفا و مروہ کے درمیان
 سعی کی جگہ میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔“

وَلَكِنَّ الرُّجِمَةَ لَهُمْ مَحَلُّ الْلُؤْمِ النَّبِينِ وَالْعُيُوبِ
 لیکن مقام رجم ہی ان کا مقام ہے جہاں ان کی کھلی کمینگی اور عیوب (کا اظہار ہوتا ہے)۔

كَانَهُمْ لَدَى الْكُنَاتِ أَصْلًا ثَمُوسَ بِالْحِجَازِ لَهَا لَيْبُ
 ”یہ لوگ گویا شام کے وقت گھروں میں چھپا کر رکھی ہوئی چیزوں کے پاس رکھے گئے ہیں

(یعنی کمزور اور بزدل ہیں) اور (حج کے ایام میں) حجاز میں قربانی کے بکرے ہیں جو شور و غل کرتے رہتے ہیں۔“

ہُمْ غَرُؤًا بِذِمَّتِهِمْ خُبَيِّبًا فَبَسَّ الْعَهْدُ عَهْدُهُمُ الْكَذُوبُ
 ”ان لوگوں نے ہی اپنی ذمہ داری کے باوجود خبیب کو دھوکہ دیا۔ پس ان کا جھوٹا عہد و پیمان بہت ہی برا عہد و پیمان ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس قصیدے کا آخری شعر ابو زید انصاری سے مروی ہے۔

حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مرثیہ میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

صَلَّى الْإِلَٰهَ عَلَى الَّذِينَ تَتَابَعُوا يَوْمَ الرَّجِيعِ فَأَكْرِمُوا وَ أُثِيبُوا
 ”اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت نازل فرمائے جو یکے بعد دیگرے رجیع کے دن شہید ہو گئے۔ اس بنا پر وہ معزز و مکرم بھی ہو گئے اور ثواب کے مستحق بھی بن گئے۔“

رَأْسُ السَّرِيَّةِ مَرَقَدٌ وَ أَمِيرُهُمْ وَابْنُ الْبَكْرِ أَمَامُهُمْ وَ خُبَيْبُ
 ”اس لشکر کے سردار اور امیر مرشد اور امام اور پیشوا ابن بکر اور خبیب تھے۔“

وَابْنُ لَطَارِقٍ وَابْنُ دَثَّةٍ مِنْهُمْ وَافَاةٌ ثُمَّ حِمَامَةٌ الْمَكْتُوبُ
 ”اور ان میں ابن طارق اور ابن دثنہ بھی تھے جن کے ساتھ تقدیر میں لکھی ہوئی موت نے

حالت جری میں علم پر تنوین کا حکم

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَابْنُ لَطَارِقٍ وَابْنُ دَثَّةٍ مِنْهُمْ۔ یہاں آپ نے علم سے تنوین کو اسی طریقے پر حذف کیا جس طرح آپ کے اس قول میں گزر چکا ہے: شَلْتُ يَدَا وَخَشِيْتُ مِنْ قَاتِلٍ۔ اگر آپ تنوین کو حذف کرتے وقت اسے نصب دیتے اور اسے غیر منصرف اسم کی طرح رکھتے جس کی حالت جری فتح کے ساتھ آتی ہے تو یہ طریقہ قیاس صحیح کے موافق ہوتا کیونکہ جرتنوین کے تابع ہے۔ جب تنوین زائل ہو جائے تو جر بھی زائل ہو جاتی ہے تاکہ اس اسم کا ضمیر متکلم کی طرف مضاف اسم کے ساتھ التباس لازم نہ آئے کیونکہ ضمیر متکلم اگر بقاء ہو تو اسے عموماً حذف کر دیا جاتا ہے اور

وہاں وفاداری کی۔“

وَالْعَاصِمُ الْمَقْتُولُ عِنْدَ رَجِيعِهِمْ كَسَبَ الْمَعَالِي إِنَّهُ لَكَسُوبٌ
”اور ان میں عاصم بھی تھے جنہیں رجع کے پاس قتل کر دیا گیا، انہوں نے مراتب عالیہ حاصل کیے، بے شک وہ ان مراتب کے حصول میں بہت تیز رو تھے۔“

مَنْعَ الْمَقَادَّةِ أَنْ يَنْأَلُوا ظَهْرَهُ حَتَّى يُجَالِدَ إِنَّهُ لَنَجِيبٌ
”انہوں نے (یعنی حضرت عاصم نے) ذلت اور گراؤٹ سے اپنا دفاع کیا مبادا کہ دشمن

اس کے بجائے صرف کسرہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ اکثر غیر منصرف اسماء میں تنوین کا یہ حذف اس لئے ہوتا ہے کہ اسم اس سے مستغنی ہوتا ہے کیونکہ یہ تنوین عدم اضافت کی علامت ہوتی ہے اس لئے ہر وہ اسم جس میں اضافت کا وہم نہ ہو اس میں تنوین کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جب اسے تنوین نہیں دی جاتی تو اسے کسرہ بھی نہیں دیا جاتا کیونکہ اس طرح اس اسم کا ضمیر متکلم کی طرف مضاف اسم کے ساتھ التباس لازم آتا ہے۔ غزوہ احد کے متعلق اشعار میں یہ قول گزرا ہے: كَنَادَ أَبِي حُبَابٍ وَالظُّبَيْنَا۔ اس میں حُبَابٍ کی باء پر حالت جری میں فتح آیا ہے۔ اور ہر علم کا حق یہ ہے کہ اس پر تنوین نہ آئے کیونکہ وہ اضافت سے مستغنی ہوتا ہے، جیسا کہ معرفہ کی تمام اقسام پر تنوین نہیں آتی لیکن ان میں سے بعض اسمائے معرفہ پر اس سبب کی وجہ سے تنوین آ جاتی ہے جو ہم نے غیر منصرف اسماء کے اسباب میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند اسباب ہم نے لکھے ہیں لیکن طارق اور وحشی میں کسرہ مروی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ ضرورت شعری کی بناء پر ہے، لیکن اہل عرب نے اپنے اکثر کلام میں ان اسماء میں کسرہ کو تنوین کے تابع نہیں کیا کیونکہ ان اسماء میں ضمیر متکلم کی طرف اضافت کا وہم نہیں ہوتا کیونکہ یہ اسماء اشعار میں شاذ و نادر ہی آتے ہیں، اس لئے ان میں التباس بعید ہے۔

خَبِيبٌ اور ہذیل کا مادۂ اشتقاق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

وَأَبْنُ الْبَكْرِ إِمَامُهُمْ وَ خَبِيبٌ

آپ قافیہ کا حرف یا، ما قبل مفتوح لائے ہیں۔ اس بارے میں پہلے دو مرتبہ گفتگو ہو چکی ہے اور لغت میں خَبِيبٌ خَبُّ کی تصغیر ہے اور خَبُّ مکار اور دھوکہ باز آدمی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خَبِيبٌ سے خَابٌ کی تصغیر ہو۔ اس صورت میں یہ تصغیر ترخیم کے باب سے ہوگا اور تصغیر ترخیم وہ ہوتی ہے جو زائد حروف کے حذف پر مبنی ہو۔ اور ہذیل کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی تصغیر ترخیم کے

ان کی پیٹھ پر قابو پالیں جب تک وہ اچھی طرح مقابلہ نہ کر لیں بے شک وہ بڑے نجیب اور شریف تھے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا آخری شعر اس طرح بھی مروی ہے حَتَّى يُجَدِّلَ إِنَّهُ لَنَجِيبٌ۔
علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

طریقے پر مصغر ہے کیونکہ یہ هُوَذَلِ الرَّجُلُ بِيَوْلِهِ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آدن اپنے پیشاب کو دور پھینکے۔ گویا یہ بھی حروف زوائد کے حذف پر مہوَذَل کی تصغیر ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تصغیر ترنیم کے طریقے پر ہی هُوَذَلُوں کی تصغیر ہو اور هَذَلُول ریت کے چھوٹے ٹیلے کو کہتے ہیں۔
ہمزہ کے بغیر سَالَتْ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

سَالَتْ هُذَيْلٌ رَّسُولَ اللَّهِ فَاحِشَةً

اس شعر میں سَالَتْ ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ نہیں بلکہ یہ ایک علیحدہ لغت ہے جس کی دلیل عرب کا یہ قول ہے تَسَايَلَ الْقَوْمُ (قوم ہر طرف سے آئی)۔ اگر اس میں تسہیل ہوتی تو ہمزہ بین بین ہوتا اور اس طرح شعر کا وزن درست نہ رہتا کیونکہ بین بین ہمزہ متحرک ہمزہ کی طرح ہی ہوتا ہے اور جب یہ ساکن ہو تو الف میں تبدیل ہو جاتا ہے جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے: الْبِنْسَاءُ (لانٹھی) لیکن یہ بات ایسی ہے جس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور جب سَالٌ میں ایک لغت سَالٌ ہے تو لازمی طور پر اس کا مضارع يَسِيْلٌ ہوگا لیکن یونس نے یوں حکایت کیا ہے سِلْتُ تَسَالٌ جیسے خِفْتُ تَخَافٌ ہے۔ یہ ان کے نزدیک اجوف واوی ہے اور زجاج نے کہا الرَّجُلَانِ يَتَسَاوِلَانِ۔ اور نحاس اور مبرد نے کہا يَتَسَاوِلَانِ۔ یہ اسی کی مثل ہے جو یونس نے حکایت کیا ہے۔

حادثہ بر معونہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ بقیہ شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینوں میں (مدینہ منورہ میں) مقیم رہے اور اس سال حج کا انتظام مشرکین نے کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے چار ماہ بعد ماہ صفر میں اصحاب بر معونہ کو روانہ کیا۔

بر معونہ کی طرف بھیجنے کا سبب

اصحاب بر معونہ کے واقعہ کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ مجھ سے میرے والد حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے حضرت مغیرہ بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام سے روایت کیا۔ نیز یہ واقعہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور دیگر اہل علم

واقعہ بر معونہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اصحاب بر معونہ چالیس تھے جبکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ستر آدمی تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اسی طرح مذکور ہے۔

ملاعب الاسنة، اس کے بھائی اور معوذ الحکماء

علامہ ابن اسحاق نے ابو براء ملاعب الاسنة کا ذکر کیا اور یہ کہ اس نے اصحاب بر معونہ کو اہل نجد سے پناہ دی تھی۔ ملاعب الاسنة یہ عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ ہے۔ اسے یوم سوبان کو ملاعب الاسنة کا لقب دیا گیا۔ یہ ایام جبلہ میں سے ایک لڑائی کا دن ہے اور ایام جبلہ بنی قیس اور بنی تمیم کے درمیان ہونے والی جنگ کے ایام ہیں۔ جبلہ ایک بلند پہاڑ کا نام ہے۔ اس واقعہ کا کچھ حصہ کتاب کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔ اس شخص کو سوبان کے روز ملاعب الاسنة کا لقب ملنے کا سبب یہ بنا کہ اس کے بھائی نے جس کا نام طفیل بن مالک تھا اور جو فارس قرزل کے لقب سے مشہور تھا، اسے جنگ کے روز دشمن کے حوالے کر دیا اور خود بھاگ گیا۔ اس کے متعلق ایک شاعر نے کہا:

فَرَدَّتْ وَ أَسْلَمَتْ ابْنَ أُمِّكَ عَامِرًا يُلَاعِبُ أَطْرَافَ الْوَشِيهِجِ الْوَزْعَنْعِ

”تو خود بھاگ گیا اور اپنے ماں جائے عامر کو دشمن کے حوالے کر دیا جو تیز حرکت کرنے والے نیزوں کے اطراف کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔“

نے بیان کیا۔ ان سب کا بیان ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر جو ملاعب الاسنہ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا، مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا اور اسے قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ نہ تو اسلام لایا اور نہ اسلام سے برہمی کا اظہار کیا، بلکہ اس نے عرض کی اے محمد (فداہ روحی)! اگر آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت اہل نجد کی طرف روانہ کریں جو انہیں آپ کے اس پیغام کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کی اس دعوت کو قبول کر لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْہُمْ اَہْلَ نَجْدٍ۔ ”مجھے اندیشہ ہے کہ اہل نجد ان کو نقصان پہنچائیں گے“۔ ابو براء نے کہا میں ان کو اپنی پناہ دیتا ہوں۔ آپ انہیں روانہ فرمائیے تاکہ یہ لوگوں کو آپ کے پیغام حق کی دعوت دیں۔

بھیجے جانے والے اصحاب

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنی ساعدہ کے فرد حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ جن کو الْمُعْتِقُ لِمَوْتٍ (شہادت کی موت کے لئے تیز رفتار) کا لقب دیا گیا، کو اپنے جلیل القدر صحابہ میں سے چالیس افراد کے ہمراہ روانہ فرمایا جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: حضرات حارث بن

چنانچہ اس شعر کے باعث اسے ملاعب الاسنہ اور ملاعب الرماح کا لقب دیا گیا۔ لبید نے کہا:

وَ اَنْنٰی مُلَاعِبُ الرِّمَاحِ وَ مِذْرَہُ الْکَتِیْبَةِ الرِّدَاحِ
”اور بے شک میں نیزوں سے کھیلنے والا اور لشکر جرار کا سالار ہوں۔“

یہ لبید بن ربیعہ کا چچا ہے۔ یہ پانچ بھائی تھے: طفیل جس کا لقب فارس فرزل تھا، عامر ملاعب الاسنہ، ربیعہ المقتدرین، یہ لبید کا والد تھا، عبیدہ الوضاح اور معاویہ معوذ الحکماء۔ اسی کا یہ شعر ہے:

اِذَا سَقَطَ السَّمَاءُ بِاَرْضِ قَوْمٍ رَعِیْنَاهُ وَ اِنْ کَانُوْا غَضَابًا
”جب آسمان کسی قوم کی زمین میں گرے تو ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں، اگرچہ وہ لوگ غضبناک ہوں۔“

اسی قصیدہ کے ایک اور شعر میں وہ کہتا ہے:

یُعَوِّذُ مِثْلَهَا الْحُكْمَاءُ بَعْدِیْ اِذَا مَا الْاَمْرُ فِی الْخَدَّائِ قَلْبًا
”جب زمانے میں کوئی سخت معاملہ درپیش ہوگا تو میرے بعد حکماء اسی طرح کی پناہ دیں گے۔“

اس شعر کی بناء پر معوذ کو حکماء کا لقب دیا گیا۔

صمہ، بنی عدی بن نجار کے فرد حرام بن ملحان، عروہ بن اسماء بن الصلت السلمی، نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مولیٰ عامر بن فہیرہ اور اس طرح کے دیگر جلیل القدر مسلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب افراد روانہ ہوئے یہاں تک کہ معونہ نامی کنویں کے پاس اترے۔ یہ کنواں بنی عامر کے علاقہ اور بنی سلیم کے حرہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ دونوں علاقے اس کے قریب ہیں لیکن یہ بنی سلیم کے حرہ کے زیادہ قریب ہے۔

عامر ایک صحابی کو قتل کرتا ہے

جب وہ یہاں فروکش ہوئے تو انہوں نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی دے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لائے تو اس نے آپ کے مکتوب گرامی کو پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ پھر اس نے مسلمانوں کے خلاف بنی عامر کو لکارا لیکن انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا ابو براء نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور ان کو پناہ دی ہے، ہم اس کے معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے۔ پھر اس نے مسلمانوں کے خلاف بنی سلیم کی شاخوں عصیہ، رعل اور ذکوان کو لکارا۔ ان قبائل نے اس کی لکار پر لبیک کہی۔ انہوں نے مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور ان کے خیموں کا محاصرہ کر لیا، جب مسلمانوں نے انہیں دیکھا تو اپنی تلواریں بے نیام کر لیں، پھر

ملاعب اور اس کے بھائیوں کے متعلق نعمان کے سامنے لبید کے اشعار

جب لبید نے نعمان بن منذر کے سامنے یہ شعر پڑھے تو ان سے اس کی مراد یہی لوگ تھے:

نَحْنُ بَنِي أُمِّ الْبَنِينَ الْأَرْبَعَةُ الْمُطْعِمُونَ الْجَفْنَةَ الْمُدْعِدَّةُ
 ”ہم ام البنین کی اولاد ہیں جو لبالب بھرے ہوئے بڑے پیالے میں کھلانے والے ہیں۔“

وَالضَّارِبُونَ الْهَامَ تَحْتَ الْخَيْضَعَةِ يَا رَبَّ هَيَّجَا هِيَ خَيْرٌ مِنْ دَعَةٍ
 ”اور گردوغبار کے نیچے کھوپڑیوں پر شمشیر زنی کرنے والے ہیں۔ ہائے کتنی ہی لڑائیاں ہیں جو دعوت سے بہتر ہیں۔“

پھر اس نے ربیع بن زیاد العبسی کا ذکر کیا اور کہا:

مَهْلًا أَبَيْتَ اللَّعْنَ لَا تَأْكُلُ مَعَهُ

”جلد بازی نہ کر، تو لعنت سے محفوظ رہے، اس کے ساتھ مل کر نہ کھا۔“

ان کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، ان میں سے صرف بنی دینار بن نجار کے ایک فرد حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ زندہ بچے۔ کفار نے انہیں اس حالت میں چھوڑا کہ ان میں زندگی کی کچھ رمت باقی تھی۔ انہیں زخمی حالت میں مقتولوں کے درمیان سے اٹھا کر لایا گیا۔ اس کے بعد وہ زندہ رہے یہاں تک کہ غزوہ خندق میں شرف شہادت حاصل کیا۔ رحمہ اللہ۔

ساتھیوں کی شہادت کا علم ہونے کے بعد ابن امیہ اور منذر کا کفار کے پاس جانا عمرو بن امیہ الضمری اور بنی عمرو بن عوف قبیلہ کا ایک انصاری اس وفد کے اونٹ چرار ہے تھے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ انصاری منذر بن محمد بن عقبہ بن احیمہ بن جراح ہیں۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا: ان کے ساتھیوں پر جو گزری اس کا انہیں کوئی علم نہ تھا مگر انہوں نے چند پرندے دیکھے جو لشکر کے اوپر چکر لگا رہے تھے۔ دونوں نے کہا: بخدا! ان پرندوں کا منڈلانا بلا وجہ نہیں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سارے ساتھی خون میں لت پت پڑے ہیں اور جن گھڑ سواروں نے انہیں قتل کیا تھا وہ وہیں کھڑے ہیں۔ انصاری نے عمرو بن امیہ سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دینی چاہیے۔ انصاری نے کہا لیکن میں تو اپنے آپ کو اس جگہ سے جدا نہیں کر سکتا جہاں منذر بن عمرو کو قتل کیا گیا ہے۔ اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے اس کے بارے میں خبر دیں

اس رجز کے آخر تک جو ایک لمبے واقعہ کے بارے میں ہے۔ لبید نے کہا الادبۃ - ہم چار ہیں۔ حالانکہ وہ پانچ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باپ ربیعہ اس سے قبل مر چکا تھا۔ اس کی وجہ وہ نہیں جو بعض لوگوں نے بیان کی ہے اور یہ فراء سے مروی یفری کا قول ہے کہ لبید نے خمسۃ کے بجائے الادبۃ قافیوں کی رعایت کے لئے کہا۔ لیکن اسے کہا جائے گا کہ شاعر کے لئے تو یہ بھی جائز نہیں کہ وہ شعر کا وزن درست رکھنے کے لئے لفظی غلطی کرے تو وزن درست رکھنے کے لئے جھوٹ بولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ پھر اس سے بھی حیران کن بات یہ ہے کہ اس نے اپنی اس فاسد تاویل پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد سے استشہاد کیا ہے: **وَلَيْسَ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ۖ (الرحمن)** (اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو وہ باغ ملیں گے)۔ اس کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ایک جنت ہی ہے لیکن تشبیہ کا صیغہ اس لئے آیا ہے تاکہ آیتوں کے سرے برابر رہیں یا یہ آیت اس کلام کے

(کہ ان ظالموں نے اسے کس طرح قتل کیا ہے)۔ پھر اس نے کفار سے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ کفار نے عمرو بن امیہ کو قیدی بنالیا۔ جب آپ نے انہیں بتایا کہ آپ قبیلہ مضر کے فرد ہیں تو عامر بن طفیل نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ کی پیشانی کے بال کاٹ کر آپ کو اپنی ماں کی نذر پوری کرنے کے لئے آزاد کر دیا۔ اس کا یہ زعم تھا کہ اس کی ماں پر ایک غلام آزاد کرنے کی نذر لازم تھی۔

دو عامریوں کا قتل

پھر عمرو بن امیہ نکل کر وادی قناہ کے قریب مقام قرقرہ میں پہنچے۔ وہاں بنی عامر کے دو آدمی آ گئے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بنی عامر قبیلہ بنی کلاب کی شاخ ہے اور ابو عمرو مدنی نے ذکر کیا ہے کہ وہ دونوں بنی سلیم کے آدمی تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر وہ دونوں عمرو بن امیہ کے ساتھ ایک درخت کے سائے میں فروکش ہوئے۔ عامریوں کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ اور پڑوس تھا جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا۔ جب وہ دونوں اس کے پاس آئے تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا تعلق قبیلہ بنی عامر سے ہے۔ اس نے انہیں مہلت دی یہاں تک کہ جب وہ سو گئے تو ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا اور یہ خیال کیا کہ اس نے ان دونوں کو قتل کر کے بنی عامر سے اس اذیت کا بدلہ لے

موافق رہے جو اس کا ہم معنی ہے۔ کیا سخت مصیبت ہے، یہ کلام کتنا قبیح ہے، یہ شخص کتنا جاہل ہے اور فہم قرآن سے کتنا دور ہے اور صاحب قرآن ﷺ کے اس ارشاد کا اسے ذرا خوف نہیں کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانہ آتش جہنم میں تلاش کرے۔ پس اس سے بچو، بچو۔ رہی وہ بات جس میں یہ دلیل ہے کہ وہ چار تھے جس کی بناء پر لبید نے یہ لفظ ذکر کیا۔ وہ یہ ہے کہ اس روایت میں لبید کی یتیمی اور کم سنی کا ذکر ہے اور یہ کہ اس کے چار چچاؤں نے اسے اس قابل نہ سمجھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ نعمان کے پاس اس وقت لے جائیں جب انہوں نے ربیع بن زیاد کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لبید نے سنا کہ وہ اس کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور اس مباحثہ کا اہتمام کر رہے تھے۔ اس نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے بھی اپنے ساتھ نعمان کے پاس لے جائیں اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ اسے خاموش کر دے گا لیکن انہوں نے اس کی بات کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ اس روایت میں مذکورہ اشیاء کے ساتھ اس کا امتحان لیا۔ اس پوری گفتگو سے واضح ہو گیا کہ وہ چار افراد تھے۔ اگر جاہل خاموش رہتا تو اختلاف کم ہوتا۔ الحمد للہ۔

لیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو پہنچائی تھی۔ پھر جب عمرو بن امیہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس سارے واقعہ کی خبر دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَقَدْ قَتَلْتَ قَتِيلَيْنِ لَا دِيْنَهُمَا۔ تم نے دو آدمی قتل کر دیے ہیں جن کی دیت میں ضرور ادا کروں گا۔

ابو براء کے اس عمل پر حضور ﷺ کا اظہارِ ناپسندیدگی

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: هَذَا عَمَلُ أَبِي بَرَاءٍ قَدْ كُنْتُ لِهَذَا كَارِهًا مُتَخَوِّفًا۔ یہ ابو براء کا عمل ہے جسے میں پہلے ہی برا سمجھ رہا تھا اور اسی کا مجھے اندیشہ تھا۔ ابو براء کو جب اس بات کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عامر بن طفیل کی بد عہدی اس پر بڑی گراں گزری اور اس بات کی بھی تکلیف پہنچی جو اس نے اس معاہدہ اور حق جواز کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو اذیت پہنچائی۔ جن صحابہ کو قتل کیا گیا ان میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت ابن فہیرہ اور آسمان

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت ہشام بن عروہ نے اپنے باپ کی یہ روایت بیان کی کہ عامر بن طفیل کہا کرتا تھا کہ ان میں سے وہ کون شخص تھا جس کو جب قتل کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ اسے آسمان اور زمین کے درمیان اٹھایا جا رہا ہے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ آسمان سے بھی بلند ہو گیا؟ لوگوں نے کہا وہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابن فہیرہ کا ٹھکانہ

علامہ ابن اسحاق نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ عامر بن طفیل نے واقعہ بر معونہ کے روز کہا: مَنْ رَجُلٌ لَّمَّا طَعَنَتْهُ رُفِعَ حَتَّى رَأَيْتُ السَّمَاءَ مِنْ دُونِهِ؟ وہ کون شخص تھا جس کو جب میں نے نیزہ مارا تو اسے اٹھالیا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آسمان اس سے نیچے رہ گیا ہے۔ یہ علامہ ابن اسحاق سے بکائی کی روایت ہے اور ان سے اسی سند کے ساتھ یونس بن بکیر نے روایت کیا ہے کہ اس کے بعد عامر بن طفیل مدینہ منورہ آیا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا: اے محمد (ﷺ) وہ کون شخص تھا جس کو جب میں نے نیزہ مارا تو اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: وہ عامر بن فہیرہ ہے۔ اور حضرات عہد الرزاق اور ابن مبارک نے روایت کیا کہ اس روز حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو مقتولوں میں تلاش کیا گیا لیکن آپ کی میت نہ

ابن سلمیٰ کے قبولِ اسلام کا سبب

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بنی جبار بن سلمیٰ بن مالک بن جعفر کے کسی آدمی نے بیان کیا ہے کہ جبار بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو واقعہ بُر معونہ کے روز عامر کے ساتھ وہاں موجود تھے، پھر وہ اسلام لے آیا۔ وہ کہا کرتا تھا جس بات نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا وہ یہ تھی کہ اس روز میں نے مسلمانوں کے ایک شخص کے دو کندھوں کے درمیان نیزہ مارا، جب نیزے کی نوک اس کے سینے سے باہر نکلی تو میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: **فُزْتُ وَاللّٰہِ**۔ قسم بخدا! میں نے مراد کو پالیا۔ میں نے دل میں سوچا اس نے کون سی مراد کو پالیا، کیا میں اس شخص کو قتل نہیں کر پایا؟ یہی بات میرے دل میں کھٹکتی رہی یہاں تک کہ میں نے اس کی اس بات کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس نے شہادت کی مراد پالی تھی۔ میں نے کہا قسم بخدا! پھر تو واقعی اس نے مراد پالی۔

ابو براء کے بیٹوں کو عامر کے خلاف ابھارنے کے متعلق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابو براء کے بیٹوں کو عامر بن طفیل کے خلاف ابھارتے ہوئے یہ اشعار کہے:

بَنِي أُمِّ الْيَنِينِ أَلَمْ يَوْعِدْكُمْ وَ أَنْتُمْ مِنْ ذَوَائِبِ أَهْلِ نَجْدٍ
”اے ام البنین کے بیٹو! کیا پھر بھی تمہیں اس بات کا خیال نہ آیا حالانکہ تم اہل نجد کے چوٹی کے افراد میں شامل ہو

تَهْتَمُ عَامِرَ بَابِي بِرَاءٍ لِّمُخِفَرَةٍ وَ مَا عَطَا كَعْدٍ
کہ ابو براء کے ساتھ عامر کے اس کھیلنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ بد عہدی کرے اور غلطی سے ہونے والا کام ارادۃ ہونے والے کام کی طرح نہیں ہوتا۔“

أَلَا أَبْلَغُ رَبِيعَةَ ذَا الْمَسَاعِي فَمَا أَخَذْتُ فِي الْحَدَقَانِ بَعْدِي
”ارے! ربیعہ کو جو بڑا باہمت اور حوصلہ مند شخص تھا یہ خبر پہنچا دو (وہ کہے گا) تم نے میرے بعد زمانے میں کیا نئی چیز پیدا کر دی ہے۔“

مل سکی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ فرشتوں نے آپ کو اٹھالیا ہے یا آپ کو دفن کر دیا ہے۔

أَبُوكَ أَبُو الْخُرُوبِ أَبُو بَرَاءٍ وَ مَعَالِكَ مَا جَدَّ حَكَمُ بْنُ سَعْدٍ
 ”تیرا باپ ابو براء ہے جو بڑا جنگجو ہے اور تیرا ماموں حکم بن سعد ہے جو بڑا صاحب عز و
 شرف ہے۔“

حکم اور ام البنین کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا: حکم بن سعد قبیلہ قین بن جسر سے تھا اور ام البنین عمرو بن عامر بن
 ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی بیٹی اور ابو براء کی ماں تھی۔

ربیعہ کا عامر کو نیزہ مارنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر ربیعہ بن عامر بن مالک نے عامر بن طفیل پر حملہ کیا اور اسے
 نیزہ مارا، وہ اس کی ران میں لگا اور اسے مرنے کے قریب کر دیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر
 پڑا۔ اس نے کہا: یہ ابو براء کا حملہ ہے، اگر میں مر گیا تو میرا خون بہا میرے چچا کا حق ہوگا۔ اس
 کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملے گا اور اگر بیچ گیا تو جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس کے متعلق میں خود
 سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

ابن ورقاء کا قتل اور اس پر ابن رواحہ کا مرثیہ

انس بن عباس سلمی نے جو طعیمہ بن عدی بن نوفل کا ماموں ہے اور جس نے واقعہ بدر معونہ
 کے روز نافع بن ہذیل بن ورقاء الخزاعی کو قتل کیا تھا، یہ شعر کہے:

تَرَكْتُ ابْنَ وَرَقَاءَ الْخَزَاعِيَّ فَاوِيَا بِنُفْلٍ تَسْفِي عَظْمَهُ الْآعَاصِرُ
 ”میں نے ابن ورقاء خزاعی کو اس میدان جنگ میں پیوند خاک کر چھوڑا جہاں بگولے بڑی

ام البنین الاربعہ

علامہ ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

بَنِي أُمِّ الْبَيْتِ أَلَمْ يَرْغَبُوا فِي دَوَائِبِ أَهْلِ نَجْدٍ
 یہ وہی ام البنین ہے جس کا لبید نے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے:

نَحْنُ بَنِي أُمِّ الْبَيْتِ الْآرَبَةُ

اس کا نام لیلیٰ بنت عامر ہے جیسا کہ لوگوں نے بیان کیا ہے۔ علامہ ابن ہشام نے اس کا نسب تو
 ذکر کیا ہے لیکن اس کا نام ذکر نہیں کیا۔

تیزی سے اڑتے ہیں۔

ذَكَرْتُ أَبَا الزَّبَّانِ لَمَّا رَأَيْتُهُ وَ أَيقَنْتُ أَنِّي عِنْدَ ذَلِكَ قَائِرٌ
”جب میں نے ابن ورقاء کو دیکھا تو مجھے ابو زبان یاد آ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے
ابن ورقاء کو قتل کر کے انتقام لے لیا ہے۔

ابو زبان سے مراد طعیمہ بن عدی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نافع بن بدیل بن ورقاء کے مرثیہ میں یہ اشعار
کہے:

رَحِمَ اللَّهُ نَافِعَ بْنَ بُدَيْلٍ رَحْمَةً الْمُبْتَغَى ثَوَابَ الْجِهَادِ
”اللہ تعالیٰ نافع بن بدیل پر ایسی رحمت نازل فرمائے جیسی جہاد کے ثواب کے طلب گار پر
نازل ہوتی ہے۔“

صَابِرٌ صَادِقٌ وَفِي إِذَا مَا أَكْثَرَ الْقَوْمُ قَالَ قَوْلَ السَّادِ
”وہ ایک صابر، سچا، وفادار شخص تھا، جب اکثر لوگ غلط بات کرتے تھے تو اس وقت بھی وہ
صحیح بات کہنے والا تھا۔“

شہدائے برِ معونہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ شہدائے برِ معونہ کا
مرثیہ کہتے ہیں اور منذر بن عمرو کو ابھارتے ہیں:

عَلَى قَتْلَى مَعُونَةٍ فَاسْتَهْلَى بِذَمِّ الْعَيْنِ سَخَا غَيْرَ نَزْرٍ
”شہدائے برِ معونہ پر تھوڑے نہیں بلکہ دل کھول کر اپنی آنکھوں سے آنسو بہاؤ۔“

عَلَى خَمْلِ الرُّسُولِ عِدَاةَ لَا قُوا مَنَابَاهُمْ وَ لَا قَتَهُمْ بِقَدْرِ
”(یعنی) رسول کریم ﷺ کے ان شہسواروں پر جس روز انہوں نے اپنی موتوں کا

الزبان یا الریان

علامہ ابن اسحاق نے انس بن عباس السلمی کے یہ شعر ذکر کیے ہیں:

تَرَكْتُ ابْنَ وَرَقَاءَ الْخَزَائِعِيِّ قَائِمًا بِمُعْتَرِكٍ تَسْفِي عَلَيْهِ الْأَعْيُورُ
ذَكَرْتُ أَبَا الزَّبَّانِ لَمَّا رَأَيْتُهُ وَأَيَقَنْتُ أَنِّي عِنْدَ ذَلِكَ قَائِرٌ
نسخہ میں اسی طرح آبا الزبان واقع ہوا ہے اور ابراہیم بن سعد کی روایت میں یہ لفظ راء مہملہ

استقبال کیا اور تقدیر الہی کے مطابق موتوں نے ان کا استقبال کیا۔“

أَصَابَهُمُ الْفَنَاءُ بَعْدَ قَوْمٍ تُخَوِّنَ عَقْدُ حَبْلِهِمْ بَعْدَ
”انہیں ایک ایسی قوم کی بد عہدی کی وجہ سے موت آئی جن (کے معاہدہ) کی رسی کی گواہ کو
عداری کے ساتھ کھول دیا گیا۔“

فَيَا لَهْفَى لِنَذِيرٍ إِذْ تَوَلَّى وَاعْتَقَ فِي مَنِيَّتِهِ بِصَبْرٍ
”ہائے افسوس منذر پر کہ وہ ہم سے منہ موڑ کر رخصت ہو گئے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ
اپنی موت کی طرف تیزی سے بڑھ گئے۔“

وَكَانَ قَدْ أُصِيبَ غَدَاةَ ذَاكُم مِّنْ أَبِيضٍ مَّاجِدٍ مِّنْ سِرِّ عَمْرٍو
”اس روز صبح کے وقت اس شخص کو قتل کیا جو خوبصورت، صاحب مجد و شرف اور عمرو کا سب
سے اچھا بیٹا تھا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: آخری شعر مجھے ابوزید انصاری نے سنایا۔

واقعہ بر معونہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

اور آپ نے مجھے واقعہ بر معونہ کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار
بھی سنائے جن میں آپ بنی جعفر بن کلاب کو عار دلاتے ہیں:

تَرَكْتُمْ جَارَكُمْ لِيْنِي سَلِيمَ مَخَافَةَ حَرِيْبِهِمْ عَجْزًا وَهُونًا
”(اے بنی جعفر!) جنگ کے خوف سے عاجزی اور کمزوری کے باعث تم نے اپنے ہمسائے
کو بنی سلیم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔“

فَلَوْ حَبَلًا تَنَاولَ مِنْ عَقْلِ لَدَّ بِحَبْلِهَا حَبَلًا مُتَيْنًا
”اگر وہ ہمسایہ بنی عقیل کے عہد کی رسی پکڑ لیتا تو ان کی رسی کے ساتھ ایک اور مضبوط رسی
پھیلا دیتا۔“

أَوِ الْقُرْطَاءِ مَا إِنْ أَسْلَمُوهُ وَ قَدْ مَا وَفَوْا إِذْ لَا تَفُونَا
”یا (وہ ہمسایہ) قبیلہ قرطاء کی (رسی پکڑتا) تو وہ اسے تنہا نہ چھوڑتے اور انہوں نے پہلے بھی
اپنا عہد پورا کیا جبکہ تم عہد پورا نہیں کر سکتے تھے۔“

اور یام جو داؤ سے بدل کر آئی ہے کے ساتھ آبا الزمان مذکور ہے۔ دارقطنی نے بھی الموتلف
والمختلف میں اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح ابراہیم بن سعد کی روایت میں ہے۔

القرطاء کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا القرطاء قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ ہے اور من عقیل کی جگہ من

القرطاء

علامہ ابن ہشام نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کیے جن میں ہے اَوِ الْقُرَطَاءِ مَا
 اِنْ اَسْلَمُوْا۔ القرطاء یہ قرط، قریط اور قریط کی اولاد ہیں جو کہ بنی عامر کی شاخ بنی کلاب
 کے کنبے ہیں۔

ایک منسوخ آیت

جب اصحاب بر معونہ کو شہید کر دیا گیا تو ان کے بارے میں قرآن کریم کی ایک آیت نازل ہوئی
 پھر اسے اٹھالیا گیا۔ وہ آیت یہ تھی:

اَبْلِغُوا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَ رَضِينَا عَنْهُ۔

”ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے، وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے
 اور ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں۔“

یہ آیت صحیح روایت سے ثابت تو ہے لیکن اس میں اعجاز قرآنی کی رونق موجود نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ
 یہ آیت ان مذکورہ الفاظ میں نازل تو نہیں ہوئی لیکن نظم قرآن کی طرح کسی نظم معجز میں نازل ہوئی۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ خبر ہے اور خبر میں نسخ داخل نہیں ہوتا تو ہم کہیں گے کہ اس آیت کی خبر منسوخ

نہیں ہوئی بلکہ اس کا صرف حکم منسوخ ہوا ہے کیونکہ قرآن کریم کا حکم یہ ہے کہ اسے نماز میں تلاوت کیا

جائے، با وضو شخص کے سوا اسے کوئی نہ چھوئے، اسے دھتین کے درمیان لکھا جائے اور اس کی تعلیم فرائض

کفایہ میں سے ہو۔ پس یہ تمام احکام اس آیت سے منسوخ کر دیے گئے ہیں اور اٹھالئے گئے ہیں۔ پس

ہر وہ آیت جو منسوخ ہو اور اس سے یہ احکام اٹھالیے جائیں تو اگرچہ وہ محفوظ رہے لیکن منسوخ ہوتی

ہے۔ پھر اگر وہ کسی حکم پر مشتمل ہو تو وہ حکم معمول کے طور پر باقی رہتا ہے۔ اس چیز کا معتزلہ نے انکار کیا

ہے، اور اگر وہ کسی خبر پر مشتمل ہو تو وہ خبر مصدقہ کے طور پر باقی رہتی ہے، لیکن اس سے تلاوت کے

احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ یہ آیت نازل ہوئی: لَوْ اَنَّ لَّاهِنَ اٰدَمَ وَاٰدِهِنَّ مِنْ ذَهَبٍ

لَا يَنْتَعِلْنَ لَهْمًا فَلَا يَمْلَأُ خَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتَوَبُّ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ

(اگر ابن آدم کے لئے سونے کی دو وادیاں بھی ہوتیں تو وہ ان کے ساتھ تیسری کی بھی ضرور

نفیل بھی مروی ہے۔ یہی صحیح ہے کیونکہ القرطاء نفیل کے زیادہ قریب ہیں۔

خواہش کرتا اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ یہ آیت یوں بھی مروی ہے لَا يَمْلَأُ عَمِيْنُ ابْنِ آدَمَ وَفَمَ ابْنِ آدَمَ (ابن آدم کی آنکھوں اور ابن آدم کے منہ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی)۔ یہ سب صحیح روایت سے ثابت ہے۔ اسی طرح وَادِيَا مِنْ مَّالٍ بھی مروی ہے۔ یہ خبر حق ہے اور خبر تو منسوخ نہیں ہوتی لیکن اس سے اس کی تلاوت کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ یعنی "لَوْ اَنَّ ابْنَ آدَمَ" سورہ یونس میں اس آیت کریمہ کے بعد تھی: كَانَ لَمْ تَعْنِ بِالْأَمْسِ ۚ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (یونس) (گویا کل وہ یہاں تھی ہی نہیں۔ یونہی ہم وضاحت سے بیان کرتے ہیں (اپنی قدرت کی) نشانیوں کو اس قوم کے لئے جو غور و فکر کرتی ہے)۔

ابن سلام نے اسی طرح کہا ہے۔ جہاں تک اس آیت کریمہ کا تعلق ہے جس کا حکم باقی ہے اور وہ پہلے تلاوت کی جاتی تھی اب نہیں وہ یہ ہے فَالشَّيْخَ وَالشَّيْخَةَ إِذَا زَنِيَا فَاَرْجُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَلَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَاءِكُمْ فَإِنَّ ذَلِكَ كُفْرٌ بِكُمْ۔ "بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب دونوں زنا کریں تو ان دونوں کو ضرور سنگسار کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا کے طور پر اور اپنے آباء کو چھوڑ نہ دو کیونکہ یہ تمہاری ناشکری ہے"۔ پس یہ ایسا حکم ہے جس کا نسخ جائز ہے جب کہ اس کی تلاوت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ تلاوت کا حکم تو باقی ہو لیکن اس خبر کے برعکس اس کا حکم منسوخ ہو جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

۴۷ میں بنی نضیر کی جلا وطنی کا حکم

بنی نضیر رسول کریم ﷺ کے قتل کی سازش کرتے ہیں

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے تاکہ بنی عامر کے ان دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں ان کا تعاون حاصل کریں جنہیں عمرو بن امیہ الضمری نے قتل کر دیا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بنی عامر سے معاہدہ جوار کر رکھا تھا (جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا) جیسا کہ مجھ سے یزید بن مارون نے بیان کیا۔ اور بنی نضیر اور بنی عامر کے درمیان بھی عہد و پیمان تھا اور وہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ان دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں تعاون حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم (ﷺ) ٹھیک ہے آپ جیسے چاہیں گے ہم اس مسئلہ میں آپ کی مدد کریں گے جس کے متعلق آپ نے ہم سے تعاون کا مطالبہ کیا ہے۔ پھر وہ سب ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ انہوں نے کہا ”تم اس شخص کو ایسی حالت میں پھر کبھی نہیں پاؤ گے“۔۔۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت ان کے مکانوں کی ایک دیوار کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔۔۔ ”کون شخص ہے جو اس مکان پر

غزوہ بنی نضیر اور اس کے متعلق قرآن کریم کا نزول

علامہ ابن اسحاق نے اس مقام پر اس غزوہ کا ذکر کیا ہے، حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ آپ غزوہ بدر کے بعد اس کا ذکر کرتے کیونکہ عقیل بن خالد وغیرہ نے زہری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: غزوہ بنی نضیر غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔

کھجور کے درختوں کی کٹائی اور اس کی تاویل

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب یہود بنی نضیر نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا اور آپ ﷺ کے قتل کی سازش کی تو رسول اللہ ﷺ ان کے محلہ کی طرف لکے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ جب یہودی قلعہ بند ہو گئے اور ان کے نخلستان جلا دیے گئے تو وہ پکاراٹھے کہ اے محمد (ﷺ) آپ تو فتنہ و فساد سے منع کرتے تھے اور اس کی مذمت کرتے تھے۔ آگے سارا واقعہ ذکر

چڑھ کر ان پر پتھر پھینک دے اور یوں اس شخص سے ہمیں نجات دلا دے؟“ ان میں سے ایک شخص عمرو بن جحاش بن کعب نے اس پر لبیک کہا اور بولا یہ خدمت میں بجالاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چھت پر چڑھا تا کہ حضور پر پتھر گرا دے جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی جماعت کے درمیان تشریف فرما تھے، ان میں حضرات ابوبکر، عمر اور علی رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ان کی سازش سے آگاہ فرماتا ہے

ان لوگوں نے جو منصوبہ بنایا تھا اس کی خبر آسمان سے رسول اللہ ﷺ کو مل گئی۔ حضور ﷺ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام نے کچھ دیر نبی کریم ﷺ کی واپسی کا انتظار کیا پھر حضور ﷺ کی جستجو میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں مدینہ طیبہ سے آتے ہوئے ایک آدمی سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس سے آپ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ سن کر اصحاب رسول ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف چل دیے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں اصل بات سے آگاہ فرمایا کہ یہودیوں نے آپ سے غداری کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے اور ان کی طرف چلنے کا حکم فرمایا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر کیا۔

ابن تاویل نے کہا ان کے اس کلام سے مسلمانوں کے دلوں میں بھی کچھ تشویش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْلَةٍ أَوْ نَوْمٍ فَأَقَابَهُ عَلَى أَصُولِهَا (الحشر: 5) ”جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر.....“ اللہ تعالیٰ میں عجوبہ اور برنی کے علاوہ کھجور کی دیگر اقسام داخل ہیں۔ تو اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے نخلستان سے صرف وہ درخت جلائے ہیں جو لوگوں کی خوراک نہیں اور وہ لوگ عجوبہ کھجور سے خوراک حاصل کرتے تھے اور حدیث شریف میں ہے الْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ ”عجوبہ کھجور جنت کا درخت ہے“۔ اور اس کا پھل بہترین غذا فراہم کرتا ہے۔ برنی کھجور بھی اسی طرح ہے۔ حضرت ابو حنیفہ نے کہا: فارسی میں اس کا معنی ہے مبارک پھل کیونکہ بر کا معنی پھل ہے اور نبی کا معنی عمد دیا مبارک ہے۔ پھر اہل عرب نے اسے معرب بنا کر اپنے کلام میں داخل کر لیا۔ حدیث وفد عبدالقیس

فرمایا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر سب لوگ چلے یہاں تک کہ ان کے ہاں پڑاؤ ڈالا۔
علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ واقعہ ماہ ربیع الاول کا ہے۔ حضور ﷺ نے چھ راتیں ان کا
محاصرہ کیے رکھا۔ اسی دوران شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔

بنی نضیر کا محاصرہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یہودی قلعہ بند ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے نخلستان
کاٹ دینے اور ان میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اس پر یہودی پکاراٹھے کہ اے محمد (ﷺ) آپ تو
زمین میں فساد برپا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور جو ایسا کرتا اس کی مذمت کرتے تھے تو اب
درختوں کو کاٹنے اور ان میں آگ لگانے کا معاملہ کیا ہے؟

یہودیوں کو ایک گروہ کی انگلیخت پھر ان کا صلح کا ارادہ

بنی عوف بن خزرج کے ایک گروہ کو جن میں دشمن خدا عبد اللہ بن ابی بن سلول، ودیعہ، مالک
بن ابی توقل، سوید اور داعس شامل تھے، بنی نضیر کے پاس یہ پیغام دینے کے لئے بھیجا گیا کہ ”تم
جسے اور ڈٹے رہو، ہم تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے، اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم
تمہارے شانہ بشانہ جنگ کریں گے اور اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل
جائیں گے۔ چنانچہ یہودیوں نے ان کی نصرت کا انتظار کیا لیکن انہوں نے کوئی مدد نہ کی۔ اللہ
تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ
آپ ہمیں جلا وطن کر دیں لیکن ہمارے خون نہ بہائیں۔ شرط یہ ہو کہ وہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان
اونٹوں پر لاد کر لے جاسکتے ہوں لے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست منظور

میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برنی کھجور کا ذکر کرتے ہوئے اہل وفد سے فرمایا اِنَّهُ مِنْ عَجْمٍ قَبْرِكُمْ
وَ اِنَّهُ دَوَاءٌ وَ لَيْسَ بِدَاءٍ ”برنی کھجور تمہاری سب سے بہترین کھجور ہے اور یہ دواء ہے بیماری
نہیں۔“ اسے ان میں سے مزیدہ العصری نے روایت کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ما قطعتم من لينة
فرمایا۔ عموم پر رکھتے ہوئے مِنْ نَخْلَةٍ نہیں فرمایا۔ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ دشمن کے ان
درختوں کو کاٹنے کی اجازت نہیں جن سے خوراک اور غذا حاصل کی جاتی ہو جبکہ یہ امید ہو کہ وہ مسلمانوں
یکے قبضہ میں آجائیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لشکروں کو ہدایت فرماتے تھے کہ کسی پھل والے
درخت کو نہ کاٹنا۔ اس واقعہ سے حضرت ابو عمرو عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا

فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے اتنا مال و متاع اونٹوں پر لاد لیا جتنا ان کے اونٹ اٹھا سکتے تھے، بلکہ ان کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے کچھ آدمی اپنے گھروں کو گرا رہے تھے اور دروازوں کے کواڑ اکھیر کر اپنے اونٹوں کی پیٹھوں پر لاد رہے تھے اور اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ وہ خیبر چلے گئے اور بعض نے شام کا راستہ اختیار کیا۔

خیبر کی طرف ہجرت کرنے والے یہودی

اشرافِ یہود میں سے جنہوں نے خیبر کا راستہ اختیار کیا ان میں سے چند یہ ہیں: سلام بن ابی حقیق، کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق اور حسی بن اخطب۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو اہل خیبر نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ان سے بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں نے اپنی عورتوں، بیٹوں اور اموال کو اونٹوں پر اٹھا لیا۔ ان کے ساتھ دف اور مزامیر بھی تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے غلام نغمے الاپ رہے تھے۔ ان یہودیوں میں عروہ بن ورد عیسیٰ کی بیوی ام عمرو بھی شامل تھی جسے انہوں نے اس سے خریدا تھا۔ یہ ایک غفاری عورت تھی۔ بہر حال بنی نضیر حد درجہ غرور و تکبر سے جا رہے تھے جس کی مثال اس زمانے کے کسی قبیلے میں نہیں ملتی۔

مہاجرین کے درمیان بنی نضیر کے اموال کی تقسیم

یہودیوں نے اپنے بقیہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیے۔ وہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص تھے، آپ انہیں جہاں چاہتے استعمال فرماتے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انصار کو چھوڑ کر مہاجرین اولین میں تقسیم فرما دیے۔ البتہ حضرات سہیل بن حنیف اور ابود جانہ کہ علماء نے یا تو حدیث بنی نضیر کی تاویل کی ہے یا اسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت قرار دیا ہے لیکن نہ اس میں کوئی اختلاف ہے کہ سورہ حشر بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی اور نہ ان کے اموال کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ مسلمانوں نے کسی گھوڑے اور اونٹ کے ساتھ ان پر حملہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کے دلوں میں تو رعب ڈال دیا گیا اور وہ اپنے گھروں سے خیبر کی طرف جلا وطن کر دیئے گئے۔ یہ سب کچھ ان سے مسلمانوں کی جنگ کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے وہ اموال مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیئے تاکہ اس طرح انصار سے ان کا بوجھ اٹھ جائے کیونکہ انصار نے مہاجرین کو اپنے اموال اور گھروں میں حصہ دار بنایا تھا۔ البتہ حضور ﷺ نے حضرات ابود جانہ

سماک بن خرشہ کے افلاس و فقر کا حال رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو حضور ﷺ نے انہیں بھی حصہ عطا فرمایا۔

بنی نضیر میں سے اسلام لانے والے خوش نصیب

بنی نضیر سے دو آدمیوں کے سوا کوئی بھی مشرف باسلام نہ ہوا۔ وہ دو خوش نصیب یہ ہیں: کعب بن عمرو بن جحاش کے والد حضرت یامین بن عمر اور حضرت ابوسعید بن وہب رضی اللہ عنہما۔ ان دونوں نے اپنے اموال کی شرط پر اسلام قبول کیا اور ان پر قبضہ کر لیا۔

ابن جحاش کے قتل پر یامین کو انگخت

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھے آل یامین میں سے کسی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت یامین سے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے چچا زاد بھائی کا میں نے کیسے سامنا کیا اور اس نے میرے متعلق کیسا فاسد ارادہ کیا؟ یہ بات سن کر حضرت یامین نے ایک شخص کو اجرت پر لیا تاکہ وہ اس کی خاطر عمرو بن جحاش کو قتل کر دے۔ چنانچہ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔

بنی نضیر کے متعلق نازل کردہ آیات

بنی نضیر کے متعلق ساری سورہ حشر نازل ہوئی جس میں اس انتقام کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا اور اس بات کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے پیارے رسول ﷺ کو تسلط عطا فرمایا اور جو آپ نے ان کے ساتھ سلوک کیا اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور سہل بن حنیف کو ان کی محتاجی کی بناء پر حصہ عطا فرمایا۔ اور علامہ ابن اسحاق کے علاوہ ایک اور راوی نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے تین انصاریوں کو حصہ عطا فرمایا اور ان میں حضرت حارث بن صمہ کا نام بھی ذکر کیا۔

سورہ حشر کی ابتدائی آیات

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے یُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ (الحشر: 2) یعنی یہودی اپنے گھروں کو اندر سے خود برباد کر رہے تھے اور باہر سے مسلمان۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بِأَيْدِيهِمْ کا معنی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے کرتوتوں کے باعث مثلاً بد عہدی۔ اور ایدی المؤمنین کا معنی ہے مومنین کے جہاد کے ساتھ۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَتْهُمْ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَ قَدْ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبُ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ (الحشر)

”وہی تو ہے جو باہر نکال لایا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی جلا وطنی کے وقت تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ انہیں ان کے قلعے بچالیں گے اللہ (کے قبر) سے۔ پس آیا ان پر اللہ (کا قبر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب۔ چنانچہ وہ برباد کر رہے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے دروازوں کے کواڑ نکالنے کے لئے اپنے گھروں کو گرا دیا تا کہ انہیں اپنے ساتھ اٹھا کر لے جائیں (پس عبرت حاصل کرو اے دیدہ بینار کھنے والو!)“

وَلَوْ لَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبُوهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (الحشر)

”اور اگر نہ لکھ دی ہوتی اللہ نے ان کے حق میں جلا وطنی (اور یہ ان سے اللہ تعالیٰ کا انتقام تھا) تو انہیں عذاب دے دیتا اس دنیا میں (یعنی شمشیر زنی کے ساتھ) اور ان کے لئے آخرت میں تو آگ کا عذاب ہے ہی (اس دنیاوی عذاب کے ساتھ)۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لا اَوَّلَ الْحَشْرِ (پہلی جلا وطنی کے وقت) حضرت موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے پوچھا: اِلٰی اَیْنٍ تُخْرِجُ يَا مُحَمَّدُ (اے محمد ﷺ) آپ ہمیں کدھر نکال رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِلٰی الْحَشْرِ یعنی ارض محشر کی طرف اور یہ ملک شام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں کو وہاں اس حد تک تسلط حاصل تھا کہ اس سے پہلے وہ جلا وطنی کی مصیبت سے دو چار نہ ہوئے۔ اسی سے فرمایا: لا اَوَّلَ الْحَشْرِ اور الحشر کا معنی یہاں جلا وطنی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ حشر ثانی یہ اس آگ کا ظہور ہے جو قعر عدن سے نکلے گی اور تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر دے گی۔ وہ ان کے ساتھ وہاں رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور ان کے ساتھ وہاں دو پہر گزارے گی جہاں وہ قیلوہ کریں گے اور ان میں سے جو شخص پیچھے رہ جائے گا اسے کھا جائے گی۔ یہ آیت کریمہ ان تمام اقوال کو بھی اور ان کے علاوہ دیگر اقوال کو بھی شامل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمْ هَاقًا يَدَ عَلٰى اَصْوِلِهَا فَاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيْ خَزِيْ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (الحشر)

”جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر (اللینہ عجوة کھجور کے علاوہ دیگر کھجور کے درختوں کو کہا جاتا ہے) تو یہ (دونوں باتیں) اللہ کے اذن سے تھیں (یعنی یہ درخت اللہ کے حکم سے کاٹے گئے، یہ فساد فی الارض نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام تھا) تاکہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو“۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: اللَّيْنَةُ اللَّوَانُ سے ہے۔ اور یہ کھجور کے ان درختوں کو کہا جاتا ہے جو نہ تو عجوة ہوں اور نہ برنیہ۔ یہ ہمیں ابو عبیدہ نے بتایا ہے۔ ذوالرمہ نے کہا:

كَانَ قُتُوْدِيْ فَوْقَهَا عُشْ طَائِرٍ عَلٰى لَيْنَةٍ سَوَقَاءَ تَهْفُوْ جُنُوْبَهَا

”میرے کجاووں کے اوپر گویا ایک پرندے کا گھونسلا ہے جو لمبے تنے والے کھجور کے درخت پر اپنے پر پھڑپھڑا رہا ہے۔ یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔“

وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهُ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۝ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الحشر)

”اور جو مال پلٹا دیے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان سے لے کر (علامہ ابن اسحاق نے کہا یعنی بنی نضیر سے لے کر) تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ تسلط بخشا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے (یعنی ہر چیز اسی کے لئے خاص ہے)۔“

ارشاد اول الحشر اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ کوئی دوسرا حشر بھی ہوگا۔ تو یہ پہلا حشر اور جلا وطنی خیبر کی طرف تھی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر سے تہاء اور اریحاء کی طرف جلا وطن کر دیا۔ یہ اس وقت ہوا جب آپ کو نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کا ثبوت مل گیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا يَبْقِيَنَّ دِيْنَانِ بَارِضِ الْعَرَبِ ”سرزمین عرب میں دو دین ہرگز باقی نہیں رہیں گے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاتَّهَمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَخْتَسِبُوْا (الحشر: 2) (پس آیا ان پر اللہ کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا)۔ کہا جاتا ہے کہ آیت کا یہ حصہ کعب بن اشرف کے قتل کے بارے میں نازل ہوا۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: **أَوْ جَفْتُمْ** کا معنی ہے تم نے حرکت کی اور چلنے میں اپنے آپ کو تھکا دیا۔ بنی عامر بن صعصعہ کے ایک شاعر تمیم بن ابی بن مقبل نے کہا:

مَدَا وَيَذُ بِالْبَيْضِ الْحَدِيثِ صِقَالُهَا عَنِ الرُّكْبِ أَحْيَانًا إِذَا الرُّكْبُ أَوْجَفُوا
”وہ لوگ نئی نئی صیقل کی ہوئی چمکدار تلواروں کے ساتھ اپنی قوم کا قافلوں سے اس وقت دفاع کرتے ہیں جب قافلے بڑی سرعت سے دوڑ کر ان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔“

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور یہ چال الوجیف (اضطراب کے ساتھ تیز دوڑنا) ہے۔ ابو زید طائی نے جس کا نام حرمہ بن منذر ہے، کہا:

مُسْنَفَاتٌ كَأَنَّهُنَّ قَنَا الْهِنْدِ لِيَطُولَ الْوَجِيفِ جَذَبَ الْعُرُودِ
”وہ اونٹنیاں تنگوں کے ساتھ باندھی ہوئی ہیں، بے آب و گیاہ چراگاہ میں تیز رفتاری سے لمبی مسافت طے کرنے کی وجہ سے ان کی حالت ہندوستانی نیزوں کی طرح ہو گئی ہے۔“
یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: **السِّنَافُ** کا معنی تنگ ہے جس کے ساتھ جانور کا پالان باندھا جاتا ہے اور الوجیف کا معنی دل اور جگر کی دھڑکن بھی ہے۔ قیس بن خطیم ظفری نے کہا:

إِنَّا وَ إِن قَدَمُوا الَّتِي عَلِمُوا أَكْبَادَنَا مِنْ وَدَائِهِمْ تَجَفُ
”اگرچہ انہوں نے اپنی جانی پہچانی عورت کو پہلے بھیج دیا لیکن ان کے پیچھے ہمارے جگر دھڑک رہے ہیں۔“

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ كُنْ لَا يَكُونُ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا إِلَهُكُمُ الرَّسُولُ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى (الحشر) (جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے)۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اہل قرئی سے مراد بنی قریظہ ہیں اور اہل تاویل کا موقف ہے کہ یہ آیت کریمہ مسلمانوں کے فتح کردہ تمام گاؤں کو شامل ہے۔ اگرچہ ان کا حکم مختلف ہے۔ تو ایک قوم کی رائے

فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر)

”جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے، اس کے رسول کا ہے (علامہ ابن اسحاق نے کہا: یعنی وہ مال جس پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے اور جو جنگ کے ذریعے زبردستی حاصل کیا گیا وہ اللہ کا ہے، اس کے رسول کا ہے) اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول (کریم ﷺ) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔“

آپ فرماتے ہیں: یہ اس مال کی دوسری قسم ہے جو جنگ کے ذریعے حاصل کیا جائے کہ اسے مسلمانوں کے درمیان اس طریقہ کے مطابق تقسیم کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَیْنٌ أَخْرَجْتُمْ لَنَا مِنْهُمْ فِئَةً مِّمَّنْ مَعَكُمْ وَلَا تُطِيعُ فِئَتُكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ اِلی قولہ: كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاتُ أَوْبَالٍ أَمْرِهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (الحشر)

”کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا (یعنی عبد اللہ بن ابی، اس کے ساتھی اور جو ان کی مثل ہو) جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے (یعنی بنی نضیر میں سے) یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے پہلے ابھی ابھی اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ رہے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

اس سے مراد بنی قینقاع ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ

یہ ہے کہ ان اموال کی تقسیم اس طرح ہے جس طرح اموال غنیمت تقسیم کیے جاتے ہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ ان اموال کو موقوف رکھے۔ اس مسئلہ کا بیان ان شاء اللہ غزوہ خیبر میں آئے گا۔

رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝

(الحشر)

”منافقین اور یہود کی مثال شیطان کی سی ہے جو (پہلے) انسان کو کہتا ہے انکار کر دے اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو شیطان کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب العالمین ہے۔ پھر ان دونوں (شیطان اور اس کے چیلے) کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔“

بنی نضیر کے متعلق کہے گئے اشعار

جو اشعار بنی نضیر کے متعلق کہے گئے ان میں سے ایک ابن لقیم العیشی کے اشعار ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار قیس بن بحر بن طریف نے کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ قیس بن بحر اشجعی ہے۔ اس نے کہا:

أَهْلِي فِدَاءٌ لِأَمْرِي غَيْرَ هَالِكٍ أَحَلَّ الْيَهُودَ بِالْحَشِيَّةِ الْمَزْنَمِ
”میرے اہل و عیال اس غیر فانی ہستی پر قربان ہوں جس نے یہود کو قلیل پانی والی دلدلی زمین میں اترنے پر مجبور کر دیا۔“

يَقْتُلُونَ فِي خَيْرِ الْغَضَاةِ وَبَدَلُوا أَهْمُضَبَ عُودِي بِالْوَدِيِّ الْمَكْمَمِ
”یہ یہودی اب شجر غضاۃ (جس سے آگ نکلتی ہے) کے انگاروں پر قیلولہ کرتے ہیں اور انہیں خوشے نکالنے والے چھوٹے چھوٹے کھجور کے درختوں کے بدلے مقام عودی کی بلند جگہ دے دی گئی ہے۔“

فَإِنْ يَكُ ظَنِّي صَادِقًا بِمُحَمَّدٍ تَرَوْا عَمِلَهُ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَيَوْمَ مَرَمٍ
”پس اگر محمد (رسول اللہ ﷺ) کے متعلق میرا خیال صحیح ہے (جو یقیناً صحیح ہے) تو (ایک

علامہ ابن اسحاق نے یہود کی جلا وطنی کے متعلق عیسیٰ کے اشعار کا ذکر کیا جن میں اس نے کہا:

أَحَلَّ الْيَهُودَ بِالْحَشِيَّةِ الْمَزْنَمِ

اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے یہودیوں کو غریب الدیار بنادیا اور انہیں ایسے لوگوں میں اتار دیا جو ان کے اہل قبیلہ نہیں اور الزنیم اور الزنیم ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم میں رہتا ہو لیکن ان کی نسل سے نہ ہو، الحسی کا معنی ہے دور کیا ہوا اور دھتکارا ہوا یعنی ان کو ایک دھتکارے ہوئے بد اصل شخص

دن) تم آپ کے گھوڑوں کو صلا اور یرم کے درمیان (دوڑتے ہوئے) دیکھ لو گے۔“

يَوْمَ يَهَا عَمْرُو بْنُ بَهْتَةَ إِنَّهُمْ عَدُوٌّ وَ مَا حَى صَدِيقُ كَمَجْرِمٍ
”جن گھوڑوں کے ذریعے عمرو بن بہشہ (کے خاندان) کو (جلا وطن کرنے) کا قصد کریں

گے، یہ دراصل بڑے دشمن ہیں اور دوست قبیلہ مجرم کی طرح نہیں ہو سکتا۔“

عَلَيْهِمْ أَبْطَالٌ مُسَاعِمٌ فِي الْوَعَى يَهْزُونَ أَطْرَافَ الْوَشِيحِ الْمُقْوَمِ

”ان گھوڑوں پر میدان جنگ میں آگ لگا دینے والے بڑے بڑے بہادر سوار ہوں گے جو

سیدھے کیے ہوئے نیزوں کی نوکیں لہرا رہے ہوں گے۔“

وَ كُلُّ رَقِيقٍ الشَّفَرَتَيْنِ مُهْنَدٌ تُوودِرْنَ مِنْ أَرْمَانِ عَادٍ وَ جُرْهُمِ

”اور ان باریک دودھاری ہندی تلواروں کو (لہرا رہے ہوں گے) جو انہیں عاد اور جرہم کے

زمانے سے وراثت میں ملی ہیں۔“

فَمَنْ مُبْلَغٌ عَنِّي قُرَيْشًا رِسَالَةً فَهَلْ بَعْدَهُمْ فِي السَّجْدِ مِنْ مُتَكَرِّمٍ

”پس میری طرف سے کون قریش کو یہ پیغام پہنچانے والا ہے، کیا ان کے بعد بھی کوئی مجدد

شرف والا ہے۔“

بِأَنَّ أَخَاكُمْ فَأَعْلَنَ مُحَمَّدًا تَلِيدُ النَّدَى بَيْنَ الْحَجَّوْنَ وَ ذَمَّزِمَ

”(یہ پیغام) قریش کو اچھی طرح بتاؤ کہ ان کے بھائی (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) حجون

اور زمزم کے درمیان مجدد و شرف کی ایک اعلیٰ مثال ہیں۔“

فَدِينُوا لَهُ بِالْحَقِّ تَجَسَّمْ أَمُورَكُمْ وَ تَسْؤُوا مِنَ الدُّنْيَا إِلَى كُلِّ مُعْظَمٍ

کے قائم مقام بنادیا۔ دھتکارے ہوئے ذلیل شخص کو حسی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کھانے کا نشانہ ہوتا

ہے۔ اور الْحَسِي اور الْحَسُو اس کھانے کو کہتے ہیں جسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جائے۔ یعنی جو

کھانے والے پر گراں نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ الْحَسِي سے مراد بکریوں میں سے الْغَذِي ہو اور یہ

بکری کا وہ چھوٹا کمزور بچہ ہے جو چرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ کہا جاتا ہے: بَدِّلُوا بِالْمَالِ الدُّثْرَ وَالْأَبِلَ

النُّكُومَ رُذَالِ الْمَالِ وَ غِذَاءَ الْغَنَمِ۔ ”انہیں عمدہ مال اور بلند کوہان والے اونٹوں کے بجائے گھٹیا مال

اور کمزور بکریاں دے دی گئیں۔“ اور الْبَزْنَمُ بھی اسی سے ہے۔ اس توجیہ کا احتمال موجود ہے۔ میں نے

”اس لئے حق قبول کر کے ان کی اطاعت قبول کر لو اس سے تمہارے معاملات کو اہمیت حاصل ہو جائے گی اور تم ادنیٰ سے ہر اعلیٰ مقام کی طرف بلند ہوتے جاؤ گے۔“

نَبِيٌّ تَلَقَّيْتَهُ مِنَ اللَّهِ رَحْمَةً وَ لَا تَسْأَلُوهُ أَمْرَ غَيْبٍ مُّرْجَمٍ
”آپ ایسے نبی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کی رحمت استقبال کرتی رہتی ہے اور تم لوگ آپ سے ان امور غیب کا سوال نہ کیا کرو جن سے دل مطمئن نہ ہوتا ہو۔“

فَقَدْ كَانَ فِي بَذْرِ لَعْنِي عِبْرَةٌ لَّكُمْ يَا قُرَيْشًا وَالْقَلِيبِ اللَّئِيمِ
”اے قریش! مجھے اپنی جان کی قسم! میدان بدر میں اور تمہارے مقتولوں کی لاشوں کے ساتھ بھرے گئے کنویں میں تمہارے لیے بہت بڑی عبرت ہے۔“

غَدَاةٌ آتَى فِي الْخَزْرَجِيَّةِ عَامِدًا إِلَيْكُمْ مُطِيعًا لِلْعَظِيمِ الْمَكْرَمِ
”(اس غزوہ بدر میں عبرت ہے) جس روز آپ ﷺ خدائے عظیم و کبیر کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے خزرجی لشکر کے ساتھ تمہارے مقابلے کے ارادے سے تمہاری طرف آئے۔“

مُعَانًا بِرُوحِ الْقُدُسِ يَنْكِي عَدُوًّا رَسُولًا مِّنَ الرَّحْمَنِ حَقًّا بِمَعْلَمٍ
”در آں حالیکہ آپ کو روح القدس (جبریل امین) کی مدد حاصل تھی جو آپ کے دشمن کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے اور اس مقام رفیع پر آپ خدائے رحمن کے پے رسول تھے۔“

رَسُولًا مِّنَ الرَّحْمَنِ يَتْلُو كِتَابَهُ فَلَمَّا آتَا الْحَقُّ لَمْ يَتَلَعْنَمِ
”آپ خدائے رحمن کے وہ رسول تھے جو کتاب الہی پڑھ کر سنار ہے تھے پھر جب حق کا نور پھیلا تو ذرا بھی تامل اور ہچکچاہٹ سے کام نہ لیا۔“

لفظ الحَسِیّ کے متعلق لغت میں بہت تلاش اور چھان بین کی ہے لیکن مجھے کوئی نص شافی نہیں ملی۔ صرف ابوعلی کا یہ قول ملا ہے کہ الْحَسِیَّةُ اور الْحَسِیُّ وہ کھانا ہے جو گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جائے۔ البتہ جب ہمیں الْغَذِیُّ کے بارے میں یہ بات مل گئی ہے کہ یہ غِذَاءُ الْغَنَمِ کا واحد ہے تو الْحَسِیُّ جو اس کا ہم معنی ہے، اس کے بارے میں کہا جائے گا یہ غیر ممتنع ہے۔ واللہ اعلم۔ اور الْمَزْنَمِ اونٹوں کے بچوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس پورے قصیدہ میں کوئی ایسا لفظ اور جملہ نہیں جو دشوار اور مبہم ہو۔

أَرَى أَمْرَهُ يَزْدَادُ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ عَلُوا لِيَأْمُرَ حَنَّهُ اللَّهُ مُجْتَمِعٌ
 ”میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا کام ہر جگہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے کیونکہ اس امر مستحکم کو اللہ تعالیٰ
 نے مقدر فرمایا ہے۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: عمرو بن بیہشہ کا تعلق بنی غطفان سے ہے اور یہ شعر بالحسی
 الموزنم غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے
 جن میں آپ بنی نضیر کی جلا وطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کرتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ اشعار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور
 مسلمان نے کہے۔ مجھے یہ بات بعض علمائے شعر نے بتائی اور میں نے ان میں سے کوئی بھی ایسا
 نہیں دیکھا جو ان اشعار کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی معرفت رکھتا ہو:

عَرَفْتُ وَ مَنْ يَعْتَدِلُ يَعْرِفُ وَ أَيْقَنْتُ حَقًّا وَ لَمْ أَصْدِفِ
 ”میں نے (حق کو) پہچان لیا اور جو شخص اعتدال پسند ہو گا وہ اسے پہچان لے گا اور مجھے حق کا
 یقین کامل ہو گیا اور میں نے اعراض نہ کیا۔“

دوکاہن

جن دوکاہنوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ قرظہ اور نضیر ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: يَخْرُجُ فِي
 الْكَاهِنَيْنِ رَجُلٌ يَذْرُسُ الْقُرْآنَ دَرَسًا لَمْ يَذْرُسْهُ أَحَدٌ قَبْلَهُ وَ لَا يَذْرُسُهُ أَحَدٌ بَعْدَهُ۔
 ”دوکاہنوں سے ایک ایسا آدمی نکلے گا جو ایسا قرآن کریم سیکھے گا کہ اس جیسا نہ کسی نے پہلے سیکھا ہو گا اور
 نہ اس کے بعد کوئی سیکھے گا۔“ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ محمد بن کعب قرظی ہے اور وہ محمد بن کعب بن عطیہ
 ہے۔ اس کے دادا عطیہ کی خبر بنی قرظہ کے ذکر میں آئے گی اور کاہن لغت میں کاہل کے معنی میں ہے
 اور کاہل وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے اہل و عیال کی حاجت پوری کرنے کا ذمہ دار ہو، جب وہ ان کی ذمہ
 داری اٹھالے۔ کہا جاتا ہے هُوَ كَاهِنٌ أَبِيهِ وَ كَاهِلُهُ۔ یعنی وہ اپنے باپ کا جانشین ہے۔ یہ ہروی کا
 قول ہے، چنانچہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ان دونوں کو اس بناء پر کاہنین کہا گیا ہو۔

عَنِ الْكَلِمِ الْمُحْكَمِ اللَّاءِ مِنْ لَدَى اللَّهِ ذِي الرَّأْفَةِ الْآرَافِ
 ”ان محکم کلمات سے جو اللہ تعالیٰ کی جناب سے نازل ہوئے جو سب سے بڑھ کر رحمت
 فرمانے والا ہے۔“

رَسَائِلَ تَذَرَسُ فِي التَّوْمِينِ بَيْنَ اصْطَفَى أَحْمَدَ الْمُصْطَفَى
 ”(وہ محکم کلمات) ایسے رسائل ہیں جو مسلمانوں میں پڑھے اور سیکھے جاتے ہیں، ان کے
 ساتھ چننے والے خدا نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا۔“

فَاصْبِرْ أَحْمَدُ فِيمَا عَزِيزًا عَزِيزَ الْمَقَامَةِ وَالْمَوْقِفِ
 ”اسی لئے احمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے اندر معزز و مکرم ہو گئے یعنی مقام و مرتبے کے لحاظ
 سے معزز و مکرم ہو گئے۔“

فَمَا آيَهَا التَّوْعِدُوهُ سَفَاهَا وَ لَمْ يَأْتِ جَوْدًا وَ لَمْ يَغْنُفِ
 ”پس اے اپنی حماقت سے آپ کو دھمکیاں دینے والو! حالانکہ آپ نے نہ ظلم کیا اور نہ کسی پر
 تشدد کیا۔“

الْأَسْتُمْ تَخَافُونَ أَدْنَى الْعَذَابِ وَ مَا أَمِنُ اللَّهُ كَالْآخُوفِ
 ”کیا تم قریب ترین عذاب سے نہیں ڈرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کا امن دیا ہوا انسان خوف زدہ
 کی طرح نہیں ہو سکتا۔“

خیبر کی طرف بنی نضیر کا خروج

علامہ ابن اسحاق نے خیبر کی طرف بنی نضیر کے خروج کا ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ انہوں نے
 اپنی عورتوں، بچوں اور اموال کو اونٹوں پر لاد لیا۔ ان کے ساتھ دف اور مزامیر بھی تھے اور ان کے پیچھے
 پیچھے ان کے غلام گارہے تھے اور ان یہودیوں میں عروہ بن ورد کی بیوی ام عمرو بھی شامل تھی جسے انہوں
 نے اس سے خریدا تھا۔ یہ ایک غفاری عورت تھی۔ ابن اسحاق کا کلام ختم ہوا۔ آپ سے مروی بکائی کی
 روایت میں آپ نے اس عورت کا نام ذکر نہیں کیا لیکن دیگر روایات میں آپ نے اس کا نام ذکر کیا ہے
 اور وہ نام سلمیٰ ہے۔ اُصمعی نے کہا اس کا نام لیلیٰ بنت شعواء ہے اور ابو الفرج نے کہا: یہ سلمیٰ وہب کی ماں
 ہے اور بنی کنانہ کی ایک عورت ہے۔ اس کی شادی مزینہ میں ہوئی تھی کہ عروہ بن ورد نے اس پر غارت
 گری کر دی اور اسے گرفتار کر لیا۔ آگے لمبا واقعہ ہے۔ ابو الفرج کا یہ قول کہ اس عورت کا تعلق بنی کنانہ
 سے ہے، ابن اسحاق کے اس قول کے مخالف نہیں کہ اس کا تعلق بنی غفار سے ہے کیونکہ غفار بھی بنی کنانہ

وَأَنْ تُصْرَعُوا تَحْتَ أَسْيَافِهِ كَمَضْرَعِ كَعْبِ أَبِي الْأَشْرَفِ
 ”اور (کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے) کہ تم کعب بن اشرف کی طرح آپ کی تلواروں
 کے نیچے بچھاڑ دیئے جاؤ۔“

غَدَاةَ رَأَى اللَّهُ طُغْيَانَهُ وَ أَعْرَضَ كَالْجَحْلِ الْآخَنِفِ
 ”جس روز اللہ تعالیٰ نے اس (کعب بن اشرف) کی سرکشی دیکھی اور کعب نے ادھر ادھر
 بھاگنے والے اونٹ کی طرح اعراض کیا۔“

فَأَنْزَلَ جِبْرِيلَ فِي قَتْلِهِ يُوْحِي إِلَى عَبْدِهِ مُلْطَفٍ
 ”تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کرنے کے سلسلے میں جبریل علیہ السلام کو وحی دے کر اپنے لطف و
 کرم فرمانے والے بندہ خاص کی طرف نازل فرمایا۔“

فَدَسَّ الرَّسُولُ رَسُولًا لَهُ بِأَبْيَضَ ذِي هَبَّةٍ مُرْهَفٍ
 ”چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قاصد (جبریل علیہ السلام) نے اس کے رسول ﷺ کو ایک چمکدار
 تیز کاٹنے والی لچکدار تلوار چپکے سے دے دی۔“

فَبَاتَتْ عُيُونٌ لَهُ مُعَوَّلَاتٌ مَتَى يَنْعَ كَعْبٌ لَهَا تَذْرِفُ
 ”آخر جب کعب کی موت کا تذکرہ کیا جاتا تو اس پر با آواز بلند نوحہ کرنے والی عورتوں کی
 آنکھیں ساری رات خوب آنسو بہا تیں۔“

وَقُلْنَ لِأَحْمَدَ ذَرْنَا قَلِيلًا فَإِنَّا مِنَ النَّوْحِ لَمْ نَشْفِ
 ”اور وہ احمد (مصطفیٰ ﷺ) سے کہتیں ذرا ہمیں چھوڑ دیجئے کیونکہ نوحہ کرنے سے ہمیں

سے ہے اور وہ غفار بن ملیل بن ضمیر بن لیث بن بکر بن عبد مناة بن کنانہ ہے۔ اور عروہ و رد بن زید کا
 بیٹا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عمرو بن ناشب بن ہدم بن عوذ بن غالب بن قطیعہ بن عبس کا بیٹا ہے۔
 چنانچہ وہ عبسی عطفانی قیسی ہے کیونکہ عبس یہ بغیض بن ریث بن عطفان کا بیٹا ہے۔ اس کے متعلق
 عبد الملک بن مروان نے کہا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ مجھے عروہ بن ورد کے سوا کسی اور عرب
 نے جنا ہو کیونکہ اس کا قول ہے:

أَتَهْزَأُمْنِي أَنْ سَمِنتَ وَ قَدْ تَرَى بِجَسِيٍّ مَسَّ الْحَقِّ وَالْحَقُّ جَاهِدُ
 ”کیا تو میرا مذاق اڑاتا ہے کہ تو مونا ہو گیا ہے حالانکہ تو دیکھ رہا ہے کہ میرے جسم کو حق نے مس کیا
 ہے اور حق ظاہر ہو کر رہتا ہے۔“

ابھی تسکین نہیں ملی۔“

فَخَلَّاهُمْ ثُمَّ قَالَ اِظْعَنُوا دُحُورًا عَلٰی رَعْمِ الْاَنْفِ
”تو حضور ﷺ انہیں چھوڑ دیتے پھر فرماتے ناک رگڑ کر اور ذلیل و خوار ہو کر یہاں سے کوچ کر جاؤ۔“

وَ اَجَلٰی النُّصَيْرَ اِلٰی غُرَبَیْہِ وَ کَانُوا بِدَارِ ذَوٰی زُخْرَفٍ
”اور حضور ﷺ نے بنی نصیر کو جلا وطن کر دیا حالانکہ وہ اپنے گھروں میں بڑی زیب و آرائش کے مالک تھے۔“

اِلٰی اَذْرِعَاتٍ رُدَافٰی وَ هُمْ عَلٰی کُلِّ ذٰی دَبَرٍ اَعْجَفٍ
”(آپ نے انہیں) یکے بعد دیگرے مقام اذرعات (جو شام میں ہے) کی طرف (جلا وطن کر دیا)، ان کی حالت یہ تھی کہ وہ کمزور اور نحیف زخمی اونٹوں پر سوار تھے۔“
ان اشعار کا جواب سماک یہودی نے دیا اور کہا:

اِنْ تَفْخَرُوْا فَهَُوَ فَخْرٌ لَّكُمْ بِبِقَتْلِ کَعْبِ اَبِی الْاَشْرَفِ
”اگر تم کعب بن اشرف کے قتل پر فخر کرو تو یہ فخر کرنا تمہارا ہی کام ہو سکتا ہے۔“

غَدَاةٌ غَدَوْتُمْ عَلٰی حَنْفِہِ وَ لَمْ یَأْتِ غَدْرًا وَ لَمْ یُخْلِفِ
”(تم نے اسے اس روز قتل کیا) جس روز تم اس کی موت کے پیاسے ہو کر بیچ سویرے نکلے

اِنِّیْ اَمْرُوْ غَافِیْ اِنَّیْ شِرْکَۃٌ وَ اَنْتَ اَمْرُوْ غَافِیْ اِنَّا لَنْکَ وَ اِحْدُ
”بے شک میں ایسا انسان ہوں کہ میرے برتن سے ایک پورا گروہ مانگتا ہے اور تو ایسا انسان ہے کہ تیرے برتن سے صرف ایک آدمی مانگتا ہے۔“

اَقْسَمَ جِسْمِیْ فِیْ جُسُوْمٍ کَثِیْرَۃٍ وَ اَحْسَوْا قَرَّاحَ الْمَآءِ وَالْمَآءُ بَادٍ
”میں اپنے جسم کو متعدد حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اور خالص اور ٹھنڈا پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہوں۔“

کہا جاتا تھا کہ جس شخص نے یہ قول کیا کہ حاتم طائی تمام عرب سے زیادہ مخی تھا اس نے عروہ بن ورد پر ظلم کیا۔ ابوالفرج نے کہا: عروہ بنی نصیر کے پاس وقتاً فوقتاً آتا رہتا تھا اور جب اسے احتیاج ہوتی تو ان سے قرض لیتا تھا اور جب کوئی چیز بطور غنیمت ملتی تو ان کے ہاں بیچ دیتا۔ بنی نصیر نے اس کے ہاں سلئی کو دیکھا تو اس عورت نے انہیں تعجب میں ڈال دیا۔ انہوں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس عورت کو

اور اس نے نہ تو کوئی غداری کی اور نہ وعدہ خلافی (کہ ہم اس پر ندامت کریں)۔

فَعَلَ اللَّيْلِيَّ وَ صَرَفَ الذَّهْوِ يُدِلُّنَ مِنَ الْعَادِلِ الْمُنْصِفِ
”شاید کبھی راتیں اور گردشِ زمانہ اس عدل و انصاف کرنے والے (نبی کریم ﷺ) پر بھی
حملہ آور ہو کر اس کے حالات بدل دیں۔“

بِقَتْلِ النَّصِيرِ وَ أَحْلَافِهَا وَ عَقْرِ النَّحِيلِ وَ لَمْ تَقْطِفِ
”بنی نصیر اور ان کے حلفاء کے قتل اور نخلستان کو کاٹنے کے جرم میں (زمانہ ان پر حملہ آور ہو)
اور ان نخلستانوں کو کبھی نہیں کاٹا گیا۔“

فَإِنْ لَا أَمْتُ نَاتِكُمْ بِالْقَنَاءِ وَ كُلِّ حُسَامٍ مَعًا مَرْهَفِ
”اگر میں زندہ رہا تو ہم تمہارے پاس نیزے اور ایسی تلواریں لے کر آئیں گے جو تیز
ہونے کے ساتھ ساتھ خوب کاٹنے والی ہوں گی۔“

بِكَفِّ كَيْتِي بِهِ يَحْتَبِي مَتَى يَلْقَ قِرْنًا لَهُ يَتَلَفِ
”وہ تلواریں (ہر) ایسے بہادر کے ہاتھ میں ہوں گی جو ان کے ساتھ ہوگا، وہ اپنی بھی
حفاظت کرے گا اور جب اپنے کسی حریف کا مقابلہ کرے گا تو اسے فنا کر کے رکھ دے گا۔“

مَعَ الْقَوْمِ صَخْرَ وَ أَشْيَاعُهُ إِذَا غَاوَرَ الْقَوْمَ لَمْ يَضْعَفِ
”اس قوم کے ساتھ صخر (ابوسفیان) اور اس کے ساتھی بھی ہوں گے جب وہ (ابوسفیان)

ان کے ہاتھ بیچ دے گا۔ اس نے انکار کیا، انہوں نے اسے شراب پلا دی اور داؤ سے کام لے کر اس
سے وہ عورت خرید لی اور اس پر گواہ بنا لیے۔ اس بارے میں وہ کہتا ہے:

سَقَوْنِي الْخَمْرَ ثُمَّ تَكْنَفُونِي عِدَاةَ اللَّهِ مِنْ كَذِبٍ وَذُورِ
”انہوں نے مجھے شراب پلائی پھر ان اللہ کے دشمنوں نے مجھے کذب اور جھوٹ سے گھیر لیا۔“

یہ بھی روایت ہے کہ اس عورت کی قوم نے اسے عروہ کو بطور فدیہ دیا تھا۔ عروہ کا گمان تھا کہ وہ اس
کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں کرے گی اور وہ اس سے جدا نہیں ہوگی لیکن اس نے پھر اپنی قوم کو اختیار کر لیا۔
اس پر عروہ شرمندہ ہوا۔ اس عورت سے عروہ کے چند بیٹے پیدا ہوئے۔ اس نے عروہ سے کہا بخدا! میں
عربوں کی کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جس نے تجھ جیسے نوجوان کے ہاتھ پردہ لٹکایا ہو جو تجھ سے زیادہ
نگاہیں نیچی رکھنے والا، زیادہ سخی اور زیادہ دولت مند ہو۔ بے شک تو عالی نسب، سخی، گھوڑوں کی پیٹھوں پر
ہلکا، دشمن کے پہلوؤں پر بھاری اور اہل خانہ اور پڑوسیوں پر راضی ہے۔ میں اپنے گھر والوں کو تجھ پر

قوم کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیتا ہے تو کمزوری نہیں دکھاتا۔

كَلَيْتَ بَتْرَجَ حَمَى غَيْلَهُ اَخِي غَابِيَهَ هَاصِرِ اجُوفِ
وہ (ابوسفیان) ترج پہاڑ کے اس شیر کی مانند ہے جو اپنی کچھار کا محافظ ہوتا ہے، بانس کی جھاڑی میں رہنے والا، اپنے شکار کو چیر پھاڑ کر رکھ دینے والا اور بڑے پیٹ والا ہوتا ہے۔

بنی نضیر کی جلا وطنی اور ابن اشرف کے قتل کے متعلق

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ بنی نضیر کی جلا وطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کرتے ہیں:

لَقَدْ عَزَّيْتُ بِغَدْرَتِهَا الْحُبُورُ كَذَاكَ الدَّهْرُ ذُو صَرْفٍ يَذُورُ
”علمائے یہود اپنی غداری کے باعث ذلیل و خوار ہو گئے۔ حوادث کے ساتھ گردش کرنے والا زمانہ اسی طرح گردش کرتا ہے۔“

وَذَلِكَ اَنَّهُمْ كَفَرُوا بِرَبِّ عَزِيزٍ اَمْرٌ اَمْرٌ كَبِيرٌ
”اور یہ اس طرح ہوا کہ انہوں نے اس پروردگار کے ساتھ کفر کیا جو غالب ہے اور جس کا حکم

فضیلت دینے والی نہیں ہوں۔ اگر میں تیری چچا زاد بہنوں کو یہ کہتے نہ سنتی کہ عروہ کی لونڈی نے یہ کہا۔ انہوں نے کہا عروہ کی لونڈی۔ اس لفظ کو میں اپنی موت خیال کرتی ہوں۔ قسم بخدا! میرا چہرہ کسی غطفانی عورت کے چہرے کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوگا اس لئے اپنے بیٹوں کو اچھی وصیت کرنا۔ پھر عروہ کے بعد اس عورت سے بنی نضیر کے ایک شخص نے شادی کر لی اور اس سے مطاہہ کیا کہ وہ اس کی قوم کی مجلس میں اس کی اسی طرح تعریف کرے جس طرح اس نے عروہ کی تعریف کی تھی۔ عورت نے کہا معاف کرنا میں وہی کچھ کہہ سکتی ہوں جس کا مجھے علم ہو لیکن اس آدمی نے اسے معاف نہ کیا۔ چنانچہ وہ مجلس میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ شخص بھی مجلس میں موجود تھا۔ اس عورت نے کہا صبح بخیر پھر کہا اس شخص نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی وہی تعریف کروں جو اس کے متعلق مجھے علم ہے۔ پھر اس نے کہا بخدا! تیری چادر لپیٹ دی گئی ہے۔ تیرے پینے کا برتن خالی کر دیا گیا ہے اور تیرے سونے کا بستر اٹھا دیا گیا ہے۔ بے شک تو اس رات سیر ہو کر کھاتا ہے جس رات مہمان نوازی کی جاتی ہے اور اس رات خوب سوتا ہے جس رات دشمن کا خوف ہو۔ اس شخص سے اس کی قوم نے کہا تو اس تعریف سے بے نیاز تھا۔“

بہت بڑا حکم ہے۔

وَقَدْ أُوتُوا مَعًا فَهْمًا وَ عِلْمًا وَ جَاءَهُمْ مِنَ اللَّهِ النَّذِيرُ
”حالانکہ انہیں علم اور فہم اکٹھے عطا کیے گئے اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بروقت
خبردار کر دینے والا بھی آیا۔“

نَذِيرٌ صَادِقٌ آدَى كِتَابًا وَ آيَاتٍ مُبَيِّنَةٍ تَنْبِيْرٌ
”وہ ایسا نذیر ہے جو صادق ہے اور جس نے ایک ذی شان کتاب اور ایسی کھلی اور واضح
نشانیوں میں جو روشن کر دینے والی ہیں۔“

فَقَالُوا مَا أَتَيْتَ بِأَمْرِ صِدْقٍ وَ أَنْتَ بِسُنْكِرٍ مِنَّا جَدِيدٌ
”لیکن ان یہودیوں نے کہا تم امر حق لے کر نہیں آئے اور تم ہماری طرف سے سلوکِ بد کے
مستحق ہو۔“

فَقَالَ بَلَى لَقَدْ أَتَيْتُ حَقًّا يُصَدِّقُنِي بِهِ الْفَهْمُ الْخَبِيرُ
”آپ نے جواب دیا تمہیں یہی روا ہے، میں نے تو اپنا حق ادا کر دیا ہے جس کے ساتھ ہر
با سمجھ اور با خبر آدمی میری تصدیق کرتا رہے گا۔“

فَمَنْ يَتَّبِعْهُ يَهْدَ لِكُنْ رُشْدًا وَ مَنْ يَكْفُرْ بِهِ يُجْزَ الْكَفُورُ
”پس جو شخص اس (حق) کی اتباع کرے گا اس کی ہر ہدایت کی طرف رہنمائی ہوگی اور جو
اس کے ساتھ کفر کرے گا تو اس کا فر کو اس کی سزا ملے گی۔“

اسی عورت کے بارے میں عروہ بن ورد کہتا ہے۔

أَرَقْتُ وَ صُحْبَتِي بِصَيْقِ غَنَقٍ لِيَرِقَ فِي تِهَامَةٍ مُسْتَطِيرٍ
”مجھے نیند نہیں آتی تھی درآں حالیکہ میری بیوی تنگ وادی میں تھی، تہامہ میں پھیلنے والی بجلی کی وجہ
سے۔“

إِذَا قُلْتُ اسْتَهْلْ عَلَى قَدِيدٍ يَحُورُ رَبَابُهُ حَوْرَ الْكَسِيرِ
”جب میں نے اسے کہا کہ اس مفلوک الحال شخص پر برس جس کی جماعت شکست خوردہ آدمی کی
طرح متحیر ہے۔“

سَقَى سَلْمَى وَ آيْنَ مَحَلْ سَلْمَى إِذَا حَلَّتْ مُجَاوِرَةً الشَّرِيفِ
”تو اس نے سلمیٰ کو پانی پلایا، سلمیٰ کا مقام کہاں تھا جب وہ سریر کے پڑوس میں اتری۔“

فَلَمَّا أَشْرَبُوا غَدَرًا وَ كُفْرًا وَ حَادَ بِهِمْ عَنِ الْحَقِّ النَّفُورُ
پس جب وہ غداری اور کفر کے ساتھ سیراب ہو گئے اور نفرت نے حق سے ان کا منہ موڑ دیا۔
أَرَى اللَّهَ النَّبِيُّ بِرَأْيٍ صَدَقَ وَ كَانَ اللَّهُ يَحْكُمُ لَا يَجُورُ
”تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو ایک صحیح رائے سکھائی اور اللہ تعالیٰ درست فیصلہ
فرماتا ہے ظلم نہیں کرتا۔“

فَإِيْدَهُ وَ سَلْطَهُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ نَصِيرَةً نِعَمَ النَّصِيرِ
”پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقویت پہنچائی اور آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ آپ کا
مددگار ہے اور وہ کیا ہی اچھا مددگار ہے۔“

فَقُوْدَرُ مِنْهُمْ كَعْبٌ صَرِيْعًا فَذَلَّتْ بَعْدَ مَصْرَعِهِ النَّصِيرُ
”نتیجتاً ان یہود میں سے کعب کو بچھاڑا ہوا چھوڑ دیا گیا پھر اس کے پچھاڑے جانے کے بعد
بنی نصیر ذلیل و خوار ہو گئے۔“

عَلَى الْكَافِّينَ ثُمَّ وَ قَدْ عَلَتْهُ بِأَيْدِينَا مُشْهَرَّةٌ ذُكُورُ
”نیام سے نکال کر بلند کی ہوئی عمدہ تلواریں وہاں ہماری ہتھیلیوں پر آئیں اور پھر ہمارے
ہاتھوں کے ذریعے کعب پر چھا گئیں۔“

بِأَمْرِ مُحَمَّدٍ إِذْ دَسَّ لَيْلًا إِلَى كَعْبٍ أَخَا كَعْبٍ يَسِيرُ
”یہ محمد (ﷺ) کے حکم سے ہوا جب آپ نے اس رات کعب کے بھائی کو اشارہ

إِذَا حَلَّتْ بِأَرْضِ بَنِي عَلِيٍّ وَ أَهْلِكَ بَيْنَ أَمْرَةٍ وَ كِبَرٍ
”جب وہ بنی علی کے علاقے میں اتری اور تیرے اہل و عیال امرہ اور کبر کے درمیان تھے۔“

ذَكَرْتُ مَنَازِلًا مِنْ أُمِّ وَهَبٍ مَحَلُّ الْحَيِّ أَسْفَلَ ذِي النَّقِيرِ
”تو مجھے ام وہب کی منازل یعنی ذوالنقیر کے نیچے قبیلے کے مقام کی یاد آئی۔“

وَ آخِرُ مَعْهَدٍ مِنْ أُمِّ وَهَبٍ مُعْرِسُنَا فَوَيْقَ بَنِي النَّصِيرِ
”ام وہب کے ساتھ ہمارا آخری زمانہ وہ تھا جب ہم نے بنی نصیر کے تھوڑا سا اوپر رات بسر کی۔“

وَ قَالَتْ مَا تَشَاءُ فَقُلْتُ الْهُوَ إِلَى الْإِصْبَاحِ آثَرُ ذِي الْثَبْرِ
”اور اس نے کہا تو کیا چاہتا ہے میں نے کہا میں صبح تک اس گھوڑے کا مشاق ہوں جو اپنے
کھروں کے بڑے بڑے نشانات چھوڑ کر اس عورت کو لے جا رہا ہے۔“

کر دیا کہ وہ کعب کے پاس جائے۔“

فَمَا كَرَهُ فَأَنْزَلَهُ بِمَكْرِ مَأْجُودٍ وَ مَحْجُودٍ أَخُو ثِقَةٍ جَسُودٍ
”پس اس نے ہوشیاری سے کام لیا اور اسے بڑی خفیہ تدبیر سے نیچے اتار لیا اور قابل اعتماد و با
ہمت محمود بھی اس کے ساتھ تھا۔“

فَتِلْكَ بَنُو النَّضِيرِ بَدَارُ سُوءٍ أَبَارَهُمْ بِمَا اجْتَرَمُوا الْمُبِيرُ
”پس یہ بنی نضیر ایک برائی کے گھر میں تھے کہ انہیں ہلاک کرنے والے نے ان کے جرم کی
پاداش میں ہلاک کر دیا۔“

غَدَاةَ آتَاهُمْ فِي الزَّحْفِ رَهْوًا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَشُكْرِ عَظِيمٍ كَ سَاتِھ خَرَامَاں خَرَامَاں اَن
” (اس روز ہلاک کر دیا) جس روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خراماں خراماں ان
کے پاس تشریف لے گئے جبکہ آپ ان سے پوری طرح باخبر تھے۔“

وَ غَسَّانُ الْحُمَاةِ مُوَازِرُوهُ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَهُوَ لَهُمْ وَذِيرُ
”اور آپ کے حامی و ناصر بنی غسان دشمن کے خلاف آپ کی مدد کر رہے تھے اور آپ ان
کے مددگار و معاون تھے۔“

فَقَالَ السِّلْمُ وَيَحْكُمُ فَصَدُّوا وَ خَالَفَ أَمْرَهُمْ كَذِبٌ وَ ذُودُ
”وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا تمہاری خیر ہو صلح کر لو۔ لیکن وہ صلح کرنے سے رک گئے اور
کذب و افتراء ان کے معاملہ کا ساتھی بن گیا۔“

فَذَاقُوا غَبَّ أَمْرِهِمْ وَ بَلَاءًا لِّكُلِّ ثَلَاثَةٍ مِنْهُمْ بَعِيرٌ
”نتیجتاً انہوں نے اپنے معاملہ کے انجام میں سزا کا مزہ چکھ لیا، ان کے ہر تین آدمیوں کے

بِأَنَسَةِ الْحَدِيثِ رَضَابُ فِيهَا بَعِيدُ النَّوْمِ كَالْعَنْبِ الْعَصِيرِ
”جو شیریں بیان ہے اور جس کے منہ کا تھوک انگور کے رس کی طرح نیند دور کرنے والا ہے۔“

أَطَعْتُ الْأَمْرَيْنِ بِصَرْمٍ سَلْمَى فَطَارُوا فِي بِلَادِ الْيَسْتَعُورِ
”میں نے سلمیٰ کو چھوڑنے کا حکم دینے والوں کی اطاعت کی۔ وہ یستعور کے بلاد کی طرف پرواز کر
گئے۔“

سَقَوْنِي الْخَمْرَ ثُمَّ تَكْتَفُونِي عِدَاةَ اللَّهِ مِنْ كَذِبٍ وَ ذُودِ
”انہوں نے مجھے شراب پلائی پھر ان اللہ کے دشمنوں نے مجھے کذب اور جھوٹ سے گھیر لیا۔“

لئے ایک اونٹ تھا۔“

وَ أَجْلُوا عَامِدِينَ لِقَيْنِقَاعٍ وَ غُودَرَ مِنْهُمْ نَخْلٌ وَ دُورٌ
”اور وہ بنی قینقاع کے ہاں جانے کا ارادہ کر کے جلاوطن ہو گئے اور اپنے نخلستان اور گھر
پیچھے چھوڑ گئے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں سماک کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کا جواب سماک نے دیتے ہوئے کہا:

أَرِقْتُ وَ ضَافِنِي هُمْ كَبِيرٌ بَلِيلٌ غَيْرُهُ لَيْلٌ قَصِيرٌ
”میرے پاس ایک بہت بڑا غم مہمان آیا تو میں ایک ایسی رات کو جاگتا رہا جس کے علاوہ
ہر رات چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔“

أَرَى الْآخْبَارَ تُنْكِرُهُ جَمِيعًا وَ كُلُّهُمْ لَهُ عِلْمٌ خَبِيرٌ
”میں دیکھتا ہوں کہ تمام علمائے یہود بھی رات کی اس طوالت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان
میں سے ہر ایک کے پاس بڑا بصیرت افروز علم ہے۔“

وَ كَانُوا الذَّارِسِينَ لِكُلِّ عِلْمٍ بِهِ التَّوْرَةَ تَنْطِقُ وَالزَّبُودُ
”اور یہ علماء ہر اس علم کی تعلیم دینے والے ہیں جو تورات اور زبور بیان کرتی ہیں۔“

قَتَلْتُمْ سَيِّدَ الْآخْبَارِ كَعْبًا وَ قَدَمًا كَانَ يَأْمَنُ مَنْ يُجِيرُ
”تم نے تمام علمائے یہود کے سردار کعب کو قتل کر دیا ہے حالانکہ وہ ایسا شخص تھا کہ جسے بھی پناہ
دیتا وہ بے خوف ہو جاتا۔“

تَدَلَّى نَحْوَ مَخْوَدٍ أَجْنِيهِ وَ مَخْوَدٌ سَرِيرَتُهُ الْفُجُورُ
”تم اس کے بھائی محمود کا ذریعہ پکڑتے ہو حالانکہ محمود ایسا شخص ہے جس کی فطرت میں فسق و
فجور ہے۔“

فَعَادَرَهُ كَانَ دَمًا نَجِيغًا يَسِيلُ عَلَى مَذَارِعِهِ غَبِيرٌ
”پس محمود نے کعب سے غداری کی، گویا تازہ خون جو اس کے کپڑوں پر بہہ رہا ہے،
نچوڑ گیا۔“

وَ قَالُوا لَيْسَتْ بَعْدَ فِدَاءٍ سَلِيمٍ بِمَغْنٍ مَا لَدَيْكَ وَ لَا فَقِيرٌ
”انہوں نے کہا سلی کی کف دیہ لینے کے بعد جو کچھ تیرے پاس ہے وہ نہ تجھے فائدہ دے سکتا ہے نہ
نقصان۔“

زعفران کی طرح خوشبودار ہے۔“

فَقَدْ وَ أَبَيْكُمْ وَ أَبَى جَبِيْعًا أَصِيْبَتْ إِذَا أَصِيْبَ بِهِ النَّصِيْرُ
”تمہارے باپ اور میرے باپ دونوں کی قسم! جب کعب پر آفت آئی تو وہ پورے بنی نضیر

پر آئی۔“

فَإِنْ نَسَلْتُمْ لَكُمْ نَتْرُكُ رَجَالًا بِكَعْبٍ . حَوْلَهُمْ طَيْرٌ تَدُوْرُ
”پس اگر ہم صحیح و سلامت رہے تو ہم کعب کے پاس ایسے (مقتول) لوگ چھوڑ دیں گے جن

کے ارد گرد پرندے چکر لگا رہے ہوں گے (اور انہیں نوچ رہے ہوں گے)۔“

كَأَنَّهُمْ عَتَائِرُ يَوْمَ عِيْدٍ تُذَبِّحُ وَهَى لَيْسَ لَهَا نَكِيْرُ
”(ان کی یہ حالت ہوگی) گویا وہ یوم عید کے ذبیحے ہیں جنہیں ایسی حالت میں ذبح کیا

جائے گا کہ ان کے لئے کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہوگا۔“

بِيْضٍ لَا تُلِيْقُ لَهُنَّ عَظْمًا صَوَافِي الْحَدِّ أَكْثَرُهَا ذُكُوْرُ
”ایسی چمکدار تلواروں کے ساتھ (انہیں ذبح کیا جائے گا) جو ان کی ہڈیاں بھی باقی نہ

چھوڑیں گی، وہ ایسی تیز دھار تلواریں ہوں گی جن کا زیادہ تر لوہا عمدہ ہوگا۔“

كَمَا لَا قَيْتُمُ مِنْ بَاسٍ صَخِرَ بِأَحَدٍ حَيْثُ لَيْسَ لَكُمْ نَصِيْرُ
(ہم تمہارے آدمیوں کا وہی حال کریں گے) جیسا کہ تم نے میدانِ احد میں ابوسفیان کی

نخٹیوں کا سامنا کیا تھا جہاں تمہارا کوئی مددگار نہ تھا۔

رجالِ بنی نضیر کی تعریف میں ابن مرداس کے اشعار

بنی سلیم کے ایک شاعر عباس بن مرداس نے بنی نضیر کے جو انمردوں کی تعریف کرتے ہوئے

یہ اشعار کہے:

لَوْ أَنَّ أَهْلَ الدَّارِ لَمْ يَتَصَدَّعُوا رَأَيْتَ حِلَالَ الدَّارِ مَلْهَى وَ مَلْعَبَا
”اگر گھر والے تتر بتر نہ ہو جاتے تو تو گھر کے درمیان لہو و لعب کی جگہ دیکھتا۔“

فَإِنَّكَ عَمْرِي هَلْ أَرِيكَ ظَعَانِنَا سَلَكْنَ عَلَى رُكْنِ الشُّطَاةِ فَتَيَابَا
و لَا وَ أَبِيكَ لَوْ كَالْيَوْمِ أَمْرِي وَ مَنْ لَكَ بِالْعَدْبِ فِي الْأُمُورِ

”ہرگز نہیں تیرے باپ کی قسم اگر آج کی طرح کا میرا معاملہ ہوتا اور کون ہے جو تیرے لئے

معاملات میں غور و فکر کرے۔“

”مجھے اپنی زندگی کی قسم! بتا کیا میں تجھے وہ ہودج نشین عورتیں دکھاؤں جو شطّاء اور تیاب کے مقامات پر چلا کرتی ہیں۔“

عَلَمَهُنَّ عَمَّنْ مِنْ ظُبَاءِ تَبَالَهٗ اَوَانِسُ يُضْبِنَنَّ الْحَلِيمَ الْمُبَجَّرَبَا
”ان ہودجوں کے اوپر تبالہ (یمن کا ایک مقام) کی ہر نیوں کی مانند موٹی موٹی آنکھوں والی ایسی عورتیں تھیں جو دل کو موہ لینے والی تھیں اور برد بار اور تجربہ کار آدمی کو عشق و محبت کی دعوت دیتی تھیں۔“

اِذَا جَاءَ بَاغِي الْخَمْرِ قُلْنَ فُجَاءَةً لَهُ يَوْجُوهُ كَالذَّنَابِيرِ مَرْحَبَا
”جب ان کے پاس کوئی طالب خیر آتا تو وہ دنانیر کی طرح چمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ اسے فوراً مرحبا کہتیں۔“

وَ اَهْلًا فَلَا مَنُوْعَ خَمْرٍ طَلَبَتْهُ وَ لَا اَنْتَ تَخْشَى عِنْدَنَا اَنْ تُؤْتَبَا
”اور خوش آمدید کہتیں پھر تو جو خیر بھی طلب کرتا اس میں رکاوٹ نہ ہوتی اور نہ ہمارے پاس تجھے اس بات کا اندیشہ ہوتا کہ تجھے کوئی ملامت کرے گا۔“

فَلَا تَحْسَبْنِي كُنْتُ مَوْلَى ابْنِ مِشْكَمٍ سَلَامٍ وَ لَا مَوْلَى حُمَيِّ بْنِ اَخْطَبَا
”پس تو یہ مت خیال کر کہ میں سلام بن مشکم یا حمی بن اخطب کا حلیف ہوں (بلکہ میں تو بے لاگ مدح خواں ہوں)۔“

ابن مرداس کے جواب میں خوات کے اشعار

اس کا جواب بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد خوات بن جبیر نے دیتے ہوئے کہا:

تُبَكِّيْ عَلَى قَتْلِي يَهُودَ وَ قَدْ تَرَى مِنْ الشَّجْوِ لَوْ تَبَكِّيْ أَحَبُّ وَ اقْرَبَا
”تو یہودیوں کے قتل پر بڑے آنسو بہاتا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جب تو روتا ہے تو تیرے نزدیک غم سے زیادہ اپنے رونے کا اظہار زیادہ محبوب اور مقصود ہوتا ہے۔“

فَهَلَّا عَلَى قَتْلِي بَطْنِ اَرْيَنْقٍ بَكَيْتَ وَ لَمْ تُعَوِّلْ مِنَ الشَّجْوِ مُسْهِبَا
”ذرا یہ تو بتا کہ تو بطن ارینق کے مقتولوں پر کیوں نہ رویا اور غم کے باعث منہ بگاڑ بگاڑ کر ان پر چلا کر کیوں نہ رویا۔“

اِذَا لَلَكْتُ عِصْمَةً اُمِّ وَهْبٍ عَلَى مَا كَانَ مِنْ حَسَكِ الصَّدُورِ
تو میں ام وہب کی عصمت کا مالک بن جاتا، لوگوں کے سینوں کے غضبناک ہونے کے باوجود۔

إِذَا السَّلَامُ دَارَتْ فِي صَدِيقٍ رَدَدَتْهَا وَ فِي الدِّينِ صَدَادًا وَ فِي الْحَرْبِ تَغَلَّبَا
 ”جب ایک دوست کے بارے میں پیمانِ صلح جاری ہوا تو تو نے اسے توڑ دیا حالانکہ تو ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے والا اور جنگ میں لومڑی بن جاتا ہے۔“

عَمَدَتَ إِلَى قَدْرِ لِقَوْمِكَ تَبْتَغِي لَهُمْ شَبَهَا كَيْمَا تَعِزُّ وَ تَغْلِبَا
 ”تو نے اپنی قوم کے ہم مثل بننے کے لئے ان کی قدر و منزلت کا سہارا لیا تا کہ تو عزت و وقار حاصل کر سکے۔“

فَإِنَّكَ لَمَّا أَنْ كَلِفْتَ تَمْدَحًا لِمَنْ كَانَ عَيْبًا مَدْحُهُ وَ تَكْذِبًا
 ”حالانکہ جب تو ایسے لوگوں کی مدح کرنے پر فریفتہ ہوا جن کی مدح دراصل عیب اور جھوٹ ہے

رَحَلْتَ بِأَمْرِ كُنْتَ أَهْلًا لِيُثْلِهِ وَ لَمْ تُلَفْ فِيهِمْ قَائِلًا لَكَ مَرَحَبًا
 تو تو نے ایسے معاملہ کا بیڑا اٹھایا جیسے معاملہ کا اہل تجھ جیسا (لغو انسان) ہی ہو سکتا تھا۔ اسی وجہ سے تو نے اپنی قوم میں ایک شخص بھی نہ پایا جو تجھے اس بات پر مرحبا کہتا۔“

فَهَلَّا إِلَى قَوْمٍ مَلُوكٍ مَدَحْتَهُمْ تَبَنُّوا مِنَ الْعِزِّ الْمُوَثَّلِ مَنْصِبًا
 ”پس تو نے شاہانہ شخصیتوں کی مالک قوم کی تعریف کیوں نہ کی جو دائمی عزت و وقار کی عمارت کے بانی ہیں۔“

إِلَى مَعْشَرٍ صَارُوا مَلُوكًا وَ كَرِمُوا وَ لَمْ يُلَفْ فِيهِمْ طَالِبُ الْعَرَفِ مُجْدِبًا
 ”جو بادشاہ بن گئے اور باوقار مقام حاصل کیا اور (ان کی غیرت کی وجہ سے) قحط سالی میں بھی ان کا کوئی آدمی جو دو و سخا کا طالب نظر نہیں آتا۔“

أُولَئِكَ آخَرَى مِنْ يَهُودَ بِيَذْحَةٍ تَرَاهُمْ وَ فِيهِمْ عِزَّةُ النَّجْدِ تَرْتَبًا
 ”یہ لوگ یہود کی نسبت زیادہ مدح و ثناء کے مستحق ہیں، تم دیکھو گے کہ ان میں مجد و شرف کا غلبہ بڑا مستحکم ہے۔“

خوات کے جواب میں ابن مرداس کے اشعار
 اس کا جواب عباس بن مرداس السلمی نے دیتے ہوئے کہا:

فَيَا لِلنَّاسِ كَيْفَ غَلَبَتْ نَفْسِي عَلَى شَيْءٍ وَ يَكْرَهُهُ ضَيْبِي
 ”ہائے لوگو! تعجب ہے میں نے اپنے نفس کو اس چیز پر کیسے مجبور کیا حالانکہ میرا ضمیر اسے ناپسند کرتا ہے۔“

هَجَوْتُ صَرِيحَ الْكَاهِنِينَ وَ فِيمَكُمْ لَهُمْ نِعَمٌ كَانَتْ مِنَ الذَّهْرِ تَرْتَبًا
”تو نے خالص النسب کا نہیں (دو یہودی قبیلوں) کی ہجو کی حالانکہ تمہارے اندران کے
بڑے احسانات ہیں جو ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔“

أُولَئِكَ آخَرِي لَوْ بَكَيْتَ عَلَيْهِمْ وَ قَوْمُكَ لَوْ آدَوْا مِنَ الْحَقِّ مُوجِبًا
”یہ یہود اس بات کے زیادہ حقدار تھے اگر تو ان پر روتا اور اگر تیری قوم کسی واجب الاداء حق
کو ادا کرتی تو یہ یہود اس بات کے زیادہ حقدار تھے

مِنَ الشُّكْرِ إِنَّ الشُّكْرَ خَيْرٌ مَغْبِيَةً وَ أَوْفَقُ فِعْلًا لِذِي كَانَ أَصُوبًا
کہ ان کا شکر ادا کیا جائے، بے شک شکر ادا کرنا بہترین عاقبت اندیشی ہے اور ایک ایسے
شخص کے لئے زیادہ مناسب کام ہے جو صائب الرائے ہو۔“

فَكُنْتُ كَمَنْ أَمْسَى يَقْطَعُ رَأْسَهُ لِيَبْلَغَ عِزًّا كَانَ فِيهِ مَرْغَبًا
”لیکن تو اس شخص کی طرح ہو گیا جو اپنا سر تک کاٹنے لگا تاکہ وہ اس اقتدار تک پہنچ جائے
جس کا بھوت اس پر سوار تھا۔“

فَبَلَ بَنِي هَارُونَ وَ أَذْكَرُ فِعَالَهُمْ وَ قَتَلَهُمْ لِلْجُوعِ إِذْ كُنْتُ مُجْدِبًا
”پس تو بنی ہارون (کاہنیں کا خیال تھا کہ وہ آل ہارون ہیں) پر خوب رو اور ان کے
کارنامے یاد کر اور یہ بھی یاد کر کہ جب تو بھوکا ہوتا تو وہ تیری بھوک کے لئے جانور ذبح کرتے۔“
أَخَوَاتُ أَذِرِ الذَّمَّعَ بِالذَّمِّعِ وَأَبِكِهِنَّ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْمَكْرُوهِ مِنْهُنَّ وَ نَكْبًا
”اے خوات! آنسوؤں کے بدلے آنسو بہا اور ان پر آہ و زاری کر اور ہر اس چیز سے
اعراض اور اجتناب کر جو انہیں ناگوار ہو سکتی ہے۔“

فَإِنَّكَ لَوْ لَأَقَيْتَهُمْ فِي دِيَارِهِمْ لَأَلْفَيْتَ عَنَّا قَدْ تَقُولُ مُنْجِبًا
”تو اگر تو ان کے دیار میں جا کر ان سے ملے گا تو تو اپنے آپ کو اس بات سے کنارہ کش
پائے گا جو تو اس وقت کہہ رہا ہوگا۔“

سِرَاعٌ إِلَى الْعَلْيَا كِرَامٌ لَذَى الْوَلَعَى يُقَالُ لِبَاغِي الْخَمْرِ أَهْلًا وَ مَرْحَبًا
”یہ بلندیوں کی طرف تیزی سے دوڑنے والے اور جنگ کے وقت اچھا سلوک کرنے

تھا۔“

شاعر کا قول ہے السریو۔ یہ بنی کنانہ کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اور شاعر کا قول ہے

والے لوگ ہیں ان کے ہاں جو دو سخا کے طالب کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

ابن مرداس کے جواب میں حضرت کعب یا حضرت ابن رواحہ کے اشعار اس کا جواب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ یا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے کہا:

لَعَرِي لَقَدْ حَثَّتْ رَحَى الْحَرْبِ بَعْدَ مَا أَطَارَتْ لَوْنًا قَبْلُ شَرْقًا وَ مَغْرِبًا
”مجھے اپنی زندگی کی قسم! اس کے بعد کہ جنگ نے پہلے بھی مشرق و مغرب میں قبیلہ لوی کے پرچے اڑادیئے۔ اب اس جنگ کی چکی نے

بَقِيَّةَ آلِ الْكَاهِنِينَ وَ عِزَّهَا فَعَادَ ذَلِيلًا بَعْدَ مَا كَانَ أَغْلَبًا
آل کاہنین کے بچے کچھ لوگوں کو اور ان کی عزت کو کچل کر رکھ دیا۔ پس وہ عزت خاک میں مل گئی بعد اس کے کہ وہ عزت سب پر غالب تھی۔“

فَطَاخَ سَلَامٌ وَابْنُ سَعِيَّةٍ عَنُوَّةً وَقَدْ ذَلِيلًا لِلنَّيَا ابْنُ أَخْطَبَا
”چنانچہ سلام اور ابن سعیہ قہر و ذلت سے ہلاک ہو گئے اور ابن اخطب کو نہایت ذلت کے ساتھ موت کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔“

وَ أَجْلَبَ يَتَغَى الْعِزُّ وَالْذُلُّ يَتَغَى خِلَافَ يَدَيْهِ مَا جَنَى حِمْنٌ أَجْلَبَا
”اس وقت ابن اخطب نے شور مچا کر لوگوں کو جمع کرنا چاہا تا کہ اپنی عزت برقرار رکھ سکے مگر اس کے برعکس جب وہ ایسا کر رہا تھا تو جو جرائم اس نے کیے تھے ان کے ہاتھوں وہ ذلت طلب کر رہا تھا۔“

كَتَارِكِ سَهْلِ الْأَرْضِ وَالْحَزْنُ هَهُ . وَ قَدْ كَانَ ذَا فِي النَّاسِ أَكْذَى وَ أَصْعَبَا
”اس کی مثال اس شخص کی سی تھی جو نرم زمین کو چھوڑ رہا ہو اور اس کا ارادہ سنگلاخ زمین کی طرف ہو اور یہ چیز لوگوں میں زیادہ تکلیف دہ اور شاق ہوتی ہے۔“

وَ شَأْسٌ وَ غَزَالٌ وَ قَدْ صَلِيَا بَهَا وَ مَا غُيْبَا عَنْ ذَاكَ فِيمَنْ تَغَيَّبَا
”اور شآس اور غزال نے بھی جنگ کی اس چکی کی مشقت اٹھائی مگر وہ اس کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ غائب نہیں کئے گئے جو غائب ہو گئے تھے۔“

الْهَيْسَتَعُورُ۔ یہ مدینہ طیبہ کے حرہ (سیاہ پتھروں والی زمین) کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جہاں ببول کے بڑے بڑے کانٹے دار درخت ہیں۔ حضرت ابو حنیفہ نے کہا ہیسعور ایک درخت ہے جس کی

وَعَوْفُ بْنُ سَلْمَى وَأَبْنُ عَوْفٍ كِلَاهُمَا وَكَعْبُ رَمَسُ الْقَوْمِ حَانَ وَغُيْبًا
 ”اور عوف بن سلمیٰ اور ابن عوف یہ دونوں اور قوم کے سردار کعب کا بھی وقت آگیا، محرومی کی
 حالت میں ہلاک ہو گئے۔“

فَبَعْدًا وَ سُحْقًا لِلنَّضِيرِ وَ مِثْلَهَا إِنَّ أَعْقَبَ فَتَحَ أَوْ إِنْ اللَّهُ أَعْقَبَا
 ”پس بنی نضیر پر لعنت اور پھٹکار ہو۔ فتح و نصرت نے ان جیسے لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا یا یہ کہ
 اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح و نصرت چھین کر دوسرے لوگوں کو دے دی۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت ابو عمرو مدنی نے کہا: بنی نضیر کے بعد رسول اللہ ﷺ
 نے بنی مصطلق سے جنگ کی۔ ان کا واقعہ ان شاء اللہ میں اس مقام پر ذکر کروں گا جہاں حضرت
 ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔

مسواک بنائی جاتی ہے۔ یہ پہاڑ کی چوٹی پر اگتا ہے اور یستعود حوادثِ زمانہ کے اسماء میں سے ایک
 نام بھی ہے۔ اور یستعود میں یا اصل ہے۔ تو یہ ام عمرو کے واقعہ کی وہ وضاحت ہے جس کی طرف
 علامہ ابن اسحاق نے اشارہ کیا اور یہی ام وہب ہے جیسا کہ اشعار میں بار بار آیا ہے۔

۴ھ میں غزوہ ذات الرقاع

علامہ ابن اسحاق نے کہا: غزوہ بنی نضیر کے بعد رسول اللہ ﷺ ربیع الثانی کا پورا مہینہ اور جمادی الاولیٰ کے کچھ دن مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے پھر قبیلہ غطفان کی شاخوں بنی محارث اور بنی ثعلبہ کے ساتھ جنگ کے ارادے سے نجد روانہ ہوئے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا اور بقول ابن ہشام ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا: مدینہ طیبہ سے چل کر حضور ﷺ نے مقام نخل میں پڑاؤ کیا۔ یہی غزوہ ذات الرقاع ہے۔

اس غزوہ کی وجہ تسمیہ

علامہ ابن ہشام نے کہا: اسے غزوہ ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں صحابہ کرام نے اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس مقام پر ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔

غزوہ ذات الرقاع

علامہ ابن ہشام کے بقول اسے غزوہ ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں صحابہ کرام نے اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ دیگر رواۃ نے ذکر کیا ہے کہ وہاں ایک قطعہ زمین تھا جس میں سیاہ اور سفید ٹکڑے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا اس میں مختلف پیوند لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس وجہ سے اس جگہ کو ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ اور صحابہ کرام نے اس غزوہ میں اس جگہ پر پڑاؤ کیا تھا۔ ان سب اقوال میں صحیح ترین قول وہ ہے جو امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہم باری باری اس پر سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پاؤں گھس گئے، میرے دونوں پاؤں بھی گھس گئے اور میرے ناخن گر گئے۔ چنانچہ ہم نے اپنے پاؤں پر کپڑے لپیٹ لیے۔ اس بناء پر اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا گیا کیونکہ ہم کپڑوں کے ساتھ اپنے پاؤں کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی پھر اسے ناپسند کیا اور فرمایا میں اسے ذکر نہیں کروں گا۔ گویا آپ نے ناپسند فرمایا کہ اپنا کوئی عمل لوگوں پر ظاہر کریں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا وہاں حضور ﷺ کو قبیلہ غطفان کے ایک جم غفیر سے سابقہ پڑا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب ہو گئے لیکن ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئی، حالانکہ دونوں فریقوں کا ایک دوسرے سے خوف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ پھر حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام سمیت واپس تشریف لے آئے۔

صلوٰۃ خوف

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہم سے حضرت عبدالوارث بن سعید تنوری نے جن کی کنیت ابو عبیدہ تھی، بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت یونس بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن بن ابی حسن سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے صلوٰۃ خوف کے بارے میں روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو دور کعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔ اس دوران دوسرا گروہ دشمن کی طرف متوجہ تھا، پھر دوسرا گروہ آیا، حضور ﷺ نے انہیں آخری دور کعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: نیز ہم سے حضرت عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت ایوب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوزبیر سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہماری دو صفیں بنائیں اور ہم سب نے حضور ﷺ کے ساتھ رکوع کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا اور پہلی صف نے سجدہ کیا، پھر

صلوٰۃ خوف

علامہ ابن ہشام نے صلوٰۃ خوف کا ذکر کیا اور اسے تین سندوں سے روایت کیا۔ یہ نماز اس سے بھی زیادہ کئی طریقوں سے مروی ہے۔ میں نے اپنے شیخ حضرت ابوبکر رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا۔ صلوٰۃ خوف کے بارے میں سولہ روایات ہیں اور مصنفین نے ان میں سے صحیح ترین روایات کو بیان کیا ہے اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ان میں سے چند روایات بیان کی ہیں۔ پھر ان روایات میں سے کسی ایک کی ترجیح میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ ان میں سے اس روایت پر عمل کیا جائے گا جو ظاہر قرآن کے زیادہ مشابہ ہے۔ ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ ان میں سے آخری روایت کی تلاش میں اجتہاد کیا جائے گا کیونکہ وہ ماقبل روایات کی ناسخ قرار پائے گی۔ ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ ان میں سے جو روایت سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہے اور جس کے رواۃ اعلیٰ ترین ہیں اس کو لیا جائے گا۔ ایک فریق کا قول ہے اور یہ ہمارے شیخ کا مذہب ہے کہ خوف کے مختلف احوال کے مطابق تمام روایات کو لیا جائے

جب پہلی صف والوں نے سجدہ سے سر اٹھائے تو ان سے پیچھے والوں نے بذاتِ خود ہی سجدہ کیا، پھر پہلی صف پیچھے ہٹ گئی اور دوسری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی کی جگہ کھڑی ہو گئی، پھر ان سب نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رکوع کیا پھر نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور جو صف اس کے پیچھے متصل تھی اس نے بھی سجدہ کیا، پھر جب انہوں نے سجدہ سے اپنے سر اٹھائے تو پچھلی صف والوں نے بذاتِ خود سجدہ کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان سب کو رکوع کرایا اور دونوں صفوں میں سے ہر ایک نے بذاتِ خود دو سجدے کیے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہم سے حضرت عبدالوارث بن سعید تنوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت ایوب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا (صلوۃ خوف میں) امام کھڑا ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ایک گروہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا گروہ دوسرے کے مقابل کھڑا رہتا ہے۔ امام پہلے گروہ کو رکوع اور سجدہ کراتا ہے، پھر اس گروہ والے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور دشمن کے مقابل کھڑے ہو جاتے ہیں اور دوسرا گروہ آگے بڑھ جاتا ہے، اسے امام ایک رکعت رکوع و سجود کے ساتھ پڑھاتا ہے پھر ہر گروہ اگلی رکعت بذاتِ خود ادا کرتا ہے۔ اس طرح ان کی ایک ایک رکعت امام کے ساتھ ہو جاتی ہے اور ایک ایک رکعت وہ بذاتِ خود ادا کرتے ہیں۔

غورث بن حارث کا حضور ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت عمرو بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بنی محارب کے غورث نامی گلا۔ جب خوف شدید ہو تو اس روایت پر عمل کیا جائے گا جس میں مشقت کم ہو اور جب خوف کی شدت انتہاء کو پہنچ جائے تو بغیر امام کے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ حضرت ابن سلام نے اسلاف کے ایک گروہ سے روایت کیا کہ صلوۃ خوف اس بات کی طرف لوٹی ہے کہ وہ چار تکبیریں ہوں اور یہ جنگ کے شور و غل میں ادا کی جاتی ہے۔ صلوۃ خوف کے بارے میں بقیہ گفتگو ان شاء اللہ واقعہ بنی قریظہ کے ضمن میں ہوگی اور صلوۃ خوف کے جو احکام دیگر نمازوں کے احکام سے مختلف ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں کوئی سہو نہیں، نہ امام پر اور نہ مقتدی پر۔ اسے امام دارقطنی نے ایک ثابت شدہ سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا سَهْوَ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ "نماز خوف میں کوئی سہو نہیں"۔

ایک شخص نے اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا: کیا تمہاری خاطر میں محمد (ﷺ) کو قتل نہ کر دوں؟ انہوں نے کہا ضرور مگر تم انہیں کیسے قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں اچانک بے خبری میں ان پر حملہ کر دوں گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کے پاس آیا، حضور (ﷺ) تشریف فرما تھے اور آپ کی تلوار آپ کی گود میں تھی۔ وہ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) کیا میں آپ کی یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں؟ حضور (ﷺ) نے فرمایا ہاں۔ بقول ابن ہشام وہ تلوار چاندی سے مزین تھی۔ چنانچہ اس نے تلوار اٹھائی، اسے نیام سے نکالا اور لہرانے لگا۔ دل ہی دل میں حضور (ﷺ) پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حوصلہ پست کر دیا۔ پھر اس نے پوچھا: يَا مُحَمَّدُ أَمَا تَخَافُنِي "اے محمد (ﷺ) کیا آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگ رہا؟" حضور (ﷺ) نے فرمایا: لَا وَلَا أَخَافُ مِنْكَ۔ "ہرگز نہیں میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں"۔ اس نے پوچھا: أَمَا تَخَافُنِي وَفِي يَدِي السِّيفُ؟ "کیا اب بھی آپ خوفزدہ نہیں، حالانکہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟" حضور (ﷺ) نے فرمایا: لَا، يَمْنَعُنِي اللَّهُ مِنْكَ "ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے تیرے شر سے بچائے گا"۔ اس پر اس نے تلوار حضور (ﷺ) کو واپس کر دی۔ راوی فرماتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑤ (المائدہ)

"اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو"۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت یزید بن رومان نے بیان کیا کہ یہ آیت کریمہ تو بنی نصیر کے فرد عمرو بن جحاش اور اس کے ارادہ قتل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت وہب بن کیسان نے بیان کیا، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا مقام نخل میں غزوہ ذات الرقاع

منسوب کو رفع دینا

حضرت ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا جب آپ کا اونٹ پیچھے رہ گیا۔

میں شمولیت کے لئے میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک کمزور اور لاغر اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لارہے تھے تو میرے ساتھی آگے بڑھتے گئے اور میں پیچھے رہتا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے سے تشریف لے آئے اور فرمایا مَالِكُ يَا جَابِرُ؟ اے جابر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے اس اونٹ نے مجھے پیچھے کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے بٹھاؤ۔ میں نے اسے بٹھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا، پھر فرمایا ”اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی یہ چھڑی مجھے دو یا میرے لیے کسی درخت سے چھڑی کاٹ لاؤ۔“ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہ ﷺ نے چھڑی لے کر دو تین مرتبہ میرے اونٹ کو کچوکے دیے۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ، میں سوار ہو گیا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اب وہی اونٹ حضور ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ گردن لمبی کر کے چل رہا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باتیں کرتا جا رہا تھا۔

فَنَخَسَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخَسَاتٍ فَخَرَجَ يُوَاهِقُ نَاقَتَهُ مُوَاهِقَةً ”نبی کریم ﷺ نے اسے چند کچوکے دیے تو اب وہ حضور ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ گردن لمبی کر کے چل رہا تھا۔“ اَلْمُوَاهِقَةُ مسابقہ اور مجاہدۃ کا ہم معنی ہے یعنی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنا اور ساتھ ساتھ ہونا۔ سیبویہ نے اوس بن حجر کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

تَوَاهِقُ رَجُلَاهَا يَدَاهَا وَرَأْسُهُ لَهَا قَتَبٌ خَلْفَ الْحَقِيْبَةِ رَادِفٌ

”اس کی ٹانگیں اس کے ہاتھوں کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہیں اور اس کا سر ہی اس کے لئے کجاوہ ہے جو ٹھیلے کے پیچھے سوار ہے۔“

يَدَاهَا اور رَجُلَاهَا دونوں کو فاعل کا رفع دیا کیونکہ مواہقہ دو افراد سے ہی متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے ان دونوں میں سے ہر ایک معنوی طور پر فاعل ہوتا ہے۔ جیسا کہ علماء نے ایک راجز کے اس شعر میں کہا ہے:

قَدْ سَالَمَ الْحَيَاتُ مِنْهُ الْقَدَمَا الْأَفْعَوَانَ وَالشُّجَاعَ الشُّجَعَا

وَذَاتَ قَرْنَيْنِ ضُؤْرًا ضُرْذِمًا

”اس کے قدم پر افعوان اور شجاع کے زہریلے سانپوں نے مل کر ڈسا اور اس مینڈھیوں والی عورت کو بھی ڈسا جو پتلی کروالی اور بوڑھی تھی۔“

اثناے گفتگو حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اے جابر! کیا تم اپنا یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچو گے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ بلکہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ فرمایا: نہیں بلکہ اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ پھر میرے ساتھ سودا کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے ایک درہم کے بدلے لے لیا، میں نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ ﷺ پھر تو آپ مجھ کو خسارے میں ڈال رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر دو درہم کے بدلے۔ میں نے عرض کی: نہیں۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے لئے اس کی قیمت بڑھاتے رہے یہاں تک کہ ایک اوقیہ (سونے) تک پہنچ گئے، پھر میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ میں

سیبویہ نے اسی طرح تاویل کی ہے۔ شاید اس شاعر کی لغت یہ ہے کہ حالت رفی، نصی اور جری میں تشبیہ کو الف کے ساتھ لکھتا ہے جیسا کہ اس نے کہا:

تَزَوَّدَ مِنَّا بَيْنَ أَذْنَاهُ طَعْنَةً دَعَتْهُ إِلَى هَابِي التَّرَابِ عَقِيمٌ
”اس نے اپنے دونوں کانوں کے درمیان ہم سے نیزے کا ایسا زخم کھایا کہ سخت جنگ نے اسے
قبر کی مٹی کی طرف دھکیل دیا۔“

اور جیسا کہ ایک اور شاعر نے کہا:

قَدْ بَلَغَا فِي الْمَجْدِ غَايَتَاهَا
”وہ دونوں بزرگی میں اس کی دونوں انتہاؤں تک پہنچ گئے ہیں۔“

یہ بنی حارث بن کعب کی لغت ہے۔ یہ ابو عبید کا قول ہے۔ نحاس نے الکتاب المقنع میں کہا: یہ بنی شعم، بنی طیء اور بنی کنانہ کی چند ذیلی شاخوں کی بھی لغت ہے۔ اور یہ شعر تَوَاهِقُ رَجُلًا يَدَاهَا
اوس بن حجر اسدی کا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کی یہ لغت ہے۔ پھر یہ شعر اسی طریقے پر ہو
گا جو سیبویہ نے کہا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا سودا اور اس میں فقہی مسائل

حضرت ابن اسحاق نے اونٹ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے
ساتھ سودا بازی کا ذکر کیا ہے۔ آخر کار حضور ﷺ نے ان سے وہ اونٹ ایک اوقیہ (سونے) کے
بدلے خرید لیا۔ پہلے حضور ﷺ نے ان کو ایک درہم دیا۔ انہوں نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ ﷺ
یہ آپ مجھے خسارے میں ڈال رہے ہیں۔ اگر تو حضور ﷺ نے ان کو ایک درہم بطور مذاق دیا تھا تو

نے عرض کی پھر یہ آپ کا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے لے لیا۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا شیبہ سے؟ میں نے عرض کی: نہیں بلکہ شیبہ (1) سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”کیا کوئی کنواری لڑکی نہ ملی جس سے تم دل لگی کرتے اور وہ تم سے دل لگی کرتی“۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! غزوہ احد میں میرے والد شہید ہو گئے اور اپنی

پھر تو آپ ان سے مذاق کر رہے تھے لیکن حضور ﷺ حق ہی ارشاد فرماتے ہیں اس لئے جب یہ حق اور سنجیدہ معاملہ تھا تو اس میں ایک فقہی مسئلہ یہ ہے کہ خرید و فروخت میں شدید مقابلہ کرنا مباح ہے اور نص حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ کسی سامان میں اتنی قیمت دینا جو اس جیسے سامان کی عام قیمت کے برابر نہ ہو، بھی جائز ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جس شخص نے کوئی سامان اتنی قیمت میں خریدا جو اس جیسے سامان کی قیمت نہ بنتی ہو اور وہ شخص عقلمند ہو اور خرید و فروخت میں مہارت رکھتا ہو اور بیع میں کوئی دھوکا بازی بھی نہ ہو تو وہ بیع نافذ ہو جائے گی اور اس میں رجوع جائز نہیں ہوگا۔ سند صحیح سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حضرت جابر کے لئے جب بھی ایک درہم کا اضافہ کرتے تو فرماتے میں نے یہ اونٹ اتنے میں لے لیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ گویا آپ کو ایک ایک درہم عطا کرنے میں حضور ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کے طلب مغفرت کی زیادہ سے زیادہ دعائیں گئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کے واقعہ میں ذکر کردہ ان فقہی مسائل کے علاوہ اور بھی کچھ مسائل ہیں۔ وہ یہ کہ فقہاء کے ایک گروہ نے اس واقعہ سے بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنے کے جواز میں حجت پکڑی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے آپ نے مدینہ طیبہ تک سوار رہنے کی شرط رکھی تھی۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنا جائز نہیں۔ اگر کوئی بیع شرط کے ساتھ واقع ہو تو شرط اور بیع دونوں باطل ہوں گی ان کی دلیل حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث ہے، انہوں نے اپنے باپ حضرت شعیب سے، انہوں نے آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصی سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیع اور شرط سے اور بیع اور سلم کو جمع کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت شعیب اپنے باپ سے نہیں بلکہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ آپ نے کہا: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو۔ محدثین کے نزدیک یہ

1۔ شیبہ اس عورت کو کہتے ہیں جو شادی کے بعد بیوہ ہو گئی ہو یا طلاق شدہ ہو۔ مترجم

سات بیٹیاں چھوڑ گئے۔ میں ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا جو میری ان بہنوں کی مانگ چوٹی کر سکے اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: أَصَبْتَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ”تم نے درست فیصلہ کیا ہے، ان شاء اللہ (پھر فرمایا) جب ہم صرار (ایک گاؤں) پہنچیں گے تو وہاں اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیں گے، وہاں ہم دن بھر ٹھہریں گے۔ جب وہ (تمہاری بیوی) ہماری آمد کی سنے گی تو (مہمان نوازی کے لئے) گاؤں کے مہیا کر دے گی۔“ میں نے عرض کی: بخدا! یا

روایت بہت ہی غریب ہے کیونکہ ان کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ حضرت شعیب اپنے دادا حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں نہ کہ اپنے باپ حضرت محمد سے کیونکہ ان کے باپ حضرت محمد ان کے دادا حضرت عبداللہ سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ پس اس حدیث کے بارے میں اس تنبیہ کو ذہن نشین کر لیجئے۔ اس بات پر بہت کم لوگوں نے آگاہ کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ حدیث جابر میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں اضطراب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی: أَفْقَرْنِي ظَهْرًا إِلَى الْمَدِينَةِ ”مدینہ طیبہ تک اس کی پیٹھ مجھے عاریہ دے دیجئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی: اسْتَتِمْتُ ظَهْرًا إِلَى الْمَدِينَةِ ”میں نے مدینہ طیبہ تک اس کی پیٹھ مستثنیٰ کر لی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا شَرَطَ لِي ظَهْرًا ”آپ نے میرے لئے اس کی پیٹھ شرط رکھی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: شرط رکھنے والی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اسی طرح اونٹ کی قیمت میں بھی اضطراب ہے۔ بعض نے یہ الفاظ کہے: بَعْتُهُ مِنْهُ بِأَوْقِيَةٍ میں نے حضور ﷺ کو وہ اونٹ ایک اوقیہ (سوئے) کے بدلے بیچا۔ بعض نے کہا چار اوقیہ میں بیچا، بعض نے کہا پانچ اوقیہ میں، بعض نے کہا پانچ دیناروں میں، بعض نے کہا چار دیناروں میں اور بعض نے کہا یہ بھی اوقیہ کے معنی میں ہی ہے۔ یہ تمام روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہیں۔ بعض روایات میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا دو دینار اور دو درہموں کے بدلے۔ ایک گروہ نے شرط کے بطلان اور بیع کے جواز کا قول کیا ہے۔ ان کی دلیل حضرت بریرہ کی حدیث ہے جب اس کے گھر والوں نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچا اور ولاء کی شرط رکھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس بیع کو جائز اور شرط کو باطل قرار دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے ان تمام احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے فرمایا: ایک صورت میں شرط باطل اور بیع جائز ہوگی۔ یہ بات مسائل میں اس شخص کے سامنے واضح ہے جو مسائل میں غور و فکر کرتا ہے۔ جو روایات مضبوط بنیاد والی اور قابل استشہاد ہیں، انہیں ابن رشد کی کتاب المقدمات میں وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ جو چاہے انہیں وہاں دیکھ لے۔

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کوئی گاؤں تکے نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّهَا سَتَكُونُ ”ایک وقت یہ تمہارے پاس ضرور ہوں گے، تم جب گھر پہنچو تو ہوشیاری سے کام لینا“۔ چنانچہ جب ہم صرار پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے حسب ارشاد اونٹ ذبح کیے گئے، ہم نے وہاں سارا دن گزارا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی سودا بازی کی حکمت

حدیث جابر کا علم قطعی حاصل ہونے کے بعد اس میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کوئی فعل عبث نہیں بلکہ آپ ﷺ کے تمام افعال حکمت پر مبنی ہیں اور آپ ﷺ کی عصمت کے مؤید ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خرید کر انہیں اس کی قیمت عطا فرمائی اور اس میں کچھ اضافہ بھی کیا پھر اونٹ بھی انہیں واپس کر دیا۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ حضور ﷺ ان سے اونٹ کا سودا کیے بغیر وہ مال عطا فرما دیتے، نہ کوئی خرید و فروخت ہوتی، نہ کوئی شرط رکھی جاتی اور نہ کوئی واسطہ ہوتا۔ تو اس بات میں ایک بڑی عمدہ حکمت ہے، اسے عبرت کی آنکھ سے دیکھئے۔ وہ حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ پھر ان سے فرمایا: کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے باپ کی شہادت اور ان کے پیچھے چھوڑی ہوئی بیٹیوں کا ذکر کیا، حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دے رکھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو زندہ فرما دیا ہے اور ان کی روح واپس لوٹا دی ہے اور فرمایا ہے جتنا تو چاہتا ہے میں اور اضافہ کر دیتا ہوں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خبر کو اس تشبیہ کے ساتھ واضح فرمایا کہ ان سے اونٹ خریدا جبکہ وہ آپ کی سواری کا جانور تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ سے اور دیگر شہداء سے ان کی جانیں جنت کی قیمت کے بدلے خرید لیں جبکہ انسان کی جان اس کی سواری ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک میرا نفس میری سواری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کے اجر و ثواب میں مزید اضافہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِيَادَةٌ (یونس: 26) ”ان کے لئے جنہوں نے نیک عمل کیے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے“۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شہداء کی وہ جانیں جو ان سے خریدی تھیں انہیں واپس کر دیں، فرمایا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا (آل عمران: 169) ”اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں“۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا، اس کی قیمت ادا کی اور کچھ اضافہ بھی فرمایا، پھر ان سے خریدا ہوا اونٹ بھی واپس کر دیا۔ اس پورے عمل میں حضور ﷺ نے اس

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ بھی اور ہم بھی (مدینہ طیبہ) پہنچ گئے۔ میں نے اپنی رفیقہ حیات کو سارا قصہ سنایا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بھی بتائے۔ وہ کہنے لگی: فَذُوْنَكَ فَسَمِعْتُ وَطَاعَةً ”تجھ پر یہی لازم تھا کہ تو سر تسلیم خم کر دیتا“۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اپنے اونٹ کی ٹکیل پکڑی اور رسول اللہ ﷺ کے درِ اقدس پر اسے لا کر بٹھا دیا۔ پھر اس کے نزدیک مسجد میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اونٹ دیکھا۔ دریافت فرمایا: ”یہ کس کا اونٹ ہے؟“ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ حضرت جابر لائے ہیں۔ پوچھا: جابر کہاں ہے؟ مجھے بلایا گیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بھتیجے! اپنا یہ اونٹ لے لو، یہ

خبر کی تاکید کی طرف اشارہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کے متعلق حضور ﷺ کو دی تھی۔ اس طرح خبر کے ساتھ ساتھ اس کی عملی صورت بھی سامنے آگئی۔ حضور ﷺ کے افعال اس بات سے بعید ہیں کہ وہ حکمت سے خالی ہوں بلکہ آپ کے تمام افعال قرآن کریم کے مؤید ہیں اور اسی سے ماخوذ ہیں۔

عمر بن عبید سے حدیث کی روایت

حضرت ابن اسحاق نے یہ حدیث عمرو بن عبید از حسن از جابر کی سند سے بیان کی ہے اور غورث کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اسے امام بخاری نے ذکر کیا اور اس کے بارے میں فرمایا غورث بن حارث۔ خطاب نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا: إِنَّهُ لَمَّا هُمْ بِقَتْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُمِيَ بِالزُّلْحَةِ فَتَدَارَ السِّمْفُ مِنْ يَدِهِ وَسَقَطَ إِلَى الْأَرْضِ ”جب اس نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی پیٹھ میں درد اٹھا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔“

الزُّلْحَةُ درد کی ایک قسم ہے جو پیٹھ میں ہوتا ہے۔ جہاں تک علامہ ابن اسحاق کے اس حدیث کو عمرو بن عبید سے روایت کرنے کا تعلق ہے تو یہ چیز بہت ہی عجیب ہے، حالانکہ ثقہ راویوں نے اسے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور حدیث میں عمرو بن عبید کے ضعیف ہونے پر اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ وہ اپنی بدعت اور کسی کی طرف غلط بات منسوب کرنے کے بارے میں مشہور ہے۔ قدر کا جو قول قدریہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس میں یہ شخص قدریہ کی حجت ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قول سے بری کر دیا اور آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان والے ہیں۔ جہاں تک عمرو بن عبید بن داب کا تعلق ہے تو وہ اپنے زمانہ کا عظیم شخص تھا اور تقویٰ و پرہیزگاری میں عالی مرتبت تھا، یہاں تک کہ ایک قوم اس سے اور اس کی باتوں سے فتنہ میں مبتلا ہو گئی اور وہ قدریہ فرقہ بن گئے۔ محدثین کی ایک جماعت کو اس کے مذہب کا پیرو کار قرار دیا گیا

تمہارا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ”تم جابر کو لے جاؤ اور اسے ایک اوقیہ (اونٹ کی قیمت) دے دو۔“ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا، انہوں نے مجھے ایک اوقیہ سونا دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا۔ قسم بخدا! وہ عطیہ میرے پاس بڑھتا رہا اور ہمارے گھر میں اس کی برکت رہی یہاں تک کہ وہ اس سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا جو کل یعنی واقعہ حرہ کے روز ہم سے لوٹ لیا گیا۔

حضرات ابن یاسر اور ابن بشر اور لشکر رسول کی حفاظت

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے میرے چچا حضرت صدقہ بن یسار نے بیان کیا انہوں نے حضرت عقیل بن جابر سے انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن اس کے باعث ان کی احادیث ساقط نہیں ہوئیں کیونکہ انہوں نے اپنے مذہب پر کوئی مباحثہ نہیں کیا اور نہ اپنے مخالف اہل سنت کے متعلق طعن کیا، جس طرح عمرو بن عبید نے کیا۔ جن محدثین کو قدر یہ کہا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: ابن ابی ذئب، قتادہ، داؤد بن حصین، عبد الحمید بن جعفر اور ان کے علاوہ علم حدیث میں معتبر شخصیات کا ایک گروہ۔ عمرو بن عبید کی کنیت ابو عثمان ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا باپ عبید بن دأب سپاہی تھا۔ ایک روز اس نے اپنے اس بیٹے کے متعلق سَاخِیْرُ النَّاسِ اِبْنُ شَرِّ النَّاسِ یعنی سب سے برے شخص کا سب سے اچھا بیٹا۔ وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تم اس بات سے حیران کیوں ہوتے ہو؟ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے اور میں آزر کی طرح ہوں۔ ابو جعفر منصور عمرو بن عبید کی وفات کے بعد کہا کرتا تھا عمرو کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس سے حیا کی جائے۔ وہ کہا کرتا:

كُلُّكُمْ خَائِلٌ صَيْدٌ كُلُّكُمْ يَشِيْ رُوَيْدٌ غَيْرَ عَمْرٍو بْنِ عُبَيْدٍ
 ”تم سب شکار کو دھوکا دینے والے ہو، عمرو بن عبید کے سوا تم سب آہستہ آہستہ چلتے ہو۔“

حضرت ابن اسحاق کو بھی قدر یہ کہا گیا ہے۔ عمرو بن عبید سے ان کی روایت اس شخص کے قول کی تائید کرتی ہے جس نے آپ کو قدر یہ کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

واقعہ حرہ اور اس میں صحابہ کرام کا موقف

حضرت ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ بخدا! وہ عطیہ میرے پاس بڑھتا رہا، ہمارے گھر میں اس کی برکت رہی یہاں تک کہ وہ اس سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا جو حرہ کے روز ہم سے لوٹ لیا گیا۔ اس سے مراد وہ واقعہ ہے جو یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں مسلم بن عقبہ

کہ آپ نے فرمایا جب ہم غزوہ ذات الرقاع میں مقام نخل کی طرف رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو کسی شخص نے ایک مشرک کی بیوی کو مار ڈالا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو اس کا خاوند جو واقعہ کے وقت غائب تھا۔ جب اسے سارا واقعہ بتایا گیا تو اس نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں رہے گا جب تک محمد (ﷺ) کے اصحاب میں سے کسی کا

المری جسے اہل مدینہ سرف بن عقبہ کہتے تھے، کے ہاتھوں مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کو معزول کر دیا اور مروان بن حکم اور بنی امیہ کو وہاں سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ جن کے باپ کو احد کے روز فرشتوں نے غسل دیا تھا کو اپنا امیر بنا لیا۔ اہل مدینہ میں جو اکابر صحابہ کرام موجود تھے ان میں سے کوئی بھی اس معزولی پر رضا مند نہیں تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے کہ جب اہل مدینہ یزید کے مخالف ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹوں اور غلاموں کو بلا کر فرمایا: بے شک ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بیعت پر اس شخص کی بیعت کی تھی۔ بخدا تم میں سے جس کے متعلق مجھے علم ہوا کہ اس نے اس شخص کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے تو میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پھر آپ گھر میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ جن دنوں میں مدینہ طیبہ کی حرمت کو پامال کیا گیا ان میں آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور آپ سے پوچھا گیا: اے شیخ تم کون ہو؟ آپ نے بتایا: میں نبی کریم ﷺ کا صحابی ابوسعید خدری ہوں۔ انہوں نے کہا ہم نے تمہاری خبر سنی ہے تم نے اس وقت بہت اچھا کیا جب اپنا ہاتھ روک لیا اور اپنے گھر بیٹھ گئے لیکن اپنا مال ہمارے حوالے کر دو۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ میرے گھر میں داخل ہوئے انہوں نے سارا مال لوٹ لیا ہے اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے: تم نے جھوٹ بولا، انہوں نے آپ کی ڈاڑھی کھینچی اور بچھونوں کی اون تک جو کچھ پایا لوٹ کر لے گئے یہاں تک کہ کبوتروں کا وہ جوڑا بھی لے گئے جس کے ساتھ آپ کے بچے کھیلتے تھے۔ جہاں تک حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے جن کی حدیث ہم بیان کر رہے تھے تو آپ اس روز مدینہ طیبہ کے گلی کو چوں میں گھوم رہے تھے، گھر لوٹے جارہے تھے۔ نابینا ہونے کی وجہ سے آپ مقتولوں کی لاشوں پر گرے جارہے تھے اور کہہ رہے تھے ”بلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا۔“ کسی نے آپ سے پوچھا: کس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا: مَنْ أَحَافَ الْمَدِينَةَ فَقَدْ أَحَافَ مَا بَيْنَ جَنْبَيَّ ”جس نے (اہل) مدینہ کو خوفزدہ کیا تو اس نے میرے دونوں

خون نہ بہا لے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ رسول اللہ ﷺ ایک منزل پر قیام پذیر ہوئے تو فرمایا کون ہے جو آج رات ہماری نگہبانی کرے گا؟ اس پر ایک مہاجر اور ایک انصاری نے لبیک کہی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر اس گھائی کے دہانے پر کھڑے ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اس وادی کی گھائی میں قیام کیا تھا۔ بقول ابن ہشام وہ دونوں شخص حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

پہلوؤں کے درمیان جو مقام ہے اس کو خوفزدہ کیا۔“ لوگوں نے آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ پر حملہ کر دیا لیکن ان میں سے مروان نے آپ کو پناہ دی اور اپنے گھر لے گیا۔ اس روز جلیل القدر مہاجرین و انصار میں سے ایک ہزار سات سو افراد شہید ہوئے اور عوام الناس میں سے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دس ہزار افراد کام آئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ شامیوں کا ایک آدمی انصاری کی ایک عورت کے پاس آیا، وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، اس کے پاس جو کچھ تھا لوٹ لیا گیا تھا۔ اس آدمی نے اسے کہا اپنا سونا میرے حوالے کر دو ورنہ میں تجھے بھی اور تیرے بچے کو بھی قتل کر دوں گا۔ عورت نے کہا: تجھ پر افسوس! اگر تو اس بچے کو قتل کرے گا تو (یاد رکھ) اس کا باپ نبی کریم ﷺ کا صحابی ابو کبشہ ہے اور میں ان عورتوں میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی، اور میں اس چیز میں اللہ تعالیٰ سے خیانت نہیں کر سکتی جس پر میں نے بیعت کی تھی۔ اس شخص نے اس عورت کی گود سے بچہ اٹھا لیا جبکہ اس کی چھاتی بچے کے منہ میں تھی اور اسے دیوار سے اس زور سے دے مارا کہ اس کا دماغ نکل کر زمین پر بکھر گیا۔ عورت چلا اٹھی۔ اے میرے بیٹے! اگر میرے پاس تیرا فدیہ ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہوتی تو میں تیرا فدیہ ضرور ادا کر دیتی۔ لیکن گھر سے کچھ برآمد نہ ہوا یہاں تک کہ اس شخص کا آدھا چہرہ سیاہ ہو گیا اور وہ لوگوں کے درمیان مشلہ بن گیا۔

حضرت مؤلف نے کہا: میرا خیال ہے وہ عورت اس بچے کی ماں نہیں تھی بلکہ دادی تھی کیونکہ عادتاً یہ بات بعید از قیاس ہے کہ وہ عورت نبی کریم ﷺ سے بیعت کرے اور واقعہ حرہ کے روز اس کی عمر اتنی ہی ہو کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔ اور وہ مقام حرہ جس کے ساتھ یہ دن مشہور ہے اسے حَوْثَةُ ذَهْرَةٍ کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مقام پر کھڑے ہو کر فرمایا لَمِقتَلَن بِهَذَا الْمَكَانِ رِجَالٌ هُمْ خِيَارُ أُمَّتِي بَعْدَ أَصْحَابِي ”اس مقام پر ایسے لوگ قتل کیے جائیں گے جو میرے صحابہ کے بعد میری امت کے بہترین لوگ ہوں گے۔“ حضرت عبداللہ بن سلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا جب دونوں شخص گھاٹی کے دہانے کی طرف نکلے تو انصاری نے مہاجر سے پوچھا: آپ رات کے کون سے حصے میں پسند کریں گے کہ میں آپ کی نگہبانی کروں، پہلے حصے میں یا پچھلے حصے میں؟ مہاجر نے جواب دیا بلکہ آپ اول شب میری نگہبانی کریں۔ چنانچہ مہاجر لیٹ کر سو گیا اور انصاری نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ وہ شخص آیا، جب اس نے آدمی کا سایہ دیکھا عرفاً اَنَّهُ رَبِیْمَةُ الْقَوْمِ: تو سمجھ گیا کہ یہ اس قوم کا نگہبان ہے۔ اس نے ایک تیر پھینکا جو انصاری کو لگا، انصاری نے اسے کھینچ کر نکالا اور یوں ہی ثابت قدمی سے کھڑا رہا، پھر اس نے ایک اور تیر پھینکا، وہ بھی انصاری کو جا لگا۔ اس نے وہ بھی کھینچ کر نکال دیا اور ثابت قدمی سے کھڑا رہا، پھر اس نے تیسرا تیر پھینکا، وہ بھی انصاری کے بدن میں جا گھسا۔ انصاری نے اسے بھی کھینچ نکالا، پھر رکوع و سجود کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر اپنے ساتھی کو بیدار کیا اور کہا: اٹھ بیٹھو! میں زخمی ہو کر ڈھیر ہو چکا ہوں، مہاجر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جب اس شخص نے ان دونوں کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ انہوں نے اسے تاڑ لیا ہے، چنانچہ وہ بھاگ گیا۔ جب مہاجر نے انصاری کو اس طرح لہو لہان دیکھا تو کہا سبحان اللہ! تم نے پہلا تیر لگتے ہی مجھے کیوں نہ جگا دیا؟ انصاری نے کہا میں ایک سورت پڑھ رہا تھا، میں نے پسند نہ کیا کہ اسے ختم کیے بغیر بیچ میں چھوڑ دوں۔

رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اس مقام کے حالات یہود بن یعقوب کی اس کتاب میں پڑھے ہیں جس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی کہ اس مقام پر نیک لوگوں کی ایک جماعت قتل ہوگی جو قیامت کے روز اس حالت میں آئیں گے کہ ان کے ہتھیار ان کے کندھوں پر ہوں گے۔ آگے طویل حدیث ذکر کی۔ حرہ زہرہ یہود کے ایک قبیلہ بنی زہرہ کا مشہور گاؤں ہے، پہلے زمانہ میں یہ بہت بڑا گاؤں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں تین سو سار تھے۔ اسے زیر کرنے اپنی کتاب فضائل مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ 63ھ میں پیش آیا۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یزید بن معاویہ نے اہل مدینہ کے حق میں بہت نرمی سے کام لیا، انہیں دیگر لوگوں کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ انعام و اکرام سے نوازا اور انہیں اطاعت کی طرف مائل کرنے اور مخالفت سے باز رکھنے میں بڑی جدوجہد سے کام لیا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ سب کچھ منظور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (البقرة) ”وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اسے ملے گا جو اس نے کمایا اور تمہیں ملے گا جو تم نے کمایا اور تم سے نہ پوچھا جائے گا اس سے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

جب مجھے لگا تا تیر لگے تو میں نے رکعت مکمل کی اور تمہیں آگاہ کیا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ جس نگرانی اور حفاظت کا حکم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، میں اس کو ضائع کر رہا ہوں تو یا تو سورت کو مکمل کرنے سے پہلے میری جان چلی جاتی یا پھر میں اسے ختم کر کے ہی رہتا۔

رسول کریم ﷺ کی واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ غزوہ ذات الرقاع سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جمادی الاولیٰ کے باقی ایام، جمادی الآخرہ اور رجب میں وہاں قیام پذیر رہے۔

شعبان 4ھ میں غزوہ بدر ثانی

رسول کریم ﷺ کی روانگی

حضرت ابن اسحاق نے کہا پھر حضور ﷺ ابوسفیان کی مقرر کردہ میعاد کے مطابق ماہ شعبان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر نزولِ اجلال فرمایا۔

الرَّبِیَّةُ کا معنی

حضرت ابن اسحاق نے انصاری اور مہاجر کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات عباد بن بشر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تھے۔ اور دشمن کے ایک آدمی نے انصاری کی طرف ایک تیر پھینکا، درآں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے لہٰذا عَلِمَ اَنَّهُ رِبِیَّةٌ الْقَوْمِ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ اس قوم کا نگہبان ہے۔ رِبِیَّةٌ کا معنی ہے طَلِیْعَةٌ۔ کہا جاتا ہے رَبًّا عَلَى الْقَوْمِ یُؤْتِیْ رِبًّا وَ رِبِیَّةٌ۔ شاعر ہذلی کا قول ہے:

رَبَّاءُ شَمَاءُ لَا یَاوِیْ لِقُلَّتِہَا إِلَّا السَّحَابُ وَ إِلَّا الْاَوْبُ وَالسَّبَلُ

”وہ اتنا بلند پہاڑ ہے کہ اس کی چوٹی پر بادل، شبنم اور بارش ہی اتر سکتی ہے۔“

تَوَرَّبَاءُ رَبًّا سے فَعَّل کا وزن ہے۔ رَبًّا کا معنی ہے بلند جگہ سے دیکھنا اور شَمَاء سے مراد بلند پہاڑ ہے۔ اہل عرب تاء تانیث کے ساتھ رِبِیَّةٌ اور طَلِیْعَةٌ کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں لفظ الْعِین (جاسوس) کے معنی میں ہیں اور عین مؤنث ہے۔ آپ کہتے ہیں ثَلَاثُ اَعْمِنَ یعنی تین جاسوس۔ اگرچہ وہ مرد ہی ہوں کیونکہ طَلِیْعَةٌ اور رِبِیَّةٌ سے مراد تو اس شخص کی دیکھنے والی آنکھ ہے جیسے آپ تین غلاموں کے بارے میں کہتے ہیں اَعْتَقْتُ ثَلَاثَ رِقَابٍ یعنی میں نے تین مردوں کو آزاد کیا۔ تو رِقَاب کو مؤنث رکھا جاتا ہے کیونکہ رِقَبَةٌ سے غلام کا پورا جسم مراد ہے جس طرح کہ الْعِین سے جس کا معنی جاسوس ہے، بھی پورا جسم مراد ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رِبِیَّةٌ اور طَلِیْعَةٌ میں تاء مبالغہ کیلئے ہو

مدینہ طیبہ کے عامل کا تقرر

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول انصاری کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

ابوسفیان کی اپنے لشکر کے ہمراہ واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ ابوسفیان کے انتظار میں آٹھ راتیں وہاں قیام پذیر رہے۔ ابوسفیان اہل مکہ کے ہمراہ روانہ ہوا یہاں تک کہ ظہران کے ایک جانب مجنہ کے مقام پر اترا، بغض لوگ کہتے ہیں وہ مقام غسغان تک ہی پہنچا کہ اس نے واپسی کا ارادہ کر لیا اور اپنے لشکر کو کہا: ”اے گروہ قریش! تمہارے لیے شادابی کا سال ہی بہتر رہ سکتا ہے جس میں تم اپنے اونٹوں کو

جس طرح علامۃ اور نسابۃ میں تاء مبالغہ کے لئے ہے۔ تو پہلی توجیہ پر آپ کہیں گے ثَلَاثُ اَعْمِنَ کیونکہ عدد واحد میں تانیث کا یہی طریقہ ہے اور جب یہ تاء مبالغہ کے لئے ہو تو آپ کہیں گے ثَلَاثَةُ طَلَانِعٍ اور اَرْبَعَةُ طَلَانِعٍ۔ کیونکہ اس صورت میں مراد مذکر ہوگا کیونکہ تاء مبالغہ مسمی کی تانیث کو ثابت نہیں کرتی اور کیونکہ یہ صفت میں ہوتی ہے اور صفت موصوف کے بعد ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ کہتے ہیں هَذَا عَلَامَةٌ۔ یہ نہیں کہتے هَذِهِ عَلَامَةٌ۔ لیکن رقبۃ اور عین کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ آپ مذکر غلام میں کہتے ہیں هَذِهِ رَقَبَةٌ فَاعْتِقْهَا اور عین میں کہتے ہیں: هَذِهِ طَلِيعَةٌ حالانکہ آپ کی مراد مرد ہوتا ہے۔ یہ ان دونوں تاؤں کے درمیان فرق ہے۔

اس حدیث سے ماخوذ ایک مسئلہ

اس حدیث شریف میں زخمی شخص کی نماز کا مسئلہ ہے جبکہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو جس طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اسی مسئلہ کی وجہ سے بعض مصنفین نے اس حدیث کی شرح بھی کی ہے اور اس میں اس شخص کے متعلقہ دلیل بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ غسل نجاست کا شمار صحت نماز کی شرائط میں نہیں ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف میں ایک مسئلہ نماز کی عظمت و اہمیت کا بھی ہے کہ نمازی اپنی نماز جاری رکھے اگرچہ یہ چیز اسے قتل اور نفس کی ہلاکت کی طرف لے جائے حالانکہ اپنی جان کو ہلاکت پر پیش کرنا صرف حالت جنگ میں حلال ہے۔ ذرا صحابی کے اس قول میں غور تو کیجئے کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ جس نگرانی اور حفاظت کا حکم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے میں اس کو ضائع کر رہا ہوں تو یا تو سورت کو مکمل کرنے سے پہلے میری جان چلی جاتی یا پھر میں اسے مکمل کر کے چھوڑتا۔

درختوں کے پتے کھلا سکو گے اور اپنے مویشیوں کا دودھ پی سکو گے۔ یہ سال تو قحط کا سال ہے میں تو واپس جا رہا ہوں اس لئے تم بھی واپس چلو۔ چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اہل مکہ نے اس لشکر کو جیش السویق (ستوپینے والا لشکر) کا نام دیا۔ وہ کہتے تھے تم لوگ تو ستوپینے گئے تھے۔

رسول کریم ﷺ اور مخشی ضمری

رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے وعدہ کے مطابق اس کے انتظار میں میدان بدر میں قیام پذیر تھے، وہاں مخشی بن عمرو ضمری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ غزوہ ودان کے موقع پر حضور ﷺ نے دوستی کا معاہدہ کیا تھا۔ اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) کیا اس چشمے پر آپ قریش سے لڑنے آئے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اے ضمری بھائی! اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم اس معاہدہ کو واپس لے لیتے ہیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، پھر ہم تمہارے ساتھ جنگ آزمائی کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمادے۔ اس نے عرض کیا: نہیں بخدا! اے محمد (ﷺ) ہمیں آپ سے جنگ کی کوئی ضرورت نہیں۔

معبد اور اپنی اونٹنی کے متعلق اس کے اشعار

رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے انتظار میں قیام پذیر تھے کہ معبد بن ابی معبد خزاعی کا وہاں سے گزر ہوا۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کے مقام قیام کو دیکھ لیا اور اس کی اونٹنی واپس تیز دوڑی جا رہی تھی تو اس نے یہ اشعار کہے:

قَدْ نَفَرْتُ مِنْ دُفْعَتِي مُحَبِّدٍ وَ عَجْوَةٍ مِنْ يَثْرِبٍ كَالْعَنْجَبِ
”میری اونٹنی محمد (ﷺ) کے رفقہ کے دونوں گروہوں سے اور کشمش کی گھٹلی کی مانند یثرب کی کھجوروں سے بھاگی۔“

تَهَوَّى عَلَى دُنَى ابْنِهَا الْآتِلِدِ قَدْ جَعَلْتُ مَاءَ قَدِيدٍ مَوْعِدِي

معبد کا رجز اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے معبد کا یہ قول ذکر کیا: وَ عَجْوَةٍ مِنْ يَثْرِبٍ كَالْعَنْجَبِ۔ عجب کا معنی کشمش کی گھٹلی ہے اور کبھی بذات خود کشمش کو بھی عجب کہا جاتا ہے۔ رہے انگور تو ان کی گھٹلی کو فرسہ کہا جاتا ہے اور الْآتِلِدُ کا معنی ہے سب سے قدیم۔ یہ الْمَالُ الْعَلِيدُ (پرانا مال) سے مشتق ہے۔

وَمَاءٌ ضَجَّحَانَ لَهَا ضَحَى الْغَدِ

”وہ اپنی قدیم نسل کی عادت کے مطابق بھاگی جا رہی تھی کہ اس نے چشمہ قدید کو میری منزل بنا دیا اور چشمہ ضحجان دوسرے دن کی دوپہر کو اس کی منزل ہوگا۔“

غزوہ بدر ثانی کے متعلق حضرت ابن رواحہ یا کعب کے اشعار

اس غزوہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھے یہ اشعار ابو زید انصاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے سناے:

وَعَدْنَا آبَا سُفْيَانَ بَذْرًا فَلَمْ نَجِدْ لِيُبْعَاوُهُ صِدْقًا وَ مَا كَانَ وَافِيًا
”ہم نے ابوسفیان کے ساتھ بدر میں آنے کا وعدہ کیا لیکن ہم نے اس کے وعدہ میں سچائی نہ پائی اور وہ وعدہ وفا کرنے والا ہی نہ تھا۔“

فَلَقِيسُ لَوْ وَافَقْتَنَا فَلَقِمْتَنَا لَأَبْتُ ذَمِيمًا وَافْتَقَدْتُ الْمَوَالِيَا
”میں قسم اٹھاتا ہوں کہ تو ہمارے سامنے آتا اور ہمارے ساتھ جنگ کرتا تو اس حالت میں لوٹا کہ تیری مذمت کی جاتی اور اپنے چچا زاد بھائیوں کو گم کر بیٹھتا۔“

تَرَكْنَا بِهِ أَوْصَالَ عُتْبَةَ وَابْنِهِ وَ عَمْرًا أَبَا جَهْلٍ تَرَكْنَاهُ قَاوِيَا
”بدر میں ہم نے عتبہ اور اس کے بیٹے کے جوڑ توڑ کر رکھ دیے تھے اور عمرو ابوجہل کو بھی وہاں پیوند خاک کر دیا تھا۔“

عَصَيْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ أَفْ لِيَدِينَكُمْ وَ أَمْرِكُمُ السُّيْءِ الَّذِي كَانَ غَاوِيَا
”تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کی، تف ہے تمہارے دین پر اور تمہارے اس برے معاملہ پر جو گمراہی اور سرکشی ہے۔“

فَلْيَنْيَ وَ إِنْ عَنَّفْتُونِي لَفَالِقٍ فِذِي لِرَسُولِ اللَّهِ أَهْلِي وَ مَالِيَا
”اور میں، خواہ تم مجھے کتنا برا بھلا کہو، ضرور یہ کہوں گا کہ میرے اہل و عیال اور میرا مال سب اللہ کے رسول پر قربان ہو جائیں۔“

اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے مَدْعُوَا فَلَجَاتِ الشَّامِ..... یہ فلجہ کی جمع ہے جو جاری پانی کو کہتے ہیں۔ جاری پانی کو فلجہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ زمین میں شکاف پیدا کرتا ہے اور اس کی دونوں جانبوں کو جدا جدا کر دیتا ہے۔ یہ فلجہ الآسنان (دانٹوں کے درمیان شکاف) سے یا الفلجہ

أَطْعَنَاهُ لَمْ نَعْدِلُهُ فِينَا بَغِيرَهُ شَهَابًا لَّنَا فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ هَادِيًا
 ”ہم نے حضور ﷺ کی اطاعت قبول کر لی ہے، ہم اپنے میں سے کسی اور کو آپ کا ہم پلہ
 خیال نہیں کرتے جبکہ آپ اندھیری رات میں ہمارے لیے روشن ستارہ ہیں جو سیدھی راہ دکھاتا
 ہے۔“

غزوہ بدر ثانی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اس غزوہ کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُونَهَا جِلَادُ كَأَفْوَاهِ النَّخَاصِ الْآوَارِكِ
 ”(اے قریشیو!) اب شام کی وادیوں کو چھوڑ دو، ان کے سامنے اراک کے درخت کھانے
 والی حاملہ اونٹنیوں کے مونہوں کی مانند تلواریں حائل ہو چکی ہیں۔“

بِأَيْدِي رِجَالٍ هَاجَرُوا نَحْوَ رَبِّهِمْ وَ أَنْصَارِهِ حَقًّا وَ أَيْدِي الْمَلَائِكِ
 وہ تلواریں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی اور
 اس کے حقیقی انصار کے ہاتھوں میں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔“

إِذَا سَلَكَتِ لِلْغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَالِجٍ فَقَوْلًا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيقُ هُنَالِكَ
 ”(اے قاصد) جب ریتلی زمین کے نشیبی علاقے میں تیرا گزر ہو تو قریش سے کہہ دینا کہ
 اب یہاں کوئی راستہ نہیں۔“

أَقْبَنَّا عَلَى الرِّسِّ النَّزُوعَ ثَمَانِيًا بَارِعًا جَرَارٍ عَرِيضٍ الْبَارِكِ
 ”ہم آٹھ دن بدر کے اس کنویں پر ٹھہرے رہے جس سے ہاتھوں کے ساتھ پانی نکالا جاتا
 ہے ایک ایسے لشکر جرار کے ساتھ جس نے وسیع و عریض جگہ گھیر لی تھی۔“

بِكُلِّ كُمَيْتٍ حَوْزَةٌ نِصْفُ مَخْلِقِهِ وَ قُبَّ طَوَالٍ مُشْرِفَاتِ الْخَوَارِكِ
 ”اور ایسے کمیت گھوڑوں کے ساتھ جن کے صرف پیٹ ہی ان کے جسم کا نصف تھے اور جو
 پتلی کمروالے، دراز قد اور اونچے اونچے شانوں والوں تھے۔“

تَرَى الْعَرْفَجَ الْعَامِيَّ تُدْرِي أَصُولَهُ مَنَاسِمُ أَخْفَافِ الْمِطْيِ الرُّوَاتِكِ

بمعنی تقسیم سے ماخوذ ہے اور اَلْفَالِجُ ایک پیانہ ہے جس کے ساتھ تقسیم کیا جاتا ہے اور اَلْفَلِجُ اور
 اَلْفَالِجُ دو کوہالوں والے اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا مادہ اشتقاق بھی یہی ہے۔ اسے حضرت ابوحنیفہ
 نے حاء کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اَلْفَلَحَةُ کا معنی کھیتی ہے۔

”تم اس جگہ ایک سال کی اگی ہوئی عرنج گھاس کو دیکھو گے جس کی جڑوں کو تیز رواونٹوں کے پاؤں کے سموں نے اڑا کر رکھ دیا ہے۔“

فَإِنْ نَلَقَ فِي تَطَوَّافِنَا وَالتَّمَّاسِنَا فَرَاتَ بْنَ حَيَّانٍ يَكُنْ رَهْنٌ هَالِكٌ
”اگر ہمارے چکر اور جستجو میں فرات بن حیان ہمیں مل گیا تو وہ ہلاک ہونے والوں کے پاس بطور رہن رکھ دیا جائے گا۔“

وَإِنْ نَلَقَ قَمَسَ بْنَ أَمْرِئِ الْقَمَسِ بَعْدَهُ يَزْدُ فِي سَوَادٍ لَوْنِهِ لَوْنٌ حَالِكٌ
”اور اگر اس کے بعد قیس بن امرؤ القیس ہمیں مل گیا تو اس کے رنگ کی سیاہی میں مزید سیاہ رنگ کا اضافہ کر دیا جائے گا۔“

فَابْلَغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّي رِسَالَةً فَإِنَّكَ مِنْ غُرِّ الرِّجَالِ الصَّعَالِكِ
”پس (ابے قاصد) تو میری طرف سے ابوسفیان کو یہ پیغام پہنچا دے تو بے مایہ خوش رنگ لوگوں میں سے ایک ہے (اس سے زیادہ تیری کوئی حیثیت نہیں)۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار

ان اشعار کا جواب ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے دیتے ہوئے کہا:

أَحْسَنُ إِنَّا يَا ابْنَ آكِلَةِ الْفَقَا وَ جَدِّكَ نَعْتَالُ الْخُرُوقِ كَذَلِكَ
”اے حسان! اے کھجوریں کھا کر گزراوقات کرنے والی کے بیٹے! تیرے نصیب کی قسم! بے شک ہم اس جیسے بڑے بڑے وسیع بیابانوں کو عبور کر جاتے ہیں۔“

مَخْرَجَنَا وَ مَا تَنْجُو الْعَافِيَةَ بَيْنَنَا وَ لَوْ وَآلَتْ مِنَّا بِشَدِّ مُذَارِكِ
”ہم نکلتے ہیں تو ہرن کے تیز رفتار بچے بھی ہمارے درمیان سے بھاگ کر نجات نہیں پاسکتے اگرچہ پناہ گاہ کی تلاش میں کتنی ہی مسلسل دوڑ کیوں نہ لگائیں۔“

حضرت ابن اسحاق نے ابوسفیان کا یہ شعر ذکر کیا:

أَحْسَنُ إِنَّا يَا ابْنَ آكِلَةِ الْفَقَا

آلفا یہ کھجور کی ایک قسم ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہ گردوغبار ہے جو کچی کھجوروں پر چڑھ جاتا ہے اور آلفا میں ایک لغت آلفا بھی ہے۔

ان اشعار میں ہے: كَمَا حَذَّكُم بِالْعَمَنِ أَرْطَالِ أَنْلِد۔ میں نے ابو بحر کے حاشیہ میں اس شعر کے متعلق جو عبارت دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ محمد بن سلام نے اپنے طبقات میں یہ شعریوں ذکر کیا ہے:

إِذَا مَا انْبَعَثْنَا مِنْ مِّنَاحِ حَسْبَتَهُ مُدَمِّنَ أَهْلِ النَّوَسِمِ الْمُتَعَارِكِ
 ”جب ہم کسی بیٹھنے کے مقام سے اٹھتے ہیں تو تو خیال کرے گا کہ میلوں میں شامل ہونے والے لوگ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نشان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔“

أَقْبَتَ عَلَى الرَّسِّ النَّزُوعَ تُرِيدُنَا وَ تَتْرُكُنَا فِي النَّخْلِ عِنْدَ الْمَدَارِكِ
 ”تم ہمارے ساتھ جنگ کے ارادے سے پانی والے کنویں کے پاس ہی ٹھہرے رہے اور ہمیں قریب کے نخلستان میں ہی چھوڑ دیا۔“

عَلَى الزَّرْعِ تَمَشِي حَمِلُنَا وَ رِكَابُنَا فَمَا وَطِئَتْ الصَّقْنَةَ بِالذِّكَاءِ
 ”ہمارے گھوڑے اور اونٹ کھیتیوں میں چل رہے تھے، کھیتی کے جس حصے کو ان جانوروں نے روندنا سے ریتلا بنا دیا۔“

أَقْنَا قَلَا بَيْنَ سَلْعٍ وَ قَارِعٍ بِجُرُودِ الْجِيَادِ وَالطَّيِّ الرِّوَاتِكِ
 ”ہم کم موعده گھوڑوں اور تیز رواؤں کے ساتھ جبل سلع اور جبل قارع کے درمیان تین دن ٹھہرے رہے۔“

حَسِبْتُمْ جَلَادَ الْقَوْمِ عِنْدَ قِبَابِهِمْ كَمَا عَزِدْتُمْ بِالْعَمَنِ أَرْطَالَ أُنْثَى
 ”تم نے ہماری قوم کے بہادروں کو ان کے خیموں میں دیکھ کر سمجھ لیا ہو گا کہ تم نے قیمتی چیزوں کے عوض معمولی چیزوں کے چند رطل خرید لیے ہیں۔“

فَلَا تَبْعَثِ النَّخِيلَ الْجِيَادَ وَ قُلْ لَهَا عَلَى نَحْوِ قَوْلِ الْمُعْصِمِ الْمُتَنَاسِكِ
 ”پس تم اب بہترین گھوڑوں کو (جنگ کے لئے) نہ بھیجو اور ایک پختہ کار، دور اندیش اور

حَسِبْتُمْ جَلَادَ الْقَوْمِ حَوْلَ بُيُوتِكُمْ كَمَا عَزِدْتُمْ فِي الْعَمَنِ أَرْطَالَ أُنْثَى
 اور اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے ابوسفیان بن حارث سے کہا: میرے چچا زاد! اگر وہ سفید عمدہ چاندی ہی تھی تو تم نے اسے سیسہ کیوں قرار دیا۔

ابوسفیان کا قول ہے: سَعِدْتُمْ بِهَا وَ غَيْرُكُمْ كَانَ أَهْلَهَا۔ حضرت شیخ کے حاشیہ میں یہ شعر یوں مذکور ہے: شَقِيتُمْ بِهَا وَ غَيْرُكُمْ أَهْلٌ ذَكْرَهَا۔

ابوسفیان کا قول ہے: عَرَجْنَا وَ مَا تَنْجُو الْعَافِرُ بَيْنَنَا۔ الْعَافِرُ ہر لوں کی ایک قسم ہے جو کم دوڑتے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے یعافیر ہر بھی ان سے بھاگ کر نجات حاصل نہیں کر سکتے۔

عقل کی بات گرہ سے باندھ لینے والے شخص کے طریقے پر ان گھوڑوں سے کہو۔
 سَعِدْتُمْ بِهَا وَ غَيْرُكُمْ كَانَ أَهْلَهَا فَوَارِسُ مِنْ أَبْنَاءِ فَهْرِ بْنِ مَالِكٍ
 ”جو تمہیں خوش نصیبی سے مل گئے ہیں کہ ان کے مستحق دراصل تمہاری بجائے بنی فہر بن مالک
 کے سوار ہیں۔“

فَإِنَّكَ لَا فِي هِجْرَةٍ إِنْ ذَكَرْتَهَا وَ لَا حُرْمَاتِ الدِّينِ أَنْتَ بِنَاسِكَ
 ”پس اگر تو نے ہجرت کا ذکر کیا ہے تو نہ تجھے اس ہجرت کا فائدہ ہے اور نہ تو شعائرِ دین پر
 عمل کرنے والا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: اس قصیدہ کے کچھ اشعار باقی ہیں جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے،
 کیونکہ ان میں قافیوں کے اختلاف کا عیب پایا جاتا ہے اور مجھے یہ شعر ابوزید انصاری نے سنایا:
 خَرَجْنَا وَ مَا تَنْجُوا الْيَعْفِيرُ بَيْنَنَا
 جو شعر اس کے بعد ہے وہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں
 ہے: دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُونَهَا۔ اور انہوں نے مجھے آپ کا یہ شعر بھی سنایا: فَأَبْلَغُ
 أَبَا سُفْيَانَ۔

ماہِ ربیع الاول ۵ھ میں غزوہ دومۃ الجندل

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے
 اور چند ماہ قیام فرمایا یہاں تک کہ ماہِ ذوالحجہ گزر گیا۔ اس سال ۴ھ میں حج کی ولایت مشرکین
 کے ہاتھ رہی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے ارادہ سے دومۃ الجندل کا رخ کیا۔
 حضرت ابن ہشام نے کہا یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ
 غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی واپس تشریف
 لے آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔ پھر حضور ﷺ بقیہ سال مدینہ طیبہ میں ہی قیام پذیر رہے۔

غزوہ دومۃ الجندل

حضرت ابو عبید بکری نے کہا: اس جگہ کا نام دومۃ الجندل دومی بن اسماعیل کے نام پر رکھا گیا جو
 وہاں اتر اٹھا۔

غزوہ خندق، شوال ۵ھ

غزوہ خندق کی تاریخ

ہم سے حضرت ابو محمد بن عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبد اللہ البرکائی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: اس کے بعد شوال ۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا۔

قریش کو یہودی کی انگلیخت

چنانچہ مجھ سے حضرت یزید بن رومان مولیٰ آل زبیر بن عروہ بن زبیر اور ان لوگوں نے جنہیں میں متہم نہیں کرتا، بیان کیا، انہوں نے حضرات عبد اللہ بن کعب بن مالک، محمد بن کعب قرظی، زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبد اللہ بن ابی بکر اور ہمارے دیگر علماء سے روایت کیا، ان سب نے غزوہ خندق کے واقعہ کو یکجا کر دیا ہے۔ ان میں سے بعض اس غزوہ کا وہ حصہ بیان کرتے ہیں جسے بعض دیگر بیان نہیں کرتے۔ ان حضرات کا بیان ہے کہ غزوہ خندق کا واقعہ یوں ہے کہ بنی نضیر اور بنی وائل سے تعلق رکھنے والے یہودیوں کی ایک جماعت جن میں سلام بن ابی الحقیق نضری، حیی بن اخطب نضری، کنانہ بن ابی الحقیق نضری، ہوذہ بن قیس وائل اور ابوعمار وائل شامل تھے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف گروہوں (احزاب) کو

غزوہ خندق

خندق کھودنا عربوں کی عادت نہ تھی بلکہ یہ ایرانیوں کی جنگی چال تھی۔ اسی وجہ سے اس کی طرف حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا۔ امام طبری کے بیان کے مطابق ملوک فارس میں سے جس نے سب سے پہلے خندق کھودی وہ منوشہر بن ابیرج بن افریدوں ہے۔ افریدوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا بیٹا ہے لیکن اکثر علماء اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اثنیان کا بیٹا ہے۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے تیر اندازی کا آلہ تیار کیا۔ اس کے عہد حکومت کے ساٹھویں سال کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور جنگوں میں مورچے بنانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ بقول طبری سب سے پہلے بخت نصر نے مورچہ بنایا۔

اکٹھا کیا، یہ لوگ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس آئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی دعوت دی۔ انہوں نے قریش سے کہا ہم ان کے (رسول اللہ ﷺ) کے خلاف تمہارا اس وقت تک ساتھ دیں گے یہاں تک کہ ہم ان کا استیصال کر دیں گے۔ قریش نے ان سے پوچھا: ”اے گروہ یہود! تم صاحب کتاب اول (تورات) ہو اور صاحب علم ہو، تم جانتے ہو جو ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان اختلاف ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا دین؟ یہودی وفد نے کہا بلکہ تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے اور تم ان سے کہیں زیادہ حق کے قریب ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجُبُوتِ وَالطَّاعُوتِ وَيَقُولُونَ
لِلَّذِينَ كَفَرُوا أَهْلُ آلَاءٍ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن
يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ۖ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۖ
أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَ
الْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۖ وَكُفِيَٰ بِجَهَنَّمَ
سَعِيرًا ۖ (النساء)

”کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔ یہی وہ (بد نصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی مددگار۔ کیا ان کے لئے کوئی حصہ حکومت میں؟ اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے یہ لوگوں کو تل برابر۔ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے (یعنی نبوت۔ ابن اسحاق) (وہ حسد کی آگ میں جلا کریں) ہم نے تو مرحمت فرمادی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب

حضرت ابن اسحاق نے بنی قریظہ کے گروہوں (احزاب) کو اکٹھا کرنے کا ذکر کیا ہے اور بنی نضیر کے ایک گروہ کے انساب ذکر کیے ہیں اور ان کے بارے میں کہا النَّضِيرِي۔ یہ لفظ پرانے نسخے میں اسی طرح مذکور ہے لیکن قیاس یہ ہے کہ یہ لفظ النَّضِيرِي ہے لیکن یہ اہل عرب کے اس قول کے قبل سے ہے ثَقِيفِي، قُرَيْشِي اور یہ خلاف قیاس ہے اور فَعِيلَة کے وزن کی نسبت فَعِيلِي کے وزن پر آتی ہے۔

اور حکمت اور عنایت فرمادی ہے انہیں عظیم الشان سلطنت۔ تو ان سے کوئی ایمان لایا اس کے ساتھ اور کسی نے منہ پھیر لیا اس سے اور کافی ہے (انہیں جلانے کے لئے) جہنم کی دہکتی ہوئی آگ۔
بنی غطفان کو یہود کی انگخت

جب یہود نے قریش کو یہ جواب دیا تو وہ بہت مسرور ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت ان کے لئے بڑی نشاط افزاء ثابت ہوئی۔ چنانچہ وہ اس جنگ کے لئے جمع ہو گئے اور اس کے لئے تیاریاں کرنے لگے۔ پھر یہود کا یہ وفد وہاں سے روانہ ہو کر قیس عیلان کے قبیلہ بنی غطفان کے پاس پہنچا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت دی اور انہیں اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ وہ ان کے خلاف ان کا ساتھ دیں گے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس بات پر قریش نے بھی ان کا اتباع کیا ہے۔ یہ سن کر بنی غطفان بھی اس سازش میں ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔

احزابِ مشرکین کی روانگی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: چنانچہ قریش اپنے قائد ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں نکلے اور بنی غطفان اپنے قائد عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر جو بنی فزازہ کی نمائندگی کر رہا تھا، کے ساتھ نکلے اور بنی مرہ حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کی قیادت میں اور بنی اشجع میں سے اپنے سردار کے پیروکار لوگ مسعر بن زحیلہ بن نوریہ بن طریف بن حمہ بن عبد اللہ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان کی قیادت میں نکلے۔

خندق کی کھدائی میں منافقین کی کام چوری اور مومنین کی جدوجہد

جب رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا کہ وہ جنگ پر متفق ہو چکے ہیں اور اس کے لئے نکل آئے ہیں تو آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں خندق کا انتظام فرمایا اور مسلمانوں کو اجر و ثواب کی ترغیب دلانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کام میں بنفس نفیس حصہ لیا اور تمام مسلمان آپ ﷺ

عیینہ بن حصن

حضرت ابن اسحاق نے غزوہ احزاب میں بنی غطفان کے سردار کا ذکر کیا ہے اور وہ عیینہ بن حصن ہے۔ اس کا اصل نام حذیفہ ہے، اسے عیینہ اس لئے کہا جاتا کہ اس کی آنکھوں کی پلکیں الٹی تھیں۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **أَلَا حَقُّ الْمَطَاعِ** ”اجتنب شخص جس کی اطاعت کی جاتی ہے“۔ کیونکہ وہ ایسے لشکر جبار میں تھا جس کے پیچھے دس ہزار نیزہ باز چل رہے

کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی پوری جدوجہد سے مسلسل کام کیا اور مسلمانوں نے بھی خاصی مشقت اور مستقل مزاجی سے کام لیا لیکن کچھ منافقین اس کام میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے پیچھے ہٹ گئے اور تاخیر و تساہل سے کام لینے لگے اور رسول اللہ ﷺ کو بتائے بغیر اور آپ ﷺ سے اجازت لیے بغیر چپکے چپکے اپنے گھروں کی طرف کھسکنے لگے۔ اس کے برعکس جب کسی مسلمان کو کوئی سخت ضرورت پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کا ذکر کرتا اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آپ سے اجازت طلب کرتا تو حضور ﷺ اسے اجازت مرحمت فرماتے۔ پھر جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاتا تو حصولِ خیر کے شوق اور اجر و ثواب میں رغبت کی وجہ سے واپس آ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا۔

خندق کھودنے والوں کے حق میں نازل کردہ آیات

چنانچہ ان مومنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْأَلُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ الَّذِينَ يَسْأَلُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ فَإِذَا أَسْأَلْتُكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ قَاذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (النور)

”بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لئے تو (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ، پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لئے تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“

تھے اور یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ وَدَّعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ ۖ ”بے شک سب سے برا انسان وہ ہے جس کے شر سے بچنے کے لئے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہو۔“ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنِّي أَدَارِيهِ لَا نَبِيَّ أَعْصِي أَنْ يَفْسِدَ عَلَى خَلْقًا كَثِيرًا ۖ ”میں اس سے نرمی کرتا ہوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ

تو یہ آیت کریمہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اجر و ثواب کے امیدوار، بھلائی میں رغبت رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اطاعت گزار تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اور اس ارشاد میں وہ منافقین مراد ہیں جو چپکے چپکے کام سے کھسک گئے تھے اور نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگے بغیر چلے گئے تھے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرٍ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑤ (النور)

”نہ بنا لور رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے انہیں جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لے کر۔ پس ڈرنا چاہیے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم ﷺ کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آئے۔“

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت

حضرت ابن ہشام نے کہا: اللواذ کا معنی ہے بھاگتے وقت کسی چیز کی آڑ لینا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَقَرَيْشٌ تَفَرُّ مِنَّا لَوْ آذًا أَنْ يُقِيمُوا وَخَفَ مِنْهَا الْحُلُومُ
”اور قریش کھڑا ہونے کے بجائے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے ہم سے بھاگ رہے ہیں اور ان کی عقلیں کم ہو گئی ہیں۔“

یہ شعر آپ کے اس قصیدہ میں ہے جو میں نے غزوہ احد کے بارے میں قصائد ذکر کیے ہیں
إِلَّا إِنْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ۚ وَيَوْمَ يُزْجَعُونَ إِلَيْهِ
فَيَنْبِتُ لَهُمْ بِسَاعِلُوًّا ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ⑥ (النور)

”سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے جس حالت پر تم ہو (حضرت ابن اسحاق نے کہا: سچ یا جھوٹ میں سے) اور اس دن جب وہ

میرے خلاف کثیر مخلوق کو خراب کرے گا۔“ اس روایت میں اس برائی کی وضاحت ہے جس سے آپ بچتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس بغیر اجازت کے آیا تھا۔ جب آپ نے اس سے پوچھا: اجازت کہاں ہے؟ تو وہ کہنے لگا: میں نے آپ سے پہلے کسی مضری سے اجازت طلب نہیں کی۔ پھر اس

لوٹائے جائیں گے اس (کی بارگاہ) کی طرف تو وہ انہیں آگاہ کرے گا جو انہوں نے کیا تھا۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

خندق کی کھدائی میں مسلمانوں کا رجز

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مسلمان اپنے کام میں مصروف رہے یہاں تک کہ انہوں نے خندق مکمل کر لی۔ کام کے دوران وہ ایک جعیل نامی مسلمان کے ساتھ رجز پڑھتے تھے جس کا نام رسول اللہ ﷺ نے عمرو رکھ دیا تھا۔ وہ کہتے:

سَنَاهُ مِنْ بَعْدِ جُعَيْلٍ عَمْرًا وَ كَانَ لِلْبَّائِسِ يَوْمًا ظَهْرًا
”حضور ﷺ نے جعیل کے بعد اس کا نام عمرو رکھ دیا اور یہ شخص اس روز مشقت اٹھانے والوں کے لئے قوت بن گیا۔“

جب مسلمان عَمْرًا کا لفظ کہتے تو رسول اللہ ﷺ بھی فرماتے عَمْرًا اور جب مسلمان ظَهْرًا کہتے تو رسول اللہ بھی فرماتے ظَهْرًا۔

خندق کی کھدائی میں معجزات کا ظہور

حضرت ابن اسحاق نے کہا: خندق کی کھدائی کے متعلق مجھ تک ایسے واقعات پہنچے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اور آپ کی نبوت کی حقانیت کا ثبوت ہے۔ مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے ان معجزات کا مشاہدہ کیا۔

چنانچہ ان میں سے ایک واقعہ جو مجھ تک پہنچا ہے، یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ ایک جگہ خندق کی زمین بہت سخت آگئی جسے کھودنا دشوار ہو گیا۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اس میں لعابِ دہن ڈال دیا، پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر دعا مانگی، پھر وہ پانی اس سخت زمین پر چھڑک دیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے، کہتے تھے اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا، وہ زمین بالکل نرم اور بھر بھری ہو گئی جواب نہ کدال کو لوٹاتی تھی نہ نیلچے کو۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سعید بن مینا نے بیان کیا کہ انہیں بتایا گیا کہ نے پوچھا اے محمد! (ﷺ) آپ کے ساتھ یہ حمیرا، کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ عائشہ بنت ابی بکر ہے۔ اس نے کہا اسے طلاق دے دیجئے۔ میں آپ کی خاطر ام البنین کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس طرح کے بہت سے امور اس کی جفاء کے متعلق ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس نے اسلام قبول کیا پھر مرتد ہو گیا، پھر

حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی اور حضرت نعمان بن بشیر کی بہن نے کہا: میری ماں حضرت عمرہ بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور دونوں ہاتھوں میں کھجوریں بھر کر میرے دامن میں ڈال دیں پھر کہا: بیٹی! یہ اپنے باپ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کو ناشتہ پہنچا آؤ۔ میں نے کھجوریں لیں اور چل پڑی۔ اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کرتے ہوئے میرا گزر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بچی! ادھر آؤ، تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ کھجوریں ہیں، میری ماں نے مجھے دے کر میرے باپ حضرت بشیر بن سعد اور میرے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ ناشتہ کر لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ کھجوریں مجھے دو۔ میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیں لیکن آپ ﷺ کے ہاتھ نہ بھرے پھر ایک کپڑا طلب فرمایا اور اسے بچھا دیا گیا۔ حضور ﷺ نے کھجوریں اس کپڑے پر ڈال دیں، وہ کپڑے پر بکھر گئیں۔ پھر قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق میں با آواز بلند اعلان کر دے کہ آؤ ناشتہ کر لو۔ سب اہل خندق اکٹھے ہو گئے اور کھجوریں کھانے لگے۔ کھجوریں برابر بڑھتی رہیں یہاں تک کہ اہل خندق پیچھے ہٹ گئے لیکن کھجوریں کپڑے کی اطراف سے گر رہی تھیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سعید بن مینا نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو زیادہ موٹی تازی نہیں تھی، میں نے کہا بخدا! اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے تیار کروانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اپنی زوجہ کو حکم دیا، اس نے ہمارے لئے کچھ جو پیس کر روٹیاں پکائیں۔ میں نے وہ بکری ذبح کی اور اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے بھون کر رکھ لیا۔ جب شام ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے خندق سے واپس تشریف لے جانے کا ارادہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں ہم دن بھر خندق کھودتے، جب شام ہوتی تو اپنے گھروں میں واپس چلے جاتے۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو میں نے حضور ﷺ کے لئے تیار کروائی ہے اور اس کے ساتھ

جب طلحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس پر ایمان لایا اور اسے اسیر بنا لیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بطور قیدی لایا گیا لیکن آپ نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا۔ وہ اپنے اکھڑ اور اجڈ پن اور اپنی دیہاتی حماقت کی حالت میں اسلام کا اظہار کرتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ کسی

ہم نے جو کی کچھ روٹیاں بھی پکائی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ حضور ﷺ میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میرے ساتھ اکیلے رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لے چلیں، لیکن جب میں نے حضور ﷺ سے یہ عرض کی تو حضور ﷺ نے فرمایا اچھا۔ پھر حضور ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا۔ اس نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ لوگو! تم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ کے گھر چلو۔ یہ دیکھ کر میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور آپ کے ساتھ سب لوگ بھی آگئے۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تو ہم نے وہ کھانا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے برکت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا، پھر کھانا شروع کر دیا اور دوسرے لوگ بھی ہاری ہاری کھانے لگے۔ جب ایک جماعت فارغ ہو کر چلی جاتی تو دوسری جماعت آ جاتی یہاں تک کہ سب اہل خندق نے اس کھانے سے منہ پھیر لیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے فرمایا میں خندق کے ایک گوشے میں کھدائی کر رہا تھا کہ ایک چٹان آگئی جو مجھ سے ٹوٹ نہ سکی۔ رسول اللہ ﷺ میرے قریب ہی تھے، جب حضور ﷺ نے مجھے ضربیں لگاتے ہوئے دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ جگہ سخت ہے اور کھودنے میں مجھے دشواری پیش آرہی ہے تو حضور ﷺ نیچے اترے اور میرے ہاتھ سے گینتی لے کر اس کے ساتھ ایک ضرب لگائی تو گینتی کے نیچے روشنی پیدا ہوئی، پھر ایک اور ضرب لگائی پھر اسی طرح گینتی کے نیچے روشنی نمودار ہوئی۔ پھر اس پر تیسری ضرب لگائی پھر روشنی پیدا ہوئی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، یہ روشنی کیا تھی جو آپ کے ضربیں لگاتے ہوئے میں نے گینتی کے نیچے چمکتے ہوئے دیکھی؟ حضور ﷺ نے پوچھا: اے سلمان! کیا تم نے وہ روشنی دیکھی ہے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا: جو پہلی بجلی تھی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرے لئے یمن فتح کرائے گا اور دوسری بجلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرے لئے شام فتح کرائے گا اور تیسری کے ساتھ مشرق فتح کرائے گا۔

شاعر نے کہا:

وَ اِنِّیْ عَلٰی مَا کَانَ مِنْ عُنْجُوْمِیْ وَ لَوْثِیْ اَعْرَابِیَّتِیْ لَا وَیْبُ
 ”بے شک میں اپنے اکھڑین اور اپنی دیہاتی حماقت کے باوجود ادیب ہوں۔“

حضرت ابن اسحاق نے کہا: نیز مجھ سے ایسے شخص نے جسے میں متہم نہیں کرتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور اس کے مابعد زمانہ میں یہ علاقے فتح ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جو علاقہ تمہارے سامنے آئے فتح کرتے جاؤ، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے! مدینہ طیبہ سے لے کر جتنے بلاد تم نے اب تک فتح کیے ہیں اور جتنے بلاد تم روز قیامت تک فتح کرو گے ان سب کی کنجیاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (رسول اللہ ﷺ) کو پہلے ہی عطا فرمادی ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے خندق کی کھدائی کے دوران اس چٹان کا ذکر کیا ہے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے آڑے آگئی تھی۔ سیرت ابن ہشام کے علاوہ دیگر کتب میں چٹان کے لئے عِبْلَہ کا لفظ آیا ہے۔ یہ انتہائی سخت چٹان کو کہتے ہیں، اس کی جمع عِبْلَاتُ آتی ہے۔ اسے الْعِبْلَاءُ اور الْآعْبِلُ بھی کہا جاتا ہے اور یہ سفید چٹان ہوتی ہے۔

چمکنے والی بجلیاں

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ اس چٹان سے یکے بعد دیگرے بجلیاں چمکیں۔ علامہ نسوی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند سے جو روایت بیان کی ہے اور جو سیرت ابن ہشام کی روایت سے زیادہ کامل ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم فرمایا تو ہمارے سامنے ایک ایسا پتھر آگیا جس میں گینتی کوئی اثر نہیں کر رہی تھی۔ حضور ﷺ نے گینتی پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی جس سے چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الشَّامِ، وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَاۤ اَبْصِرُ قُصُوْدَهَا الْحُسْرَ مِنْ مَّكَانِیْ هٰذَا ”اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں، قسم بخدا! میں اپنے اس مقام سے اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔“ پھر حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی اور چٹان کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا تو فرمایا: اللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ فَارَسِیْ، وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَاۤ اَبْصِرُ قُصُوْدَ الْمَدَائِنِ الْاَبْيَضَ الْاُنَّ ”اللہ اکبر! مجھے ایران کی کنجیاں بخش دی گئیں۔ بخدا! میں ابھی مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں۔“ پھر حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی تو سارے پتھر کو توڑ کر رکھ دیا اور فرمایا: اللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْیَمَنِ، وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَاۤ اَبْصِرُ بَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَّكَانِیْ هٰذَا السَّاعَةِ ”اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں مرحمت کر دی گئیں۔ بخدا میں اسی لمحے اپنے اس مقام

حضرت ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو اس وقت قریش نے آ کر جرف اور زغابہ کے درمیان رومہ کے قریب مجتمع الایصال (وہ جگہ جہاں برسات کے موسم میں برساتی نالوں کا پانی آ کر اکٹھا ہوتا تھا۔ مترجم) میں پڑاؤ کیا۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی جو ان کے احابش (مختلف قبیلوں کے لوگوں کا گروہ) اور بنو کنانہ اور اہل تہامہ میں سے ان کے پیروکاروں پر مشتمل تھی۔ اور بنی غطفان اور اہل نجد میں سے ان کے پیروکار بھی احد کے ایک طرف ذنب لگی میں خیمہ زن ہو گئے۔ اب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو لے کر نکلے یہاں تک کہ سلع پہاڑ کو پشتوں کی جانب رکھ کر وہاں اپنے لشکر کو ٹھہرایا جبکہ خندق حضور ﷺ کے اور کفار کے درمیان حائل تھی۔

سے صنعاء کے دروازے کو دیکھ رہا ہوں“ راوی کا قول ہے: قَاسًا وَلَا مِسْحَاةً ”کلباڑی اور نہ کدال“۔ اَلْمِسْحَاةُ مِفْعَلَةٌ کے وزن پر سَحَوْتُ الطِّينَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ مٹی کو کریدیں اور کلباڑے اور کدال کی دھار کو اَلْغُرَاب کہا جاتا ہے اور ان کے بھالوں کو فاء کلمہ کے کسرہ کے ساتھ اَلْغُرَاب کہا جاتا ہے۔ یہ ابو عبید نے حضرت سلیمان التیمی کی حدیث میں کہا ہے جو حضرت ابو عثمان النہدی سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خندق میں ضربیں لگائیں تو فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِهِ بَدِینَا۔ وَ لَوْ عَبَدْنَا غَمْرَةً شَقِیْنَا۔ حَبَدًا رَبًّا وَ حَبَدًا دِینًا۔ ”اللہ کے نام سے اور ہم نے اسی کے نام سے ابتداء کی اور اگر ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے تو بد بخت ہو جاتے۔ کتنا ہی عظیم رب ہے اور کتنا ہی بہترین دین ہے۔“

زغابہ کے نام کی تحقیق

حضرت ابن اسحاق کا قول ہے: حَتّٰی نَزَلُوْا بَیْنَ الْجُرُفِ وَ زَغَابَةِ ”یہاں تک کہ قریش جرف اور زغابہ کے درمیان اترے“۔ زغابہ غین منقوطہ اور زاء مفتوحہ کے ساتھ ایک جگہ کا نام ہے۔ البکری نے یہ لفظ اسی تلفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنا یہ قول ذکر کیا کہ یہ زاء کے ضمہ اور عین مہملہ کے ساتھ زَغَابَةِ ہے۔ انہوں نے علامہ طبری کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے اس حدیث میں یہ الفاظ کہے: بَیْنَ الْجُرُفِ وَ الزَّغَابَةِ۔ انہوں نے اس قول کو پسند کیا اور فرمایا کیونکہ زغابہ غیر معروف ہے۔ حضرت مؤلف نے کہا: اس روایت میں میرے نزدیک معروف ترین اس شخص کی روایت ہے جس نے کہا: یہ لفظ غین منقوطہ کے ساتھ زَغَابَةِ ہے کیونکہ مسند حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک اعرابی نے ایک اونٹنی ہدیہ کے طور پر پیش کی تو حضور ﷺ نے اس کے بدلے

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ کے حکم پر بچوں اور عورتوں کو قلعوں میں پہنچا دیا گیا۔

کعب بن اسد کو حی بن اخطب کی انگخت

اب دشمن خدا حی بن اخطب لکلا اور بنی قریظہ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کے نمائندے کعب بن اسد قرظی کے پاس آیا۔ کعب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف سے معاہدہ دوستی کر چکا تھا اس لئے جب کعب کو حی بن اخطب کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اس نے دروازہ کھلوانا چاہا لیکن کعب نے اس کے لئے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حی نے پکار کر کہا: اے کعب! تجھ پر افسوس! دروازہ کھول۔ کعب نے جواب دیا: اے حی تیرا برا ہو بے شک تو بڑا بد بخت آدمی ہے، میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں لہذا میں ان کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنے کے لئے تیار نہیں، میں نے ان سے ایفاء عہد اور صداقت کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حی نے کہا: تیرا برا ہو دروازہ تو کھول، میں تجھ سے کچھ بات کہنا

اسے چھ بکریاں عطا فرمائیں لیکن وہ راضی نہ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: **أَلَا تَعْجَبُونَ لِهَذَا** **الْأَعْرَابِيِّ أَهْدَىٰ إِلَىٰ نَاقَةٍ أَعْرِفُهَا بِعَيْنِهَا كَمَا أَعْرِفُ بَعْضَ أَهْلِي ذَهَبَتْ مِنِّي يَوْمَ زَغَابَةٍ وَ** **قَدْ كَفَاتُهُ بَسِيطٌ فَسَخِطَ** (الحديث) ”کیا تم اس اعرابی پر حیران نہیں ہوتے کہ اس نے مجھے وہ اونٹنی تحفہ میں دی جسے میں بعینہ اس طرح پہچانتا ہوں جس طرح اپنے کسی گھر والے کو پہچانتا ہوں۔ یہ اونٹنی زغابہ کے روز مجھ سے چلی گئی تھی جبکہ میں نے اسے اس کے بدلے چھ بکریاں عطا کی ہیں، وہ پھر بھی ناراض ہے۔“ اور حضرت ابن اسحاق نے کہا: **ذَنْبٌ نَّقِمٌ وَ نَقْمٌ مَعًا**۔

يَفْتِلُ فِي الدَّرْوَةِ وَالْغَارِبِ

حضرت ابن اسحاق نے حی بن اخطب کی کعب کے ساتھ گفتگو کا ذکر کیا اور بتایا **يَزَلُ يَفْتِلُ فِي الدَّرْوَةِ وَالْغَارِبِ**۔ یہ ایک ضرب الثل ہے جو دراصل اونٹوں کے بارے میں کہی جاتی ہے کہ جب آپ سے کوئی اونٹ بے قابو ہو جاتا ہے فتاعر القراء من ذروته و غارب سنامه و قفيل هناك تو آپ اس کی چوٹی اور اس کی کوہان کی اونچائی سے چھڑیاں دور کرتے ہیں اور وہاں ہاتھ پھیرتے ہیں اس سے اونٹ کو راحت حاصل ہوتی ہے تو وہ مانوس ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کلام کسی کو بہلا

چاہتا ہوں۔ کعب نے کہا: میں یہ کام کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جی کہنے لگا: بخدا تم نے میرے سامنے صرف اس لئے دروازہ بند کر دیا ہے کہ تمہیں اندیشہ ہے کہ میں تمہارا جیشہ (گیہوں کے موٹے آنے سے بنایا ہوا خاص قسم کا ایک کھانا) تمہارے ساتھ مل کر نہ کھانے لگوں۔ اس پر کعب کو غیرت آمیز غصہ آیا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ جی نے کہا: اے کعب! تیرا برا ہو میں تمہارے پاس زمانہ بھر کی عزت اور ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس قریش کے جنگجو اور ان کے سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو رومہ کے قریب وادیوں کے سنگم میں ٹھہرایا ہے اور میں تمہارے ساتھ بنی غطفان کے جنگجو اور سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو احد کے ایک طرف دنب غمی میں ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ پختہ عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو جڑوں سے اکھیڑ کر دم لیں گے۔ کعب نے جواب دیا: بخدا تم میرے پاس زمانہ بھر کی ذلت لے کر آئے ہو اور ایسا بے ہارش ہادل لے کر آئے ہو جس کا پانی بہہ چکا ہے، وہ گر جتا اور چمکتا تو ہے لیکن اس میں ہارش کا ایک قطرہ بھی نہیں، اے جی! تیرا برا ہو، مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے کیونکہ میں نے محمد (ﷺ) سے صداقت اور ایفاء عہد کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ فَلَمْ يَزَلْ يَفْتِيلُهُ فِي الدَّرَوَةِ وَالْغَارِبِ ”لیکن جی اس کو عہد شکنی پر برا ہیختہ کرتا رہا“۔ یہاں تک کہ کعب نے اس شرط پر اس کی اطاعت قبول کر لی کہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ عہد و پیمان کرے کہ اگر قریش اور غطفان پسپا ہو گئے اور وہ محمد (ﷺ) کا خاتمہ نہ کر سکے تو میں تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہو جاؤں گا تا کہ جو کچھ تم پر گزرے وہی مجھ پر گزرے۔ اس طرح کعب بن اسد نے اپنا عہد توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے معاہدہ سے اپنی برأت کا اظہار کر دیا۔

پھسلا کر کسی کام پر لگانے اور فریب دینے کے بارے میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اسی طرح حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ جب آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ سے روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے انکار کیا فَجَعَلَ يَفْتِيلُ فِي الدَّرَوَةِ وَالْغَارِبِ آپ انہیں بہلاتے پھسلاتے رہے یہاں تک کہ آپ رضامند ہو گئیں۔ حلیہ کا قول ہے:

لَعَنُوكَ مَا قَرَأْتُ نَبِيَّ بَغِيضٍ إِذَا نَزَعَ الْفَرَادُ بَسْطَاعٍ ”تیری زندگی کی قسم جب چھڑیاں اتاری جائیں تو نبی بغیض کی چھڑیوں کو اتار نہیں جاسکتا۔“

یعنی نہ انہیں دھوکہ دیا جاسکتا ہے اور نہ ذلیل کیا جاسکتا ہے۔

کعب کی عہد شکنی کی تصدیق

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ بن نعمان کو، جو اس وقت قبیلہ اوس کے سردار تھے اور بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج کے فرد حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم کو جو اس وقت قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس خبر کی تصدیق کے لئے بھیجا۔ ان دونوں کے ساتھ بنی حارث بن خزرج کے ایک فرد حضرت عبد اللہ بن رواحہ اور بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد حضرت خوات بن جہیر بھی تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور دیکھو، ان لوگوں کی طرف سے ہمیں جو خبر موصول ہوئی ہے، کیا وہ صحیح ہے یا غلط؟ فَإِنْ كَانَ حَقًّا فَالْحَنُّوْا لِيْ لَحْنًا اَعْرِفُوْهُ وَا لَا تَفْتُوْا فِيْ اَعْصَادِ النَّاسِ وَاِنْ كَانُوْا عَلٰى الْوَفَاءِ فِيمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَاجْهَرُوْا بِهٖ لِلنَّاسِ ”اگر یہ خبر درست ہو تو مجھے کنایہ بتانا جسے صرف میں سمجھ سکوں اور (علی الاعلان بیان کر کے) لوگوں کے بازوؤں کو کمزور نہ کر دینا اور اگر وہ ہمارے ساتھ کیے گئے عہد کے ایفاء پر قائم ہوں تو علی الاعلان سب لوگوں کو بتا دینا۔“ چنانچہ وہ حضرات بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے متعلق جو اطلاع انہیں موصول ہوئی تھی وہ لوگ اس سے بھی زیادہ

اللحن (1)

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا: اِلْحَنُوْا لِيْ لَحْنًا اَعْرِفُوْهُ وَا لَا تَفْتُوْا فِيْ اَعْصَادِ النَّاسِ۔ اللحن کا معنی ہے کہ کسی کلام کو لوگوں کے ہاں معروف طریقے سے پھیر کر ایسے طریقے سے بیان کرنا کہ اسے صرف اپنا ساتھی ہی سمجھ سکے، جس طرح خطا کو بھی لحن کہا جاتا ہے کیونکہ خطا بھی معروف صواب سے پھرنا ہی ہے۔

سیرانی نے کہا: میں نے اَللَّحْنُو کے حقیقی معنی کو اَللَّحْن کے معنی ہی سے پہچانا جو کہ اس کی ضد ہے کیونکہ لحن کا معنی درست راستے سے پھرنا ہے اور نحر کا معنی درست راستے کا قصد کرنا ہے اور جہاں تک حاء کے فتح کے ساتھ اَللَّحْن کا تعلق ہے تو اس کی اصل بھی یہی ہے مگر جب کوئی شخص آپ کو کسی

1۔ لحن: یہ لفظ لام، حاء اور نون کے ساتھ ہے۔ اس کے دو تلفظ ہیں جن میں سے ایک کا معنی ہے کسی چیز کا ایک طرف سے جھک جانا اور دوسرے کا معنی ہے ذہانت و فطانت۔ جہاں تک حاء کے سکون کے ساتھ لحن کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہے کلام کا اپنی صحیح عربی جہت سے دوسری طرف مائل ہو جانا۔ کہا جاتا ہے لَحْنٌ لَحْنًا اور یہ ہمارے نزدیک کسی دوسری زبان سے نیا پیدا شدہ کلام ہے کیونکہ لحن ایسا نیا کلام ہوتا ہے جو خالص اہل عرب کی زبان سے نہیں ہوتا جنہوں نے اپنی طبائع سلیمہ کے ساتھ کلام کیا۔ اس لفظ کا دوسرا تلفظ اَللَّحْن ہے۔ اس کا معنی ذہانت ہے۔ کہا جاتا ہے: لَحْنٌ يَلْحَنُ لَحْنًا وَهُوَ لَحْنٌ وَلَا جُنْ

(مقائس اللغات 5/239)

خباہت پر آمادہ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا اور کہا کون اللہ کا رسول؟ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں برا بھلا کہا اور جواہا انہوں نے آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ ایک تیز مزاج آدمی تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا انہیں برا بھلا کہنا چھوڑو، جو ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے وہ اس گالی گلوچ سے بڑھ کر ہے۔ پھر حضرات سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور ان کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں واپس آئے، آپ کی خدمت میں سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا عَصَلُ وَّ الْقَارَةُ۔ یعنی وہ لوگ اسی طرح غداری پر آمادہ ہیں جس طرح اصحابِ رَجِیع یعنی حضرت خبیب اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ عَصَل اور قارہ نے غداری کی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ”اللہ اکبر! اے گروہِ مسلمین! تمہیں خوشخبری ہو“۔

منافقین کے نفاق کا ظہور اور مسلمانوں کے خوف میں اضافہ

اس واقعہ کے بعد آزمائش بڑھ گئی اور خوف شدید ہو گیا اور مسلمانوں کے دشمنوں نے ان پر اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی ہلہ بول دیا یہاں تک کہ مومنین میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے اور بعض منافقین کا نفاق بھی کھل کر سامنے آ گیا یہاں تک کہ بنی عمرو کلام کا مفہوم سمجھانے کے لئے اسے اصل طریقے سے پھیر کر پڑھے اور اس سے آپ اسے سمجھ جائیں تو اس فہم کو لَحْن کہتے ہیں۔ پھر جو شخص بھی کوئی بات سمجھ جائے تو اس کے لئے کہا جاتا ہے قَدْ لَحِنَ رَأِیَ کے کسرہ کے ساتھ اور اس کی اصل وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ اس کا معنی لَاحِن سے سمجھنا ہے۔ مالک بن اسماء بن خارجہ فزاری کا قول ہے:

مَنْطِقٌ صَانِبٌ وَ تَلَحَّنُ أَحْيَا نَا وَ خَيْرُ الْحَدِيثِ مَا كَانَ لَحْنًا
”اس شخص کا کلام درست ہوتا ہے، کبھی کبھی وہ لحن بھی کرتا ہے اور بہترین کلام وہ ہوتا ہے جس میں قدرے لحن ہو۔“

اس شعر کے بارے میں جاہظ نے کہا: شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ لحن جس کا معنی خطا ہے کبھی کبھی عمدہ سمجھا جاتا ہے اور نو عمر لونڈی سے بھی زیادہ پر لطف ہوتا ہے لیکن جاہظ کی اس تاویل کو غلط قرار دیا گیا ہے اور یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کی بیوی ہند بنت اسماء بن خارجہ نے اپنے کلام میں لحن کیا تو حجاج نے اس لحن کو ناپسند کیا۔ اس پر ہند نے اپنے بھائی مالک بن اسماء کا یہ قول بطور دلیل پیش

بن عوف کا ایک فرد معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) تو ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ یہ قیصر و کسریٰ کے خزانے لوٹیں گے جبکہ آج حالت یہ ہے کہ کوئی شخص بیت الخلاء میں بھی اطمینان سے نہیں جاسکتا۔

کیا معتب منافق تھا؟

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھے اہل علم میں سے ایک ایسے شخص نے جو میرے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہے، خبر دی کہ معتب بن عمیر کا شمار منافقین میں نہ تھا اور اس کی یہ دلیل پیش کی کہ وہ اہل ہدر میں سے تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: یہاں تک کہ حارث بن حارث کا ایک فرد اس بن قبیلی یہ کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! بے شک ہمارے لہر دشمن سے غیر محفوظ ہیں اور یہ بات اس کی قوم کے چند لوگوں کی طرف سے کہی جا رہی ہے اس لئے آپ ہمیں اجازت فرمائیے کہ ہم واپس اپنے گھروں کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ ہمارے گھر مدینہ طیبہ سے باہر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور

کیا:

وَ خَيْرُ الْحَدِيثِ مَا كَانَ لَحْنًا

حجاج نے اسے کہا تیرے بھائی کی یہ مراد نہیں بلکہ لحن سے اس کی مراد تو وہ لحن ہے جس کا معنی تو یہ اور الفاظ (چچ دار اور غیر واضح کلام کرنا) ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئی۔ جب جا حظ کو یہ واقعہ سنایا گیا تو اس نے کہا: اگر میرے پاس یہ واقعہ کتاب البیان کی تالیف سے پہلے پہنچ جاتا تو میں اس میں وہ بات نہ کرتا جو میں نے اس میں کی، اس پر اسے کہا گیا کیا تم اسے تبدیل نہیں کر دیتے؟ تو اس نے کہا تبدیل کیسے کر سکتا ہوں جبکہ اسے خچر اور شہابیے اڑا کر لے گئے ہیں اور اس کی شہرت شہروں کے نشیب و فراز میں پہنچ چکی ہے اور لحن کے معنی میں جیسا قول جا حظ نے کیا ہے اسی کی مثل یا اس کے قریب قریب ہی ابن قتیبہ نے بھی کہا ہے۔

راوی کا قول ہے: يَفُتُّ فِي أَعْضَادِ النَّاسِ یعنی لوگوں کی قوت بازو کو توڑ نہ دینا اور انہیں کمزور نہ کر دینا۔ اس معنی میں العَضْد کا لفظ بطور ضرب المثل اور الْفَتْ کا معنی توڑنا ہے۔ راوی نے فِي أَعْضَادِهِمْ کہا اور اس طرح نہ کہا: يَفُتُّ أَعْضَادَهُمْ کیونکہ یہ دل میں داخل ہونے والے رعب سے کنایہ ہے اور حقیقی طور پر بازو توڑنا مراد نہیں اور نہ ہی العَضْد سے عضو بازو مراد ہے، بلکہ اس سے مراد تو وہ کمزوری اور نقاہت ہے جو دل میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہ فصیح ترین کلاموں میں سے ایک کلام ہے۔

مشرکین میں سے زائد راتیں یعنی تقریباً ایک مہینہ ایک دوسرے کے مقابل جمے رہے لیکن ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئی، البتہ کچھ تیر اندازی اور سنگ باری ہوتی رہی۔

قبیلہ غطفان سے معاہدہ صلح کا ارادہ

پھر جب لوگوں پر آزمائش شدید ہو گئی تو جیسا کہ مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور ان لوگوں نے بیان کیا جنہیں میں متہم نہیں کرتا، انہوں نے حضرت محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر اور حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کو بلا بھیجا۔ یہ دونوں بنی غطفان کے قائد تھے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کو مدینہ طیبہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ اس شرط پر دینے کے لئے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ہٹ کر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ دونوں طرف سے صلح کی بات جاری ہو گئی یہاں تک کہ انہوں نے صلح نامہ بھی لکھ دیا لیکن اس پر ابھی نہ تو کوئی شہادت ہوئی تھی اور نہ قطعی فیصلہ صلح ہوا تھا۔ صرف اس کے متعلق جدوجہد جاری تھی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے صلح کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ

حضرت ابن اسحاق نے اوس بن قیظی کا ذکر کیا اور وہی یہ بات کہنے والا تھا: إِنَّ بَيْنَنَا عَوْرَةً (الاحزاب: 13) ”ہمارے گھریا لکل غیر محفوظ ہیں“۔ اور اس کا بیٹا عرابہ بن اوس سردار تھا لیکن یہ صحابی نہ تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ صحابی تھا۔ ہم نے اس کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جنہیں احد کے روز کم سن خیال کیا گیا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں شاخ کہتا ہے:

إِذَا مَا رَأَيْتَ رَفَعْتَ لِيَجِدَ تَلْقَاهَا عَرَابَةٌ بِالْيَمِينِ

”جب کوئی جھنڈا بزرگی کے لئے اٹھایا جاتا ہے تو عرابہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھام لیتا ہے۔“

اور عرابہ کا ایک بھائی ہے جس کا نام کباشہ ہے۔ اس کا ذکر بھی صحابہ کرام میں آتا ہے۔

احزاب سے صلح

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کے پھلوں کے تیسرے حصے پر احزاب سے صلح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس میں ایک فقہی مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے مصلحت اور ان کی حفاظت ہو تو دشمن کو مال دینا جائز ہے۔ ابو عبید نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قابل عمل ہے۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کی سرحدوں سے حملے کو روکنے پر شاہ روم کو مال دے کر صلح کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے ایک لاکھ دینار دیے تھے اور رومیوں سے کچھ

عنہما کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے اس کا تذکرہ کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ ان دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ ایسا معاملہ ہے جسے ہم اپنی خواہش پر کرنا چاہتے ہیں یا یہ ایسی کوئی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جس پر عمل کرنا لازمی ہے یا یہ ایسی چیز ہے جسے حضور ﷺ ہماری خاطر کر رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ ایسی چیز ہے جسے میں تمہاری خاطر کرنا چاہتا ہوں۔ قسم بخدا! میں صرف اس لئے یہ کام کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ تمام اہل عرب نے ایک ہی کمان سے تم پر تیروں کی بارش کر دی ہے اور انہوں نے ہر طرف سے تمہارے راستے دشوار کر دیے ہیں۔ اس پر میں نے ارادہ کیا کہ کسی طریقے سے ان کی طاقت کو توڑ دوں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم اور یہ قوم (کفار) سب شرک اور بت پرستی پر قائم تھے، ہم نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اسے پہچانتے تھے، تو اس وقت بھی وہ لوگ سوائے ضیافت اور خریداری کے مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور بھی کھانے کی خواہش نہیں کر سکتے تھے تو جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے نوازا اور ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور حضور کے ساتھ اور اسلام کے ساتھ ہمیں عزت عطا فرمائی تو کیا ہم انہیں اپنے اموال دیں گے؟ بخدا! ہمیں اس صلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ بخدا ہمارے پاس انہیں دینے کے لئے صرف تلوار ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تم جانو اور تمہارا کام۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ صلح نامہ لیا اور اس میں جو تحریر تھی اسے مٹا ڈالا، پھر فرمایا: وہ کفار ہمارے خلاف قوت آزمائی کر لیں۔

چند مشرکین کا خندق عبور کرنا

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مقابلے پر جے ہوئے تھے اور ان کے دشمن بھی ان کے محاصرے پر ڈٹے ہوئے تھے، مگر دونوں طرف سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ البتہ قریش کے چند شہسوار جن میں بنی عامر بن لؤی کا ایک فرد عمرو بن عبدود بن ابی قیس۔

غلام بطور رہن لیے تھے، لیکن رومیوں نے غداری کی اور معاہدہ صلح کو توڑ دیا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رہن کے غلاموں کو قتل کرنے کا حکم نہ دیا بلکہ انہیں آزاد کر دیا اور فرمایا غداری کے بدلے وفا غداری کے بدلے غداری سے بہتر ہے۔ ابو عبید نے کہا: یہ امام اوزاعی اور اہل شام کا مذہب ہے کہ رہن کے غلاموں کو قتل نہ کیا جائے اگرچہ دشمن غداری کرے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا اسے عمرو بن عبد بن ابی قیس بھی کہا جاتا ہے۔۔۔ حضرت ابن اسحاق نے کہا عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی اور بنی محارب بن فہر کا ایک فرد ضرار بن خطاب شاعر ابن مرداس شامل تھے، جنگ کے لئے آمادہ ہوئے۔ پھر وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے اور بنی کنانہ کی منازل کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا: اے بنی کنانہ! جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آج شہسوار کون ہیں۔ پھر وہ آگے بڑھے، ان کے گھوڑے لمبے لمبے قدم ڈال کر تیز دوڑ رہے تھے، یہاں تک کہ خندق پر آ کر رکے۔ جب انہوں نے خندق دیکھی تو کہنے لگے بخدا! یہ ایسی جنگی منصوبہ بندی ہے جو اہل عرب نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور خندق کھودنے کا مشورہ

حضرت ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اور مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ غزوہ خندق کے روز مہاجرین نے کہا: حضرت سلمان ہم سے ہیں اور انصار نے کہا: حضرت سلمان ہم سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں۔

عمرو بن عبدود کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا پھر انہوں نے خندق کی ایک تنگ جگہ کا قصد کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر خندق پار کر گئے، پھر خندق اور جبل سلع کے درمیان شوریلی زمین میں چکر لگانے لگے۔

سَلْمَانُ مِنَّا

حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ذکر کیا ہے: سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ أَهْلَ الْبَيْتِ اختصاص کی بناء پر یا اَعْنٰی فعل مضمر ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور بدل کی بناء پر اس کی جر کو سیبویہ نے جائز قرار نہیں دیا، نہ تو ضمیر متکلم سے بدل ہونے کی صورت میں اور نہ ضمیر مخاطب سے بدل ہونے کی صورت میں کیونکہ یہ بیان کی غایت میں ہے لیکن اخفش نے جر کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

ابن اد کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت مبارزت

حضرت ابن اسحاق نے عمرو بن اد عامری کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت مبارزت کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ مغازی ابن اسحاق میں حضرت ابن ہشام کی اس روایت کے علاوہ بکائی کی روایت میں کچھ بہترین اضافہ مذکور ہے۔ میرا خیال ہے اس واقعہ کی تکمیل کے لئے وہ روایت یہاں ذکر کرنی چاہیے:

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام مسلمانوں کی ایک جماعت لے کر نکلے یہاں تک کہ خندق کے اس حصے پر قبضہ کر لیا جہاں سے دشمن کے گھوڑوں نے اسے عبور کیا تھا۔ دشمن کے گھوڑے تیزی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: عمرو بن ادنکلا اور بلند آواز سے للکارا: هَلْ مِنْ مُّبَارِذٍ؟ ”ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا“۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ آہنی ہتھیاروں میں لیس تھے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے پیارے نبی! اس کے مقابلہ کے لئے میں تیار ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ عمرو ہے بیٹھ جاؤ۔ عمرو نے پھر للکارا۔ ہے کوئی شخص جو ان کو ڈانٹ سکے۔ وہ کہہ رہا تھا کہاں ہے تمہاری وہ جنت جس کے بارے میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم میں سے جو شہید ہوگا وہ اس میں داخل ہوگا: تو تم میرے مقابلہ میں کسی آدمی کو کیوں نہیں نکالتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر اٹھ کر عرض کی۔ میں تیار ہوں یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، وہ عمرو ہے۔ اس نے پھر تیسری بار للکارا اور یہ اشعار پڑھے:

وَلَقَدْ بَحَحْتُ مِنَ النَّدَا بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُّبَارِذٍ؟
تمہارے لشکر کو یہ آواز دے دے کر میرا گلا بیٹھ گیا ہے کہ ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔
وَوَقَفْتُ إِذْ جَبْنَ الْمُشْجَعُ مَوْقِفَ الْقَرْنِ الْمُنَاجِزِ
اور میں مقابلہ پر نکلنے والے مد مقابل کی طرح اس وقت کھڑا رہا جب زخمی سروالا بز دل ہو گیا۔
وَكَذَلِكَ إِنِّي لَمْ أَزَلْ مُتَسَرِّعًا قَبْلَ الْهَزَاجِ
”اس طرح میں دل ہلا دینے والے فتنوں سے پہلے جلدی سے (فتنہ بن کر) کھڑا رہا۔“

إِنَّ الشُّجَاعَةَ فِي الْفَتَى وَالْجُودَ مِنْ عَمْرِو الْغَرَايِزِ
”بے شک نو جوان میں شجاعت اور سخاوت بہترین عادات سے ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے مقابلہ پر نکلتا ہوں۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا: بے شک وہ عمرو ہے۔ آپ نے عرض کی: اگرچہ وہ عمرو ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چل کر اس کے سامنے آئے اور آپ کی زبان پر یہ اشعار تھے:

لَا تَعْجَلْنَ فَقَدْ آتَاكَ مُجِيبُ صَوْتِكَ غَيْرَ عَاجِزٍ
”تو جلد بازی نہ کر، تیرے سامنے ایسا شخص آچکا ہے جو تیری آواز کا جواب دینے والا اور غیر عاجز ہے۔“

سے ان کی طرف بڑھے۔ عمرو بن عبدود غزوہ بدر میں بھی لڑ چکا تھا، یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے غزوہ احد میں شریک نہ ہوا لیکن غزوہ خندق کے روز ایک امتیازی نشان لگا کر آیا تھا تا کہ اسے پہچانا جاسکے۔ جب وہ اور اس کے شہسوار وہاں رکے تو اس نے للکارا: مَنْ يُبَارِزُ؟ ”کون میرے ساتھ مقابلہ کرے گا؟“ یہ سن کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے پر نکلے اور اس سے فرمایا اے عمرو! تو نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو ان میں سے ایک تو ضرور دے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا فَإِنِّي أَدْعُوكَ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ وَإِلَى الْإِسْلَامِ ”پھر میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر

ذُو نِيَّةٍ وَ بَصِيرَةٍ وَالصِّدْقُ مُنْجِي كُلِّ فَائِزٍ
”جو صاحب نیت و بصیرت ہے اور سچائی ہر کامیاب کو نجات دینے والی ہے۔“

إِنِّي لَا رَجُوَ أَنْ أَقِيمَ عَلَيْكَ نَائِحَةً الْجَنَائِزُ
”بے شک میں چاہتا ہوں کہ معیوں پر نوحہ کرنے والی عورت تجھ پر کوکھڑا کر دوں۔“

مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ يَبْقَى ذِكْرُهَا عِنْدَ الْهَزَاهِزِ
ایسی لمبی چوڑی ضرب کے ساتھ جس کا ذکر دل ہلا دینے والے فتنوں کے وقت بھی باقی رہے گا۔

عمرو نے آپ سے پوچھا: تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا: میں علی ہوں۔ اس نے پوچھا: عبد مناف کی اولاد؟ آپ نے فرمایا: میں ابو طالب کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! تیرے علاوہ تیرے کچھ چچے بھی مجھ سے کم عمر ہیں اس لئے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تیرا خون بہاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا لیکن بخدا! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تیرا خون بہاؤں۔ یہ سن کر وہ غضبناک ہو گیا، وہ گھوڑے سے نیچے اتر اور اپنی تلوار بے نیام کر لی، یوں معلوم ہوتا تھا گویا وہ آگ کا ایک شعلہ ہے پھر وہ غصے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: میں تم سے کیسے لڑوں حالانکہ تو اپنے گھوڑے پر سوار ہے، بلکہ تو میرے ساتھ نیچے اتر، چنانچہ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال اس کے سامنے کی، عمرو نے اس پر تلوار کا دار کیا اور اسے کاٹ ڈالا، تلوار ڈھال میں پیوست ہو گئی اور آپ کے سر میں جا کر لگی اور اسے زخمی کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے کندھے کی رگ پر وار کیا جس سے وہ نیچے گر پڑا۔ گرد و غبار اڑا اور نبی

لے۔ اس نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر میں تجھے مقابلہ کے میدان میں اترنے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا اے میرے بھتیجے! کس لئے؟ قسم بخدا! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تجھے قتل کروں۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا لیکن بخدا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تمہیں قتل کروں۔ یہ سن کر وہ غصہ سے دیوانہ ہو گیا اور اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگا دی، اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کے منہ پر تلوار ماری، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آگے بڑھا، دونوں میں لڑائی ہوئی اور باہم مقابلہ کیا آخر کار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے سوار شکست کھا کر خندق کو پار کرتے ہوئے بھاگ گئے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اس وقت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار فرمائے:

نَصَرَ الْحِجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةٍ رَأَيْهِ وَ نَصَرْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِي
”عمرو بن عبدود نے اپنی رائے کی حماقت کی وجہ سے پتھروں کی مدد کی اور میں نے عقل و

کریم ﷺ نے تکبیر کی آواز سنی اور جان لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ اشعار فرمائے:

أَعْلَى تَقْتَحِمُ الْفَوَارِسُ هَكَذَا عَنِّي وَ عَنْهُ أَخْرُوا أَصْحَابِي
کیا مجھ پر اس طرح گھوڑے ہجوم کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے اور اس سے میرے ساتھیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔

فَالْيَوْمَ تَمْنَعُنِي الْفِرَارَ حَفِظْتَنِي وَ مُصِيتُمْ فِي الرَّأْسِ لَيْسَ بِنَابِي
”آج میرا جذبہ حمیت مجھے فرار ہونے سے روکتا ہے اور میرے سر کو زخمی کرنے والی تلوار مجھے پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔“

أَدَى عُمَيْرٌ حِينَ أَخْلَصَ صَقْلُهُ صَافِي الْحَدِيدَةِ يَسْتَفِيضُ ثَوَابِي
”عمیر نے اس وقت میرے ثواب کو عام کرنے کا حق ادا کر دیا جب اس کی خالص لوہے والی صیقل شدہ تلوار کو اس کے لئے خالص کر دیا گیا۔“

فَعَدَوْتُ التَّيْسُ الْقَرَاعَ بِرَهْفٍ عَضِبَ مَعَ الْبَثَاءِ فِي أَقْرَابِ
”پس میں صبح سویرے ایک باریک تیز دھار والی تلوار لے کر ڈھال تلاش کرنے کے لئے کنوؤں سے رسنے والے پانی کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔“

ہوش سے کام لیتے ہوئے محمد (ﷺ) کے پروردگار کی مدد کی۔

فَصَدَرْتُ حِينَ تَرَكَتُهُ مُتَجَدِّلاً كَالْجِدْعِ بَيْنَ دَكَاذِكِ وَ رَوَابِي
”میں وہاں سے نکلا اس حالت میں کہ میں نے اسے نرم ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں میں
درخت کے مڈھ کی طرح مٹی میں لت پت چھوڑا۔“

وَ عَفَفْتُ عَنْ آثَوَابِهِ وَ لَوْ أَنَّنِي كُنْتُ الْمُقَطَّرَ بَزْنِي آثَوَابِي
اور میں نے اس کے کپڑوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا (کیونکہ میرا مقصد مالی غنیمت لوٹنا نہ تھا) اور

قَالَ ابْنُ عَبْدِ حِينَ شَدَّ إِلَيَّ وَ حَلَفْتُ فَاسْتَبَعُوا مِنَ الْكَذَّابِ
”جب ابن عبد نے قسم اٹھائی اور میں نے بھی حلف اٹھایا تو اس نے کہا تو کذاب کی بات غور سے
سنیے

أَلَا يَفِرُّ وَ لَا يُهْلِلَ فَالْتَقَى رَجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ كُلُّ ضِرَابٍ
کہ وہ نہ فرار ہوگا اور نہ کلمہ توحید پڑھے گا۔ چنانچہ دونوں شخص اپنی اپنی تلوار کا وار کرتے ہوئے
آمنے سامنے آ گئے۔“

اس کے بعد وہ اشعار ہیں جو نَصَرَ الْحِجَارَةَ سے شروع ہوتے ہیں۔ البتہ بکائی نے یوں
روایت کیا: عَبْدُ الْحِجَارَةَ وَ عَبَدْتُ رَبَّ مُحَمَّداً۔ اور وَ لَقَدْ بَحَحْتُ كِي جَلَّهِ وَ لَقَدْ عَجِبْتُ
مروی ہے۔ اور آخری شعر یوں روایت کیا گیا ہے: فَالْتَقَى اسْدَانِ يَضْطَرِبَانِ كُلُّ ضِرَابٍ۔
اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے انصاف ہے کیونکہ آپ نے اسْدَانِ فرمایا اور عمرو کو بھی
شجاعت اور بہادری کی طرف منسوب کیا۔ آپ کا قول ہے: أَدَى عُمَيْرٌ إِلَى قَوْلِهِ قَوَابِي لَعْنِي اس
نے میرا ثواب مجھے دے دیا اور اس وقت مجھے اچھی جزاء دی جب اس نے اپنی صیقل شدہ تلوار نکالی۔
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: تم نے اس کی زرہ کیوں نہ چھین لی، کیونکہ پورے
عرب میں اس سے بہتر زرہ کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے جب اس پر تلوار کا وار کیا تو اس نے
اپنی شرمگاہ میرے سامنے کر دی، مجھے حیا آئی کہ میں اپنے چچا زاد کی زرہ چھینوں۔ دوسرے گھڑ سوار پسا
ہو گئے یہاں تک کہ بھاگ کر خندق میں جا گھسے۔ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا کوئی
مال نہ چھینا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے بذاتِ خود ان کی کوئی چیز لینے سے پرہیز کیا۔ اور ایک قول یہ
ہے کہ اہل عرب جب دور جاہلیت میں کسی کو قتل کرتے تو اس کے کپڑے نہیں چھینتے تھے۔

اگر میرے جسم پر کپڑے ہوتے (اور میں یوں مارا جاتا) تو وہ میرے کپڑوں کو لوٹ کر لے جاتا۔
 لَا تَحْسِبَنَّ اللَّهَ خَافِلَ دِينِهِ وَ نَبِيِّهِ يَا مَعْشَرَ الْأَحْزَابِ
 ”اے مشرکوں کے گروہ! تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو بے یار و
 مددگار چھوڑ دے گا۔“

علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر کو اس میں شک ہے کہ یہ اشعار حضرت علی بن ابی
 طالب رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اس روز عکرمہ بن ابی جہل نے عمرو کو چھوڑ کر پسپا ہوتے ہوئے
 اپنا نیزہ پھینک دیا۔ اس پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَرُّ وَ الْقَى لَنَا رُمَحَهُ لَعَلَّكَ عَكْرِمَ لَمْ تَفْعَلِ

ہماری خاطر اپنا نیزہ پھینک کر عکرمہ فرار ہو گیا۔ اے عکرمہ! شاید تو نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔

وَ وَلَّيْتَ تَعْدُوا كَعْدُو الظِّلِمِ مَا إِنْ تَجُودُ عَنِ الْبَعْدِ

اور وہ پیٹھ پھیر کر زشر مرغ کی طرح بھاگا حالانکہ تو بھاگنے سے باز آنے کا نام بھی نہ لیتا تھا۔

وَ لَمْ تَلْقَ ظَهْرَكَ مُسْتَانِسًا كَأَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعَلٍ

”اور وہ نے اپنی وحشت دور کرنے کے لئے اپنی پیٹھ زمین پر نہ رکھی اس وقت گویا تیری

گدی بجو کے بچے کی گدی تھی۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عمرو کا قول ہے بخدا میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں قتل کروں۔ دیگر روایت نے
 اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس نے کہا: تمہارا باپ میرا دوست تھا۔ زبیر نے کہا: حضرت ابو طالب مسافر
 بن ابی عمرو کے ہم نشین تھے، پھر جب وہ مر گیا تو آپ نے عمرو بن عبدود کو اپنا ہم نشین بنا لیا۔ اسی وجہ
 سے اس نے دعوتِ مبارزت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی تھی۔

الفرع

عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

كَأَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعَلٍ

فرع بجو کے بچے کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے کہا فَوْزُ غُل کا معنی چھوٹا بجو ہے اور یہ اشعار آپ کے ایک قصیدہ کے ہیں۔

غزوة خندق کے روز مسلمانوں کا شعار

اور غزوة خندق اور غزوة بنی قریظہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا شعار یہ تھا حَمَّ لَا يَنْصُرُونَ۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز مجھ سے حضرت ابولیلیٰ عبد اللہ بن سہل بن عبد الرحمن بن سہل انصاری نے جو بنی حارثہ کے ایک فرد تھے، بیان کیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خندق کے روز بنی حارثہ کے ایک قلعہ میں تشریف فرما تھیں۔ وہ قلعہ مدینہ طیبہ کے محفوظ ترین قلعوں میں سے تھا۔ اس قلعے میں آپ کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی موجود تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: یہ ہم پر پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے، آپ کے جسم پر ایک چھوٹی سی زرہ تھی جس سے آپ کے بازو کہنیوں تک باہر نکلے ہوئے تھے، آپ اپنے ہاتھ میں اپنا چھوٹا نیزہ لہراتے ہوئے یہ شعر کہتے جا رہے تھے:

لَبِثْتُ قَلِيلًا يَشْهَدُ الْهَمَجَا حَمْلٌ لَا بَأْسَ بِالْمَوْتِ إِذَا حَانَ الْآجَلُ
”ذرا توقف کر تا کہ حمل جنگ کو دیکھ لے، جب مقررہ وقت آ جائے تو موت میں کوئی

حضرت ابن اسحاق نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا:

لَبِثْتُ قَلِيلًا يَلْحَقِي الْهَمَجَا حَمْلٌ

اس شعر میں آپ نے ضرب المثل بیان کی ہے۔ حمل سے مراد حمل بن سعدانہ بن حارثہ بن معقل بن کعب بن عليم بن جناب کلبی ہے۔ اور راوی کا قول ہے: يَرَقْدُ بِالْحَرْبَةِ یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ چھوٹا نیزہ اٹھائے تیزی سے جا رہے تھے۔ کہا جاتا ہے: اِرْقَدُ اِرْمَدُ۔ ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ ذوالرمتہ نے کہا:

يَرَقْدُ فِي آثَرِ عَرَاضٍ وَ تَتَبَعُهُ صَهْبَاءُ شَامِيَةٌ عَتُونَهَا حَصْبُ
”وہ ایک اونٹ کے پیچھے تیزی سے بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے شامی شیرنی بھاگ رہی تھی جس کے بال پیچھے کو اڑ رہے تھے۔“

مضائق نہیں۔“

ان کی ماں نے ان سے کہا: سچ ہے، میرے بیٹے! تم نے دیر کر دی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان سے کہا: اے سعد کی ماں! بخدا میرا جی چاہتا ہے کہ کاش سعد کی زرہ پوری ہوتی۔ انہوں نے جواب دیا: آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ تیرا سی جگہ پر لگ سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر لگا جس سے آپ کی رگ اکھل (جو کہنی کے مقابل حصے پر سامنے ہوتی ہے) کٹ گئی۔ جیسا کہ مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ آپ کو بنی عامر بن لؤی کے ایک فرد حبان بن قیس بن عرقہ نے تیر مارا تھا۔ جب اس نے آپ کو تیر مارا تو کہا: میری طرف سے یہ تیر لے لو، میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو جہنم میں عرق آلود کرے۔ اے اللہ! اگر تو نے ابھی قریش کی کچھ جنگ باقی رکھی ہوئی ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھنا کیونکہ میرے نزدیک کوئی ایسی قوم نہیں جن کے ساتھ مجھے اس قوم سے بڑھ کر جہاد کرنے کی خواہش ہو، جنہوں نے تیرے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی، ان کی تکذیب کی اور انہیں اپنے وطن سے نکال دیا۔ اے اللہ! اگر تو نے ہمارے درمیان اور ان کے درمیان جنگ ساقط کر دی ہے تو مجھے شہادت عطا کر اور مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک بنی قریظہ کے انتقام سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔

حضرت سعد کا قاتل کون تھا؟

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسے میں متہم نہیں کرتا، اس نے حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا کہ آپ فرماتے تھے: اس روز حضرت سعد

ابن عرقہ اور ام سعد

وہ ابن عرقہ جس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر مارا وہ حبان بن قیس بن عرقہ ہے اور عرقہ یہ قلابہ بنت سعید بن سعد بن سہم بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لؤی ہے۔ اس کی کنیت ام فاطمہ ہے، اسے عرقہ اچھی خوشبو لگانے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت خدیجہ کی دادی ہے جن کی نانی ہالہ تھی اور حبان یہ عبد مناف بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لؤی کا بیٹا ہے۔ اور ام سعد کا نام کبشہ بنت رافع بن عبید ہے۔

عرشِ الہی کا جنبش میں آنا

عرشِ الہی کے جنبش میں آنے کی حدیث کئی سندوں سے ثابت ہے اس کے بعض الفاظ میں ہے کہ

رضی اللہ عنہ کو بنی مخزوم کے حلیف ابواسامہ جشمی نے ہی تیر مارا تھا۔

اس سلسلے میں ابواسامہ نے عکرمہ بن ابی جہل کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر کہے تھے:

أَعَكْرِمَ هَلَّا لُمْتَنِي إِذْ تَقُولُ لِي فِدَاكَ بِأَطَامِ الْمَدِينَةِ خَالِدُ
”اے عکرمہ! تو نے مجھے یہ کہہ کر کیوں ملامت کی کہ مدینہ کے قلعوں میں خالد تجھ پر فدا ہو۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے وصال کے موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، آپ استبرق کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے عرض کی اے محمد (ﷺ) یہ کس کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور اس کی وجہ سے عرش الہی جنبش میں آگیا؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حضرت سعد بن معاذ کی وفات پر ستر ہزار ایسے فرشتے نازل ہوئے جنہوں نے اس سے پہلے زمین پر قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی قبر مبارک سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر کوئی شخص قبر کی تنگی سے نجات پاتا تو حضرت سعد اس سے نجات پاتے۔ کتاب الدلائل میں ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو نبی کریم ﷺ آپ کی قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا سُبْحَانَ اللَّهِ لِهَذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ ضُمَّ فِي قَبْرِهِ ضَمَّةٌ ثُمَّ فُرِجَ عَنْهُ ”سبحان اللہ! اس نیک بندے کو اس کی قبر میں بھینچا گیا پھر اس پر قبر وسیع کر دی گئی“۔ جہاں تک ضَغْطَةُ الْقَبْرِ (قبر کی تنگی) کا تعلق ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر آیا تو اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس وقت سے کسی چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا جب سے میں نے آپ سے قبر کی تنگی، اس کی ٹھن اور منکر نکیر کی آواز کا ذکر سنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عَائِشَةُ إِنَّ ضَغْطَةَ الْقَبْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ أَوْ قَالَ ضَمَّةُ الْقَبْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ كَضْمَةِ الْأُمِّ الشَّفِيقَةِ يَدَيْهَا عَلَى رَأْسِ ابْنِهَا يَشْكُو إِلَيْهَا الصَّدَاعَ وَصَوْتُ مَنْكِرٍ وَنَكِيرٍ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ وَلَكِنْ يَا عَائِشَةُ وَيْلٌ لِلشَّاكِمِينَ فِي اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُضْغَطُونَ فِي قُبُورِهِمْ ضَغْطُ الْبَيْضِ عَلَى الصَّخْرِ ”اے عائشہ! مومن کو قبر کا دبانا اس طرح ہے جس طرح ایک مشفق ماں اپنے ہاتھوں سے اپنے اس بیٹے کے سر کو دباتی ہے جو اس کے پاس دردِ سر کی شکایت کرتا ہے اور منکر نکیر کی آواز آنکھ میں سرمہ کی مانند ہے، لیکن اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی قبروں میں اس طرح دبایا جائے گا جس طرح چٹان کے اوپر انڈا رکھ کر دبا دیا جائے“۔ اے ابوسعید بن اعرابی نے کتاب المعجم میں ذکر کیا ہے۔

أَلَسْتُ الَّذِي أَلَزَمْتُ سَعْدًا مَرِثَةً لَهَا بَيْنَ آتَاءِ الْمَرَافِقِ عَائِدٌ
 ”کیا میں وہ شخص نہیں کہ میں نے سعد کو ایک تیر مار کر وہیں ڈھیر کر دیا جس سے کہنیوں کے
 درمیان ایک ایسی رگ کٹ گئی جس کا خون رکنے والا نہ تھا۔“

قَضَى نَحْبَهُ مِنْهَا سَعِيدٌ فَأَعْوَلَتْ عَلَيْهِ مَعَ الشُّطْرِ الْعَدَارَى النَّوَاهِدُ
 ”اس تیر سے سعد بن معاذ نے اپنی نذر پوری کر لی (وفات پا گئے) پھر ان پر ادھیڑ عمر
 عورتوں کے ساتھ کنواری نوخیز لڑکیوں نے با آواز بلند آہ و بکا کی۔“

وَ أَنْتَ الَّذِي دَافَعْتَ عَنْهُ وَ قَدْ دَعَا عَبْدَهُ جَنَعًا مِنْهُمْ إِذْ يَكْبِدُ
 ”اور تو وہ شخص ہے جس نے سعد کی اس وقت مدافعت کی جب وہ کشمکش اور مشقت میں پڑا
 ہوا تھا اور عبیدہ نے اس کے لئے ایک جمعیت اکٹھی کر لی تھی۔“

عَلَى حِمْنٍ مَا هُمْ جَائِزُونَ عَنْ طَرِيقِهِ وَ آخَرُ مَرْعُوبٍ عَنِ الْقَصْدِ قَاصِدٌ
 ”یہ اس وقت کی بات ہے جب تم میں سے کوئی شخص اپنا راستہ بھول رہا تھا اور کوئی خوفزدہ ہو
 کر اپنے ارادے کو چھوڑ کر کسی اور طرف کا قصد کر رہا تھا۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر
 مارا وہ خفاجہ بن عاصم بن حبان ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بزدلی کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ
 حضرت عباد کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا: حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا
 حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعے میں تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت حسان بن

حضرت ابن اسحاق نے یونس شیبانی کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے امیہ بن
 عبد اللہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں میں سے کسی سے پوچھا
 حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر جوان کی قبر تنگ ہوئی تھی، اس کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے؟ اس نے
 کہا: آپ پیشاب سے طہارت حاصل کرتے وقت بعض اوقات کچھ کوتاہی سے کام لیتے تھے۔

کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل تھے؟

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا ہے جب آپ کو عورتوں اور بچوں
 کے ساتھ قلعوں میں ٹھہرایا گیا۔ آپ نے یہودی کے معاملہ میں حضرت صفیہ اور حضرت حسان رضی اللہ

ثابت رضی اللہ عنہ بھی عورتوں اور بچوں میں ہمارے ساتھ قلعے کے اندر تھے۔ ہمارے پاس سے ایک یہودی گزرا، اس نے قلعے کے ارد گرد گھومنا شروع کر دیا۔ اس وقت بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ کر برسرِ پیکار تھے اور ہمارے درمیان کوئی مرد نہ تھا جو ہماری مدافعت کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان اپنے دشمن کے محاذ پر تھے اور وہ اس حالت میں نہ تھے کہ اگر ہم پر کوئی حملہ آور آ جاتا تو دشمن کو چھوڑ کر ہمارا دفاع کر سکیں۔ میں نے کہا اے حسان! جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ یہودی قلعے کے ارد گرد گھوم رہا ہے، بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر ہمارے چھپنے کی جگہ پر مطلع کر دے گا جبکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہماری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپ نیچے اتریں اور اس یہودی کا کام تمام کر دیں۔ انہوں نے کہا: يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا ابْنَةَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَاللَّهِ لَقَدْ عَرَفْتِ مَا أَنَا بِصَاحِبِ هَذَا ”اے عبدالمطلب کی صاحبزادی! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، بخدا آپ جانتی ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں۔“ حضرت صفیہ فرماتی ہیں جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ جواب دیا اور میں نے دیکھا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تو میں نے اپنا کمر بند کس کر باندھ لیا پھر ایک لٹھا اٹھالی اور قلعے سے نکل کر اس کی طرف نیچے اتر آئی۔ میں نے وہ لٹھا اس یہودی کو دے ماری جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر جب میں اس سے فارغ ہو

عنہما کی گفتگو کا بھی ذکر کیا ہے جب حضرت صفیہ نے اسے قتل کیا تھا۔ لوگوں کے نزدیک اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ انتہائی بزدل تھے، لیکن بعض علماء نے اس کا رد کیا ہے اور اس کا انکار کیا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے اور اگر بزدلی کی بات صحیح ہوتی تو اس وصف کے ساتھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ہجو کی جاتی کیونکہ شعراء ایک دوسرے کی ہجو کرتے تھے جیسے ضرار، ابن زبیری وغیرہ اور وہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتے اور اس کا رد کرتے تھے لیکن ان میں سے کسی شاعر نے بھی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بزدلی کی نہ عار دلوائی اور نہ آپ پر بزدلی کا عیب لگایا۔ یہ بات حضرت ابن اسحاق کی اس حدیث کے ضعف پر دلالت کرتی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ہو سکتا ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس روز کسی بیماری کے باعث جہاد میں حصہ نہ لے سکے ہوں۔ اس حدیث کی یہ سب سے بہترین تاویل ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کے صحیح ہونے کا انکار کیا ہے ان میں سے ایک حضرت ابو عمر رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب الدرر میں اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے۔

کر قلعہ میں واپس لوٹی تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسان! آپ نیچے جائیں اور اس کا لباس اتار لائیں۔ میں خود اس کا لباس اتار لاتی مگر اس کا مرد ہونا میرے لئے مانع ہے۔ انہوں نے کہا: اے عبدالمطلب کی صاحبزادی مجھے اس کے لباس کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت نعیم کی مشرکین کو جنگ بندی کی ترغیب

حضرت ابن اسحاق نے کہا: دشمن کے باہمی تعاون اور اوپر اور نیچے سے یورش کے باعث پیدا ہونے والے جس خوف اور شدت کا وصف اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ثابت قدم رہے۔ پھر یہ ہوا کہ حضرت نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن ہلال بن خلاوہ بن النجج بن ریث بن غطفان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں اسلام قبول کر چکا ہوں لیکن میری قوم کو میرے اسلام کا حال معلوم نہیں۔ اب آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ہمارے اندر واحد آدمی ہو جو اگر کر سکو تو کسی طرح ہماری طرف سے دشمن میں انتشار پیدا کر دو فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ کیونکہ جنگ مغالطے کا نام ہے۔“ چنانچہ حضرت نعیم بن مسعود بنی قریظہ کے پاس آئے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ ان کے ندیم تھے۔ آپ نے کہا: اے بنی قریظہ! میری جو دلی محبت اور خصوصی تعلقات تمہارے ساتھ ہیں ان کا تمہیں بخوبی علم ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا ہے ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ پھر آپ نے ان سے کہا: قریش اور غطفان تمہاری طرح نہیں ہیں، یہ شہر تمہارا شہر ہے، تمہارے اموال، تمہارے بیٹے اور عورتیں سب یہیں ہیں۔ تم کسی حالت میں انہیں چھوڑ کر کسی اور جگہ نہیں جا سکتے۔ قریش اور غطفان محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں اور تم نے محمد (ﷺ) کے خلاف ان کے ساتھ تعاون کیا ہے، حالانکہ ان کا شہر، ان کے اموال اور ان کی عورتیں یہاں نہیں ہیں اس لئے وہ تمہاری طرح نہیں ہیں اگر انہیں موقع ملا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیں گے بصورت دیگر وہ اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمہیں اپنے شہر میں اس شخص (حضور ﷺ) کے رحم و کرم پر تنہا چھوڑ دیں گے، حالانکہ اگر انہوں نے تمہیں تنہا پالیا تو تمہارے اندر اس شخص کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اس لئے تم اس قوم کے ساتھ مل کر اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک ان کے چند مقتدر لوگ ان سے بطور یرغمال نہ لے لو۔ جب وہ لوگ تمہارے قبضہ میں ہوں گے تو تمہیں ان کے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) کے ساتھ جنگ کرتے

وقت اعتماد حاصل رہے گا، حتیٰ کہ تم ان کا خاتمہ کر دو۔ اس پر بنو قریظہ کہنے لگے لَقَدْ اَشْرَتْ بِالرَّأْيِ ”تم نے ہمیں صحیح مشورہ دیا ہے۔“

پھر وہاں سے نکل کر آپ قریش کے پاس آئے اور ابوسفیان اور اس کے ساتھ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں سے کہا: میری تمہارے ساتھ جو دلی محبت ہے اور محمد (ﷺ) کے ساتھ جو قطع تعلقی ہے اسے تم خوب جانتے ہو، مجھے ایک خبر ملی ہے، تمہاری خیر خواہی کے باعث میں نے اپنا فرض سمجھا ہے کہ اسے تم تک پہنچا دوں لیکن تم اسے صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ حضرت نعیم نے کہا: یہ بات خوب سمجھ لو کہ گروہ یہود نے محمد (ﷺ) کے ساتھ کیے ہوئے معاہدہ دوستی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس پر وہ بڑے پچھتا رہے ہیں۔ انہوں نے محمد (ﷺ) کو کہلا بھیجا ہے کہ ہم اپنے اس فعل پر بہت شرمندہ ہیں۔ کیا آپ اس طرح راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش اور غطفان کے دونوں قبیلوں کے چند مقتدر لوگ ان سے لے کر تمہارے حوالے کر دیں اور آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر ان کے باقی ماندہ لوگوں پر حملہ کر کے ان کی جڑیں کاٹ دیں۔ محمد (ﷺ) نے ان کی یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ اگر یہودی تم سے بطور رہن چند آدمی طلب کرنے کے لئے اپنا پیغام بھیجیں تو اپنا ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرنا۔ پھر وہاں سے نکل کر آپ غطفان کے پاس آئے اور انہیں کہا اے گروہ غطفان! بے شک تم میری اصل اور میرا قبیلہ ہو اور سب لوگوں سے زیادہ میرے محبوب ہو، میں نہیں سمجھتا کہ تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہو۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا، ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ آپ نے کہا: پھر میری اس بات کو صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا، ہم ایسا ہی کریں گے، بتاؤ تمہارا کیا حکم ہے؟ پھر آپ نے انہیں وہی بات کہی جو آپ نے قریش کو کہی تھی اور انہیں اسی طرح ڈرایا جیسے قریش کو ڈرایا تھا۔

شوال ۵ھ ہفتہ کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی خاطر یہ صورت پیدا کر دی کہ ابوسفیان بن حرب اور رؤسائے غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو قریش اور غطفان کے چند لوگوں کے ساتھ بنی قریظہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بنو قریظہ سے کہا: ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے، ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے ہیں، اس لئے صبح تم لوگ بھی جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ تاکہ ہم محمد (ﷺ) سے مقابلہ کر کے اس منحصر سے فارغ ہو سکیں۔ یہودیوں نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج ہفتہ ہے ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے، ہمارے کچھ لوگوں نے اس روز نئی بات پیدا

کی تھی ان کا جو انجام ہوا وہ تم لوگوں پر مخفی نہیں۔ نیز ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) سے اس وقت تک جنگ نہیں کریں گے جب تک تم اپنے چند آدمی ہمارے پاس بطور رہن نہ بھیج دو، جو ہمارے قبضے میں رہیں تاکہ محمد (ﷺ) سے جنگ کرتے وقت ہمیں اعتماد حاصل ہو، کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر جنگ نے تمہیں چبا ڈالا اور لڑائی تم پر دشوار ہو گئی تو تم ہمیں چھوڑ کر دامن سنبھالتے ہوئے اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ گے جبکہ وہ شخص (حضور ﷺ) ہمارے شہر میں ہے، ہم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ جب وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ان کو جا کر بتائی تو قریش اور غطفان کہنے لگے: بخدا! نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی وہ درست ہے، تم بنی قریظہ کو یہ پیغام بھیج دو کہ بخدا! ہم اپنا ایک آدمی بھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے، اگر تم لڑائی کا ارادہ رکھتے ہو تو نکلو اور جنگ کرو۔ جب قریش اور غطفان کے قاصدوں نے بنی قریظہ کو یہ پیغام پہنچایا تو انہوں نے بھی کہا: نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی وہ درست ہے۔ ان لوگوں کا مقصد صرف جنگ کرنا ہے، اگر انہیں موقع ملا تو لوٹ مار کریں گے، بصورت دیگر وہ دامن سنبھال کر اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمہیں تمہارے شہر میں اس شخص کے ساتھ تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس لئے قریش اور غطفان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بخدا! ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) سے جنگ نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم ہمیں اپنے آدمی بطور یرغمال دو۔ قریش اور غطفان نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان انتشار پیدا کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسم سرما کی شدید سرد راتوں میں ان پر ایسی تیز آندھی بھیج دی کہ ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور خیموں کی طنائیں ٹوٹ گئیں۔

مشرکین کی حالت پر آگاہی

جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ مشرکین میں اختلاف رونما ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا اتحاد پارہ پارہ کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں مشرکین کی طرف بھیجا تاکہ وہ دیکھ کر آئیں کہ رات کو وہ لوگ کیا کرتے رہے؟

حضرت ابن اسحاق نے کہا: تو مجھ سے حضرت یزید بن زیاد نے حضرت محمد بن کعب قرظی کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا کوفہ کے ایک شخص نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو عبد اللہ! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا ہاں، اے میرے بھتیجے! اس نے پوچھا: تو تم لوگ کیسا برتاؤ کرتے

تھے؟ آپ نے فرمایا: بخدا! ہم (حضور ﷺ کی اطاعت کے لئے) کوشاں رہتے تھے۔ کوئی نے کہا: بخدا! اگر ہم حضور ﷺ کو پالیتے تو آپ کو زمین پر نہ چلنے دیتے اور اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! بخدا! میں نے غزوہ خندق میں وہ منظر دیکھا ہے کہ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، حضور ﷺ نے رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کون شخص ہے جو کھڑا ہو کر جائے اور دیکھے کہ ان لوگوں نے کیا کیا ہے پھر لوٹ کر ہمیں بتائے۔ رسول اللہ ﷺ شرط لگا رہے تھے کہ جو واپس آ کر بتائے گا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں گا کہ ”وہ شخص جنت میں میرا رفیق ہو“۔ خوف، بھوک اور سردی کی شدت کے باعث کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا۔ جب کوئی بھی نہ اٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا، تو جب آپ ﷺ نے بلا لیا تو میرے لئے اٹھ کر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، پھر فرمایا: اے حذیفہ! جاؤ اور ان لوگوں میں گھس کر دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کچھ نہ کرنا یہاں تک کہ ہمارے پاس لوٹ آؤ، چنانچہ میں گیا اور کفار میں داخل ہو گیا، وہاں آندھی اور اللہ تعالیٰ کا لشکر اپنا کام کر رہے تھے، آندھی ان کی ہانڈیوں، آگ اور خیموں کو بکھیر رہی تھی، ابو سفیان کھڑا ہوا اور کہا اے گروہ قریش! ہر شخص دیکھے اس کے پاس کون بیٹھا ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: فلاں بن فلاں۔

ابو سفیان کا اعلانِ روانگی

پھر ابو سفیان نے کہا: اے گروہ قریش! بخدا! اب تم مزید یہاں نہیں ٹھہر سکتے، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے ہیں۔ بنو قریظہ نے بھی ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ان کی طرف سے ہمیں ایسا پیغام پہنچ چکا ہے جو ہمیں بہت ناپسند ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہمیں ایسی سخت آندھی کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ نہ ہماری کوئی ہانڈی قائم رہی ہے، نہ ہماری آگ ٹھہر رہی ہے اور نہ ہمارا کوئی خیمہ برقرار رہا ہے۔ اس لئے سب کوچ کرو، میں تو جا رہا ہوں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کی طرف اٹھا، اونٹ رسی سے بندھا ہوا تھا، وہ اس پر بیٹھ گیا اور اسے مارنے لگا۔ اونٹ اسے لے کر تین بار اچھلا کو داگر بخدا اس کی رسی کھڑے کھڑے ہی کھولی گئی۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرا یہ عہد نہ ہوتا کہ میں واپس آنے تک کچھ نہ کروں گا تو میں چاہتا تو اسے تیر مار کر قتل کر دیتا۔

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: پھر میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ معلیٰ واپس لوٹ آیا جبکہ آپ

اپنی ایک زوجہ محترمہ کی منقش یمنی چادر اوڑھ کر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنے قدموں میں بٹھالیا اور مجھ پر چادر کا ایک کنارہ ڈال دیا، پھر رکوع و سجود کیا جبکہ میں چادر میں ہی تھا۔ پھر جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کو سارے حالات کی خبر دی۔ غطفان نے قریش کا حال سنا تو وہ بھی دامن سمیٹتے ہوئے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

خندق سے واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمان خندق سے مراجعت فرما کر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور سب نے ہتھیار اتار دیے۔

غزوہ بنی قریظہ (۵ ھ)

بنی قریظہ کے ساتھ جنگ کا حکم الہی

پھر جب ظہر کا وقت ہوا تو جیسا کہ مجھ سے حضرت زہری نے بیان کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ایک خچر پر سوار تھے جس پر کجاوہ تھا اور کجاوے کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: ملائکہ نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور وہ ابھی قوم کفار کے تعاقب سے واپس نہیں لوٹے، اللہ عز و جل آپ کو حکم دیتا ہے کہ اے محمد! (ﷺ) بائیں سمت بنی قریظہ کی طرف بڑھیے، میں بھی ادھر جا رہا ہوں اور ان میں زلزلہ بپا کرنے والا ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے منادی کو حکم دیا، اس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا: مَنْ كَانَ سَامِعًا مُطِيعًا فَلَا يُصَلِّينَ الْعَصْرَ إِلَّا بَيْنَى قَرْيَظَةَ ”جو شخص سننے والا اور اطاعت گزار ہو وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں ہی ادا کرے“۔ حضرت ابن ہشام کے قول کے مطابق حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول کریم ﷺ کو بنی قریظہ کی یا وہ گوئی کی اطلاع حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم دے کر بنی قریظہ کی طرف پہلے بھیج دیا۔ جھنڈے کو دیکھ کر بنی قریظہ کے لوگ دوڑ پڑے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چلتے چلتے جب ان کے قلعوں کے قریب پہنچے تو اندر سے

آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک گستاخانہ بات سنی۔ چنانچہ آپ فوراً واپس آئے، راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا ان خبیثوں کے قریب جانا مناسب نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیوں؟ میرا خیال ہے تم نے ان سے میرے لئے کوئی اذیت والی بات سنی ہے؟ آپ نے عرض کی ہاں، یا رسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر وہ مجھے دیکھتے تو ایسی کوئی بات نہ کہتے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ان کے قلعوں کے قریب ہوئے تو فرمایا: اے بندروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا اور تم پر اپنا عذاب اتارا؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابوالقاسم! تم اس بات سے ناواقف نہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام دحیہ کی شکل میں

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی جماعت کے ہمراہ بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے مقام صورین سے گزرے تو دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی ایک سفید رنگ کے خچر پر سوار ہو کر گزرے ہیں جس پر کجاوہ رکھا ہوا تھا اور اس کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جنہیں بنی قریظہ کی طرف ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کرنے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کے ہاں پہنچے تو ان کے اموال کے قریب ایک کنویں پر پڑاؤ کیا جس کا نام ہرانا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا اس کا نام ہر آنی تھا۔

حضرت دحیہ اور مقام صورین کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کے بنی قریظہ کی طرف خروج کے دوران مقام صورین سے گزرنے کا ذکر کیا۔ صور کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں۔ وہاں حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے ایک سوال کیا تو صحابہ کرام نے جواب دیا: ہمارے پاس سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی گزرے ہیں۔ یہ دال کے فتنے کے ساتھ دَحِیَہ ہے اور اسے دال کے کسرہ کے ساتھ دَحِیَہ بھی بولا جاتا ہے اور دحیہ لغت یمن میں رئیس کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع دَحَاءُ آتی ہے۔ مقطوع الاحادیث میں ہے أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى الْبَيْتَ الْمَعْمُورَ يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ دَحِيَّةٍ تَحْتَ يَدِ كُلِّ دَحِيَّةٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ "کہ نبی کریم ﷺ نے بیت معمور کو دیکھا جس میں ہر

رسول کریم ﷺ کے ساتھ مزید مسلمانوں کی شمولیت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اب مزید مسلمان حضور ﷺ سے مل گئے، ان میں سے کچھ لوگ نمازِ عشاء کے بعد پہنچے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کی وجہ سے نمازِ عصر نہ پڑھی کہ ہر مسلمان نمازِ عصر بنی قریظہ میں ہی ادا کرے۔ یہ لوگ جنگ کے متعلق ہی کسی اہم کام میں مصروف رہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کے باعث نمازِ عصر نہ پڑھ سکے کہ (وہ نمازِ عصر نہ پڑھیں) یہاں تک کہ بنی قریظہ کے ہاں پہنچ جائیں۔ پھر انہوں نے وہاں جا کر نمازِ عشاء کے بعد نمازِ عصر کی قضا کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پر کوئی مذمت نہیں کی اور نہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی عتاب فرمایا۔ یہ حدیث میرے سامنے حضرت ابواسحاق بن یسار نے حضرت معبد بن کعب بن مالک انصاری سے روایت کرتے ہوئے بیان کی۔

محاصرہ

رسول اللہ ﷺ نے پچیس راتیں بنی قریظہ کا محاصرہ کیے رکھا یہاں تک کہ اس محاصرہ نے ان کی کمر توڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ قریش اور غطفان کی واپسی کے وقت حیی بن اخطب کعب بن اسد کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بنی قریظہ کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہو گیا تھا۔

کعب بن اسد کی اپنی قوم کو نصیحت

پھر جب انہیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کا قلع قمع کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے تو کعب بن اسد نے انہیں کہا: اے گروہِ یہود! جو مصیبت تم پر نازل ہو چکی ہے اسے تم دیکھ رہے ہو۔ روز ستر ہزار سردار داخل ہوتے ہیں اور ہر سردار کے ہاتھ کے نیچے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں۔ اسے قسمیں نے ذکر کیا اور اسے ابن سبیر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن ہذیل کی سند سے روایت کیا جن سے ابو التیاح نے روایت کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ابو التیاح نے حضرت حماد بن مسلمہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو حضرت حماد نے ان سے پوچھا یہ وحیہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا رکیم۔ جہاں تک حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ کے نسب کا تعلق ہے تو آپ ابن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ بن زید بن امرؤ القیس بن خزرج ہیں اور قبیلے کا جد اعلیٰ خزرج ابن زید مناة بن عامر بن بکر بن عامر الکبر بن عوف بن عذرہ بن زید الملات بن رقیہ بن ثور بن کلب ہے۔ اس کے حسن و جمال کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ جب وہ مدینہ طیبہ آتا تو کوئی قریب البلوغ عورت ایسی نہ ہوتی جو اسے دیکھنے کے لئے گھر سے نہ نکلتی۔

ہو، میں تم پر تین تجویزیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے جو چاہو اختیار کر لو۔ انہوں نے پوچھا وہ تجویزیں کیا ہیں؟ اس نے کہا (پہلی تجویز یہ ہے کہ) ہم اس شخص کی اطاعت قبول کر لیں اور اس کی تصدیق کر دیں، قسم بخدا! اب تم پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ نبی مرسل ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔ اس طرح تم اپنی جانیں، اپنے اموال، اپنی اولاد اور عورتیں سب محفوظ کر لو گے۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تو رات کا حکم کبھی نہیں چھوڑ سکتے

ایک فقہی مسئلہ

حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ذکر کیا: لَا يُصَلِّينَ أَحَدُكُمْ الْعَصْرَ إِلَّا فِي نِيَّ قَرِيْظَةٍ ”تم میں سے ہر شخص نماز عصر بنی قریظہ میں ہی ادا کرے“۔ لیکن وہاں پہنچنے سے پہلے سورج غروب ہو گیا، تو صحابہ کرام نے نماز عشاء کے بعد محلہ بنی قریظہ میں نماز عصر ادا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پر کوئی مذمت نہ فرمائی اور نہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوئی عتاب فرمایا۔ اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو شخص کسی آیت یا حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرے اس پر مذمت نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ صحابہ کرام کے ایک گروہ نے سورج غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کر لی اور کہا نبی کریم ﷺ کا یہ ارادہ نہ تھا کہ نماز کو اپنے وقت سے قضا کر دیا جائے بلکہ آپ کا ارادہ جلدی کی ترغیب دینا تھا۔ پس دونوں گروہوں میں سے کسی پر عتاب نہ کیا گیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فروعی مسائل میں مجتہدین کے مختلف گروہ درست ہیں۔ اور کھیتی کے بارے میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا حکم بھی اس اصول کی اصل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: فَفَقَّهْمُنْهَا سُلَيْمٰنٌ ؕ وَكُلًّا اَتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (الانبياء: 79) ”سو ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان کو، اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا حکم اور علم“۔ اور یہ بات بھی محال نہیں کہ کوئی حکم ایک انسان کے حق میں درست ہو اور دوسرے انسان کے حق میں غلط ہو تو ایسے مسئلہ میں ایک مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا اجتہاد اسے اس کی حلت کی طرف لے جائے اور وہ اس کی حلت کو درست خیال کرے اور دوسرا مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا اجتہاد اسے اس کی تحریم کی طرف لے جائے اور وہ اس کی حرمت کو درست خیال کرے۔ البتہ یہ بات محال ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق ایک شخص کے حق میں دو متضاد حکموں کا فیصلہ کیا جائے۔ اس اصول کو سمجھنا دو فرقوں پر ہی مشکل ہے (1) ظاہریہ (2) معتزلہ۔ ظاہریہ نے تو احکام کو نصوص کے ساتھ معلق کر دیا ہے اور ان کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک نص میں حظر و اباحت کے دونوں حکم اکٹھے پائے جائیں سوائے اس کے کہ ان میں نسخ پایا جائے۔ اور رہے معتزلہ تو انہوں نے احکام کو عقل کے حسن و قبح

اور نہ اس کے بجائے کوئی دوسری چیز اختیار کر سکتے ہیں۔ اس نے کہا اگر تم میری اس تجویز کا انکار کرتے ہو تو آؤ (پہلے) ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر ڈالیں اور پھر تلواریں بے نیام کر کے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کے مقابلہ میں نکل کھڑے ہوں اور کوئی آدمی پیچھے نہ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ پس اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہو گئے، ہم اپنے پیچھے اپنی نسل نہ چھوڑیں گے جس کا ہمیں کوئی اندیشہ ہو، اور اگر ہم غالب آ گئے تو مجھے اپنی جان کی قسم! ہمیں عورتیں اور بچے اور مل جائیں گے۔ یہودیوں نے جواب دیا ہم ان مسکینوں کو قتل کریں، ان کے بعد زندگی کا کیا لطف؟ اس نے کہا: اگر تم میری اس تجویز کا بھی انکار کرتے ہو تو (میری آخری تجویز یہ ہے کہ) آج سبت کی رات ہے، قوی امید ہے کہ اس رات کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب ہم سے بالکل بے خوف و خطر بیٹھے ہوں گے، ان پر ہلہ بول دو، ہو سکتا ہے ہم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو فریب دے سکیں۔ انہوں نے کہا ہم سبت کی بے حرمتی کریں اور اس میں ایسی بدعت کریں جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی مگر جن لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی ان کا تمہیں علم ہے اور اس کے نتیجے میں انہیں جو سزا ملی وہ بھی تجھ پر مخفی نہیں۔ اس نے کہا تم میں سے کوئی شخص بھی جب سے پیدا ہوا ہے ایک بھی ایسی

پر معلق کر دیا۔ اس طرح ان کے نزدیک کسی فعل کا حسن یا کسی فعل کی قباحت صفت ذاتیہ ہے۔ ان کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک فعل زید کے حق میں بہتر اور عمرو کے حق میں قبیح ہو جیسا کہ الوان واکوان اور دیگر صفات میں جو قائم بالذات ہوتی ہیں، یہ بات محال ہے۔ ان دو فرقوں کے علاوہ دیگر ارباب حقائق کے نزدیک صفات ذاتیہ میں خطر و اباحت کا جمع ہونا محال نہیں بلکہ یہ تو احکام کی صفات ہیں اور حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو مجتہد کو درپیش مسئلہ میں ممانعت کا حکم دیتا ہے اور اس کا اجتہاد ممانعت کی طرف ہوتا ہے۔ یہی صورت حال اباحت، استحباب، وجوب اور کراہت کی ہے کہ یہ سب احکام کی صفات ہیں۔ پس ہر مجتہد کا اجتہاد تاویل کی کسی ایک صورت کے موافق ہوتا ہے اور اس کے پاس اجتہاد کے وہ ذرائع ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ تقلید کی پستی سے نظر و فکر کی بلندی کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے اجتہاد میں درست راستے پر چلتے ہوئے اس صحیح حکم تک پہنچ جاتا ہے جس کا اسے مکلف بنایا گیا ہے اور اگر بعینہ اسی مسئلہ میں کوئی اور مجتہد پہلے مجتہد کی رائے کے خلاف کوئی رائے اختیار کرتا ہے تو یہ بات ایسے شخص سے ہی صادر ہو سکتی ہے جو حقائق کو نہ جانتا ہو یا جسے خواہش نفس واضح ترین راستوں سے پھیر دے۔ (مزید بحث کے لئے دیکھئے فتح القدیر 2/130)

رات نہیں گزار سکا جس میں وہ اپنے کام پر عزم کر چکا ہو (اور گوگو کا شکار نہ ہوا ہو)۔

ابولبابہ کا واقعہ

پھر یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ بنی عمرو بن عوف جو قبیلہ اوس کے حلیف تھے کے فرد ابولبابہ بن عبدالمند رکو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے پاس بھیج دیا۔ جب انہوں نے انہیں آتے دیکھا تو سارے مرد تعظیماً کھڑے ہو گئے اور ان کی عورتوں اور بچوں نے ان کے گرد حلقہ بنا کر رونا شروع کر دیا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ابولبابہ کا دل پسچ گیا۔ انہوں نے پوچھا: اے ابو لبابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا ہم محمد (ﷺ) کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں؟ آپ نے (زبان سے تو) کہا ہاں اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا کہ آپ کا فیصلہ تمہیں ذبح کر دینے کا ہے۔ ابولبابہ کہتے ہیں: بخدا! ابھی میرے قدم اسی جگہ پر تھے کہ مجھے احساس ہو گیا میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے۔ پھر ابولبابہ وہاں سے نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بجائے سیدھے مسجد کی راہ لی۔ وہاں جا کر اپنے آپ کو

کچھ حضرت ابولبابہ کے واقعہ کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابولبابہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام رفاعہ بن عبدالمند ر بن زبیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام مبشر ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے توبہ کی اور اپنے آپ کو باندھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اس میں ذکر کیا کہ انہوں نے قسم اٹھائی کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا۔ حضرت حماد بن مسلمہ نے حضرت علی بن زید سے، انہوں نے حضرت علی بن حسین سے روایت کیا کہ جب حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے انہیں کھولنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةً مِنِّي ”بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے“۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ فاطمہ۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا تو اس نے کفر کیا اور جس شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر درود پڑھا تو اس نے آپ کے والد امجد حضور ﷺ پر درود پڑھا۔ اسی واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَ اٰخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا (التوبہ: 102) ”کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے

مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا میں اسی ستون کے ساتھ بندھا رہا ہوں گا اور اس جگہ سے نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ میرا قصور معاف نہ کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ میں پھر بنی قریظہ کے ہاں کبھی نہیں جاؤں گا اور اس شہر میں کبھی دکھائی نہیں دوں گا، جہاں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی۔

حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت

حضرت ابن ہشام نے کہا جو کچھ حضرت سفیان بن عیینہ نے حضرت اسماعیل بن ابی خالد سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ** (الانفال) ”اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو“۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ کا کافی انتظار کیا، جب آپ کو اطلاع ملی تو فرمایا۔ اگر ابولبابہ میرے پاس آتا میں اس کے لئے استغفار کرتا لیکن اب وہ جو کچھ کر چکا ہے اس کے پیش نظر میں اسے اس وقت تک رہا نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ فرمائے۔

اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملا جلادے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کی توبہ، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ مگر مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا گناہ کیا تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے جو کچھ سیرت میں ذکر کیا ہے اس میں کہا ہے کہ انہوں نے بنی قریظہ کو اشارۃً بات بتائی تھی۔ دیگر علماء کا قول ہے کہ حضرت ابولبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب ہونے کے بجائے پیچھے رہ گئے۔ تو اس آیت کریمہ میں ان کی توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا۔

لَعَلَّ، عَسَى اور لَيْتَ

اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کریمہ میں حضرت ابولبابہ کی توبہ پر صریح نص نہیں ہے۔ اور ان کی توبہ کی قبولیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے زیادہ نہیں: **عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ** (التوبہ: 102) (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ)۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ عَسَى اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور خبر صادق ہے۔ اس پر اگر یہ کہا جائے اور یہ ایک سوال ہے جس کی طرف توجہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے بیان کیا کہ حضرت ابولبابہؓ کی توبہ کا حکم رسول اللہ ﷺ پر سحری کے وقت نازل ہوا جبکہ آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سحری کے وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہنس رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ حضور ہنس کیوں رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا رکھے۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں انہیں یہ خوشخبری نہ سناؤں؟ فرمایا اگر تمہاری مرضی ہے تو ضرور۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ شریفہ کے دروازہ پر آ کر کھڑی ہو گئیں۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ ابھی ان پر پردہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابولبابہؓ تمہیں بشارت ہو کہ تمہاری توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہے، یہ سن کر لوگ ان کی طرف دوڑے تاکہ انہیں کھول دیں۔ آپ نے کہا: خدا را مجھے نہ کھولے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ خود تشریف لائیں اور اپنے دست مبارک سے مجھے رہا فرمائیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نماز صبح ادا کرنے کے لئے تشریف لائے اور ان کے پاس سے گزرے تو انہیں کھول کر رہا فرمایا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ چھ راتیں ستون کے ساتھ بندھے رہے۔ ان کی زوجہ ہر نماز کے وقت ان کے پاس آتیں اور نماز کے لئے ان کو کھول دیتیں اور نماز سے فارغ ہو کر وہ پھر اس ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔ یہ روایت مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کی ہے اور جو آیت آپ کی توبہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ اللہ عز و جل کا یہ ارشاد ہے: **وَ اٰخِرُ ذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَ اٰخِرَ سَيِّئًا ۚ عَسٰی اللّٰهُ اَنْ يُّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۚ اِنْ**

ضروری ہے کہ قرآن کریم لغت عرب میں نازل ہوا اور کلام عرب میں عسی خبر کے لئے نہیں آتا اور نہ یہ وجوب کا تقاضا کرتا ہے تو قرآن کریم میں عسی واجب کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن کریم کلام عرب سے خارج نہیں۔ دوسرا سوال یہ بھی ہے کہ لعل ترجمی کا معنی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ** لیکن لوگوں نے شکر ادا نہ کیا۔ اور فرمایا **لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰی** (طہ) ”شاید کہ وہ (یعنی فرعون) نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے۔“ لیکن نہ اس نے نصیحت قبول کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرا۔ تو لعل اور عسی میں کیا فرق ہے جس کی بناء پر عسی واجبہ ہوتا ہے۔

اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ) ”کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملا جلاد دیے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کی توبہ، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔“

بعض بنی ہدل کا قبولِ اسلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر ثعلبہ بن سعہ، اسید بن سعہ، اسد بن عبید جو بنی ہدل کے افراد تھے، بنی قریظہ اور بنی نضیر سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، ان کا نسب ان یہود سے اونچا تھا، یہ ان کے چچا زاد تھے، ان لوگوں نے اس رات اسلام قبول کیا جس میں بنی قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ قبول کیا تھا۔

عمرو بن سعدی

اسی رات حضرت عمرو بن سعدی قرظی نکلے اور ان کا گزر رسول اللہ ﷺ کے پہرہ دار کے پاس سے ہوا۔ اس رات حضرت محمد بن مسلمہ کا پہرہ تھا، جب انہوں نے عمرو کو دیکھا تو پوچھا: کون ہے؟ حضرت عمرو نے کہا میں عمرو بن سعدی ہوں۔ یہ وہی عمرو ہیں جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ غداری کے معاملہ میں بنی قریظہ کے ساتھ شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا: میں محمد (ﷺ) کے ساتھ کبھی غداری نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب حضرت محمد بن مسلمہ نے انہیں

ہم کہتے ہیں کہ لعل ترجی کا معنی دیتا ہے اور یہ ترجی مخلوق کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے اور ترجی کے معنی میں عسی بھی لعل کی مثل ہے لیکن اس میں مقاربت کا معنی زائد ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْشُوْدًا (بنی اسرائیل) ”یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر۔“ یہاں عسی ترجی کے معنی کے ساتھ ساتھ قرب کی خبر بھی دے رہا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا قُرْبَ اَنْ يَّبْعَثَكَ۔ تو عسی میں بھی ترجی کا معنی بندے کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے جس طرح لعل میں ہے۔ اور قرب کی خبر اور مقاربت اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خبر برحق ہے اور اس کا وعدہ حتمی ہے۔ پس اس کے ضمن میں جو خبر کا معنی پایا جاتا ہے وہ واجب ہے اور ترجی واجب نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اور بندے کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ لیکن عسی کی طرح لعل کے ضمن میں خبر کا معنی نہیں پایا جاتا۔ اسی معنوی فرق کی بناء پر جب عسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو وہ واجب ہوتا ہے لیکن لعل اس طرح نہیں ہے۔

پہچان لیا تو کہا: اَللّٰهُمَّ لَا تُحَرِّمْنِيْ اِقَالَۃَ عَشْرَاتِ الْكَرَامِ ”اے اللہ! شریف لوگوں کی غلطیاں معاف کر دینے سے مجھے محروم نہ رکھ“۔ پھر انہیں جانے دیا، وہ اس رات سیدھے مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر آئے پھر وہاں سے چلے گئے اور آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ انہوں نے زمین کے کس خطے کا رخ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ان کا یہ حال بیان کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جسے ایفائے عہد کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب بنی قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے تو ان کے دیگر لوگوں کے ساتھ انہیں بھی ایک بوسیدہ رسی کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ پھر ان کی بوسیدہ رسی ٹوٹ کر الگ ہو گئی اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کیا صورت پیش آئی۔

بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد کی ثالثی اور اس پر

رسول کریم ﷺ کی رضا مندی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر جب صبح ہوئی تو بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب بنی ادس کا ایک وفد دوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ یہ بنی قریظہ ہمارے حلیف ہیں نہ کہ قبیلہ خزرج کے۔ کل حضور ﷺ نے ہمارے بھائیوں کے حلیفوں کے متعلق جو فیصلہ فرمایا اسے آپ جانتے ہیں۔۔۔ بنی قریظہ سے قبل رسول اللہ ﷺ نے بنی قبیقاع کا محاصرہ فرمایا تھا۔ وہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے، جب وہ

اگر یہ کہا جائے کہ یہ صورت لیت میں بھی جائز ہے کہ جب یہ کلام ہاری تعالیٰ میں واقع ہو تو اس کا بھی وہی معنی ہوگا جو لعل کا ہوتا ہے حالانکہ قسمی بھی بندے کا فعل ہے جس طرح لعل میں ترقی بندے کا فعل ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، یہ صرف لعل میں ایک شرط اور ایک صورت کی بناء پر جائز ہے جیسے اس سے پہلے بھی ایک فعل ہو اور اس کے بعد بھی ایک فعل ہو اور پہلا فعل دوسرے فعل کا سبب ہو جیسے ارشاد ہاری تعالیٰ ہے يَعْطٰلُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل) ”اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو“۔ میں کہتا ہوں اس سے ترقی کا معنی ختم نہیں ہوا کیونکہ نصیحت ایسی چیز ہے جس کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ نصیحت قبول کرنے کا سبب بن جائے۔ اسی صورت پر ہی یہ لفظ قرآن

حضور ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے تو ان کے بارے میں عبد اللہ بن ابی بن سلول نے سفارش کی تھی۔ اس کی سفارش پر حضور ﷺ نے ان کی جان بخشی فرمادی تھی۔۔۔۔۔ جب اوس قبیلہ نے حضور ﷺ سے گزارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہ اوس! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہارے قبیلہ میں سے کوئی شخص ان کے متعلق فیصلہ کر دے۔ انہوں نے عرض کی: بجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو یہ معاملہ سعد بن معاذ کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مسجد کے قریب قبیلہ اسلم کی ایک رفیدہ نامی خاتون کے خیمہ میں ٹھہرایا ہوا تھا جو آپ کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں اور جس مسلمان کو جو تکلیف پہنچتی اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو خندق میں تیر لگا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو فرمایا تھا کہ انہیں رفیدہ کے خیمہ میں ٹھہراؤ تاکہ میں قریب ہی سے ان کی عیادت کر سکوں۔ چنانچہ جب بنی قریظہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم مقرر فرمایا تو ان کے قبیلہ کے افراد ان کے پاس آئے اور ایک گدھے پر جس پر انہوں نے چڑے کا ایک گدا بچھا رکھا تھا، سوار کیا۔ آپ ایک جسیم اور خوبصورت آدمی تھے۔ پھر وہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ راستے میں وہ آپ کو کہتے رہے اے ابو عمرو! اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھا فیصلہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ معاملہ آپ کے سپرد اسی لئے کیا ہے کہ آپ ان کے بارے میں اچھا فیصلہ کریں۔ جب ان لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا لَقَدْ اَنى لِيَسْعِدَ اَنْ لَا تَاْخُذَهُ فِى اللّٰهِ لَوْمَةٌ لَا يَمِىْ ”اب سعد کا ایسا وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے متاثر نہ کرے۔“ یہ سن کر ان کی قوم کا ایک شخص ان کا ساتھ

کریم میں وارد ہوا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحىٰ اِلَيْكَ وَصَآئِقُ ۙ بِهِ صَدَّرْتُكَ (ہود: 12) ”پس کیا ہو سکتا ہے کہ آپ چھوڑ دیں کچھ حصہ اس کا جو وحی کی جائے آپ کی طرف اور تنگ ہو جائے اس کے ساتھ آپ کا سینہ۔“ یہاں لعل توقع اور خوف کے معنی میں ہے یعنی جن باتوں سے ڈرایا جاتا ہے اور جن کی امید دلائی جاتی ہے ان کے جھٹلائے جانے پر آپ کا سینہ تنگ نہیں ہو سکتا۔ لعل میں یہ صورت تو ممکن ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں لعل مبتدا اور خبر پر اس طرح داخل ہو کر وارد ہو، جیسے کلام کی ابتداء کرتے ہوئے آپ کا یہ قول ہے لَعَلَّ ذِيْذَا يُؤْمِنُ (شاید زید ایمان لے آئے)۔ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ رب سبحانہ و تعالیٰ ترجی نہیں فرماتا۔ اگرچہ اس ترجی

چھوڑ کر بنی عبدالاشہل کے محلہ میں واپس چلا گیا اور حضرت سعد کے پہنچنے سے پہلے بنی قریظہ کے لوگوں کی موت کی خبر سنا دی کہ حضرت سعد سے اس نے ان کے بارے میں یہ بات سنی ہے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَوْمُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ ”اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ“۔ قریش کے مہاجرین نے تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد صرف انصار ہیں جبکہ انصار نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم عام ہے۔ چنانچہ وہ ابن کے لئے کھڑے ہو گئے اور کہا: اے عمرو! بے شک رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے حلیفوں کے معاملہ کا حکم مقرر فرمایا ہے تاکہ آپ ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کا میثاق لازم ہے بتاؤ ان کے بارے میں میں جو فیصلہ کروں گا کیا وہی فیصلہ قائم رہے گا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر حضرت سعد نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا جو اس کو نے میں بیٹھے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، حضرت سعد نے رسول اللہ ﷺ کے احترام کی وجہ سے چہرہ دوسری طرف رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس جواب دیا ہاں۔ حضرت سعد نے فرمایا: پھر میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کے اموال تقسیم کر دیے جائیں اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عمرو بن سعد بن معاذ سے انہوں نے حضرت علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد سے فرمایا: لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقَعَةٍ ”بے شک تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ فرمایا ہے“۔

کی نسبت مخلوق کی طرف کی جائے اور کلام عرب میں لعل کا موضوع یہ ہے کہ جس شخص کے متعلق گفتگو ہوتی ہے وہ صرف اسی صورت پر قائم ہوتا ہے جو ہم نے پہلے ذکر کی کہ یہ کسی کے معنی میں ہوتا ہے اور اس کا وقوع سبب اور مسبب کے درمیان ہوتا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو لَیْت کے بارے میں یہ اشکال باقی نہ رہا کہ یہ کلام باری تعالیٰ میں وارد نہیں ہوتا کیونکہ تمہنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے محال ہے اور ترجی، توقع اور تحوف بھی اسی طرح ہے جب تک کہ آپ اسے اس مقام سے زائل نہ کریں جس میں اس کے معنی کی نسبت اس شخص کی طرف ہوتی ہے جس کے متعلق گفتگو کی جا رہی ہو۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھ سے بعض قابل اعتماد اہل علم نے بیان کیا کہ جب مسلمان بنی قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما آگے بڑھ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: ”اے گروہِ مومنین! بخدا! یا تو میں وہی مزہ چکھنا چاہتا ہوں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے چکھا تھا یا پھر میں ان کے قلعے کو فتح کر کے رہوں گا۔“ اس پر بنو قریظہ نے کہا: اے محمد (ﷺ) ہم حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔

آسمان کا ایک نام

حضرت ابن اسحاق نے بنی قریظہ کے بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کا ذکر کیا اور آپ کے لئے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا کہ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقَعَةٍ سِيرَتِمْ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ ان کا معنی ایک ہی ہے کیونکہ رقیع آسمان کا ایک نام ہے (رَقْعَ کا معنی ہے پیوند لگانا۔ آسمان کو رقیع اس لئے کہتے ہیں) کیونکہ اس پر گویا ستاروں کے ساتھ پیوند لگائے گئے ہیں۔ آسمان کے ناموں میں سے جرباء اور برقیع بھی ہیں۔ بکائی کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کے متعلق فرمایا: طَرَقَنِي الْمَلَكُ سَحَرًا ”فرشتہ میرے پاس سحری کے وقت آیا۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی فوقیت

اس حدیث شریف میں ایک مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے متعلق خبر دیتے ہوئے فوق کا لفظ بولیں تو اس لفظ کا استعمال بہت اچھا ہے۔ ذرا غور کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسے فرمایا بِحُكْمِ اللَّهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ ظریت کی بناء پر فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ نہیں فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم اوپر سے نازل ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: يَخَالُفُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ (النحل: 50) یعنی وہ اس عذاب و عتاب سے ڈرتے ہیں جو اوپر سے نازل ہوتا ہے اور وہ ان کے رب کا عذاب و عتاب ہے۔

اگر یہ کہا جائے تو پھر کیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے متعلق یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ سات آسمانوں کے اوپر ہے؟ ہم کہتے ہیں اس آیت اور اس حدیث میں اس بات کے جواز پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر یہ جائز ہے بھی تو کسی اور دلیل کے ساتھ۔ اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ذُو جَلِيلٍ اللَّهُ مِنْ

بنی قریظہ میں اس فیصلے کا نفاذ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر بنی قریظہ کو قلعے سے اترنے کا حکم دیا گیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت بنت حارث کے گھر میں مجبوس کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے اس بازار کی طرف نکلے جو آج بھی مدینہ کا بازار ہے، وہاں چند گڑھے کھدوائے، پھر بنی قریظہ کو وہاں لائے اور ان کی گردنیں اڑا کر ان کی لاشیں ان گڑھوں میں پھینک دیں۔ انہیں وہاں ٹولیوں کی صورت میں لایا جاتا، ان میں حی بن اخطب اور ان کا سردار کعب بن اسد بھی تھا، ان کی تعداد چھ یا سات سو تھی اور ان کی تعداد بڑھانے والے کہتے ہیں کہ وہ آٹھ اور نو سو کے درمیان تھے۔ جب یہود ٹولیوں کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی

نَبِيَّهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ میرا رشتہ زوجیت سات آسمانوں کے اوپر سے قائم فرمایا۔“ اس کا معنی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی زوجیت کا حکم سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوا۔ اور شریعت میں بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو فوقیت کے ساتھ متصف کرنا اس معنی میں جائز ہے جو اس کی عزت و جلال کے شایان شان ہے نہ کہ اس معنی میں جو اس کی وحدانیت میں وہم پیدا کرے، لیکن مذکورہ آیت اور دونوں حدیثوں کی بناء پر یہ وصف مطلقاً نہیں بولا جائے گا کیونکہ اس آیت اور حدیثوں میں فعل کے ساتھ حرف جر مربوط کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ فعل کا وصف بن گیا ہے نہ کہ ہاری سبحانہ و تعالیٰ کا وصف۔ اور اس لوٹڈی کی حدیث جس سے حضور ﷺ نے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تھا آسمان میں، اس کے بارے میں ہم نے ایک ایسا عمدہ اور شافی مسئلہ تحریر کیا ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ کو دور کر دیتا ہے۔ الحمد للہ۔

کیسہ

حضرت ابن اسحاق نے بنت حارث کے گھر میں بنی قریظہ کو مجبوس کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں بنت حارث ہی مذکور ہے لیکن لوگوں کے نزدیک صحیح بنت حارث ہے۔ اس کا نام کیسہ بنت حارث بن کرین بن حبیب بن مہدئس ہے۔ یہ پہلے مسلمانہ کذاب کی بیوی تھی پھر اس کے بعد عہد اللہ بن عامر بن کرین کی زوجیت میں آئی۔ عورتوں میں ایک اور کیسہ بھی مذکور ہے۔ وہ عہد الحمید بن عامر بن کرین کی بیوی ہے اور کیسہ بنت ابی بکرہ نے اپنے باپ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ منگل کے دن حامت (پچھنے لگوانا) سے سختی سے منع فرمایا کرتے اور فرماتے فِيْهِ سَاعَةٌ لَا تَرَقًا فِيْهَا الدَّمُ ”اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں خون نہیں رکتا۔“ جہاں تک باء کے سکون

بارگاہ میں لائے جا رہے تھے تو انہوں نے کعب بن اسد سے پوچھا: اے کعب! ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس نے کہا کیا ہر موقع پر تم لوگ سمجھ نہیں پاتے؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو بلا کر لے جاتا ہے وہ رکتا ہی نہیں اور تم میں سے جس کو لے جاتا ہے وہ واپس نہیں لوٹتا۔ بخدا! قتل کیا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ان سے فارغ ہو گئے۔

حی بن اخطب کا قتل

اور دشمن خدا حی بن اخطب کو بھی لایا گیا، وہ ایک فحاحیہ حلے میں ملبوس تھا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: فحاحیہ نقش و نگار کی ایک قسم ہے۔ اس نے وہ لباس ہر طرف سے انگلیوں کے پوروں کے برابر پھاڑ رکھا تھا تا کہ کوئی اس کو چھین نہ سکے۔ اس کے دونوں ہاتھ ایک رسی کے ساتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگا: ”ہاں، خدا کی قسم! میں نے آپ کی عداوت کے بارے میں اپنے نفس کو کبھی ملامت نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل و رسوا کرے وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہتا ہے۔“ پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا لوگو! اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں، یہ ایک حکم الہی تھا، ایک مقدر تھا، ایک سزا تھی جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر لکھ رکھی تھی، پھر وہ بیٹھ گیا اور اس کی گردن اڑادی گئی۔ اس پر جبل بن جوال ثعلبی نے یہ شعر کہے:

لَعَنُوكَ مَا لَامَ ابْنُ أَخْطَبَ نَفْسَهُ وَلَكِنَّهُ مَنْ يُخْذِلِ اللَّهُ يُخْذِلِ
”تیری زندگی کی قسم! ابن اخطب نے اپنے آپ کو ملامت نہ کی لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ (کے رسول) کو ذلیل و رسوا کرنے والے ہو کر رہتا ہے۔“

لَجَاهِدَ حَتَّىٰ أَبْلَغَ النَّفْسَ عُدْرَهَا وَ قَلْقَلَ يَبْغِي الْعِزَّ كُلَّ مُقْلَقِلٍ
”اس نے بڑی جدوجہد کی یہاں تک کہ اپنے لئے کوئی عذر باقی نہ رکھا اور عزت و وقار کے

کے ساتھ کیمسکاً تعلق ہے تو یہ ابو کثیر کی بیٹی ہیں جو اپنی والدہ سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شراب (خمر) کے بارے میں روایت کرتی ہیں کہ جس شخص نے شراب کی خوشبو لگائی اسے اللہ تعالیٰ خوشبودار نہیں کرے گا اور جس نے اس کے ساتھ شفا چاہی اسے شفا یاب نہیں کیا جائے گا۔ اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاشریہ کی بعض روایات میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ سیرت میں ان کا نام زینب بنت حارث نجاریہ مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔ رہی کیسہ بنت حارث تو یہ وہی عورت ہے جس کے گھر میں بنی حنیفہ کا وفد اتارا گیا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

حصول میں خوب ہاتھ پاؤں ہلائے۔

بنی قریظہ کی ایک مقتولہ عورت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا ہے، انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر سے انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: ایک عورت کے سوا بنی قریظہ کی کسی عورت کو قتل نہ کیا گیا۔ آپ فرماتی ہیں: بخدا وہ عورت میرے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی

رفیدہ

حضرت ابن اسحاق نے رفیدہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ قبیلہ اسلم کی وہ عورت ہے جس کے خیمہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مرہم پٹی کی جاتی رہی۔ ابو عمر نے اس کا ذکر نہیں کیا اور ابو علی غسانی نے کتاب ابی عمر میں اس کا اضافہ کیا ہے۔ یہ زوائد مجھ سے حضرت ابو بکر بن طاہر نے ابو علی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیے اور انہوں نے ابو علی سے روایت کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ ابو علی نے ابو عمر سے روایت کیا کہ انہوں نے ابو علی سے کہا اللہ کی امانت تمہاری گردن میں ہے، جب تم اسماء صحابہ میں سے کسی نام پر مطلع ہوئے تو میں نے تو اس کا ذکر نہ کیا لیکن تم نے صحابہ کرام کے متعلق میری کتاب میں اسے شامل کر دیا۔

غزوہ خندق

حضرت ابن اسحاق نے غزوہ خندق میں ثعلبہ بن سعید، اسد بن سعید اور اسید بن سعید کا ذکر کیا۔ یہ بنی ہدل کے افراد ہیں۔ ہم نے اس کتاب کے حصہ دوم میں سعید اور نون کے ساتھ سعید پر گفتگو کی ہے۔ اسد اور اسید میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور زید بن سعید (یاء کے ساتھ) کے بارے میں ایک عجیب و غریب خبر کا بھی ذکر کیا ہے اور علمائے انساب میں سے اس شخص کا بھی ذکر کیا ہے جس نے بنی ہدل کے بارے میں کہا کہ یہ ہدل دال کے سکون کے ساتھ ہے لہذا اب ان چیزوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مرتدہ کا قتل

جہاں تک بنی قریظہ کی قتل ہونے والی عورت کے واقعہ کا تعلق ہے تو اس میں اس شخص کے لئے دلیل ہے جس نے مرتدہ عورت کے قتل کر دینے کا قول کیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاصْرِبُوْا عَنْقَهُ ”جو شخص اپنا دین تبدیل کرے

تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بازار میں اس کے قبیلہ کے لوگوں کو قتل کر رہے تھے۔ اچانک کسی پکارنے والے نے اس کا نام پکارا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا بخدا یہ تو میں ہوں، میں نے اسے کہا تیرا برا ہو، تجھے کیا ہو گیا۔ نے کہا مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا: ایک جرم کی بناء پر جو میں نے کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس اسے لے جایا گیا اور اس کی گردن اڑادی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: بخدا! میں اس پر تعجب کو نہیں بھول سکتی، وہ بالکل خوش باش تھی اور خوب ہنس رہی تھی حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ قتل کی جانے والی ہے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہی وہ عورت ہے جس نے حضرت خلد بن سید رضی اللہ عنہ پر چکی کا پاٹ لڑھکا کر انہیں قتل کر دیا تھا۔

زبیر بن باطا کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جیسا کہ میرے سامنے حضرت ابن شہاب زہری نے ذکر کیا کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس زبیر بن باطا قرظی کے پاس آئے، زبیر کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی اور اس نے زمانہ جاہلیت میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے ساتھ کوئی احسان کیا تھا۔

اس کی گردن اڑادو۔ اس حدیث شریف میں عموم کے ساتھ ساتھ ایک اور قوت بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں حکم کو علت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور علت دین کی تبدیلی اور ردت ہے۔ اس چیز کی موجودگی میں اہل عراق کے لئے کوئی دلیل نہیں جن کا دعویٰ یہ ہے کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن دونوں فریقوں کے لئے اس مقام کے علاوہ اور بھی دلائل موجود ہیں۔

زبیر بن باطا

حضرت ابن اسحاق نے زبیر بن باطا کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس کا واقعہ ذکر کیا۔ یہ زاء کے فتح اور باء کے کسرہ کے ساتھ زبیر ہے جو حضرت زبیر بن عبد الرحمن کا دادا ہے جن کا ذکر موطا کی کتاب النکاح میں آیا ہے۔ زبیر بن عبد الرحمن میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کا نام بھی آپ کے دادا کی طرح زاء کے فتح اور باء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کا نام زبیر ہے۔ یہ تاریخ میں امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے۔

میرے سامنے زبیر کی بعض اولاد نے ذکر کیا کہ اس نے آپ پر جنگ بعاث کے روز احسان کیا تھا، اور وہ یہ تھا کہ زبیر نے ثابت کو پکڑ لیا، پیشانی کے بال کاٹ کر پھر رہا کر دیا تھا۔ اب حضرت ثابت اس کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ بالکل بوڑھا ہو چکا تھا۔ آپ نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! کیا تم نے مجھے پہچانا؟ اس نے کہا: کیا میرے جیسا آدمی تیرے جیسے آدمی کو فراموش کر سکتا ہے؟ حضرت ثابت نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارا احسان مجھ پر ہے میں اس کا بدلہ چکا دوں۔ اس نے کہا: کریم النفس ہی کریم النفس کا بدلہ دیتا ہے۔ پھر حضرت ثابت بن قیس رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور التجا کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! زبیر کا مجھ پر ایک احسان ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کا بدلہ دے دوں۔ اس لئے حضور ﷺ میری خاطر اس کا خون بخش دیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری خاطر بخش دیا۔ حضرت ثابت نے آکر اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری خاطر تیرا خون بخش دیا ہے، پس تمہارا خون تمہاری ملکیت ہے۔ وہ بولا: ایک پیر فروت جس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد وہ زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں، اس کی بیوی اور اس کی اولاد کو بھی بخش دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ بھی تمہارے ہیں۔ آپ نے جب اسے آکر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیری بیوی اور تیری اولاد کو بھی بخش دیا اب وہ بھی تیرے ہیں۔ وہ بولا: وہ گھرانہ جس کی حجاز میں کوئی جائیداد نہ ہو وہ کیسے زندہ رہے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا مال بھی عنایت فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ بھی تیرا ہے۔ حضرت ثابت نے آکر اسے مطلع کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرا مال بھی مجھے عنایت فرما دیا ہے، اب وہ بھی تیرا ہے۔ اس نے پوچھا: اے ثابت! اس شخص پر کیا گزری جس کا چہرہ چینی آئینہ کی مانند شفاف تھا کہ محلے کی کنواری لڑکیاں اس میں اپنا چہرہ دیکھتی تھیں یعنی کعب بن اسد؟ آپ نے بتایا کہ وہ تو قتل کر دیا گیا۔ پھر اس نے پوچھا: شہروں اور دیہات کے سردار حی بن اخطب کا

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں زبیر کا یہ قول ذکر کیا ہے: فَمَا أَنَا بِصَابِرٍ لِلَّهِ فِتْنَةً دَلُّوا نَاضِجٍ۔ اور حضرت ابن ہشام نے کہا کہ یہ لفظ تو قاف اور باء کے ساتھ قَبْلَةً ہے اور قَابِلُ الدَّلْوِ وہ شخص ہے جو پانی مانگنے والے کے ہاتھ سے ڈول پکڑتا ہے۔

کیا بنا؟ آپ نے بتایا اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ اس نے پوچھا: اس شخص پر کیا گزری کہ جب ہم حملہ کرتے تھے تو وہ مقدمۃ الجیش میں ہوتا تھا اور جب ہم بھاگتے تھے تو وہ پیچھے رہ کر ہماری حفاظت کرتا تھا یعنی عزال بن سمال؟ آپ نے بتایا: وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پھر اس نے دریافت کیا: دو مجلسوں یعنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کا کیا بنا؟ آپ نے بتایا وہ بھی ختم ہو گئے، قتل کر دیے گئے۔ زبیر کہنے لگا: اے ثابت! پھر میں تجھے اس احسان کا واسطہ دیتا ہوں جو میرا تجھ پر ہے کہ مجھے بھی ان لوگوں سے ملا دو، بخدا! ان کے چلے جانے کے بعد اب زندگی میں کوئی لطف نہیں۔ فَمَا أَنَا بِصَابِرٍ لِلَّهِ فِتْلَةٍ دَلُّوْ نَاصِحٍ حَتَّى أَلْقَى الْآحِبَّةَ ”میں بھرے ہوئے ڈول کا پانی حوض میں ڈالے جانے کی دیر بھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اپنے پیاروں سے ملاقات کر لوں۔“ چنانچہ حضرت ثابت نے اسے آگے کیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ بات سنی کہ ”أَلْقَى الْآحِبَّةَ“ تو آپ نے فرمایا يَلْقَاهُمْ وَاللَّهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا ”بخدا یہ ان سے آتش جہنم میں ملاقات کرے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پھینک دیا جائے گا۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ لفظ قَبْلَةَ دَلُّوْ نَاصِحٍ ہے یعنی بھرے ہوئے ڈول کو انڈیلے جانے کی دیر۔ اور زہیر بن سلمیٰ نے قَبْلَةَ کے بارے میں یہ شعر کہا:

وَ قَابِلٌ يَّتَغَنَّى كُلَّمَا قَدَرْتُ عَلَى الْعِرَاقِي يَدَاهُ قَانِنًا دَفَقًا
”اور ایک ڈول کو پکڑنے والا شخص گنگنا رہا ہے، جب بھی اس کے ہاتھ ڈول کی لکڑی (پکڑنے) پر قادر ہوتے ہیں تو وہ اسے انڈیل دیتا ہے۔“

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ کا ہے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ شعر اس طرح بھی مروی ہے وَ قَابِلٌ يَّتَلَقَّى یعنی ڈول پکڑنے والا اسے پکڑتا ہے۔

حضرت ابو عبید نے الاموال میں حضرات ابن اسحاق اور ابن ہشام کے اقوال کے علاوہ ایک اور بات ذکر کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زبیر نے یوں کہا یا ثَابِتُ الْحَقْنِي بِهِمْ فَلَسْتُ صَابِرًا عَنْهُمْ اِفْرَاغَةَ دَلُّوْ۔ ”اے ثابت! مجھے بھی ان سے ملا دو، میں ڈول انڈیلے جانے کی دیر بھی ان سے صبر نہیں کر سکتا۔“

عطیہ قرظی اور رفاعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے ہر بالغ کو قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت شعبہ بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبد الملک بن عمیر سے، انہوں نے حضرت عطیہ قرظی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ بنی قریظہ کے ہر بالغ کو قتل کر دیا جائے۔ میں لڑکا تھا، جب لوگوں نے مجھے نابالغ پایا تو مجھے چھوڑ دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت ایوب بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی صعصعہ نے جو بنی عدی بن نجار کے ایک فرد ہیں، بیان کیا کہ منذر کی ماں اور سلیط بن قیس کی بہن حضرت سلمیٰ بنت قیس جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں، آپ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ چکی تھیں اور آپ کے ساتھ بیعت النساء (عورتوں کی بیعت) کر چکی تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے رفاعہ بن سموال قرظی کے بارے میں گزارش کی۔ وہ شخص بالغ تھا اور اس نے حضرت سلمیٰ کی پناہ لی تھی۔ وہ اس سے قبل بھی خانوادہ نبوت سے واقف تھا۔ حضرت سلمیٰ نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، رفاعہ کو میری خاطر بخش دیجئے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہ نماز پڑھے گا اور اونٹ کا گوشت بھی کھائے گا۔ راوی

بلوغت کی پہچان میں انبات اصل ہے

حضرت ابن اسحاق نے عطیہ قرظی کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ محمد بن کعب قرظی کا دادا ہے، انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا اس لئے چھوڑ دیا گیا (اِنَّهُ لَمْ يَكُنْ اَنْبَتَ فْتَرِكَ) اس میں دلیل ہے کہ انبات (پروان چڑھنا) بلوغت کی پہچان کی دلیل ہے جب احتلام وغیرہ کا علم نہ ہو سکے۔

حی کا لباس

حضرت ابن اسحاق نے حی بن اخطب کا ذکر کیا جب اسے قتل کرنے کے لئے لایا گیا وَ عَلَیْهِ حُلَّةٌ فَقَاحِیَّةٌ۔ حلہ ازار اور رداء کے مجموعے کا نام ہے۔ اصل میں ان دونوں کپڑوں کو یہ نام اس وقت دیا جاتا ہے جب یہ دونوں نئے ہوں اور ان کی تہیں کھول دی جائیں تو کہا جاتا ہے حُلَّةٌ لِهَذَا کہ یہ کپڑا اس کے لئے کھولا گیا پھر اس پر یہ نام ہمیشہ کے لئے جاری ہو گیا۔ یہ خطاب کا قول ہے اور

کہتے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمیٰ کی خاطر اسے بخش دیا۔ اس طرح آپ نے اس کی زندگی بچالی۔

بنی قریظہ کے اموال کی تقسیم

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کے اموال اور ان کی عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ یاد رہے کہ اس روز سواروں اور پیادہ لوگوں کے حصے مقرر ہوئے اور آپ نے خمس بھی نکالا۔ پس گھڑ سوار کو تین حصے ملے۔ دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ سوار کا۔ اور پیادہ کو جس کے پاس گھوڑا نہ تھا، ایک حصہ دیا گیا۔ واقعہ بنی قریظہ میں چھتیس گھڑ سوار تھے، یہ پہلا مال غنیمت تھا جس میں حصوں کا تعین ہوا اور خمس نکالا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اسی سنت کے مطابق اموال غنیمت کی تقسیم کا اصول قائم ہو گیا اور جنگوں میں آپ کی یہی سنت قائم ہو گئی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے بنی عبدالاشہل کے فرد حضرت سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کے چند قیدی دے کر نجد بھیجا۔ انہوں نے وہاں انہیں فروخت کر کے اپنے لئے گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔

فُجَّاحِيَّةٌ فُجَّاحٌ کی طرف منسوب ہے۔ یہ پھول کی کلی کو اس وقت کہتے ہیں جب اس کے شگوفے پھٹ رہے ہوں، غنچے کھل رہے ہوں اور پردے چاک ہو رہے ہوں۔ تو اس وقت کہا جاتا ہے فُجَّاحٌ وَهُوَ فُجَّاحٌ۔ الْقَنَابِعُ بھی غنچوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد قُنْبَعَةٌ ہے، جہاں تک عین کے ساتھ فِجَّاعٌ کا تعلق ہے تو یہ ایک نبات ہے جسے آذان الکمامۃ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب النبات سے ماخوذ ہیں۔

یہ لفظ اس طرح بھی مروی ہے: حُلَّةٌ شَقَّحِيَّةٌ۔ یہ کچی کھجور ہے جب وہ رنگ پکڑ لے۔ یہ خطابی کا قول ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَلَكِنَّهُ مَنْ يَخْذُلُ اللَّهَ يَخْذُلِ۔ اسم جلال کی ہاء کے نصب کے ساتھ۔ یہ شعر اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے کہ اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قدرت نہیں دی؟ جی نے کہا کیوں نہیں، میں نے تو بچنے کے لئے خوب ہاتھ پاؤں ہلا لیے ہیں۔ وَلَكِنْ مَنْ يَخْذُلُكَ يَخْذُلُ لَكِنْ جو آپ کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کرے گا وہ خود ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔ اس کا یہ قول شعر کے اس مصرع کی مانند ہے: وَلَكِنَّهُ مَنْ يَخْذُلُ اللَّهَ يَخْذُلِ۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں جی کا کلام ہی لظم کیا ہے۔

ریحانہ کا واقعہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کی عورتوں میں سے بنی عمرو بن قریظہ کی ایک عورت ریحانہ بنت عمرو بن خنقہ کو اپنے لئے منتخب فرمالیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک وہ آپ کی ملکیت میں آپ کے پاس رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے پیشکش کی تھی کہ وہ آپ کی زوجیت قبول کر کے اپنے آپ پر پردہ عائد کر لے۔ اس پر ریحانہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اپنی ملکیت میں ہی رہنے دیجئے، اس میں میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی سہولت ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ جب حضور ﷺ نے اسے گرفتار کیا تھا تو اس نے اسلام سے انحراف کیا تھا اور یہودیت پر ہی ڈٹی رہی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ اس سے کنارہ کش ہو گئے اور دل میں اس کے اس معاملہ کا خیال رہا۔ پھر ایک موقع پر حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔ فرمایا بے شک یہ ثعلبہ بن سعہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا: یا رسول اللہ ﷺ! ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس عمل پر آپ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

غزوہ خندق اور بنی قریظہ کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اللہ تعالیٰ نے واقعہ خندق اور واقعہ بنی قریظہ کے بارے میں سورہ احزاب کی مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نازل ہونے والی

سلمیٰ بنت ایوب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ایوب بن عبد الرحمن از حضرت عبد اللہ بن ابی صعصعہ کے واسطہ سے روایت کردہ اپنی حدیث ذکر کی ہے۔ میں نے حافیہ الشیخ میں ملاحظہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا تاریخ بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت ایوب بذات خود بتانے والے ہیں کہ سلمیٰ بنت قیس یہ سلمیٰ بنت ایوب بن عبد الرحمن بن عبد اللہ ہے، یہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

سلمیٰ بنت قیس

اور راوی کا جوقول عَنْ سَلْمَى بِنْتِ قَيْسٍ ہے یہ سلمیٰ بنت قیس بن عمرو بن عبید بن مالک بن عمرو بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ہے۔

آزمائش، ان پر اپنے احسان اور اہل نفاق کے نفاق آمیز اقوال کے بعد ان کے مقابلہ میں اپنی اس کفایت کا ذکر فرماتے ہیں جس کے باعث مسلمانوں سے آزمائش کے بادل چھٹ گئے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿١٠﴾ (الاحزاب)

”اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب (حملہ آور ہو کر) آ گئے تھے تم پر (کفار کے) لشکر پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکے تھے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے خوب دیکھ رہا تھا۔“

جنود سے مراد قریش، غطفان اور بنو قریظہ ہیں اور وہ جنود جو اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی کے ساتھ بھیجے تھے وہ فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا ﴿١١﴾ (الاحزاب)

”جب انہوں نے ہلہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھر اگئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے

قرآنی آیات کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ۔ دل اپنی جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتا۔ اگر یہ زخروں کی طرف منتقل ہو جائے تو آدمی مرجاتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ جو فرماتا ہے حق فرماتا ہے، لہذا اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ مبالغہ کے طور پر مجازی لفظ بولنا درست ہے بشرطیکہ مخاطب اسے سمجھ سکتا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے يُرِيدُ أَنْ يَتَّقَضَ فَأَقَامَهُ^۱ (الکہف: 77) (جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اسے درست کر دیا)۔ یعنی اس دیوار کی مثال اس شخص کی مانند تھی جو کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے۔ تو یہ کلام مجاز تشبیہ سے ہے۔ اسی طرح جس خوف، دہشت اور سینے کی تنگی کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا اس میں ان کی مثال اس شخص کی مانند تھی جس کا دل اپنی جگہ سے نکل کر دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ میں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے: بَلَغَ وَ جِيفُ الْقُلُوبِ الْحَنَاجِرَ یعنی دلوں کی دھڑکن زخروں تک پہنچ گئی“ (1) جہاں تک اللہ تعالیٰ

1۔ علمائے علوم جدیدہ کہتے ہیں کہ جب انسان خوف کی انتباہ کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا دل اپنے حجم سے بڑا ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ خوفزدہ آدمی کے زخروں تک پہنچ جاتا ہے۔ قائل۔

میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے۔

پس جن لوگوں نے مسلمانوں پر اوپر کی طرف سے حملہ کیا تھا وہ بنو قریظہ تھے اور جنہوں نے ان کے نیچے کی طرف سے حملہ کیا تھا وہ قریش اور غطفان تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هٰذَا لِكَيْ تُبَيِّنَ الْمُؤْمِنُونَ وَتُزِيلُوا زُلْزَالَ الشَّيْءِ ۖ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۝ (الاحزاب)

”اس موقع پر خوب آزمایا گیا ایمان والوں کو وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے، اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور

کے اس ارشاد کا تعلق ہے: إِذَا الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ (مومن: 18) ”جبکہ دل گلے میں اٹک جائیں گے۔“ تو اس آیت کریمہ کو مجاز پر محمول کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ قیامت کی ہولناکی کے بیان میں ہے اور قیامت کے دن حالات اس سے بھی زیادہ سخت ہوں گے، خصوصاً اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا: لَا يَزِيدُ فِيهِمْ ظَرْفُهُمْ وَأَفْزَتْهُمْ هَوَاهُ ۖ (ابراہیم) ”ان کی پلکیں نہیں جھپکتی ہوں گی اور ان کے دل (دہشت سے) اڑے جا رہے ہوں گے۔“ یعنی روحانی دل (قلب) جسمانی دل (فؤاد) سے جدا ہو جائے گا اور جسمانی دل خالی ہو جائے گا۔ اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ قلب اور ہے فؤاد اور ہے۔ گویا فؤاد قلب کا غلاف ہے۔ اس کی تائید اہل یمن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: أَلَيْسَ قُلُوبًا وَ أَرَقُّ أَفِيدَةً کہ اہل یمن سب سے زیادہ نرم قلب اور نرم دل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے: قَوِيلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ (الزمر: 22) ”پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے۔“ اللہ تعالیٰ نے لِقَاسِيَةِ أَفِيدَتُهُمْ نہیں فرمایا اور الْقَاسِيَةِ (سخت) أَلَيْسَ (نرمی) کی ضد ہے۔ پس اس میں غور کیجئے (1)۔

۱۔ قلب اور فؤاد کے درمیان فرق کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: وَأَضْمَمَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ لَهَا ۖ إِنَّ كَاذِبًا لَّكُنْهِيَ ۖ لَوْ لَا أَنَّ رَبَّهَا عَلَّمَ قُلُوبَهَا (القصص: 10) ”اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دے اس راز کو اگر ہم نے مضبوط نہ کر دیا ہوتا اس کے دل کو۔“ پس اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں قلب اور فؤاد کے درمیان تفریق کر دی۔ ان دونوں کے درمیان فرق کے بیان میں مختصراً میں یہ کہتا ہوں کہ قلب وہ گوشت کا ٹھکانہ ہے جو اگر ٹھیک رہے تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر خدا نخواستہ یہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ رہا فؤاد تو وہ قلب کا لب اور اس کا خالص ہے۔ یہ فندے سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گرم ہونا، مشتعل ہونا۔ پس قلب آیاتِ مرئیہ، سامیہ اور مقروءہ کو قبول کرتا ہے۔ پھر جب وہ ان آیات کے ساتھ بھڑک اٹھتا ہے اور ان کے باعث اس میں ایک حرارت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ فؤاد کہلاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ مزید وضاحت کے لئے امام ترمذی کا رسالہ الفرق بین القلب والفؤاد ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لئے۔
یہ بات معتب بن قشیر نے کہی تھی۔

وَ اِذْ قَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا اَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بَيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۭ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳ (الاحزاب)

”اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی ان میں سے ایک جماعت کہ اے یثرب والو! تمہارے لئے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو) اور اجازت مانگنے لگا ان میں سے ایک گروہ نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ کر کہ (حضور) ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔ (اس بہانہ سازی سے) ان کا ارادہ محض (میدان جنگ سے) فرار تھا۔“

یہ بات اوس بن قنیطی اور اس کی قوم کے دیگر لوگوں نے کہی تھی جو اس کے جھنڈے تلے جمع تھے۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا (الاحزاب)

”اور اگر گھس آتے (کفار کے لشکر) ان پر مدینہ کے اطراف سے۔“

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: الاقطار کا معنی جوانب ہے، اس کا واحد قطر ہے۔ اسے اقتار بھی بولتے ہیں جس کا واحد قتر ہے۔ فرزدق نے کہا:

كَمْ مِنْ غِنًى فَتَحَ الْاِلٰهَ لَهُمْ بِهِ وَالْخَيْلُ مُقْعِيَةٌ عَلَى الْاَقْطَارِ

”کتنے ہی دولت مند (کے رائے) ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھول دیے اور گھوڑے (اٹھنے کے ارادہ میں) اطراف پر گر رہے ہیں۔“

اور عَلَى الْاَقْطَارِ بھی مروی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

ثُمَّ سِئِلُوا الْفِتْنَةَ لَا تَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا اِلَّا يَسِيْرًا ۝۱۴ (الاحزاب)

”پھر ان سے درخواست کی جاتی فتنہ انگیزی میں شرکت کی تو فوراً اسے قبول کر لیتے اور توقف نہ کرتے اس میں مگر بہت کم۔“

الفتنة سے مراد کفر و شرک کی طرف رجوع ہے۔

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا لِلّٰهِ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤْكُلُوْنَ الْاَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝۱۵

(الاحزاب)

”حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جاتا ہے اس کے متعلق ضرور باز پرس کی جاتی ہے۔“

وعدہ کرنے والے بنی حارثہ ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے احد کے دن بنی سلمہ کے ساتھ مل کر بزدلی کا اظہار کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ کبھی بھی ایسی بزدلی کا اعادہ نہیں کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کے اسی وعدہ کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے خود اپنی طرف سے کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذَا لَا تَسْتَعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِيُكُمْ مِنْ اِلٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۖ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اِلٰهِ وَلِيًّا ۚ وَلَا نَصِيْرًا ۝ (الاحزاب)

”فرما دیجئے (اے بھگور!) تمہیں نفع نہیں دے گا بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہتے ہو موت سے یا قتل سے اور (اگر بھاگ کر تم نے جان بچا بھی لی) تو تم لطف اندوز نہ ہو سکو گے مگر تھوڑی مدت۔ فرمائیے کون بچا سکتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اگر وہ تمہیں عذاب دینے کا ارادہ کر لے یا اگر وہ تم پر رحمت فرمانا چاہے اور نہیں پائیں گے وہ لوگ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔“

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ اِلٰۤىٰ خَوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَأْتُوْنَ الْبَاسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (الاحزاب)

”اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاد سے روکنے والوں کو تم میں سے (اس سے مراد اہل نفاق ہیں۔ ابن اسحاق) اور انہیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں (اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہماری طرف آ جاؤ اور خود بھی جنگ میں شرکت نہیں کرتے مگر برائے نام۔“

الا قلیلا کا مطلب ہے وہ صرف اتمام حجت کے لئے اور اپنے آپ کو الزام سے بری

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ (الاحزاب: 18) یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اپنے بھائیوں کو جہاد سے رک جانے کی ترغیب دلاتے ہیں، پس وہ اس ترغیب کے ساتھ انہیں اطاعت سے باز رکھتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں هَلُمَّ اِلَيْنَا ”(اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہماری طرف آ جاؤ۔“ آپ کہتے ہیں عَاقِبَى الْاَمْرِ عَنْ كَذَا یعنی اس کام نے مجھے فلاں کام سے روک دیا۔ عَوِّقَنِیْ فَلَانَ عَنْ كَذَا یعنی فلاں شخص نے مجھے اس کام سے باز رکھا۔

کرنے کے لئے جنگ میں برائے نام شرکت کرتے ہیں۔

أَشْحَاءٌ عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى
عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِالنِّسَةِ حِدَادٍ (الاحزاب: 19)

”پر لے درجے کے کنجوس ہیں تمہارے معاملہ میں (یعنی اس بخل کی وجہ سے جو ان کے دلوں میں ہے۔ ابن اسحاق) پھر جب خوف (ودہشت) چھا جائے تو آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرارہی ہوتی ہیں اس شخص کی مانند جس پر موت کی غشی طاری ہو (یعنی موت کو بڑا سمجھنے اور اس سے گھبرا جانے کی وجہ سے۔ ابن اسحاق) پھر جب خوف دور ہو جائے تو تمہیں سخت اذیت پہنچاتے ہیں اپنی تیز زبانوں سے۔“
یعنی ایسی باتیں کر کے جو تمہیں ناپسند ہوتی ہیں کیونکہ نہ وہ آخرت کی امید رکھتے ہیں اور نہ انہیں کوئی حساب و کتاب اس بات سے باز رکھتا ہے۔ یہ لوگ موت سے ان لوگوں کی طرح ڈرتے ہیں جو مابعد الموت کی امید نہیں رکھتے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: سَلَقُوكُمْ کا معنی ہے وہ تمہارے بارے میں کلام کرتے وقت مبالغہ آرائی کر کے تمہیں جلاتے اور اذیت پہنچاتے ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں: خَطِيبٌ سَلَقَ، خَطِيبٌ مَسَلَقٌ وَ مُسَلَقٌ یعنی فصیح و بلیغ مقرر۔ اعشی بن قیس بن ثعلبہ نے کہا: فِيهِمُ النَّجْدُ وَالسَّاحَةُ وَالنَّجْدَةُ فِيهِمُ وَالْخَاطِبُ السَّلَاقُ ان لوگوں میں بزرگی اور سخاوت بھی ہے اور ان میں دلیری اور فصیح و بلیغ مقرر بھی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّونَ أَنْ يُؤْخَذُوا ۚ وَأَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْدَابِ
يَسْأَلُونَ عَنْ آبَائِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا (الاحزاب)

”(دشمن بھاگ گیا لیکن یہ بزدل) یہی خیال کر رہے ہیں کہ ابھی جتھے نہیں گئے اور جتھے (دوبارہ پلٹ کر) آجائیں تو یہ پسند کریں گے کہ کاش اوہ صحرا میں بدوؤں کے ہاں ہوتے (آنے جانے والوں سے) تمہاری خبریں پوچھتے۔ اور اگر یہ (بزدل) تم میں موجود بھی ہوتے تو یہ (دشمن سے) جنگ نہ کرتے مگر برائے نام۔“

الاحزاب سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

(الاحزاب)

”بے شک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے، یہ نمونہ اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے۔“

یہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے ارشاد فرمایا تاکہ مسلمان اپنے نفسوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور ﷺ کی ذات سے اور اس جگہ سے بے فکر نہ ہو جائیں جہاں آپ موجود ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کا، ان کی صداقت کا اور اس بات کا ذکر کیا کہ انہیں آزمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس آزمائش کا وعدہ فرمایا تھا مسلمانوں نے اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا (الاحزاب)

”اور جب ایمان والوں نے (کفار کے) لشکروں کو دیکھا تو (فرط جوش سے) پکار اٹھے یہ ہے وہ لشکر جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا تھا اور سچ فرمایا تھا اللہ اور اس کے رسول نے، اور دشمن کے لشکر جرار نے ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم میں اور اضافہ کر دیا۔“

تسلیم سے مراد آزمائش میں صبر و استقلال، قضائے الہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس حق کی تصدیق ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا۔ پھر فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (الاحزاب)

”اہل ایمان میں سے ایسے جو انمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ ان جو انمردوں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض (اس ساعت سعید کا) انتظار کر رہے ہیں۔ (جنگ کے مہیب خطرات کے باوجود) ان کے رویہ میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔“

قَضَىٰ نَحْبَهُ کا مطلب ہے وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکے ہیں اور اپنے رب کی طرف لوٹ چکے ہیں مثلاً وہ مسلمان جو غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: قَضَىٰ نَحْبَهُ کا معنی ہے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ النَّحْبُ ابو

عبیدہ کی خبر کے مطابق نفس کو کہتے ہیں اور اس کی جمع نَحُوب آتی ہے۔ ذوالرمہ نے کہا:
عَشِيَّةَ فَرَّ الْحَارِثِيُّونَ بَعْدَ مَا قَضَى نَحْبَهُ فِي مُلْتَقَى الْخَيْلِ هَوْبَرُ
”جب شام کے وقت گھڑسواروں کے ملنے کی جگہ (یعنی میدانِ جنگ) میں ہو بر ہلاک ہو
گیا تو بنی حارث کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ہو بر بنی حارث بن کعب کا ایک فرد ہے۔
اس سے مراد زید بن ہو بر ہے، اور نذر کو بھی نحب کہتے ہیں۔ جریر بن حطیف نے کہا:
بِطِخْفَةٍ جَالَدْنَا الْمُلُوكَ وَ خَيْلَنَا عَشِيَّةَ بِسْطَامَ جَرَيْنَ عَلَى نَحْبِ
”طخفہ پہاڑ کے دامن میں ہم نے بادشاہوں کے ساتھ اس حالت میں لڑائی کی جبکہ ہمارے
گھوڑوں نے اس شام کو اپنی نذر پوری کر دی جب بسطام بن قیس قتل ہوا۔“
شاعر کہتا ہے کہ ہمارے گھوڑوں نے اسے قتل کرنے کی نذر مانی تھی پس اسے قتل کر کے
انہوں نے اپنی نذر پوری کر دی۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور بسطام سے مراد بسطام
بن قیس بن مسعود شیبانی ہے اور وہ ذی الجذین کا بیٹا ہے۔ مجھے ابو عبیدہ نے بتایا کہ وہ ربیعہ بن
نزار کا شہسوار تھا، اور طخفہ بصرہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔

النحب کا معنی خطار یعنی گھڑ دوڑ کی شرط لگانا بھی ہے۔ فرزدق نے کہا:
وَ إِذْ نَحَبْتُ كَلْبَ عَلَى النَّاسِ أَيُّنَا عَلَى النَّحْبِ أَعْطَى لِلْجَزِيلِ وَ أَفْضَلُ
”اور جب کسی کتے نے انسانوں پر گھڑ دوڑ کی شرط لگائی تو اس شرط پر ہم میں سے کون زیادہ
عطا کرنے والا اور افضل ہوتا ہے۔“

النحب کا معنی رونا بھی ہے، اسی سے اہل عرب کا قول ہے يَنْتَحِبُ وہ رورہا ہے۔ اور
النحب کا معنی حاجت اور ہمت بھی ہے۔ آپ کہتے ہیں: مَالِي عِنْدَهُمْ نَحْبٌ۔ ”ان کے
پاس میری کوئی حاجت نہیں۔“ مالک بن نویرہ یربوعی نے کہا:

وَ مَالِي نَحْبٌ عِنْدَهُمْ غَيْرَ أَنِّي تَلَمَسْتُ مَا تَبْعِي مِنَ الشَّدَنِ الشَّجْرِ
”ان کے پاس میری کوئی حاجت نہیں بجز اس کے کہ میں نے اس چیز کا مطالبہ کیا جو تو چاہتا
ہے یعنی مقامِ شدن کے سرخ آنکھوں والے اونٹ۔“

اور بنی تیمم اللات بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کے ایک شاعر نہار بن
توسعہ نے کہا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا یہ لوگ بنی حنیفہ کے موالی ہیں:

وَنَجَى يَوْسُفَ الثَّقَفَى رَكْضٌ دَرَاكٌ بَعْدَ مَا وَقَعَ اللِّوَاءُ
”جھنڈا کرنے کے بعد یوسف ثقفی کو لگا تار تیز دوڑنے بچا لیا۔“

وَلَوْ أَدْرَكْنَاهُ لَقَضَيْنَا نَجْبًا بِهِ وَ لِكُلِّ مُخْطَئَةٍ وَقَاءٌ
”اور اگر وہ اسے پکڑ لیتیں تو اس کے ساتھ اپنی حاجت پوری کر لیتیں لیکن ہر غلطی میں ڈالے گئے شخص کو بچنے کا ذریعہ مل ہی جاتا ہے۔“

النحب کا معنی آہستہ رفتار سے چلنا بھی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ کا مطلب ہے کہ ان میں سے بعض اس نصرت کا انتظار کر رہے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس شہادت کا انتظار کر رہے ہیں جس سے دیگر صحابہ کرام سرخ رو ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا ۖ
یعنی نہ انہوں نے شکوہ کیا، نہ اپنے دین میں تردد کیا اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور دین تبدیل کیا۔

لَيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (الاحزاب)

”(اذن جہاد میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ) اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اپنا وعدہ سچا کرنے والوں کو ان کے سچ کے باعث اور عذاب دے منافقوں کو اگر اس کی مرضی ہو یا ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“

وَمَا ذَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ابْغِظْهُمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝ (الاحزاب)

”اور (نا کام) لو نہ دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درآں حالیکہ اپنے غصہ میں (بیچ و تاب کھا رہے) تھے۔ (اس لشکر کشی سے) انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا، اور بچا لیا اللہ نے مومنوں کو جنگ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور، ہر چیز پر غالب ہے۔“

کفار سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُواهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ ۖ (الاحزاب: 26)
”اہل کتاب سے جن لوگوں نے کفار کی امداد کی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار لیا۔“

اہل کتاب سے مراد بنی قریظہ ہیں اور صیاحی سے مراد ان کے قلعے اور گڑھیاں ہیں جن میں وہ بند تھے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: بنی اسد بن خزیمہ کی شاخ بنی حساس کے غلام حمیم نے کہا:
وَأَصْبَحَتِ الثَّيْرَانُ صَرْغَى وَ أَصْبَحَتْ نِسَاءُ تَيْمٍ يَبْتَدِرْنَ الصَّيَاصِيَا
”بیل ہلاک ہو گئے اور بنی تمیم کی عورتیں قلعوں میں داخل ہونے میں ایک دوسرے سے
سبقت لینے لگیں۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاحی کا معنی سینگ بھی ہے۔ نابغہ جعدی نے کہا:
وَسَادَةٌ رَهْطِي حَتَّى بَقِيْتُ فَرْدًا كَصِصِيَّةٍ الْأَعْصَبِ
”میری قوم کے سردار کو (موت نے آلیا) یہاں تک کہ میں ٹوٹے ہوئے سینگوں والے
جانور کے سینگ کی طرح تنہا رہ گیا۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ابوداؤد ایا دی نے کہا:
فَذَعَرْنَا سُحْمَ الصَّيَاصِي بِأَيْدِيهِنَّ نَضْحَ مِّنَ الْكُحَيْلِ وَقَارُ
”ہم سیاہ سینگوں والے پہاڑی بکروں سے ڈر گئے جن کی اگلی ٹانگوں پر قطران اور تار کول کا
چھڑکاؤ کیا گیا تھا۔“

حضرت ابن اسحاق نے صیاحی کا ذکر کیا اور کہا کہ اس سے مراد قلعے ہیں۔ ابن ہشام نے اس پر
حمیم کے اس شعر سے استشہاد کیا جس میں وہ سیلاب کا وصف بیان کرتا ہے:

وَأَصْبَحَتِ الثَّيْرَانُ صَرْغَى وَ أَصْبَحَتْ نِسَاءُ تَيْمٍ يَبْتَدِرْنَ الصَّيَاصِيَا
میں نے اس شعر پر شیخ ابو بحر رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں ملاحظہ کیا کہ صیاحی سے مراد اس شعر میں
مذکور بیلوں کے سینگ ہیں نہ کہ وہ جو ابن ہشام کو وہم ہوا ہے کہ اس سے مراد قلعے اور گڑھیاں ہیں۔ شاعر
کہتا ہے: اس سیلاب نے بیلوں کو غرق کر کے ہلاک کر دیا تو بنی تمیم کی عورتیں ان بیلوں کے سینگوں کو
اٹھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے لگیں تاکہ وہ ان کے ساتھ دھاری دار کپڑے بن سکیں۔ یہ
یعقوب کا قول ہے جو انہوں نے اصمعی سے روایت کیا ہے۔ اس قول کے صحیح ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ
عرب کے دیہاتی علاقوں میں قلعے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت مؤلف نے کہا: اس تفسیر کی صحت کی دلیل
احمد بن داؤد کی روایت بھی ہے۔ انہوں نے اپنی تالیف کتاب النبات میں یہ شعر ذکر کیا ہے جس کے
الفاظ یہ ہیں: يَلْتَقِطْنَ الصَّيَاصِيَا یعنی وہ عورتیں سینگ اٹھانے لگیں۔ انہوں نے يَبْتَدِرْنَ نہیں کہا۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی کا معنی وہ کاٹا بھی ہے جو کپڑا بننے والوں کے پاس ہوتا ہے (یعنی جولا ہے کا کوچ جس سے وہ تانا بانا درست کرتا ہے) جیسا کہ مجھے ابو عبیدہ نے بتایا۔ انہوں نے مجھے درید بن صمہ جشمی کا یہ شعر بھی سنایا۔ درید کا جدا علی جشم بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ہے:

نَظَرْتُ إِلَيْهِ وَالرِّمَاحُ تَنُوشُهُ كَوَقْعِ الصِّيَاصِي فِي النَّسِيجِ الْمَمْدُودِ
”میں نے اسے ایسی حالت میں دیکھا کہ اسے نیزے اس طرح لگ رہے تھے جیسے بننے کے لئے پھیلائے گئے کپڑے میں کوچ داخل ہوتا ہے۔“

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی اسے بھی کہتے ہیں جو مرغ کی ٹانگوں پر چھوٹے چھوٹے سینگوں کی مانند ابھرے ہوئے (کانٹے) ہوتے ہیں (یعنی مرغ کا خار) اور صیاصی جڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے مجھے بتایا کہ اہل عرب کہتے ہیں: جَدَّ اللّٰهُ صِصِيَّتَهُ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی جڑ کاٹ دے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے):

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا (الاحزاب)
”اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔“

حضرت ابن ہشام نے یہ شعر بھی لکھا:

فَدَعَرْنَا سُحْمَ الصِّيَاصِي بِأَيْدِيهِنَّ نَضْرُ مِنْ الْكُحَيْلِ وَقَارُ
کحیل سے مراد قطران (۱) ہے اور قار سے مراد تار کول ہے۔ شاعر نے بکروں کی اگلی ٹانگوں پر موجود سیاہی کو قطران اور تار کول کے ساتھ کیے گئے چھڑکاؤ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

حضرت ابن ہشام نے درید بن صمہ کا یہ شعر بھی بیان کیا:

كَوَقْعِ الصِّيَاصِي فِي النَّسِيجِ الْمَمْدُودِ
اصمعی نے اس شعر میں صیاصی کو اسی معنی پر محمول کیا ہے جو اس سے پہلے شعر میں گزرا ہے کہ اس سے مراد وہ سینگ ہیں جو کپڑا بننے کے کام آتے ہیں۔ اس کا معنی جولا ہے کا کوچ نہیں جیسا کہ ابن ہشام نے کہا ہے۔

1۔ قطران ایک روغنی سیال مادہ ہے جو صنوبر جیسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے اور اونٹوں پر ملا جاتا ہے۔ المنجد

یعنی مردوں کو تم قتل کر رہے ہو اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا رہے ہو۔

وَأَوْسَاتُكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضَاكُمْ تَطْنُوها وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيرًا ۝ (الاحزاب)

”اور اس نے وارث بنادیا تمہیں ان کی زمینوں، ان کے مکانوں اور ان کے مال و متاع کا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔“

وَأَرْضَاكُمْ تَطْنُوها سے مراد خیبر ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قابل رشک وفات

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی قریظہ کا معاملہ ختم ہی ہوا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون جاری ہو گیا۔ اس کے باعث آپ شہید ہو گئے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت معاذ بن رفاعہ زرقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے اپنی قوم کے ان آدمیوں نے بیان کیا جنہیں میں چاہتا تھا کہ آدھی رات کے وقت جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی تو اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پوچھا: اے محمد (ﷺ) یہ کس کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور عرش الہی جھومنے لگا؟

عرش الہی کا جھومنا

حضرت ابن اسحاق نے عرش الہی کے جھومنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مفہوم میں لوگوں نے گفتگو کی ہے اور گمان کیا ہے کہ یہ ایک امر مشکل ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں اتہزاز کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح کی آمد کے باعث مسرت کا اظہار کرنا۔ بعض نے کہا اس سے مراد عرش الہی کو اٹھانے والے فرشتے اور ان کے ارد گرد رہنے والے فرشتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کو بعید خیال کیا ہے کہ عرش الہی میں حقیقی طور پر جنبش پیدا ہو، لیکن اس میں کوئی بعد نہیں کیونکہ عرش مخلوق ہے اور اس میں حرکت اور جنبش کا ظہور ممکن ہے اور جس معنی کی طرف کوئی نہ کوئی راستہ موجود ہو اسے ظاہری الفاظ سے پھیرنا جائز نہیں ہوتا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر عرش کے جھومنے کی حدیث صحیح ہے۔ ابو عمر نے کہا: یہ متواتر سندوں سے ثابت ہے اور اس حدیث کے معنی میں جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ

راوی فرماتے ہیں یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ کپڑے گھسیٹتے ہوئے تیزی سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہ جاں بحق ہو چکے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لارہی تھیں، ان کے ساتھ حضرت اسید بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہیں اپنی کسی بیوی کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس پر کچھ غم کا اظہار کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اے ابویحییٰ! (اسید کی کنیت) اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، کیا تم ایک عورت پر غمگین ہو رہے ہو حالانکہ تمہارے چچا زاد بھائی کا انتقال ہوا تو ان کے لئے عرش بھی جھوم اٹھا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جنہیں میں متہم نہیں کرتا انہوں نے مجھ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک جسم آدمی تھے، جب لوگوں نے ان کا جنازہ اٹھایا تو ہلکا محسوس ہوا، اس پر بعض منافقین نے کہا: قسم بخدا! وہ تھے تو جسم لیکن ان سے زیادہ ہلکا جنازہ ہم نے نہیں اٹھایا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”بے شک انہیں اٹھانے والے تمہارے علاوہ کوئی اور تھے، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! سعد کی روح سے فرشتوں نے بشارت پائی اور عرش جھوم اٹھا۔“

عنه کا قول مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی چار پائی کو جنبش ہوئی، اس کی طرف علماء نے توجہ نہیں دی اور کہا ہے کہ انصار کے ان دونوں قبیلوں کے درمیان کچھ کینہ موجود تھا، اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمَنِ یعنی ”عرشِ رحمن میں جنبش پیدا ہوئی“۔ اسے حضرت ابوالزبیر نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا اور حضرت امام بخاری نے اسے حضرت اعمش کی سند سے روایت کیا، انہوں نے ابوصالح اور ابوسفیان دونوں سے انہوں نے حضرت جابر سے روایت کیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا۔ ان میں سے حضرت ابوسعید خدری، حضرت اسید بن حضیر اور حضرت رمیثہ بنت عمرو رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کا انکار کیا اور اس کے متعلق گفتگو کو ناپسند فرمایا حالانکہ یہ صحت کے ساتھ منقول ہے اور اس کے راوی کثیر ہیں۔ شاید حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس بات کی روایت صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت معاذ بن رفاعہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن عبدالرحمن بن جموح سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا اور ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہاں موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ کہا تو آپ کے ساتھ سب لوگوں نے بھی سبحان اللہ کہا۔ پھر حضور ﷺ نے اللہ اکبر کہا تو آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے کس وجہ سے سبحان اللہ کہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس نیک بندے کو اس کی قبر نے بھینچا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ تنگی دور فرمادی۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: اس حدیث شریف کا مصداق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ لِلْقَبْرِ لَضَمَّةً لَوْ كَانَ أَحَدٌ مِنْهَا نَاجِيًا لَكَانَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ ”بے شک قبر بھینچتی ہے، اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو سعد بن معاذ بچے ہوتے۔“ حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت سعد کے لئے ہی ایک انصاری نے یہ شعر کہا:

وَمَا اهْتَزَّ عَرْشُ اللَّهِ مِنْ مَوْتِ هَالِكٍ سَبَعْنَا بِهِ إِلَّا لِسَعْدِ أَبِي عَمْرٍو
”ہم نے آج تک نہیں سنا کہ کسی مرنے والے کی موت پر عرش الہی جھوما ہو مگر ابو عمر سعد کے لئے جھوم اٹھا۔“

جب حضرت سعد کا جنازہ اٹھایا گیا تو ان کی والدہ روتی ہوئی درج ذیل شعر پڑھ رہی تھیں، حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت سعد کی ماں کا نام کبیشہ بنت رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبد بن ابجر ہے اور وہ خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج ہے:

وَيْلٌ أُمِّ سَعْدٍ سَعْدًا صَرَامَةً وَحَدًّا
”سعد کی ماں کو سعد کی موت کا افسوس ہے جو ایک قوتِ نافذہ اور تلوار کی دھارت تھا۔“
وَسُودَدًا وَ مَجْدًا وَفَارِسًا مُعَدًّا
”جو سراپا سیادت اور سراپا مجد و شرف تھا اور جو ہر وقت تیار شہسوار تھا۔“

سَدُّ بِهِ مَسَدًا يَقْدُ هَامًا قَدًّا
”جس کے ذریعے دشمن کا راستہ بند تھا اور جو دشمن کا سر کاٹ کر رکھ دیتا تھا۔“
رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ہر نوحہ کرنے والی عورت جھوٹ بولتی ہے مگر سعد بن معاذ کی

نوحہ کرنے والی (نے جو کہا سچ کہا)۔

شہدائے غزوہ خندق

حضرت ابن اسحاق نے کہا: غزوہ خندق کے روز صرف چھ مسلمان شہید ہوئے۔

بنی عبدالاشہل سے تین آدمی: حضرات سعد بن معاذ، انس بن اوس بن عتیک بن عمرو اور عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہم۔

بنی جشم بن خزرج کی شاخ بنی سلمہ سے دو آدمی حضرت طفیل بن نعمان اور حضرت ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہما۔

اور بنی نجار کی شاخ بنی دینار سے ایک آدمی حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ۔ انہیں ایک نامعلوم تیر آگاہ جس نے ان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا (أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرِبَ فَقَتَلَهُ)۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ لفظ سَهْمٌ غَرِبَ اور سَهْمٌ غَرِبَ اضافت اور بلا اضافت دونوں طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہ تیر ہے جس کے بارے میں علم نہ ہو کہ وہ کہاں سے آیا اور کس نے پھینکا۔

مشرکین کے مقتول

مشرکین کے تین آدمی مارے گئے:

بنی عبدالدار بن قصی سے منبہ بن عثمان بن عبید بن سباق بن عبدالدار۔ اسے ایک تیر لگا جس کی وجہ سے وہ مکہ میں جا کر مر گیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ عثمان بن امیہ بن منبہ بن عبید بن سباق ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی مخزوم بن یقطہ سے نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مارا گیا۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں اس کی لاش فروخت کر دیں۔ اس نے خندق پار کرنے کی کوشش تھی لیکن اس میں گر گیا اور مارا گیا۔ مسلمان اس کی لاش پر قابض ہو گئے۔ درخواست سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں نہ اس کے جسم کی ضرورت ہے اور نہ اس کی قیمت کی۔ پھر حضور ﷺ نے اس کی نعش مشرکین کو لے جانے دی۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: جو روایت حضرت زہری سے مجھے پہنچی ہے اس میں ہے کہ مشرکین اس کی لاش کے بدلے رسول اللہ ﷺ کو دس ہزار درہم دینا چاہتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی عامر بن لوی کی شاخ بنی مالک بن حسل سے ایک آدمی عمرو

بن عبدود مارا گیا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔
غزوہ بنی قریظہ کے شہداء

حضرت ابن اسحاق نے کہا: غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر بنی حارث بن خزرج سے حضرت
خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو شہید ہوئے۔ ان پر اوپر سے ایک چکی کا پاٹ لڑھکا دیا گیا جس نے
انہیں بری طرح کچل کر رکھ دیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ لَهُ لَآجَرَ
شَهِيدَيْنِ ”انہیں دو شہیدوں کا اجر دیا جائے گا۔“

نیز جس وقت رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اس وقت بنی اسد بن
خزیمہ کے ایک فرد حضرت ابوسنان بن مھسن بن حرثان کا انتقال ہو گیا تھا، انہیں بنی قریظہ کے
قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں وہ اس وقت اپنے آدمیوں کو دفن کرتے تھے اور اسلام کے زمانہ
میں بھی وہ اپنے آدمیوں کو وہیں دفن کرتے تھے۔

قریش پر حملہ کی بشارت

جب اہل خندق معرکہ خندق سے واپس ہو گئے تو جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: لَنْ تَغْزَوْكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هَذَا وَلَكِنَّكُمْ تَخْزُونَهُمْ ”اس
سال کے بعد قریش تم پر ہرگز حملہ نہیں کریں گے بلکہ اب تم ان پر حملہ کیا کرو گے۔“ چنانچہ ایسا ہی
ہوا اس کے بعد قریش حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے بلکہ رسول اللہ ﷺ ہی ان پر حملہ آور ہوتے
رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ہاتھوں مکہ مکرمہ فتح فرمادیا۔

غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ کے متعلق اشعار

ضرار کے اشعار

بنی محارب بن فہر کے فرد ضرار بن خطاب بن مرداس نے غزوہ خندق کے بارے میں یہ اشعار کہے:

و مُشْفِقَةٍ تَظُنُّ بِنَا الظُّنُونَا وَ قَدْ قُذْنَا عَرْنَدَسَةً طَحُونَا
”کتنی ہی ہمدرد خواتین ہیں جو ہمارے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگیں جب ہم ایک
پیس کر رکھ دینے والے طاقتور لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔“

كَأَنَّ ذُهَاءَهَا أَحَدًا إِذَا مَا بَدَتْ أَرْكَانُهُ لِلنَّاطِرِينَا
”جب اس لشکر کے چاروں اطراف (ستون) ناظرین کے سامنے ظاہر ہوتے تو یوں لگتا
تھا گویا اس کی تعداد احد پہاڑ کے برابر ہے۔“

تَرَى الْآبْذَانَ فِيهَا مُسْبِغَاتٍ عَلَى الْآبْطَالِ وَالْيَلْبِ الْحَصِينَا
”تم اس لشکر میں بڑے بڑے بہادروں کے جسموں پر کامل ترین زرہیں اور مضبوط ترین
ڈھالیں دیکھتے تھے۔“

فصل برائے اشعار غزوہ خندق

ضرار کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے ضرار بن خطاب کے اشعار ذکر کیے۔ ان میں ایک شعر ہے:

عَلَى الْآبْطَالِ وَالْيَلْبِ الْحَصِينَا

اليلب کا معنی ڈھال ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد چمڑے کی بنی ہوئی ڈھالیں ہیں۔ یہ
بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ خود اور زرہیں ہیں جو اونٹوں کے چمڑے سے بنائی جاتی تھیں۔ اس کی
تائید حبیب کے اس شعر سے ہوتی ہے:

هَذِهِ الْأَسِنَّةُ وَالْمَادِيُّ قَدْ كَثُرَا فَلَا الصِّيَاصِي لَهَا قَدْرٌ وَلَا الْيَلْبُ

یہ نیزے اور لوہے کی بنی ہوئی زرہیں بہت زیادہ ہیں لہذا اب نہ سینگوں کی کوئی قدر و منزلت ہے

وَ جُرَدًا كَالْقِدَاحِ مُسَوَّمَاتٍ نَوْمٌ بِهَا الْغَوَاةُ الْخَاطِئِينَ
”اور دشمن کی طرف پھینکے گئے تیروں کی رفتار سے چلنے والے کم موگھوڑے (دیکھتے تھے)
جن پر سوار ہو کر ہم خطا کار گمراہ لوگوں کا قصد کرتے تھے۔“

كَانَهُمْ إِذَا صَلُّوا وَ صَلُّنَا بِيَابِ الْخَنْدَقَيْنِ مُصَافِحُونَ
”جب خندق کے دروازے پر وہ بھی حملہ کرتے اور ہم بھی حملہ کرتے تو اس وقت گویا وہ
(خطا کار اور گمراہ لوگ) ہم سے مصافحہ کر رہے تھے۔“

أَنَاسٌ لَا نَرَى فِيهِمْ رَشِيدًا وَ قَدْ قَالُوا أَلَسْنَا رَاشِدِينَ
”وہ ایسے لوگ ہیں جن میں ہمیں ایک شخص بھی راہِ راست پر چلنے والا نظر نہیں آتا حالانکہ وہ
کہتے ہیں کیا ہم راہِ راست پر چلنے والے لوگ نہیں ہیں؟“

فَاحْجَرْنَاَهُمْ شَهْرًا كَرِيْتًا وَ كُنَّا فَوْقَهُمْ كَالْقَاهِرِينَ
”ہم نے پورا ایک مہینہ ان کا محاصرہ کیے رکھا اور ہم ان کے اوپر قہر برسانے والے لوگوں کی
طرح چھائے رہے۔“

نَرَاوَحُهُمْ وَ نَعْدُوا كُلَّ يَوْمٍ عَلَيْهِمْ فِي السِّلَاحِ مَدْبَجِينَ
”ہتھیاروں سے بالکل لیس ہم ہر روز ان کے اوپر صبح و شام گزرتے رہے۔“

بَايِدِينَا صَوَادِمُ مُرْهَفَاتٍ نَقْدُ بِهَا الْمَفَارِقَ وَالشُّوْنَا
”جبکہ ہمارے ہاتھوں میں کاٹ کر رکھ دینے والی تیز تلواریں تھیں جن کے ساتھ ہم ان کے
سروں اور کھوپڑیوں کے پر نچے اڑا رہے تھے۔“

كَانَ وَ مِيْضَهُنَّ مُعْرِيَاتٍ إِذَا لَاحَتْ بَايِدِيْ مُصْلِتِينَ

اور نہ اونٹوں کے چمڑے کی بنائی ہوئی زرہوں کی۔“

یعنی لوہے کی بنی ہوئی زرہوں کی موجودگی میں اونٹوں کے چمڑے کی بنی ہوئی زرہوں کی اور لوہے
کے نیزوں کی موجودگی میں سینگوں سے بنائے ہوئے نیزوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ الصیاصی سے
مراد سینگ ہیں۔ دورِ جاہلیت میں اہل عرب سینگوں سے نیزے بناتے تھے۔ شاعر کا قول ہے:

يَهْزِهُزُ صَعْدَةً جَرْدَاءَ فِيهَا نَقِيعُ السِّمِّ أَوْ قَرْنٌ مَحِيقُ
”وہ شخص ایک صاف شفاف نیزے کو لہرا رہا ہے جس پر یا تو زہر کا پانی چڑھا ہوا ہے یا اسے کسی
سینگ کے ساتھ گھیر دیا گیا ہے۔“

”سو نئے والوں کے ہاتھوں میں جب وہ تلواریں چمکتیں تو بے نیام ہونے کی حالت میں گویا ان کی چمک

وَمِیْضٌ عَقِیْقَةٌ لَمَعَتْ بَلِیْلٌ تَرَى فِیْهَا الْعَقَالِقَ مُسْتَبِیْنًا
رات کے وقت چمکنے والے اس بادل کی چمک کی طرح تھی جس میں پھٹے ہوئے بادل صاف نظر آتے ہیں۔“

فَلَوْلَا خَنْدَقٌ كَانُوا لَدَيْهِ لَدَمَرْنَا عَلَيْهِمْ أَجْنَعِينَا
”اگر یہ خندق نہ ہوتی جس کے قریب وہ لوگ موجود تھے تو ہم ان سب کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیتے۔“

وَلَكِنْ حَالٌ دُونَهُمْ وَ كَانُوا بِهِ مِنْ خَوْفِنَا مُتَعَوِّذِينَ
لیکن یہ خندق ان کے سامنے حائل ہو گئی اور وہ ہمارے ڈر سے اس کی پناہ لیے ہوئے تھے۔
فَإِنْ نَرُوحُلْ فَإِنَّا قَدْ تَرَكْنَا لَدَى آبَائِكُمْ سَعْدًا رَهِينًا
”پھر اگر ہم کوچ بھی کر رہے تھے تو بے شک ہم نے تمہارے گھروں کے پاس سعد کو موت کے لئے رہن رکھ دیا۔“

إِذَا جَنَّ الظَّلَامُ سَبَعَتْ نَوْحِي عَلَى سَعْدٍ يُرْجَعْنَ الْحَنِیْنَا
”جب رات کی تاریکی چھا جائے گی تو تم سعد پر نوحہ کرنے والی عورتوں کی آواز سن لو گے جو رونے میں ایک دوسرے سے سر مل رہی ہوں گی۔“

وَسَوْفَ نَزُودُكُمْ عَنَّا قَرِیْبٌ كَمَا ذُرْنَاكُمْ مُتَوَازِرِينَ
”جیسا کہ پہلے ہم تم سے باہمی تعاون کے ساتھ لڑ چکے ہیں عنقریب ہم پھر تمہارے ساتھ لڑیں گے۔“

بِجَنِّعٍ مِنْ كِنَانَةٍ غَيْرِ غُزَلٍ كَأَسَدِ الْغَابِ قَدْ حَمَتِ الْعَرِیْنَا
”بنی کنانہ کے ایک مسلح لشکر کے ساتھ جو جنگل کے ان شیروں کی طرح ہو گا جو اپنی کچھار کی حفاظت کر رہے ہوں۔“

ضرار کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار
ضرار کے ان اشعار کا جواب بنی سلمہ کے فرد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیا۔
انہوں نے یہ اشعار کہے:

وَسَائِلُهُ تُسَائِلُ مَا لَقِينَا وَ لَوْ شَهِدَتْ رَأَتْنَا صَابِرِينَا
”بہت سی پوچھنے والیاں پوچھتی ہیں کہ ہم (جنگ میں) کسی چیز سے دو چار ہوئے؟ اگر وہ
مشاہدہ کرتیں تو ہمیں (دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے) صابر پاتیں۔“

صَبْرُنَا لَا نَرَى لِلَّهِ عِدْلًا عَلَى مَا نَابَنَا مُتَوَكِّلِينَ
”ہم اللہ تعالیٰ کا کوئی مد مقابل نہیں پاتے بلکہ ہم نے اسی پر توکل کرتے ہوئے اپنے اوپر
آنے والی ہر مصیبت میں پورے صبر و استقلال سے کام لیا۔“

وَ كَانَ لَنَا النَّبِيُّ وَزِيرٌ صِدِّيقٍ بِهِ نَعْلُو الْبَرِيَّةَ أَجْمَعِينَ
”اور ہمارے لیے نبی کریم ﷺ حق و صداقت کے وزیر تھے، انہی کے توسل سے ہم
ساری مخلوق پر غلبہ حاصل کریں گے۔“

نُقَاتِلُ مَعْشَرًا ظَلَمُوا وَ عَقُوا وَ كَانُوا بِالْعَدَاوَةِ مُرْصِدِينَ
”ہم ایک ایسے گروہ کے ساتھ لڑتے رہیں گے جنہوں نے ظلم کیا اور نافرمانی کی اور جنہوں
نے محض عداوت کی بناء پر ہمارے خلاف جنگ کی تیاریاں کیں۔“

نُعَاجِلُهُمْ إِذَا نَهَضُوا إِلَيْنَا بِضَرْبٍ يُعْجِلُ الْمَتَسَرِّعِينَ
”جب وہ ہماری طرف بڑھتے تو ہم ایسی شمشیر زنی کے ساتھ ان سے سبقت لے جاتے جو
جلد بازوں کے اوپر بڑی تیزی سے چل رہی تھی۔“

تَرَانَا فِي فَضَافِضَ سَابِغَاتٍ كَعُذْرَانِ الْمَلَا مُتَسَرِّعِينَ
”تم دیکھ رہے تھے کہ ہم کھلے میدان کے تالابوں جیسی بھرپور زہوں میں ملبوس تھے۔“

وَ فِي آيَانِنَا بَيْضُ عِجْفَافٍ بِهَا نَشْفِي مَرَّاحَ الشَّاعِبِينَ
”اور ہمارے دائیں ہاتھوں میں ایسی ہلکی پھلکی چمکدار تلواریں تھیں جن کے ذریعے ہم ان
کے فتنہ پروروں اور شور و غوغا کرنے والوں کے اوچھے پن کو زائل کر رہے تھے۔“

بِبَابِ الْخَنْدَقَيْنِ كَانَ أَسَدًا شَوَابِكُهُنَّ يَحْمِيْنَ الْعَرِينَا
”خندق کے دروازے پر ایسے شیر جن کے متحد جتھے اپنی کچھاروں کی حفاظت کر رہے ہوں،

حضرت کعب کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے حضرت کعب کے اشعار میں یہ شعر ذکر کیا:

فَكُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَكَبِّرِينَ

گویا

فَوَارِسُنَا إِذَا بَكَرُوا وَ رَاحُوا عَلَى الْأَعْدَاءِ شَوْسًا مُغْلِبِينَ
ہمارے شہسوار تھے جب وہ نشان جنگ لگائے، غرور کی ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے صبح
وشام دشمن پر حملے کر رہے تھے۔

لِنَنْصُرَ أَحَدًا وَاللَّهِ حَتَّى نَكُونَ عِبَادَ صِدْقٍ مُخْلِصِينَ
”قسم بخدا (اس جنگ سے) ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم (سیدنا) احمد (مصطفیٰ ﷺ) کی مدد
کریں یہاں تک کہ ہم (اللہ تعالیٰ کے) سچے اور مخلص بندے بن جائیں۔“

و يَعْلَمَ أَهْلُ مَكَّةَ حِينَ سَارُوا وَ أَحْزَابُ أَتَوْا مُتَحَزِّبِينَ
”اور (دوسرا مقصد یہ تھا کہ) رخصت ہوتے وقت اہل مکہ اور وہ گروہ جو جتھے بندی کر کے
آئے تھے جان لیں

بِأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ لَهُ شَرِيكٌ وَأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ
کہ واقعی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست اور مددگار ہے۔“
فَمَا تَقْتُلُوا سَعْدًا سَفَاهًا فَإِنَّ اللَّهَ عَمْدُ الْقَادِرِينَ
”اگر تم نے حماقت سے حضرت سعد کو شہید کر بھی دیا تو (پھر کیا ہوا) اللہ تعالیٰ تو سب سے
بڑھ کر قدرت رکھنے والا ہے۔“

سَمُدَّحِلُهُ جَنَانًا طَيِّبَاتٍ تَكُونُ مَقَامَةً لِلصَّالِحِينَ
”وہ انہیں ایسے پاکیزہ باغات میں داخل فرمائے گا جو نیکو کاروں کا ٹھکانہ ہوں گے۔“
كَمَا قَدْ رَدَّكُمْ فَلَا شَرِيْدًا بَغِيْظِكُمْ عَزَايَا عَحَابِيْنَا
”جیسا کہ اس نے تمہیں ایسی حالت میں واپس بھگا دیا کہ تم شکست خوردہ، اپنے غصے میں
دھتکارے ہوئے، ذلیل و خوار اور خائب و خاسر ہو گئے۔“

عَزَايَا لَمْ تَنَلُّوْا قَمَّ عَحْوًا وَ كِذْتُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا دَامِرِيْنَا
”تم اس قدر ذلیل و خوار ہو گئے تھے کہ تمہیں وہاں سے کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی بلکہ قریب
تھا کہ تم ہلاک ہو جاتے۔“

مُتَكَبِّهِيْنَ الْكَمَّةُ کے باب افتعال سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ الکمہ کا معنی ہے اندھا
ہونا، اور آلَ کَمَّة کا ظاہر ترین معنی مادرِ زاد اندھا ہے۔ اس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے

بِرِّيْحٍ عَاصِفٍ هَبَّتْ عَلَّكُمْ فَكُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَكَبِّهِينَ
 ”اس شدید آندھی کے ساتھ (ہلاک ہو جاتے) جو تم پر چلی اور تم اس کے نیچے اندھے ہو گئے تھے۔“

ابن زبیری کے اشعار

غزوة خندق کے بارے میں عبداللہ بن زبیری سہمی نے یہ اشعار کہے:
 حَتَّى الدِّيَارِ مَحَا مَعَارِفَ رَسِيهَا طُولُ الْبِلَى وَ تَرَاوُحِ الْأَحْقَابِ
 ”ان گھروں کو سلام ہو جن کے جانے پہچانے نشانات طویل قدامت اور مرورِ زمانہ نے مٹا کر رکھ دیئے۔“

فَكَانَمَا كَتَبَ الْيَهُودُ رُسُومَهَا إِلَّا الْكَيْفَ وَ مَعْقِدَ الْأَطْنَابِ
 ”یوں لگتا ہے کہ یہ نشانات یہودیوں کی تحریر کے نشانات ہیں مگر اونٹوں کے باندھنے کی جگہ اور خیموں کی طنابیں انکانے کی جگہ باقی رہ گئی۔“

قَفْرًا كَأَنَّكَ لَمْ تَكُنْ تَلَهُوْ بِهَا فِي نِعَةِ بَاوَانِسِ أَتْرَابِ
 ”ایک چٹیل میدان (باقی رہ گیا) گویا کہ جہاں (اے شاعر) تم بچپن کے عیش و تنعم کے زمانے میں اپنے انس و محبت رکھنے والے ہجویوں کے ساتھ کبھی کھیلے ہی نہیں۔“

فَاتْرُكْ تَذَكُّرَ مَا مَضَى مِنْ عَيْشَةٍ وَ مَحَلَّةِ خَلْقِ الْمَقَامِ يَبَابِ
 ”اچھا اب جو زندگی گزر گئی اس کا اور اس جگہ کا ذکر چھوڑ دو جہاں ٹھہرنے کا مقام اب خالی اور چٹیل ہے۔“

وَاذْكُرْ بَلَاءَ مَعَاشِرٍ وَاشْكُرْهُمْ سَارُوا بِأَجْعِهِمْ مِنْ الْأَنْصَابِ
 ”اور ان گروہوں کا ذکر کرو اور شکر کرو جو سب کے سب مل کر مقدس پتھروں سے چل پڑے تھے۔“

أَنْصَابِ مَكَّةَ عَامِدِينَ لِيَقْرَبَ فِي دِي غِيَاظِلَ جَحْفَلِ حَبِجَابِ
 ”یعنی مکہ کے پتھروں سے یثرب کے ارادے سے ایک ایسے عظیم الشان اور کثیر التعداد لشکر کی صورت میں

مراد وہ شخص ہے جسے رات کو کچھ بھی دکھائی نہ دیتا ہوں۔ یہ قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے۔

يَذْعُ الْحُزُونَ مَنَاجِيَا مَعْلُومَةً فِي كُلِّ نَشْرِ ظَاهِرٍ وَ شِعَابٍ
جو ہر بلند اور پست زمین میں موجود بلند اور نمایاں راستوں پر اپنے آثار چھوڑتا چلا جا رہا تھا۔

فِيهَا الْجِيَادُ شَوَازِبَ مَجْنُونَةٍ قُبُ الْبَطُونِ لَوَاحِقُ الْأَقْرَابِ
”ان گروہوں میں ایسے پتلی کروالے گھوڑے گھوڑیاں چلائے جا رہے تھے جن کے پیٹ دبے اور جن کی کوکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔“

مِنْ كُلِّ سَلْبَةٍ وَ أَجْرَدَ سَلْبٍ كَالسَّيِّدِ بَادَرِ غَفْلَةِ الرُّقَابِ
”جو دراز قامت اور کم موٹھے ایسے بھیڑیے کی مانند جو گھات میں بیٹھے ہوئے شکاری کی غفلت سے جھپٹ کر نکل جائے۔“

حَمِشٌ عُمَيْنَةٌ قَاصِدٌ بِلَوَائِهِ فِيهِ وَ صَخْرٌ قَائِدُ الْأَحْزَابِ
”وہ ایسا لشکر تھا جس میں عینہ اپنا جھنڈا اٹھائے جا رہا تھا اور اس میں تمام گروہوں کا قائد صخر (ابوسفیان) بھی شریک تھا۔“

قَوْمَانِ كَالْبَذَرَيْنِ أَصْبَحَ فِيهِمَا غَيْثُ الْفَقِيرِ وَ مَعْقِلُ الْهَرَابِ
یہ دونوں جو انمرد چودھویں رات کے چاند کی مانند تھے جن میں حاجت مند کی فریاد سننے اور حاجت پوری کرنے اور راہ فرار اختیار کرنے والوں کو باندھنے اور روکنے جیسی صفات موجود تھیں
حَتَّى إِذَا وَرَدَا الْمَدِينَةَ وَارْتَدَّوْا لِلْمَوْتِ كُلُّ مُجَرَّبٍ قَضَابٍ
”یہاں تک کہ جب یہ دونوں مدینہ پہنچے اور انہوں نے موت کے لیے ہر کاٹ دینے والی آزمودہ تلوار کو گلے میں لٹکائے رکھا

شَهْرًا وَ عَشْرًا قَاهِرِينَ مُحَمَّدًا وَ صَحَابَهُ فِي الْحَرْبِ عَمَرَ صَحَابِ
ایک مہینہ دس دن تک محمد (ﷺ) پر غلبہ کیے ہوئے حالانکہ ان کے ساتھی جنگ میں بہترین ساتھی تھے

نَادَوْا بِوَحْلَتِهِمْ صَبِيحَةَ قُلْتُمْ كَيْدًا نَكُونُ بِهَا مَعَ الْخِيَابِ
تو انہوں نے اس صبح اپنی کوچ کی منادی کی جس کے بارے میں تم کہتے تھے کہ قریب تھا کہ ہم اس صبح خائب و خاسر لوگوں کے ساتھ ہو جاتے۔“

لَوْ لَا الْغَضَائِقُ غَادَرُوا مِنْ حَنِينِهِمْ قَتْلَى لَطَمٍ سَغْبٍ وَ ذَنْبٍ

”اگر یہ خندقیں حائل نہ ہوتیں تو یہ لوگ (کفار) مسلمانوں کی جمعیت سے بہت سے لوگوں کو قتل کر کے بھوکے پرندوں اور بھیڑیوں کے لئے چھوڑ جاتے۔“

ابن زبیری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیا۔ آپ نے فرمایا:

هَلْ رَسَمُ دَارِسَةَ الْمُقَامِ يَبَابِ مُتَكَلِّمٍ لِّمَحَاوِرٍ بِجَوَابِ

”کیا ایک ایسے دیار کے نشانات جہاں ٹھہرنے کا مقام مٹ چکا ہے اور وہ اب چٹیل ہو چکا

ہے، ایک ایسے شخص سے ہم کلام ہونا چاہتے ہیں جو دو بدو جواب دینے والا ہے۔“

قَفَرٌ عَفَا رَهْمُ السَّحَابِ رُسُومُهُ وَ هُبُوبٌ كُلِّ مُطَلَّةٍ مِرْبَابِ

”وہ ایسا چٹیل میدان ہے جس کے نشانات کو بادل کی مسلسل بارشوں نے اور جم کر برسنے

والی بوند اباندی کی پھوہاروں نے مٹا کر رکھ دیا ہے۔“

وَ لَقَدْ رَأَيْتُ بِهَا الْحُلُولَ يَزِينُهُمْ بَيْضُ الْوُجُوهِ قَوَاقِبُ الْآخْسَابِ

”بے شک میں نے اس دیار میں ایسے گھر دیکھے جنہیں روشن چہرے اور روشن اخلاق مزین

کیا کرتے تھے۔“

فَدَعِ الدِّيَارَ وَ ذَكَرَ كُلِّ عَرِيذَةٍ بَيْضَاءِ أُنْسِهِ الْحَدِيثِ كَعَابِ

”لیکن اب اس دیار کو چھوڑ دو اور ان ابھرے ہوئے سینوں والی، شیریں کلام، گوری اور

نازک اندام عورتوں کا ذکر بھی چھوڑ دو۔“

وَأَشْكُ الْهَوْمَ إِلَى إِلَهِهِ وَ مَا تَرَى مِنْ مَعْشَرٍ ظَلَمُوا الرُّسُولَ غَضَابِ

”اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے غموں کی اور ان تکلیف دہ چیزوں کی شکایت کرو جو تم اس

غضبناک گروہ کے اندر دیکھتے ہو جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ظلم کیا۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق بحث

ان اشعار میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے:

وَ جَنُودَ رَبِّكَ سَيِّدِ الْأَرْبَابِ

اس شعر میں اس شخص کی دلیل ہے جس کا دعویٰ ہے کہ السَّيِّدُ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

لیکن اکثر علماء نے دعا میں يَا سَيِّدِي کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے اور

سَارُوا بِأَجْنَعِهِمْ إِلَيْهِ وَالْبُؤَا أَهْلَ الْقُرَىٰ وَ بَوَادِي الْأَعْرَابِ
 ”ان سب نے مل کر رسول اللہ ﷺ پر ہلہ بول دیا اور اپنے ساتھ شہر اور دیہات کے بھی
 لوگوں کو اکٹھا کر لیا۔“

جَيْشٌ عُمَيْنَةُ وَأَبْنُ حَرْبٍ فِيهِمْ مَّتَحَيِّطُونَ بِحَلْبَةِ الْأَحْزَابِ
 ”وہ ایسا لشکر تھا جس میں عینہ اور سفیان بن حرب موجود تھے اور جس میں مختلف گروہوں
 کے مسابقت کرنے والے گھوڑوں کے ساتھ غرور و تکبر کرنے والے لوگ شامل تھے۔“

حَتَّىٰ إِذَا وَرَدُوا الْمَدِينَةَ وَارْتَجَوْا قَتْلَى الرَّسُولِ وَ مَغْنَمَ الْأَسْلَابِ
 ”یہاں تک کہ جب یہ لشکر مدینے پہنچے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کے قتل اور لوٹ مار
 کے مال کی امیدیں لگائیں۔“

وَ غَدَاوًا عَلَيْنَا قَادِرِينَ بِأَيْدِيهِمْ رَدُّوْا بِغَيْظِهِمْ عَلَى الْأَعْقَابِ
 ”اور محض اپنی قوت بازو کے بھروسے پر ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں ان کے غصے کے
 ساتھ ہی اٹے پاؤں پھیر دیا گیا۔“

بِهَيِّوْبٍ مُّغْصِفَةٍ تُفَرِّقُ جَمْعَهُمْ وَ جُنُودَ رَبِّكَ سَيِّدِ الْأَرْبَابِ
 ”ایسی سخت آندھی کے جھونکوں کے ذریعے جو ان کی جمعیت کو تتر بتر کر رہی تھیں اور تیرا رب جو

ایک ایسی حدیث سے دلیل پکڑی ہے جس کی سند قوی نہیں۔ وہ یہ کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو
 یوں مخاطب کیا: يَا سَيِّدُ تَوْحِيدٍ ﷺ نے فرمایا اَلْسَيِّدُ اللّٰهُ کہ سید تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اس طرح کے وہ اسماء جن سے تعریف اور تعظیم مراد ہوتی ہے ان میں قاضی کا مذہب یہ ہے کہ ان
 میں سے جن کے متعلق نبی وارد نہ ہو یا جن کے ساتھ دعائے مانگنے پر امت کا اجماع نہ ہو، ان کے ساتھ
 اللہ تعالیٰ کا ذکر جائز ہے۔ جیسا کہ امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فقیہ، عاقل اور مخی نہیں کہا جائے گا
 اگرچہ ان اسماء میں تعریف پائی جا رہی ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا السید کے متعلق میرا قول یہ ہے کہ یہ ایک ایسا اسم ہے جس میں اعتبار
 اضافت کا ہوتا ہے کیونکہ یہ اپنی اصل وضع میں اپنے مضاف الیہ کا بعض ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ فُلَانٌ
 سَيِّدُ قَوْمٍ فلاں قبیلہ قیس کا سردار ہے۔ لیکن یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب فلاں اسی قبیلے کا فرد ہو
 لیکن قبیلہ قیس کے فرد کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ هُوَ سَيِّدُ قَوْمٍ کہ وہ قبیلہ تمیم کا سردار ہے کیونکہ وہ
 تمیم کا ایک فرد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے کہ هُوَ سَيِّدُ النَّاسِ، سَيِّدُ

سید الارباب ہے کی فوجوں کے ذریعے (یعنی فرشتوں کے ذریعے انہیں لئے پاؤں پھیر دیا گیا)۔
 فَكَفَى الْإِلَٰهَ الْمُؤْمِنِينَ قِتَالَهُمْ وَ أَثَابَهُمْ فِي الْآخِرِ خَيْرَ ثَوَابٍ
 ”پس اللہ تعالیٰ مومنین کی طرف سے ان کفار کے ساتھ لڑائی کے لئے کافی ہو گیا اور انہیں
 بہترین اجر و ثواب بھی عطا فرمایا

مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا فَفَرَّقَ جَمْعَهُمْ تَنْزِيلُ نَصْرِ مَلِيكِنَا الْوَهَّابِ
 بعد اس کے کہ مسلمان مایوس ہو چکے تھے لیکن ہمارے مالک خدائے وہاب کی مدد و نصرت
 کے نزول نے کفار کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔“

وَ أَقَرَّ عَيْنَ مُحَمَّدٍ وَ صَحَابِهِ وَ أَذَلَّ كُلَّ مُكَذِّبٍ مُّرْتَابٍ
 ”اور اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ کی آنکھیں ٹھنڈی کر
 دیں اور ہر اس جھٹلانے والے، شک کرنے والے شخص کو ذلیل و خوار کر دیا

عَاتِي الْفُؤَادِ مَوْقِعِ ذِي رِيَّةٍ فِي الْكُفْرِ لَيْسَ بِطَاهِرِ الْآثَوَابِ
 جو انتہائی سنگدل، مصیبتوں اور تذبذب کا شکار تھا اور کفر میں اس حد تک گیا گزرا تھا کہ اس

الْمَلَانِكَةِ کہ وہ لوگوں کا یا فرشتوں کا سردار ہے بلکہ یوں کہا جائے گا هُوَ رَبُّهُمْ کہ وہ ان کا رب ہے اور
 جب آپ یہ کہیں هُوَ سَيِّدُ الْآرِبَابِ وَ سَيِّدُ الْكُرَمَاءِ تو یہ جائز ہے کیونکہ اس کا معنی ہے هُوَ أَكْرَمُ
 الْكُرَمَاءِ وَ أَعْظَمُ الْآرِبَابِ۔ یعنی وہ تمام کریموں سے بڑا کریم اور تمام ارباب سے عظیم ترین ہے،
 پھر اللہ تعالیٰ کے لئے رب کا اسم مشتق کیا جاتا ہے اور اسے ربوبیت کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے نہ کہ
 سؤدد (سرداری) کے ساتھ کیونکہ سرداری کی صفت اللہ تعالیٰ کے لئے بطور اطلاق نہیں۔ حضرت حسان
 رضی اللہ عنہ نے جن اشعار میں رسول اللہ ﷺ کا مرثیہ کہا ان میں ہے:

يَا ذَا الْجَلَالِ وَ ذَا الْعَلَا وَالسُّودِ

”اے بزرگی کے مالک اور بلندی اور سرداری کے مالک۔“

یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ رب کریم کا وصف بیان کر رہے ہیں لیکن ان اسماء کے ذاتِ باری
 تعالیٰ پر اطلاق کے متعلق اس کے سوا کوئی اور دلیل نہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ اسماء سنیں اور ان پر انکار نہ
 فرمائیں جس طرح حضور ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار سنے اور انکار نہ فرمایا۔ حضرت
 کعب نے اللہ تعالیٰ کا اسی طریقے پر وصف بیان کیا جو ہم نے پہلے ذکر کیا اور اس معنی پر بیان کیا جس کی
 ہم نے وضاحت کی۔

کے کپڑے بھی پاک نہ تھے۔

عَلِقَ الشَّقَاءُ بِقَلْبِهِ فَفُؤَادُهُ فِي الْكُفْرِ اخِرَ هَذِهِ الْآخَقَابِ
بدبختی اس کے دل کے ساتھ چمٹ گئی، پس کفر میں اس کا دل اس زمانے کا آخری دل ہے۔

ابن زبیری کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

ابن زبیری کے ان اشعار کا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا:

أَبْقَى لَنَا حَدَثُ الْحُرُوبِ بَقِيَّةً مِنْ خَيْرِ نَحْلَةٍ رَبَّنَا الْوَهَابِ
”جنگوں کے وقوع نے ہمارے لیے ایسے اموال چھوڑے ہیں جو ہمارے سب کچھ بہت زیادہ دینے والے پروردگار کے بہترین عطیات میں سے ہیں۔“

بَيْضَاءُ مُشْرِفَةُ الذَّرَى وَ مَعَاظِنَا حُمُّ الْجُدُوعِ غَزِيرَةٌ الْآحْلَابِ
”یعنی بلند گنکروں والے خوبصورت قلعے اور پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں کی مانند نخلستان جن کے اندر اونٹوں کی سیاہ گردنوں کی طرح کھجوروں کے سیاہی مائل درخت ہیں اور بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹیوں کی طرح بے شمار پھل ہیں۔“

كَالْلُوبِ يَبْدُلُ جَنَاحَهَا وَ حَفِيلُهَا لِلْجَارِ وَأَبْنِ الْعِمِّ وَالْمُنْتَابِ
” (یہ نخلستان) سیاہ پتھروں والی زمین کی طرح ہیں جن کا جمع کیا ہوا اکثر پھل پڑوسیوں، چچا کے بیٹوں اور مہمانوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

بَيْضَاءُ مُشْرِفَةُ الذَّرَى وَ مَعَاظِنَا

مُشْرِفَةُ الذَّرَى سے مراد قلعے ہیں اور مَعَاظِنَا سے مراد پانی کے قریب نخلستان ہیں۔ آپ نے ان نخلستانوں کو پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں (معاظن الابل) کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ آپ کا قول ہے: حُمُّ الْجُدُوعِ۔ آپ نے کھجوروں کو سیاہی (الحمۃ) کے ساتھ متصف کیا کیونکہ کھجوروں کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے اور جو پھل وہاں سے چنے جاتے ہیں انہیں دودھ ہوئے دودھ (حلب) کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا غَزِيرَةُ الْآحْلَابِ۔

آپ کا قول ہے: كَالْلُوبِ۔ اللُّوبُ لُوبَةٌ کی جمع ہے اور اللَّالِبُ لَابَةٌ کی جمع ہے۔ یہ سیاہ پتھروں

و نَزَائِعًا مِّثْلَ السِّرَاحِ نَمَى بِهَا عَلَفَ الشَّعِيرِ وَ جَزْءُ الْبِقْضَابِ
”اور چراغ کی مانند چمکنے والے عربی گھوڑے جن کے کھانے کی وجہ سے جو کا چارہ اور
درانتی سے کاٹی ہوئی گھاس غائب ہو جاتی ہے۔“

والے قطعہ زمین کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَا بَيْنَ لَا بَتَمَّهَا مِثْلُ فَلَانٍ یعنی ان دونوں سیاہ پتھروں
والے قطعوں کے درمیان فلاں کی مثل کوئی شخص نہیں۔ لیکن یہ ہر شہر میں نہیں کہا جاتا۔ ایک شخص نے
کچے بچے والی حدیث میں ایک کلمہ غلطی سے پڑھا۔ اس نے کہا: إِنَّهُ يَظَلُّ مُحَبِّطُنَا عَلَى بَابِ
الْجَنَّةِ (یعنی وہ بچہ جنت کے دروازے پر غصہ میں بھرا ہوا رہا رہے گا)۔ اسے حضرت شیب بن شیبہ
نے کہا یہ کلمہ ظاء منقوطہ کے ساتھ (مُحَبِّطُنَا) ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا تمہیں غلطی ہوئی یہ تو ظاء کے
ساتھ ہے۔ ایک رجز پڑھنے والے نے کہا:

إِنِّي إِذَا اسْتَنْشَدْتُ لَا أَحْبَبْتُ وَلَا أَحْبَبْتُ كَثْرَةَ التَّطَيُّ
”بے شک میں جب شعر پڑھنے کا مطالبہ کرتا ہوں تو نہ تو غصے سے بھر جاتا ہوں اور نہ بہت زیادہ
غرور و تکبر کو پسند کرتا ہوں۔“

شیب نے اسے کہا: اَتَدْرِي مَا بَيْنَ لَا بَتَمَّهَا أَفْصَحُ مِنِّي ”کیا تم مجھے غلط قرار دیتے ہو
حالانکہ ان دو پتھروں والی زمینوں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں۔“ اس شخص نے آپ سے
کہا: ”یہ دوسری غلطی ہے کیا بصرہ کے لئے بھی لاجتین ہیں؟ لاجتین تو مدینہ اور کوفہ کے لئے ہیں۔
حضرت کعب کا قول ہے: يَبْدُلُ جَمْعَهَا وَ حَفِيلُهَا یعنی اس میں سے کثیر پھل۔ اور الْمُنْتَابِ
ملاقات کے لئے آنے والے مہمان کو کہتے ہیں۔ یہ نَابَ يَنْوُبُ کے باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ
ہے، نَابَ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی کے ہاں آکر اتر پڑے۔“

آپ کا قول ہے: وَ نَزَائِعًا مِثْلَ السِّرَاحِ اس سے مراد وہ عربی النسل گھوڑے ہیں جو دشمن سے
چھینے گئے ہوں۔ اور مِثْلَ السِّرَاحِ جیم کے ساتھ ہے۔ اصل میں اس طرح مذکور ہے یعنی ان گھوڑوں
میں سے ہر ایک چراغ کی مانند ہے۔ حاشیے میں یہ لفظ حاء کے ساتھ مذکور ہے۔ محشی نے اس کی
وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سِرْحَان کی جمع ہے جو بھیڑیے کو کہتے ہیں۔ یہ جمع صرف اس تقدیر
پر جائز ہے کہ اسم سے دونوں زائد حروف الف اور نون حذف کر دیے جائیں۔ اگر آپ اس کے اصل
الفاظ کی بناء پر جمع لاتے تو آپ سَرَاحِينَ کہتے۔

عَرَى الشَّوَى مِنْهَا وَ ارْدَفَ نَحْضَهَا جُرْدُ الْمُتَوْنِ وَ سَائِرِ الْآرَابِ
 ”ان کی ٹانگیں تنگی ہو گئیں اور ان کی پیٹھوں اور تمام جوڑوں پر بال کم ہونے کی وجہ سے ان کا گوشت چڑھ گیا۔“

قَوْدًا تَرَاخَ إِلَى الصَّيَاحِ إِذَا غَدَتْ فَعَلَ الصِّرَاءُ تَرَاخَ لِلْكَلَابِ
 ”یہ گھوڑے دراز قامت ہیں جب وہ صبح کرتے ہیں تو اسی طرح ہنہانے کی آواز نکال کر خوش ہوتے ہیں جس طرح شکاری کتے اپنے شکاریوں کو دیکھ کر خوشی سے آواز نکالتے ہیں۔“
 وَ تَحُوْطُ سَائِمَةُ الدِّيَارِ وَ تَادِرَةُ تُرْدِي الْعِدَى وَ تَتَوَّبُ بِالْأَسْلَابِ
 ”اور یہ گھوڑے سارے دیار میں چرنے کے لئے گھومتے ہیں اور کبھی دشمن کو ہلاک کرتے ہیں اور مالی غنیمت لے کر واپس آ جاتے ہیں۔“

حَوْشُ الْوَحُوشِ مُطَارَةٌ عِنْدَ الْوَعَى عُبْسُ الْإِلْقَاءِ مُبَيِّنَةُ الْإِنْجَابِ
 ”وحشی جانوروں سے بدکنے والے، جنگ میں انتہائی سبک رفتار، مقابلہ کے وقت ترش رو اور شریف النسل گھوڑے ہیں۔“

عَلِفَتْ عَلَى دَعَا فَصَارَتْ بُدْنًا دُخَسَ الْبَضِيعُ خَفِيفَةً الْآقْصَابِ
 ”انہیں آسائش اور آسودگی سے چارا دیا گیا چنانچہ وہ بہت موٹے تازے، پر گوشت اور ہلکی

آپ کا قول ہے: وَجَزَةُ الْبِقْضَابِ۔ مقضاب ایک کھیتی ہے اور جزۃ سے مراد وہ چارہ جو گھوڑوں کے لئے اس کھیتی میں سے کاٹ کر رکھ لیا جائے۔

آپ کا قول ہے: عَرَى الشَّوَى مِنْهَا۔ الشَّوَى سے مراد ٹانگیں ہیں۔ النَحْصُ کا معنی گوشت ہے اور الآرَاب سے مراد ہڈیوں کے جوڑ ہیں، یہ اِرْب کی جمع ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعِ أَرَابٍ ”مجھے حکم دیا گیا کہ میں سات جوڑوں پر سجدہ کروں۔“

آپ کا قول ہے: قَوْدًا یعنی ان گھوڑوں کی گردنیں لمبی ہیں۔ الصِّرَاءُ کا معنی ہے شکاری کتے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ قَيْسًا ضِرَاءَ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ ”بے شک قیس قبیلہ کے لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے شکاری جانور ہیں۔ یعنی اللہ کے شکاری شیر ہیں۔ اور الْكَلَابِ کلاب کی جمع ہے، اور یہ کتوں کا مالک ہے جو کتوں کے ساتھ شکار کرتا ہو۔“

آپ کا قول ہے: عُبْسُ الْإِلْقَاءِ۔ یہ عُبُوس (ترش رو) کی جمع ہے۔

آپ کا قول ہے: دُخَسَ الْبَضِيعِ۔ البضیع گوشت کے لمبے ٹکڑے کو کہتے ہیں اور دُخِيس سے

آنتوں والے ہو گئے۔“

يَغْدُونَ بِالزَّغْفِ الْمَضَاعِفِ شَكَّهُ وَ بِمُتْرَصَاتٍ فِي الثَّقَافِ صِيَابٍ
”ان گھوڑوں کے سوار دوہری بنی ہوئی زرہوں میں ملبوس ٹھیک نشانے پر لگنے والے
سیدھے ٹھوس نیزے لے کر صبح سویرے حملہ آور ہو رہے تھے۔“

وَ صَوَارِمٍ نَزَعَ الصِّيَاقِلُ غُلْبَهَا وَ بِكُلِّ أَرْوَعٍ مَاجِدٍ الْإِنْسَابِ
اور ایسی تیز تلواریں لے کر (حملہ آور ہو رہے تھے) جن کے رنگ اور خشونت کو صیقل کرنے
والوں نے صاف کر دیا تھا اور ان سواروں میں ہر سوار شریف النسل اور دل کو موہ لینے والا تھا۔
يَصِلُ الْيَمِينَ بِمَارِنٍ مُتْقَارِبٍ وَكَلْتُ وَقِيعَتُهُ إِلَى خَبَابٍ
”جو اپنے دائیں ہاتھ میں ایک ایسا لچکدار نیزہ تھامے ہوئے تھے جس کے بنانے کا کام
ایک لوہار کے سپرد کیا گیا تھا۔“

وَ أَغْرَ أَزْدَقَ فِي الْقَنَاءِ كَانَهُ فِي طُخْيَةِ الظُّلْمَاءِ ضَوْءُ شَهَابٍ
”اور ایسی صاف شفاف سنان کے ساتھ حملہ آور تھا جو گویا رات کی انتہائی سخت تاریکی میں

مراد کثیر گوشت ہے۔

آپ کا قول ہے خَفِيفَةُ الْأَقْصَابِ۔ اقْصَابُ قُصْبِ كِي جَمْعُ هِيَ جَسَ كَا مَعْنَى آنت هِيَ، اِسى
سے جزا كو قصاب کہتے ہیں۔

آپ کا قول ہے: يَغْدُونَ بِالزَّغْفِ۔ الزَّغْفُ سے مراد زرہیں ہیں۔

آپ کا قول ہے: شَكَّهُ لَعْنَى زَرْهَوْنَ كے حلقے اور ان كى بنائى۔ آپ کا قول ہے:

بِمُتْرَصَاتٍ فِي الثَّقَافِ صِيَابٍ

مُتْرَصَاتِ كَا مَعْنَى هِىَ مُضْبُوطٌ، اِس سے مراد سیدھے مضبوط نیزے ہیں۔

آپ کا قول ہے: نَزَعَ الصِّيَاقِلُ غُلْبَهَا۔ غُلْبَهَا سے مراد تلواروں كى سختى اور ان كى كجى كى خشونت

ہے۔ كہا جاتا ہے: غَلَبَ اللَّحْمُ لَعْنَى گوشت سخت ہو گیا اور غَلَبَ النَّبَاتُ لَعْنَى پودا خشك ہو گیا۔

آپ کا قول ہے: بِمَارِنٍ مُتْقَارِبٍ۔ مَارِنُ لَعْنَى نرم و نازك، وَقِيعَتُهُ لَعْنَى نیزے كو صيقل كرنا

اور خباب صيقل كرنے والے كا نام ہے۔

آپ کا قول ہے: وَ أَغْرَ أَزْدَقَ۔ اِس سے مراد نیزہ ہے۔ طُخْيَةُ الظُّلْمَاءِ لَعْنَى اندھیرے كى

شدت اور طُخَاءُ الْقَلْبِ سے مراد دل كى تاریكى ہے۔ اِسى سے ہى كے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ

شہاب ثاقب کی روشنی تھی۔“

وَ كَتَبَتْ يَنْفَى الْقِرَانَ قَتِيرَهَا وَ تَرُدُّ حَدَّ قَوَاجِدِ الشَّابِ
”اور وہ ایسا لشکر لے کر (حملہ آور ہوئے) جن کی زرہوں کی میخوں کے سر نیزوں کی نفی کر دیتے تھے اور رانوں میں لگنے والے نیزوں کی دھار میں لوٹا دیتے تھے۔“

جَاوَى مُدْلِلَةً كَانَ دِمَاحَهَا فِي كُلِّ مَجْمَعَةٍ ضَرِيْبَةٌ غَاب
”اس لشکر کے ہجوم کی تاریکی اتنی زیادہ تھی کہ اس کے نیزے ہر مجمع میں گویا جھاڑی میں جلتی ہوئی لکڑی تھے۔“

يَاوَى إِلَى ظِلِّ اللِّوَاءِ كَانَهُ فِي صَعْدَةِ الْخَطِي فِي عَقَابِ
”وہ لشکر اپنے جھنڈے کے سائے تلے پناہ لے رہا تھا تو یوں لگ رہا تھا گویا وہ سیدھے نیزوں میں باز کا سایہ ہے۔“

أَعْمَتْ أَبَا كَرِبٍ وَ أَعْمَتْ تَبْعًا وَابَتْ بَسَالَتَهَا عَلَى الْأَعْرَابِ
”اس لشکر نے ابو کرب (یمن کے بادشاہ) کو بھی تھکا دیا اور تبع (شاہِ یمن) کو بھی اور اس کی

والسلام کا ارشاد ہے: إِنَّهُ يَذْهَبُ بِطَخَاءِ الْقَلْبِ ”یہ دل کی تاریکی کو ختم کر دیتی ہے۔“
حضرت کعب کا قول ہے۔

جَاءَتْ سَخِيْنَةٌ كَتَى تَغَالِبَ رَبَّهَا

سخینہ قریش کے قدیم اسماء میں سے ایک نام ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ قصی کے زمانہ میں جب مکہ میں کوئی جانور ذبح کیا جاتا یا کسی اونٹ کو نحر کیا جاتا تو اس کی سرین کا گوشت قصی کے پاس لایا جاتا اور اس کے ساتھ خزیرو تیار کیا جاتا۔ یہ وہ گوشت ہے جو گندم کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کو کھلایا جاتا، اس بناء پر قریش کو سخینہ (آٹے سے تیار کیا ہوا کھانا کھانے والے) کہا جانے لگا۔ ایک قول یہ ہے کہ اہل عرب جب قحط زدہ ہو جاتے تو دیگر لوگ تو علھز یعنی دبر (بلی سے چھوٹا ایک جانور) اور خون کھاتے جبکہ قریش خزیرو اور فتنہ (کثیر کھجوریں) کھاتے۔ اس پر لوگ ان سے حسد کرنے لگے اور انہیں سخینہ کا لقب دیا۔ قریش اس لقب کو ناپسند نہیں کرتے تھے، اگر وہ ناپسند کرتے ہوتے تو حضرت کعب اپنے اشعار میں اس لقب کا ذکر مناسب نہ سمجھتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی قبیلہ قریش سے ہیں۔ اس لئے آپ نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے ترک کر دیتے۔ عبد الملک بن مروان نے خود یہ شعر سننے کا مطالبہ کیا تھا جو ہوا زنی نے قریش کے بارے میں کہا:

شہادت، بہادری نے طاقتور دیہاتی باشندوں کا منہ بھی پھیر دیا۔“

وَ مَوَاطِنَ مِّنْ رَّبِّكَ يُنَادِي بِهَا بِلسَانٍ أَوْحَىٰ طَيْبِ الْأَثْوَابِ
”اور زمینیں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن چہرے والی، پاکدامن اور پاکیزہ ذات کی

زبان مبارک پر ایسے مواعظ و نصائح ملے جن کے ذریعے ہماری رہنمائی ہوتی ہے

عَرِضْتُ عَلَيْكَ فَأَسْتَغْفِرُكَ وَكُنَّا مِنْ بَعْدِ مَا عَرِضْتُ عَلَيْكَ الْأَحْزَابِ

اس کے بعد کہ یہ مواعظ و نصائح قبائل کے ان گروہوں کے سامنے پیش کئے گئے تھے جب

ہمارے سامنے پیش کئے گئے تو ہم نے انہیں انتہائی شوق سے یاد رکھا۔“

جَعَلْنَا لِيَرَاكَ الْفَجْرُ مَوْنًا بِرُغْمِهِمْ حَرْجًا وَ يَفْهَمُهَا ذَوُو الْأَلْبَابِ

”اور ہمیں ایسی حکمت و دانائی کی باتیں میں جنہیں مجرم بزمِ خویش باعثِ حرج خیال کرتے

ہیں لیکن صاحبانِ قتل و دواش انہیں اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں۔“

جَاءَتْ سَخِينَةُ كَتَىٰ تَغَالِبَ رَبِّهَا فَلْيَغْلِبَنَّ مُغَالِبُ الْغُلَابِ

”یہ قریش اس خیال سے آئے تھے کہ غلبہ حاصل کرنے میں اپنے رب سے مقابلہ کریں

لیکن سب سے غالب ذات کے ساتھ مقابلہ کرنے والا ضرور مغلوب ہو کر رہتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھ سے ایک قابلِ اعتماد شخص نے بیان کیا، اس نے کہا مجھ سے

حضرت عبدالملک بن یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا کہ جب حضرت کعب بن

مالک رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

جَاءَتْ سَخِينَةُ كَتَىٰ تَغَالِبَ رَبِّهَا فَلْيَغْلِبَنَّ مُغَالِبُ الْغُلَابِ

تو رسول اللہ نے فرمایا: لَقَدْ شَكَرَكَ اللَّهُ يَا كَعْبُ عَلَىٰ قَوْلِكَ هَذَا ”اے

کعب! تمہارے اس شعر پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بدلہ عطا فرمایا ہے۔“

يَا شَدَّةَ مَا شَدَدْنَا غَيْرَ كَاذِبَةٍ عَلَىٰ سَخِينَةَ لَوْ لَا اللَّيْلُ وَالْحَرَمُ

”ہائے وہ حملہ جو ہم نے کیا وہ سَخِينہ (قریش) پر جھوٹا نہ ہوتا اگر رات اور حرم کی زمین نہ ہوتی۔“

یہ سن کر عبدالملک نے کہا: یہ شعر اس سے زیادہ کچھ نہیں جو اس نے استثناء کی ہے۔ عبدالملک نے

سَخِينہ کا لقب سننا ناپسند نہ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لقب قریش کے نزدیک نہ ناپسندیدہ تھا اور نہ

اس میں کوئی ایسی عار تھی جو کراہت کا باعث ہوتی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن الحارث سے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق سے پہلے یہ اشعار کہے تھے:

مَنْ سَرَدَ ضَرْبَ يَمْعَةٍ بَعْدَ كَمْعَةٍ الْوَكَاةِ الْمَخْرُوقِ
 ”جس شخص کو شمشیر زنی کی ایسی جھکا رہندے ہو تو اوروں کے ہاتھم گرانے سے اس طرح
 پیرا ہوتی ہے جس طرح جتے ہوئے بانسوں کے پنچنے کی آواز آتی ہے

فَلْيَاتِ مَأْسَدُؤُ تَسْنُ سَيُوقُهَا بَيْنَ الْمَذَا وَ بَيْنَ جَذَعِ الْخُنْدَقِ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا دوسرا قصیدہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے دوسرے قصیدہ میں ہے:

مَنْ سَرَدَ ضَرْبَ يَمْعٍ بَعْدَ كَمْعَةٍ

الْمَغْنَمَةُ بَانَسٌ وَغَيْرُهُ بَرْبُ بَرْبٍ أَوْ كَثِيرُ نَكْرِيَّوْنَ فِي مِثْلِ بَوْنِي آكٍ كِي آوَارَ بَے اور الْكَلْحَبَةُ
 بَارِكٌ فِي مِثْلِ بَوْنِي آكٍ كِي آوَارَ بَے جیسے جہاں وغیرہ۔ اور الْقَطْمِطَةُ اِلْتَنَ كِي آوَارَ بَے۔ اسی
 طرح غُرُغُورٌ اور جَعْبَجَعٌ جی کی آواز ہے اور دَوْدَبَةُ وَتَمُولُ كِي آوَارَ بَے۔

حضرت کعب کا قول ہے: الْآبَاءُ۔ اس کا معنی بانس ہے، اس کا واحد أَبَاءٌ ہے۔ اس میں دوسرا
 ہمزہ یا، کا بدل ہے۔ یہ ابن جنی کا قول ہے کیونکہ اس کے نزدیک یہ الْآبَاءُ (انکار کرنا) سے مشتق
 ہے۔ گویا بانس اس شخص پر انکار کرتا ہے جو اسے چھانا چاہتا ہے۔ ابن جنی کے قول کی تائید شاعر بشر بن
 ابی حازم کے اس شعر سے ہوتی ہے:

يَرَاهُ النَّاسُ أَخْضَرٌ وَنَاعٍ وَ سَعْدٌ وَ سَعْدٌ وَ الْآبَاءُ
 ”دور سے لوگ بانس کو ہر دیکھتے ہیں نیلے کڑواہٹ اور انکار اس سے وکوں کو روک دیتے ہیں۔“

حضرت کعب کا قول ہے: فَلْيَاتِ مَأْسَدُؤُ۔ یہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں شیر زیادہ ہوں۔ اسی
 طرح مُسْبَعٌ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں درندے زیادہ ہوں۔ یہ بھی جائز ہے کہ مَأْسَدُؤُ اسد کی جمع
 ہو۔ جیسا کہ اہل عرب نے مُشِيخَةٌ اور مُعْجَبَةٌ کہا ہے۔ یہو یہ نے مُشِيخَةٌ اور مُشِيخُوخَاءُ اور
 مُعْجَبَةٌ اور مُعْجَلُوخَاءُ بیان کیا ہے۔ میں نے بھی کتاب انبیاء میں المسلم (ایک قسم کا درخت جس
 کے پتے چمڑہ رنگ کے کام آتے ہیں) کی جمع کثرت مُسْلَمُوخَاءُ اور النشيط حاء مہملہ کے ساتھ (ایک

تو وہ شیروں کے اس میدانِ جنگ میں آئے جن کی تلواریں مقامِ مذاذ اور خندق کے پہلو کے درمیان تیز کی جارہی ہیں۔“

”ان شیروں نے نشانِ جنگ لگا کر جنگ کرنے والوں کو تلواروں سے مارنے کی مہارت حاصل کی اور اپنی قیمتی جانیں مشرق و مغرب کے پروردگار کے حوالے کر دیں۔“

”وہ ایسی جماعت میں ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ خاص پر بڑا مہربان ہے۔“

”اس جماعت کا ہر فرد ایسی زرہ میں ملبوس ہے جس کا فاضل حصہ گھسٹتے ہوئے زمین پر اس تالاب کی مانند خطوط بناتا ہے جس پر ہوا چلنے سے لہریں آ جا رہی ہوں۔“

”جو ایسی مضبوط اور چمکدار زرہ ہے جس کی کیلیں ٹڈیوں کی آنکھوں کی طرح چمکدار ہیں اور جس کی بندش تسلی بخش ہے۔“

”جو ایسی مضبوط بندش والی زرہ ہے کہ ایک چمکدار، کاٹ کر رکھ دینے والی شفاف لوہے کی ہندی تلوار کا پرتلہ اسے اوپر اٹھا کر سمیٹ لیتا ہے۔“

قسم کی گھاس) کی جمع کثرت مَشْيُو حَاء لکھی ہے۔

حضرت کعب کا قول: تَسْنُ سَيُوفُهَا فَاء کے نصب کے ساتھ ہے۔ یہ قاضی ابوالولید کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ ابو بحر کے ہاں اصل میں یہ رفع کے ساتھ تَسْنُ سَيُوفُهَا مذکور ہے۔ پہلی روایت کا معنی ہے وہ اپنی تلواریں تیز کر رہے ہیں اور دوسری روایت کا معنی ہے بہادروں کے لئے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے جرات اور پیش قدمی کے دو طرفہ نیزے تیز کیے جا رہے ہیں۔

زرہوں کی توصیف میں آپ کا قول ہے:

جَدَلَاءُ يَحْفِزُهَا نَجَادُ مَهْدُ

جَدَلَاءُ، جَدَل سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بندش کی مضبوطی۔ اسی سے ایک لفظ أَجْدَل ہے

تِلْكَم مَّعَ الثَّقَوٰی تَكُوْنُ لِیَاسَنًا یَوْمَ الْهِیَاجِ وَ کُلَّ سَاعَةٍ مَّصْدَقِ
 جنگ کے دن اور ہر سچائی کے موقع پر تقویٰ کے لباس کے ساتھ یہ زرہ ہمارا لباس بنتی ہے۔
 نَصِلُ الشَّیْوَفَ اِذَا قَصْرُنَ بِخَطُوْنَا قُدُمًا وَ نُلْحِقُهَا اِذَا لَمْ تَلْحَقِ
 ”جب تلواریں آگے بڑھنے میں کوتاہی کرتی ہیں تو ہم پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے

جو شکرے کو کہتے ہیں۔ اس شعر میں دلیل ہے کہ اجدل غیر منصرف ہے اور فعل التفضیل کے باب
 سے ہے جس کی مؤنث فَعْلَاء کے وزن پر آتی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے منصرف قرار دیا ہے،
 انہوں نے اسے ارنب (خرگوش) اور افکل (لوگوں کی جماعت) کے مشابہ قرار دیا ہے لیکن یہ توجیہ
 پہلی توجیہ سے کمزور ہے۔ اگر اہل عرب نے اس کی جمع ارنب کی مثل اجدل بولی ہے تو انہوں نے
 اَجْرَع (ریت کا بے آب و گیاہ ہموار میدان) اور اَبْطَح (کشادہ نالہ جس میں ریت اور چھوٹی چھوٹی
 کنکریاں ہوں) کی جمع میں اجارع اور اباطح بھی کہا ہے لیکن وہ ان دونوں کو منصرف نہیں بولتے
 کیونکہ وہ ان کی مؤنث میں بَطْحَاء اور جَرْعَاء کہتے ہیں۔ یہی قول ابروق (پتھر، ریت اور مٹی ملی
 ہوئی سخت زمین) اور برقاء میں ہے۔

حضرت کعب کا قول: یَحْفِزُهَا نِجَادُ مُهَنْدٍ زَرَهُوں کے وصف میں ابوقیس بن اسلت کے اس
 شعر کا منند ہے:

أَحْفِزُهَا عَنِّي بِيْدِي دَوْنِي أَبْيَضَ مِثْلِ الْمَلِیحِ قَطَاعِ
 ”میں اس زرہ کو ایک نیزے کے پھل کی مثل تیز کاٹنے والی سفید چمکدار (تلوار) کے ساتھ اپنے
 آپ سے اوپر اٹھا کر باندھ لیتا ہوں۔“

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب زرہ کا فاضل حصہ لمبا ہوتا تو اہل عرب اسے اوپر اٹھا کر تلوار کے
 پرتے کے ساتھ باندھ لیتے تھے۔

حضرت کعب کا قول: تِلْكَم مَّعَ الثَّقَوٰی تَكُوْنُ لِیَاسَنًا عمدہ ترین کلام ہے۔ کیونکہ یہ قول انہوں
 نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کیا ہے: وَ یَهْدِی الثَّقَوٰی اِلَیْكَ حَبِیْبًا (الاعراف: 26) ”اور
 پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہیں۔“ اور شاعر کا قول ہے:

لَیْسَ کَلِّیْ اَدٰی مَنْ لَا وَفَاةَ لَهُ وَ لَا اَمَانَةَ وَ سَطَطَ الْقَوْمِ عُرْمَانَا
 ”بے شک میں اس شخص کو گویا برہنہ خیال کرتا ہوں جس کی قوم کے درمیان کوئی وفاء اور امانت نہ
 ہو۔“

قدموں کے ساتھ ان کے پاس قہقہے ہیں اور جب وہ آگے بڑھ کر دشمن سے مل نہ رہی ہوں تو ہم انہیں آگے بڑھا دیتے ہیں (یعنی شمشیر زنوں میں جوش پیدا کرتے ہیں)۔“

فَتَرَى الْجَنَاحَ ضَاحِكًا هَامًا هَلَاكَ الْآكُفُ كَالْهَلَاكِ لَمْ تَخْلُقْ
 ”پس تم دیکھو گے کہ دشمن کے سر کی کھوپڑیاں دھوپ میں صاف نظر آ رہی ہیں، ہتھیلیوں کا تو ذکر ہی چھوڑو، وہ تو گویا پیدا ہی نہیں کی گئیں۔“

لَقِيَ الْعَذُو بِفَخْجَةٍ مِّنْ مَّوْمَةٍ تَنبِي الْجَنُوعِ كَقَصْدِ رَأْسِ الْمُسْرِقِ
 ”ہم ایسے متحد لشکر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں جو بڑی بڑی جمیختوں کو ملک عدم

حضرت کعب کے اس قول کی مددگی اور حسن یہ ہے کہ انہوں نے زرہ کے لباس کو تقویٰ کے لباس کے تابع قرار دیا ہے کیونکہ حرف مع کلام میں یہ مفہوم پیدا کرتا ہے کہ اس کا مابعد متبوع ہے تابع نہیں۔ سقیفہ کے روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انصار پر اس طرح جہت قائم کی کہ آپ نے ان سے فرمایا: ”تم ایمان لانے والے لوگ ہو اور ہم سچے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہو جاؤ۔ فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۱۰﴾ (التوبہ)“ اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ۔“ اور سچے لوگ مہاجرین ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيُخَصِّرُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿۱۱۱﴾ (الحشر) ”(نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لئے ہے جنہیں (جبرا) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے، یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی، یہی راست باز لوگ ہیں۔“

بَلَّه اور اس کے مابعد کا حکم

حضرت کعب کا قول ہے: بَلَّه الْآكُف۔ اکف کے جر کے ساتھ ہے، یہ ایک اعرابی صورت ہے۔ یہ نصب کے ساتھ بھی مروی ہے کیونکہ یہ مفعول ہے یعنی دَعِ الْآكُف (ہتھیلیوں کو چھوڑو)۔ یہ اہل عرب کے اس قول کی مانند ہے: دُوَيْدَ دَيْدَا اور دُوَيْدَ دَيْدَا نصب بلا تین کے ساتھ۔ بَلَّه کا کلمہ دَعِ کے معنی میں ہے اور یہ ان مصادر میں سے ہے جو اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور میرے نزدیک یہ اَلْبَلَّه اور اَلْقَبَالَه کے الفاظ سے مشتق ہے جن میں غفلت کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز سے غافل ہو وہ اسے ترک کر دیتا ہے اور اس کے متعلق سوال نہیں کرتا۔

پہنچانے کے لئے ان کا خون بہا دیتا ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے گویا مشرق پہاڑ کی چوٹی کی
فصد کھول دی گئی ہے۔“

و نَعِدُ بِالْعِذَاءِ كُلُّ مُقْنَصٍ وَرَدٌ وَ مَحْجُوبٌ التَّوَابِعِ الْهَلَقِ
اور ہم دشمنوں کے لئے ہر گلابی رنگ کا سفید ہاتھوں والا اہلق اور سبک محمود اختیار کرتے ہیں۔

تَرْدِي بِفُرْسَانٍ كَانُ كُمَاتِهِمْ عِنْدَ الْهَيَّاجِ أَسْوَدَ حُلِبٍ مُثَلِّقٍ
یہ ٹھوڑے سواروں کو بڑی تیزی سے لے جاتے ہیں گویا ان کے بہادر لوگ جنگ کے وقت
کچھڑ پیدا کرنے والی ہلکی بارش میں شیر ہوتے ہیں جن کی بھوک ایسی بارش میں تیز ہو جاتی ہے۔

صَدَقَ يُعَاطُونَ الْكِمَاةَ حَتُّوْلَهُمْ تَحْتَ الْعَمَائِدِ بِالْوَشِيحِ الْمَرْهَقِ

”یہ بہادر سوار (لڑنے میں) بڑے سچے ہیں جو گرد و غبار کے ہادلوں کے نیچے اپنے جان لیوا نیزوں کے ساتھ مقابل بہادروں کی جانیں نکال کر ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔“

أَمَرَ إِلَهُهُ بِرَبِّطِهَا لِعَدُوِّهِ فِي الْحَرْبِ إِنَّ اللَّهَ خَيْرُ مُؤَيِّدٍ
 "اللہ تعالیٰ نے جنگ میں اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لئے ان گھوڑوں کو باندھ کر رکھنے کا
 حکم دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہتر توفیق دینے والا ہے۔"

لَتَكُونَنَّ غَمِظًا لِلْعَدُوِّ حُطًّا لِلذَّارِ إِنَّ دَلَفْتَ مَحْمُولُ النَّزِي

حضرت کعب کا قول ہلّۃ الّا کُفّ اسی طرح ہے یعنی جب دشمن کے سروں کی کھوپڑیاں کٹ کر دھوپ میں صاف نظر آرہی ہیں تو ہتھیالیوں کے متعلق سوال نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَعْلَدْتُ لِعِبَادِي الصّٰلِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَّآتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ ہلّۃ مَا اُطْلَعَتْهُمْ عَلَیْہِ ”میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے ان کا ذکر سنا ہے، ان نعمتوں کو تو جانے دو جن پر میں نے انہیں آگاہ کر دیا ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے بِفَحْجَةٍ مَلُومَةٍ یعنی جمع کیا ہوا لشکر۔ آپ کا قول ہے
كَفَضِدِ رَأْسِ الْمَشْرِقِ۔ اس میں صحیح وہ ہے جو حضرت ابن ہشام نے حضرت ابو زید سے روایت کیا
ہے كَرَأْسِ قُدْسِ الْمَشْرِقِ۔ کیونکہ مشرق کی جانب قدس ایک مشہور پہاڑ ہے۔ آپ کا قول ہے:

عِنْدَ الْهِمَاچِ اَسْوَدُ طَلَبِ مُثَلِقِ
 الطل کا معنی مشہور و معروف ہے (یعنی ہلکی بارش) اور لقی ہلکی بارش سے پیدا ہونے والے کچھڑ
 کو کہتے ہیں، ایسی بارش کے وقت شیر سب سے زیادہ بھوکے اور غضبناک ہوتے ہیں۔

”تا کہ یہ گھوڑے دشمن کے لئے باعث غیظ و غضب بن جائیں اور اگر ان بد اخلاق غصہ ور لوگوں کے گھوڑے قریب آئیں تو ان کے مقابلے میں آکر یہ گھوڑے اپنے گھروں کے لئے دیوار بن جائیں۔“

وَ يُعِينُنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ بِقُوَّةٍ مِّنْهُ وَ صَدَقَ الصَّبْرُ سَاعَةً نَّلْتَقِيْ
”اور جس وقت ہم دشمن سے لڑتے ہیں تو خدائے غالب اپنی طرف سے قوت اور صبر و استقامت کی صداقت کے ساتھ ہماری مدد فرماتا ہے۔“

وَ نَطِيعُ أَمْرِ نَبِينَا وَ نُجِيبُهُ وَ إِذَا دَعَا لِكَرْيَهَةٍ لَّمْ نُسَبِّحْ
”اور ہم اپنے نبی ﷺ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور جب وہ کسی جنگ کے لئے دعوت دیتے ہیں تو ہم سے کوئی بھی سبقت نہیں لے سکتا۔“

وَ مَتَى يُنَادِ إِلَى الشَّدَائِدِ نَاتِيهَا وَ مَتَى نَرِ الْحَوَمَاتِ فِيهَا نَعْنِقِ
”اور جب آپ شداہد کی طرف آواز دیتے ہیں تو ہم فوراً وہاں حاضر ہو جاتے ہیں اور جب ہم ان میں بڑے بڑے معرکے دیکھتے ہیں تو دوڑ کر ان میں شریک ہوتے ہیں۔“

مَنْ يَتَّبِعْ قَوْلَ النَّبِيِّ فَإِنَّهُ مِنَّا مُطَاعُ الْأَمْرِ حَقُّ مُصَدِّقِ
”جو شخص نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی پیروی کرے گا تو (اسے ایسا کرنا ہی چاہیے کیونکہ) آپ ہمارے اندر واجب الطاعت ہیں اور حقیقۃً لائق تصدیق ہیں۔“

فَبِذَلِكَ يَنْصُرُنَا وَ يُظْهِرُ عِزَّنَا وَ يُصَيِّبُنَا مِنْ نِّيلٍ ذَلِكَ بِوَفْقِ
”پھر اسی بناء پر آپ ہماری مدد فرماتے ہیں اور ہماری عزت بڑھاتے ہیں اور اسی چیز کے حصول کی وجہ سے آپ ہم پر لطف و کرم فرماتے ہیں۔“

إِنَّ الَّذِينَ يُكْذِبُونَ مُحَمَّدًا كَفَرُوا وَ ضَلُّوا عَنْ سَبِيلِ النَّتْقِي
”بے شک جو لوگ محمد (مصطفیٰ ﷺ) کو جھٹلاتے ہیں وہ کافر ہیں اور پرہیزگاری کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: درج ذیل دو اشعار مجھے حضرت ابو زید نے سنائے:

تِلْكَم مَّعَ التَّقْوَى تَكُونُ لِيَاسِنَا

مَنْ يَتَّبِعْ قَوْلَ النَّبِيِّ

اور انہوں نے ایک شعریوں پڑھا:

تَنْفَى الْجُوعُ كَرَّاسٍ قُدْسٍ الْمَشْرِقِ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ عَلِمَ الْأَحْزَابُ حِينَ تَالَبُوا عَلَيْنَا وَ رَامُوا دِينَنَا مَا نَوَادِعُ
”جب احزاب اکٹھے ہو کر ہم پر حملہ آور ہوئے اور ہمارے دین کا قصد کیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ہم مصالحت کے لئے تیار نہیں۔“

أَضَامِمٌ مِنْ قَيْسِ بْنِ عَمِلَانَ أَصْفَقَتْ وَ بَحْدِيفَ لَمْ يَذَرُوا بِمَا هُوَ وَاقِعُ
”قیس بن عیلان اور خندف کے قبائل کی مخلوط جماعتیں ہمارے خلاف متحد ہو گئیں لیکن یہ نہ جانا کہ کیا ہونے والا ہے؟“

يَكْدُوونَنَا عَنْ دِينِنَا وَ نَكْدُوهُمْ عَنِ الْكُفْرِ وَالرَّحْنِ رَاءِ وَ سَامِعُ
”وہ ہمیں ہمارے دین سے روکتے ہیں اور ہم انہیں کفر سے روکتے ہیں اور خداوند رحمن دیکھ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ عینیہ

قصیدہ عینیہ میں آپ کا قول ہے:

أَضَامِمٌ مِنْ قَيْسِ بْنِ عَمِلَانَ أَصْفَقَتْ

اضامیم کا واحد اضامہ ہے اور یہ ہر مجتمع چیز کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: اِضْمَامَةٌ مِنَ النَّاسِ وَ اِضْمَامَةٌ مِنَ كُتُبٍ یعنی لوگوں کا اجتماع اور کتابوں کا بندل۔

قیس عیلان اور قیس کہہ

حضرت کعب کا قول ہے: مِنْ قَيْسِ بْنِ عَمِلَانَ اہل نسب کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قیس کا دوسرا نام عیلان ہے، وہ اس کا بیٹا نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے ایک عیلان نامی گھوڑے کے باعث قیس عیلان کے نام سے مشہور ہو گیا جس طرح بھیلہ قبیلہ سے تعلق رکھنے والا قیس کہ اپنے کہ نامی گھوڑے کے باعث اس نام سے مشہور ہوا۔ یہ دونوں قیس ایک دوسرے کے پڑوسی تھے۔ جب ان دونوں میں سے کسی ایک کا ذکر کیا جاتا تو پوچھا جاتا: ان دونوں میں سے کون سا قیس۔ جوابا قیس بن عیلان یا قیس کہہ کہا جاتا۔ ایک قول یہ ہے کہ عیلان اس کے ایک کتے کا نام تھا۔ یہ بھی کہا

اور سن رہا ہے۔

إِذَا غَاطُّوْنَا فِي مَقَامِ أَعَانَا عَلَى غَمِّهِمْ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَاسِعٌ
 ”جب بھی کسی مقام پر انہوں نے ہم پر غیظ و غضب کا اظہار کیا تو ان کے غیظ و غضب کے
 خلاف اللہ تعالیٰ کی وسیع نصرت نے ہماری مدد فرمائی۔“

وَذَلِكَ جَفَظَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَ فَضَّلَهُ عَلَيْنَا وَ مَنْ لَّمْ يَحْفَظِ اللَّهُ ضَالِعٌ
 ”اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری حفاظت تھی اور اس کا ہم پر فضل تھا اور جس کی اللہ تعالیٰ
 حفاظت نہ کرے وہ برباد ہو جانے والا ہے۔“

هَذَا يَدِينُ الْحَقِّ وَ اخْتَارَهُ لَنَا وَ إِلَيْهِ فَوْقَ الصَّالِحِينَ صَلَاحٌ
 ”اس نے دین حق کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور اسے ہمارے لیے منتخب فرمایا اور اللہ
 تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں دیگر تمام صالحین پر فوقیت رکھتی ہیں۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ آپ کے ایک قصیدہ کے اشعار ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے متعلق
 یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا أَبْلَغُ قَرَيْشًا أَنْ سَلَعًا وَ مَا بَيْنَ الْغُرَيْضِ إِلَى الصَّمَادِ
 ”ارے! قریش کو یہ خبر پہنچا دو کہ سلع پہاڑ اور جو علاقہ وادی عریض اور صمد پہاڑ کے
 درمیان ہے

گیا ہے کہ عیلام ایک پہاڑ کا نام ہے جس کے نزدیک وہ پیدا ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ قبیلہ مضر کے
 ایک غلام کا نام ہے جس نے قیس کی پرورش کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیس بڑا سخت تھا، اس نے اپنا مال
 تلف کر دیا تو اس پر محتاجی (عیلہ) آگئی۔ اس وجہ سے اسے عیلام (محتاج) کہا جانے لگا۔ اس آخری
 قول کے لئے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک روئے کا یہ قول ہے:

وَ قَيْسَ عَمَلَانَ وَ مَنْ تَقَمَّسَا ”قیس عیلام اور جو لوگ اس قبیلہ کے مشابہ ہیں۔“

غزوہ خندق کے متعلق حضرت کعب کے اشعار

قصیدہ دالیہ میں آپ کا قول ہے:

وَ مَا بَيْنَ الْغُرَيْضِ إِلَى الصَّمَادِ

تَوَاضِعُ فِي الْخُرُوبِ مُدْرَبَاتٌ وَخُوصٌ فَلَيْسَتْ مِنْ عَهْدِ عَادٍ
 "یہ ایسے نخلستان ہیں جنہیں جنگلوں کے زمانہ میں عادتاً اونٹوں کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اور یہاں وہ کنویں ہیں جو عادی کے دور میں کھودے گئے تھے۔"

رَوَائِدُ يَزْعُرُ النَّوَارُ فِيهَا فَلَيْسَتْ بِالْجَنَامِ وَلَا الْقَنَادِ
 "یہ ایسے دائمی اور پائیدار ہیں جن میں مرادریا کی موبیس اٹھتی تھیں۔ پس ان کا پانی نہ تواتنا زیادہ تھا کہ اپنی جگہ واپس لوٹ آئے اور نہ ان کا پانی بہت قلیل تھا۔"

كَانَ الْغَابَ وَالْبَرْدَى فِيهَا أَحْشُ إِذَا تَبَقَّعَ لِلْخَصَادِ
 "کھیتی کانٹے کے لئے جب اس میں جگہ جگہ زرد رنگ کے قطعے بن جاتے تو ہانس کی

مریض ایک جگہ کا نام ہے اور صداد صد کی جمع ہے جو سخت زمین کو کہتے ہیں۔

حضرت کعب کا قول ہے: تَوَاضِعُ فِي الْخُرُوبِ۔ نواضح سے مراد وہ نخلستان ہیں جنہیں اونٹوں کے ذریعے (نفع) سیراب کیا جاتا ہے اور خصوص سے مراد کنویں ہیں۔ کنویں کو خصوص اس لئے کہا کیونکہ جس طرح گڑھے میں بیٹھی ہوئی آنکھ (العين الحوصاء) گہری اور پست ہو جاتی ہے اسی طرح کنوؤں میں پانی پھوٹنے کی جگہیں گہری اور پست ہوتی ہیں۔ اس کی جمع خصوص آتی ہے۔ ابو عبید نے اونٹوں کے وصف میں یہ شعر پڑھا:

مُخْبَسَةٌ بَزْلًا كَانَ غَمُونُهَا غَمُونُ الرُّكَايَا أَنْكَرَتْهَا التَّوَاتِيعُ
 "ان اونٹوں کو شریف النسل ہونے کی وجہ سے گھر پر باندھا جاتا ہے اور ان کی کچلیاں نکلی ہوتی ہیں گویا ان کی آنکھیں ان کنوؤں میں پانی پھوٹنے کی جگہیں ہیں جن کا پانی نکالنے والوں نے ختم کر دیا ہو۔"

حضرت کعب کا قول ہے: يَزْعُرُ النَّوَارُ فِيهَا۔ ایک دریا کا نام ہے۔ آپ کا قول ہے:

كَانَ الْغَابَ وَالْبَرْدَى فِيهَا أَحْشُ إِذَا تَبَقَّعَ لِلْخَصَادِ
 اس سے مراد ہوا کی ہلکی سرسراہٹ ہے جو احش کی آواز کی طرح ہوتی ہے۔

احش اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آواز بیٹھی ہوئی ہو۔ کبھی کبھی ہلکی ہوا کی وجہ سے پودوں کو بھی گنگنانے کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے رَوْضَةٌ غَنَاءُ (گنگنانے والا باغ) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صفت ان مکھیوں کی آواز کی وجہ سے لائی جاتی ہے جو باغ میں اڑتی ہیں۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

حضرت کعب کا قول ہے: تَبَقَّعَ لِلْخَصَادِ یعنی خشک ہونے کی وجہ سے اس کھیتی میں سفید رنگ کے

جھاڑیاں اور بردی گھاس کے پودے ان میں ایک شور سا برپا کر دیتے۔“

وَلَمْ نَجْعَلْ تِجَارَتَنَا اشْتِرَاءَ اَلْ حَبِيرِ لِاَرْضِ دَوْسٍ اَوْ مُرَادٍ
”اور ہم (یمن کے) قبیلہ دوس اور قبیلہ مراد کی زمین کے لئے گدھوں کی خرید و فروخت کا کاروبار نہیں کرتے۔“

بِلَادٍ لَمْ تَثَرَّ اِلَّا لِكَيْمَا نُجَالِدُ اِنْ نَشِطْتُمْ لِلْجَلَادِ
” (بلکہ ہمارے پاس) وہ بلاد ہیں جہاں کھیتی باڑی صرف اس مقصد کے لئے کی جاتی ہے کہ اگر تم لڑائی کے لئے اچھلو کودو تو ہم تمہارا پورا پورا مقابلہ کریں گے۔“

قطعے بن جاتے ہیں۔ جب کھیتی اس طرح ہو جائے تو اسے ارقاط، اسحام اور اسحار کہا جاتا ہے اور جب اس کی بالیوں میں دانے پڑ جائیں تو کہا جاتا ہے: اَلْحَمَّ، اَسْفَى (کھیتی میں دانہ پڑ گیا) یہ اَسْفَى سے مشتق ہے اور اَشَعَّ (بالی کا دانوں سے پر ہونا) یہ الشَّعَاع سے مشتق ہے، شین کے فتح اور کسرہ کے ساتھ۔ یہ بھی السفٰی کا ہم معنی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے اَسْبَلَ الزَّرْعُ (کھیتی خوشے نکال لائی) یہ اَسْبَل سے مشتق ہے، جس طرح کہا جاتا ہے: بَعِيرٌ حَظْلٌ (بہت زیادہ اندرائن کھانے والا اونٹ) اور اَحْظَلَ الْمَكَانُ (کسی جگہ کا بہت اندرائن والی ہونا) یہ حَظْل (اندرائن) سے مشتق ہے۔ یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور بنو تمیم سَبَل کہتے ہیں۔ رہے ہمدان تو وہ سَنَبِل (بالیاں) کو سبول کہتے ہیں۔ اس کا واحد سَبُولَةٌ ہے۔ ان کی لغت کا قیاس بھی یہی ہے کہ اَسْبَل کہا جائے۔ اس شعر میں اور اس سے پہلے شعر میں انصار نے اپنے نخلستانوں اور قلعوں پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ انصار بہت عزت و غلبہ اور قوتِ دفاع کے مالک تھے اور زمانہ قدیم سے ان کے بلاد پر کوئی غالب نہیں آسکا تھا، حالانکہ عرب کے دیگر اکثر دیہاتوں کو ان کے علاقوں سے جلا وطن کر دیا گیا اور خوف و ہراس نے ان کو اپنے اوطان سے نکال دیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے اس شعر میں یہی مفہوم ادا کیا ہے:

اَوَّلَادُ جَفْنَةٍ حَوْلَ قَبْرِ اَبِيهِمْ قَبْرِ ابْنِ مَادِيَةِ الْكَرِيمِ الْمُفْطِيلِ

”بھنے کی اولاد اپنے کریم اور بھلائی کرنے والے باپ ابن ماریہ کی قبر کے ارد گرد رہتی ہے۔“

کیونکہ ان کا اپنے آباء و اجداد کی قبور کے ارد گرد مقیم رہنا ان کی قوت و شوکت کی اور اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جس قطعہ زمین کو پسند کرتے اور اپنے لیے خاص کر لیتے وہاں ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا تھا۔

اَثَرْنَا سِكَّةَ الْاَنْبَاطِ فِيهَا فَلَمْ تَرَ مِثْلَهَا جَلْهَاتٍ وَاِدِ
ان بلاد میں ہم نے کھجوروں کی قطاریں قوم انباط کے طریقے کے مطابق لگائی ہیں (جنہیں
نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہوتا) پس تم نے اس جیسے وادیوں کے مناظر نہ دیکھے ہوں گے۔

قَصْرُنَا كُلُّ ذِي حُضْرٍ وَ طَوَّلٍ عَلَى الْغَايَاتِ مُقْتَدِرٍ جَوَادِ
”ہم میں سے ہر ایک نے ایک بہترین تیز رفتار گھوڑا باندھ رکھا ہے جو اپنے منہجائے نظر پر
پہنچنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔“

اَجِيبُونَا اِلَى مَا نَجْتَدِيكُمْ مِنْ الْقَوْلِ الْمُبِينِ وَالسَّدَادِ
”تم ہمیں اس کا جواب دو جو ہم تم سے صاف، واضح اور سیدھی بات کا مطالبہ کرتے ہیں۔“
وَ اِلَّا فَاصْبِرُوا لِحِجْلَادِ يَوْمٍ لَكُمْ مِثْنًا اِلَى شَطْرِ الْمَدَادِ
”ورنہ مقام مداد (مدینہ کے قریب ایک مقام) کی سمت پر کسی دن بھی ہماری طرف سے
جنگ کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار رہو۔“

نُصَبِّحُكُمْ بِكُلِّ اَخِي حُرُوبٍ وَ كُلِّ مُطَهِّمٍ سَلَسِ الْقِيَادِ
”ہم تم پر صبح سویرے ایسے لشکر لے کر حملہ آور ہوں گے جن کا ہر فرد ماہر جنگ ہوگا اور ہر گھوڑا
بھرپور جسم والا اور آسانی سے چلایا جانے والا ہوگا۔“

وَ كُلِّ طَيْرَةٍ خَفِيقِ حَشَاهَا تَدِفُ دَفِيفَ صَفَرَاءِ الْجَرَادِ

حضرت کعب کا قول ہے:

اَثَرْنَا سِكَّةَ الْاَنْبَاطِ فِيهَا

سکہ قطار میں لگے ہوئے کھجور کے درختوں کو کہتے ہیں یعنی ہم نے ان درختوں کو اس طرح لگایا
جس طرح قوم انباط کے لوگ اپنے شہروں میں لگاتے ہیں کہ ان پر کسی مکار کے مکر و فریب کا خوف نہیں
ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی یہی مراد ہے: خَيْرُ الْمَالِ سِكَّةٌ مَا بُوْدَةٌ ”بہترین مال قطار
میں لگے کھجور کے وہ درخت ہیں جن کی تابیر کی گئی ہو۔ اور السِّكَّةُ السِّنَّةُ (ہل کا پھل) کو بھی کہتے ہیں
اور یہ وہ لوہا ہے جس کے ذریعے کسان زمین کو پھاڑتے ہیں۔ اسے اَلْمَان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصمعی
کی تفسیر ہے اور ابو عبید نے ایک اور معنی میں اس شعر کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد کھجور کے درخت ہی
ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے: اُبَيْثَتِ الْاَرْضُ۔ یہ اَثِيْرَت (کاشت کرنا) کے معنی میں ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا
قول ہے اور حماسہ میں مروی ہے:

اور ہر گھوڑا لمبی ٹانگوں والا تیز رفتار اور اچھل کر چلنے والا ہوگا جس کے باطنی اعضاء ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں جو اتنی تیزی سے اڑتا ہے جتنی تیزی سے انڈے دینے والی مڈیاں اڑتی ہیں
وَ كُلِّ مُقْلَصٍ الْأَرَابِ نَهْدًا تَبِيمُ الْخَلْقِ مِنْ آخِرٍ وَ هَادِي
”اور ہر گھوڑا موٹے اعضاء والا، فرہ اور آگے اور پیچھے سے بالکل مکمل تخلیق والا ہوگا۔“

خَيُولٌ لَا تُضَاعُ إِذَا أُضِيعَتْ خَيُولُ النَّاسِ فِي النَّسَةِ الْجَمَادِ
”یہ ایسے گھوڑے ہیں کہ جب قحط کے سال میں دیگر لوگوں کے گھوڑے ضائع ہو جاتے ہیں تو یہ ضائع نہیں ہوتے۔“

يُنَادِي عَنِ الْأَعْنَةِ مُصْغِيَاتٍ إِذَا نَادَى إِلَى الْفَزَعِ الْمُنَادِي
”جب منادی جنگ کے لئے نداء دیتا ہے تو یہ گھوڑے اسے توجہ سے سنتے ہوئے اپنی لگاموں سے لڑنے لگتے ہیں۔“

إِذَا قَالَتْ لَنَا النَّذْرُ اسْتَعِذُوا تَوَكَّلْنَا عَلَى رَبِّ الْعِبَادِ
”جب خوف و شر سے متنبہ کرنے والے لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ تیار ہو جاؤ تو ہم تمام بندوں کے پروردگار پر توکل کر لیتے ہیں۔“

وَ قَدْ نَأْتِي لَنْ يُفْرِجَ مَا لَقِينَا سَوَى ضَرْبِ الْقَوَائِسِ وَالْجِهَادِ
”اور کہتے ہیں کہ جس لڑائی سے ہم دوچار ہوئے ہیں یہ دشمن کے خودوں کو تلواروں سے کاٹنے اور جہاد کرنے کے بغیر نہیں چھوٹے گی۔“

فَلَمْ تَرَ غَضَبَةً فِينَا نَقِينَا مِنَ الْأَقْوَامِ مِنْ قَارٍ وَ بَادِي
”جس قوموں سے ہم دوچار ہوئے خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی ان میں تم نے کوئی ایسا گروہ

هَلَمْ إِلَيْهَا قَدْ أَبَيْتُ زُرُوعَهَا

”اس زمین کی طرف آؤ، اس کی کھیتیاں کاشت کر دی گئی ہیں۔“

اس کا معنی اِثْبَات ہے اور الغرب المصنف میں ہے:

وَ حَقُّ بَنِي شِغَارَةَ أَنْ يَقُولُوا لِصَخْرِ الْعُغْي مَاذَا تَسْتَبِيثُ

”اور بنی شغارہ کا حق ہے کہ وہ صخر العُغْي سے پوچھیں کہ تو کیا کاشت کروانا چاہتا ہے؟“

ابو عبید قاسم بن سلام نے غلطی کی ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ تَسْتَبِيثُ، نَبِيَّةُ الْبَيْتِ سے مشتق

ہے جس کا معنی کنویں سے نکالی جانے والی مٹی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو شاعریوں کہتا تَسْتَبِيثُ باء سے

نہیں دیکھا ہوگا

أَشَدَّ بَسَاطَةً مِّنَّا إِذَا مَا أَرَدْنَاهُ وَالَّذِينَ فِي الْوُدَادِ
جو ہم سے اس وقت زیادہ بہادر اور سخت جان ہو جب ہم ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کریں اور
ہم سے باہمی محبت میں اس وقت زیادہ نرم اخلاق ہو۔

إِذَا مَا نَحْنُ أَشْرَجْنَا عَلَيْهَا جِيَادَ الْجُدَلِ فِي الْأَرْبِ الشِّدَادِ
”جب ہم اس جماعت کے جسموں پر مضبوط بندش والی بہترین زرہیں سخت گرہوں میں
باندھتے ہیں

قَذَفْنَا فِي السَّوَابِغِ كُلَّ صَفَرٍ كَرِيمٍ غَيْرِ مُعْتَلِبٍ الزِّنَادِ
تو ہم ان بھرپور زرہوں میں (گویا) ہر ایسا شریف النسل شکرہ ڈالتے ہیں جو جنگ کے
چقماق سے انجان طریقے سے چنگاری نہیں نکالتا (بلکہ اس میں بڑا ماہر ہے)۔

أَشْمُ كَأَنَّهُ أَسَدٌ عَبُوسٌ غَدَاةً بَدَا بِيْطْنِ الْجِنْعِ غَادِي
”جو اونچی ناک والا ہے (یعنی باعزت ہے) جب اس کے پاس وادی کے دامن سے صبح

پہلے نون کے ساتھ۔

حضرت کعب کا قول ہے: جَلْهَاتِ وَادٍ۔ جَلْهَاتِ وادی کے وہ حصے ہوتے ہیں جن سے سیلاب
گزر کر وہاں کے درختوں کو اکھاڑ دیتے ہیں اور وادی کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ یہ الْجَلْهَةُ سے مشتق ہے
جس کا معنی ہے سر کے اگلے حصہ کے بالوں کا اڑ جانا۔

آپ کا قول ہے: صَفَرَاءُ الْجِرَادِ۔ یہ ان ٹڈیوں کو کہتے ہیں جو انڈے دیتی ہیں۔ یہ بہت تیزی
سے اڑتی ہیں اور کتفان ٹڈیاں خیفان (انڈے دینے والی ٹڈیاں) سے بڑی ہوتی ہیں۔ اور ٹڈی کا
سب سے پہلا مرحلہ دو دو کہلاتا ہے اور اسے غمص بھی کہا جاتا ہے۔ اسے یمن کا سمندر بھی کہتے ہیں، اس سے
نکلنے سے پہلے ایک خاص علامت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اس سمندر سے ایک بجلی سترہ بار چمکتی ہے۔ اس
سے لوگوں کو ٹڈیوں کے نکلنے کا علم ہو جاتا ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

آپ کا قول ہے: غَيْرِ مُعْتَلِبٍ الزِّنَادِ۔ الزِّنَادُ الْمُعْتَلِبُ اس چقماق کو کہتے ہیں جس کے
بارے معلوم نہ ہو کہ وہ کس لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اعتلات کا اصل معنی اختلاط ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلَفْتُ
الطَّعَامَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص گندم کو جو کے ساتھ خلط ملط کر دے۔ اور علاثہ وہ
چقماق ہوتا ہے جو آگ نہیں نکالتا۔

کے وقت کوئی شخص فریاد لے کر آتا ہے تو اس وقت گویا وہ ایسا ترش رو شیر ہوتا ہے

يُغَشِّيْ هَامَةً الْبَطْلُ الْمَذْكِيَّ صَبِيَّ السَّيْفِ مُسْتَرْحِي النَّجَادِ
جوانتہائی طاقتور بہادر کی کھوپڑی پر تلوار کا درمیانی حصہ مار کر چھا جاتا ہے درآں حالیکہ اس کی
تلوار کا پرتلہ ڈھیلا ہوتا ہے (یعنی وہ دراز قد ہوتا ہے)۔“

لِنُظْهِرَ دِيْنَكَ اللَّهُمَّ إِنَّا بِكَفِكَ فَاهِدِنَا سُبُلَ الرِّشَادِ
”(یہ سب کچھ ہم اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اے اللہ! ہم تیرے دین کو غالب کر سکیں۔
بے شک ہم تیرے قبضہ قدرت میں ہیں پس تو ہمیں رشد و ہدایت کے راستوں پر چلنے کی توفیق
عطا فرما۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر قَصْرُنَا كُلَّ ذِي حَضَرٍ وَ طَوْلِ اور اس کے
بعد دوسرا، تیسرا اور چوتھا شعر نیز یہ شعر اَشْمَ كَانَهُ اَسَدٌ عَبُوسٌ اور اس کے بعد کا شعر، یہ سب
ابوزید انصاری سے مروی ہیں۔

عمر و پر مسافع کی آہ و بکاء

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جحج نے یہ اشعار
کہے جن میں وہ عمرو بن عبدود پر آہ و بکاء کرتا ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اس
کو قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

عَمْرُو بْنُ عَبْدِ كَانَ أَوَّلَ فَارِسٍ جَزَعُ الْمَدَادِ وَ كَانَ فَارِسَ يَلِيلِ
”عمرو بن عبدود وہ پہلا سوار تھا جس نے مقام مداد (یعنی دفاع کے مقام) کو قطع کیا اور وہ
وادی یلیل کا سوار تھا (یعنی وادی بدر کا)۔“

سَمَحُ الْخَلَائِقِ مَاجِدُ دُوْ مِرَّةٍ يَبْغِي الْقِتَالَ بِشِكَّةٍ لَّمْ يَنْكُلِ
”وہ سب لوگوں کے لئے نخی تھا، بزرگ تھا اور ایسا طاقتور تھا جو ہتھیار اٹھائے معرکہ جنگ کی
تلاش میں رہتا تھا اور خوف و ہراس کی وجہ سے منہ نہیں پھیرتا تھا۔“

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ حِينَ وَلَوْ عَنْكُمْ أَنَّ ابْنَ عَبْدِ فِيهِمْ لَمْ يَعْجَلِ
”جس وقت وہ لوگ (قریش و غطفان) تم سے پیٹھ پھیر کر واپس ہوئے تو تمہیں معلوم ہے
کہ ان میں یہ عمرو بن عبدود ہی تھا جس نے جلد بازی نہیں کی تھی۔“

حَتَّى تَكْنَفَهُ الْكُمَاةُ وَ كُلُّهُمْ يَبْغِي مَقَاتِلَهُ وَ لَيْسَ بِمُؤْتَلِ

”یہاں تک کہ جنگجوؤں نے اسے گھیرے میں لے لیا اور سب کے سب اس کی قتل گاہیں تلاش کرنے لگے اور وہ کوتاہی کرنے والا ثابت نہ ہوا۔“

وَلَقَدْ تَكَنَّفَتِ الْأَيْسَنَةُ فَارِسًا بِجَنُوبِ سَلْعٍ غَيْرِ نَيْكِسٍ أَمِيلٍ
”جبل سلع کے جنوب میں نیزوں کی بوچھاڑ نے ایک ایسے سوار کو گھیر لیا جو کمزور کمینہ اور ہتھیاروں سے خالی نہ تھا۔“

تَسْلُ النِّزَالِ عَلَى فَارِسٍ غَالِبٍ بِجَنُوبِ سَلْعٍ، لَيْتَهُ لَمْ يَنْزِلِ
اے علی! جبل سلع کے جنوب میں تم بنی غالب کے سوار (عمرو بن عبدود) کو دعوتِ مبارزت دے رہے تھے، کاش وہ (تم جیسے بہادر آدمی کی دعوتِ مبارزت پر) مقابلہ کے لئے نہ اترتا۔

فَاذْهَبْ عَلَى فَمَا ظَفِرَتْ بِيْثِلِهِ فَخْرًا وَ لَا لَأَقِيَتْ مِثْلَ الْمُعْضِلِ
”پس جاؤ اے علی! قابلِ فخر ہونے کے لحاظ سے تم اس جیسا آدمی بننے میں کامیاب نہ ہوئے اور نہ اس کی طرح سنگین اور صبر آزمایا صورتِ حال سے دوچار ہوئے۔“

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِفَارِسٍ مِّنْ غَالِبٍ لَا قِيَّ حِمَامَ النَّوْتِ لَمْ يَتَحَلَّحِلِ
”میری جان بنی غالب کے اس سوار پر قربان ہو جس نے موت کا سامنا کیا لیکن اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا۔“

أَعْنَى الَّذِي جَزَعَ الْمَدَادَ بِمُهْرٍ طَلَبًا لِثَارِ مَعَاشِرٍ لَمْ يَخْذُلِ
”میری مراد وہ شخص ہے جس نے مختلف گروہوں کا انتقام لینے کے لئے اپنے گھوڑے کے ذریعے مقامِ مزاد کو طے کر لیا اور انہیں ذلیل و رسوا نہ ہونے دیا۔“

عمرو کے ساتھی سواروں کو مسافع کی ملامت
مسافع نے یہ اشعار بھی کہے جن میں وہ ان سواروں کو ملامت کرتا ہے جو عمرو کے ساتھ تھے مگر اسے چھوڑ کر واپس نکل آئے:

عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْجِيَادِ يَقُوذُهَا خَيْلٌ تَقَادُ لَهُ وَ خَيْلٌ تَنْعَلُ
”جس وقت عمدہ گھوڑوں کی باگ ڈور ایسے سوار سنبھال رہے تھے جنہیں عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنے کے لئے لایا جا رہا تھا اور لوہے کے جوتے پہنے ہوئے سوار ان کی باگ ڈور سنبھال رہے تھے۔“

أَجَلْتُ فَوَارِسُهُ وَ غَادَرَ رَهْطُهُ رُكْنَا عَظِيمًا كَانَ فِيهَا أَوَّلُ

”تو عمرو بن عبدود کے سوار (جان بچانے کے لئے) بکھر گئے اور اس کے اس گروہ نے اپنے ایک ایسے عظیم رکن کو چھوڑ دیا جو ان میں اول درجہ رکھتا تھا۔“

عَجَبًا وَإِنْ أَعْجَبُ فَقَدْ أَبْصَرْتُهُ مَهْمَا تَسُومُ عَلَيَّ عَمْرًا يَنْزِلُ
”اس بات پر مجھے تعجب ہے اور اگر میں تعجب کرتا ہوں تو اس وجہ سے کہ میں نے دیکھا ہے اے علی! جب بھی تم نے عمرو کو دعوتِ مبارزت دی تو وہ مقابلہ کے لئے اتر آیا۔“

لَا تَبْعَدَنَّ فَقَدْ أَصَبْتُ بِقَتْلِهِ وَ لَقِيتُ قَبْلَ الْمَوْتِ أَمْرًا يَثْقُلُ
(اے علی!) اب ہم سے دور ہرگز نہ ہونا (بلکہ ہم سے مقابلہ کے لئے تیار رہنا) کیونکہ مجھے عمرو کے قتل سے مصیبت پہنچی ہے اور میں موت سے پہلے ایک بوجھل چیز سے دوچار ہو گیا ہوں۔
وَ هَبِيرَةُ الْمَسْلُوبُ وَلِي مَذْبُورًا عِنْدَ الْقِتَالِ مَخَافَةً أَنْ يُقْتَلُوا
اور لوٹا ہوا ہبیرہ لڑائی کے وقت اس خوف سے پیٹھ پھیر کر بھاگا کہ لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔
وَ ضَرَّادُ كَانَ الْبَاسُ مِنْهُ مُحْضَرًا وَلِي كَمَا وَلِي اللَّيْنِمُ الْآغْزَلُ
”اور ضرار جس کی وجہ سے لڑائی شدت اختیار کر جاتی تھی، اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگا جیسے کوئی نہتا کمینہ آدمی بھاگا ہو۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مسافع کے ہیں اور اس کا یہ شعر عَمْرًا يَنْزِلُ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

عمرو پر ہبیرہ کی آہ و بکا اور اپنے فرار کی عذر خواہی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ہبیرہ بن ابی وہب نے یہ اشعار کہے جن میں وہ اپنے بھاگنے کا عذر پیش کرتا ہے، عمرو پر آہ و بکا کرتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:
لَعَبْرِي مَا وَلَّيْتُ ظَهْرِي مُحْتَدًا وَ أَصْحَابَهُ جُبْنًا وَ لَا خِيفَةَ الْقَتْلِ
”مجھے اپنی جان کی قسم! میں نے بزدلی اور قتل ہو جانے کے خوف سے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے پیٹھ نہ پھیری۔“

وَ لَكِنِّي قَلْبْتُ أَمْرِي فَلَمْ أَجِدْ لِسَيْفِي غِنَاءً إِنْ ضَرَبْتُ وَ لَا نِيلِي
”لیکن میں نے اپنا معاملہ خود ہی پلٹ لیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ نہ میری تلوار سے کوئی فائدہ ہے اگر اسے چلاؤں اور نہ میرے تیرے (کوئی فائدہ ہے)۔“

وَقَفْتُ فَلَمَّا لَمْ أَجِدْ لِي مُقَدِّمًا صَدَرْتُ كَصِرْغَامٍ هَزَبٍ أَبِي شَيْبَلٍ

”میں خود ہی ٹھہر گیا، پھر جب میں نے پیش قدمی کا کوئی موقع نہ پایا تو بچوں والے اس زبردست شیر کی طرح رک گیا

ثَنَى عِظْفَهُ عَنْ قَرْنِهِ حِينَ لَمْ يَجِدْ مَكْرًا وَ قَدَمًا كَانَ ذَلِكَ مِنْ فِعْلِي
جس نے اپنے دم مقابل سے اس وقت پہلو تہی کر لی ہو جب کوئی کارگر تدبیر اور پیش قدمی کا موقع نہ پایا ہو اور میرا ہمیشہ یہی عمل رہا ہے۔“

فَلَا تَبْعَدُنْ يَا عَمْرُو حَيًّا وَهَالِكًا وَحَقُّ لِحُسْنِ الْمَدْحِ مِثْلَكَ مِنْ مِثْلِي
”پس اے عمرو! زندہ رہو یا وفات پا جاؤ مجھ سے ہرگز دور نہ ہونا اور تجھ جیسا شخص مجھ جیسے آدمی کی طرف سے اچھی تعریف کا حق دار ہے۔“

وَلَا تَبْعَدُنْ يَا عَمْرُو حَيًّا وَهَالِكًا فَقَدْ بِنْتُ مَحْمُودَ الشَّيْءِ مَا جِدَ الْأَصْلُ
”پس اے عمرو! زندہ رہو یا وفات پا جاؤ مجھ سے ہرگز دور نہ ہونا، تم تو اچھی تعریف کے قابل اور ماجد الاصل ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہو۔“

فَمَنْ لِيَطْرَأَ الْخَيْلُ تُقْدَعُ بِالْقَنَا وَلِلْفَخْرِ يَوْمًا عِنْدَ قَرْقَرَةِ الْبَزْلِ
”تو (عمرو کے بعد) اب کون ہے جس کے ذریعے حملہ آور سواروں کو نیزوں کے ساتھ روک دیا جائے اور کون ہے جو کسی دن اونٹوں کی طرح بلبلا کر فخریہ کلام کرنے والوں کے لئے باعث فخر ہو۔“

هَذَاكَ لَوْ كَانَ ابْنُ عَبْدِ لَزَارَهَا وَفَرَجَهَا حَقًّا فَتَى غَيْرُ مَا وَغَلِ
”وہاں اگر عمرو بن عبدود ہوتا تو وہ ان سواروں کا سامنا کرتا اور ایک سچے نسب والا نوجوان بن کر انہیں (میدان جنگ سے) حقیقتہً منتشر کر دیتا۔“

فَعَنْكَ عَلَى لَا أَدَى مِثْلَ مَوْقِفِ وَقَفْتَ عَلَى نَجْدِ الْمَقْدَمِ كَالْفَحْصِ
”پس اے علی! دور ہو جا میں کوئی ایسا مقام نہیں دیکھتا جہاں تو ایک جوانمرد کی طرح آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے بہادر کے سامنے ٹھہر سکے گا۔“

فَمَا ظَفِرَتْ كَفَّاكَ فَخْرًا بِبَيْلِهِ أَمِنَتْ بِهِ مَا عِشْتَ مِنْ زَلَّةِ النُّعْلِ
”تیرے ہاتھ اس جیسا قابل فخر آدمی بننے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کا جوتا پھسل جانے کی وجہ سے تو زندگی بھر کے لئے اس سے مامون ہو گیا۔“

عمرو بن ہبیرہ کی مزید آہ و بکا

ہبیرہ بن ابی وہب نے یہ اشعار بھی کہے جن میں وہ عمرو بن عبدود پر آہ و بکا کرتا ہے اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

لَقَدْ عَلِمْتُ عَلِيًّا لَوْيَ بْنَ غَالِبٍ لَفَارِسُهَا عَمْرُو إِذَا نَابَ نَائِبُ
”یقیناً قبیلہ لوی بن غالب کے بلند مرتبہ لوگوں نے خوب جان لیا کہ جب کوئی مصیبت کی
گھڑی آئے تو ان کا شہسوار عمرو ہی ہوا کرتا ہے۔“

لَفَارِسُهَا عَمْرُو إِذَا مَا يَسُومُهُ عَلِيٌّ وَ إِنَّ اللَّيْثَ لَا بُدَّ طَالِبُ
”ان کا شہسوار اس وقت بھی عمرو ہی تھا جب (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے اسے دعوت
مبارزت دی اور بے شک شیر کیلئے کسی نہ کسی مقابلہ کی دعوت دینے والے کا ہونا ضروری ہے۔“
عَشِيَّةً يَدْعُوهُ عَلِيٌّ وَ إِنَّهُ لَفَارِسُهَا إِذْ خَامَ عَنْهُ الْكَتَائِبُ
”جس شام کو (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) اسے دعوت دے رہے تھے درآں حالیکہ سارا
لشکر نہایت بزدلی سے واپس ہو گیا تو وہی ان کا شہسوار تھا۔“

فَيَا لَهْفَ نَفْسِي إِنَّ عَمْرًا تَرَكْتُهُ بِيَثْرَبَ، لَا زَالَتْ هُنَاكَ الْمَصَائِبُ
”ہائے افسوس مجھے اپنی جان پر کہ میں عمرو کو مدینہ چھوڑ کر چلا آیا جہاں اس کے لئے
مصیبتوں پر مصیبتیں ٹوٹ رہی تھیں۔“

عمرو کے قتل پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے فخریہ اشعار
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ عمرو بن عبدود کے قتل پر
فخر کا اظہار کرتے ہیں:

بَقِيَّتُكُمْ عَمْرُو أَبْحَنَاهُ بِالْقَنَا بِيَثْرَبَ نَحْيِي وَالْحَمَاءُ قَلِيلُ
”ایک عمرو ہی تمہارا شہسوار باقی رہ گیا تھا، اسے بھی ہم نے نیزوں کے ساتھ یثرب میں اس
وقت مباح بنا دیا جب ہم اپنا تحفظ کر رہے تھے حالانکہ محافظ تھوڑے تھے۔“

وَ نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ بِكُلِّ مُهَنْدٍ وَ نَحْنُ وَلَاؤُا الْحَرْبِ حِينَ نَصُولُ
”اور ہم نے تمہیں ہر ہندی تلوار کے ساتھ قتل کیا اور ہم ہی اس وقت جنگ کرنے کے اہل
ہوتے جب ہم حملہ کرتے۔“

وَ نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ بِبَدْرِ فَاصْبَحَتْ مَعَاشِرُكُمْ فِي الْهَالِكِينَ تَجُولُ
”اور ہم نے تمہیں میدان بدر میں قتل کیا تو تمہارے گروہ ہلاک ہونے والے لوگوں میں چکر
لگانے لگے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

أَمْسَى الْفَتَى عَمْرُو بْنُ عَبْدِ يَبْتَعَى بِجَنُوبٍ يَثْرِبَ ثَارَهُ لَمْ يَنْظُرِ
”نوجوان عمرو بن عبدود یثرب کے جنوب میں اپنا انتقام لینے آیا تھا لیکن اسے ذرا بھی مہلت نہ دی گئی (اور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا)۔“

فَلَقَدْ وَجَدَتْ سَيُوفَنَا مَشْهُودَةً وَ لَقَدْ وَجَدَتْ جِيَادَنَا لَمْ تُقْصِرِ
”یقیناً تو نے دیکھا کہ ہماری تلواریں لہرائی جا رہی تھیں اور تو نے دیکھا کہ ہمارے تیز رفتار گھوڑوں کو روکا نہ جاسکا۔“

وَ لَقَدْ لَقِيتَ غَدَاةَ بَذْرِ عُصْبَةٍ ضَرْبُوكَ ضَرْبًا غَيْرَ ضَرْبِ الْحُسْرِ
”اور یقیناً تم بدر کے موقع پر ایسے لشکر سے دوچار ہوئے جس نے تیرے ساتھ ایسی شمشیر زنی کی جو غیر زرہ پوشوں کی شمشیر زنی نہ تھی۔“

أَصْبَحْتَ لَا تُدْعَى لِيَوْمٍ عَظِيمَةٍ يَا عَمْرُو أَوْ لِحَسِيمٍ أَمْرٍ مُنْكَرٍ
”اے عمرو! اب تیری حالت یہ ہو گئی ہے کہ کسی عظیم جنگ کے دن یا کسی بڑے بھیاں تک موقع پر تجھے دعوت نہ دی جائے گی۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:
أَلَا أَبْلَغُ أَبَا هَذِمٍ رَسُولًا مُغْلَغَلَةً تَحْبُ بِهَا الْبَطِيُّ
”اے وہ قاصد جس کے چلتے چلتے پاؤں گھس گئے ہیں میرا وہ پیغام پہنچا دو جس کو اونٹنیاں تیزی سے لے جاتی ہیں۔“

أَكُنْتُ وَلَيْكُمُ فِي كُلِّ كُرَّةٍ وَ غَمْرِي فِي الرُّعَاءِ هُوَ الْوَلِيُّ
”کیا ایسی بات نہیں کہ میں ہر مصیبت کے موقع پر تمہارا دوست رہا حالانکہ میرے سوا دوسرے لوگ خوشگوار حالات میں دوست تھے۔“

و مِنْكُمْ شَاهِدٌ وَ لَقَدْ رَأَيْتُ رُفِعَتْ لَهُ كَمَا اخْتَلَبَ الصَّبِيُّ
”اور تم میں وہ شاہد موجود ہے جس نے یہ منظر دیکھا کہ مجھے اس کے سامنے اسی طرح اٹھالیا
گیا جس طرح بچے کو اٹھالیا جاتا ہے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: روایت کیا جاتا ہے کہ یہ اشعار ربیعہ بن امیہ دیلمی کے ہیں اور
ان کے آخر میں یہ شعر بھی روایت کیا جاتا ہے:

كَبِيتَ الْخَزْرَجِيَّ عَلَى يَدَيْهِ وَ كَانَ شِفَاءَ نَفْسِي الْخَزْرَجِيَّ
”تو نے اس خزر جی کو اس کے دونوں ہاتھوں کے بل اوندھا گرا دیا اور وہ خزر جی میرے دل
کی شفا بن گیا۔“

یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ یہ اشعار ابو اسامہ جشمی کے ہیں۔

غزوہ بنی قریظہ کے متعلق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوہ بنی قریظہ کے
بارے میں یہ اشعار کہے جن میں آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہتے ہیں اور بنی
قریظہ کے متعلق آپ کے فیصلہ کا ذکر کرتے ہیں:

لَقَدْ سَجَمْتُ مِنْ دَمْعٍ عَيْنِي عَبْرَةً وَ حَقَّ لِعَيْنِي أَنْ تَفِيضَ عَلَى سَعْدٍ
”بے شک میری آنکھ کے آنسوؤں سے ایک بڑا آنسو بہہ نکلا ہے اور میری آنکھ کا حق ہے
کہ وہ سعد پر آنسو بہائے

قَتِيلٌ ثَوَى فِي مَعْرَكٍ فُجِعَتْ بِهِ عَيُونُ ذَوَارِي الدَّمْعِ دَائِمَةً الْوَجْدِ
اس شہید پر جو میدان جنگ میں پیوند خاک ہو گیا اور جس پر داغی حزن و ملال والی اور آنسو
بہانے والی آنکھیں درد مند ہو گئیں۔“

عَلَى مِلَّةِ الرَّحْمَنِ وَارِثَ جَنَّةٍ مَعَ الشُّهَدَاءِ وَفْدُهَا أَكْرَمُ الْوَفْدِ
”وہ خداوند رحمن کے دین پر شہید ہو کر ان شہداء کے ساتھ جنت کے وارث بن گئے جن کا
گروہ سب سے مکرم گروہ ہے۔“

فَإِنْ تَكَ قَدْ وَدَّعْتَنَا وَ تَرَكْتَنَا وَ أَمْسَيْتَ فِي غِبَاءٍ مُظْلِمَةٍ اللَّحْدِ
”پس (اے سعد!) اگر تم ہم سے رخصت ہو گئے ہو اور ہمیں چھوڑ کر تاریک لحد والی قبر میں

آرام فرما ہو گئے ہو (تو کوئی حرج نہیں)۔

فَإِنَّ الَّذِي يَا سَعْدُ أَتَتْ بِشَهْدٍ كَرِيمٍ وَ أَثْوَابِ الْمَكَارِمِ وَالْحَمْدِ
کیونکہ اے سعد! تم وہ شخص ہو کہ تعریف اور مکارم اخلاق کے لباس میں ملبوس ہو کر عزت
والے مقام کی طرف لوٹ گئے ہو۔

بِحُكْمِكَ فِي حَيٍّ قَرِيبَةٍ بِالَّذِي قَضَى اللَّهُ فِيهِمْ مَا قَضَيْتَ عَلَى عَمْدٍ
”قریبہ کے دونوں قبیلوں کے بارے میں ایسا فیصلہ کر کے (اس مقام کی طرف لوٹ گئے
ہو) کہ جو فیصلہ تم نے اپنی رائے سے کیا تھا وہی اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا۔“

فَوَافَقَ حُكْمَ اللَّهِ حُكْمَكَ فِيهِمْ وَ لَمْ تَعْفُ إِذْ ذُكِّرْتَ مَا كَانَ مِنْ عَهْدٍ
”پس ان کے بارے میں تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے بالکل موافق ہو گیا، اور تم نے
معاف نہیں کیا جبکہ تمہیں عہد و پیمان بھی یاد کرایا گیا۔“

فَإِنْ كَانَ رَيْبُ الذَّهْرِ أَمْضَكَ فِي الْآلِي شَرَوْا هَذِهِ الدُّنْيَا بِجَنَّتَيْهَا الْخُلْدِ
”پھر اگر گردشِ زماں نے ان لوگوں کی وجہ سے تمہیں اس دنیا سے رخصت کر دیا ہے جنہوں
نے دائمی جنتوں کے بجائے یہ دنیا خریدی

فَنَعَمْ مَصِيرُ الصَّادِقِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ يَوْمًا لِلْوَجَاهَةِ وَالْقَصْدِ
(تو کوئی حرج نہیں) کیونکہ سچے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ بہت قابلِ تعریف ہوگی جب انہیں
اعزاز و اکرام کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلایا جائے گا۔“

حضرت ابن معاذ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کے مرثیہ میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے جن میں آپ حضرت سعد بن
معاذ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے دیگر شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرثیہ کہتے ہیں اور
ان میں پائی جانے والی خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں:

أَلَا يَا لِقَوْمِي هَلْ لَنَا حُمْ دَافِعٌ وَ هَلْ مَا مَضَى مِنْ صَالِحِ الْعَيْشِ رَاجِعٌ
”اے میری قوم! بتاؤ جو کچھ مقدر میں لکھا جا چکا ہے کیا اسے کوئی دور کر سکتا ہے اور عیش و
عشرت کی جو زندگی گزر چکی ہے کیا وہ واپس آ سکتی ہے؟“

تَذَكَّرْتُ عَصْرًا قَدْ مَضَى فَتَهَا فَتَتْ بَنَاتُ الْحَشَى وَأَنْهَلَتْ مِنْهَا الْمَدَامِعُ

”مجھے زمانہ ماضی کی یاد آئی تو میرے قلب و جگر پھٹ گئے اور ان سے آنسو بہہ نکلے۔“

صَبَابَةٌ وَجَدَ ذَكَرْتَنِي أَحِبَّةً وَ قَتْلَى مَضَى فِيهَا طِفْلٌ وَ رَافِعُ
”حزن و ملال اور رقت قلب نے مجھے ان دوستوں اور مقتولوں کی یاد دلا دی جن میں طفیل
اور رافع تھے جو گزر گئے۔“

وَ سَعْدٌ فَاضَحُوا فِي الْجَنَانِ وَ أَوْحَشَتْ مَنَازِلَهُمْ فَلَا رِضَ مِنْهُمْ بَلَدُهُ
”اور سعد (بھی ان میں تھے جو گزر گئے) اور جنتوں میں چلے گئے۔ ان کی منازل نے مجھے
وحشت زدہ کر دیا ہے اور زمین ان سے ویران ہو گئی ہے۔“

وَفَوْا يَوْمَ بَذَرَ لِرَسُولٍ وَ فَوْقَهُمْ ظِلَالُ النَّيَا وَالشَّيْوَفُ اللَّوَامِعُ
”ان لوگوں نے بدر کے روز رسول کریم ﷺ کے ساتھ وفا کی درآں حالیکہ ان کے اوپر
موتوں کے سائے اور چمکدار تلواریں منڈلا رہی تھیں۔“

دَعَا فَاجَابُوهُ بِحَقِّ وَ كُلُّهُمْ مُطِيعٌ لَهُ فِي كُلِّ أَمْرٍ وَ سَامِعٌ
”حضور ﷺ نے انہیں بلایا تو انہوں نے حق کے ساتھ لبیک کہی اور وہ سب کے سب ہر
حکم میں حضور ﷺ کے فرمانبردار اور سامع تھے۔“

فَمَا نَكَلُوا حَتَّى تَوَالُوا جَمَاعَةً وَ لَا يَقْطَعُ الْأَجَلُ إِلَّا الْمَصَارِعُ
”انہوں نے بھاگنے کے بجائے ایک جماعت کی صورت میں پے درپے حملے کیے اور ان کی
زندگیاں قتل گاہوں کے سوا کہیں اور ختم نہیں ہوئیں۔“

لَا تَنْهَمُ يَرْجُونَ مِنْهُ شَفَاعَةً إِذَا لَمْ يَكُنْ إِلَّا الشَّيْئُونَ شَافِعُ
”کیونکہ وہ لوگ حضور ﷺ کی شفاعت کی اس وقت امید رکھتے ہیں جب نبیوں کے سوا
کوئی اور شافع نہ ہوگا۔“

فَذَلِكَ يَا عَمْرُو الْعِبَادِ بَلَاؤَنَا إِجْلَبَتْنَا لِلَّهِ وَالْمَوْتُ نَاهِ
”پس اے خیر البشر! یہ ہماری آزمائش ہے اور ہم اللہ کے ہر حکم پر راضی اور حاضر ہیں جبکہ
موت حق ہے۔“

لَنَا الْقَدَمُ الْأُولَى إِلَيْكَ وَ حَلَفْنَا لِأَوْلَانَا فِي مِلَّةِ اللَّهِ تَابِعُ
”آپ کی طرف ہمارا ہی پہلا قدم اٹھا اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اللہ کے دین کے
معا ملے میں ہمارے پہلے لوگوں کا اتباع کریں گی۔“

و نَعْلَمُ أَنَّ الْمَلِكَ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَ أَنَّ قَضَاءَ اللّٰهِ لَا بُدَّ وَاقِعٌ
 ”اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ساری کی ساری بادشاہی اللہ وحدہ لا شریک کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء واقع ہو کر رہتی ہے۔“

غزوہ بنی قریظہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوہ بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:
 لَقَدْ لَقِيتُ قَرْيَظَةَ مَا سَاَهَا وَ مَا وَجَدْتُ لِذَلِّ مِنْ نَصِيرٍ
 ”بنی قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کا برا حال کر دیا اور ذلت و رسوائی کے باعث انہیں ایک بھی حامی نہ مل سکا۔“

أَصَابَهُمْ بَلَاءٌ كَانَ فِيهِ سِوَى مَا قَدْ أَصَابَ بَنِي النَّصِيرِ
 ”وہ ایسی آزمائش سے دوچار ہوئے جس کی نوعیت اس آزمائش سے مختلف تھی جس سے بنی نصیر دوچار ہوئے تھے۔“

غَدَاةَ آتَاهُمْ يَهُوَى إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ كَالْقَمَرِ الْمُنِيرِ
 ”یہ اس روز ہوا جب عالم کو منور کرنے والے چاند کی طرح (روشن رو) رسول اللہ ﷺ ان کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔“

لَهُ عَيْلٌ مُّجَنَّبَةٌ تَعَادَى بِفُرْسَانٍ عَلَيْهَا كَالصُّقُورِ
 ”آپ کے ساتھ پہلو بہ پہلو چلائے جانے والے وہ گھوڑے بھی تھے جو شکروں جیسے سواروں کو اپنے اوپر بٹھائے بڑی تیزی سے دوڑے جارہے تھے۔“

تَرَكْنَاهُمْ وَ مَا ظَفَرُوا بِشَيْءٍ دِمَاؤُهُمْ عَلَىٰ عَيْنِهِمْ كَالْعَدِيدِ
 ”ہم نے انہیں اس حالت میں چھوڑا کہ کسی چیز میں بھی کامیاب نہ ہو سکے، ان کے خون ان پر تالاب کی طرح بہہ رہے تھے۔“

فَهُمْ صَرَغَى تَحَوُّمِ الظُّمُورِ فِيهِمْ كَذَاكَ يُدَانُ ذُو الْعَنْدِ الْفُجُورِ
 ”وہ بچھاڑے پڑے تھے جن پر پرندے منڈلا رہے تھے، سرکشی اور فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کیا جاتا ہے۔“

فَالَّذِرُ مِثْلَهَا نُصْحًا قَرِيبًا مِنَ الرَّحْمَنِ إِنَّ قِبْلَتَ نَذِيرِ
 ”پس خداوند رحمن کی طرف سے خیر خواہی کے طور پر بنی قریظہ کی اس مثال سے قریش کو ڈراؤ

اگر وہ میرے انداز کو قبول کریں۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ لَقِيتُ قَرْيَظَةَ مَا سَاَهَا وَ حَلَّ بِحِصْنِهَا ذُلٌّ ذَلِيلٌ
”بے شک بنی قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کا برا حال کر دیا اور ان کے قلعے میں انتہائی بری ذلت داخل ہوئی۔“

سَعْدٌ كَنْ أَنْذَرَهُمْ بِنَصِيحِ بَانَ إِلَهُكُمْ رَبُّ جَلِيلٌ
”اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں خیر خواہی کے طور پر اس بات سے ڈرایا تھا کہ تمہارا خدا رب جلیل ہے۔“

فَمَا يَرْخُوا بِنَقْضِ الْعَهْدِ حَتَّى فَلَاهُمْ فِي بِلَادِهِمُ الرَّسُولُ
”لیکن وہ عہد شکنی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے مقاموں میں ہی رسول اللہ ﷺ نے انہیں تلواروں سے اڑا دیا۔“

أَحَاطَ بِحِصْنِهِمْ مَنَا صُفُوفٌ لَهُ مِنْ حَرِّ وَقَعَتِهِمْ صَلِيلٌ
”ہماری صفوں نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جن کی شدید افتاد کے باعث اس قلعے میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔“

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوہ بنی قریظہ کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

تَفَاقَدَ مَعْشَرَ نَصْرُوا قَرِيْشًا وَ لَيْسَ لَهُمْ بِيَلَدِيَّتِهِمْ نَصِيرٌ
”وہ گروہ بکھر کر رہ جائے اور ایک دوسرے کو گم کر بیٹھے جنہوں نے قریش کی مدد کی حالانکہ اپنے شہر میں ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔“

هُمْ أَوْتُوا الْكِتَابَ فَضَيَعُوهُ وَ هُمْ عَمَى مِنَ التَّوْرَةِ بُودٌ
”انہیں کتاب دی گئی مگر انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور وہ تورات سے اندھے ہو کر ہلاک ہو گئے۔“

كَفَرْتُمْ بِالْقُرْآنِ وَ قَدْ أْتَيْتُمْ بِتَصْدِيقِ الَّذِي قَالَ النَّذِيرُ
”تم نے قرآن کریم کا انکار کیا حالانکہ تمہارے پاس اس کی تصدیق آچکی تھی جو کچھ رسولِ نذیر نے فرمایا۔“

فَهَانَ عَلَى سَرَاةٍ بَيْنِي لُؤَيٌّ حَرِيقٌ بِالْبُؤْيُورَةِ مُسْتَطِيرٌ

”اس کے نتیجہ میں بوریہ کے مقام پر بنی لوی کے سرداروں پر ایک پھیلی ہوئی آگ بڑی آسانی سے چھا گئی۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار

پھر ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے آپ کے ان اشعار کا یوں جواب دیا:

آدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيعٍ وَ حَرَقَ فِي طَرَانِقِهَا الشَّعِيرُ
”اللہ تعالیٰ اپنے اس کام کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور اس کے اطراف و نواحی میں بھڑکتی ہوئی آگ برابر چلتی رہے۔“

سَتَعْلَمُ اَيْنَا مِنْهَا بِنُوٍّ وَ تَعْلَمُ اَيَّ اَرْضَيْنَا تَضِيرُ
”عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون اس مقام سے دور ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی زمین برباد ہوگی۔“

فَلَوْ كَانَ النَّحِيلُ بِهَا رِكَابًا لَقَالُوا لَا مَقَامَ لَكُمْ فَمَسِيرُوا
”اگر اس جگہ یہ کھجور کے درخت اونٹنیاں ہوتے تو کہتے یہ جگہ تمہارے ٹھہرنے کی نہیں اس لئے یہاں سے چل پڑو۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابن جوال کے اشعار

جبل بن جوال ثعلبی نے بھی آپ کے ان اشعار کا جواب دیا اور بنی نصیر اور بنی قریظہ کا مرثیہ کہتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

اَلَا يَا سَعْدُ سَعْدَ بَنِي مُعَاذٍ لِمَا لَقِيتَ قَرِيْظَةً وَالنَّصِيْرُ
”اے سعد! اے معاذ کے بیٹے سعد! ذرا بتاؤ بنی قریظہ اور بنی نصیر کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔“

لَعَنُوكَ اِنَّ سَعْدَ بَنِي مُعَاذٍ غَدَاةً تَحْمِلُوْا لَهْوَ الصُّبُوْرِ
”تیری جان کی قسم! بے شک حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جس وقت (بنی قریظہ کے فیصلہ کے لئے) لوگ اٹھا کر لے گئے تو آپ حق پر ڈٹ گئے۔“

فَاَمَّا الْخَزْرَجِيُّ اَبُو حُبَابٍ فَقَالَ لِقَيْنُقَاعٍ لَا تَسِيرُوا
”جہاں تک ابو حباب خزرجی کا تعلق ہے تو اس نے قبیلہ قینقاع سے کہا کہ مت جاؤ۔“

وَ بَدَلَتْ اَلْوَالِي مِنْ حَضْمٍ اُسَيْدًا وَالدَّوَانِيْرُ قَدْ تَدُوْرُ

”لیکن قبیلہ حفیر کے بجائے قبیلہ اسید کو حلفاء بنالیا گیا اور زمانے میں اس طرح کے انقلاب آتے رہتے ہیں۔“

وَ أَقْفَرَتِ الْبُؤَيْرَةُ مِنْ سَلَامٍ وَ سَعِيَّةٍ وَ ابْنِ أَخْطَبٍ فَهِيَ بُؤْرٌ
”اور مقام بویہ سلام، سعیہ اور ابنِ اخطب سے ویران ہو کر تباہ و برباد ہو گیا۔“

وَ قَدْ كَانُوا يَبْلَدَتِهِمْ ثِقَالًا كَمَا ثَقُلَتْ بِبَيْطَانَ الصُّخُودِ
”حالانکہ یہ سب اپنے شہر میں اس طرح گراں بار تھے جس طرح میطان پہاڑ پر پتھر کی چٹانیں گراں بار ہیں۔“

فَإِنْ يَهْلِكُ أَبُو حَكَمٍ سَلَامٌ فَلَا رُثَ السِّلَاحِ وَ لَا دُؤُورٌ
”پس اگر ابو حکم سلام ہلاک ہو جائے تو اس کے ہتھیار تو پرانے اور زنگ آلود نہیں ہو گئے۔“

وَ كُلُّ الْكَاهِنِينَ وَ كَانَ فِيهِمْ مَعَ اللَّيْنِ الْخَضَارِمَةُ الصُّقُورُ
”اور کاهنین کے دونوں قبیلوں میں، جن میں بڑے بڑے نرم خو، سخی شرفاء اور شکروں کی مانند انتہائی طاقتور لوگ موجود تھے۔“

وَجَدْنَا الْمَجْدَ قَدْ ثَبَتُوا عَلَيْهِ بِسَجْدٍ لَا تُغَيِّبُهُ الْبُدُورُ
”ہم نے ایسا مجد و شرف دیکھا جس پر وہ اس قدر پختہ ہو گئے کہ مرورِ ایام بھی اسے مٹا نہیں سکتا۔“

أَقِيمُوا يَا سَرَاةَ الْأَوْسِ فِيهَا كَأَنَّكُمْ مِنَ الْمَخْزَاةِ عُدُورُ
”اے سردارانِ اوس! جاؤ تم وہاں جا کر رہو، یوں لگتا ہے تم ذلت و شرمندگی کے احساس سے کانے ہو چکے ہو (یعنی تم میں ذلت کا احساس مٹ چکا ہے)۔“

تَرَكْتُمْ قِذْرَكُمْ لَا شَيْءَ فِيهَا وَ قِذْرُ الْقَوْمِ حَامِيَةٌ تَفُورُ
”تم نے اپنی ہنڈیا کو چھوڑ دیا، اب اس میں کچھ نہیں جبکہ ہماری قوم کی ہنڈیا گرم ہے اور ابل رہی ہے (یعنی تم بخیل ہو جبکہ ہم سخی اور مہمان نواز ہیں)۔“

سلام بن ابی الحقیق کا قتل

ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق قبیلہ خزرج کی درخواست

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ابورافع سلام بن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف عرب کے مختلف قبائل کو اکٹھا کیا تھا۔ غزوہ احد سے قبل کعب بن اشرف (یہودی) کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی دشمنی اور آپ کے خلاف اس کی ہدیان سرائی کے باعث قبیلہ اوس نے قتل کر دیا تھا۔ جب غزوہ خندق کا معاملہ اپنے انجام کو پہنچا اور بنی قریظہ کا قصہ بھی تمام ہو گیا تو قبیلہ خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اذن طلب کیا کہ وہ سلام بن ابی الحقیق کو کیفر کردار تک پہنچا دیں۔ اس کی رہائش خیبر میں تھی، حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

عمل خیر میں اوس و خزرج کا جذبہ مسابقت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبد بن کعب بن مالک سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے جو اسباب مہیا کیے تھے ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انصار کے یہ دونوں قبیلے اوس و خزرج رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک دوسرے سے اس طرح بازی لے جانے میں کوشاں رہتے تھے جس طرح دو جوان مرد ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے متعلق منفعت کا کوئی کام قبیلہ اوس کے لوگ سر انجام دیتے تو قبیلہ خزرج کے لوگ کہتے: ”بخدا! اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں تم اس کام کے ساتھ ہم پر فضیلت اور سبقت نہیں لے جا سکتے“۔ پھر انہیں اس وقت تک چین نہ آتا جب تک وہ اسی قسم کا کارنامہ سر انجام نہ دے لیتے اور جب قبیلہ خزرج کے لوگ کوئی کارنامہ سر انجام دیتے تو قبیلہ اوس کے لوگ یہی کہتے۔

ابن ابی الحقیق کا قتل

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے ان پانچ آدمیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اسے قتل کیا اور ان

جب کعب بن اشرف کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی دشمنی کے باعث قبیلہ اوس کے لوگوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تو قبیلہ خزرج کے لوگوں نے کہا بخدا تم اس کے ساتھ ہم پر کبھی فضیلت اور سبقت نہیں لے سکتے۔ چنانچہ ان کے درمیان بات چلی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی رکھنے میں ابن اشرف جیسا کون آدمی ہے؟ لوگوں نے ابن ابی الحقیق کا ذکر کیا۔ اس کی رہائش خیبر میں تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

ابن ابی الحقیق کے قتل کی مہم پر روانہ ہونے والے افراد کا واقعہ

چنانچہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی سلمہ کے پانچ آدمی یعنی حضرات عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابو قتادہ حارث بن ربیع اور بنی اسلم سے ان کے حلیف خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم اس مہم پر روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا کہ کسی بچے یا عورت کو قتل کریں۔ یہ لوگ اپنا سفر طے کر کے جب خیبر پہنچے تو رات کے وقت ابن ابی الحقیق کے گھر آئے اور گھر میں کوئی ایسا کمرہ نہ چھوڑا جس کے اندر موجود لوگوں کو اندر بند کر کے دروازہ بند نہ کر دیا ہو۔ ابن ابی الحقیق اپنے ایک بالا خانے میں موجود تھا جس کی طرف چڑھنے کے لئے کھجور کے تنے کی ایک سیڑھی لگی تھی۔ یہ لوگ اس سیڑھی کے ذریعے اس کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے اور اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ اس کی بیوی باہر آئی۔ ”پہچھاتم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ”ہم چند عربی آدمی ہیں، بچے کھچے کھانے کی طلب ہے۔ بیوی نے کہا: صاحب خانہ اندر ہیں، اندر ہی اس کے پاس چلے جاؤ۔“ فرماتے ہیں: جب ہم اس کے پاس اندر داخل ہوئے تو ہم نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا کہ کہیں اس کے پاس اس کی بیوی کی آمد و رفت جاری نہ ہو اور وہ ہمارے کام میں حائل نہ ہو جائے۔ دروازہ بند کرنا تھا کہ اس کی بیوی چلانے لگی۔ ابن ابی الحقیق اپنے بستر پر لیٹا تھا۔ ہم نے جلدی سے اپنی تلواریں تھامیں اور اس کے قریب پہنچ گئے۔ بخدا رات کی تاریکی میں کوئی چیز اس کی نشاندہی نہیں کر رہی تھی سوائے اس کے کہ اس کی سفیدی (نظر آ رہی تھی)۔ یوں لگتا تھا گویا کوئی سفید مصری کپڑا پڑا ہوا ہو۔ اس کی بیوی نے جب شور مچانا شروع کر دیا تو ہم

کے نام بھی بیان کیے ہیں۔ ابن عقبہ نے ان میں حضرت اسعد بن حرام کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ابن عقبہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص معروف نہیں جس نے حضرت اسعد کا بھی ذکر کیا ہو۔

میں بے ایک آدمی اس پر اپنی تلوار اٹھانے لگتا پھر اسے رسول اللہ ﷺ کی ممانعت کا خیال آتا تو اپنا ہاتھ روک لیتا۔ اگر یہ ممانعت نہ ہوتی تو ہم رات کو اس کی بیوی سے بھی فارغ ہو جاتے۔ فرماتے ہیں: پھر جب ہم نے اپنی تلواروں کے ساتھ ابن ابی الحقیق پر وار کیے تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار گھونپ دی حتیٰ کہ وہ آ رہا ہوئی۔ تلوار لگتے ہی وہ چیخا قَطْنِي قَطْنِي یعنی یہ میرے لئے کافی ہے کافی ہے۔ اور ہم لوگ باہر آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی نظر کچھ کمزور تھی، وہ سیرھی سے گر گئے اور ہاتھ میں سخت موج آ گئی۔ بروایت ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے پاؤں میں موج آئی تھی۔ ہم نے انہیں اٹھایا اور چشموں سے ان کے قلعے کے اندر پانی آنے کے راستے پر لے آئے اور اس میں داخل ہو گئے۔ ان لوگوں نے آگ جلا کر روشنی کی اور ہمیں تلاش کرنے کے لئے ہر چہرے کو خوب غور سے دیکھنے لگے۔ حتیٰ کہ جب وہ مایوس ہو گئے تو اپنے ساتھی (ابن ابی الحقیق) کے پاس واپس چلے گئے اور اسے گھیرے میں لے لیا۔ وہ ان کے درمیان دم توڑ رہا تھا۔ ہم نے سوچا کہ ہمیں

قَطْنِي، قَدْ اُورِنُون و قايه

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں یہ الفاظ ذکر کیے: قَطْنِي قَطْنِي۔ انہوں نے کہا اس کا معنی ہے میرے لئے کافی ہے، کافی ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا: یہ کلمہ اصل میں الْقَطْ سے مشتق ہے جس کا معنی کاٹنا ہے۔ پھر اس میں تخفیف کر کے اے حرف (قط) کے قائم مقام رکھ دیا گیا۔ اسی طرح قَدْ بمعنی قَطْ بھی الْقَدْ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے لمبائی کے رخ کاٹنا۔ اور طاء کے ساتھ الْقَطْ کا معنی ہے چوڑائی کے رخ کاٹنا۔ کہا جاتا ہے: اِنْ عَلِيًّا رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ اِذَا اسْتَعْلَى الْفَارِسَ قَذًا وَاِذَا اسْتَعْرَضَهُ قَطَّةً کہ ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب کسی گھڑ سوار کے اوپر غالب آتے تو اسے لمبائی کے رخ کاٹ دیتے اور جب عرض کی طرف سے اس کے قریب آتے تو اسے چوڑائی کے رخ کاٹ دیتے۔“ اور جب کوئی چیز کفایت کرنے والی ہو جس کی موجودگی میں کسی اور چیز کی حاجت نہ ہو بلکہ وہ مزید طلب نہ کرنے کا تقاضا کرتی ہو تو اہل عرب اس معنی کا شعور دلانے کے لئے قَدْ اور قَطْ بولتے ہیں۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ ہی ذات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں قَدِي اور قَطِي جیسا کہ وہ حَسْبِي کہتے ہیں اور اگر چاہیں تو نون ملا کر قَذْنِي بھی کہہ دیتے تھے اور یہ نون آخری حرف کے سکون کی خاطر لایا جاتا ہے کیونکہ وہ یاء کی وجہ سے آخری حرف کو حرکت دینا ناپسند کرتے ہیں۔ جس طرح وہ فعل کے

کیسے معلوم ہو کہ یہ دشمن خدا ہلاک ہو چکا ہے؟ اس پر ہم میں سے ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں اور معلوم کر کے تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ گیا اور لوگوں میں گھس گیا (واپس آ کر) اس نے بیان کیا: میں نے دیکھا کہ اس کی بیوی اور چند یہودی اس کے گرد جمع ہیں۔ بیوی ہاتھ میں چراغ لیے اپنے شوہر کا منہ دیکھ رہی تھی اور لوگوں کو سارا قصہ سنارہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: سنو بخدا! ”میں نے ابن عتیک کی آواز سنی پھر میں نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور کہا اس شہر میں ابن عتیک کہاں آ سکتا ہے؟“ پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا: فَاظَ وَاللّٰہِ یٰہُوْدَ ”خداے یہود کی قسم! وہ تو چل بسا“۔ میں نے اس سے زیادہ دل پسند فقرہ کبھی نہ سنا۔ فرماتے ہیں: پھر جو نبی اس کی موت کا ہمیں علم ہوا تو ہم نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور حضور ﷺ کو اس دشمن خدا کے قتل کی خبر سنائی۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس کے قتل کے بارے میں ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا۔ ہم میں سے ہر ایک اس کے قتل

آخر کی تحریک کو ناپسند کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ضَرَبْنِیْ۔ اسی طرح وہ لَیْتِ کے آخر کی تحریک کو ناپسند کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں لَیْتَنِیْ۔ کبھی کبھی لَیْتَنِیْ بھی کہہ دیتے ہیں لیکن یہ بہت قلیل ہے اور وہ کہتے ہیں لَعَلْنِیْ اور لَعَلِّیْ اور کہتے ہیں مِنْ لَذْنِیْ۔ پس انہوں نے ظرف کے باعث مجرور ہونے والی یاء پر نون کو داخل کر دیا۔ اسی طرح مِنْ اور عَنْ کے باعث مجرور ہونے والی یاء پر نون کو داخل کر دیا۔ انہوں نے ان کلمات کے آخر میں ایسا اس لئے کیا تا کہ کسرہ سے بچا جاسکے اور اس مقصد کے لئے نون کو خاص کیا کیونکہ جب یہ نون اسم کے آخر میں بطور تنوین ہو تو یہ امتناع اضافت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ مقامات میں یہ نون امتناع کسرہ کا شعور دلاتا ہے اور فعل اور حروف میں یہ امتناع اضافت کا بھی شعور دلاتا ہے کیونکہ حرف مضاف نہیں ہوتا اسی طرح فعل بھی مضاف نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ فَعَلْنَا میں نون علاماتِ اضمار میں سے ہے اور فَعَلْنَا میں ضمیر مفعول ہے۔ جہاں تک قَدْ اور قَطُّ کا تعلق ہے تو یہ دونوں اسم ہیں، اسی طرح لَذْنُ بھی اسم ہے لیکن ان کے اواخر کو حرکت دینا ممنوع ہے کیونکہ ان کی حروف کے ساتھ مشابہت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر قَطْنِیْ کے آخر میں نِیْ کا کیا محل ہے ہم کہیں گے؟ یہ اضافت کے باعث محل جر میں ہے جس طرح لَذْنِیْ میں ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ضَرَبْنِیْ اور لَیْتَنِیْ میں یہ نون ضمیر مفعول اور ضمیر منصوب کیسے ہو سکتا ہے جبکہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ نون محل جر میں ہے۔ ہم کہیں گے کہ فی الحقیقت ضمیر منصوب اور ضمیر مجرور صرف یاء ہے جس طرح کاف اور ہاء ضمیر ہوتی ہے جیسا کہ مِیْنِیْ اور عِیْنِیْ میں صرف یاء ضمیر مجرور ہے اور اس

کا دعویٰ کرنے لگا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اپنی تلواریں میرے پاس لاؤ“۔ ہم نے اپنی تلواریں پیش کیں، حضور ﷺ نے انہیں غور سے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن انیس کی تلوار کے متعلق فرمایا کہ ”اس تلوار نے اسے قتل کیا، میں اس میں کھانے کا اثر دیکھ رہا ہوں“۔

ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا اس سلسلے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لِلّٰهِ دَرٌّ عَصَابِيَّةٌ لَا قِيَتَهُمْ يَا ابْنَ الْحَقِيقِ وَ اَنْتَ يَا ابْنَ الْاَشْرَفِ
اس جماعت کا کیا کہنا جس سے اے ابن ابی الحقیق تم دو چار ہوئے اور اے ابن اشرف تم بھی۔

يَسْرُونَ بِالْبَيْضِ الْخِفَافِ إِلَيْكُمْ مَرَحًا كَأَسَدٍ فِي عَرِينٍ مُّغْرِفٍ
جبکہ وہ لوگ ہلکی پھلکی تلواریں لے کر تمہاری طرف اس طرح اکڑتے ہوئے چلے جس طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔

میں نون بھی ہے اور لیتنی اور لعلنی میں بھی یا، ہی ضمیر منصوب ہے اور اس میں نون نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب آپ یہ کہتے ہیں قَطْنِي اور قَدِي تو ان میں اسم (قد اور قط) کا محل کیا ہے؟ ہم کہیں گے ان دونوں کا اعراب بھی حَسْبِي کے اعراب کی طرح ہے کہ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور اس کی خبر کا محذوف ہونا اس لئے لازم ہے کہ اس میں امر کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی باب سے جہنم (اس سے اللہ تعالیٰ بچائے) کا یہ قول ہے قَطْنِي وَ عِزَّتِكَ قَطْنِي مجھے کافی ہے تیری عزت کی قسم! کافی ہے۔ اور قَطْنِي بھی مروی ہے۔ یہ وہ اپنے اس قول کے بعد کہے گی: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ”کیا کچھ اور بھی ہے“۔ پھر جب اس میں قدم (1) رکھا جائے گا اور وہ کچا کچ بھر جائے گی تو کہے گی قَطْنِي بس بس مجھ کو کافی ہے۔ ایک شاعر نے ان دونوں لغتوں کو ایک شعر میں جمع کیا ہے، اس نے کہا:

قَذْنِي مِنْ نَصْرِ الْحَبِيبِ قَدِي
”مجھے دو دوستوں کی مدد کافی ہے، کافی ہے“۔

1۔ یعنی اس اللہ رب العزت سبحانہ و تعالیٰ عزوجل کا قدم جو اس شان والا ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (شوری) ”نہیں ہے اس کی مانند کوئی چیز اور وہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے“۔

حَتَّىٰ أَتَوْكُمْ فِي مَحَلِّ بِلَادِكُمْ فَسَقَوْكُمْ حَتْفًا بَيِّضَ دُفْفٍ
 ”یہاں تک کہ وہ تمہارے شہر میں تمہاری قیام گاہ میں تمہارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار
 تلواروں سے تمہیں موت کا جام پلا دیا۔“

مُسْتَبْصِرِينَ لِنَصْرِ دِينِ نَبِيِّهِمْ مُسْتَصْغِرِينَ لِكُلِّ أَمْرٍ مُّجْهِفٍ
 ”در آں حالیکہ ان کے پیش نظر اپنے نبی کے دین کی نصرت تھی اور وہ ہر ہلاک کر دینے والی
 مصیبت کو حقیر سمجھ رہے تھے۔“

حضرت ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ قول ”دُفْفٍ“ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

یہ ساری بحث اس قَطُّ کے متعلق ہے جو حَسْبِي کے معنی میں ہے۔ جہاں تک قَطُّ کا تعلق ہے
 جو مبنی بر ضمہ ہے تو وہ زمانہ ماضی کی طرف ہے۔ اسے تخفیف اور تشدید دونوں طریقوں سے بولا جاتا
 ہے۔ یہ بھی اسی الْقَطُّ سے مشتق ہے جو کاٹنے کے معنی میں ہے۔ اس کے مقابلہ میں زمانہ مستقبل کی
 طرف عَوْضُ ہے۔ کہا جاتا ہے مَا فَعَلْتُهُ قَطُّ میں نے کبھی یہ کام نہ کیا اور لَا أَفْعَلُهُ عَوْضُ میں
 ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ یہ دونوں قَبْلُ اور بَعْدُ کی مثل ہیں۔

حضرات عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام حضرت عمرو نجاشی کے دربار میں

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت راشد مولیٰ حبیب بن ابی اوس ثقفی سے، انہوں نے حضرت حبیب بن ابی اوس ثقفی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خود یہ واقعہ بیان کیا کہ جب ہم جنگ خندق سے فارغ ہو کر دیگر قبائل کے گروہوں (احزاب) کے ہمراہ واپس لوٹے تو میں نے قریش کے چند آدمیوں کو جمع کیا جو میرے ہم خیال تھے اور میری بات توجہ سے سنتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: بخدا تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کا معاملہ اب ناقابلِ برداشت حد تک بلند ہوتا جا رہا ہے، میں نے ایک تجویز سوچی ہے، بتاؤ تمہاری رائے اس میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بتائیے تم نے کیا سوچا ہے؟ میں نے کہا: میری رائے تو یہ ہے کہ ہم نجاشی (شاہ حبشہ) کے پاس چلے جائیں اور اس کی پناہ میں وہاں رہائش پذیر ہو جائیں۔ اگر محمد (ﷺ) ہماری قوم پر فتح یاب ہو جائیں تو ہم (ایسے حالات میں) نجاشی کی پناہ میں ہوں گے اور ہمارے لیے محمد (ﷺ) کی محکومی سے نجاشی کے ماتحت ہونا بہت پسندیدہ ہے اور اگر ہماری قوم ان پر

حضرت عمرو بن العاصی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

ہم نے حضرت ابوبکر الخطیب کے واسطے سے ایک مرفوع سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یَقْدُمُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةُ رَجُلٌ حَكِيمٌ ”آج رات تمہارے پاس ایک دانہ آدمی آئے گا“۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص ہجرت کر کے تشریف لے آئے۔ اس روایت میں انہوں نے راستے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمرو کی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور ان کو کہے جانے والے حضرت خالد کے اس قول کا ذکر کیا ہے: وَاللَّهِ لَقَدْ اسْتَقَامَ الْيَهُسَمُ۔ جنہوں نے اسے یاء کے ساتھ الْيَهُسَمُ روایت کیا ہے تو اس کا معنی علامت ہے یعنی بخدا معاملہ واضح ہو گیا اور حقانیت کی علامات مستقیم ہو گئیں۔ اور جنہوں نے اسے الْمَنْسَمُ مِم کے فتح اور لون کے ساتھ روایت کیا ہے تو اس کا معنی ہے راستہ سیدھا ہو گیا اور ہجرت واجب ہوئی۔ الْمَنْسَمُ اونٹ کے خف کے اگلے حصے کو کہتے ہیں۔ اسے راستہ کے لئے کنایہ بولا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ راستہ میں رخ کیا جاتا ہے۔

غالب آجائے تو ہم وہ لوگ ہیں جنہیں وہ جانتے ہیں، ان کی طرف سے ہمیں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پہنچے گا۔ سب نے کہا: یہ رائے واقعی ٹھیک ہے، میں نے کہا: تو پھر ہمارے لئے کچھ چیزیں جمع کرو جو ہم نجاشی کو بطور ہدیہ پیش کریں گے۔ نجاشی کو ہمارے ملک کا سب سے پسندیدہ ہدیہ چڑا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کے لئے بہت سی چمڑے کی مصنوعات جمع کیں اور انہیں لے کر روانہ ہو گئے اور نجاشی کے پاس پہنچ گئے۔

بخدا ہم اس کے پاس اقامت گزریں تھے کہ ایک روز اس کے پاس عمرو بن امیہ ضمری آیا اسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر اور ان کے رفقاء کے بارے میں اپنا گرامی نامہ دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ وہ نجاشی کے ہاں کچھ دیر ٹھہرا پھر واپس چلا گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: عمرو بن امیہ ضمری یہاں آیا ہوا ہے۔ اگر میں نجاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کروں کہ وہ عمرو کو ہمارے حوالے کر دے تو پھر ہم عمرو کی گردن اڑا دیں گے۔ اگر میں یہ کارنامہ انجام دے لوں گا تو قریش خوش ہوں گے کہ میں نے محمد (ﷺ) کے قاصد کو قتل کر کے انہیں اپنی غیر حاضری کی اچھی جزاء دے دی ہے۔ چنانچہ میں نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسب معمول اس کے سامنے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: میرے دوست! مرحبا، کیا اپنے ملک سے میرے لئے کوئی تحفہ بھی لائے ہو؟ میں نے کہا ہاں، اے بادشاہ! میں تمہارے لیے بہت سی چمڑے کی مصنوعات لے کر آیا ہوں۔ چنانچہ وہ سارے تحفے اس کی خدمت میں پیش کر دیے۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور وہ اسے بہت پسند آئے۔ پھر میں نے اس سے کہا: اے بادشاہ! میں نے ایک آدمی دیکھا ہے جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے نکلا ہے، وہ ہمارے ایک دشمن آدمی کا قاصد ہے۔ اسے تم میرے حوالے کر دو تا کہ میں اسے قتل کر دوں کیونکہ اس نے ہمارے اشراف اور نامور افراد کو قتل کیا ہے۔ یہ سن کر نجاشی غضبناک ہو گیا اور اپنا ہاتھ کھینچ کر ایک زوردار طمانچہ میری ناک پر دے مارا۔ بخدا مجھے گمان ہوا کہ اس نے ناک کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس وقت اگر میرے لیے زمین پھٹ جاتی تو شرمندگی کے باعث میں اس میں گھس جاتا۔ پھر میں نے کہا: اے

حضرت زبیر نے بھی حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ اس راستے میں حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے ہمراہ تھے۔ جب تینوں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان دونوں سے کم سن تھا۔ میں نے ان دونوں کو فریب دینے کا ارادہ کیا۔ بیعت کے لئے اپنے سے قبل ان دونوں کو آگے

بادشاہ! بخدا! کاش مجھے علم ہوتا کہ تم میرے اس سوال پر اتنے برا فروختہ ہو گے۔ اس نے کہا، کیا تم مجھ سے مطالبہ کرتے ہو کہ میں ایک ایسی ہستی کے قاصد کو تمہارے حوالے کر دوں جس کے پاس ناموس اکبر (جبرائیل) حاضر ہوتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا تاکہ تو اس کو قتل کر دے؟ میں نے پوچھا! اے بادشاہ! کیا وہ شخص واقعی ایسا ہے؟ نجاشی بولا: تجھ پر افسوس! اے عمرو! میری بات مانو اور اس ہستی کا اتباع کرو۔ بخدا! وہ حق پر ہیں اور آپ اپنے جملہ مخالفین پر غالب آ جائیں گے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے لشکروں پر غالب آ گئے تھے۔ میں نے کہا: کیا تم ان کی طرف سے میرے اسلام قبول کرنے کی بیعت لیتے ہو؟ اس نے کہا: بے شک۔۔۔ نجاشی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی بیعت کر لی۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا درآں حالیکہ میری پہلی رائے تبدیل ہو چکی تھی۔ میں نے اپنے اسلام کو ساتھیوں پر پوشیدہ رکھا۔

راستے میں حضرت خالد کے ساتھ حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کی ملاقات

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا تاکہ اسلام قبول کر لوں۔ راستے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ یہ فتح مکہ سے چند روز پہلے کا واقعہ ہے، وہ مکہ مکرمہ سے آرہے تھے۔ میں نے کہا: اے ابوسلیمان! (حضرت خالد کی کنیت) کدھر کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا: وَاللّٰهِ لَقَدْ اسْتَقَامَ الْيَمَسُّمُ بخدا! معاملہ واضح ہو گیا اور دین اسلام کی حقانیت کی علامات مستقیم ہو گئیں۔ یہ شخص واقعی اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔ بخدا! میں جا رہا ہوں، اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ آخر کب تک (حق سے منحرف رہوں گا)۔ میں نے کہا: بخدا! میں بھی صرف اسی لئے آیا ہوں تاکہ اسلام قبول کر لوں۔ چنانچہ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آ گئے بڑھے اور قبول اسلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر میں قریب ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے سارے سابقہ

بڑھادیا۔ ان دونوں نے اس شرط پر بیعت کی کہ ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں۔ میں نے اپنے دل میں یہ بات پوشیدہ رکھی کہ ہم اس شرط پر بیعت کریں کہ اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادے لیکن جب میں نے بیعت کی تو یہ تو ذکر کیا کہ میرے پچھلے گناہ (معاف فرمادے) لیکن یہ کہنا بھول گیا کہ میرے اگلے گناہ بھی معاف فرمادے۔

گناہ معاف کر دیے جائیں اور جو گناہ بعد میں ہوں گے ان کا میں ذکر نہیں کرتا۔ میری عرض سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَا عَمْرُو بَايِعْ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَجُثُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَإِنَّ الْهَجْرَةَ تَجُثُّ مَا كَانَ قَبْلَهَا ”اے عمرو! بیعت کرو، بے شک اسلام پہلے گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور بے شک ہجرت بھی پہلے گناہوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔“ پھر میں نے بیعت کی اور واپس آ گیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یوں: بھی روایت کیا گیا ہے: فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَحُثُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَإِنَّ الْهَجْرَةَ تَحُثُّ مَا كَانَ قَبْلَهَا۔ (يَحُثُّ کا معنی ہے جھاڑ دینا)۔

حضرت ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا کہ جب ان دونوں حضرات نے اسلام قبول کیا تو اس وقت حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے ساتھ تھے۔

نجاشی کے ساتھ ضمیری کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کا گرامی نامہ لے کر حضرت عمرو بن امیہ ضمیری کے نجاشی کے پاس آنے کا ذکر کیا ہے۔ اس گرامی نامہ میں وہی کچھ لکھا تھا جو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے ساتھ گفتگو کی۔ کیونکہ جب آپ نجاشی کے پاس آئے تو آپ نے اس سے کہا: ”اے اصحمہ! (نجاشی کا نام) مجھ پر بات کرنا اور تم پر اسے غور سے سننا لازم ہے۔ ہم پر نرمی کرنے میں گویا تم ہم سے ہو اور تم پر اعتماد کرنے میں گویا ہم تم سے ہیں کیونکہ ہم نے جب بھی تم سے کوئی بھلائی حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اسے پالیا اور ہمیں تم سے جس چیز کا بھی خدشہ ہوا، ہم اس سے بے خوف ہو گئے اور تمہاری زبان سے ہی تمہارے خلاف ہمیں یہ حجت مل چکی ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ایسا گواہ نہیں ہو سکتا جس کا رد نہ ہو سکے اور ایسا قاضی نہیں ہو سکتا جو ظلم نہ کرے۔ اس میں شکاف پڑنے کا اندیشہ ہے اسی میں احتیاط کا حصول اور فیصلہ کن بات تک وصول ہے ورنہ اس نبی امی ﷺ کے بارے میں تم بھی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں یہودیوں کی مانند ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ہر سمت کے لوگوں کی طرف اپنے قاصد بھیج دیے ہیں لیکن حضور ﷺ کو تم سے وہ امیدیں وابستہ ہیں جو دوسرے لوگوں سے وابستہ نہیں اور آپ ﷺ کو تم سے ان باتوں کا اندیشہ نہیں ہے جن کا دوسرے لوگوں سے اندیشہ ہے کیونکہ تم نے پہلے بھی بھلائی کی ہے اور آئندہ بھی تم

حضرات ابن طلحہ اور خالد رضی اللہ عنہما کے قبولِ اسلام کے متعلق

ابن زبیری کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ابن زبیری سہمی نے یہ اشعار کہے:

أَتَشُدُّ عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ حِلْفَنَا وَ مُلْقَى نِعَالِ الْقَوْمِ عِنْدَ الْمُقْبَلِ
”میں عثمان بن طلحہ کو اپنے باہمی عہد کی اور بوسہ گاہ (حجر اسود) کے قریب لوگوں کے جوتے اتارنے کی جگہ کی قسم دلاتا ہوں

وَمَا عَقَدَ الْآبَاءُ مِنْ كُلِّ حِلْفَةٍ وَ مَا خَالِدٌ مِّنْ مِّثْلِهَا بِمُحَلِّلٍ
اور ہر اس عہد و پیمان کی (قسم دلاتا ہوں) جو ہمارے آباء و اجداد نے باندھا اور خالد بھی اس

سے بھلائی کی توقع ہے۔“ آپ کی گفتگو سن کر نجاشی نے کہا: ”میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب کو انتظار تھا اور جس طرح اونٹ کے سوار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (حضور ﷺ کی تشریف آوری کی) بشارت دی تھی، بے شک اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دراز گوش کے سوار کو بشارت دی تھی۔ اور بے شک (آپ پر ایمان لانے کے لئے) آپ کو آنکھوں سے دیکھنا آپ کے متعلق خبر مل جانے سے زیادہ فائدہ مند نہیں، لیکن حبشہ میں میرے اعوان و انصار بہت کم ہیں، مجھے مہلت دو تا کہ میرے اعوان و انصار زیادہ ہو جائیں اور لوگوں کے دل نرم ہو جائیں (پھر ان کو اسلام کا پابند کرنا آسان ہوگا)۔“ ہم ان شاء اللہ آنے والے صفحات میں نبی کریم ﷺ کے قاصدوں کی وہ گفتگو ذکر کریں گے جو انہوں نے بادشاہوں کے پاس جا کر کی اور جو انہیں اس کا جواب ملا۔

شاہانِ عالم کی طرف بھیجے جانے والے قاصد

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ قیصر کی طرف حضور ﷺ کے قاصد تھے، حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کسریٰ کی طرف آپ کے قاصد تھے، حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ جبلہ بن اسہم غسانی کی طرف، حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوزہ بن علی حنفی شاہ یمامہ کی طرف، حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوزہ بن علی حنفی شاہ یمامہ کی طرف، حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بادشاہ بحرین منذر بن ساوی کی طرف، حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ حارث بن عبد کلال کی طرف، حضرت عمرو بن العاصی رضی اللہ عنہ کو جلندی شاہ عمان کی طرف، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مقوقس شاہ مصر کی طرف اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نجاشی کی طرف حضور ﷺ کے قاصد تھے۔ جیسا کہ پہلے

جیسے عہد و پیمان سے بری نہیں ہو سکتا۔“

اَمِفْتَاَحَ بَيْتٍ غَيْرِ بَيْتِكَ تَبْتَغِيْ وَ مَا تَبْتَغِيْ مِنْ مَّجْدٍ بَيْتٍ مُّوْتَلٍ
کیا تو اپنے گھر کے سوا کسی اور گھر کی کنجی طلب کرتا ہے اور قدیم گھر کا مجد و شرف طلب نہیں کرتا۔
فَلَا تَأْمَنَنَّ خَالِدًا بَعْدَ هَذِهِ وَ عُثْمَانَ جَاءَ بِالذَّهْمِ الْمُعْضَلِ
”پس اس واقعہ کے بعد تم خالد اور عثمان سے بے خوف نہ رہو، وہ دونوں بڑی سخت مصیبت لائے ہیں۔“

ماہِ ذی قعدہ اور اوائلِ ذی الحجہ میں بنی قریظہ پر فتح حاصل ہوئی اور اس حج کی ولایت بھی مشرکین کے پاس رہی۔

مذکور ہوا۔ ان میں سے ہر ایک کی گفتگو ہے جو انہوں نے کی اور اشعار ہیں جو انہوں نے کہے۔ ان شاء اللہ ہم بعد میں ان کا ذکر کریں گے۔

السهرية

سیرت ابن ہشام کے اشعار میں جو سمہری نیزوں کا ذکر آیا ہے، یہ نیزے سمہر کی طرف منسوب ہیں۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یہ ایک کاریگر تھا جو نیزے بناتا تھا اور اس کی روینہ ان نیزوں کو نہتی تھی۔ اس کی وجہ سے نیزوں کو روینہ کہا جاتا۔ جہاں تک ماخنی کمانوں کا تعلق ہے تو یہ ماخہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس کا نام نبیثہ بن حارث ہے جو بنی نصر بن ازد کا ایک فرد تھا۔ جعدی نے کہا:

بِعَيْسٍ تُعْطِفُ أَعْنَاقَهَا كَمَا عَطَفَ الْمَاسِيحِيُّ الْقِيَمَانَا
”بھورے رنگ کے اونٹ اپنی گردنیں اس طرح دوہری کرتے ہیں جس طرح ماخنی قان کے درخت کی بنی ہوئی کمان دوہری کرتا ہے۔“

کبھی کمانوں کو زارہ کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ ماخہ کی بیوی ہے۔ صخر الغی نے کہا:

سَنَحَةِ مِّنْ قَيْسِيْ زَادَةَ حَمْرَاءَ هَتُوفٍ عِلَادَهَا غُرْدُ
”زارہ کی سرخ کمان کا عطیہ جس کی آواز سریلی اور سائیں سائیں کرنے والی ہے۔“

یہ اشعار دینوری کی کتاب النبات سے ماخوذ ہیں اور یزنیہ عبید طعان کی طرف منسوب ہے، یہ یزنیہ بن ہماذی کے نام سے مشہور ہے۔ اور مازیہ مازی بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہے۔ یہ طبری کا قول ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے تلواریں استعمال کیں وہ جم ہے اور یہ روئے زمین پر چوتھا بادشاہ ہے۔

غزوہ بنی لحيان

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ہم سے حضرت ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبد اللہ بکائی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ذوالحجہ، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے ماہ مدینہ طیبہ میں بسر کیے اور بنی قریظہ پر فتح پانے کے تقریباً چھ ماہ بعد جمادی الاولیٰ میں آپ بنی لحيان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ان سے اصحاب ربیع یعنی حضرت خبیب بن عدی اور ان کے رفقاء رضی اللہ عنہم کا بدلہ لیں اور ظاہر یہ کیا کہ شام کا قصد ہے تاکہ دشمن پر اچانک حملہ کیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ مدینہ طیبہ کے نواح میں غراب نامی پہاڑ کے پاس سے گزرتے ہوئے شاہراہ شام پر روانہ ہوئے۔ آپ پہلے محیص پھر بتراء پہنچے، پھر یہاں سے بائیں سمت مڑ گئے اور بین سے گزر کر صحیرات الیمام پہنچے۔ اس کے بعد آپ کے سامنے حج کرنے کی شاہراہ مکہ سیدھی ہو گئی۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ آپ غران پہنچ گئے جہاں بنی لحيان کی بستیاں تھیں۔ وہاں آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا، غران آج اور عسفان کے درمیان ایک وادی ہے جو سایہ نامی مقام کی طرف جاتی ہے۔ وہاں معلوم ہوا کہ بنی لحيان ڈر کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر محفوظ ہو گئے ہیں۔ جب حضور ﷺ غران میں اترے اور بنو لحيان کو جو مغالطہ دینا چاہا تھا وہ مقصد پورا نہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ہم عسفان میں اتریں تو اہل مکہ خیال کریں گے کہ ہم مکہ مکرمہ تک آئے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ دو سو سواروں

غزوہ بنی لحيان

اس واقعہ میں کوئی مشکل لفظ نہیں۔ البتہ اس میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ایک شعر ہے:

لَقُوا سَرَعَانًا يَمْلَأُ الشَّرْبَ رَوْعُهُ

کے ہمراہ عسفان تشریف لائے اور یہاں فروکش ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے دو سوار بھیجے، یہ دونوں کراع الغمیم پہنچے (مگر کسی کافر سے سامنا نہ ہوا) اور واپس آ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب رسول اللہ ﷺ واپس روانہ ہونے لگے تو میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے سنا: اَيُّوْنَ تَايِبُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَاِبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوءِ الْمُنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ ”ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے اور ان شاء اللہ اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ میں سفر کی صعوبت، تکلیف دہ واپسی اور اپنے اہل و مال میں برے منظر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

غزوہ بنی لحيان کا واقعہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبد اللہ بن ابی بکر سے مروی ہے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ بنی لحيان کے بارے میں یہ اشعار کہے:

لَوْ اَنَّ بَيْنِيْ وَلِحْيَانَ كَانُوْا تَنَاطَرُوْا لَقَوَا عُصْبًا فِيْ دَارِهِمْ ذَاتَ مَصْذَقٍ
”اگر بنی لحيان ایک دوسرے کا انتظار کرتے تو وہ اپنے گھروں میں ہی صداقت پسند

سَرَعَانَ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو سب پر سبقت لے جائیں اور السَّرْبُ چرنے والے مال مویشی ہیں۔ گویا یہ سَارِب کی جمع ہے۔ کہا جاتا ہے: هُوَ اَمِيْنٌ فِيْ سَرِيْبِهِ یعنی فلاں شخص اپنے مال مویشیوں کے بارے میں بے خوف ہے اور اسے اپنے مال پر غارت گری کا کوئی اندیشہ نہیں۔ اور جن لوگوں نے اسے فِيْ سَرِيْبِهِ سین کے کسرہ کے ساتھ بولا ہے تو اس صورت میں یہ ضرب المثل ہے کیونکہ سرب وحشی جانوروں اور پرندوں کے گردہ کو کہتے ہیں۔ تو اَمِيْنٌ فِيْ سَرِيْبِهِ کا یہ معنی ہوگا کہ فلاں شخص نہ خود ڈرتا ہے اور نہ اس کے اہل و عیال ڈرتے ہیں۔ اس معنی کی طرف اہل لغت میں سے اس شخص نے اشارہ کیا ہے جس نے کہا کہ فِيْ سَرِيْبِهِ کا معنی ہے فِيْ نَفْسِهِ۔ اس سے اس کی یہ مراد نہیں کہ نفس کو سرب کہا جاتا ہے بلکہ اس کی یہ مراد ہے کہ نہ خود اسے ڈرایا جاسکتا ہے اور نہ اس کے ساتھیوں کو۔ نہ کہ اس شخص کی طرح جس کا ذکر پہلے ہوا۔ اور اسے فِيْ سَرِيْبِهِ سین کے فتح کے ساتھ بھی بولا گیا ہے۔ پس ایک شخص اپنے مال کے بارے میں بے خوف ہے اور دوسرا اپنی ذات کے بارے میں بے خوف ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فِيْ سَرِيْبِهِ کا معنی ہے فِيْ طَرِيْقِهِ یعنی اس کے راستے میں۔

جماعتوں سے دو چار ہو جاتے۔

لَقُوا سَرَعَانًا يَمْلَأُ السَّرَبَ رَوْعُهُ أَمَامَ طَحُونٍ كَالْمَجْرَةِ فَيَلْقَى
”وہ ایسے ہر اول دستے سے دو چار ہوتے جس کا خوف دل کو بھر دیتا اور اس کے پیچھے
کہکشاں کی طرح (ہتھیاروں سے چمکتا ہوا) ایک پیس کر رکھ دینے والا طاقتور لشکر ہوتا۔“

وَ لَكِنَّهُمْ كَانُوا وِبَارًا تَتَّبَعَتْ شِعَابَ حِجَازٍ غَيْرِ ذِي مُتَنَفِّقٍ
”لیکن وہ نیولوں کی طرح کمزور اور بزدل تھے، حجاز کی ان گھاٹیوں میں جا کر چھپ گئے جن

حضرت کعب کا قول ہے۔

أَمَامَ طَحُونٍ كَالْمَجْرَةِ فَيَلْقَى

اس سے مراد لشکر ہے اسے کہکشاں (آسمانی راستہ) سے اس لئے تشبیہ دی کہ اس میں تلواروں اور
نیزوں کی چمک ہوگی جس طرح آسمانی راستے کے ارد گرد ستارے چمکتے ہیں، کیونکہ اکثر ستارے آسمانی
راستے کے ارد گرد ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مجرہ دراصل چھوٹے چھوٹے ستارے ہی ہیں جو
ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس آسمانی راستے کی سفیدی دراصل ان ستاروں کی
سفیدی کی وجہ سے ہے۔ ایک منقطع حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ وہ راستہ جو آسمان پر نظر آتا ہے یہ
ایک سانپ کی تھوک کی وجہ سے ہے جو عرش کے نیچے رہتا ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی
حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو ان کو فرمایا: إِنَّكَ سَتَقْدَمُ
عَلَى قَوْمٍ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَجْرَةِ فَقُلْ لَهُمْ هِيَ مِنْ عَرَقِ الْآفَحَى الَّتِي تَحْتَ الْعَرْشِ
”تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو تم سے آسمان پر نظر آنے والے راستے کے بارے میں سوال
کریں گے۔ تو تم انہیں کہنا کہ یہ عرش کے نیچے رہنے والے اژدہ کے پسینے کی وجہ سے ہے۔“ لیکن
اہل نقل کے نزدیک اس حدیث کی سند ضعیف ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اسے عقیل نے ذکر کیا
ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ راستہ آسمان کا وہ رخنے ہے جس سے آسمان
پھٹے گا۔ مجرہ کے معنی میں جہاں تک غیر مسلم نجومیوں کا قول ہے تو القاضی نے النقص الکبیر میں ان کے
تقریباً دس سے زائد اقوال ذکر کیے ہیں جن میں سے بعض کو تو عقل جائز قرار دیتی ہے اور بعض لغو
باتوں کے مشابہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

یہ بھی جائز ہے کہ شاعر کے قول كَالْمَجْرَةِ کا معنی یہ ہو کہ اس پیس کر رکھ دینے والے لشکر کا اثر اس
گزرگاہ کے اثر کی مانند ہے جو اپنے اوپر سے گزرنے والی چیز کو چھیل کر رکھ دیتی ہے اور اس کی بیخ کنی

سے نکلنے کا کوئی دروازہ بھی نہ تھا۔

کر دیتی ہے۔ اور فیلق فلق سے فَيَعْلُ کے وزن پر صفت مشبہ ہے جس کا معنی ہے مصیبت میں ڈالنے والا لشکر، گویا وہ دلوں کو پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس کے مصدر کو فِلَقَہ بھی بولتے ہیں۔ ابنِ احمر نے کہا:

قَدْ طَرَقَتْ بِبِكْرِهَا أُمُّ طَبَقٍ فَلَدَبَرُوهُ عَجَبًا ضَخَمَ الْعُنُقُ
”ام طبق نے اپنا پہلا بچہ بڑی مشکل جنا۔ لوگوں نے اس کے مرنے کے بعد یہ خبر نقل کی کہ وہ موٹی گردن والا تھا۔“

جب لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ تو اس نے کہا:

مَوْتُ الْأَمَامِ فِلَقَةٌ مِّنَ الْفِلَقِ
”امام کی موت شگافوں میں سے ایک شگاف ہوتا ہے۔“

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔ فَاطِمَةُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ تَوَكَّلْنِي مُسْلِمًا وَالْحَقِيقِي بِالْصَّالِحِينَ۔ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ
وَعَلَى الْإِدْمَى وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي دُرَرِيَّتِي إِنْ لِي ثَبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ
أَمِينَ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى عَمْرِو عَلَقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا۔

يَرْحِمُكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

غبارِ براہِ طیبہ

افتخار احمد تبسم

مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

